اردو اصطلاحات سازی
ڈاکٹر عطش دُرّانی

بسم الله الرحمن الرحيم

پیشِ نظر کتاب ہمارے واٹس ایپ گروپ کے سکالرز کی طلب پہ سافٹ میں تبدیل کی گئی ہے۔ مصنفِ کتاب کے لیے نیک خواہشات کے ساتھ سافٹ بنانے والوں کے حق میں دعائے خیر کی استدعا ہے۔

زیرِ نظر کتاب فیس بک گروپ "کتب خانہ" میں بھی اپلوڈ کر دی گئی ہے۔
گروپ کا لنک ملاحظہ کیجیے :

https://www.facebook.com/groups/1144796425720955/?ref=share

میر ظہیر عباس روستمانی

03072128068

اسی مصنف کے قلم سے

۱ - اردو اصطلاحات نگاری ابتدائی جائزہ
۲ - لغات و اصطلاحات میں مقتدرہ کی خدمات
۳ - ترجمہ کے قومی و عالمی مراکز
۴ - مشرقی ممالک میں قومی زبان کے ادارے
۵ - عالمی مراکز ترجمہ و اصطلاحات
۶ - اصطلاحیات
۷ - اردو ترجمہ کاری

درجہ بندی نمبر — ۴۹۱٫۴۳۹۰۱۴
عالمی معیاری کتاب نمبر
ISBN 969 - 8216 - 01 - 4

طباعتی سطریں

مصنف : (ڈاکٹر) عطش درانی، ۱۹۵۲ء-
کتاب : اردو اصطلاحات سازی
تفصیلی موضوع : نظری، تقابلی اور تاریخی مطالعہ
موضوعی سرخی : اردو زبان، اصطلاحات
(مطالعہ و تدریس)
وقت اشاعت : بار اول، طبع اول، ۸ مئی ۱۹۹۳ء
بار دوم، طبع اول، ۲۳ جنوری ۱۹۹۴ء
طابع : اظہر سنز پرنٹرز 108 لٹن روڈ لاہور
ناشر : حفیظ اللہ، محمد اسد زمان
شاخ زریں، لاہور۔ اسلام آباد
برائے مقتدرہ
انجمن شرقیہ علمیہ، اسلام آباد
مقام اشاعت : ۱۵ جی ۹/۱، اسلام آباد
قیمت : ۲۰۰/- روپے

نظر ثانی شدہ

اُردو اصطلاحات سازی

ڈاکٹر عطش دُرّانی

انجمن شرقیہ علمیہ
(تنظیم و ترقی)
اسلام آباد ○ پاکستان

سب سے مقدم بے خالقِ کائنات کا شکر، جس نے وہ کچھ سکھایا، جو میں نہ جانتا تھا اور وہ کچھ دیا جو میری اہلیتوں سے کہیں بڑھ کر تھا۔ ازاں بعد بندگانِ خدا میں اپنے رہنماؤں، صدیقوں دوستوں اور ساتھیوں کی ایک کثیر تعداد کے الطاف و اکرام کا زیرِ بار ہوں کہ اگر ان کے احسانات دستگیری نہ کرتے تو یہ تحقیقی جائزہ پیش کرنے کی سعادت حاصل نہ ہو سکتی۔

خاص طور سے ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب کا ممنون ہوں کہ انھوں نے اس جائزے کو اُردو کے تاریخی حوالے سے اہمیت دی اور کئی علمی اور انتظامی مشکلات میں رہنمائی فرمائی۔ ڈاکٹر خواجہ زکریا صاحب کا شکریہ واجب ہے کہ انھوں نے اس موضوع پر میرے مقالہ پی ایچ ڈی کی منظوری سے اشاعت کی اجازت تک عملاً مدد فرمائی۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر محمد صدیق خاں شبلی، ڈاکٹر فرمان فتحپوری اور جناب سیّد امجد الطاف کے احسانات سے سبکدوش نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے اس موضوع پر نظرِ عمیق رکھنے کے باعث کئی عمدہ موسموں سے صرفِ نظر کیا۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، میجر آفتاب حسن مرحوم، بریگیڈیئر گلزار احمد، پروفیسر خادم علی ہاشمی اور پروفیسر منور ابن صادق نے وقتاً فوقتاً اپنے مشوروں سے نوازا اور میری تحقیقی صلاحیتوں کو مہمیز دی۔ ڈاکٹر سہیل احمد خاں، ڈاکٹر محمد رمضان مرزا، ڈاکٹر رحیم بخش شاہین، جناب خلیل الرحمان داؤدی، ڈاکٹر گوہر نوشاہی، پروفیسر طیّب منیر اور جناب عظمت علی خاں نے نہ صرف اس موضوع سے اپنی دلچسپی کا اظہار کیا بلکہ کئی اہم نکات سے متعلق مشورے اور مواد وغیرہ بھی فراہم کیا۔ ڈاکٹر ساجد الرحمان صدیقی کاندھلوی صاحب نے

عربی زبان سے متعلق بعض مطالب سمجھنے اور ترجمہ کرنے میں عملی مدد بہم پہنچائی۔ ڈاکٹر سلیم اختر، ڈاکٹر محمد اسلم فرخی، ڈاکٹر مجیب الاسلام، ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر اکرام چغتائی، پروفیسر نیاز عرفان، ڈاکٹر عبدالمالک عرفانی، ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان، ڈاکٹر انجم رحمانی، ڈاکٹر محمد شفیع مرزا، ڈاکٹر تحسین فراقی، ڈاکٹر ایم ایس ناز، جناب بشیر محمود اختر، ڈاکٹر خالد مسعود، ڈاکٹر محمد طفیل، جناب سید فیضی، جناب مسعود قریشی، جناب محمد عطاء اللہ، پروفیسر عبدالحمید راٹھور، ڈاکٹر مختار احمد بھٹی، ڈاکٹر شوکت علی صدیقی، ڈاکٹر پروین شاہد، ڈاکٹر منظور ممتاز، ڈاکٹر افتخار الدین خواجہ، جناب مسعود احمد چیمہ، جناب جمشید عالم، جناب ایس ایم شاہد، جناب الطاف قمر اور محمد بخش ہاشمی بھی میرے شکریے کے مستحق ہیں کہ ان کی دلچسپی، توجہ اور تقاضوں کے باعث یہ مطالعہ پیش کیا جاسکا۔

غیر ممالک سے میکویز یونیورسٹی پوزنان (پولینڈ) کے پروفیسر ہندی اور اُردو جناب درویش قیصر (دارلوز گیزیر)، کمیشن برائے یورپین کمیونٹی کے شعبہ اصطلاحات اور کمپیوٹر (لکسمبرگ) کے مشیر جناب جے جیوٹشیلکس، بین الاقوامی مرکز معلومات برائے اصطلاحات (انفوٹرم) وی آنا (آسٹریا) کے نائب ناظم اطلاعات جناب ڈبلیو نیڈوبٹی، بین الاقوامی اصطلاحی رابطہ (ٹرم نیٹ) وی آنا (آسٹریا) کے معتمد جناب کرسچین گیلنسکی، بین الاقوامی تنظیم برائے اصطلاحی یکسانیت (آئی او یو ٹی این) اور عالمی بینک برائے بین الاقوامی اصطلاحات، وارسا (پولینڈ) کے صدر جناب زیڈسٹا برسکی نے علم اصطلاحات سازی سے متعلق جدید ترین معلومات اور استفسارات پر مبنی مواد، مقالے، جرائد اور کتب فراہم کیں جنھیں زیرِ نظر تحقیق میں استعمال کرنے سے اُردو میں اس علم کی وسعتوں کا اندازہ لگانے میں مدد ملی اور اسی بنا پر جدید اصطلاحی انجینئری کی روشنی میں پہلی بار اُردو کا ایسا جائزہ پیش کرنے کا حوصلہ ہوا۔

کتابداری سے وابستہ افراد میں سے پروفیسر افضل حق قرشی، شعبہ لائبریری سائنس جامعہ پنجاب لاہور، سید جمیل احمد رضوی، جامعہ پنجاب لاہور، پروفیسر محمود الحسن (مرحوم) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، جناب توقیر احمد صدیقی، کتب خانہ انجمن ترقی اردو کراچی، جناب خورشید عالم، ڈاکٹر محمود حسین لائبریری جامعہ کراچی، سید باقر حسین نقوی، مترجم و لائبریری انچارج مجلس زبان دفتری لاہور اور مقتدرہ قومی زبان کے کتابدار جناب سعید احمد اور ان کے رفقائے کار خصوصاً امتیاز احمد، تاج محمد اور اللہ دتہ صاحب نے بعض کتابیں، عکسی نقول اور کتابیاتی معلومات فراہم کرنے میں انتہائی پرخلوص مستعدی سے کام لیا، جس کے لیے میں ان کا ممنون ہوں۔

آخر میں اپنے نورِ نظر محمد اسد زمان دُرّانی کا (جو اس وقت جماعت اوّل کا متعلم تھا اور اب جماعت پنجم میں ہے) شکریہ بھی ادا کر دوں کہ وہ اس موضوع پر کام کرنے کے دوران میں اگرچہ اس لیے جاگتا رہتا تھا کہ ضائع شدہ کاغذ میں اسے جمع کرنے کے لیے دے دوں، تاہم اُس کے اِس استقلال سے تحریک پا کر میں زیادہ سے زیادہ مستقل مزاجی سے اس کام کو روزمرہ امور میں انجام دے پایا۔ اس کے ہمراہ اس کی والدہ اور اپنی شریکۂ حیات کے تعاون اور رفاقت کا بھی ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنی تدریسی مصروفیات کے باوجود مجھے دیگر فکر ہائے خانہ سے محفوظ رکھنے کی پوری پوری کوشش کی۔

اپنے ان محسنوں کی ممنونیت کے احساس کے ساتھ یہ جائزہ جسے جدید تحقیقی اصولوں پر استوار کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کتابی صورت میں اربابِ علم و فکر کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ گر قبول افتد زہے ....

عطش دُرّانی
پی ایچ ڈی

اسلام آباد
۸ مئی ۱۹۹۳ء

حرفِ دوم

بار دوم، طبع اول

جس بوجھ کو اٹھانے سے سب گریزاں تھے، اسے یہ ناتواں اٹھا تو لایا، مگر اپنی کم ہمتیوں اور کوتاہیوں کے ڈر سے، اپنے دعویٰ علم و تعلم کے کھوکھلے پن کے خیال سے، علم و فضل کے زعماء کے اعتراف و احترام میں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ذات کبریا کی خشیت کے پیشِ نظر کسی مجلس آرائی بلکہ خودستائی سے گریزاں رہا۔ خدا کا شکر کہ اہلِ علم و فکر نے اس بے بضاعت کی سعی اور کاوش کو مشکور کیا اور ذات و کتاب کی خطا پوشی کرتے ہوئے میری کم علمی اور تگ و دو کو تکمیل پذیری کی طرف گامزن ہونے کا حوصلہ اور موقع دیا۔ بار دوم کے وقت ان میں سے چند اہلِ نظر کا حوالہ، تسکین و فروغ انا سے قطع نظر، استحسان، قدر پیمائی، ریکارڈ اور سب سے بڑھ کر احسان شناسی کے خیال سے ناگزیر ہے۔

جناب محمد احسن خان صاحب کتاب کے بہت سے پہلو زیرِ بحث لائے۔ کئی مقامات کی نشاندہی کی، نیز لکھا "آپ کی تصنیف خوب ہے۔ اس میں جس قدر مواد قدیم اور جدید جمع کر دیا گیا ہے، وہ حیرت انگیز ہے۔ قوی امید ہے کہ اس کا نقشِ ثانی خوب ہو گا۔ کتاب کی پروف خوانی نہایت توجہ سے ہونی چاہیے تھی"۔ جناب خلیل الرحمٰن داؤدی نے کئی ماخذوں کی نشاندہی اور فراہمی کے ساتھ ساتھ اس کتاب کو "اردو تحقیق کا عظیم الشان کارنامہ" قرار دیا، جناب مشفق خواجہ کا خط تھا "آپ نے یہ ایسا کام انجام دیا ہے، جسے کارنامہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ اس موضوع پر اتنی ہمہ جہتی معلومات، کسی دوسری جگہ نہیں ملتیں۔ آپ کا مطالعہ گہرائی اور گیرائی دونوں کے اعتبار سے قابلِ رشک ہے۔ پھر حاصلِ مطالعہ کو جس سلیقے سے آپ نے پیش کیا ہے، وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ اردو میں اس نوعیت کی علمی کتابیں کم لکھی گئی ہیں۔ آپ نے یہ کتاب لکھ کر اردو کو علمی اعتبار سے باثروت بنا دیا ہے"۔ ڈاکٹر سلیم اختر نے اپنے ایک خط میں لکھا "جسے آپ حقیر سی کاوش کہتے ہیں، وہ علمی تحقیق کا ایک حوالہ ثابت ہونے والا ایک شاہکار ہے۔ میں ہمیشہ سے آپ کی علمی لگن اور تحقیقی ژرف بنی کا قائل رہا ہوں۔ مگر اردو اصطلاحات سازی میں تو صحیح معنوں میں آپ نے اپنی تمام علمی، تحقیقی اور لسانی صلاحیتوں کو گویا محدب شیشے سے موضوع پر مرکوز کر دیا ہے۔ لگتا ہے کہ اب اس موضوع پر نئی بات کہنے کی گنجائش نہیں رہی"۔

ڈاکٹر قاضی عبدالقادر نے لکھا، "جیسا کہ ایک تحقیقی کام کا تقاضا ہوتا ہے، موضوع پر سیر حاصل بحث ہوئی ہے، تاریخی، منطقی اور تنقیدی پہلوؤں کو بہت عمدگی سے سمیٹا گیا

ہے"۔
قاضی افضل حق قرشی کا مراسلہ تھا۔ "یہ کہنا رسمی نہیں ہو گا کہ اس کی اشاعت سے واقعی اردو ادب میں ایک وقیع کتاب کا اضافہ ہوا ہے۔"
محترم میرزا ادیب نے کئی مراسلوں سے نوازا "سچی بات یہ ہے کہ آپ نے ایک بڑا، وقیع بلکہ حیرت ناک کارنامہ انجام دیا ہے۔ کام کرنے والے ایسے ہی تاریخ ساز کام کیا کرتے ہیں۔ میں دل کی گہرائیوں سے آپ کو اس شاندار کارنامے پر مبارک باد دیتا ہوں"۔ جناب احمد ندیم قاسمی نے لکھا "اتنی اہم کتاب......... خدا آپ کو خوش رکھے"۔ ڈاکٹر اسلم فرخی ناسازیء طبع کے باوجود کتاب کا مطالعہ کرتے رہے اور پھر خط میں لکھا " یہ ایک بڑا علمی کارنامہ ہے"۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے اپنے مراسلہ میں اس کی طباعتی خوبیوں کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا "علمی دنیا میں یہ پیش کش آپ کی توقیر کا باعث ہو گی"۔ ڈاکٹر وفا راشدی کے طویل مراسلے میں تھا" آپ نے اس قسم کے موضوعات پر کام کرنے کی طرح ڈال دی، جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں"۔ جناب شریف کنجاہی نے لکھا "اس موضوع پر شائع کی گئی کتابوں میں بلاشبہ اس کا اپنا منفرد مقام ہے اور آپ کی محنت ہر لحاظ سے قابل داد ہے"۔ سید ضمیر جعفری کا فرمان تھا۔ "اپنا علمی قد کاٹھ تو پی ایچ ڈی کر کے بڑھا لیا تھا، اب آپ اور بھی قد آور ہو گئے ہیں"۔ جناب افتخار عارف کا گرامی نامہ کچھ یوں تھا۔ "آپ پر بہت رشک آتا ہے۔ اتنی خاموشی سے اتنا کام اور اس معیار کا کام کر گزرتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ بے حد احسان مند ہوں، استفادے کی کیسی معتبر صورت آپ کے سبب فراہم ہوئی"۔
حکیم محمد سعید نے سیاسی مصروفیات کے باوجود کتاب کا مطالعہ فرمایا اور اپنے تاثرات کچھ یوں ارسال فرمائے "مجھے یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ ہم نے پاکستان میں محنت کرنی چھوڑ دی ہے۔ علمائے پاکستان کا یہی حال ہے۔ مگر آج ڈھارس بندھی کہ پاکستان میں عطش درانی ہیں جو بال کی کھال نکالنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ مجھے آج سے پہلے اندازہ ہی نہ تھا کہ یہ علم اس درجہ وقیع، وسیع اور عمیق ہے۔ جتنا مطالعہ کرتا گیا، گہرائیوں میں جاتا رہا۔ آپ نے موضوع کو ایک مستقل علم کی حیثیت دے دی اور فکر و نظر کا سامان کر دیا ہے"۔
محترم سید قاسم محمود کا محبت نامہ تھا "یہ ایک ایسا پیچیدہ، خالص فنی، مشکل موضوع تھا کہ اس پر کوئی بھلا آدمی قلم اٹھانے کی سوچ بھی نہیں سکتا خصوصاً ہمارے ملک میں جہاں علمی کاموں کی بے قدری ایک معروف بات ہے۔ یقین سے کہا جاتا ہے کہ اصطلاح سازی کے باب میں آپ کی کتاب کو ایک دائمی کلاسیک کی حیثیت حاصل رہے گی۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ یہ کام کرنے کے لیے ہی پیدا ہوئے تھے۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ آئندہ آپ کیا کریں گے، جو اس سے بھی بڑھ کر ہو"۔
علم التعلیم، تحقیق اور سائنس کے میدانوں میں بھی پذیرائی ہوئی۔ پروفیسر ڈاکٹر شوکت

صدیقی صاحب (سابق وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) نے کہا "اردو تحقیق میں باقاعدہ تحقیقی ڈیزائن پر کام پہلی بار دیکھا ہے"۔ ڈاکٹر خواجہ افتخار الدین (صدر شعبہ تعلیم بلوچستان یونیورسٹی) نے کہا "اردو میں تحقیق یوں بھی ہوتی ہے! یہ علم التعلیم و تحقیق کے طلبہ باور نہیں کر سکتے"۔ ڈاکٹر احسان اللہ خان (ناظم ادارہ تعلیم و تحقیق پنجاب یونیورسٹی) نے فرمایا "تو آپ اردو کو بھی جدید تحقیق کے میدان میں لے ہی آئے"۔ ڈاکٹر ایم ایم قریشی (سائنس اکیڈمی) نے فرمایا "ہم اہلِ سائنس کو ادب سے کوئی خاص شغف تو نہیں ہوتا، مگر اس کتاب میں سائنسی تحقیقی انداز دیکھ کر اس بات کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ اردو کسی میدان میں پیچھے نہیں"۔

جناب ڈاکٹر وقار احمد زبیری، جناب شان الحق حقی، ڈاکٹر محمد علی صدیقی، جناب صہبا لکھنوی، خواجہ حمید الدین شاہد، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، سید منصور عاقل، جناب حفیظ صدیقی، ڈاکٹر رحیم بخش شاہین، ڈاکٹر طاہر تونسوی، ظہیر مشرقی، ابوسعادت جلیلی، ڈاکٹر محمد ابراہیم خالد جناب غلام ربانی آگرو، ڈاکٹر محمود الرحمان، غرض کہ ایسے کتنے ہی مہربان ہیں کہ مجھ ہیچ مدان کو مختلف حوالوں، تبصروں اور ذریعوں سے بڑھاوا دیتے رہے۔

ایک عام قاری کا مراسلہ بھی شامل کرنا ضروری ہے۔ سرگودھا سے جناب طارق محمود بٹ نے کتاب کے مطالعے کے بعد مجھے لکھا:-

"اردو اصطلاحات سازی کا ایک دور مکمل کیا ہے، کتاب اپنے موضوع اور متن و مواد کے اعتبار سے فقید المثال ہے، نہایت سادہ اور سلیس انداز بیان میں آپ نے اس سائنسی کتاب کو نہایت آسان اور دلچسپ بنا دیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر مجھے اردو کی عظمت اور وسعت کا احساس ہوا ہے اور آپ کی وسعتِ نظر اور فراخیِ خبر کا بھی علم ہوا ہے۔ آپ نے اس گلدستے کو گل دان میں سجانے تک جن ہزاروں چمنستانوں اور گلستانوں کی خوشہ چینی کی ہے، وہ عزم و استقلال اور کام سے محبت آپ ہی کا طرۂ امتیاز ہے۔ دنیا کی تمام بڑی بڑی زندہ زبانوں کا مقام و رتبہ اور اصطلاحی پہلو سے ان کی کارکردگی کا فرداً فرداً آپ نے جس طرح خلاصہ پیش کیا ہے، وہ ایک چونکا دینے والا کام ہے۔

"اردو اصطلاحات سازی" ماہرین ترجمہ اور ماہرین لسانیات کے لیے نشانِ منزل اور ہم جیسوں کے جذبۂ شوق و اشتیاق کے لیے ایک تازیانہ ہے۔

آپ کے تقابلی مطالعے کے انداز نے اردو کو انگریزی کا ہم پلہ کر دیا ہے۔ یقین جانئے مجھے ایک طلب سی لگ گئی ہے کہ فی الفور مقتدرہ کے شائع کردہ تمام کشافِ اصطلاحات منگوا کر سب کا مطالعہ کروں اور اردو کے ذخیرۂ الفاظ اور ذخیرۂ اصطلاحات سے لطف اندوز ہو سکوں۔

یہ کتاب پڑھ کر مجھے نہ صرف انگریزی کی اصلی حقیقت کا احساس ہوا ہے بلکہ یونانی اور لاطینی زبانوں سے آشنائی ہوئی ہے۔ اسی طرح عربی اور فارسی زبانوں کے پس منظر اور

حال مثبت کا ادراک ہوا ہے۔ آپ جلد از جلد یونانی سے اردو اور لاطینی سے اردو کے براہ راست لغات شائع کریں۔ اگر آپ یہ کام سرانجام دے جائیں تو آپ بلا شبہ بابائے اصطلاحات ہیں۔

میرے ایک دوست فرما رہے تھے کہ یہ کتاب صوری اور معنوی ہر دو صورت میں ایک عظیم اردو گنجینہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوئی ہے کہ دنیا کی مستقبل میں مستقل زبان ترجمہ ہی ہو گی اور اگر انسان علم ترجمہ پر عبور حاصل کر لے تو دنیا کی تمام زبانوں کا علم اردو کے ذریعے حاصل کر سکتا ہے۔"

اصطلاحات کے عالمی اداروں نے بھی پذیرائی بخشی۔ بین الاقوامی رابطہ برائے اصطلاحات' وی آنا (آسٹریا) کے جریدے "ٹرم نیٹ نیوز" میں مقالہ پی ایچ ڈی کا خلاصہ (انگریزی) طبع کرنے کے علاوہ انھوں نے کتاب کو بھی اہمیت دی' مراسلہ بھیجا اور معلومات طبع کیں۔ عالمی بینک برائے بین الاقوامی اصطلاحات ' وارسا (پولینڈ) کے صدر جناب زیڈ سٹابرسکی نے پی ایچ ڈی اور "اردو اصطلاحات سازی" پر مبارکباد کا پیغام بھجوایا اور اسے پاکستانی اصطلاحات کی نمائندہ قرار دیا۔ آدم میکویز یونیورسٹی' پوزنان (پولینڈ) کے صدرِ شعبہ تقابلی لسانیات و مطالعہ الشرقیہ پروفیسر ڈاکٹر الفرڈ ایف مجویز نے اسے شوق انگیز' دلچسپ اور جاذب توجہ کتاب قرار دیا اور لکھا کہ وہ اسے اپنے مطالعے میں رکھنا چاہتے ہیں۔

تحقیق کے کام تو آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ تلاش اور تجسس کے بھی اپنے تقاضے ہیں۔ تحقیقی کتابیں ایک خاص مدت تک معتبر تسلیم ہوتی ہیں' جب تک کہ تصحیح و تدوین' اضافہ و ترمیم کی کوئی صورت کسی اور تحقیق یا سابق کے نئے ایڈیشن کی صورت میں سامنے نہ آجائے۔ ہر بالغ نظر تحقیق کنندہ نئے ماخذ اور اعداد و شمار کی روشنی میں اپنے خیالات اور نظریات سے رجوع کرتا یا انھیں تقویت دیتا' واضح کرتا اور وقیع تر بناتا چلا جاتا ہے۔ کتب خانوں کے شیاطت "نو آمد کہن رفت" پر عمل کرتے ہیں' باراول' طبع اول کی محنت زیادہ تر نیشنل بک کونسل پاکستان کے تعاون سے ٹھکانے لگی اور اہل علم تک پہنچی تو اس کی وسیع تر اشاعت سے قبل کوتاہیوں اور تشنگیوں کو سیراب کرنے کے لیے اسے نظرثانی کے عمل سے گزارنا ضروری اور لابدی تھا۔

ہماری آپ کی اس کتاب کا کینوس اور تناظر وسیع اور مطمح نظر اتنا مبین تھا کہ کم و بیش چار صدیوں کی پہنائیوں کو جدید اصطلاحات کے ناکے سے گزارنا ایک کوہ گراں اٹھانے اور ایک بحر بیکراں پاٹنے کے مترادف تھا۔ جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار۔ جانے کہاں کہاں روزن کھلے رہ گئے۔ پنبہ کجا کجا نہم۔ آٹھ سو سے زائد اصطلاحی لغات اور چار سو سے زائد ماخذوں کی بُنت کاری' عالمی تناظر کے ساتھ کرتے ہوئے' ہر صفحہ ء قرطاس پر اسے مستحضر رکھنا' اس کم سواد کی حدِ ماسکہ سے زیادہ طویل تھا۔

چنانچہ کئی ایسے مقامات آئے' جہاں تصورات کی پیچیدگی' کوائف کی کمی اور پروف خوانی کی کوتاہی حائل تھی۔ ان پر بھی بس نہ چلتا' اگر اہلِ ذوق توجہ ارزانی نہ کرتے۔

جناب محمد احسن خاں، خلیل الرحمان داؤدی، ڈاکٹر گوہر نوشاہی اور سید جمیل احمد رضوی کی بعض نئے مباحث اور ماخذوں کی طرف نشاندہی نیز برطانیہ کے سلیم الدین قریشی اور شبانہ محمود کی مطبوعات کے حوالوں سے چند نئی معلومات بھی بار دوم میں ایزاد کی گئیں۔ جرمنی کے شہر کولون میں علمی انجینئری کی ورکشاپ' (اگست ۱۹۹۳ء) کی دستاویزات' عالمی وفاق برائے اصطلاحی بنک کے قیام اور کانگریس ستمبر ۱۹۹۳ء کی اطلاعات' امریکی انجمن مترجمین کی کانفرنس اکتوبر ۱۹۹۳ء کا مراسلہ' لغات و اصطلاحات میں امتیاز اور بعض دیگر نکات کے بارے میں ٹرم نیٹ نیوز' وی آنا کے ۱۹۹۳ء کے شمارے کئی سطور میں ترمیم و اضافہ کا باعث ہوئے۔ اسی طرح کئی مزید لغات و اصطلاحات کا مطالعہ شامل کیا گیا۔ خاص طور پر دسویں سے بارھویں باب تک۔ چنانچہ یہ مطالعہ ۷۲۵ + ۸ سے بڑھ کر ۷۸۲ + ۸ = ۷۹۰ لغات اور اشاریوں کا جائزہ ٹھہرا۔ ان سب کی فہرست بھی اردو اصطلاحات نگاری = کتابیاتی جائزہ (۱۹۹۳ء) پر نظرثانی کر کے کتابیات میں ایزاد کی گئی۔ چنانچہ ضمیمے میں دیے گئے اعداد و شمار بھی تبدیل ہوئے۔

جو چند مباحث زیر غور آئے' ان میں سے ایک علم الاصطلاح کے لیے بعض جدید انگریزی اصطلاحات کے ترجمے سے متعلق تھا' جس کا ذکر اور وضاحت ان صفحات میں ضروری ہے۔ زیادہ تر گفتگو Vedethes, Neologims ,Acronyms, Initialisms Internationalization, اور Transnationalization کے تراجم پر ہوئی۔

کتاب میں دیے گئے مترادفات خاصے استدلال اور غور و خوض کے بعد شامل کیے گئے تھے DICAUTOM, FORTRAN جیسے الفاظ Initialisms اور WAPDA RADAR جیسے نام Acronyms کی ذیل میں آتے ہیں۔ اول الذکر کے لیے "ابتدائیے" اور موخرالذکر کے لیے "سرنامیے" تجویز کیا گیا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ انھیں "سرلفظ" اور "سرنام" ہونا چاہیے۔ یہاں Initialisms سے مراد الفاظ کے ابتدائی حصوں سے ملا کر الفاظ بنانے کے رجحان اور ان الفاظ کے ذخیرے سے ہے۔ یہ لفظ Initial بطور صفت کے معنی یعنی "ابتدائی" سے ہے۔ چنانچہ یہ ترجمہ "ابتدائیت" بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ تو پہلے ہی Initialness کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ جدید اردو میں ہم دیکھتے ہیں کہ "یہ" کا لاحقہ حاصل مصدر یا اسم نسبت کے لیے استعمال میں آرہا ہے۔ جیسے "عشائیہ"، "افتتاحیہ"۔ اسی انداز پر "ابتدائیہ" موجود ہے جو ایسے کلمات کو بھی کہتے ہیں' جو کسی تحریر کی ابتدا میں لکھے گئے ہوں یعنی بطور "پیش لفظ" موجود ہوں۔ چنانچہ ان کی جمع "ابتدائیے" (Initialisms) بھی وضع کی جا سکتی ہے۔ اگر اسے "ابتدائیات" کہا جائے تو اس کی جمع بنانا مشکل ہو گا۔ یہی صورت Acronyms کی ہے' اس کا واحد لفظی ترجمہ "سرنام" ہے اور اس کی جمع "سرنامے" بنتا ہے جو Letter Head کے "سرنامہ" کی جمع نظر آتا ہے۔ اس لیے اسے بھی "ابتدائیہ" کے انداز پر "سرنامیہ" تجویز کیا گیا ہے۔ البتہ Neologisms کے لیے اسی قبیل اور طرز کا لفظ ہاتھ نہیں آسکا۔ "نولفظیہ" سے بہتر "الفاظِ نو" "نولفظ"

کاری" "نو لفظ سازی" "نولفظیات" اور "نو لفظیت" ہیں۔ آخری دونوں اس کے معنی کو زیادہ اجاگر کرتے ہیں۔ یہ ایسے رجحان کا نام ہے جس میں نئے الفاظ اور نئے معنی مراد لیے جاتے ہیں اور اس سے یہ نئے الفاظ بھی مراد ہیں۔ "نو لفظیت" انہی دونوں مفاہیم کا احاطہ کرتی ہے۔ Vedethes کا ترجمہ البتہ مفہوم کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ یہ ایسا شذرہ ہوتا ہے جو اصطلاح کا قائم مقام ٹھہرتا ہے۔ حسبِ سابق انداز اسے بھی "اصطلاحیہ" قرار دیا گیا۔

Internationalization اور Transnationalization کے مباحث ذرا تفصیل طلب ہیں [1]۔ مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ اول الذکر کا مطلب ہے "کسی اصطلاح کو اس کے ساق اور اشتقاق سمیت ایک سے زائد قوموں کی زبانوں میں استعمال کرنا" اور موخرالذکر کا مطلب ہے "کسی اصطلاح کو ان زبانوں میں ماورائے قومیت بنانا" یعنی صرف ساق استعمال کرنا اور مشتقات اور املا انہی زبانوں کے قواعد کے مطابق رکھنا۔ چنانچہ پہلی کے لیے "بین الاقوامیت کاری" سے بہتر "بین الاقوامیت سازی" اور دوسری کے لیے "ماورائے قومیت سازی" سے بہتر اصطلاحات کی "عالمگیر کاری" تجویز کیا گیا ہے جو زیادہ قریب المفہوم ہیں۔

پروف خوانی کے حوالے سے بھی کئی مقامات پر تصحیح درکار تھی جیسے ص ۲۹۹ پر "تلازم خیال" کو تلازم ہونا چاہیے تھا۔ ص ۶۸ اور ص ۸۴ پر (شوکت سلیم کی بجائے) شوکی سالم درکار تھا، ص ۴۷ پر کتاب التنویر کی توضیح ضروری تھی، ص ۴۳ پر طوس، طوسی بن گیا تھا، ص ۴۷ پر نیا ایڈیشن (مختصر کی بجائے) درکار تھا، ص ۲۱۷ پر چھٹے باب (تیسرے باب کی بجائے) درکار تھا، ص ۳۲۳ اور ص ۳۲۴ پر کتاب الاصطلاحات الصوفیہ مع رسالہ نسبتہ السرمدیہ از ابی الغنائم کا نام درست کیا گیا، ص ۳۷۸ پر دو سطریں رہ گئیں اور یوں سرور کی بجائے سرشار کا نام فسانہ عجائب سے منسوب ہو گیا، ص ۴۳۲ پر عابد حسین عابد علی بن گئے، ص ۴۹۲ پر (وزارتوں کی بجائے) وزارت وغیرہ کی مانند اس کے اردگرد کی صفحات پر تصحیح درکار تھی، سنین کی غلطیاں بوالعجبیاں تھیں، جیسے ص ۱۷۳ پر ۱۸۷۳ء، ۱۹۸۹ء میں تبدیل ہو چکا تھا۔ ص ۳۳۷ پر ۱۹۱۲ء دراصل ۱۹۲۶ء تھا، ص ۴۰۲ پر ۱۹۳۷ء (۱۹۳۱ء)، ص ۴۲۶ پر ۱۹۸۴ء (۱۹۸۱ء) وغیرہ۔

علاوہ ازیں ص ۲۲ پر بعض دوستوں کو مصرع میں تصرف پسند نہیں آیا تو ان کے احترام میں اسے ایک پورے شعر سے بدل دیا گیا ہے۔

بین الاقوامی رابطہ برائے اصطلاحات کے جریدہ TERMNET NEWS وی آنا نمبر ۳۸، ۱۹۹۲ء میں میرے مقالہ پی ایچ ڈی کا انگریزی خلاصہ طبع ہوا، اسے بھی کتاب کے آخر میں شامل کیا گیا، چنانچہ اس حوالے سے آخر میں کتاب کا نام رومن حروف اور انگریزی ترجمے کے ساتھ بھی شائع کیا گیا ہے۔

سابقہ ایڈیشن کی اشاعت تک میجر آفتاب حسن (کراچی)، جناب محمود الحسن (اسلام

[1] دیکھیے: تفصیلی بحث: ترجمے اور اصطلاح سازی میں ize اور ization کے لاحقوں میں امتیاز کا مسئلہ، ڈاکٹر عطش درانی، **اخبار اردو**، اسلام آباد، نومبر ۱۹۹۳ء۔

آباد)، اور جناب داریوس گیزیر (پولینڈ) کے انتقال کے باعث ان اصحاب کے مزید مشوروں، رہنمائی اور تعاون سے دائمی محرومی کا قلق تا عمر رہے گا۔

طبع اول کے پیش لفظ میں ڈاکٹر جمیل جالبی اور ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی نے جن الفاظ میں استحسان سے نوازا، اس کے لیے ممنون ہوں۔ ان کے اقتباسات سے طبع دوم کو بھی مزین کیا گیا ہے۔

ایک اور پہلو سے اس کتاب میں چند صفحات کا اضافہ ناگزیر تھا، یعنی شخصیات اور ادارہ جات کا اشاریہ، جس کی تیاری اور تکمیل میں جناب محمد نذیر رانجھا کی معاونت کے لیے ممنون ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ محمد بخش ہاشمی اسلام آبادی کے تعاون کے لیے بھی ممنون ہوں۔

ان حروف دوم کے ساتھ ایک بار پھر یہ کاوش اہل فکر و نظر کے سامنے پیش ہے اور اس حوصلے اور یقین کے ساتھ پیش ہے کہ اب اسے اصطلاحات کی شمع روشن کرنے کے لیے عرصہ تک جگنو بن کر اس میدان میں اجالا کرنا ہے۔

۲۲ جنوری ۱۹۹۴ء

ڈاکٹر عطش درانی
اسلام آباد

نقد و نظر

ڈاکٹر عطش درانی کی کتاب اردو اصطلاحات سازی ایک اہم کتاب ہے۔ انھوں نے اپنے اس کام کو جس ترتیب اور سلیقے سے پیش کیا ہے' وہ یقیناً قابل داد ہے۔
اس کتاب کی اشاعت سے اردو اصطلاحات سازی کی وہ روایت' جس کا آغاز پروفیسر وحید الدین سلیم اور مولوی عبدالحق نے کیا تھا' آگے بڑھتی ہے۔
ڈاکٹر جمیل جالبی --- "پیش لفظ" طبع اول' مئی ۱۹۹۳ء

----O-----

اردو میں اس وقت جہاں اور جیسے بھی اصطلاحات وضع کرنے کا عمل جاری ہے۔ اس کے لیے یقیناً اس جائزے میں بعض نئے اور اہم نکتے سامنے آئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ جائزہ اردو اصطلاحات اور اصطلاحی اصولوں کی ایک مبسوط تاریخ کے حوالے سے بھی بعض حیرت انگیز نتیجے پیش کرتا ہے۔ اس سے اردو میں آئندہ اصطلاحات وضع کرنے میں نہ صرف مدد ملے گی بلکہ عجب نہیں یہ ایک نئے اصطلاحی مکتب فکر کی تشکیل کا سبب بنے۔

ہم اپنی زندگی ہی میں ایک اور وحیدالدین سلیم کو دیکھ رہے ہیں جو آگے بڑھ کر وضع اصطلاحات کے عمل کو جدید علم اصطلاحات کی بلندیوں تک لے جانے کے خواہاں ہیں۔ پروفیسر سلیم مرحوم اپنے دور کی علمی بلندیوں سے اس عمل کی اگلی منزلوں پر نظریں جمائے ہوئے تھے تو یہ "سلیم ثانی" بھی جدید علمی افق کی اس پار دیکھتے ہوئے اردو کے اس لسانی سفر پر گام زن قافلے کو نئی رہنمائی بخش رہے ہیں۔
ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی --- "دیباچہ" طبع اول' مئی ۱۹۹۳ء

----O----

اردو میں اتنے وسیع' دقیق' پیچیدہ اور متنوع موضوع کو ایک مختصر سے جائزے میں سمیٹنا بہت مشکل اور وقت طلب کام تھا' جسے ڈاکٹر عطش درانی نے بڑے سلیقے اور محنت سے انجام دیا ہے۔ انھوں نے اس کا نہ صرف مقداری اور اصولی انداز میں مطالعہ کیا ہے

بلکہ تاریخی اور تجزیاتی حوالے سے بھی اسے دیکھا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انھوں نے اردو اصطلاح سازی کا جائزہ عالمی سطح پر ہونے والی کاوشوں کی روشنی میں لیا ہے اور جدید علم اصطلاح کی سرحدوں پر سے یہ دیکھنے کی بھی کوشش کی ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور ہماری منزل کی راہ میں ابھی کتنے موڑ باقی ہیں۔ اس طرح یہ مطالعہ ایک نئی فکری جہت کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی ـــ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد طبع اول

-----O-----

ڈاکٹر عطش درانی وضع اصطلاحات کے میدان میں عرصہ سے کام کر رہے ہیں۔ مجلس زبان دفتری لاہور میں میرے رفیق کار رہے ہیں۔ اصول تحقیق کے حوالے سے ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ اورینٹل کالج لاہور کی تاریخ ہی میں نہیں بلکہ پوری ادبی تحقیق میں مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ اقتباسات اور حوالے دینے کا انداز، استدلال اور استنتاج کا طریق کار، موضوع زیر بحث کو مختلف پہلوؤں اور زاویوں سے دیکھنے کا عمل اور سب سے بڑھ کر یہ کہ زیادہ سے زیادہ ماخذوں تک رسائی، یہ سب کچھ انھیں اردو تحقیق میں قابل تقلید مقام عطا کرتا ہے۔ اصطلاحات کے تجزیہ کے لیے وہ کسی حد تک قاضی عبدالودود کا تتبع کرتے ہیں۔ تاہم پہلے سے قائم کردہ سائنٹفک اصولوں کی روشنی میں وہ پورے اصطلاحی ادبیات کا بیک نظر جائزہ لیتے ہیں۔ یہی بات انھیں ممتاز ٹھہراتی ہے۔

سید امجد الطاف ـــ رئیس دائرۃ المعارف اسلامیہ جامعہ پنجاب۔ لاہور۔ طبع اول۔

-----O-----

ڈاکٹر عطش درانی کے اس جائزے کو یوں تو بجائے خود ایک اعلیٰ درجے کی مبسوط اور مثالی تحقیقی کاوش کی حیثیت حاصل ہے، مگر دو وجوہ سے اس کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے ـــــ اول = جو لوگ اردو زبان کی کم مائیگی کا رونا روتے ہیں (یا اردو پر یہ الزام دھرتے ہیں) انھیں اندازہ ہو گا کہ یہ نو خیز زبان دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اصطلاحات کے باب میں بھی مالا مال اور باثروت ہے اور اس کا ذخیرۂ اصطلاحات ایک ترقی یافتہ علمی زبان کی طرح حیران کن حد تک وسیع و عریض ہے ـــــ دوم = اردو زبان کے بہی خواہوں اور ترقی اردو کے اداروں کے لیے بھی درانی صاحب کے اس مقالے کی حیثیت دلیل راہ کی ہے۔ کیوں کہ اس تحقیق کی مدد سے انھیں اصطلاحات کے موجود ذخیرے کی معیار بندی اور نئی اصطلاحات کی اخذ و ترویج کے فراواں مواقع میسر آئیں گے۔

جناب عطش درانی نے یہ جائزہ نہایت صراحت اور اعتماد و وثوق سے مرتب کیا ہے

اور زیرِ تحقیق موضوع کے عالمی مناظر کو بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا' چنانچہ ہمیں ان کے ہاں اصطلاحات سازی کا ایک بین اللسانی منظر نامہ نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ـــــ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور طبع اول' مئی ۱۹۹۳ء

ـــــO ـــــ

ڈاکٹر عطش درانی بنیادی طور پر تحقیق کے آدمی ہیں۔ انھوں نے اب تک تحقیق کے سلسلے میں اپنے طبعی اور غالب رجحان کا اظہار کیا اور تسلسل و تواتر کے ساتھ کیا ہے۔ انھوں نے اب تک جو کام بھی کیا ہے۔ پوری لگن' پوری توجہ' ژرف بینی اور استقامت کے ساتھ کیا ہے۔ ان کی کتاب **اردو اصطلاحات سازی** ایک اہم موضوع پر بڑی اہم کتاب ہے۔ اپنی اس کتاب میں جو حقیقت میں ایک معرکے کا کارنامہ ہے' ڈاکٹر عطش درانی نے وہ تمام باتیں کہہ دی ہیں' جنھیں متعلقہ موضوعات کے حوالے سے گفتنی کہہ سکتے ہیں انھوں نے اپنی طرف سے اپنے کام کی تکمیل کر دی ہے۔

میرزا ادیب ـــــ "نوائے وقت" لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۹۳ء

ـــــO ـــــ

ڈاکٹر عطش درانی نے اردو زبان کے اس اہم مسئلے کو لائق توجہ خیال کیا اور اردو اصطلاحات سازی کے جائزے کا بیڑا اٹھا کر محققین اردو کی جانب سے گویا "فرض کفایہ" ادا کرنے کی سعی کی ہے۔ ان کا موضوع بڑی حد تک فنی اور تکنیکی نوعیت کا ہے۔ اس لیے انھوں نے انشا پردازی کے جوہر دکھانے کے بجائے موضوع کی مناسبت سے وضاحت اور صراحت سے کام لیا ہے اور تفصیل نگاری کی بجائے اختصار اور جامعیت کو اختیار کیا ہے۔ اس جائزے کا انداز سائنسی ہے اور اس میں تاریخی و تقابلی طریقے پر عمل کیا گیا ہے تاہم زبان و بیان کے سلسلے میں خوش ذوقی کا ثبوت دیا گیا ہے اور کوئی بھی دو جملے ایسے نہیں جنھیں ایزاد یا زوائد کے دائرے میں شمار کیا جائے۔

اپنے تحقیقی اسلوب' ماخذوں کے استعمال اور حوالہ و تحشیہ نگاری کے لحاظ سے بھی یہ کتاب ایک رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی یہ فاضلانہ تصنیف ان کے وسیع مطالعے' عملی تجربے اور عمیق بصیرت کی آئینہ دار ہے۔

ڈاکٹر رحیم بخش شاہین ـــــ "اخبارِ اردو" اسلام آباد' ستمبر ۱۹۹۳ء

ـــــO ـــــ

ڈاکٹر عطش درانی نے اس موضوع پر یہ کتاب لکھ کر ایک زبردست کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہ کتاب اردو زبان و ادب' تحقیق' ترجمہ' لغات' اصطلاحات' تعلیم' ثقافت اور

تدریس اور علمی و فکری کام کو آگے بڑھانے میں کافی مدد دیتی ہے۔

ڈاکٹر محمد ابراہیم خالد --- سہ ماہی "تعلیمی زاویے" لاہور، جولائی ۱۹۹۳ء

-----O-----

انھوں نے انتہائی موجز اور مختصر الفاظ میں انتہائی دقیق اور مفصل مضامین کو سمیٹا ہے اور یہ مصنف کا کمال ہے کہ جس موضوع پر پوری ایک تصنیف درکار تھی، مصنف نے اس کی تمام کار آمد اور ضروری معلومات ایک باب یا ایک فصل میں سمو دی ہیں۔ یقیناً یہ تصنیف اردو کے ارتقا و ترویج میں بے حد مفید ثابت ہو گی۔

ڈاکٹر ساجد الرحمان صدیقی --- "تعلیم مسلسل" اسلام آباد، ۱۸، ۱۹۹۳ء

-----O-----

بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اردو میں علمی تحقیق سہل انگاری کا شکار ہے۔ ایسے تمام لوگوں کو ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب ضرور پڑھنا چاہیے۔ تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ اردو میں بھی علمی تحقیق کا اعلیٰ معیار موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب اردو کے علمی سرمایے میں اضافہ تو ہے ہی۔ ہم اسے آسانی کے ساتھ دنیا کی کسی نہایت اعلیٰ زبان کی تحقیقی کتابوں کے ساتھ بھی رکھ سکتے ہیں۔

ڈاکٹر اسلم فرخی ---- ریڈیو پاکستان، کراچی، ۱۵ نومبر، ۱۹۹۳ء

-----O-----

آپ نے اس کی تیاری کے لیے متعدد کتابوں کا مطالعہ کیا اور ملکی و غیر ملکی درسگاہوں کے علماء کرام سے روابط قائم کیے۔ آپ کی یہ کاوش اس میدان میں ایک ایسے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے، جسے قومی و عالمی سطح پر بہت سراہا گیا ہے، بلحاظ معلومات، تجربات و اسلوبِ بیان یہ صحیفہ اپنی مثال آپ ہے۔

الطاف رسول، "اردو نامہ" لاہور، نومبر، ۱۹۹۳ء

-----O-----

یہ ان کے پی ایچ ڈی کے مقالے کی مرمہ شکل ہے، جس کے لیے انھوں نے بڑی جاں فشانی اور عرق ریزی سے مواد جمع کیا ہے اور تحقیق کے جدید انداز اور اسلوب کے مطابق بڑی خوبصورتی سے ترتیب دیا ہے۔ اردو میں اس پائے کے تحقیقی مقالے کم ہی ملتے ہیں۔

اب تک اردو اصطلاحات سازی میں دو ہی نام ممتاز نظر آتے تھے۔ پروفیسر وحید الدین سلیم اور مولوی عبدالحق مگر اب عطش درانی نے اپنے آپ کو اس میدان کا نیا شہسوار ثابت کر دیا ہے۔

محمد احمد سبزواری، "افکار" کراچی، جنوری ۱۹۹۴ء۔

حرفِ اوّل

یکم جنوری ۱۹۷۱ء وہ دن ہے جب مجھے انسائیکلو پیڈیا جیسے موضوعات پر کام کرکے علمی و عملی زندگی میں پہلا قدم رکھنے کا موقع ملا اور پھر یہ مواقع لغات و اصطلاحات کے میدان میں اگلے بیس بائیس برس تک ارزاں رہے۔ دسمبر ۱۹۸۰ء سے مقتدرہ قومی زبان کے ساتھ وابستگی کا آغاز اس کی ذیلی مجالس اصطلاحات (تعلیمی، فنیاتی اور سائنسی) میں اصطلاحات سازی کا کام انجام دینے سے ہوا۔ اگست ۱۹۸۲ء سے مجلس زبان دفتری لاہور اور جنوری ۱۹۸۴ء سے مقتدرہ قومی زبان میں خدمات ادا کرنے کے دوران میں اصطلاحات، لغات، علم اصطلاح، اصطلاحات سازی، استناد اور معیار بندی کے عملی پہلوؤں کا قریب سے بلکہ شرکت کے ساتھ جائزہ لینے کا موقع ملا۔ "اُردو نامہ" لاہور کا سالنامہ (مارچ ۱۹۸۳ء) انہی حوالوں سے مرتب کیا، اُردو اصطلاحات سازی کے سیمینار (۱۹۸۵ء) میں حصّہ لیا، قومی انگریزی اُردو لُغت کی تدوین میں بطور معاونِ خصوصی کام کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ عالمی مراکز ترجمہ و اصطلاحات کی کاوشوں کو جاننے، رابطہ کرنے اور دارسا کے عالمی مذاکرے "اصطلاحات کی عالمگیریت" (اکتوبر ۱۹۸۹ء) میں اُردو کا مقدمہ اور پنجاب یونیورسٹی میں "اُردو اصطلاحات سازی" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کے لیے تحقیقی و تنقیدی مقالہ (جنوری ۱۹۹۰ء) پیش کرنے کے بعد لازم تھا کہ اس موضوع پر اُردو کا مزید اور مختلف جدید حوالوں اور پہلوؤں سے جائزہ لیا جاتا۔

یہ پی ایچ ڈی کے لیے پیش کیے جانے والے مقالے کی تحدید ۱۹۸۹ء تک کے مطبوعہ اصطلاحی مواد (لغات و اشاریوں) تک کی گئی تاریخی اور تقابلی طریقِ تحقیق کے ذریعے

تین حصّوں میں یہ مطالعہ پیش کیا گیا۔ حصّہ اوّل اصولی مطالعہ پر مبنی تھا جس میں تین ابواب میں اصطلاحات سازی کی ماہیت، اُردو کے اصطلاحی اصولوں اور رجحانات و مسائل کے بارے میں جائزہ لیا گیا۔ دوسرا حصّہ مختلف اداروں اور افراد کی وضع و استنادِ اصطلاحات کی کوششوں کے تاریخی مطالعے پر استوار کیا گیا اُسے تین ابواب میں پیش کیا گیا۔ تیسرا حصّہ مختلف موضوعات میں اصطلاحات سازی کی کوششوں کے تقابلی مطالعے پر مشتمل تھا، جسے ایک ہی باب میں کمیتی اور موضوعاتی جائزے کے طور پر سمیٹا گیا۔ ابتدائیہ میں تحقیقی حدود بیان کی گئیں اور پس منظری مطالعہ کے طور پہ اُردو زبان کی تشکیل اور ترجمے کے حوالے سے انگریزی زبان کا مطالعہ بھی پیش کیا گیا۔ آخر میں مطالعے کا خلاصہ، نتائج اور سفارشات شامل کی گئیں۔

اُس مطالعے کی بنیاد جدید اندازِ تحقیق پر رکھی گئی، جس میں اُردو تحقیق کی عام روش اور روایت سے ہٹ کر باقاعدہ مفروضے، فرضیے اور تحدید قائم کر کے پورے مُسلّی جواز اور بیان کے ساتھ اُسے ورطۂ تحریر میں لایا گیا۔ ۱۱ر فروری ۱۹۹۱ء کو پنجاب یونیورسٹی نے اس موضوع پر پی ایچ ڈی تفویض کرنے کی نوید سُنائی اور ۲۰ر اکتوبر ۱۹۹۲ء کو مقالہ شائع کرنے کی اجازت بھی دے دی۔

اس دوران میں ان خطوط پر بھی غور و فکر شروع ہو چکا تھا کہ اس موضوع پر علمی انتظام (Knowledge Management) اور اصطلاحی علمی انجینئری (Terminological Knowledge Engineering) جیسے جدید ترین میدانوں کے حوالے سے مزید کام کرنا چاہیے تاکہ اُردو زبان کی ترقی اور نمو کو جدید سائنسی خطوط پر استوار کرنے میں مدد مل سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس امر کا خیال بھی دامن گیر تھا کہ ۱۹۸۹ء تک کے تحدیدی مطالعے کو تا دمِ تحریر آگے بڑھایا جائے اور علم الاصطلاح / اصطلاحیات کے مکتبِ فکر کی راہیں استوار کرنے کے لیے بھی کام کیا جائے جس کی مطالعہ ماسبق میں گنجائش محدود تھی۔ چنانچہ سابقہ مقالے کو موجودہ جائزے کا ایک اہم ماخذ ٹھہراتے ہوئے، نئے جائزے کی حدود ۱۹۹۳ء تک کی مطبوعات اور تحقیقات تک وسیع

کر دی گئیں۔ اُردو اصطلاحات کے ذخائر سے متعلق ۲۵ لغات اور اشاریوں کی کتابیات
کو علیحدہ طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس لیے موجودہ جائزے کی کتابیات میں انھیں بوجوہ شامل
نہیں کیا گیا بلکہ ماخذ میں ''اُردو اصطلاحات نگاری (کتابیاتی جائزہ)''، مقتدرہ
قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۹۳ء کا ذکر کر دینے پر اکتفا کیا گیا ہے۔[1]

جہاں تک پیشکش کے اسلوب کا تعلق ہے، اسے دُور از کار تراکیب اور استعاروں،
تخلیقی زعم میں ساختہ و پرداختہ جملوں اور انشا پردازی کے جوہر کے اظہار سے گریز کرتے
ہوئے سادہ، تکنیکی اور وضاحتی بیان سے پیش کرنے کی شعوری کوشش کی گئی ہے۔ علم
اصطلاحات کے حوالے سے جو بعض نئی اصطلاحات وضع کی گئی ہیں، انھیں ضمیمے میں بھی
پیش کر دیا ہے۔ تدوین کے حوالے سے بھی اس جائزے کو محض تحقیقی رپورٹ کی صورت میں پیش
کرنے کی بجائے کتابی تسوید میں تبدیل کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابتدائیہ، خلاصہ اور سفارشات میں سے
بعض نکات محذوف ہوئے اور بعض کا محل تبدیل کر کے اور بعض کو تعارف میں پیش کر کے ایسے
ادق اور پیچیدہ موضوع کو قابلِ مطالعہ بنانے کی سعی کی گئی ہے۔

زمانہ بہت تیزی سے ماضی کی داستان بنتا جا رہا ہے۔ علوم حدِّ رفتار سے بھی بڑھ کر
پھیل رہے ہیں، تخصّص کی حدیں سمٹ رہی ہیں، فطری اور خصوصی اصطلاحات کا میدان بھی
اسی عمل سے دوچار ہے۔ ''اصطلاحیات'' اب ایک باقاعدہ مکتبِ فکر کی حیثیت سے اُردو میں
داخل ہونے کو ہے۔ دنیا میں ہر روز بیس پچیس نئی اصطلاحات وجود میں آ جاتی ہیں اور ہر
سال علمِ اصطلاحات کے کئی نئے پہلو سامنے آ جاتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہم بھی اُردو میں اپنی روشِ
قدیم کو ترک کر کے ماہرین کی اصطلاحات (Specialistic Terms) اور عالمگیریت
اصطلاحات (Transnationalization) کے جدید تقاضوں کو اپنائیں۔ اُردو کا
یہ جائزہ یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ اُردو میں ان تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کی مکمل
صلاحیت و استعداد موجود ہے۔ شرط صرف لفظی کی بجائے اصطلاحی، انفرادی کی بجائے

۱۔ طبع دوم میں ۸۲، ماخذوں کی کتابیات شامل ہے۔

اجتماعی اور متفرق کی بجائے مرکزی کوشش کرنے کی ہے۔ یہ پیشکش اسی طرف اشارہ کناں ایک معمولی سی کاوش ہے، جو نئی نسلوں کو اس موضوع کو آگے بڑھانے اور مزید تحقیق کا جویا بننے کی دعوت دے رہی ہے کہ ؎

تیز رکھیو سرِ خار کو اے دشتِ جنوں
شاید آ نکلے کوئی آبلہ پا میرے بعد

مشمولات

تشکر ــــــــــــــــــــ ۵
حرفِ دوم ــــــــــــــــــــ ۸
نقد و نظر ــــــــــــــــــــ ۱۵
حرفِ اوّل ــــــــــــــــــــ ۱۹

ـــــ ○ ـــــ

تعارف : ۲۹
۱ تحقیقی حدود ـ ـ ـ ۳۰
۲ دیگر نتائج ـ ـ ـ ۳۳
۳ مستقبل کی آئینہ بندی ـ ـ ـ ۳۴

پس منظری مطالعہ (عالمی تناظر میں) ۳۷

فصلِ اوّل : اُردو زبان کا تشکیلی پس منظر ۳۸
۱ ــ اُردو کی پیدائش اور تشکیل ۳۸
۲ ــ اُردو زبان کے مختلف نام ۴۱
۳ ــ اُردو کا مزاج ۴۱
۴ ــ اُردو زبان میں ترقی کی گنجائش ۴۶

فصلِ دوم : انگریزی زبان کا مطالعہ ۵۲
۱ ــ انگریزی کا ارتقائی جائزہ ۵۲
۲ ــ انگریزی کی اہمیت ۵۳
۳ ــ انگریزی کا ذخیرۂ الفاظ ۵۴
۴ ــ انگریزی الفاظ سازی کی خصوصیات ۵۴
۵ ــ انگریزی کا مستقبل ۵۶

فصلِ سوم : انگریزی اصطلاحات کی تاریخ ۶۰
۱ ــ اصطلاحات کا آغاز ۶۰
۲ ــ جدید اصطلاحات میں عربی کا حصہ ۶۱
۳ ــ یورپ میں اصطلاحات سازی کا آغاز ۶۴
۴ ــ کثیر لسانی اصطلاحات ۶۸

فصلِ چہارم: مسلم ممالک کی زبانوں میں اصطلاحات سازی —۷۲
۱ — عربی اصطلاحات سازی —۷۲
۲ — فارسی اصطلاحات سازی —۸۰
۳ — ترکی اصطلاحات سازی —۹۲
۴ — ملاوی اصطلاحات سازی —۹۳
۵ — بنگلہ اصطلاحات سازی —۹۴

حصہ اول

علم اصطلاحات سازی (نظری مطالعہ) ۹۹

پہلا باب: اصطلاح کا مفہوم —۱۰۰
۱:۱ — لغوی معانی —۱۰۰
۱:۲ — دیگر مترادفات —۱۰۲
۱:۳ — اصطلاح اور محاورہ —۱۰۴
۱:۴ — لفظ کے لغوی اور اصطلاحی معنوں میں امتیاز —۱۰۴
۱:۵ — تکنیکی معانی —۱۰۹
۱:۶ — تصوریات اور اصطلاح —۱۱۰

دوسرا باب: اصطلاحات سازی —۱۱۵
۲:۱ — تعریف —۱۱۵
۲:۲ — نوعیت —۱۱۷
۲:۳ — ضرورت —۱۲۲
۲:۴ — منصب —۱۲۳
۲:۵ — خصوصیات —۱۲۳
۲:۶ — حدود —۱۲۴
۲:۷ — اصطلاحات نگاری —۱۲۶
۲:۸ — اصطلاحاتی معجم —۱۲۶
۲:۹ — تسریہ لغت یا اصطلاحی بنک —۱۲۸
۲:۱۰ — اصطلاحات سازی کے جدید انداز —۱۲۸

تیسرا باب: اصطلاح کا ترکیبی و نحوی تجزیہ —۱۳۶
۳:۱ — اصطلاحات کی اقسام —۱۳۶
۳:۲ — مفرد اصطلاح —۱۳۷
۳:۳ — مرکب اصطلاحوں کے تقیسمی عناصر —۱۳۸

۳:۴ — ترکیبی یا اتصالی اصطلاح — ۱۴۱

۳:۵ — تشکیلِ مرکب اور مرکب اصطلاح — ۱۴۲

۳:۶ — مشتق اصطلاح — ۱۴۹

حصہ دوم

اُردو اصطلاحات نگاری (تقابلی مطالعہ) = ۱۵۹

چوتھا باب : اُردو اصطلاحی ذخیرے کا کمیتی و موضوعاتی جائزہ — ۱۶۰

۴:۱ — عمومی لغاتِ اصطلاحات — ۱۶۲

۴:۲ — ادبیات، لسانیات، فنونِ لطیفہ — ۱۶۳

۴:۳ — مذہبی، دینی اصطلاحات — ۱۶۴

۴:۴ — سماجی اور تعلیمی علوم — ۱۶۵

۴:۵ — دفتری و قانونی اصطلاحات — ۱۶۷

۴:۶ — سائنسی (طبعی علوم) کی اصطلاحات — ۱۷۰

۴:۷ — طبی، زرعی، حیاتیاتی اصطلاحات — ۱۷۳

۴:۸ — اصطلاحات، فنیاتی، انجینئری، ہنر و پیشہ جات — ۱۷۵

۴:۹ — پیشہ ورانہ متفرق علوم — ۱۷۵

۴:۱۰ — مجموعی جائزہ — ۱۷۸

حصہ سوم

اُردو اصطلاحات سازی (نظری مسائل) = ۱۸۱

پانچواں باب : اُردو میں اصطلاحات سازی کے اصولوں کا ارتقاء — ۱۸۲

۵:۱ — اصطلاحی اصولوں کا آغاز — ۱۸۲

۵:۲ — دکن میں اصولِ اصطلاحات سازی — ۱۹۲

۵:۳ — مولوی وحید الدین سلیم کی " وضع اصطلاحات " — ۲۰۲

۵:۴ — برصغیر میں ہندوستانی کے اصول اصطلاحات سازی — ۲۱۳

۵:۵ — ترقیٔ اُردو بیورو، نئی دہلی کے اصول — ۲۲۰

چھٹا باب : پاکستان میں اصول اصطلاحات سازی — ۲۲۶

۶:۱ — حیدر آباد دکن کے اثرات — ۲۲۶

۶:۲ — میجر آفتاب حسن کے اصول — ۲۲۷

شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی — ۲۳۰
۶:۱۳ — مختلف ماہرین کا ردِ عمل — ۲۳۲
۶:۱۴ — مجلس زبانِ دفتری پنجاب کے اراکین — ۲۳۷
۶:۱۵ — ڈاکٹر سید عبداللہ کے اثرات — ۲۴۲
۶:۱۶ — مقتدرہ قومی زبان کی پیش رفت — ۲۴۷
۶:۱۷

ساتواں باب: اُردو میں اصطلاحات سازی کے مکاتبِ فکر اور رجحانات — ۲۵۳

۷:۱ — لفظیات کا مکتبِ فکر — ۲۵۴
۷:۲ — اصطلاحی ترجمہ میں ملے جلے رجحانات — ۲۶۹
۷:۳ — اُردو کی حدِ استفادہ اور نیا مکتبِ فکر — ۲۷۷

آٹھواں باب: اُردو کے اصطلاحی مسائل اور نفسیات — ۲۸۶

۸:۱ — بین الاقوامی اصطلاحات کا مسئلہ — ۲۸۶
۸:۲ — قربتِ مفہوم اور قربتِ فہم کا مسئلہ — ۲۹۱
۸:۳ — آسان اور مشکل / مانوس اور نامانوس کا مسئلہ — ۲۹۳
۸:۴ — اصطلاحی تلازم — ۲۹۹

نواں باب: اُردو میں اصطلاحی انتشار اور استناد — ۳۰۴

۹:۱ — اصولی اور عملی اصطلاحات سازی میں اختلاف — ۳۰۴
۹:۲ — اصطلاحی انتشار — ۳۰۵
۹:۳ — تعینِ معانی و اصطلاح پر مباحث — ۳۰۷
۹:۴ — معیار بندی یا استناد کی ضرورت — ۳۱۰
۹:۵ — استناد کون کرے؟ — ۳۱۳
۹:۶ — استناد کیوں کر ہو؟ — ۳۱۴
۹:۷ — مستقبل کے مباحث — ۳۱۶

حصہ چہارم

اُردو اصطلاحات سازی (تاریخی مطالعہ) — ۳۱۹

دسواں باب: اُردو کا قدیم اصطلاحی سرمایہ — ۳۲۰

۱۰:۱ — اسلامی تصوف کے متعلق اصطلاحات — ۳۲۱
۱۰:۲ — علومِ اسلامی کی اصطلاحات — ۳۲۵

۱۰:۳ — موسیقی اصطلاحات — ۳۲۷
۱۰:۴ — ادبی اصطلاحات — ۳۲۸
۱۰:۵ — پیشہ ورانہ اصطلاحات — ۳۳۰
۱۰:۶ — دفتری، مالگزاری اور قانون کی اصطلاحات — ۳۳۲
۱۰:۷ — طبی اور سائنسی اصطلاحات — ۳۳۶

گیارھواں باب: اردو اصطلاحات اور مستشرقین — ۳۴۳

۱۱:۱ — اہل یورپ کی آمد اور ان کی ضروریات — ۳۴۳
۱۱:۲ — عمومی اردو انگریزی لغات — ۳۴۵
۱۱:۳ — سابقہ اصطلاحی ذخیرے کی تدوین — ۳۴۹
۱۱:۴ — جدید اصطلاحی ترجمے کا پہلا لغت — ۳۵۹
۱۱:۵ — عمومی انگریزی اردو لغات — ۳۶۰
۱۱:۶ — جدید اصطلاحات سازی اور یورپی مصنفین — ۳۶۲

بارھواں باب: اردو اصطلاحات کے لیے انفرادی خدمات (ابتدائی دور) — ۳۷۲

۱۲:۱ — چند ابتدائی اصطلاحات ساز — ۳۷۲
۱۲:۲ — معروف اردو ادیبوں کی خدمات — ۳۷۸
۱۲:۳ — علامہ اقبال کی اصطلاحی خدمات — ۳۸۰

تیرھواں باب: اردو اصطلاحات کے لیے متفرق اداروں کی کوششیں (ابتدائی دور) ۳۸۶

۱۳:۱ — علمی انجمنوں کی خدمات — ۳۸۶
۱۳:۲ — مدرسہ فخریہ، حیدرآباد — ۳۸۷
۱۳:۳ — اسکول بک سوسائٹی، دہلی کالج — ۳۹۰
۱۳:۴ — طبی مدارس کی خدمات — ۳۹۱
۱۳:۵ — رڑکی اور مدراس کے انجینئرنگ کالج — ۳۹۱
۱۳:۶ — ریاست جموں و کشمیر — ۳۹۳
۱۳:۷ — سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ — ۳۹۳
۱۳:۸ — انجمن پنجاب، لاہور — ۳۹۴

چودھواں باب: ہندوستان میں اردو اصطلاحات سازی (بیسویں صدی میں) — ۴۰۰

۱۴:۱ — انجمن ترقی اردو کی خدمات — ۴۰۰
۱۴:۲ — جامعہ عثمانیہ کی خدمات — ۴۰۸

۱۴:۳ — حیدرآباد دکن کے دیگر ادارے — ۴۲۲
۱۴:۴ — بھارت میں اُردو اصطلاحات سازی — ۴۲۵

پندرھواں باب: پاکستان کے علمی اداروں کی خدمات — ۴۴۶

۱۵:۱ — مجلس زبان دفتری پنجاب، لاہور — ۴۴۶
۱۵:۲ — شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی — ۴۵۲
۱۵:۳ — مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور — ۴۶۵
۱۵:۴ — جامعہ پنجاب کی اصطلاحی خدمات — ۴۶۹
۱۵:۵ — اُردو سائنس بورڈ، لاہور — ۴۷۷
۱۵:۶ — چند علمی و تعلیمی اداروں کی خدمات — ۴۸۳
۱۵:۷ — عسکری اصطلاحات سازی — ۴۹۳
۱۵:۸ — چند انفرادی و نجی اداروں کی خدمات — ۴۹۵
۱۵:۹ — مسیحی اصطلاحات سازی — ۵۰۴

سولھواں باب: مقتدرہ قومی زبان کی اصطلاحی خدمات — ۵۱۴

۱۶:۱ — قیام، مقاصد اور دائرہ کار — ۵۱۴
۱۶:۲ — علم اصطلاحات سازی کے لیے کوششیں — ۵۱۶
۱۶:۳ — مقتدرہ کا طریق اصطلاحات سازی — ۵۱۹
۱۶:۴ — اصطلاحی مجموعے اور اشاریے — ۵۲۱
۱۶:۵ — دیگر منصوبے اور متفرق امور — ۵۳۳

ضمیمہ جات: — ۵۳۹

۱ — مجموعہ ہائے اصطلاحات (اعداد و شمار) — ۵۴۱
۲ — اصطلاحات طبیعیات کا تقابلی چارٹ — ۵۴۴
۳ — اصطلاحات علم کیمیا اور حیاتیاتی کیمیا کا تقابلی چارٹ — ۵۴۵
۴ — نمونہ کلاسری غالب اکیڈمی نئی دہلی — ۵۴۸
۵ — یورپین ماہرین اصطلاحات کے مراسلے — ۵۵۰
۶ — اُردو انگریزی اصطلاحات (اشاریہ) — ۵۵۸
۷ — انگریزی اُردو اصطلاحات (اشاریہ) — ۵۵۹
۸ — کتابیات — ۵۹۲
۹ — اشاریہ — ۶۲۰
۱۰ — انگریزی خلاصہ — ۶۵۵

تعارف

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے۔ یقیناً اس میں اہلِ علم کے لیے نشانیاں ہیں" (۳۰ : ۲۲)

زبانوں کا یہ اختلاف فطری ہے، جسے ربِّ کائنات نے بیان فرمایا ہے۔ اس اختلاف کی خلیج پاٹنا شاید ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کے پیشِ نظر آج دنیا میں اس امر کی کوششیں ہو رہی ہیں کہ علمی معاملات، بیانات، تصوّرات اور نتائج کسی ایک زبان تک محدود ہو کر نہ رہ جائیں۔

ایک زمانہ تھا کہ دنیا میں کوئی ایک زبان علم کا سرچشمہ ہوا کرتی تھی۔ باقی دنیا کے طالبانِ علم وہیں سے سیراب ہوتے تھے۔ کبھی یہ مقام یونانی زبان کو حاصل رہا، کبھی سنسکرت، کبھی عربی اور کبھی لاطینی کو۔ پھر یہ حیثیت اطالوی، فرانسیسی، ہسپانوی، جرمن اور اب انگریزی کو پچھلی ایک صدی سے حاصل ہے۔

۱۹۵۰ء کے بعد سے دنیا کی دیگر قوموں کی زبانیں بھی ترقی کے میدان میں آگے بڑھیں اور انھوں نے انگریزی کو پچھاڑنا شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ستّر کی دہائی آتے آتے انگریزی میں سائنس اور ٹیکنالوجی کا سرمایہ کم ہو کر نصف رہ گیا جو ۲۰۰۰ء تک اور بھی کم ہو جانے کا نتیجہ ظاہر ہے کہ اکیسویں صدی کے آغاز تک انگریزی کے ہاتھ سے علمی قیادت نکل چکی ہو گی۔ ایسے میں کون سی زبان عالمی ثقافت کا بار اٹھائے گی، اس پر غور و خوض کے بعد یونیسکو نے "ترجمے" کی سفارش پر زور دیا ہے۔

یعنی ہر وہ زبان علمی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکے گی اور سائنس اور ٹیکنالوجی کا سرمایہ لے کر بڑھ سکے گی، جو علمی حاصلات کو دنیا کی تمام علمی زبانوں سے ترجمہ کرنے کے لیے اپنے

دارالترجمے قائم کرے گی اور اس مقصد کے لیے اپنی زبان میں اصطلاحات کا وافر ذخیرہ (تین سے چار لاکھ تک بنیادی اصطلاحات) وضع کرے گی۔

اس تناظر میں جب ہم اُردو کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اُردو باوجودیکہ یہ صلاحیت رکھتی ہے لیکن اس میں اکیسویں صدی کا مطلوبہ بار اٹھانے کے لیے مقداری اور معیاری لحاظ سے مناسب کوششیں نہیں کی جا رہیں۔ اُردو میں ابھی تک اصطلاحات سازی اور الفاظ سازی کو جداگانہ عمل نہیں سمجھا جا رہا اور جدید علم الاصطلاح کے حوالے سے ابھی اُردو میں بہت کچھ ہونا باقی ہے۔ ایسے میں ضرورت اس امر کی محسوس ہوتی ہے کہ اُردو میں اصطلاحات سازی کے میدان میں اب تک کی جانے والی کوششوں پر ایک نظر ڈال لی جائے تاکہ مستقبل کی تیاری مناسب منصوبہ بندی کے ساتھ ہو سکے۔

چنانچہ زیرِ نظر تعارف پیش کرتے ہوئے مستقبل کی آئینہ بندی کے لیے مناسب سفارشات بھی شامل کی جا رہی ہیں۔ تاکہ اربابِ حل و عقد آئندہ انھیں پیشِ نظر رکھ سکیں نیز اردو اصطلاحات سازی میں "لفظیات" کی بجائے "اصطلاحیات" کی بنا پر عمل درآمد ہونے کا امکان پیدا ہو سکے۔

۱۔ تحقیقی حدود

اُردو کو بطور ذریعۂ تعلیم استعمال کرنے اور اس کی علمی ترقی کے لیے اصطلاحات سازی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس علم کی مختلف جہتیں، نوعیتیں اور اصول کیا ہیں اور آج تک اُردو میں اس کے مطابق کیا کیا کوششیں کی گئیں اور کیا ہونی چاہئیں۔ چنانچہ اس کے لیے یہ مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس مطالعہ کا بنیادی مقصد اصطلاحات سازی کے لیے کی جانے والی تمام تر کاوشوں کو یکجا کر کے ان کا جائزہ لینا ہے تاکہ آئندہ اصطلاحات سازی کے لیے اہم علمی بنیاد فراہم ہو سکے۔ اس مطالعے سے اُردو کو بطور ذریعۂ تعلیم نافذ کرنے اور اس کی علمی ترقی کے لیے اصطلاحات سازی کی راہیں استوار کرنے میں مدد ملے گی اور آئندہ وضع و استنادِ اصطلاحات کے رہنما اصول مرتب کیے جا سکیں گے۔ ضمنی طور پر اس سے اُردو لغت نگاری کی وسعتوں میں اضافہ ہو سکے گا۔ چنانچہ "تاریخی و تقابلی طریق" کے پیشِ نظر یہ مطالعہ سائنٹفک بنیادوں، تکنیکوں اور اصولوں پر انجام دیا گیا ہے۔ اس سے علمِ اصطلاحات سازی، اُردو میں اصولِ وضع و استنادِ اصطلاحات، اصطلاحات کے مجموعوں کے تقابلی مطالعے اور ان پر تنقیدی آراء پر مبنی مطبوعہ مواد (لٹریچر اور لغات) کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس لیے اسے "تاریخی بیانیہ"

طرز کا مطالعہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس مطالعے کی تحدید ۱۹۹۳ء تک مہیا ہونے والی ایسے مطبوعہ مواد تک کی گئی ہے، جو لسانی اصطلاحات سازی کی بنا پر وجود میں آیا۔ اس علم کے جدید نظاموں کے مطابق "معجمی" (Thesaurusi)، تصریحی (Descriptors) اور علامتی (Symbolic) اصطلاحات، ضابطوں (Codes) اور فارمولوں (Formulae) نیز قسریہ لغات (Dicautom) اور اصطلاحی بینکوں کی بنا پر وجود میں آنے والی اصطلاحات کو چونکہ ابھی اُردو میں استعمال کرنے کی طرف توجہ نہیں دی گئی، اس لیے یہاں ان کا مطالعہ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اگر ایسے رجحانات نظر آئے تو ان کا تذکرہ ضرور شامل کیا گیا ہے۔ ایسے امور سفارشات میں بھی شامل کیے گئے ہیں۔ یہ مطالعہ کل بارہ سو ماخذات کی بنا پر وجود میں آیا ہے جن کی صحت (Accuracy) جواز (Validity) اور وثوق (Reliability) پورے مقالے کے اندر اپنے تقابلی اور تجزیاتی جائزوں میں پیش ہے۔

بنیادی طور پر اس مطالعے کے مفروضے (Assumptions) یہ سامنے رکھے گئے ہیں کہ:

۱۔ اُردو اس پاک سرزمین کی زبان ہے۔
۲۔ اُردو میں ہر سطح پر ذریعہ تعلیم بننے اور ہر قسم کا علمی بیان ادا کرنے کی اہلیت موجود ہے۔
۳۔ اُردو کی علمی ترقی کے لیے اصطلاحات ناگزیر ہیں اور اس لحاظ سے:۔
۴۔ اُردو میں اصطلاحات کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔

اس موضوع کا مطالعہ (اور ابواب بندی) چار حصّوں میں کیا گیا ہے، حصّہ اوّل "نظری مطالعے" پر مبنی ہے۔ اس میں علم اصطلاحات سازی کے حوالے سے جائزے پیش کیے گئے ہیں۔ اس میں تین ابواب ہیں۔ پہلا باب اصطلاح کے مفہوم کی تشریحات سے متعلق ہے۔ دوسرا باب اصطلاحات سازی کے نظری مطالعے پر مبنی ہے۔ تیسرا باب اصطلاح کا ترکیبی و نحوی تجزیہ پیش کرتا ہے۔

دوسرا حصّہ مختلف موضوعات پر اُردو اصطلاحات نگاری کی کوششوں کے "تقابلی مطالعے" پر مشتمل ہے جسے ایک ہی باب (چوتھے) میں کیفیتی اور موضوعاتی جائزے کے طور پر سمیٹا گیا ہے۔

تیسرا حصّہ اُردو اصطلاحات سازی کے نظری مسائل سے بحث کرتا ہے۔ یہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے یعنی پانچواں باب اُردو میں باقاعدہ اصطلاحات سازی اور اس کے اصولوں کے آغاز کے مطالعہ پر

مشتمل ہے۔ چھٹا باب پاکستان میں اصطلاحی اصولوں کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ ساتواں باب اُردو اصطلاحات کے مکاتبِ فکر اور رجحانات پر مبنی ہے۔ آٹھواں باب اُردو کے اصطلاحی مسائل اور نفسیات سے ہم آہنگ ہے، نویں باب میں اُردو میں اصطلاحی انتشار اور استناد پر گفتگو کی گئی ہے۔
چوتھا حصہ اُردو اصطلاحات سازی کے تاریخی مطالعہ کا احاطہ کرتا ہے یہ چھ ابواب پر مشتمل ہے، یعنی دسواں باب اُردو کے قدیم اصطلاحی سرمائے کا تاریخی جائزہ پیش کرتا ہے۔ گیارہواں باب اردو اصطلاحات سازی اور مستشرقین، بارہواں باب قیام پاکستان سے قبل انفرادی خدمات، تیرھواں باب متفرق اداروں کی کوشش، چودھواں باب ہندوستان کی اور پندرھواں باب پاکستان میں مقتدرہ قومی زبان تک کی خدمات کا احاطہ کرتا ہے۔ سولھواں باب خصوصی طور پر مقتدرہ کے مطالعے پر مبنی ہے۔

اس تحقیق سے ہمارے یہ فرضیے (Hypotheses.) ثابت ہوتے ہیں کہ:-

۱- اُردو میں اصطلاحات سازی کا کام وافر مقدار میں لیکن غیر مربوط، متفرق اور غیر منظم انداز میں ہوا ہے۔ جو ۱۹۹۴ء کے آغاز تک ۳۰۱ لغات اور ۴۸۱ اشاریوں یعنی ۷۸۲ مجموعوں کی صورت میں موجود ہے۔ اس میں اصطلاحی انتشار اور متفرق رجحانات پائے جاتے ہیں۔

۲- جدید دور میں علم اصطلاحات سازی یا "اصطلاحیات" باقاعدہ ایک تحقیقی موضوع بن چکا ہے، اُردو میں اس کا آغاز نہیں ہوا۔ آئندہ اصطلاحات سازی اس کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔

۳- دنیا بھر میں اصطلاحات سازی پر باقاعدہ اصولوں کا آغاز سب سے پہلے ضرورتاً اُردو میں (۱۸۴۰ء) میں ہوا جب کہ انگریزی میں اس کے بعد (۱۸۹۷ء) میں انگریزی اصطلاحات کی معیار بندی کے اصول وضع کیے گئے۔

۴- اُردو میں اصطلاحات سازی کے اصولوں کی نسبت الفاظ سازی اور ترجمے کے اصول زیادہ بیان ہوئے ہیں۔ وحید الدین سلیم کے ہاں بھی ہمیں الفاظ سازی کے اصول زیادہ ملتے ہیں۔ اصطلاحات کی ترکیب نحوی کے حوالے سے ابھی اس علم میں بہت کچھ ہونا باقی ہے (جس میں سے بیشتر کی نشاندہی اس مقالے میں کر دی گئی ہے۔)

۵- اُردو "لسان الارض" ہے اور اس حیثیت سے اصطلاحات سازی کی عالمی کوششوں سے یکساں استفادہ کر سکتی ہے، اس ضمن میں امتزاجی رجحان کو اہمیت حاصل ہے، جس میں

انگریزی، عربی، فارسی، ہندی اور مقامی زبانوں سے یکساں استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

۲ــــ دیگر نتائج

۱۔ یورپی قسم یہ لغت کا ذخیرۂ اصطلاحات ۴ لاکھ ۶۰ ہزار تصوّرات اور ایک لاکھ دس ہزار سرنامیوں اور مخففات پر مشتمل ہے جب کہ اُردو کا ذخیرہ اڑھائی لاکھ اصطلاحات تک جمع کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ نحوی، ترکیبی لحاظ سے اصطلاحات کی چار قسمیں ہیں۔
۱۔ مفرد، ۲۔ اتصالی یا ترکیبی، ۳۔ مرکب، ۴۔ اشتقاقی۔

۳۔ اُردو میں اصطلاحات سازی کے تین چار بڑے رجحانات رہے ہیں، ایک رجحان اُردو کے لیے خالص الفاظ سازی کا ہے۔ جس میں ہندی و سنسکرت اور عربی و فارسی ماخذوں سے استفادے کی دو سمتیں اہم رہی ہیں۔ ایک رجحان سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات کو قائم رکھنے اور دوسرا اسے ردّ کرنے کا ہے۔ ایک رجحان انگریزی سے کلّی استفادے کا ہے۔ اُردو نے عربی فارسی سے زیادہ استفادہ کیا ہے لیکن سنسکرت سے استفادہ نہ ہونے کے برابر ہے، تکنیکی اور پیشہ ورانہ اصطلاحات میں مقامی الفاظ زیادہ ہیں۔

۴۔ جہاں تک اصطلاحی مکاتبِ فکر کا تعلق ہے، اُردو میں ابھی تک ایک ہی مکتبِ فکر "الفاظ سازی" کام کر رہا ہے "علم اصطلاحات" کی بنا پر جدید اصطلاحات سازی کا مکتبِ فکر کہیں کہیں جھلکتا ہے۔ مختصراً انہیں "لفظیات" اور "اصطلاحیات" کے مکاتبِ فکر کہہ سکتے ہیں۔

۵۔ بین الاقوامی اصطلاحات نام کی کوئی چیز موجود نہیں تاہم یہ مسئلہ اردو اصطلاحات میں رہا ہے کچھ لوگ انہیں بجنسہٖ رکھنے کے حامی ہیں۔

۶۔ ایک مسئلہ قربتِ مفہوم کا ہے۔ یہی مسئلہ آسان اور مشکل کا بھی ہے۔ دراصل اصطلاح کو قاعدے اور علمی ضرورت کے مطابق ہونا چاہیے۔ اس کا استعمال اسے آسان اور مانوس بنا دیتا ہے۔

۷۔ اُردو میں اصطلاحی انتشار ہے، اسے دور کرنے کے لیے سابقہ تمام اصطلاحی ذخیرے کو جمع کر کے ماہرینِ مضمون اور ماہرینِ زبان کے اشتراک سے کسی واحد ادارے کے ذریعے اسے معیار بندی کے عمل سے گزارا جا سکتا ہے۔

اُردو میں اصطلاحی ذخیرے کا آغاز صوفیانہ اصطلاحات سے چودھویں صدی عیسوی میں ہوا۔

۹- سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات کا پہلا لغت ۱۸۸۷ء میں گلیڈ ون نے شائع کیا۔

۱۰- اُردو میں پہلا معلوم لغت قلمی صورت میں ۱۵۹۵ء کا ہے اور مطبوعہ اصطلاحی اشاریہ ۱۶۶۳ء سے پہلے کا جب کہ مبسوط اصطلاحی لغت ۱۸۱۱ء میں تھامس روبک کا عسکری بحری اصطلاحات کا ہے۔

۱۱- مقامی لوگوں میں جدید اصطلاحات سازی کا آغاز انیسویں صدی کے آغاز میں سدا سکھ لال جیسے مصنفین نے تراجم قوانین (۱۸۰۳ء) جیسے موضوعات سے کیا۔

۱۲- سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات میں سے بہت کم جدید اصطلاحی لغات میں استعمال ہوا ہے۔

۱۳- اُردو سائنس بورڈ کے فرہنگ اصطلاحات میں ایک لاکھ بیس ہزار اصطلاحات ہیں اور اس کا طبی لغت از جامعی علم اصطلاحات سازی کی رو سے رہنما حیثیت رکھتا ہے۔

۱۴- اُردو میں اب تک جو لغات اور اصطلاحی اشاریے ہمارے سامنے آتے ہیں وہ عموماً ادبیات مذہبی، سماجی، تعلیمی، طبعی، زرعی، حیاتیاتی اور فنیاتی علوم، انجنیری، پیشوں، کتابداری، صحافت، عسکریات اور خانہ داری جیسے موضوعات پر مبنی ہیں۔ ابھی کئی موضوعات مثلاً پیٹرولیم، فنِ تعمیر، فوٹوگرافی وغیرہ پر باقاعدہ کام نہیں ہوا۔

۳ــــ مستقبل کی آئینہ بندی

اس مطالعے کے پیشِ نظر مندرجہ ذیل سفارشات کی جاتی ہیں۔

۱- علم اصطلاحات سازی کو باقاعدہ تحقیقی موضوع بنایا جائے اور اُردو کے حوالے سے اصطلاحی مرکبات اور ترجمے کے اصولوں/طریقوں پر تحقیق کی جائے۔ اس حوالے سے اس موضوع کو جامعات میں لسانیات اور ادبیات کے مضامین میں تدریسی مقاصد کے لیے شامل کیا جانا چاہیے۔

۲- اُردو میں اصطلاحات سازی کرتے وقت آزادہ روی سے ہر ممکنہ ماخذ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور صرف انہی ماخذوں پر تکیہ کیا جائے جو اُردو کے مزاج میں ڈھل سکتے ہوں۔ اس ضمن میں صرف انگریزی یا عربی پر انحصار نہ کیا جائے بلکہ ہر اہم زبان کے تجربات سے استفادہ کیا جائے۔

۳- اُردو میں تمام اصولوں کو ملحوظ رکھ کر علم اصطلاحات سازی کے نئے رجحانات کے پیشِ نظر اصول وضع کرنے کی ضرورت ہے۔ ان میں اصطلاحات کی تمام نوعیتوں، قسموں اور سطحوں کو ملحوظ رکھا جائے۔

۴- اب تک کی وضع شدہ اُردو اصطلاحات کو یک جا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ان میں سے ایک

طرف اُردو کے ذخیرۂ اصطلاحات کا پورے طور سے علم ہو سکے اور دوسری طرف یہ آئندہ معیار بندی اور اصطلاحات سازی کے لیے اہم بنیاد کا کام دے سکے۔

۵۔ آئندہ اصطلاحات سازی اور معیار بندی کے لیے اُردو سائنس بورڈ کا **طبی لغت** از جامعی رہنما کے طور پر کام دے سکتا ہے، اس کے طریق کار کو استعمال میں لایا جانا چاہیئے۔

۶۔ جن میدانوں میں اصطلاحات سازی کا عمل بالکل نہیں ہوا۔ انہیں ترجیح دینی چاہیے اور جن میں ہو چکا ہے، انھیں جدید ترین لغات اور حوالوں کی مدد سے دوبارہ کیا جانا چاہیے تاکہ جدید ترین اصطلاحات اُردو میں منتقل ہو سکیں۔ اس مقصد کے لیے یورپی اداروں سے بھی مدد لی جا سکتی ہے، جن کا ذکر تحقیقی مقالے میں آ چکا ہے۔

۷۔ موجودہ مقالے میں بعض پہلو تشنۂ تحقیق ہو سکتے ہیں، جن پر تحدیدِ امکانات کی حد تک جائزہ پیش نہیں کیا جا سکا۔ ان پر مزید تحقیق انجام دی جانی چاہیے۔ مثلاً اکثر ترجمہ شدہ سائنسی و علمی کتابوں، دینی و علمی کتابوں، داستانوں اور اساتذہ کے شعری کلام میں موجود اُردو اصطلاحی الفاظ، ترکیبات اور ترجمہ شدہ اصطلاحات کے ذخیرے کا جائزہ لینا اور ان اصطلاحات کی ذخیرہ بندی کرنا۔ موجودہ تحقیقی جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان شعراء، علماء ادیبوں اور مترجمین کے ہاں اصطلاحات کا ایک خاصا بڑا ذخیرہ موجود ہے جسے فراہم کرنا چاہیے۔ اسی طرح مقامی (برصغیر) الفاظ کی سائنسی تعاملات کے لیے اشتقاقی صورتِ حال کو ترقی دینے کے لیے اصول وضع کرنے کی ضرورت ہے، خصوصاً تکنیکی و پیشہ ورانہ علوم میں۔

۸۔ پیشہ وروں کی اصطلاحات کا کچھ ذخیرہ مرتب صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے لیکن اسے موجودہ انگریزی اُردو اصطلاحی لغات میں استعمال نہیں کیا گیا۔ ضرورت ہے کہ انھیں بھی اصطلاحی ذخیرے میں شامل کیا جائے۔

۹۔ آج بھی اُردو میں ایسے پیشوں کی اصطلاحات کا ایک وافر ذخیرہ غیر تسویدی صورت میں موجود ہے جو ہمارے کاریگر، مستری اور مختلف پیشہ ور افراد روزمرہ استعمال میں جاری رکھے ہوئے ہیں لیکن اصطلاحاتِ پیشہ وراں کی طرح انھیں مرتب نہیں کیا جا سکا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خصوصاً پاکستان اور عموماً بھارت میں ایسے پیشوں، ہنروں، صنعتوں اور دستکاریوں کے الفاظ اور اصطلاحات کو یکجا کیا جائے اور انہیں انگریزی اُردو

کے اصطلاحی لغات میں بھی استعمال کیا جائے۔

۱۰۔ اُردو کی معیار بند اور مستند اصطلاحوں کو رائج کیا جائے اور مصنفین، مترجمین، دفاتر اور عدالتیں صرف ان اصطلاحات کو اپنے ہاں استعمال میں لائیں اور انفرادی طور سے اصطلاحیں ترجمہ یا وضع کر کے اصطلاحی انتشار میں اضافے کا سلسلہ اب قطعی طور پر روک دیا جائے۔ نئی اصطلاحات پر طبع آزمائی کا حق صرف متعلقہ میدان کے صاحبانِ علم و قلم کو اجتماعی طور پر ہونا چاہیے۔ ان کی معیار بندی کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

۱۱۔ اُردو اصطلاحات سازی میں اب ایک نئے مکتبِ فکر کی داغ بیل ڈالنے کی ضرورت ہے، جس میں "اصطلاحیات" کی بنیاد پر اصطلاح سازی کی جائے۔ یعنی اصطلاح صرف علم و قواعدِ اصطلاح کے مطابق درست ہو۔

پسِ منظری مطالعہ

عالمی تناظر میں

فصلِ اوّل : اُردو زبان کا تشکیلی پسِ منظر

فصلِ دوم : انگریزی زبان کا مطالعہ

فصلِ سوم : انگریزی اصطلاحات کی تاریخ

فصلِ چہارم : مسلم ممالک کی زبانوں میں اصطلاحات سازی

فصلِ اوّل

اردو زبان کا تشکیلی پس منظر

○ اردو کا خمیر دنیا بھر کی زبانوں سے مل کر اٹھا ہے، اسی بنا پر ہم اردو کو بین اللسانی زبان یا لسان الارض قرار دیتے ہیں۔ بقول سر عبدالقادر "اردو ہماری اسپرانتو ہے"۔ اس امر کی تائید اردو کے تشکیلی جائزے سے بخوبی ہوتی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو لسان الارض ہے۔

۱۔ اردو کی پیدائش اور تشکیل

اردو کی جنم کہانی خاصی دلچسپ، پیچیدہ اور مبہم ہے۔ ماہرین نے اپنے اپنے دلائل اور شواہد سے اتنا کچھ کہا ہے کہ یہ سارا تحقیقی سرمایہ ایک طلسمِ ہوشربا کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اردو زبان کی تشکیل کس سامری کے چھومنتر سے ہوئی، اس کی بابت کوئی بھی تفصیل سے کچھ نہیں جانتا۔ بعض کے نزدیک اردو لشکری زبان ہے[1]، بعض اسے شاہجہان آباد (دہلی) کی پیداوار بتاتے ہیں[2]، کوئی امیر تیمور کے حملے کا نتیجہ سمجھتا ہے[3]، کوئی اسے کھڑی بولی قرار دیتا ہے[4]، کسی کے نزدیک شورسینی پراکرت کی شاخ ہے[5] اور کوئی فارسی کی ملاوٹ سے ظہور پذیر قرار دیتا ہے[6]۔ اسے اپ بھرنش بھی کہا گیا ہے[7] اور کسی نے بالائی دوآبہ اور مغربی روہیل کھنڈ کی زبان بھی قرار دیا ہے[8]، کوئی ان پراکرتوں سے بھی پہلے دوآبہ کے بالائی حصے کی کسی بولی سے مشتق قرار دیتا ہے[9]۔ کسی کو پنجابی اور ملتانی کے ساتھ اردو کے قواعد مشترک نظر آتے ہیں[10]، کوئی اسے سندھی پر عربی کے اثرات کا نتیجہ سمجھتا ہے[11] اور کوئی دکن میں عربوں اور افغانوں کی فتوحات سے مستحکم قرار دیتا ہے[12]، کوئی محض فارسی کی ہندی میں آمیزش کہتا ہے[13]، کوئی اسے وادیٔ سندھ کی دراوڑی بولیوں اور یونانی اثرات کا معجون مرکب بتاتا ہے[14] اور کوئی کہتا ہے کہ یہ آزاد اور بھری پری بولی ہے[15]۔ اس کی اپنی آوازیں ہیں، اپنے اصول، اپنا ذخیرۂ الفاظ ہے، جو لفظ اس میں آگیا، وہ اس کا ہوگیا[16]۔ اس زبان نے کسی بھی علاقے یا بولی سے جنم لیا ہو، یہ بات مسلمہ ہے کہ اس کی پرورش اور ترقی میں مسلمانوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ تاریخ ادب کے معروف محقق ڈاکٹر جمیل جالبی کے نزدیک اردو زبان مسلمانوں کے زیرِ اثر پروان چڑھی، وہ بھی اسے برعظیم پاک و ہند کی تمام زبانوں کی زبان (لسانُ الالسِنہ) قرار دیتے ہیں۔ اسی بات کو ہم نے

لسانُ الارض کا نام دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں[۱۱]:۔

"مسلمانوں کے ساتھ جہاں جہاں یہ زبان پہنچی' وہاں وہاں علاقائی اثرات کو جذب کرکے اپنی شکل بناتی رہی۔ اس کا ایک ہیولٰی سندھ و ملتان میں تیار ہوا' پھر یہ لسانی عمل سرحد اور پنجاب میں ہوا' جہاں سے تقریباً ایک صدی بعد یہ دہلی پہنچا اور وہاں کی زبانوں کو جذب کرکے اور ان میں جذب ہوکر سارے برعظیم میں پھیل گئی۔ گجرات میں یہ گجری کہلائی' دکن میں اسے دکنی کے نام سے پکارا گیا۔ کسی نے اسے ہندی یا ہندوی کہا۔ کسی نے اسے لاہوری یا دہلوی کے نام سے موسوم کیا ...... مختلف زبانوں سے اس کا یہ تعلق اور مختلف زبانوں کے علاقوں کا اس زبان پر دعویٰ اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے سب سے فیض اٹھاکر اپنے وجود کو انفرادیت بخشی ہے۔ اسی لیے یہ زبان برعظیم کی سب "زبانوں کی زبان ہے"۔"

انشاءاللہ خان سے لے کر ڈاکٹر جمیل جالبی تک ان تمام محققین اور ماہرینِ لسانیات و تاریخ ادبیات کی تحقیقات اور بیانات کی تفصیل میں جانا تو یہاں ممکن نہیں لیکن ان سب سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں' ان کا لب لباب یہ ہے کہ اردو اس زمین کی' اس دھرتی کی قدیم و جدید زبانوں کا ایک خوبصورت امتزاج ہے۔ اس نے قدیم دراوڑی زبانوں میں جڑیں پکڑی ہیں تو ہند' آریائی زبانوں میں پروان چڑھی ہے۔ سامی اور تورانی زبانوں نے اسے برگ و بار عطا کیے ہیں تو ہند' یورپی زبانوں کی فضا سے بھی اس نے رابطہ جوڑا ہے۔ اردو میں جہاں قدیم سنسکرت' پہلوی اور فارسی کا ذخیرہ الفاظ ہے' وہیں جدید ہندی' فارسی' عربی' ترکی زبانوں کا آمیزہ بھی ہے۔ اس میں پراکرتوں مثلاً پالی' پشاچی' شورسینی' برج بھاشا' اُپ بھرنش سے لے کر دکھنی زبانوں تلگو' ملیالم' تامل' کرناٹکی' کنٹری نیز بنگلہ' آسامی تک اور سندھی' پنجابی' لنڈا' جٹکی' پشتو' ملتانی' بلوچی' براہوی تک کے الفاظ موجود ہیں۔ اس نے یورپی زبانوں مثلاً یونانی' پرتگالی' ہسپانوی' ولندیزی' فرانسیسی اور انگریزی سے بھی کسبِ فیض کیا ہے۔

اردو زبان کی لسانی تشکیل میں جن زبانوں نے حصہ لیا ہے' وہ ہمیں ایک ترسیمی نقشہ بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ اس نقشے میں پوری لسانی بحث سمٹ کر جس صورت میں ظاہر ہوتی ہے' اسے ہم حسب ذیل انداز میں بیان کرسکتے ہیں۔

اس خطے میں آریاؤں سے پہلے منڈا اور دراوڑی زبانیں مرہٹی' اڑیا' تلگو' ملیالم' تامل' کنٹری' کرناٹکی' بنگلہ' آسامی' ہندکی' جٹکی اور لنڈا' پنجابی' ملتانی' سندھی' براہوی وغیرہ موجود تھیں۔ ان پر جب آریائی زبانوں نے اثر ڈالا جو مختلف قبائل لے کر اس علاقے میں وارد ہوئے اور یہاں میل جول شروع ہوا تو یہاں کی زبانیں سنسکرت اور پراکرت کی صورت میں سامنے آئیں۔ شمالی ہندوستان کی پراکرتوں کے نام پالی' شورسینی' برج بھاشا' اُپ

بھرلش، ہریانوی وغیرہ ملتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سنسکرت میں پراکرتوں اور پراکرت میں سنسکرت اور دراوڑی دونوں زبانوں کی ملاوٹ ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اردو میں سنسکرت کے الفاظ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔

مسلمانوں کے زیرِ اثر عربی نے ایک طرف دکھنی، سندھی اور بلوچی زبانوں پر اثر ڈالا تو دوسری طرف فارسی نے پشتو، سندھی، پنجابی اور شمالی ہندوستان کی پراکرتوں کو نیا روپ دیا۔ مغرب سے آنے والی زبانوں میں سب سے پہلے یونانی زبان یہاں اثر انداز ہوئی۔ اس کا پہلا واسطہ پشتو، اور پھر ہندکی، بچکی اور لنڈا سے پڑا اور ان مقامی زبانوں کے ذریعے وہ اردو پر اثر انداز ہوئی۔ اس کے بعد ہسپانوی، پرتگالی، ولندیزی، فرانسیسی اور سب سے آخر میں انگریزی یہاں وارد ہوئی۔ ان تمام زبانوں نے اپنے ذخیرۂ الفاظ اور قواعد تشکیلِ الفاظ میں سے بہت کچھ اردو زبان کو دیا اور اردو نے بلا جھجک ہر منبع سے استفادہ کیا۔ گویا اردو نے اس دنیا کی اکثر زبانوں سے اپنے لیے مواد حاصل کیا۔ اردو نے براہ راست بھی کئی زبانوں سے استفادہ کیا اور ان کے لغوی اور قواعدی پہلو میں تصرف کیا۔ اس نے جہاں فارسی اور ہندی آمیز پراکرتوں، پنجابی اور سندھی سے اشتراک کیا، وہیں براہ راست ترکی، فارسی، عربی، پنجابی، ملتانی، سندھی، دکھنی کے علاوہ دراوڑی زبانوں اور انگریزی کے اثرات بھی قبول کیے۔ یونانی پنجابی کی وساطت سے اور پرتگالی، فرانسیسی اور ولندیزی دکھنی زبانوں کی وساطت سے بھی اردو تک پہنچیں۔ منسلکہ نقشے سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اردو نے ہند آریائی، ہند یورپی اور اتصالی، سامی اور تورانی زبانوں کی آویزش اور آمیزش سے جنم لیا ہے اور اردو بجا طور پر زبانِ ارض یا لسانُ الارض کہلانے کی حق دار ہے۔

۲۔ اردو کی وجہ تسمیہ

اردو زبان کا نام بقول میر امن شاہ جہاں کے عہد میں رائج ہوا[۱۸]۔ فرہنگِ آصفیہ اور آبِ حیات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس دور میں اسے زبانِ اردو یا زبانِ اردوئے معلیٰ کہا گیا۔ رفتہ رفتہ صرف اردو کا لفظ زبان کے معنوں میں باقی رہ گیا۔ محمد اکرام چغتائی کے نزدیک اردو کا لفظ سب سے پہلے زبان کے معنوں میں شاہ نصیر دہلوی کے استاد مائل دہلوی نے ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء میں استعمال کیا تھا[۱۹]۔ حافظ محمود شیرانی تاتاری یلغار کے تحت اردوئے مغل یعنی مغل لشکر کو اس لفظ کے ہندوستان آنے کا سبب سمجھتے ہیں[۲۰]۔

۳۔ اردو زبان کے مختلف نام

اردو کو کبھی ہندی، کبھی ہندوی اور کبھی ہندوستانی کہا گیا۔ خان آرزو اسے "ہندیِ اہل اردوئے ہند" کہتے ہیں۔ گوجری اور ریختہ کی بحث چھوڑ دیجیے۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ آج ہم جسے اردو کہتے ہیں، اسی کو آرزو زبانِ ہندی اہلِ اردوئے ہند کہتے ہیں جو ہندوستان بھر

اُردو زبان کی ترسیمی تشکیل (تاریخی اشتقاقی جائزہ)
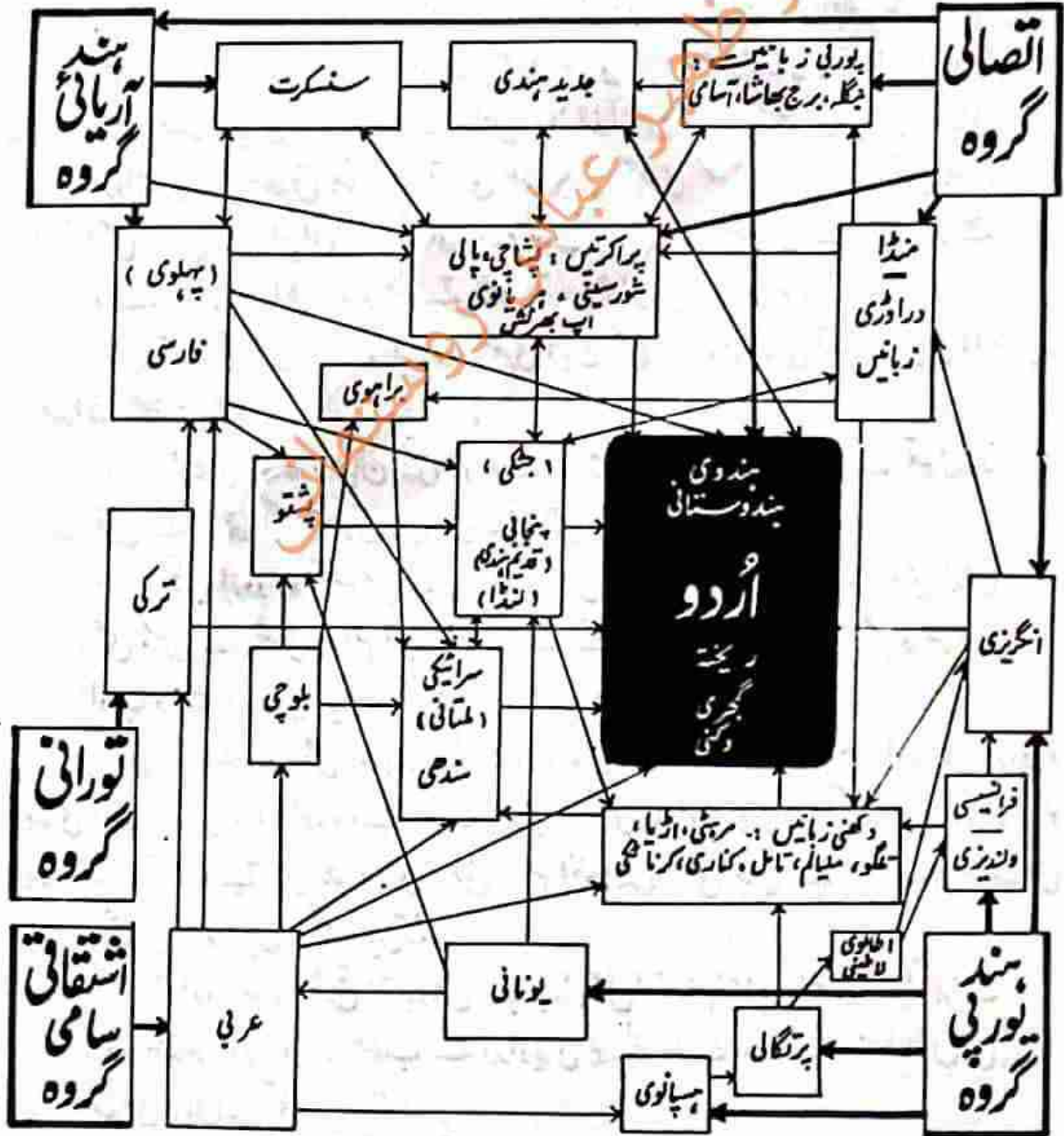
کے اہلِ اردو کی زبان ہے۔ لیکن اسی کا ایک مخصوص رنگ شہر دہلی سے متعلق تھا جسے زبانِ اردوئے معلیٰ کہا جاتا تھا۔ سید صاحب فرماتے ہیں[۲۰]:۔

"لیکن در حقیقت اہلِ اردو کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں بھی چھاؤنیاں اور دفتر تھے، وہ اردو ہی کہلاتے تھے۔ ان آبادیوں میں رہنے والے عام لوگ بھی تھے اور لکھے پڑھے لوگ بھی جو عوامِ ہند کی زبان میں بات چیت کرتے تھے مگر اس میں عربی، فارسی، ترکی الفاظ کی آمیزش ہوتی تھی، کیونکہ اہلِ اردو میں دیسی لوگ بھی تھے اور ایرانی تورانی بھی۔ یہ زبان بول چال سے ادب تک پہنچی۔ اس ادب کا اسلوب بالعموم فارسی کا سا تھا اور چونکہ اہلِ اردو کا مؤثر حصہ ایران و توران سے متعلق تھا، لہٰذا اس ادب کا مزاج ایرانی، تورانی روایتوں کے مطابق بنتا گیا۔ قدرتی طور پر یہ آبادی مخلوط عناصر پر مشتمل ہوتی تھی۔ اس میں ایرانی، تورانی اور ہندوستان کے مختلف صوبوں سے تعلق رکھنے والے علماء اور اکابر موجود ہوتے تھے۔ قدرتاً ان کی زبان مخلوط تھی۔"

خان آرزو کی اس بات پر کہ اردو شہری زبان تھی اور عام ہندی قصباتی زبان ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں[۲۱]:۔

"ہندی وہ عام زبان تھی جو ملک بھر میں دیہاتی سطح پر تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ اکثر جگہوں میں بولی جاتی تھی۔
لیکن اردو وہ مخصوص زبان تھی جو عربی، فارسی، ترکی سے مخلوط شہری زبان تھی جس سے شہری عوام بھی متاثر ہوتے گئے۔ رفتہ رفتہ اس میں نظم و نثر اور ادب و انشا کا سرمایہ پیدا ہوتا گیا۔"

سُنیتی کمار چٹرجی بھی جو ہندی کو ہندوستانیوں کا عظیم ورثہ سمجھتے ہیں اور اہلِ اردو کو ہندی اختیار کر لینے کا مشورہ دیتے ہوئے ہندی کو محض بازاری بولی ہی سمجھتے ہیں، وہ اردو کو ہندوستھانی قرار دیتے ہیں جو فارسی، عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے اور اردو کو تہذیبی زبان سمجھنے پر مجبور ہیں۔ لکھتے ہیں[۲۳]:۔

"اردو بہار، مشرقی اتر پردیش، پنجاب، بنگال، آسام، اڑیسہ، مہاراشٹر، گجرات اور سندھ اور حتیٰ کہ جنوب کے دراویدی بولنے والے علاقہ کے مسلمانوں کی تہذیبی زبان بن گئی ہے۔"

اپنی اعلیٰ ہندی کے بارے میں لکھتے ہیں[۲۴]:۔

"اس کی قواعد تقریباً وہی ہے جو اردو کی ہے لیکن یہ دیوناگری رسم الخط استعمال کرتی ہے اور یہ دیسی ہندی یا ہندوستانی عناصر کا بھرپور استعمال کرتی ہے اس میں ان بہت سے فارسی عربی الفاظ کا بھی استعمال ہوتا ہے جو اب زبان میں گھل مل گئے ہیں۔"

دراصل اردو زبان اعلیٰ تہذیبی، علمی اور اصطلاحی سرمایے کی حامل تھی۔ اس لیے اسے خواہ دیوناگری رسم الخط میں لکھا جائے یا فارسی رسم الخط میں، یہ اردو ہی رہے گی۔ اسے ہندی کا نام دینے والے خود بھی الجھاؤ کا شکار ہیں اور دوسروں کو بھی مغالطے میں رکھنے میں کوشاں ہیں۔

جہاں تک "اردو" لفظ کا تعلق ہے، یہ وسط ایشیا سے آیا ہے اور انگلستان سے ہندوستان تک متعدد زبانوں میں داخل ہوا۔ آکسفورڈ کے اشتقاقی لغت سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ لفظ تقریباً تمام ہند، آریائی زبانوں میں پایا جاتا ہے[۲۵]۔ گویا یہ آریائی لفظ ہے۔ اس کے نزدیک زبان اردو یا لشکر کی زبان کا یہ لفظ تاتاریوں کا "ہوردا" تھا جو "قبیلے، تاتاری علاقے، رقبے، گروہ، گروپ وغیرہ" کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ پولش زبان میں یہ "ہوردا"" فرانسیسی، جرمن اور ولندیزی میں "ہوردے"" سویڈش میں "ہورد"" روسی میں "اوردا"" اطالوی/رومانوی میں "اوردا" اور حتیٰ کہ ترکی میں "اوردی" اور "اوردو"" "لشکر" کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

حافظ محمود شیرانی لکھتے ہیں[۲۶]:-

"یہ لفظ ترکی میں مختلف شکلوں میں ملتا ہے یعنی اوردا، اوردہ، اردہ، اوردو اور اردو، جس کے معنی فرودگاہ، لشکر اور پڑاؤ، نیز لشکر و حصہ لشکر ہیں۔ ان کے نزدیک خیمے بھی اردو کہلاتے تھے۔ غالباً" سب سے پہلے یہ شکل "اردا" مقدسی (تقریباً ۳۷۵ھ) کے ہاں ملتا ہے جو ترکستان کے کسی شہر کا نام ہے۔ اردو کے نام سے ترکی میں ایک قبیلہ بھی ہے۔ ترکیبی حالت میں "اردو قند" اور "اردو بالیغ" نام کے دو شہر بھی ملتے ہیں۔ اردو قند بعد میں کاشغر اور اردو بالیغ قراقرم کے نام سے معروف ہوا۔ جوجی خان کے لشکر کا نام "اردوئے معلا" تھا۔ مغربی ممالک میں یہ لفظ پولینڈ کے راستے پہنچا اور اوردا سے ہوردا میں تبدیل ہو گیا۔ انگریزی زبان میں سب سے پہلے اس لفظ کا استعمال ۱۵۵۵ء میں ہوا اور سرزمین ہندوستان میں اس کا رواج ظہیر الدین بابر (۱۴۸۳ء) کے عہد میں ہوا۔"

دراصل یہ لفظ برصغیر میں اس دور سے بھی بہت پہلے پہنچا جب نہ تو اردو زبان تشکیل ہو پائی تھی اور نہ منگولوں کی اردوئے معلا کی حامل نسلیں پیدا ہوئی تھیں۔ سندھی زبان میں یہ لفظ "اردا" مٹی کے ڈھیر کے معنی میں صدیوں سے استعمال ہو رہا ہے۔ علامہ آئی آئی قاضی جیسے ماہر لسانیات لکھتے ہیں[۲۷]:-

"ہم سندھ کے لوگ لفظ "اردو" اپنی بول چال میں "ڈھیر" یعنی بہت سی چیزوں کے مجموعے کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور یہ لفظ اسی مفہوم میں سندھ میں عربوں کی آمد سے پہلے رائج تھا۔ یہ لفظ سرزمین ہند میں وجود میں نہیں آیا۔ کیونکہ یہ لفظ ماقبل تاریخی دور سے استعمال ہوتا چلا آ رہا ہے۔ جو

لوگ انڈو جرمن زبانوں کا کچھ علم رکھتے ہیں' وہ جانتے ہیں کہ یہ لفظ سکینڈے نیویا' فارس اور ہندوستان میں موجود تھا اور یہی تینوں مقام آریا لوگوں کے خاص وطن تھے۔ قدیم ناروی دیومالا میں ہمیں "ارد" یا "ارتھ" ایک دیوی کے نام کی صورت میں ملتا ہے۔ قسمت کی دیوی کو "ارتھ" کہا گیا ہے۔ اوستاکی زبان یا قدیم فارسی میں "اردبیل" اور "ارد شیر" جیسے نام موجود ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ اس معنی میں اجتماع یا ڈھیر کا مفہوم مشترک ہے۔"

ارتھ (Earth) کا لفظ انگریزی میں زمین یا دنیا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جو معرّب یا عربی صورت میں "ارض" کا روپ اختیار کر گیا' یہ لفظ بھی آکسفورڈ کے اشتقاقی لغت میں قدیم فرانسیسی میں "ارتھے" قدیم سیکسن "ارتھا" ولندیزی "اردے" قدیم ہنگروی "ایردے" اور جرمن میں "اردے" سے آیا[۲۸]۔ یہی "اردے" مشرق وسطیٰ' ترکستان اور ایران میں "ارد" یا "اردو" اور سندھ میں "ارد" ' "اوپر" "اوڑیر" ' "اوڑیرو" "ڈیرو" پنجابی میں "ڈیرا" اور "ڈھیر" کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ یہی لفظ ترکستانی کا "ہوردا" یا "اوردا" تھا جو ہندوستان میں آکر اس زبان کا نام قرار پایا جو اجتماعی' مجموعی' لشکری' اردی اور ارضی زبان کی حیثیت سے یہاں پہلے موجود تھی۔ اس لحاظ سے گویا زبانِ اردو "لسانُ الارض" ہے۔

۴۔ اردو کا مزاج

اردو اپنے مزاج میں امتزاجی' واقعتاً" لشکری اور نوعیتاً" دھرتی کی طرح وسیع القلب زبان ہے۔ یہ ہر زبان کے زندہ مردہ الفاظ کو اپنے اندر جذب کر سکتی ہے۔ اسے الفاظ کو اردوا نے یا "تارید" کا عمل بہت کم کرنا پڑتا ہے۔ اردو کے اس مزاج کے بارے میں ڈاکٹر شوکت سبزواری لکھتے ہیں[۲۹]:۔

"اردو اپنی فطرت سے بڑی ہی ملنسار' اہلی گہلی اور ہر زبان سے گھل مل کر شیر و شکر ہو جانے والی زبان ہے۔ قدیم پراکرت اور سنسکرت سے تو اس کا ناتا ہے ہی' فارسی' عربی' پشتو' پرتگالی' کول' انگریزی' دراوڑ زبانوں سے بھی اس کا خلا ملا رہا ہے۔ ان سب سے اس نے کچھ نہ کچھ لیا اور چراغ سے چراغ جلایا ...... بقول ڈاکٹر چٹر جی' علاقائی زبانوں کی طرح ضروری اور معانی سے بھرپور اجنبی الفاظ کے بارے میں اردو کا رویہ کبھی یہ نہیں رہا' "مجھے ہاتھ نہ لگانا!۔"

پروفیسر احمد سعید اس کے مزاج کے قواعدی پہلو پر لکھتے ہیں[۳۰]:۔

"اس کے قواعد صرف ایک فعل مضارع اور چار صیغوں پر مشتمل ہیں۔ بقول چٹر جی اس کی گرامر' اس کی بول چال کے قاعدے کو پوسٹ کارڈ پر لکھا جا سکتا ہے۔"

ہمیں انشاء اللہ خان انشا کی رائے سے اتفاق کرنا پڑے گا کہ اس کے اپنے اصول ہیں جو لفظ اس میں آگیا، اس کا ہو گیا۔ چنانچہ اس لحاظ سے اردو میں الفاظ سازی کی بڑی گنجائش ہے، اسی لیے پنڈت دتاتریہ کیفی بہ آسانی کہہ لیتے ہیں کہ "مجھے جب ضرورت پڑتی ہے میں الفاظ گھڑ لیتا ہوں[۳۱]۔"

اردو کو جب ضرورت ہوتی ہے، دیگر زبانوں سے الفاظ مستعار لے لیتی ہے۔ ایسے الفاظ کو دخیل کہا جاتا ہے جو بہ آسانی اردو زبان کا حصہ بن جاتے ہیں۔ دراصل دنیا کی کوئی زبان اچھوتی یا خالص نہیں ہوتی۔ زبانیں آپس میں لفظوں کا لین دین کرتی رہتی ہیں۔ سیاحت، کاروبار، علم، تہذیب اور دیگر کئی عوامل زبان کے ذخیرہ الفاظ پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ کئی الفاظ متروک ہو جاتے ہیں اور کئی نئے الفاظ مستعمل ہو جاتے ہیں۔ جب اردو کا آغاز ہوا تو فارسی کے میل جول سے فارسی الفاظ در آئے لیکن صرف و نحو اردو کی اپنی رہی۔ بقول مولوی عبدالحق، "فارسی، عربی الفاظ بدل، کفن، دفن، قبول سے بدلنا، کفنانا، دفنانا، قبولنا مصدر بنا لیے گئے۔ اسی طرح فارسی بخشا، خریدنا، فرمانا، نوازنا، داغنا بنا لیے گئے۔ یہ اب اردو ہو گئے ہیں"[۳۲] یہ دخیل الفاظ زیادہ تر اصطلاحی ہوتے ہیں۔ یہ ناموں، یا تصورات پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس لیے اردو زبان کا یہ پہلو اصطلاحی مطالعے میں قابل توجہ ہے۔

فارسی، عربی، ترکی کے علاوہ جب اہلِ یورپ آئے تو انھوں نے بھی اپنے الفاظ اردو کو تحفہ میں دیے۔ جیسے پرتگالی الفاظ "گرجا، کمرہ، چابی، تولیا، پیپا، ساگو، گوبھی، بمبا، کارتوس، بوتل، نیلام، کاجو وغیرہ۔" اس طرح انگریزی الفاظ جو اب اردو کا حصہ ہوئے ہیں مثلاً ناول، ڈرامہ، ریل، ٹکٹ، انجن، ریڈیو، فلم، انھیں اردو نے اصطلاحی مشتقات کی صورت میں بھی اپنایا جیسے ڈرامائی، ریڈیائی، فلمانا، فلم بندی وغیرہ، کچھ انگریزی الفاظ کی تارید کر لی گئی جیسے گودام (Godown)، لالٹین (Lantern)، رنگروٹ (Recruit)، بھلترو (Pullthrough) وغیرہ۔

اردو میں الفاظ سازی کے مزاج کو ڈاکٹر سہیل بخاری نے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک الفاظ سازی کے لحاظ سے زبانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اشتقاقی اور اتصالی، اگر ایک ہی لفظ کی آوازوں میں سے کچھ ردو بدل کر کے نئے نئے الفاظ بنا لیے جائیں، جن کے معنی کبھی بدل جاتے ہیں اور کبھی نہیں بدلتے، تو لفظوں کی اس گھڑت کو اشتقاق کہتے ہیں اور جس زبان میں اشتقاق سے نئے الفاظ بنتے ہیں، وہ اشتقاقی زبان کہلاتی ہے۔ عربی، عبرانی اور دوسری سامی زبانیں اسی قسم میں داخل ہیں۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ مادے پر بعض الفاظ کا اضافہ کر کے نئے نئے لفظ ڈھال لیے جائیں۔ اس اصول کی رو سے ابتدائی لفظ یعنی مادے پر جتنے لفظ چپکا دیے جاتے ہیں، وہ اتنا ہی لمبا ہوتا چلا جاتا ہے اور ہر اضافے پر معنی بھی بدلتے چلے جاتے ہیں۔ جس زبان میں اس اصول

سے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں' اسے اتصالی زبان کہتے ہیں۔ اتصالی زبان کا مادہ لفظ کے ایک جانب اپنی اصل شکل میں بدستور نظر آتا رہتا ہے۔ اردو زبان میں الفاظ سازی کے یہ دونوں اصول پائے جاتے ہیں۔[۳۳]

۵۔ اردو زبان میں ترقی کی گنجائش

کسی زبان کی ترقی کا انحصار اس کی الفاظ سازی کی اہلیت اور انھیں برتنے کی قوت پر ہوتا ہے۔ یہ قوت ہی اسے اصطلاح سازی کی منزل پر لے جاتی ہے جہاں علوم و فنون کے تصورات اور بیانات ذخیرہ ہو سکتے ہیں۔ اردو میں یہ صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے اور اس کی الفاظ سازی کی خصوصیت ہی اس میں ترقی کی گنجائش پیدا کرتی ہے۔ بقول باقر حسین[۳۴]:۔

"ہندوستانی زبانوں میں فقط اردو ہی ایک ایسی زبان تھی جس کی ساخت میں اضافی ترقیات کی گنجائش بہ درجۂ اتم موجود تھی' لہٰذا جدید علوم و فنون کو اپنانے کی صلاحیت بھی اس زبان میں زیادہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ناسازگار ماحول کے باوجود اس نے اب تک جتنی ترقی کر لی ہے' اتنی شاید ہی کسی اور ہندوستانی زبان نے کی ہو۔ اردو کی ساخت میں لچک تو پہلے ہی تھی' علمی الفاظ کے اضافے نے اور بڑھا دی۔ اب حالت یہ ہے کہ سرکاری' تجارتی ہر قسم کی ضروریات کے لیے اردو میں الفاظ موجود ہیں۔"

میجر آفتاب حسن اس علمی ترقی کی اصطلاحی منزل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں[۳۵]:۔

"جن زبانوں میں علوم کا چرچا ہے' ان میں اصطلاحات فروغ علم کے ساتھ وجود میں آتی رہتی ہیں اور بڑی آسانی سے جزوِ زبان بن جاتی ہیں۔ کامیاب وہی زبانیں رہتی ہیں' جن میں نئے الفاظ بنانے اور غیر زبانوں سے اپنے مزاج کے الفاظ اخذ کر لینے کی اعلیٰ صلاحیت موجود ہے۔ اردو بحمد للہ اس شرط پر پوری اترتی ہے۔"

اردو میں اصطلاحی ترقی کی یہ گنجائش دراصل اس کے اس تصرف کی دین ہے' جو دیگر زبانوں کے لغات و قواعد پر اردو کو حاصل ہے اور جو اس کی ہیئت اور مزاج میں شامل ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں[۳۶]:۔

"وضع اصطلاحات کا مسئلہ جس قدر اہم ہے' اسی قدر سہل بھی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ زبان جو عربی' فارسی' ترکی' ہندی اور انگریزی' نیز علاقائی زبانوں کے الفاظ و مصطلحات کا ایک کثیر ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہے' وضع اصطلاحات کے لیے نہایت موزوں ہے۔"

یہی نہیں کہ اردو نے دیگر زبانوں کا ذخیرۂ اصطلاحات اپنے اندر سمویا ہے بلکہ

اصطلاحات سازی کے اصول بھی اخذ کیے ہیں۔ اردو کی اس صلاحیت کو وحید الدین سلیم نے آریائی زبانوں کے اصولوں کے حوالے سے دیکھا ہے۔ وہ آریائی زبانوں اور اردو میں چند مشترک اصول دریافت کرتے ہوئے لکھتے ہیں[۳۷]:-

"دو یا دو سے زیادہ الفاظ پاس پاس رکھ کر معنی لیے جاتے ہیں جبکہ ان کا باہمی کوئی قواعدی رشتہ نہیں ہوتا مثلاً گھڑدوڑ یا Horse race-

۲۔ الفاظ پاس تو رکھ دیے جاتے ہیں مگر ان میں کوئی رشتہ یا لحاظ ہوتا ہے۔ انہیں نحوی مرکبات کہا جاتا ہے مثلاً جیب کترا (Pick pocket)' شریف آدمی -(Noble Man)

۳۔ لفظ کے ساتھ سابقہ یا لاحقہ بڑھانے سے نیا لفظ بن جاتا ہے۔ سامی زبانوں میں یہ نہیں پائے جاتے۔ بعض اوقات سابقہ اور لاحقہ دونوں لگا دیے جاتے ہیں۔ مثلاً "ناپرہیزگار "۔

۴۔ حسبِ ضرورت ہر لفظ سے فعل بنا لیا جاتا ہے۔ یہ اصول البتہ عربی زبان میں بھی ہے۔"

اس اشتقاقی پہلو پر علامہ شبیر بخاری لکھتے ہیں[۳۸]:-

"اردو کو جب بھی اس کی عوامی سطح سے بلند کرنے کی ضرورت محسوس ہو گی تو اس کے لیے علمی اور فنی اصطلاحات مہیا کرنا ہوں گی۔ اس کے لیے کسی اُم الالسنہ سنسکرت' عربی' فارسی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔"

اردو زبان نے اشتقاقی ماخذوں کے لیے ان تمام زبانوں سے اکتساب کیا ہے۔ اس اکتساب کو اردو کی اپنی ترکیبی اور اختراعی خصوصیات کے پیش نظر شان الحق حقی نے صوتیات' ترکیبِ نحوی اور سابقے' لاحقے کے حوالے سے زیادہ واضح طور پر بیان کیا ہے' ان کے نزدیک ہندی کے ٹھیٹھ ہند آریائی الفاظ میں غیر آریائی' سامی' تورانی پیوند لگا کر اس زبان کے مزاج میں انقلابی تبدیلیاں آتی ہیں اور اس کی صوتی و معنوی پہنائی میں بے انتہا وسعت پیدا ہوتی ہے۔ یہ زبان اگر الفاظ و محاورات پیدا کر سکتی ہے تو پھر اصطلاح سازی میں کب معذور ہو سکتی ہے۔ اس امر میں انھوں نے چند خصوصیات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جو ان کے الفاظ میں مندرجہ ذیل ہیں[۳۹]:-

"الف: اردو کی صوتیات دوسری زبانوں کے مقابلے میں بہت فراواں اور عربی' فارسی' ہندی' انگریزی کی اصوات پر حاوی ہیں۔ کتنی ہی اصوات ہیں جو عربی میں موجود نہیں (پ' ٹ' چ' ڈ' ژ' گ نیز مخلوط ہائیے) ۔ بہت سی فارسی میں نہیں (ٹ' ڈ' ڑ' نیز ہائیے بھ' بہ' تھ' ٹھ' جھ' چھ' دھ' ڈھ' کھ' گھ' لہ' مہ' نہ)۔ انگریزی میں تو "ت" اور "د" کی آواز موجود نہیں۔ انگریزی میں تشدید بھی واقع نہیں ہوتی۔ تعریف کی بات ہے کہ انگریزی نے اپنی ساخت اور قواعد

کی سب خامیوں اور کوتاہیوں کے باوجود تمام لغوی ضروریات کو پورا کیا اور اصطلاحات کا بھی خزانہ فراہم کر لیا۔

ب : اصوات کے تنوع اور جامعیت کے علاوہ اردو کی ترکیب نحوی اس طرح کی ہے کہ اس میں ہر بیرونی لفظ بلاتصرف و تاریخ کھپ جاتا ہے۔ اس بنا پر بھی اردو میں الفاظ کی درآمد کا راستہ کھلا رہا ہے اور ترکی، فارسی، عربی، پرتگالی کی طرح ڈیڑھ دو سو برس سے انگریزی الفاظ بھی بے تکلف داخل ہوتے رہے ہیں۔ یہ عمل آزادی کے بعد حیرت انگیز طور پر اور بھی تیز ہو گیا ہے۔

ج : اردو میں سابقے اور لاحقے جو اصطلاح سازی کے لوازم میں سے ہیں، غالباً ہر دوسری زبان سے فراواں ہیں۔ مثلاً نفی کے لیے "ا، ان، بن، بنا، بلا، بغیر، غیر، نہ، نا، ن، نر، عدم، لا، نفی، منفی، خارج" وغیرہ۔ اتنے بہت سے پیرائے ہر صورت میں کام لینے کے لیے موجود ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اردو میں معنی آفرینی کی جتنی حدود ہمارے استاد شعراء کے ہاں ملتی ہیں، عربی کو چھوڑ کر شاید ہی کسی اور زبان کی شاعری میں ملتی ہوں۔ ہمارے اساتذہ نے اپنے کلام میں اردو الفاظ، تراکیب اور اصطلاحات کو جن جن مختلف معانی میں باندھا ہے اور اکثر اوقات ایک ہی لفظ کی نزاکت مفہوم کو جتنے مختلف پیرائیوں میں بیان کیا ہے، وہ حیرت انگیز بھی ہے اور خوش آئند بھی۔ اس سے خاص طور پر اردو اصطلاحات سازی میں تعین معنی میں مدد ملتی ہے۔

اس آخری خصوصیت کی بنا پر اگر ہم علمی طور پر دیکھیں تو اصطلاحی میدان میں اردو میں انگریزی کی نسبت زیادہ فصاحت نظر آتی ہے اور مطالب کی نکتہ آفرینی اور علمی لطافت بہتر طور پر دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً Yes, Approved, Sanctioned جیسے متفرق دفتری الفاظ کی جگہ ہمارے پاس ایک نسبتہً زیادہ فصیح لفظ "منظور" موجود ہے۔ Nationalization میں ation-ize-al- کے تین لاحقوں کی جگہ اردو میں "قومیانا" کے "ی + انا" کے دو یا مختصراً کہیں تو "یانا" کا ایک لاحقہ استعمال کیا جاتا ہے یا Privatization میں ize-al- اور ation- کے دو لاحقوں کی بجائے "نج" کے ساتھ "کاری" کا ایک لاحقہ استعمال ہوتا ہے۔ ہمیں اپنی اصطلاحی ضرورتوں کا اپنے ان حوالوں سے جائزہ لینا ہو گا اور اردو میں اصطلاحات سازی کے نظام کو ہمیں اسی بنیاد پر استوار کرنا ہو گا۔

آزادی کے بعد سے پاکستان میں اردو نے اصطلاحی پہلو سے بے حد تیزی سے ترقی کی ہے۔ مہذب اللغات میں مکرم لکھنوی[۲۷] نے ایسے محاورات اور جدید اصطلاحات کے زمرے سے اردو میں جو الفاظ داخل ہوئے ہیں، انھیں ان کے حوالوں، ادیبوں اور سنین کے حوالے کے ساتھ درج کیا ہے۔ "حرفِ آخر" میں وہ لکھتے ہیں[۲۸]:

"اس ساٹھ ستر سال کے عرصے میں جس تیزی کے ساتھ زبان میں تبدیلی

یا اضافہ ہوا ہے، کبھی نہیں ہوا۔"

انھوں نے جو جدید اصطلاحات بیان کی ہیں، ان میں چند کا ذکر بہت موزوں ہو گا مثلاً سماجی و سائنسی علوم میں "ابتدائیہ"، "استقبالیہ"، "اشاریہ"، "امکانیہ"، "میکانیہ"، "دورانیہ"، "نشریہ" وغیرہ میں "یہ" کے لاحقے سے ــ "زخمانا"، "فلمانا"، "قومیانا"، "فلمانا" وغیرہ مصادر کی صورت میں۔ اسی طرح صیغہ امر کے استعمال سے "بنکار"، "تخلیق کار"، "تصویر کار"، "تخریب کار"، "تکنیک کار"، "تقسیم کار"، "صداکار"، "وقت گیر" صفاتی لحاظ سے "چلت انداز" وغیرہ۔ بعض انگریزی سے مورُد کر کے اپنی نئی وضع کے ساتھ جیسے "بوریت"، "تکنیک"، "میکانیہ" وغیرہ، بعض تراجم سے جیسے "تقسیم کار" (ڈسٹری بیوٹر)، "ثقافتیات" (Culturology)، "زیر زمین" (انڈر گراؤنڈ)، "غسل ذہنی" (برین واشنگ)، "کلیت پسندی" (کلیکٹوازم)، "حرکی" (ڈائنامک)، "ماہ عسل" (ہنی مون) وغیرہ۔ بعض مقامی الفاظ سے جیسے "اوبڑ کھوبڑ، اوترا، تپڑ تپڑ، تلن (پکوان)، تحتملا، تھڑا، تھوبا، تھلا، جھلا، رل ترل، زخمانا، سرہاہٹ" وغیرہ۔ الفاظ کا یہ وہ ذخیرہ ہے جو ہمارے اردو ادب اور ابلاغیات میں عام طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو میں اصطلاحات تیزی سے داخل ہو رہی ہیں اور تقریباً تمام ماخذوں سے داخل ہو رہی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس دخل اور چلن کے پس منظر میں موجود اصطلاحی عمل کا پورے طور سے جائزہ لے لیں، تاکہ اس کے اصول اور تکنیکیں شرح و بسط کے ساتھ ہمارے سامنے آسکیں اور آئندہ اصطلاحات سازی کی راہیں آسان اور سہل ہو سکیں۔

حوالہ جات:

۱ - سید احمد دہلوی، فرہنگِ آصفیہ، نئی دہلی (۱۹۸۷ء) حصہ اول - "اردو" -

۲ - انشاللہ خان انشا، دریائے لطافت (ترجمہ: دتاتریہ کیفی) اورنگ آباد (۱۹۳۵ء) اور میر امن، باغ و بہار، لاہور، ص:۴۰ -

3. Gilchrist, J.B., **Hindoostani Philology**, London, (1810), P:261-

۴ - مسعود حسین خان، مقدمہ تاریخ زبان اردو، لاہور (۱۹۶۶ء)، ص:۹۱-

۵ - حامد حسن قادری، داستانِ تاریخ اردو، لاہور (۱۹۶۶ء)، ص:۷-

۶ - محمد حسین آزاد، آبِ حیات، لاہور (۱۹۵۷ء)، ص:۱۶-

۷ - محی الدین قادری زور، ہندوستانی لسانیات، لاہور، (۱۹۶۶ء) ص ص:۱۱۲، ۱۱۵-

8. Grierson, G.A., **The Imperial Gazetter of India**, Vol 1, Oxford, (1909), P:362-

۹ - ڈاکٹر شوکت سبزواری' اردو لسانیات' کراچی (۱۹۶۶ء)' ص : ۱۵ -
۱۰ - حافظ محمود شیرانی' پنجاب میں اردو' اسلام آباد' (۱۹۸۸ء)' ص: ۶۳ -
۱۱ - سید سلیمان ندوی' نقوشِ سلیمانی' اعظم گڑھ (۱۹۸۰ء)' ص : ۳۱ -
۱۲ - بحوالہ : نصیر الدین ہاشمی' دکن میں اردو' حیدر آباد دکن (۱۹۳۶ء) -
۱۳ - وحید الدین سلیم' وضع اصطلاحات' کراچی (۱۹۶۵ء)' ص : ۲۷ ' مولوی احمد دین' سرگزشت الفاظ' لاہور' (۱۹۳۲ء)' ص:۵' ڈاکٹر عبادت بریلوی' مقدماتِ عبدالحق' لاہور' (۱۹۶۴ء)' ص:۱۳۱ -
۱۴ - عین الحق فرید کوٹی' اردو زبان کی قدیم تاریخ' مارچ (۱۹۷۹ء)' ص ص : ۵۸' ۳۱۱ (طبع دوم)-
۱۵ - ڈاکٹر سہیل بخاری' اردو کا روپ' (مارچ ۱۹۷۱ء)' ص :۱۳-
۱۶ - انشاء اللہ خان انشاء' محولہ بالا -
۱۷ - ڈاکٹر جمیل جالبی' تاریخ ادب اردو' جلد اول' لاہور (جولائی ۱۹۷۵ء)' ص : ۳-۴۷ -
۱۸ - میر امن' باغ و بہار' ص : ۴ -
۱۹ - بحوالہ : محمد اکرام چغتائی' مائل دہلوی کا ایک اہم تاریخی قطعہ' فنون' لاہور: اکتوبر ۱۹۶۶ء
۲۰ - مقالاتِ حافظ محمود شیرانی' (مرتبہ : مظہر محمود شیرانی)' جلد اول' لاہور (جنوری ۱۹۶۶ء)' ص ص : ۱۱ تا ۱۳ -
۲۱ - ڈاکٹر سید عبداللہ' پاکستان میں اردو کا مسئلہ' لاہور (۱۹۷۶ء)' ص : ۴ -
۲۲ - ایضاً' ص : ۵ -
۲۳ - سنیتی کمار چٹرجی' ہند آریائی اور ہندی' نئی دہلی (طبع دوم) (۱۹۸۳ء)' ص : ۱۴۳ -
۲۴ - ایضاً' ص : ۱۴۴ -

25. The Oxford Dictionary of English Etymology, London (1969)-

۲۶ - مقالات حافظ محمود شیرانی' محولہ بالا' ص ص : ۱۱ تا ۱۳ -
۲۷ - خطبۂ صدارت' یوم اردو منعقدہ خالقدینا ہال' ۱۵ - دسمبر ۱۹۳۸ء' مشمولہ ادبی رابطے' لسانی رشتے' حیدر آباد (پاکستان)' ۱۹۷۶ء' ص ص : ۱۰ تا ۱۲ -

28. The Oxford Dictionary of English Etymology, *"Earth"*-

۲۹ - ڈاکٹر شوکت سبزواری' اردو لسانیات' ص : ۳۶ -
۳۰ - احمد سعید' اردو زبان کی ہیئت اور مزاج' اردو نامہ' لاہور' مارچ ۱۹۸۴' ص : ۲۹-
۳۱ - بحوالہ: پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی' کیفیہ' کراچی (۱۹۵۸ء)' ص : ۱ -
۳۲ - مولوی عبدالحق' اردو میں دخیل الفاظ' اردو' جولائی' ۱۹۳۹ء' مشمولہ' تلخیص الاردو' کراچی (۱۹۵۳ء) ص:۳۸۰ -
۳۳ - ڈاکٹر سہیل بخاری' اردو زبان میں الفاظ سازی' اسلام آباد (۱۹۸۹ء)' ص ص : ۸ تا ۹-
۳۴ - باقر حسین' اردو زبان کی توسیع' ماہ نو' کراچی' نومبر ۱۹۵۳ء' ص:۱۶ -
۳۵ - آفتاب حسن' اردو ذریعۂ تعلیم اور اصطلاحات' کراچی (مارچ ۱۹۶۵ء)' ص : ۲۵ -
۳۶ - ڈاکٹر نصیر احمد ناصر' اردو میں وضع اصطلاحات' اخبارِ اردو' اسلام آباد' جنوری ۱۹۸۴ء و

مشمولہ منتخبات اخبار اردو، اسلام آباد (۱۹۸۸ء)، ص: ۲۸۴ –
۳۷ – بحوالہ: وحید الدین سلیم، وضع اصطلاحات، ص ص: ۲۹ تا ۳۱ و ۱۵۹ –
۳۸ – سید غلام شبیر بخاری، اردو اصطلاحات سازی۔ ایک مطالعہ، **اردو نامہ**، لاہور، مارچ ۱۹۸۳ء، ص: ۱۴ –
۳۹ – شان الحق حقی، "وضع اصطلاحات کے اصولی مباحث"، مشمولہ، **تحقیق اور اصول وضع پر مقالات**، (جون ۱۹۸۷ء)، ص ص: ۱۸، ۱۹ –
۴۰ – مودب لکھنوی کے فرزند اور معروف لغت مہذب اللغات کے مرتب مہذب لکھنوی مرحوم کے بڑے بھائی انجمن محافظ اردو کراچی کے صدر اور معروف شاعر تکرم لکھنوی نے بھی نئے پاکستانی الفاظ پر مشتمل ایک لغت مرتب کیا، جس کا نام بھی مہذب اللغات رکھا۔
۴۱ – تکرم لکھنوی، مہذب اللغات، کراچی: انجمن محافظ اردو، جون ۱۹۸۱ء، ص: ۱۰۰ –

فصلِ دوم

انگریزی زبان کا مطالعہ

اس وقت اردو کی ترقی کا زیادہ تر دارومدار انگریزی زبان پر ہے۔ انگریزی کے طرزبیان، اسلوب، قواعد، ذخیرۂ الفاظ اور اصطلاحات نے اردو پر خاطر خواہ اثر ڈالا ہے۔ اردو میں تراجم کا زیادہ تر ذخیرہ انگریزی ہی کی وساطت سے آیا ہے اور اصطلاحات کا ترجمہ بھی عموماً انگریزی سے کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اردو اصطلاحات سازی کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں انگریزی کی اہمیت، مستقبل اور الفاظ سازی کے اصولوں کا مختصر سا جائزہ لے لینا چاہیے تاکہ اردو میں آئندہ ترقی کے امکانات روشن ہو سکیں۔

ا۔ انگریزی کا ارتقائی جائزہ

انگریزی زبان کے علمی ارتقاء کی کہانی تین چار سو سال سے زیادہ پرانی نہیں۔ ایک زندہ زبان کی طرح یہ زبان بھی عروج و زوال کا شکار ہوئی۔ قدیم انگریزی جس پر انگلستان کو ناز کرنا چاہیے تھا، جدید صنعتی انقلاب کی بھینٹ چڑھ گئی۔ اس کے لہجے، ہجے، معانی اور استعمالات بدل گئے، قواعد و ضوابط میں ترمیم ہوئی۔ بیسویں صدی کے اوائل میں ایک ایسی انگریزی ہمارے سامنے آئی جو اس صدی کے آخر تک اپنے علمی و اصطلاحی ذخیرے اور اسالیبِ بیان پر فخر کر سکتی تھی۔

ماہرینِ نفسیات اس امر پر متفق ہیں کہ علمی غورو فکر کا سب سے بڑا آلہ زبان ہے اور کوئی بھی فرد کسی ایسی زبان میں غورو فکر نہیں کر سکتا، جو اس کی اپنی نہ ہو، جس کے قواعد و لغات اس کے تحت الشعور سے نہ پھوٹیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اہلِ یورپ نے اس وقت تک ترقی کے زینے پر قدم نہیں رکھا جب تک وہ عرب جامعات میں تعلیم پاتے رہے اور اس وقت تک ان کے ہاں علمی غور و فکر شروع نہیں ہوا، جب تک وہ عربی ذریعۂ تعلیم میں علم حاصل کرتے رہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ عربی ان کے شعوری تعلم کا نتیجہ تھی۔ اس کے سوتے ان کے تحت الشعور سے نہیں پھوٹتے تھے۔ چنانچہ بقول سارٹن[۲] تیرھویں صدی عیسوی میں انھوں نے اٹلی میں سیلرنو اور پاڈا کے مقام پر پہلی یونیورسٹیاں قائم کیں اور لاطینی کو علمی زبان بنایا گیا اور جب یہ زبان بھی ان کے تحت الشعور تک نہ پہنچ سکی تو انھوں نے لاطینی کو مردہ قرار دے کر قومی زبانوں مثلاً فرانسیسی، اطالوی، جرمن وغیرہ کے

فروغ اور تحفظ کی کوششیں شروع کر دیں۔ انگریزی اسی کوشش کا ماحصل تھی۔ یونانی، عربی، لاطینی، جرمن، اطالوی اور فرانسیسی کا تمام تر ذخیرۂ الفاظ و اصطلاحات انگریزی کے حضور حاضر ہو گیا۔

رچرڈ میلکاسٹر کے زمانے، سولھویں صدی عیسوی، میں انگریزی کو علمی زبان بنانے کی تحریک شروع ہوئی اور کہیں انیسویں صدی میں جا کر انگریزی لاطینی سے چھٹکارا پا سکی۔ اس وقت تک انگریزی پر اردو ہی کی طرح یہ اعتراض ہوتا رہا کہ یہ علمی بار اٹھانے کے قابل نہیں۔ ۱۸۵۷ء میں جب میتھیو آرنلڈ آکسفورڈ میں شاعری کے پروفیسر منتخب ہوئے تو انھوں نے اپنا افتتاحی مقالہ انگریزی میں پڑھا۔ حالانکہ صدیوں کی روایت تھی کہ آکسفورڈ کا شاعری کا پروفیسر اپنا افتتاحی مقالہ لاطینی میں پڑھتا تھا[۳]۔

۲۔ انگریزی کی اہمیت

کسی بھی زبان کی اہمیت کا بنیادی تعلق اس امر سے ہے کہ دوسری قومیں اس میں کس حد تک دلچسپی لیتی ہیں اور اس سے کس حد تک استفادہ کرتی ہیں۔ کسی قوم کی زبان اس وقت اہم بن جاتی ہے جب وہ قوم سیاسی، معاشی، تجارتی، سماجی اور ثقافتی لحاظ سے دنیا کے لیے اہم ہو جاتی ہے۔ تاریخ زبانِ انگریزی کے مصنفین البرٹ باؤ اور کیبل نے انگریزی کی اس اہمیت پر پوری توجہ دلائی ہے[۴]۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس وقت انگریزی، فرانسیسی اور جرمن زبانیں دنیا کی اہم زبانوں کے طور پر نظر آتی ہیں۔ دوسری طرف ایسی زبانیں بھی ہیں جو علمی لحاظ سے اہم ہیں لیکن سیاسی اور سماجی لحاظ سے ان کی کوئی اہمیت نہیں مثلاً یونانی۔

اس لحاظ سے جب ہم انگریزی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ انگریزی برطانیہ، امریکا اور آسٹریلیا کی قومی زبان ہے۔ کینیڈا کے کمشنر زبان ہائے دفتری نے دنیا بھر کی دفتری زبانوں کا جو نقشہ شائع کیا ہے[۵]، اس کی رو سے انگریزی ۳۲ ممالک کی دفتری زبان ہے۔ جن میں سے ۲۱ میں صرف انگریزی، ۷ میں انگریزی و قومی، ۲ میں انگریزی اور ولندیزی اور ۳ میں انگریزی و فرانسیسی زبانیں رائج ہیں۔ کل یورپی زبانیں اس وقت ۹۰ ممالک میں رائج ہیں۔ انگریزی کے بعد فرانسیسی (۲۵ ممالک)، ہسپانوی (۱۸)، پرتگالی (۵)، جرمن (۲)، ولندیزی (۲) اور اطالوی (۲) ممالک میں رائج ہیں۔

انگریزی اقوام متحدہ اور بیشتر عالمی اداروں کی رابطہ زبان کا کام دے رہی ہے۔ یونیسکو کی چھ دفتری زبانوں میں سے ایک انگریزی بھی ہے۔ دیگر زبانیں فرانسیسی، روسی، ہسپانوی، چینی اور عربی ہیں۔

انگریزی اس وقت سائنس اور ٹیکنالوجی کی زبان بھی ہے۔ اس میں لاکھوں کتابیں اور مقالے شائع ہوتے ہیں، جن کا کتابیاتی کنٹرول بھی اب ممکن نہیں رہا۔ لائبریری آف کانگریس نے ۷۷-۱۹۷۳ء کا ۱۳۵ جلدوں پر مشتمل جو قومی یونین کیٹلاگ شائع کیا ہے،

اس میں لاکھوں انگریزی کتابوں کا اندراج ہے۔ اس کے علاوہ انگریزی میں ہزاروں علمی رسائل شائع ہوتے ہیں اور اکثر و بیشتر زبانوں کی علمی کاوشوں کے خلاصے بھی اس میں شائع کیے جاتے ہیں۔ Bowker International serials کے مطابق دنیا میں کل جرائد کی تعداد ۱۳۳۹۰۰ ہے جو ۱۹۷ ملکوں کے ۵۹۰۰۰ ناشر شائع کرتے ہیں۔ صرف امریکا اور کینیڈا میں شائع ہونے والے ۱۹۸۸ء تک معیاری جرائد کی تعداد ۶۵ ہزار ہے جو پچھلے سال کی نسبت ۱۱۰۰ زیادہ ہے۔ ان جرائد میں ایک مستند تحقیق کے مطابق دنیا میں ۲۰ لاکھ مقالات سالانہ شائع ہوتے ہیں۔ صرف ان کے اشاریے کا وزن ۱۵ کلوگرام ہے۔

۳۔ انگریزی کا ذخیرۂ الفاظ

انگریزی جرمانوی گروہ کی زبان ہے۔ جس میں جرمن، ولندیزی، فلمش، ڈینش، سویڈش اور نارویجن زبانیں شامل ہیں۔ اس کے قواعد اور ذخیرۂ الفاظ کا ان زبانوں کے ساتھ خاصا اشتراک ہے لیکن اس کا "نصف سے زیادہ ذخیرہ لاطینی سے آیا ہے۔ کچھ براہ راست اور کچھ فرانسیسی اور دیگر رومانوی زبانوں کی وساطت سے۔ نتیجۃً انگریزی کا موجودہ ذخیرۂ الفاظ زیادہ تر لاطینی، فرانسیسی، اطالوی اور ہسپانوی اور پرتگالی پر مبنی ہے۔"

اردو کی طرح انگریزی میں بھی یہ صلاحیت ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے الفاظ اپنے لسانی گروہ سے باہر کے ماخذوں سے بھی حاصل کر سکتی ہے۔ مثلاً بہت سے الفاظ امریکی انڈین سے جیسے Homing,Chipmunk, Shunk,Raccon,Moose، کچھ ولندیزی سے مثلاً Golf,Duck. Brandy, Cruller, Wagon، کچھ روسی سے مثلاً Stephe, Drosky، Vodka، کچھ فارسی سے مثلاً Caravan, Dervish, Divan, Khaki, Mogul, Shawl، Sherbet، کچھ فارسی سے انگریزی بگاڑ کے ساتھ مثلاً Lilac, Lemon, Chess, Check, Paradise, Jasmine Borax,Turban, وغیرہ، کچھ بنگالی سے مثلاً Baboo اسی طرح عبرانی، عربی، ہنگروی، اردو، ہندی، ملائی، چینی کے علاوہ آسٹریلیا، جاوا، مغربی افریقہ اور برازیل کی زبانوں سے بھی خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے۔[۹]

آکسفورڈ ڈکشنری میں ایسے ہزاروں الفاظ مل جاتے ہیں۔ ویبسٹر اس سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔ وہ مستعملات کے لحاظ سے چار علاقوں کی انگریزی کو مستند قرار دیتا ہے۔ ۱۔ برطانیہ، ۲۔ امریکا، ۳۔ کینیڈا، ۴۔ ہندوستان (پاک و ہند)۔

انگریزی الفاظ کا ادبی ذخیرہ بیس بائیس ہزار الفاظ کا ہے۔ (شیکسپیر نے ۲۴ ہزار کے قریب الفاظ استعمال کیے تھے)۔ انگریزی کا عام ذخیرہ ساٹھ ہزار الفاظ ہے، جبکہ تکنیکی اصطلاحات سمیت یہ ساڑھے چار لاکھ تک جا پہنچتا ہے۔

۴۔ انگریزی الفاظ سازی کی خصوصیات

انگریزی کے ذخیرۂ الفاظ میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کی بڑی وجہ انگریزی کی

الفاظ سازی کی صلاحیت ہے۔ اس زبان میں الفاظ کی در آمد تین طرح سے ہو رہی ہے۔ ۱۔ ترجمہ، ۲۔ تسمیہ ۳۔ وضع الفاظ۔ دیگر زبانوں سے جو الفاظ سامنے آتے ہیں، انھیں ترجمہ کر لیا جاتا ہے۔ بعض نئی چیزوں کو نئے نئے نام دیے جاتے ہیں اور بعض مفاہیم کے لیے نئے نئے الفاظ گھڑے جاتے ہیں۔ مثلاً "کوڈک" کا لفظ اس فلم ساز کمپنی کا تجارتی نشان تھا لیکن یہ کیمرے اور فلم کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اسی طرح Frididaire کا لفظ Refrigerator کے معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔ Kleenax اور Xerox بھی تجارتی نشانات ہیں، جو بطور اسم مستعمل ہیں۔ OPEC, SCUBA, RADAR وغیرہ مخففات ہیں جو الفاظ کے طور پر مستعمل ہیں۔

بعض انگریزی الفاظ اپنے مماثل الفاظ کے اصولوں پر وضع ہوتے ہیں۔ مثلاً Linotype سطر بہ سطر ٹائپ بندی کرنے والی مشین اور کمپنی کا نام ہے، جو اس کے طریق کار کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ Stereotype کے مماثل ہے۔ اسی طرح Dictaphone کا جائزہ لیں تو یہ Dictate اور Telephone کا ایسا مرکب ہے، جس میں سے ate اور tele کو حذف کر کے مرخم بنا دیا گیا ہے۔

ایک بالکل جدید لفظ یا اصطلاح Velcrotab ملاحظہ ہو، جسے ایک پرس بنانے والی کمپنی نے بطور تجارتی نشان وضع کیا۔ یہ لفظ ابھی تک کسی لغت میں نہیں آیا لیکن مستعمل ہو چکا ہے۔ یہ کمپنی ایسے طریقے سے بند ہونے والے پرس بناتی تھی، جن کے دونوں سرے روئیں دار ہوتے ہیں اور دبانے پر باہم چسپاں ہو جاتے ہیں۔ اب جوتے بنانے والی کمپنیاں بھی اسی طریقے کو استعمال کرتی ہیں۔ یہ لفظ تین فرانسیسی الفاظ سے مرکب ہے۔ Veloure یعنی "مخملی، بالوں والا، روئیں دار"، Crote یعنی "اجزا، جیسے، گولیاں" اور Tab "تسمہ، تکمہ، بٹن"۔ انھیں ملا کر یہ لفظ وضع کیا گیا ہے اور اس کے معنی "روئیں دار تسمہ" کے ہیں۔ ایسے طریقے کو اصولِ نحت کہا جاتا ہے۔ اردو میں یہ طریقہ "بسملہ" وغیرہ الفاظ میں مستعمل رہا ہے۔

انگریزی کی الفاظ سازی کی یہ صلاحیت اس کی اصطلاحات سازی کی صلاحیت بھی ٹھہرتی ہے۔ جس کا جائزہ ہم آگے چل کر لیں گے۔ باؤ اور کیبل نے انگریزی کی الفاظ سازی کی خصوصیات کا جو جائزہ لیا ہے، اسے مختصراً اس طرح سے بیان کیا جا سکتا ہے[11]:۔

۱۔ اسمِ خاص سے نئی الفاظ سازی

۲۔ خود وضاحتی مرکبات

۳۔ یونانی اور لاطینی الفاظ سے مرکبات سازی

۴۔ متماثل الفاظ کے ساتھ سابقوں اور لاحقوں کا استعمال

۵۔ پرانے الفاظ نئے معانی کے ساتھ

۶۔ صحافت میں نئے معنی کا استعمال

۷۔ بعض معانی کی تبدیلی یا وضع

اسم خاص سے عام الفاظ وضع کرنے کی مثالیں Sandwich,Diesel سے دی جا سکتی ہیں۔ یہ افراد کے نام ہیں، جو اب اشیاء اور افعال کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ Limousine فرانس کا ایک صوبہ ہے وغیرہ۔ خود وضاحتی مرکبات کی مثال Finger-print, Stream - line ,Lip-stick, Know-How وغیرہ سے دی جا سکتی ہے۔ جہاں دو الفاظ پاس پاس رکھ دیے جاتے ہیں اور نیا معنی حاصل کر لیا جاتا ہے۔ یونانی اور لاطینی مرکبات کی مثال Telephone, Stethoscope, Automobile, سے دی جا سکتی ہے۔ متماثل الفاظ کے ساتھ سابقوں اور لاحقوں کا استعمال خاصا نیا ہے۔ مثلاً -Trans کا سابقہ Transiberian ,Transcontinental یا سابقہ۔ Post ,Postclassical سابقہ۔ Pre Precool, Preheat، سابقہ۔ Sub ,Subseller، جیسے الفاظ کی تشکیل کا سبب بنا۔ بعض پرانے الفاظ نئے معنی میں استعمال ہوئے مثلاً Broadcast "بیج کا چھٹا" کے معنی میں مستعمل تھا جو نشر کاری کے معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔ Record تھالی نما گراموفون ریکارڈ تھا، جو ذخیرہ کاری کے معنی میں آگیا ہے۔ صحافت کے اثرات سے بھی الفاظ کے نئے معنی سامنے آئے ہیں مثلاً Sidestep, Caughtnapping, Bamboocurtain, وغیرہ، معنی کے لحاظ سے بھی الفاظ میں خاصی تبدیلی آتی رہتی ہے، جو لاشعوری طور پر زبانوں میں جاری رہتی ہے۔

۵۔ انگریزی کا مستقبل

بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ اس وقت دنیا کی علمی ترقی انگریزی کے ساتھ وابستہ ہے۔ لیکن کیا مستقبل میں بھی انگریزی دنیا کی علمی زبان رہے گی، اس کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔ کوئی بھی زبان دراصل اپنے اصل بولنے والوں ہی کی بنا پر زندہ رہتی ہے۔ زبان کی جڑیں اس کی اپنی قوم ہی میں پیوست ہوتی ہیں۔ دیگر قومیں خواہ اس زبان کو کتنا ہی استعمال کریں، وہ اسے ہرگز فروغ نہیں دے سکتیں۔ انگریزی جس قوم کی زبان تھی یعنی انگریز وہ اب اپنے ملک انگلستان میں بھی محدود تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اس وقت اگر انگریزی پھیلی ہے تو امریکا کی بدولت۔ امریکی لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا کی عالمی زبان انگریزی ہی ہو گی۔ عالمی زبان پر ایک محقق لسانیات لکھتا ہے[۱۲]:

> "امریکی نعرے E.Plurilus Unum کا مطلب ہے، الگ الگ مقتدر ریاستوں کی بجائے ایک واحد عالمی حکومت، انگریزی بطور واحد عالمی زبان کے ساتھ۔ اس فتح کو یقینی بنانے کے لیے امریکی ماہرین لسانیات انگریزی کو سادہ سے سادہ تر بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں لیکن بالآخر انھیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

جبکہ ایک اور محقق لکھتا ہے کہ بین الاقوامی استعمال کے لیے واحد عالمی ذریعہ وجود میں نہیں آیا' کیونکہ انگریزی کو ابھی تک یہ مقام نہیں ملا[۱۳]۔ اگر انگریزی کامیاب رہی اور اسے کامیاب بنانے کی کوشش کی گئی تو بقول سیترین وہ زبان انگریزی نہیں رہے گی بلکہ ایک بگڑی یا گلابی (Pidgin) زبان ہو گی اور اسے بگڑنے کے عمل (Pidgination) سے گزرنا پڑے گا[۱۴]۔ یعنی انگریزی اپنی اصل صورت میں قائم نہیں رہے گی اور اگر انگریزی کا مستقبل اس کے اہل زبان سے وابستہ ہے تو یقیناً اب یہ مستقبل مخدوش ہے۔ البتہ ثانوی زبان کی حیثیت سے بعض ملکوں میں اسے فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ باؤ اور کیبل لکھتے ہیں[۱۵]:۔

" یہ چار صدیوں کے عروج کے بعد زوال پذیر ہے۔ البتہ جہاں تک اس کے بطور ثانوی زبان استعمال کا تعلق ہے تو ایسی قوموں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ اب ایسے افراد کی تعداد ۳۰ کروڑ سے زائد ہو چکی ہے .... مثلاً بھارت' نائیجیریا' فلپائن میں یہ دفتری زبان کی حیثیت رکھتی ہے...... ان زبانوں میں قومی زبانیں بھی ترقی پر ہیں۔ مثلاً ہندی' سواحلی اور ٹیگالوگ زبانیں .... اب انگریزی کی ترقی دنیا بھر میں ثانوی زبان کے طور پر اس کے استعمال کے ساتھ وابستہ ہے۔"

کیا بطور ثانوی زبان بھی انگریزی کا مستقبل روشن ہے اور اسے عالمی زبان کی حیثیت حاصل ہو سکے گی؟ اس سوال پر یونیسکو کی طرح کے اداروں نے بھی غور کیا ہے لیکن ثقافتی اور تجارتی مفادات کی بناء پر شاید ایسا ہونا اب ممکن نہیں اور باوجود یہ کہ دنیا "واحد زبان" کی خواہش رکھتی ہے' کوئی بھی قوم اپنی زبان کو ترک کرنے کے لیے تیار نہ ہو سکے گی۔ سیل لکھتا ہے[۱۶]:۔

" نہ صرف تاجروں اور سائنس دانوں بلکہ سیاستدانوں اور اعلیٰ سماجی طبقہ کے لیے بیسویں صدی میں انگریزی "لازمی" طور پر جاننے کی زبان بن گئی ہے .... یہ عالمی زبان بن سکتی ہے لیکن اس طرح انفرادی ثقافتوں کو زک پہنچ سکتی ہے.... زبان ثقافت کے تحفظ اور فروغ کا بنیادی ذریعہ ہوتی ہے۔"

دور جدید میں اقوام عالم میں اپنی ثقافتوں اور زبانوں کو فروغ اور تحفظ دینے کی تحریک پیدا ہوئی ہے' جس کے نتیجے میں انگریزی کا علمی سرمایہ اب نصف سے بھی کم ہو کر رہ گیا ہے۔ سبرانیم نے اپنی کتاب میں اس امر کے اعداد و شمار پیش کیے ہیں کہ پچاس فی صد علمی سرمایہ اب انگریزی کے علاوہ دیگر زبانوں میں شائع ہو رہا ہے۔ جن میں روسی' چینی' جاپانی اور دیگر یورپی زبانیں شامل ہیں[۱۷]۔

۱۹۶۹ء کے ایک سروے کے مطابق صرف کیمیا میں ریڈ[۱۸] نے لکھا ہے کہ ۵۵ء۹٪ مقالات انگریزی میں طبع ہوتے ہیں جب کہ ۲۲ء۶٪ روسی زبان میں' ۵ء۷٪ جرمن میں' ۳ء۴٪ فرانسیسی میں اور ۵ء۱٪ اطالوی میں طبع ہوتے ہیں۔

۲۵ تا ۲۷ اگست ۱۹۹۳ء کو جرمنی کے شہر کولون میں منعقد ہونے والی تیسری عالمی کانگریس برائے اصطلاحی علمی انجینئری کے مقاصد میں بھی اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ [۱۹]:

"کل کی اطلاعاتی و مواصلاتی دنیا اپنی نوعیت کے لحاظ سے کثیر لسانی ہو گی اور اس مقصد کے لیے متنوع اصطلاحی بینکوں کا جال کام کر رہا ہو گا"

جدید تاریخ سے ظاہر ہے کہ لسانی پالیسی اب قوموں کا جذباتی مسئلہ بن چکی ہے۔ کسی قوم کی زبان اس کی آزادی اور قومیت کی علامت ہوتی ہے۔ باؤ اور کیبل اس نکتے کی وضاحت میں لکھتے ہیں [۲۰]:-

"کیا یونیسکو کی کسی ایک دفتری زبان سے وابستہ افراد میں سے کوئی بھی اپنی زبان کو نیچا دکھانا چاہے گا۔"

اگر ہم کمشنر زبان ہائے دفتری کینیڈا کے شائع کردہ زبانوں کے نقشے پر نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی قومی زبانوں کو اکثر ممالک نے اپنے دفتروں میں رائج کر رکھا ہے۔ دنیا کے ۱۳۵ ممالک میں ۶۵ دفتری زبانیں نافذ ہیں۔ عربی کو عالمی سطح پر فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ چنانچہ یہ یونیسکو کے علاوہ ۲۰ ممالک کی دفتری زبان ہے۔ ۴۵ ممالک میں ان کی اپنی قومی زبانیں رائج ہیں اور یہ تعداد اب روز افزوں ہے [۲۱]۔

امر قابل غور یہ ہے کہ ایسی صورت میں پھر کون سی زبان عالمی ثقافت کا بار اٹھائے گی؟ اس کا جواب ہے "مشینی ترجمہ۔" مارٹن صیل لکھتا ہے [۲۲]:-

"بالآخر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کمپیوٹر جو الفاظ کو ہندسوں میں بدل دیتا ہے، حتمی طور پر عالمی زبان بن سکتا ہے۔ (کیا ایسا نہیں ہو سکتا؟)۔"

حوالہ جات =

۱۔ ملاحظہ ہو: ڈاکٹر مرزا حامد بیگ، کتابیات تراجم (دو جلدیں) اور اردو میں نثری تراجم، مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔

2. c.f.,George Sarton, Six Wings, (1957)-

۳۔ بحوالہ: جیلانی کامران، انگریزی زبان و ادب کی تدریس میں قومی زبان کا کردار، اسلام آباد، (۱۹۸۵ء)، ص: ۹۸۔

4. Albert C.Baugh and Thomas Cable, A History of the English Language,(Third Ed.)(London), 1980, P:3-

5. Commissioner of Official Languages, Languages of the world, Ottawa, Canada (2nd Ed.),April 1986,P:1-

6. Mathew, Manning, **The Standard Periodical Directory** (11th Ed.), New York: Oxbridge Communication, Inc. 1988, Preface-

7. Dawidowicz, Alexsander, **The Prospects of Internationalization and Transfer of Scientific Terminology,** *NEOTERM*, Warsa,NO.7/8, 1987,P:51-

8. Baugh and Cable, **Op.cit, P:9-**

9. **Ibid,** P:10-

10. Ellen I.Crowley and Robert C.Thomas, **Acronymsa and Intialisms Dictionary,** (4th ed.)New York,(1973)-

11. Bough and Cable, Op.Cit, P:9-

12. Elliot R. Goodman,*World State and World Language*, Fishman, Jusha A.(Ed.)**Readings in the sociology of language**, the Hague (1977), **P:724-**

13. Kozybski,Tadeuz,**Unification of Scientific Terminology,** *NEOTERM* Warsa, No.1/1984, P:16-

14. William J.Sanarin, **Lingua Francas of the World,** In **Readings in the Sociology of Language, P:671-**

15. Baugh and Cable, **Op.cit.,** PP:5-6-

16. Martin H.Sable, *Translation* in **Encyclopedia of Library and Information Science,** Vol.31, New York (1981), P:107-

17. Krishna Subramanyam, **Scientific and Technical Information Sources,** N.Y.(1981), **P:180-**

18. **E.E.Reid, Chemistry Through the Language Barrier,** Baltimore (1970), **P:2-**

19- **Preliminary Programme TKE 93**
cologne, FRG, Objectives, P:5 .

20. Baugh and Cable, **Op-cit,** P:7-

۲۱۔ ملاحظہ ہوں اس نقشے کے حوالے سے اعداد و شمار: اردو اور پاکستان' دنیا کی دفتری زبانوں کے تناظر میں' **اخبارِ اردو**' اسلام آباد' اکتوبر ۱۹۸۸ء' ص ص:۹ تا

22. Martin H.Sable, **Op.cit,** P:107.

Scanned by CamScanner

فصلِ سوم

انگریزی اصطلاحات کی تاریخ

انگریزی زبان کی تاریخ اور اصطلاح کا مطالعہ اس وقت تک نا مکمل رہتے ہیں جب تک کہ انگریزی میں اصطلاحات کے دخل اور ارتقاء کا جائزہ نہ لے لیا جائے نیز یہ معلوم نہ کر لیا جائے کہ اصطلاحات کہاں کہاں وجود میں آتی رہیں اور ان کے ماخذ کیا کیا ہیں۔

ا۔ اصطلاحات کا آغاز

کہا جاتا ہے کہ اصطلاحات کا آغاز یونان سے ہوا' اسی لیے اکثر اصطلاحیں یونانی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں کچھ چینی اور ہندوستانی بھی ہوں کیونکہ اصطلاحات اور علم کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور علم کسی ایک ملک اور زبان میں محدود نہیں رہتا۔ یونان سے پہلے میسوپوٹیما (عراق) اور مصر بھی علوم کے بڑے مراکز تھے۔ ان سے بھی اصطلاحات یونان پہنچیں۔ اسلامی دور میں یہ تمام اصطلاحاتی ذخیرہ عربی زبان میں جمع ہوا تو پہلی بار مسلمانوں نے اس کو مرتب کیا۔ خود عربی زبان میں بھی وضع اصطلاحات کا کام ہوا جو بعد ازاں لاطینی کی وساطت سے' یورپین اور مختلف زبانوں سے ہوتا ہوا' انگریزی میں داخل ہوا لیکن اصطلاحات سازی میں' بقول سٹیڈمین' شاید ہی انگریزی زبان کا اپنا کوئی حصہ ہو[۱]۔

جہاں تک عربی زبان کا تعلق ہے' علم الادویہ' طب' کیمیا' فلکیات اور ریاضی کی اکثر اصطلاحات اسی زبان میں وضع ہوئیں۔ مثلاً الکوحل' الکلی' کافور' شربت' تار تار وغیرہ۔ بعض یونانی الفاظ معرّب صورت میں آئے۔ الکیمیا' الاکسیر' مقناطیس وغیرہ۔

انگریزی نے صرف چند سادہ الفاظ دیے ہیں اور وہ بھی دراصل اینگلو سیکسن کا عطیہ ہیں۔ انھیں ہم اصطلاحات نہیں کہہ سکتے۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں[۲]۔

"انگریزی زبان کے لغات میں اینگلو سیکسن الفاظ ۱/۵ سے بھی کم ہیں۔ ۳/۵ لاطینی اور یونانی ہیں"۔

سٹیڈمین نے ایسے الفاظ کی فہرست دی ہے[۳]۔

انگریزی الفاظ میں علمی بیانات اور سائنسی مضامین لکھے جانے کی تاریخ چودھویں صدی عیسوی سے زیادہ پیچھے تک نہیں جاتی اور یہی دور اردو میں تصوف کی اصطلاحات در آنے کا ہے جس کا جائزہ ہم نے آگے چل کر دسویں باب میں لیا ہے۔ چودھویں صدی کے اختتام

جدید مغربی اصطلاحات کا اشتقاقی ترسیمی جائزہ
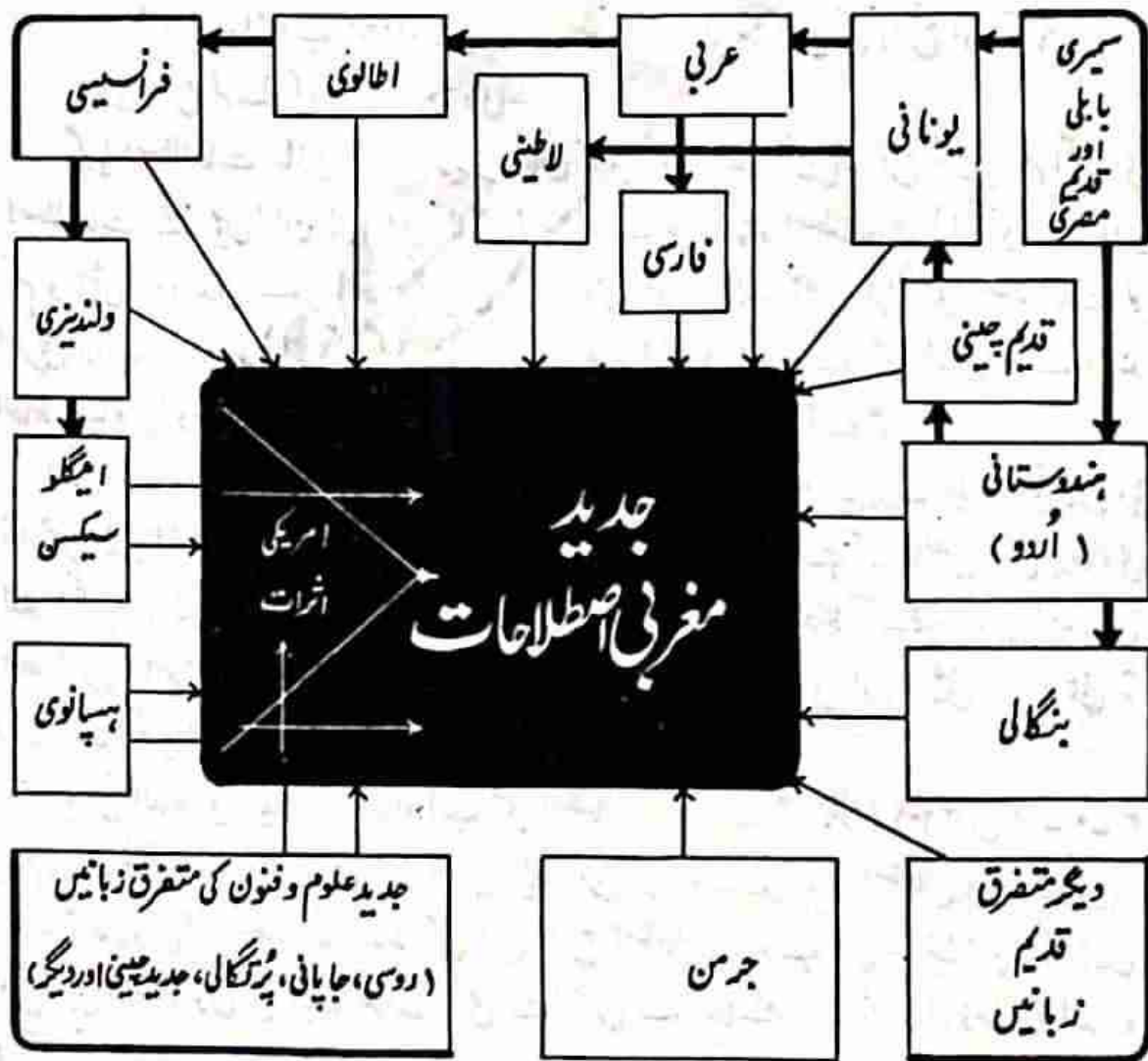
اور پندرھویں صدی کے اواخر میں انگریزی میں علمی اصطلاحات در آئیں اور عجیب بات ہے کہ پہلے عربی اصطلاحات آئیں، پھر لاطینی اور آخر میں یونانی اور دیگر ماخذوں سے اصطلاحات انگریزی زبان کا جزو بنتی چلی گئیں۔ بیوان لکھتا ہے[۴]:

"جیوفرے چاسر نے ۱۳۹۱ء میں اپنے بیٹے لوئی کے لیے "اصطرلاب" پر ایک کتاب لکھی اور اس میں Azimoth,Nadir,Zenith جیسی عربی اصطلاحات استعمال کیں جو بعد میں انگریزی کا جزو بن گئیں۔ اس دور میں چونکہ پڑھے لکھے لوگ لاطینی استعمال کرتے تھے، اس لیے انگریزی میں لاطینی اصطلاحیں آنا شروع ہوئیں اور اس کے بعد یعنی یورپی دور اصلاحات (Reformations) کے بعد لاطینی اور یونانی مادوں سے اصطلاحیں وضع کرنے کا کام شروع ہوا، جب ۱۶۶۴ء میں رائل سوسائٹی نے سائنس کی واضح اور یکساں زبان وضع کرنے کی طرف توجہ دی۔"

گویا اصطلاحات سازی میں انگریزی زبان کا اپنا کوئی حصہ نہیں۔ آج جنھیں ہم انگریزی اصطلاحات کہتے ہیں، ان میں عربی، لاطینی، یونانی کے علاوہ کچھ اصطلاحات فرانسیسی سے بلا یا کم و بیش ردو بدل کے ساتھ انگریزی میں شامل ہوئیں[۵]۔ بعض فرانسیسی اصطلاحات کو امریکی روپ دے کر شامل کیا گیا ہے[۶]۔ کچھ الفاظ اطالوی زبان سے بھی شامل ہوئے۔ چند الفاظ ہسپانوی، ولندیزی، جرمن، کچھ فارسی، چینی، بنگالی وغیرہ سے آئے[۷]۔

معروف ماہر تعلیم ڈی این اکج نے تدریس انگریزی پر ایک خطبہ برک بیک کالج میں دیا تھا جس میں انھوں نے اس امر کا اعتراف کیا تھا کہ عجب بات ہے کہ خالص دیسی برطانوی لفظ انگریزی میں مشکل سے ملیں گے[۸]۔ ابتدا میں نارمن الفاظ آئے۔ فنون لطیفہ کی اصطلاحیں اطالوی سے آئیں۔ بحری الفاظ ولندیزی ہیں۔ ہسپانوی اور لاطینی اور یونانی تو عرصہ تک انگریزی کے ساتھ چمٹی رہیں۔

یونانی الفاظ کی ایک کثیر تعداد اب بھی استعمال ہوتی ہے مثلاً بقراط (۴۶۰ ق م - ۳۷۰ ق م) نے بعض الفاظ جس طرح استعمال کیے، آج بھی طب میں بعینہٖ استعمال ہو رہے ہیں۔ سقراط، جالینوس، ارسطو کے الفاظ بھی اسی طرح استعمال ہو رہے ہیں۔ سٹیڈمن نے ایسی بعض طبی اصطلاحوں کی ایک فہرست دی ہے، جس کے مطالعے سے ہم دیگر ذخائر کا اندازہ لگا سکتے ہیں[۹]۔

۲۔ جدید اصطلاحات میں عربی کا حصہ

جہاں تک عربی زبان کا تعلق ہے، لا ئمنس اپنی کتاب "فرانسیسی زبان میں عربی سے مشتق الفاظ پر ایک نظر" میں لکھتا ہے کہ فرانسیسیوں نے اپنی زبان میں نو سو عربی الفاظ داخل کیے تھے۔ اس کے حوالے سے علامہ سید سلیمان ندوی کے نظریے کی تائید میں ڈاکٹر

محمد سعود نے لکھا ہے کہ پرتگالی زبان میں عربی کے تقریباً تین ہزار الفاظ پائے جاتے ہیں اور اسپنی زبان کے تقریباً ایک چوتھائی الفاظ عربی سے ماخوذ ہیں۔ جرمن، انگریزی، ولندیزی، اسکینڈے نیوی، روسی، پولش وغیرہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ انھوں نے ان کی تفصیل دی ہے:[۱۰]

"ریاضی میں: الجبرا، الخوارزم کیمیا میں: الکیمی، الکحل، القلی، الانبیق، الاکسیر، کافور، شربت، نباتیات میں: صندل، زعفران، آرنج، تمر ہندی، زنجبیل، قطن (Cotton)، خولنجان (Colango)، طب میں: قولنج (Colic)، جلاب (Julap)، قرنیہ (Cornea)، عنبر، تجارتی اصطلاحات: رزم (rim)، ہک (Cheque)، تعریف (محصول) (Tarrif)، المخزن (Magazine)۔ بحری اصطلاحات: الصناعۃ (Arsonal)، لنگر (Anchor)، امیرالبحر (Admiral)، کیبل (Cable)۔ علم ہیئت میں آخر النہر (Acarner)، الرجل (Regal)، الطائر (Altair)، الغول (Algol)، الدبران (Aldebraan)، العنکبوت (Alankabut) اور دیگر۔"

ہندوستانی (اردو) سے بھی کثیر تعداد میں اصطلاحات انگریزی زبان کا حصہ بنیں۔ سترھویں صدی میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کا اثر ہندوستان پر پھیلنے لگا اور انگریز تاجر یہاں سے دولت اکٹھی کر کے اپنے ملک لے جانے لگے تو اس کے ساتھ ساتھ علمی سوغاتیں بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ ڈاکٹر میری سارجنٹ، لیکچرر انگریزی لندن یونیورسٹی نے اپنی کتاب **انگریزی زبان میں اجنبی الفاظ کی تاریخ** میں ایسے بہت سے الفاظ گنائے ہیں[۱۱]۔ ان میں سے مندرجہ ذیل اصطلاحی نوعیت رکھتے ہیں:

"ٹسر، دتورا، کاٹ (کھاٹ)، چاپ (Chop)، چھاپنا، (ٹھپہ لگانا)، شامپو (چپو، چپی کرنا)، ڈاکوائٹ (ڈکیت)، آرنیک (زرنیکا)، اسپناخ (اسفاناخ)، جیسمین (یاسمین)، جیولپ (گلاب)، کس کس (خشخاس)، انفیوز (Infuse - نفوذ)، اینٹیق (Antique عتیق)، ایبل (Able قابل)، ابیوز (Abuse عبث)، ایجیلٹی (Egility عجلت)، ایز (Ease عیش)، آئیڈیا (Idea عندیہ)، ڈیفائی (Defi دفاع)، گیس (Guess) (قیاس)۔"

ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کچھ الفاظ پہلے ہی عربی، فارسی کے راستے آئے ہوں لیکن اردو (ہندوستانی) کے حوالے سے انھیں مزید توثیق حاصل ہو گئی ہے۔ اگر ہم جدید بین الاقوامی اصطلاحات کا تجزیہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جدید دور میں اصطلاحات سازی کے مغربی ماہرین کے لیے عربی ایک اہم زبان کی حیثیت رکھتی تھی۔ خصوصاً سترھویں سے انیسویں صدی عیسوی تک عربی کے الفاظ اور مادوں کو انگریزی میں نئی وضع اصطلاحات کے لیے استعمال کیا گیا مثلاً عربی لفظ لوبان جاوی (جاوا کا لوبان) سے ہسپانوی میں بگڑے ہوئے

لفظ Lo-benjui سے ایک نئی اصطلاح Benzoin وضع کی گئی۔ اس طرح انیسویں صدی میں ایسی کئی نئی اصطلاحات وضع ہوئیں۔ ۱۸۳۵ء میں ڈیوماس (Dumas) نے عربی لفظ القلی کو جو پہلے ہی مستعمل تھا، یونانی لفظ Oeides سے ملا کر Alkaloid کی دوغلی اصطلاح وضع کی اور ۱۸۴۱ء میں فرتشے Fritiche نے عربی لفظ النیل سے نیلے رنگ کے ایک محلول کو Aniline کا نام دیا۔[۱۲]

۳۔ یورپ میں اصطلاحات سازی کا آغاز

یورپ میں اصطلاحات سازی میں پہلا نام سوئزر لینڈ کے کیسپرباؤہن (۱۵۶۰ء۔ ۱۶۲۴ء) کا آتا ہے جس نے نباتیات کی اصطلاحات وضع کیں۔[۱۳] لیکن اس کے اصولوں کی پیروی نہ کی گئی۔ سترھویں صدی سے قبل یورپ میں اصطلاحی انتشار کی وہی کیفیت تھی جس سے اس وقت اردو دوچار ہے۔ اصطلاحیں عربی، یونانی، لاطینی، جرمن، فرانسیسی اور دیگر متعدد ماخذوں سے آ رہی تھیں۔ ہر سائنس دان اپنی مرضی اور پسند کی اصطلاحیں استعمال کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی اصطلاحوں کو Jargon یعنی بے تکی قرار دیا جاتا تھا۔ سائنسی زبان کو انتشار سے بچانے کے لیے ۱۶۶۴ء میں پہلی بار رائل سوسائٹی لندن نے اپنے ایک رکن بشپ ولکنز کو سائنسی زبان کی معیار بندی کے لیے مقرر کیا۔ انھوں نے عملاً تو کچھ نہ کیا لیکن اس سے سائنس دانوں کو ایک مرکز پر جمع ہونے اور اپنی اصطلاحوں کی معیار بندی کرنے کا احساس ضرور ہوا۔ تاہم کہیں اٹھارویں صدی میں جا کر اصطلاحات سازی کا موجودہ باقاعدہ نظام وضع کرنے کی کوشش کی گئی جب ۱۷۳۵ء میں لیناؤس (۱۷۰۷ء۔ ۱۷۷۸ء) نے Systema Naturae لکھ کر پہلی بار حیاتیاتی درجہ بندی میں یونانی ترکیبی مادے استعمال کر کے نئی اصطلاحات وضع کرنے کا نظام دیا۔ حیاتیات میں آج تک اسی نظام کے تحت لاطینی اور یونانی ترکیبی مادوں سے اصطلاحات کا سیلاب امڈا چلا آ رہا ہے۔[۱۴]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگریزی کی جدید اصطلاحیں اصلاً یونانی سے نہیں آئیں بلکہ یونانی اور لاطینی ترکیبی مادوں (اور کہیں کہیں عربی، فارسی الفاظ کو) سامنے رکھ کر وضع کی گئیں۔ ایسی وضع شدہ مثالوں کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ اگر اصطلاحیں وضع ہی کرنا ہیں تو ان کے لیے یونانی مادے ہی کیوں؟ اس کی ایک وجہ اس دور کے سائنس دانوں کا نفسیاتی رجحان بھی ہے۔ یونان ایک قدیم تہذیب اور پہلا یورپی مرکز علم تھا۔ اگرچہ اس کا علم عربی زبان کی وساطت سے پہنچا تھا لیکن اہل یورپ کا تعصب انھیں اپنے اس مرکز کی طرف رجوع کرنے کے لیے مجبور کرتا تھا۔ چنانچہ اٹھارویں اور انیسویں صدی کے سائنس دان اپنے ہر نئے نظریے اور تصور کے لیے یونانی لفظ ہی کو ترجیح دیتے تھے۔[۱۵] جیسا کہ شٹال (Stahl) اپنے "اصولِ شعلہ باری" کے لیے اصطلاح وضع کرنے کی بنیاد بیان کرتے ہوئے

لکھتا ہے کہ "میں نے یونانی لفظ فلو جسٹن چن لیا[16]۔"

اس تصور کے تحت ۱۷۸۲ء میں ماروبو (Morveau) نے کیمیا کی اصطلاحات مرتب کیں[17]۔ اصطلاحات سازی میں انقلابی اقدامات اٹھارویں صدی ہی میں کیے گئے۔ فرانس میں اٹھارویں صدی میں شاہی فرمان کے تحت "رائل اکیڈمی" نے ایک جامع اور مستند فرہنگ مرتب کی۔ اس اکیڈمی کے ارکان کی تعداد چالیس تھی۔ اس لیے اسے چالیس زندگانِ جاوید بھی کہا جاتا ہے[18]۔

اس کی ایک بڑی وجہ وہ اصطلاحی انتشار تھا' جو بیسویں صدی عیسوی تک جاری رہا۔ اس انتشار کو ارتقاء کا نام دے کر مغالطہ پیدا کیا جاتا رہا ہے۔ اس کی ایک مثال ۱۷۷۴ء میں شیل (Scheele) کے کلورین گیس دریافت کرنے سے دی جا سکتی ہے۔ اس نے یہ گیس نمک کے تیزاب کی تکسید سے حاصل کی اور اس دور کی اصطلاحی زبان میں اسے Dephlogisticated Marineacid gas کا نام دیا۔ لواژے نے آکسیجن پر جو کام کیا تھا اور اس نے اس کی تیزاب پیدا کرنے کی جو خاصیت معلوم کی تھی اس سے برتھولیٹ نے ۱۷۸۵ء میں یہ معلوم کیا کہ کلورین کا محلول پانی میں آکسیجن کے بلبلے پیدا کرتا ہے اور Muriatic Acid کا محلول باقی رہ جاتا ہے تو اس نے اس کا نام تبدیل کر کے Oxymuriatic Acid قرار دیا۔ لیکن بہت جلد ۱۸۱۱ء میں ڈیوی نے اس اصطلاح کو بدل ڈالا اور اس کا نام کلورین رکھ دیا۔ ایسی ہی ایک اور مثال گریگوری نے کتاب Economy of Nature (1804) میں دی ہے۔ وہ لکھتا ہے[19]:-

"گیس (Gas) بمعنی روح کی اصطلاح فان ہیلمونٹ اور دیگر ولندیزی' جرمن سائنس دانوں نے اس لچکدار مائع کے لیے استعمال کی تھی جو عام ہوا کی نسبت مختلف خاصیتیں رکھتا ہے' ایسے مائع کو ابتدا میں ڈاکٹر پرسٹلے نے Dephlogisticated Air کا اصطلاحی نام دیا اور فرض کر لیا کہ اس میں فلو جسٹن یا بھڑک اٹھنے والا مادہ نہیں ہوتا۔ جب اسے حیوانی زندگی کے لیے ضروری قرار دیا گیا تو اسے خالص Vital Air کا نام دیا گیا اور جب عملِ احتراق اور آگ کے لیے ضروری عنصر سمجھا گیا تو اسے Emphyreal Air کا نام ملا۔ لیکن جب فرانسیسی سائنس دانوں کو یہ معلوم ہوا کہ یہ تمام معدنی اور نباتی تیزابوں کا اہم جزو ہے تو اسے آکسیجن گیس کا نام ملا۔"

یہ اصطلاحی انتشار یا ارتقاء انیسویں صدی تک بڑی سرعت سے جاری رہا جب سویڈش کیمیا دان جے جے برز یلیئس نے عناصر کو بیان کرنے کا معیاری طریقہ وضع کیا[20]۔

بعدازاں سائنس دانوں نے مل بیٹھ کر وضع و استنادِ اصطلاحات کے باقاعدہ اصول بنائے اور انھیں استعمال کرنا شروع کیا۔ عجیب بات ہے کہ اردو میں اصولِ اصطلاحات وضع کرنے کا کام انگریزی سے پہلے شروع ہوا۔ اردو میں ۱۸۴۰ء کے لگ بھگ دہلی کالج میں

اصول سازی کی گئی۔ اگرچہ ان کی بنیاد اس سے بھی بہت پہلے اٹھارویں صدی کے اواخر میں پڑ گئی تھی اور انفرادی انداز میں کام ہو رہا تھا لیکن یورپ میں اس کام کا باقاعدہ آغاز انیسویں صدی میں سائنسی کانگریس کے ذریعے انجام دیا جانے لگا۔ فیلبر لکھتا ہے کہ "اس قسم کی پہلی کانگریس ۱۸۶۷ء میں نباتیات کے موضوع پر منعقد ہوئی۔ اس کے بعد ۱۸۸۹ء میں حیاتیات اور ۱۸۹۳ء میں علم کیمیا کے موضوع پر کانگریس منعقد کی گئی[۲۱]۔"

ان کانگریسوں کے نزدیک اساسی اصول یہ تھا کہ افراد کی تیار اور مرتب کردہ اصطلاحات اور ان کے لغات زیادہ سے زیادہ جامع، مستند اور مکمل نہیں ہو پاتے۔ بار بار کے تجربات اس کے شاہد تھے۔ چنانچہ وضع اصطلاحات کی مجالس قائم کی گئیں۔ پچھلی صدی میں ایسی مجالس نے سائنسی تنظیموں کے ساتھ مل کر یہ کام انجام دیا۔ فیلبر جیسا ماہر اصطلاحات سازی لکھتا ہے کہ مشرقی ممالک میں بھی اسی طریقے کو آزمایا گیا۔ لیکن اس کے نزدیک یہ کام ماہرینِ مضمون اصطلاح سازی میں مناسب تربیت کے بعد ہی کر سکتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے[۲۲]:

"سائنس اکیڈمیوں نے متفرق مضامین کے لیے اصطلاحی کمیشن بنا دیے۔ منظم اصطلاحات صرف ماہرینِ مضمون ہی مرتب کر سکتے ہیں۔ ووسٹر (Wuster) نے اسی امر پر زور دیا ہے کہ منظم کام ماہرینِ اصطلاحات ہی کا دائرہ کار ہے جو ماہرینِ مضمون ہوتے ہیں اور اضافی طور پر اصطلاحات سازی میں تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔"

اسی صفحے پر آگے چل کر وہ لکھتا ہے:

"بیسویں صدی کے آغاز میں جرمن ایسوسی ایشن برائے انجینرز (VDI) نے اصطلاحات سازی کا ایک بڑا منصوبہ شروع کیا۔ اس کا آغاز ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ ۱۹۰۵ء تک انھوں نے تین کروڑ ساٹھ لاکھ الفاظ جمع کر لیے۔ یہ کارنامہ صرف ایک نوجوان الفرڈشلومان (Alferid Schlomann) کا تھا۔ اس مجموعے کو الفبائی ترتیب میں Technoloexikon کا نام دیا گیا۔ اگرچہ انجمن نے اس کام پر نظرثانی کو مشکل قرار دیا لیکن الفرڈ نے ۱۹۰۷ء سے ۱۹۳۲ء تک ۱۷ مختلف موضوعات پر ۱۷ اصطلاحی لغات ITW Illustrailte Technische Worterbucer کے نام سے شائع کیے۔"

دورِ جدید میں اصطلاحات کے سینکڑوں مجموعے اور لغات منظر عام پر آچکے ہیں۔ ان میں Chambers,Macmillan,Mc-Graw-Hill کے لغات قابل ذکر ہیں۔

Mc-Graw Hill Dictionery of Scientific and Technical terms کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۴ء میں نیویارک سے ایک لاکھ پندرہ ہزار اصطلاحات پر مشتمل شائع ہوا تھا اس میں اصطلاحات کو باہم مربوط بھی کیا گیا ہے۔ اسے ۹ مدیروں اور ۲۸ مشیروں نے

مرتب کیا ہے۔ اس کا چوتھا ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں سوا لاکھ اصطلاحات پر مشتمل شائع ہوا ہے۔
Chambers Dictionary of Science and Technology کے ایڈیٹر کولوکوٹ اور ڈو بسن (Colocot and Dobsen) ہیں' انھوں نے ۶۰ ہزار اصطلاحات پر مبنی یہ ایڈیشن ۱۹۷۶ء میں ایڈنبرا سے شائع کیا ہے' بعدازاں یہ Dictionary of Science and Technology کے نام سے شائع ہوا۔ میکملن کمپنی نے نیویارک سے کئی موضوعات پر اصطلاحی لغات شائع کیے ہیں۔

ماخذوں اور اشتقاقیات (Etymology) کے لحاظ سے Dorland ,Gold ,Butter Worth اور Stedman کے طبی لغات اور Bevan and others کی Concise Etymological Dictionary of Chemistry قابل ذکر ہیں گولڈ' ڈارلینڈ اور سٹیڈمین کی اصطلاحات پر مبنی انگریزی اردو لغت مصطلحاتِ طب کے نام سے جامعہ عثمانیہ نے بھی شائع کیا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں اس کی ایک جلد شائع ہوئی تھی۔ لیکن اب ان انگریزی لغات کے نئے ایڈیشن زیادہ وسیع اور جامع ہو چکے ہیں۔ سٹیڈمین کے لغت Medical Dictionary کا ۲۳ واں ایڈیشن ۱۹۷۹ء میں بالٹی مور سے شائع ہوا۔ اسے ۳۶ مدیروں اور ۳۶ ماہرینِ مضمون نے مل کر مرتب کیا ہے۔ ڈارلینڈ کے Illustrated Medical Dictionary کا ۲۶ واں ایڈیشن ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ اسے پندرہ علماء کی مشاورت سے مرتب کیا گیا ہے۔

ایک مختلف انداز کا لغت یعنی سائنسی اثرات و قوانین کی اصطلاحات کا لغت Dictionary of Named Effects and Laws in Chemistry, Physics and Mathamatics by Chapman and Hall, New York (1972) اس لیے قابل ذکر ہے کہ یہ اپنی نوعیت کا واحد لغت ہے۔ اسی طرح کیمیاوی فارمولوں اور ادویہ کے ناموں' اصطلاحوں' مرکبات اور متفرق کیمیاوی معلومات پر مبنی ایک لغت The Merck - Index Encyclopedia of Chemicals and Drugs, Marck & Co., New Jersey. پہلی بار ۱۸۹۹ء میں شائع ہوا۔ اس کا نواں ایڈیشن ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ جس کی ساتویں بار طباعت ۱۹۸۲ء میں ہوئی۔ اس میں ۹۸۵۶ کیمیاوی فارمولے' مرکبات اور اصطلاحیں اور آٹھ ہزار متفرق معلومات کا کشاف دیا گیا ہے۔

اسی طرح سرنامیے (Acronyms)' ابتدائیے (Initialisms) اور مخففات (Abbreviations) کے لغت بھی اصطلاحات کی صف میں شامل کیے گئے ہیں۔ ایسا ہی ایک لغت ۱۹۶۰ء میں ڈیٹرائیٹ (امریکا) سے Acronyms, Initialisms and Abbreviation Dictionary, ed.by Ellen T.Crowlay & others تین جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ ۱۹۷۸ء میں اس کا تیسرا ایڈیشن طبع ہوا۔ جس میں ایک لاکھ اٹھتر ہزار اندراجات ہیں۔[۲۴]

۴۔ کثیر لسانی اصطلاحی لغات

یونیسکو نے بین اللسانی لغاتِ اصطلاحات کی ایک کتابیات شائع کی ہے۔ (جس کا پانچواں ایڈیشن ۱۹۷۹ء میں طبع ہوا تھا)۔ اس میں اڑھائی ہزار ایسے لغات کا ذکر ہے جو اصطلاحوں کے دو یا دو سے زیادہ زبانوں میں متبادلات پیش کرتے ہیں[۲۴]۔ ان لغات میں ایک ایسے ادارے Elsevier Science Publishers کے لغات بھی شامل ہیں، جو بیسویں صدی کے وسط سے ایمسٹرڈیم (نیدر لینڈ) میں کام کر رہا ہے جہاں فنِ ترجمہ و اصطلاحات سازی پر باقاعدہ یونیورسٹی آف ایمسٹرڈیم میں تعلیم و تربیت کا اہتمام بھی ہے۔ نیدر لینڈ کے علاوہ اس ادارے کی شاخیں لندن اور نیویارک میں بھی ہیں۔ ۱۹۸۸ء تک اس کے شائع کردہ (۲۱۸ لغات) عموماً چھ سات زبانوں میں ہوتے ہیں۔ بعض لغت بیس بائیس زبانوں تک بھی ہیں۔ عموماً" انگریزی، امریکی، فرانسیسی، ہسپانوی، اطالوی، ولندیزی، جرمن، سویڈش، روسی اور عربی زبانوں میں متبادلات دیے جاتے ہیں، دو لسانی لغات انگریزی، جرمن اور جرمن، انگریزی ہیں۔ آئل، گیس (۱۹۸۰ء)، لائبریری سائنس (۱۹۷۶ء)، پیکیجنگ (۱۹۷۵ء) اور میری ٹائم (۱۹۸۷ء) کے لغات میں عربی زبان کا اضافہ بھی ہے جو شوکی سالم نے کیا۔ ان کے کیٹلاگ مطبوعہ ۱۹۸۶ء میں ۱۱۷ لغات اور ۱۹۸۸ء میں ۱۳۴ لغات کی فہرست درج ہے جو زیادہ تر انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی سے متعلق ہے۔ ان میں زراعت، خوراک اور حیوانی علوم پر ۱۷ لغات، بنک، تجارت اور معاشیات پر ۶، کیمیاوی صنعتوں پر ۱۰، کمپیوٹر، ابلاغیات اور برقیات پر ۱۹، ارضی علوم پر ۶، انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی پر ۴۹، طب و ادویہ پر ۷، لسانیات پر ۸، طبیعیات پر ۵، منصوبہ بندی و سماجی علوم پر ۷ لغات ہیں۔ دیگر عمومی مطالعہ، انجینئرنگ، جرائم، قانون اور پیکیجنگ وغیرہ پر ۳۴ لغات ان کے علاوہ ہیں۔ ان تمام لغات میں کوئی ۲۵ لاکھ اصطلاحات (مختلف زبانوں کے مترادفات سمیت) کے تراجم شائع کیے گئے ہیں[۲۵]۔ جو مختلف زبانوں کے ڈیڑھ کروڑ سے زائد اندراجات پر مشتمل ہیں۔

یورپین کمیشن لکسمبرگ نے کمپیوٹر کے لیے اصطلاحات سازی اور Data-Bank پر یورپی زبانوں کے مخصوص مجموعوں کی ایک کتابیات بھی Elsevier کے ساتھ مل کر شائع کی ہے۔ اس میں ۳۶۲ لغات اصطلاحات کا مفصل اور ۱۹۲ کا مجمل ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں لغات کی گروہ بندی عمومی، اطلاعاتی، ریاضیاتی و تکنیکی، طبعی و کیمیاوی ٹیکنالوجی، فلکیات و ارضیات، خوراک و زراعت و حیاتیاتی طبی علوم، علاقائی اور ماحولیاتی علوم، سماجی علوم، ثقافت اور فنون کے موضوعات پر لغات کے لحاظ سے کی گئی ہے[۲۶]۔

انگریزی میں سائنسی اور تکنیکی اصطلاحات پر مبنی سب سے بڑا اور مشہور معجم Thesaurus of Engineering and Scientific Terms امریکی انجینئرز جائنٹ کونسل اور امریکا کی وزارت دفاع نے مل کر مرتب کیا ہے۔ اس کا مخفف نام TEST ہے[۲۷]۔ اسی طرح کا سائنسی اصطلاحات پر مبنی Thesaurus امریکی خلائی

ادارے ناسا نے ۱۹۸۲ء میں واشنگٹن سے دو جلدوں میں شائع کیا ہے[28]۔
لکسمبرگ میں اصطلاحی بینک قائم ہے جہاں چار لاکھ ساٹھ ہزار اصطلاحات اور ایک لاکھ دس ہزار سرنامیے، علامتیں اور مخففات کمپیوٹر میں ذخیرہ ہیں۔ اسے دنیا میں ترجمے کے جدید ترین مراکز نے اختیار کر رکھا ہے۔ مثلاً عالمی مرکز ترجمہ نیدر لینڈ، کمشنر زبان ہائے دفتری کینیڈا، امریکی انجمن مترجمین اور بلجیم کے وفاق برائے انجمن ہائے مترجمین نے اصطلاحی بینک ہی کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں۔

اصطلاحی بینک کے لیے امریکی نیول ریسرچ کے دفتر نے ایک قربیہ معجم Manual for Building a Technical Thesaurus (ONR-55) مرتب کیا ہے جس میں اصطلاحی بینک کے اصول اور طریق کار بھی بیان کیے گئے ہیں اور ڈیڑھ لاکھ تکنیکی اصطلاحات کا شماریاتی بینک شائع کیا گیا ہے۔ اس کے آخر میں انجینئرنگ کے معجم TEST کا اشاریہ بھی دیا گیا ہے[29]۔

ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا میں ہر ماہ پانچ سو لغات اور فرہنگیں شائع ہوتی ہیں۔ اس وقت دنیا کی ۳۵ زبانوں میں دس ہزار معیاری فرہنگیں اور اصطلاحی فہرستیں موجود ہیں[30]۔

دورِ جدید میں (۱۹۸۷ء سے) اصطلاحات وضع ہونے کی رفتار سالانہ چار ہزار ہے۔ ان میں خصوصاً برقیات، کمپیوٹر وغیرہ کے میدانوں میں اصطلاحی انتشار پایا جاتا ہے۔ اس لیے معیار بندی اور استناد بین الاقوامی طور پر ایک مسئلہ بنا ہوا ہے جس کے حل کے لیے کوششیں کی جارہی ہیں۔ وارسا، وی آنا، اور لکسمبرگ میں اس مقصد کے لیے اصطلاحاتی مراکز اور ادارے کام کر رہے ہیں۔ انتشار، استناد اور معیار بندی کے سلسلے میں ان کی کوششوں کا جائزہ آگے چل کر آٹھویں اور نویں باب میں لیا گیا ہے۔

حوالہ جات =

1. Stedman's Medical Dictionary, Baltimore (1979). Preface, P: XIX-
   He Writes" It is Impossible to appreciate much of English Language itself."

۲۔ بحوالہ : اردو میں دخیل الفاظ، اردو جولائی ۱۹۴۹ء۔

3. Ibid, P:XIX, Arm, Back, Bladder, Blood, Chin, Eye, Finger, Foot, Gall, Gun, Gut, Hair, Hand, Head, Hip, Knee, Liver, Lung, Mouth, Neck, Thumb, Tongue, Ache, Fat, Hives, Sick, Swell.

4. Bevan, Stanley,c., S. John Gregg and Anglo Rosscinsky,

Concise Etymological Dictionary of Chemistry, London (1976), PP 7-8.

5. Stedman.Op.cit.,P XIX,Ballottement, Bougie, Bruit, Cretin, Curette, Fontanelle, Fourchette, Grippe, Malaise, Pipette, Plaque, Poison, Rale, Souftle, Tampon, Tourniquet, Trocar, Venam, Culde Sac, Granl Mal, Petitmal, Maldemer, Tie Douloureux.

6. Stedman, Op.cit., Goiter, Gout, Malody, Malinger, Jaundice, Ointment, Physician.

7. Stedman, Op.cit., "Italian": e.g., Belladonna, Influenza, Malaria, "Spanish": Cascara, Guaiancum, "Dutch": Cough, Litmus, Splint, Square, "German": Analoge, Fahrenheit, Magnestrasse,"Persian": Bezoar, Borax, Talc, "Chinese": Kaoline, "Bangalese", chaulmoogra.

۸۔ انگریزی زبان کا بڑھانا : ترجمہ = محمد عظمت اللہ خان 'المعلم' حیدر آباد' جلد سوم' شمارہ ۱۰'۱۱' ماہ خورداد و تیر' ۱۳۳۶ ف' (اپریل مئی ۱۹۲۶ء)' ص = ۳۲۔

9. Stedman, Op.cit., P XIX.
Hippocrates acronion, adenoma, amblyopia, anthrax, apohysis, borborygmus, bregma, bronchus, cachexia, cacinoma, cholera, chorion, diapedesis, ecchy-mosis, emphysema, erythema, exanthema, Herpes, hippus, iteus, kyphosis, lichen, lochia, lordosis, meninges, nepbritis, noma, nystagmus, olecranon, paresis, peritonetam, phagedena, phthisis, polypus, psilosis, symphysis, thorax, urachus, ureter, urethra **Galen**: anthrax, aponeurosis, ascited, chalazion, chemosis, diaphoresis, diastole, epididvmis, gomphosis, hippus, hypohysis, kerion, lysis, mydriasis premphigus, peritoneun, phimosis, pityriasis, pterygium, pylorus, sarcoma, skelton, stabismus, syndrome, systole, tarsus, tenia, tymus, trichiasis, **Artistote**: alopecia,canthus, exopthalmos, glaucoma, teukoma, meconium, nystagmus, pancreas, podagra.

۱۰۔ ڈاکٹر محمد مسعود' (یورپی سائنس میں عربی اصطلاحات) سیارہ ڈائجسٹ' لاہور' چودہ صدیاں نمبر' فروری' مارچ' ۱۹۸۱ء' ص ص = ۳۱۳ تا ۳۱۵۔

۱۱۔ عبدالقادر سروری' انگریزی اردو الفاظ' الکلو' کراچی' برطانیہ میں اردو ایڈیشن' ص ص = ۱۶۴' ۱۷۲۔ نیز' سید شبیر علی کاظمی' (اردو زبان کے انگریزی پر اثرات' ایضاً" ص ص = ۱۷۳ تا ۱۷۸۔

12. Bevan and Others, **Concise Etymological Dictionary of Chemistry**, PP:21,23-30-
13. Stoberski,Z.,**The Worldwide Process of Internationalization of Scientific Terminology**, *NEOTERM*, Warsa, No.1, 1984, P:4-
14. Bevan and others, **Op.cit.**, P:7-
15. Bevan and others, **Op.cit.**, P:8-
16. Bevan and others, **Op.cit.**, P:8-
17. Felber,H., **Terminology Manual**, P:426

۱۸- مولوی محمد عزیز مرزا' انجمن ترقی اردو کا فرض' المعلم' حیدر آباد دکن' جلد سوم' شمارہ ماہ اردی بہشت' ۱۳۳۶ ف/مارچ ۱۹۲۶ء ص = ۳-

19. cf. Bevan and others, P:13-
20. Stoberski, Z., **Op.cit**, P:4-
21. Felber, **Op.cit**, P:426-
22. **Ibid**, **Op.cit**, P:426-
23. Krishna Subramanyam, **Op.cit.**, P:180-
24. Anthony J.,**Information Sources in Engineering**, London (1985), P:168-
25. **Dictionaries; Elsevier Science Publishers Catalogue 1986**, Weissenbery (W.Germany): Electronic data Processing; and **Dictionary; Elsevier Science Publishers Catalogue**,(1988),The Netherlands, 1988-
26. **Thesaurus Guide**, Lux. and Amsterdam (1985)-
27. Dym,E.(ed.), **Subject and Information Analysis**, New York (1985), P:275-
28. Parker and Turley, **Information Sources in Science and Technology**, London (1981), P:113-
29. Dym, E., **Op.cit.**, PP:275-76-
30. Svenenuis, Elaine, **Design of Controlled Vocabularies**, In Kent, Allen, **Encyclopedia of Library and Information Sciences**, New York, 1990, Vol.45, PP:82-83-

---

فصلِ چہارم

مسلم ممالک کی زبانوں میں اصطلاحات سازی

مسلم ممالک کی زبانوں میں اردو کے علاوہ خصوصاً عربی، فارسی، ترکی، ملاوی اور بنگالی میں جدید اصطلاحات سازی کے تجربات وسیع پیمانے پر ہوئے ہیں۔ اردو کا تعلق چونکہ براہ راست ان زبانوں سے ہے، چنانچہ اردو کے لیے ان کے اصطلاحی تجربات سے استفادہ کے امکانات بظاہر نظر آتے ہیں۔ اس لیے اردو اصطلاحات سازی کے جائزے کے پس منظر میں ان ممالک کی اصطلاحات سازی کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

۱۔ عربی اصطلاحات سازی

عربی میں اصطلاحات سازی اسلام کی آمد سے شروع ہوئی۔ متعدد احادیث میں ہمیں رسول مقبولؐ مختلف الفاظ و اصطلاحات کے مفاہیم کا تعین کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے بعد فقہا علم فقہ، قانون، حدیث اور تفسیر کو بیان کرنے کی اصطلاحیں وضع کرنے لگے۔ دفتری اصطلاحات بھی اسلام کی ابتدا کے ساتھ ہی وجود میں آنے لگیں جو زیادہ تر حضرت عمرؓ کے زمانے میں سامنے آئیں۔ مثلاً محکمہ کو اس دور میں دیوان کہا جانے لگا۔ یہ لفظ "دون" اور "تدوین" سے مشتق ہے۔ اس کے ساتھ ہی تصوف کی اصطلاحیں وجود میں آنے لگیں۔ تاہم علم اصطلاحات سازی کا باقاعدہ آغاز مسلمانوں نے دوسری صدی ہجری/ آٹھویں صدی عیسوی میں کیا۔ جدید عالمی اصطلاحات میں بھی عربی کا ایک معتدبہ حصہ موجود ہے، جس کا جائزہ ہم فصل سوم میں لے چکے ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ خود اس زبان یعنی عربی میں کس حد تک کام ہوا ہے۔ خوارزمی کی مفاتیح العلوم کے دیباچے میں متعدد ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے مختلف علوم کے اصطلاحی معنی کا تعین ہوتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اصطلاحات سازی اور اصطلاحات نگاری پر باقاعدہ کتابیں مرتب کرنا شروع کیں۔ سید حسین نصر نے اسلامی سائنس کے نام سے جو مشرح کتابیات انگریزی یورپی و فارسی میں مرتب کی ہے، اس میں ایسے کئی لغات کا ذکر ہے، جن سے عربی میں اصطلاحات کا آغاز نظر آتا ہے۔ چوتھی صدی ہجری میں الحسن بن نوح القمری (متوفی ۳۹۰ھ) کی کتاب التنویر اہم ہے۔ یہ عباسی دور کی اہم کتاب ہے، جس میں معاصر اطباء کی کتب سے عربی اور معرب اصطلاحات، حیاتی نام اور ادویات کے نام مع تصورات و مفاہیم جمع کیے گئے ہیں۔ ۱۹۹۱ء میں

یہ دمشق سے شائع ہوئی ہے۔ — اسی طرح نویں صدی ہجری میں ابوالحسن علی بن محمد الجرجانی کی کتاب التعریفات ہے، جس میں ان علوم کے علاوہ طبیعیات، ریاضیات اور شرعی علوم کی اصطلاحات بھی شامل ہیں۔ فارابی کی احصاء العلوم، ابوالبقا الحنفی (۱۰۹۴ھ/ ۱۶۸۰ء) کی الکلیات محمد اعلیٰ ابن علی تھانوی کی کشاف اصطلاحات الفنون (۱۱۵۸ھ/ ۱۷۴۵ء)، قاضی عبدالنبی احمد نگری کی جامع العلوم یا دستور العلماء، نواب صدیق حسن خان کی ابجد العلوم قابلِ ذکر کتابیں ہیں۔ محمد اعلیٰ تھانوی کی کتاب کشاف اصطلاحات الفنون کو مرتب کرتے ہوئے ۱۸۵۴ء میں اپنے دیباچے میں سپرنگر نے علم اصطلاح سازی کے ضمن میں عربی ماہرین کی کاوشوں کا اعتراف کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے[۱]:-

"مشہور متکلمین ابیلارڈ اور عظیم البرٹس نے اس فن کو آگے بڑھانے کے لیے جو کچھ کیا ہے، وہ عربوں کے کارنامے کی محض بازگشت ہے۔"

عباسی دور میں تصوف کے فروغ کے ساتھ ساتھ اصطلاحاتِ تصوف کی متعدد کتابیں بھی وجود میں آئیں۔ ان میں علامۂ طوس (۳۷۸ھ) کی اللمع سب سے قدیم ہے۔ اس میں ۱۰۷ صوفیانہ الفاظ و اصطلاحات کا بیان ہے۔ امام غزالی کی الاحیاء، عبدالرزاق الکاشی (۸۸۷ھ) کی معجم فی مصطلحات الصوفیہ بھی اس دور کی کتابوں میں شمار ہوتی ہیں۔ اسلامی فلسفے کی اصطلاحات پر قدیم ترین کتاب رسالہ الکندی فی حدود الاشیاء ورسومہا ہے جو تیسری صدی ہجری کے دوسرے نصف میں لکھی گئی۔ اس موضوع پر ایک اور اہم کتاب فارابی کی الحروف ہے[۲]۔

عربی کے ایک قدیم طبی ادویاتی لغت کا تذکرہ بھی بے جا نہ ہو گا، جسے مصنف نے پہلے عربی اور پھر فارسی میں لکھا۔ یہ میر محمد حسین خان العقیلی العلوی کی مخزن الادویہ ہے۔ جو ۱۱۸۳ھ/۱۷۶۹ء میں عربی میں لکھی گئی، چونکہ بعد میں یہ فارسی میں لکھی گئی، اس لیے اس کا تفصیلی تذکرہ ہم فارسی اصطلاحات کے ذیل میں کریں گے۔

عربی میں یہ اصطلاحات کس طرح وضع ہوتی تھیں، اس پر سید سلیمان ندوی نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے[۳]۔ ان کے نزدیک ایسا ترجمہ حک و اصلاح کے ذریعے کیا گیا یعنی ماہرین مضمون ترجمہ کرتے اور اہلِ زبان اس کی اصلاح کرتے اور پھر بھی عربی لفظ ہاتھ نہ آتا تو اصل ہی کو کسی نہ کسی صورت میں رکھ لیا جاتا، گویا معرّب کر لیا جاتا۔ جیسے "جنس"، "ہیولیٰ"، "بوطیقا"، "موسیقا" وغیرہ۔ بعض فنی اور تکنیکی اصطلاحات خاص طور پر طبی اصطلاحات کے ضمن میں اصطلاحات سازی کے لیے زیادہ تر تعریب پر انحصار کیا جانے لگا[۴]۔

اصطلاحات نگاری کے عربی سرمایے کے سلسلے میں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ عربی قاموس مرتب کرنے میں سب سے اہم کام برعظیم پاک و ہند میں ہوا۔ اس ضمن میں تھانوی، قاضی عبدالنبی اور نواب صدیق حسن کی کتابیں قابلِ ذکر ہیں۔ اس کی شاید ایک

وجہ یہ بھی ہے کہ برعظیم کے مسلمانوں کو اصطلاحی مفاہیم کی وضاحت اور تشریح اور ان کے ایسے لغات مرتب کرنے کی عربوں کی نسبت زیادہ ضرورت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ایسے اعلیٰ ذخائر مجتمع کر لیے۔

کشافِ اصطلاحات الفنون محمد اعلیٰ ابن علی تھانوی نے ۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء میں اس وقت لکھی جب اورنگ زیب کے بعد مغلیہ سلطنت رُوبہ زوال تھی۔ اسے سپرنگر نے ۱۸۵۴ء میں اسے مولوی محمد وجیہ، مولوی عبدالحق اور مولوی غلام قادر جیسے علماء کی مدد سے مرتب کر کے اپنے دیباچے کے ساتھ بنگال ملٹری آرفن پریس سے ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ کی طرف سے شائع کیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۶۲ء میں لیز پریس کلکتہ سے شائع کیا گیا۔ استنبول سے ۱۳۱۷ھ میں اور مصر سے ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء میں اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے۔ مصر کا ایڈیشن لطفی عبدالبدیع کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا۔ ۱۹۶۸ء میں طہران سے اس کا ایک ایڈیشن شائع ہوا۔ جس کا دیباچہ محمد پروین گنابادی نے فارسی میں لکھا۔ اس عظیم اور ضخیم لغت میں "مصطلحاتِ علوم عربی (صرف و نحو، معانی، بیان، بدیع) اصطلاحات علوم شرعی و کلام، اصول فقہ، مصطلحاتِ علوم حقیقی (منطق، حکمت، علوم عدد، ہندسہ و طب) شامل ہیں۔ اس میں مادے میں آخری حرف کے اعتبار سے اصطلاحات کو جمع کیا گیا ہے[۵]۔"

مفرد اصطلاحیں زیادہ ہیں مثلاً "اختلاس، خفش، خصوص" وغیرہ۔ اگر کہا جائے کہ عربی مفرد اصطلاحات کی کمی کا گلہ کرنے والوں کے لیے یہ لغت ایک لاجواب تحفہ ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ بعد کے مرتبین اصطلاحات نے اس کتاب سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہے۔ اس میں اصطلاحات کا کشاف یا تشریح مستند حوالوں اور متون سے کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے سپرنگر اسے مستند ترین کتاب قرار دیتا ہے[۶]۔

دوسری کتاب جامع العلوم الملقب بدستور العلما قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری نے ۱۱۷۳ھ میں مکمل کی تھی، جو حیدر آباد دکن ہی سے ۱۳۳۱ھ میں مولوی سید ابوالفرح یوسف الحسینی نے دائرۃ المعارف النظامیہ کی طرف سے ۵ جلدوں میں مرتب کر کے شائع کی۔ ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن بیروت (لبنان) سے شائع ہوا۔ مصنف اس کتاب کے بارے میں خطبۃ الکتاب میں لکھتے ہیں[۷]۔

"دستور العلماء جامع العلوم متعدد عقلی، فروعی اور نقلی اصول کے بیان پر مشتمل ہے جس میں متداول علوم کی اصطلاحات کی تحقیق درج ہے اور بہت سے فوائد پر مشتمل ہے اور لغات کی کتبِ متداولہ کی تحقیق دی گئی ہے۔ اساتذہ کے لیے علوم کے جو مقامات دشوار ہیں، ان کی توضیح کی گئی ہے اور تلامذہ کے لیے مبہم مسائل کی توضیح کی جانب اشارات ہیں۔ بہت سی کتابوں سے بے نیاز کرتی ہے۔"

کتاب کا آغاز لفظ اللہ سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد "احمد" پھر افضلیت خلفائے راشدہ

کا بیان ہے اور بعد ازاں "اصحاب" سے دیگر اصطلاحات کا آغاز ہوتا ہے۔ کشاف کی نسبت اس میں ابتدائی حروف کی ترتیب یعنی لغات کی ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے۔ اس میں مرکب (دو لفظی، چہار لفظی) اصطلاحات بھی درج ہیں مثلاً "آداب البحث و المناظر" "اجتماع النقیضین" "المجمل و المتعصب والمتدین" "المغالطات العامتہ الورود" وغیرہ۔ ترکیبی اصطلاحات بھی ترتیب کے ساتھ درج ہیں جیسے "اجسام طبیعیہ" "اجسام بسیط" یا "عدم ارتفاع النقیضین" "عدم الدلیل" "عدم القدر"۔ فارسی اضافت کی حامل اصطلاحات بھی شامل ہیں جیسے "اجسامِ طبیعیہ" "تکبیراتِ تشریق"۔ معرّب اصطلاحیں بھی ملتی ہیں جیسے "زنجار" (زنگار) لیکن "طریقِ زنگار" کی فارسی اصطلاح بھی شامل ہے۔ اشتقاقی اصطلاحوں کی مثالوں میں "ہویہ" (ہو سے مشتق) اور "عندیہ" (عند سے مشتق) قابلِ توجہ ہیں۔

تیسری کتاب ابجد العلوم نواب صدیق حسن خان نے ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء میں بھوپال میں لکھی۔ یہ وہ دور ہے، جب انگریزی سے اردو اصطلاحات ترجمہ کرنے کے اصول وضع ہو چکے تھے۔ دہلی کالج اور سائنٹیفک سوسائٹی کے تراجم سامنے آ رہے تھے۔ چنانچہ ایسے دور میں نواب صاحب نے سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات کو مرتب اور محفوظ کرنے کی طرف توجہ دی اور حاجی خلیفہ اور محمد اعلیٰ تھانوی کی کتابوں کو سامنے رکھ کر فلکیات، ریاضی، موسیقی، تاریخ املا، خطاطی، انساب اور سری علوم کی بعض اصطلاحات تین جلدوں میں مرتب کر دیں۔ مصنف نے ان تینوں جلدوں کو تین اجزا کے نام دیے ہیں[۸]۔

"الجزء الاول، الرشی المرقوم فی بیان العلوم
الجزء الثانی الحساب المرقوم المسطر بانواع الفنون و اصناف العلوم
الجزء الثالث الرحیق المختوم من تراجم ائمتہ العلوم"

کتاب دمشق سے وزارت الثقافتہ والارشاد نے ۱۹۷۸ء میں شائع کی ہے۔ جس کی عکسی نقل لاہور سے ۱۹۸۳ء میں مکتبہ القدوسیہ نے طبع کی۔ کتاب کی ابتداء میں علم کی تعریف بیان کی گئی ہے پھر اس سے معروف ہونے والے علوم کی تعریف اور تقسیم بیان ہوئی ہے۔ پھر تصانیف اور مصنفین کا ذکر ہے۔ ہر علم کی خاص تعریف ابجدی ترتیب کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات کا جائزہ لینے کے لیے یہ ایک اہم لغت ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عربی میں زمانۂ قدیم سے اصطلاحات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود تھا۔ کئی یونانی اور سریانی الفاظ معرّب کر لیے گئے تھے۔ لیکن بعد ازاں مسلمانوں کے علمی زوال اور سیاسی غلامی کے سبب بیشتر ذخیرہ غتربود ہو گیا۔ یہ الگ بات کہ اس دور میں اصطلاحی یکسانیت اور استناد پر توجہ نہیں دی گئی۔ صاف ظاہر ہے کہ "اصطلاحی معیار بندی ان کا مسئلہ نہیں تھا"[۹]۔

پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد جب عرب ممالک میں عرب قومیت کی تحریک ابھری تو اس کے مقاصد میں عربی تہذیب و ثقافت کا احیاء بھی شامل تھا۔ تہذیبی نشاۃ ثانیہ اسی

وقت ممکن تھی جب زبان کی ترقی کو بھی اس میں شامل کیا جاتا۔ چنانچہ جدید علوم و فنون کو عربی زبان میں ڈھالنے اور ان کے لیے جدید اصطلاحات وضع و اخذ کرنے کا کام شروع کیا گیا۔ یہ کام سب سے پہلے شام، پھر مصر، عراق، مراکش اور اردن میں شروع ہوا۔ کچھ صفحات لبنان سے بھی شائع ہوئے۔ سعودی عرب میں بھی چند لغات مرتب ہوئے۔ عراق کے قبضے سے پہلے کویت میں اصطلاحات سازی کی طرح ڈالی گئی۔ بنیادی طور پر پہلے دو ممالک میں زیادہ علمی بنیادوں پر کام ہوا اور اصطلاحات سازی کے اصول وضع ہوئے، دوسرے ممالک نے کم و بیش انہی کی تقلید پر کام کو آگے بڑھایا۔ محمد طاہر منصوری نے عربی اصطلاحات سازی کی کتابیات میں ۴۷۰ کتابوں کا ذکر کیا ہے، جو اصطلاحاتی لغات اور دیگر ایسے ذخائر کی صورت میں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں معاشرتی و انسانیاتی علوم میں ۱۲۲، اسلامی علوم میں ۳۳، سائنس و ٹیکنالوجی میں ۱۴۲، ادبیات و لسانیات میں ۲۳، فنون میں ۸، نحیات میں ۳۰ اور باقی متفرقات ہیں۔

شام میں اصطلاحات سازی کا ادارہ "المجمع العلمی العربی" دمشق میں قائم ہوا۔ جسے جون ۱۹۱۹ء میں دیوان المعارف کے ایک شعبے کے طور پر وجود میں لایا گیا۔ اس ادارے نے پہلے دفتری اور قانونی اصطلاحات پر توجہ دی اور ہر محکمے سے اصطلاحات سازی سے واقف نمائندہ طلب کیا تاکہ الفاظ کے صحیح مفہوم کے تعین میں مدد ملے۔ اس طرح حاصل ہونے والے ذخیرۂ الفاظ کو مختلف اجلاسوں میں ردّ و قبول کے بعد **مجلہ** میں شائع کیا گیا۔ محمد طاہر منصوری نے اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

> "پہلے مرحلے میں رائج العام غیر عربی الفاظ قبول کر لیے گئے لیکن ان الفاظ کو ترجیحات کی ترتیب میں دوسرے درجے پر رکھا گیا۔ پہلا لفظ صحیح عربی کا رکھا گیا۔ اس کے ساتھ غیر عربی لفظ لکھا گیا۔ ان الفاظ کو قوسین کے درمیان درج کیا گیا۔"

اب اس ادارے کا نام "مجمع اللغۃ العربیہ بدمشق" ہے۔ اصطلاحات سازی کے سلسلے میں اس ادارے نے جو قواعد وضع کیے، ان میں معروف لفظ کو اختیار کرنا، جدید الفاظ کو عربی اوزان پر ڈھالنا مثلاً "البسکویت" کو مفعول کے وزن پر "بسکوت" وغیرہ، معمولی تغیر سے معرّب کر لینا اہم ہیں۔ **مجلہ** ۱۹۲۱ء سے شائع ہو رہا ہے۔ ہر سال اس کے چار شمارے شائع ہوتے ہیں۔ اپریل ۱۹۹۳ء میں اس کی ۶۸ ویں جلد کا دوسرا شمارہ شائع ہوا تھا۔ جس میں ترجمہ، تعریب اور اصطلاحات سازی پر مقالات شائع ہوئے ہیں۔ اس ادارے نے طب، عسکریات، طبیعیات، امراضیات اور دیگر سائنسی موضوعات پر کتب اصطلاحات تیار کیں۔ اس ادارے کا اہم اور طبع نو کا کام کتاب **التنویر فی اصطلاحات الطبیہ** لابی منصور الحسن بن نوح القمری ہے جو ۱۹۹۱ء میں دمشق سے شائع ہوئی۔ دمشق ہی سے سفارتی علم اور سیاسیات کے موضوع پر ایک جامع لغت ۱۹۹۱ء میں دارطلاس سے انگریزی فرانسیسی عربی میں

شائع ہوا ہے۔ اس کا نام معجم موسوعی و ثائقی' بالمفردات والمصطلحات الدبلوماسیہ والدولیہ ہے۔ جسے دکتور زکریا سباہی نے مرتب کیا ہے۔ یہ باقی لغات کا جامع ہے۔اس کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ اصطلاحات سازی میں ادبی ذوق ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مجلہ دمشق شمارہ جنوری ۱۹۹۲ء میں اسے عربی زبان کی خدمت کا بہت بڑا کام قرار دیا گیا ہے۔ اس سے قبل اس موضوع پر دو تین لغات شائع ہو چکے تھے۔ مثلاً ۱۹۷۴ء میں دکتور سموحی کا المعجم الدبلوماسیہ والشوؤن الدولیہ انگریزی' فرانسیسی' عربی میں اور ۱۹۷۹ء میں المصطلحات الدبلوماسیہ فی الانکلیزیہ العربیہ دکتور مامون الحموی کا مطبعہ البیہ دمشق سے شائع ہوئے[۱۱]۔

دوسرا بڑا ادارہ مصر میں "مجمع اللغتہ العربیہ" ۱۳ دسمبر ۱۹۳۲ء کو وجود میں آیا۔ اس ادارے نے اصطلاحات سازی کا کام کمیٹیوں اور مجالس کے ذریعے کرنا شروع کیا۔ اس نے مانوس اور نامانوس کی پروا کیے بغیر اصطلاحات سازی بلکہ فرانسیسی اور انگریزی الفاظ بجنسہ قبول کرنے کا سلسلہ جاری رکھا تا ہم ان کے عربی مترادفات بھی فراہم کیے' بقول طاہر منصوری[۱۲]:۔

> "وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اصطلاح کے فطری قانون کے تحت اجنبی اصطلاحات خودبخود مٹتی چلی گئیں اور عربی مترادفات عوامی و علمی حلقوں میں مقبول ہوتے چلے گئے۔ اس طرح عربی زبان ایک غیر محسوس اور فطری عمل کے ذریعے مسلسل نشوونما پاتی رہی۔"

اس ادارے نے نہایت وقیع لغت' مجموعتہ المصطلحات العلمیہ و الفنیہ' ۱۸ جلدوں پر مشتمل شائع کیا۔ یہ ۱۹۴۶ء سے ۱۹۷۰ء کے عرصے میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔ مصر کے ادارے نے علمی سطح پر نسبتاً زیادہ مقبولیت حاصل کی۔ چنانچہ عراق' مراکش اور اردن میں قائم ہونے والے ادارے اسی نقش قدم پر چلنے لگے۔ ان اداروں میں عربی اور معرب دو دو متبادلات پیش کرنے کا کام انجام دیا گیا۔

عراق میں ۱۹۶۳ء سے "المجمع العلمی العراقی" قائم ہوا۔ اس نے بغداد سے ایک طبی انگریزی عربی لغت The Unified Dictionary ۱۹۷۳ء میں شائع کیا۔ اسے محمود جلیلی نے ڈاکٹروں کے ایک بورڈ اتحاد الاطباء العرب کی مشاورت سے مرتب کیا ہے۔ اس میں اصطلاحات کے واحد معنی سامنے لائے گئے ہیں۔ یعنی دیگر مترادفات اور معرب الفاظ نہیں دیے گئے۔ ترکیبی مادے یا سابقے کے ایک ہی معنی دیے گئے ہیں۔ ایک ہی ساق سے اصطلاحات سازی کی کوششیں نمایاں ہیں۔ مثلاً Spheno "وتری" (سابقہ یا ترکیبی مادے) سے Spenoid الوتری' Spheno Basiler "وتری قاعدی" بنائے گئے ہیں۔ Un "لا" سے Unrest لاراحت' Optimeter سے مقیاس البصر وغیرہ[۱۳]۔

اس لغت پر ساٹھ کے عشرے سے کام ہو رہا تھا۔ دو ایڈیشنوں کے بعد اس کی

سرپرستی عالمی تنظیم صحت (WHO) نے کرنا شروع کی جس کی نگرانی میں تیسرا ایڈیشن شائع کیا گیا۔ قدیم مترجمین اور مصنفین کے اسالیب پر انحصار کرتے ہوئے نو لفظیت (Neologisms) کے لیے ایک طریق کار وضع کیا گیا۔ سابقوں اور لاحقوں کی فہرستیں تیار کی گئیں۔ دیگر الفاظ سادہ ترجموں کی بنا پر وجود میں لائے گئے۔ چند صورتوں میں مجازی الفاظ بھی استعمال کیے گئے۔ خاص طور پر مرکبات میں بعض الفاظ کی تعریب کی گئی۔ اسم معرفہ اور بعض بین الاقوامی الفاظ کو بجنسہٖ قائم رکھا گیا۔ اس تیسرے ایڈیشن میں ۲۵ ہزار اندراجات ہیں۔ اس پر بھی (۱۹۹۰ء میں) نظرثانی کا عمل ہو رہا ہے اور اسے ایک لاکھ اصطلاحات تک توسیع دی جا رہی ہے[۱۴]۔

مراکش کا ادارہ "مکتب تنسیق التعریب فی الوطن العربی" اس لیے بھی قابل ذکر ہے کہ اس نے منتخب اصطلاحات کی دو فہرستیں تیار کرنا شروع کیں۔ ایک انگریزی اور دوسری فرانسیسی۔ ماہرین کا سیمینار ان پر غور و فکر کرتا۔ محققین لغتوں اور کتابوں کے مطالعے سے عربی مترادفات تجویز کرتے اور سہ لسانی لغت شائع کیے جاتے۔ یہ ادارہ ۱۹۶۱ء میں قائم ہوا تھا۔ طاہر منصوری لکھتے ہیں کہ یہ ادارہ دراصل عربی زبان میں "مصطلحاتی انتشار" کو رفع کرنے اور وحدت پیدا کرنے کے لیے وجود میں آیا تھا[۱۵]۔

یہ ادارہ سہ لسانی لغات (جن میں جرمن، ہسپانوی اور روسی اصطلاحات کا اضافہ بھی ہوتا رہتا تھا) عرب ممالک کے مختلف علمی اداروں کو بھیج دیتا ہے اور ان کی آراء کے ساتھ اسے مکتب کے مجلہ اللسان العربی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔ طاہر منصوری لکھتے ہیں[۱۶]:

"سہ لسانی لغت کے اولین شائع شدہ مسودے پر جو آراء اور تبصرے ملتے ہیں، ماہرین فن کا سیمینار منعقد کر کے لغت اور یہ آراء پیش کر دی جاتی ہیں۔ مسودے پر از سرِ نو غور و فکر کے بعد اسے آخری شکل دی جاتی ہے.... پھر تعریب کانفرنس کا اہتمام ہوتا ہے جو اسے بحالہٖ منظور کر لیتی یا مناسب ترمیم و اضافہ کے بعد منظوری دیتی ہے اور یوں "عرب لیگ" کے تمام رکن ممالک میں یہ اصطلاحات برسرِ عمل آجاتی ہیں۔"

اس ادارے کی طرف سے ۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۰ء کے دوران میں **مجموعہ معاجم فی النبات و الحیوان، المراۃ السفانہ** وغیرہ رباط سے کراسوں کی صورت میں شائع ہوتے رہے۔

مراکش میں فرسٹ عرب بنک آف انفریشن (فارابی) ڈاکٹر م ط خنجی کی نگرانی میں کام کر رہا ہے، جہاں اصطلاحی معلومات کی جمع آوری کا کام انجام دیا جارہا ہے۔ اس کی ایک شاخ تیونس میں بھی کام کر رہی ہے۔

عالم عرب کا ایک اور اہم ادارہ اردن کا "مجمع اللغۃ العربیہ الاردنی" ہے جو دسمبر ۱۹۷۶ء میں وجود میں آیا۔ اس ادارے نے دفتری زبان کی طرف زیادہ توجہ دی ہے اور

اصطلاحات کا ترجمہ و تعریب استناد کمیٹیوں کے ذریعے انجام دیتا ہے۔ غیر عربی اصطلاحات کے عربی مترادفات وضع کرنے کے لیے بھی کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں۔ ہر کمیٹی میں متعلقہ محکمے کے ماہرین کو شامل کیا گیا ہے[۱۸]۔

جدید عربی اصطلاحات سازی کا سب سے بڑا پہلو تعریب ہے۔ بیروت سے منیر البعلبکی نے المورد کے نام سے انگریزی عربی کا جو لغت شائع کیا ہے، اس کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ جدید عربی میں ہزاروں انگریزی اور فرانسیسی الفاظ کو معرب کر کے شامل کر لیا گیا ہے[۱۸]۔ مثلاً Amoeba کو "الامیب" Ampere کو "الامبیر" Diphteria کو "الدفتیزیا"، اسی طرح بعض صفات کو جیسے Ionic کو "ایونی" Genic کو "جینی" Panoramic کو "بانورامی" Romantic کو "رومانتیکی" Strategic کو "استراتیجی" وغیرہ کی صورت دی گئی ہے۔

فرانسیسی الفاظ جن کی تعریب کی گئی ان کی مثال میں Loge "الوج" Comedie "کومیدیا" Tragedie "تراجیدیا" Operette "اوبریت" Classique "کلاسیک" Romantic "رومانتیک" اہم ہیں۔ اسی طرح روز مرہ زندگی کے بعض الفاظ مثلاً میکروفون، تلفزیون، البنزین، المتر وغیرہ کی تعریب کی گئی[۱۹]۔

بعض معرب الفاظ مثلاً Mathes کے لیے "الماش" Police کے لیے "البولیس" Automobile کے لیے "الاوتوموبیل" Journal کے لیے "الجورنال" Hotel کے لیے "الاوتیل" Goal کے لیے "الجول" Refery کے لیے "الریفری" Sandwich کے لیے "الساندوتش" Card کے لیے "کارت" کی جگہ رفتہ رفتہ عربی متبادلات مثلاً علی الترتیب: المبارات، الشرطہ، السیارہ، الجریدہ، الفندق، الہدف، الحکم، بطاقہ، الشطیرہ، ہی رائج ہو گئے[۲۰]۔

سعودی عرب میں بھی اصطلاحات سازی کا کام انفرادی اور جامعاتی سطح پر انجام دیا جا رہا ہے۔ ریاض میں محکمہ اطلاعاتی نظام میں سعودی عرب کا اصطلاحی بینک BASM کام کر رہا ہے، جس کے نگران محمد علی السلطان ہیں۔ انسانیات اور سماجی امور کا ایک اصطلاحی بینک ڈاکٹر محمد اسماعیل سینی کی نگرانی میں کام کرتا ہے۔ ظہران میں پٹرولیم اور معدنیات کی یونیورسٹی میں اصطلاحات و لغات کا باقاعدہ شعبہ ہے۔ جس کے پروفیسر ڈاکٹر حامد صادق قنیبی نے اسی جامعہ کے پروفیسر اسلامی ادارات ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کے ساتھ مل کر اسلامی قوانین کا لغت اصطلاحات معجم لغتہ الفقہا، عربی، انگریزی ۱۹۸۴ء میں مرتب کیا، جو ظہران ہی سے شائع ہوا۔ انھوں نے اس میں اسلامی فقہ کی اصطلاحات کی عربی میں تشریح کے ساتھ ساتھ ان کے انگریزی مترادفات بھی دیے ہیں۔ آخر میں انگریزی، عربی اشاریہ بھی ہے۔ مرتبین کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر اب تک کی تمام اصطلاحات جمع کر دی ہیں[۲۱]۔ اس میں پانچ ہزار اصطلاحات ہیں۔ مرتبین نے کوشش کی ہے کہ وہ مرکب اصطلاحات کا ترجمہ بھی عربی کے مفرد الفاظ کی صورت میں

دیں۔ اس لحاظ سے یہ لغت قابل توجہ ہے۔ ان کے اصطلاحی ماخذوں میں عبدالنبی احمد نگری اور محمد اعلیٰ تھانوی کے لغات، مصر اور مراکش کے معاجم اور بیروت، لبنان سے شائع ہونے والے کئی لغات شامل ہیں۔ مرتبین نے کوشش کی ہے کہ وہ مرکب اور مفرد اصطلاحات کا ترجمہ عربی کے مفرد لفظ کی صورت میں دیں لیکن بعض انگریزی الفاظ عربی اصطلاحات کا صحیح مترادف نہیں بلکہ بعض انگریزی مترادفات صرف عربی مفہوم کو سامنے رکھ کر دیے گئے ہیں مثلاً "لعان" جو اسم مجرد ہے، اس کے لیے فعلی حالت کے مترادفات damned اور cursed دیے گئے ہیں۔ اس کمی اور کوتاہی کا اعتراف مرتبین نے بھی کیا ہے[۲۲]۔

فقہ پر ایک اور لغت القاموس الفقہی، سعدی ابو جیب نے مرتب کیا اور کراچی سے ادارۃ القرآن نے شائع کیا ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں اسماء کو افعال پر مقدم رکھا گیا ہے۔ پہلے لغوی معنی بیان کیے گئے ہیں اور پھر مختلف مسالک و مکاتب کی روشنی میں مفہوم بتایا گیا ہے۔ جہاں تک جدید قانونی اصطلاحات کا تعلق ہے، اس سلسلے میں بھی تعریب اور نو لفظیت (Neologisms) پر انحصار کیا جارہا ہے۔ بین الاقوامی قوانین کی بناء پر اصطلاحات سازی کا کام عالمگیریت کا حامل ہے۔ اس سلسلے میں اقوام متحدہ اور یونیسکو کی چھ دفتری زبانوں میں سے ایک عربی ہونے کی بنا پر بہت سا کام یہ عالمی ادارے انجام دے رہے ہیں[۲۳]۔

جدید معاشی دوڑ میں عرب ممالک بھی اب عالمی سطح پر اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ عربی زبان بھی کسی سے پیچھے نہیں رہی۔ اسے بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔ یہ یونیسکو کی ایک دفتری زبان ہے۔ معاشیات کے امور میں بھی عربی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ چونکہ عرب ممالک میں انگریزی اور فرانسیسی دونوں رائج رہی ہیں، اس لیے ان زبانوں سے اصطلاحات کے تراجم کو بنیادی اہمیت دی گئی تھی۔ خصوصاً معاشیات کے میدان میں کویت کے عرب فنڈ برائے اقتصادی ترقی کی طرف سے معاشیات اور کامرس کا انگریزی، فرانسیسی، عربی لغت مرتب کرکے شائع کیا گیا ہے۔ یہ لغت زکریا نصر نے مرتب کیا اور اسے ۱۹۸۰ء میں میکملن پریس لمیٹڈ لندن نے شائع کیا۔ لغت کے دیباچے میں کویتی فنڈ کے ناظم اعلیٰ عبداللطیف احمد لکھتے ہیں[۲۴]:۔

"اس لغت کے استعمال کنندگان اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ عربی معاشی اصطلاحات کا جھکاؤ انگریزی اور فرانسیسی دونوں زبانوں کی طرف ہے .... کئی صدیوں کے متبوضاتی رویے سے ان زبانوں سے لین دین کا عمل شروع ہوا۔ اینگلو سیکسن یا فرانسیسی یونیورسٹیوں کے تربیت یافتہ جدید علوم کے ماہرین نے ایک ایسی کلاسیکی زبان کو جو اب بھی ذریعہ ابلاغ ہے، عربی الفاظ سازی میں تصوراتی حد تک جدید کرنے میں قابل قدر کردار ادا کیا ہے۔ ہم نے عربی

اقتصادیات کے کویت فنڈ میں مختلف ثقافتی پس منظر رکھنے والے عربوں سے مل کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ معاشی الفاظ سازی ابھی تک روبہ عمل ہے۔ اس کام کو مربوط کرنے اور مرتب کرنے کی ضرورت تھی، چنانچہ یہ لغت مرتب کیا گیا۔"

لغت کے ایک مختصر جائزے سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس میں تعریب کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے، سوائے ایسے الفاظ کے جو عام اداروں میں مثلاً "چیک، بنک، کارٹل، ٹرسٹ، الیکٹرون، ٹکنیک" وغیرہ۔ مزید برآں عربی اصطلاحی مترادفات کو بھی پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً Entegrated Development کے لیے "انماء متکامل" اور "تنمیتہ متکاملہ" جیسے دو اصطلاحی مترادفات دیے گئے ہیں۔ اسی طرح Rent کے لیے "الیع" اور "ایجار"۔ Cartel کے لیے "کارٹل" بھی دیا گیا ہے اور "اتفاق احتکاری" بھی۔ البتہ بعض اصطلاحوں کے تین تین مترادفات بھی شامل کیے گئے ہیں مثلاً Remuneration کے لیے "مکافاۃ، اجر، جزا" یا Trade Mark Registered کے لیے "مارکہ مسجلہ، علامت مسجلہ اور سمتہ مسجلتہ" دیے گئے ہیں۔ کوشش کی گئی ہے کہ مرکب اصطلاحوں میں "ال" کا استعمال کم سے کم ہو۔ البتہ بعض جگہوں پر ناگزیر صورت میں اس کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً Educational Reform کے لیے "اصلاح التعلیم"، Multilateral کے لیے "متعدد الاعراف"۔

اس لغت کے مرتب کے نزدیک جدید عربی امتزاجی رجحان رکھتی ہے اور اصطلاحات سازی میں اس رجحان سے استفادہ کیا گیا ہے۔ البتہ ان کے نزدیک عربی اصطلاحات سازی میں کلاسیکی عربی سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے۔ اس کے مثال دیتے ہوئے وہ لکھتے ہیں[۲۵]:-

"ایک لفظ botllenecks کے لیے عموماً "اختناقات" استعمال کیا جاتا ہے یا پھر کبھی کبھار اس کا عربی ترجمہ ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ہم نے اس کے لیے "مآزم یا مآزل" تجویز کیا ہے۔ اس سے اصل مفہوم کی نمائندگی ہوتی ہے۔"

یہاں کویت کے "موسستہ الکویت للتقدم العلمی" کا تذکرہ ضروری ہے۔ جسے اتحاد المہندس لعرب نے قائم کیا ہے۔ اس کا ادارہ تالیف و ترجمہ ۱۹۸۲ء سے اصطلاحات سازی کے میدان میں سرگرم عمل ہے۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ المعجم الموحد الشامل المصطلحات الفنیہ لہندسیہ والتکنولوجیا والعلوم ہے۔ یہ ۱۹۸۶ء میں گیارہ جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ یہ ۵۴۷۴ صفحات اور ایک لاکھ سے زائد اصطلاحات کا احاطہ کرتا ہے جو انگریزی، فرانسیسی اور عربی متبادلات پر مبنی ہیں۔ اس میں عربی اصطلاحات سازی کے اب تک کے کیے گئے کام مجتمع کر لیے گئے ہیں اور ان تمام مترادفات کو جمع کرلیا گیا ہے جو عربی میں رائج ہیں۔ مزید برآں ایک اصطلاح کے مختلف مفاہیم کے لیے مختلف متبادلات بھی شریک کیے گئے ہیں۔ لغت کے مشرف العام ڈاکٹر احمد علی العریان مقدمے میں لکھتے ہیں کہ اس کی ترتیب میں اگرچہ متعدد لغات کو سامنے رکھا گیا ہے لیکن اس پر متعدد اہل علم سے

نظرثانی کرائی گئی اور اصطلاحوں کو اسماء ' افعال' صفات اور خصائص کے لحاظ سے جمع کیا گیا ہے۔[۲۶]

مفرد اصطلاحیں ملاحظہ ہوں: Drill (بضع)' Workshop (ورشة)' Point (زب)'

مرکب اصطلاحات: Iron Ore خام الحدید' Pig Iron الحدید الخام' Time signal اشارة الوقت' Spacial Partial Wave موجہ جزئیہ فضائیہ' Oil redamation استعارہ الزیت' حدود' تعریف المطر' معرّب اصطلاحات ملاحظہ ہوں: Broach بروش' Hydrogen ہیدروجن' Radium رادیوم' Micrometer میکرومیتر' Weathering Thermometer ترمومتر' Treposphere ترویوسفیر' Stereoscope استریوسکوب۔

دوسرا اہم لغت موسوعة الکویت العلمیہ کے تحت قاموس الکیمیا ہے۔ جس کے مرتبین ماہرین مضمون ہیں۔ یہ چار جلدوں پر مشتمل ہے پہلی جلد انگریزی سے عربی ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔ دوسری جلد عربی سے انگریزی ۱۹۸۴ء میں' تیسری جلد فرانسیسی' انگریزی' عربی ۱۹۸۴ء اور چوتھی جلد عربی' انگریزی' فرانسیسی ۱۹۸۴ء میں شائع کی گئی۔ کتاب کے مشیر اعلیٰ ڈاکٹر عدنان العقیل لکھتے ہیں کہ بنیادی طور پر یہ کام کارڈوں پر انجام دیا گیا اور بعدازاں کمپیوٹر کے حوالے کر دیا گیا[۲۷]۔ چنانچہ مشرقی زبانوں میں عربی پہلی زبان ہے' جس میں اصطلاحات سازی کا کام کمپیوٹر کے ذریعے انجام پا رہا ہے۔

موسوعة العلمیہ کے تحت ایک اور لغت قاموس النبات ولمیکروبیولوجیا قابل ذکر ہے جو دو جلدوں میں ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا ہے۔ یہ انگریزی' عربی اصطلاحات پر مبنی ہے۔ مدیر اعلیٰ پروفیسر احمد محمد کبارتی ہیں۔ ۸۹۵ صفحات میں تقریباً" گیارہ ہزار اصطلاحات دی گئی ہیں۔ دو کتابیں زیادة النبات فی الکویت (۱۹۸۳ء) اور الحرب الکیمیائیہ (۱۹۸۶ء) بھی قابل ذکر ہیں۔ زیادة میں ۳۵۱ کے قریب پودوں' درختوں اور سبزیوں کے نام عربی اور لاطینی میں دیے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ان کے لاطینی عربی عائلہ (خاندان) بھی درج ہیں۔ الحرب میں تین سو کے قریب کیمیاوی مرکبات اور تعاملات کے متبادلات درج ہیں۔ جیسے Phenol (فینول)' Ethnol (ایثانول)' Dispersing Agent (عامل انتشار)' dye، Organic (صبغ عضوی)۔

عربی اصطلاحات سازی کا کام عرب ممالک میں اداروں کے علاوہ بعض افراد نے بھی انجام دیا ہے۔ جدید دور میں عربی زبان کی بین الاقوامی اہمیت کے پیش نظر عرب ممالک سے باہر بھی اصطلاحات سازی کا کام شائع ہوا۔ ان میں سے حتی کا طبی لغت' ابوغزالہ کا لغت حسابداری' احمد شفیق الخطیب کا معجم المصطلحات اور نیدرلینڈ کے اشاعتی ادارے Elsevier کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ان کی مشترکہ خصوصیت یہ ہے کہ ان میں تعریب سے گریز کیا گیا ہے۔ یوسف حتی کا انگریزی عربی طبی لغت' امریکی یونیورسٹی بیروت سے ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا[۲۸]۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں معرّب الفاظ نہیں دیے گئے

البتہ ایک سے زیادہ متبادلات اور مترادفات شامل کیے گئے ہیں۔ پھر اصطلاحیں طویل اور بیانیہ ہیں۔ آخر میں عربی سے انگریزی اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔ مفرد اصطلاحیں ملاحظہ ہوں: مثلاً Abbreviation اختصار' Gritty حصب' کرل' Climate اقلیم' مناج' طقس' نہایتہ الحیف' Distalesis انعکاس' منعکس' تقلص' مرکب اصطلاحیں: Clineography وصف سرسری اور ان کے بیانیہ ترجمے: Clinotheraphy المعالجۃ الاستلقائیتہ او السریریتہ المعالجۃ بملازمتہ الفراش۔

فلسطین کی اہم کاروباری شخصیت طلال ابوغزالہ کا لغت حسابداری میکملن کمپنی لیمٹڈ نے لندن سے شائع کیا ہے۔ اس کے دیباچے میں ابوغزالہ نے لکھا ہے کہ یہ لغت عربی اصطلاحات کی معیار بندی کے علاوہ دنیا بھر کے ساتھ عربوں کے تجارتی لین دین کے ضروریات میں بھی کام آئے گا[۲۹]۔ اس کی ایک اور خصوصیت اس میں شامل عربی الفاظ کا تلفظ بھی قابل ذکر ہے چونکہ ابوغزالہ نے ۱۹۷۲ء کے بعد مغرب کے ساتھ مل کر کئی تجارتی ادارے قائم کیے اور ان کا چیئرمین بنا' اس لیے یہ لغت اس کی کاروباری ضرورت بھی تھا۔ اس میں خالص عربی الفاظ لیے گئے ہیں یعنی انگریزی اصطلاحات کی تعریب نہیں کی گئی۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ مفرد اصطلاحیں:۔ Absolute مطلق' Zone منطقہ' Accountant محاسب' Contract عقد' ترکیبی اصطلاحیں: Contribution ہبہ' Absorption استیعاب؛ مرکب اصطلاحیں: Account Analysis تحلیل الحسابات' Contra Account حساب لہٗ مقابل' Absolute Majority الاغلبیہ المطلقہ۔

امریکی یونیورسٹی بیروت کی طرف سے احمد شفیق الخطیب کا المعجم المصطلحات ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا ہے۔ اس کے چھٹے ایڈیشن ۱۹۸۴ء میں ساٹھ ہزار سائنسی و تکنیکی اصطلاحات ہیں۔ اس کی خصوصیات میں سب سے اہم اس کی طویل اصطلاحات ہیں۔ مثلاً تعلیق او تعطیل لوقت (Abeyance)' تملید المطاط بالکبریت (vulcanization)' ضبط حجم الغاز المتدفق (Volume Governor)۔ البتہ بعض جگہ معرّب اور مختصر متبادلات بھی دیے گئے ہیں' جیسے مندرجہ بالا تینوں صورتوں میں Vulcanization کے لیے "فلکنہ" بھی دیا گیا ہے۔ جب کہ "تملید المطاط بالکبریت" بھی درج ہے اور Volume Governor کے لیے "حاکم حجمی" بھی دیے گئے ہیں[۳۰]۔

بیروت لبنان ہی سے امین معلوف کا لغت معجم الحیوان (انگلیزی' عربی)' احمد عیسی کا لغت معجم اسماالنبات (عربی' انگلیزی' فرنسی' لاطینی) (طبع دوم ۱۴۰۱ھ)' مصطفیٰ الشہابی کا لغت معجم الشہابی فی مصطلحات العلوم الزراعیہ (۱۹۷۸ء) اور حارث سلیمان فاروقی کا المعجم القانونی (۱۹۷۴ء) شائع ہوئے۔ یہ چاروں لغات دیگر کئی لغات مثلاً معجم لغات الفقہا وغیرہ کے ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مکتبہ لبنان بیروت سے ۱۹۷۴ء میں

معجم النفیس (معجم مصطلحات لادب)
ادبیات کے موضوع پر استاد مجدی وہبہ کا لغت قمص المصطلحات
شائع ہوا جو اپنی نوعیت کا منفرد لغت ہے۔ دارالعلم للملائن بیروت سے مشتمل شائع ہوا ہے۔ یہ عربی، فرانسیسی اور
اللغویہ والادبیہ ۱۹۸۷ء میں ۴۷۹ صفحات پر
مشتمل ہے۔
انگریزی میں لسانیات اور ادبیات کی اصطلاحوں پر سطح کا پہلا ادارہ ہے جس نے بین الاقوامی
نیدرلینڈ کا ادارہ Elsevier مغربی عالمی
اصطلاحات سازی میں عربی کی اہمیت کو محسوس کیا ہے۔ اس کا ذکر ہم پہلے ہی کرچکے ہیں۔
اس کے لغت آئل گیس میں عربی اصطلاحات کو مصر کے شوکی سالم نے ضمیمے کے طور پر
شامل کیا ہے۔ اس لغت کی خصوصیات میں بھی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس میں
معرب اصطلاحات استعمال نہیں کی گئیں اور زیادہ تر اصطلاحات وہ ہیں جو عرب ممالک میں
عام استعمال ہوتی ہیں۔ ان کی اصطلاحات سازی کا ماخذ قاہرہ اور رباط کے ادارے اور مکتبہ
لبنان کی شائع کردہ اصطلاحات ہیں[۳۱]۔ میری ٹائم (Maritime) یعنی جہاز رانی ایک
بالکل نیا میدان ہے، اس میں انگریزی اور فرانسیسی کے ساتھ عربی اصطلاحات دی گئی ہیں۔
اس لغت میں عربی کا شمار تین بین الاقوامی زبانوں میں کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر یہ پہلی
کوشش ہے۔ انگریزی اصطلاحیں یا تو ترجمہ کی گئی ہیں یا معرب کرلی گئی ہیں۔ اس میں کیمیا،
کیمیا، معاشیات، برقیات، ماحولیات، مالیات، میکانیات، قانون اور دوسرے کئی موضوعات
سمیت بارہ ہزار اصطلاحات ہیں[۳۲]۔

لندن سے روٹ لیج اینڈ کیپنی نے بھی ۱۹۸۵ء میں عربی انگریزی اور انگریزی عربی میں
کمپیوٹر اور عسکری اصطلاحات کے لغات شائع کیے ہیں۔ ان کے ایڈیٹر ارنسٹ کے ہیں اور
دونوں سات سات ہزار اصطلاحوں پر مشتمل ہیں۔ مدیر نے ان میں معیار بندی کی کوشش
کی ہے۔

۱۳ سے ۱۷ مارچ ۱۹۸۹ء میں تیونس میں عرب لیگ، یونیسکو اور عالمی مرکز اصطلاحات وی
آنا کے تعاون سے اصطلاحی معیار بندی اور یکسانیت کے موضوع پر ایک کانفرنس منعقد
ہوئی، جس میں اس امر کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی کہ عربی میں اصطلاحی معیار بندی اور
استناد کے کسی ایک مرکزی ادارے کی ضرورت ہے جو پورے عالم عرب میں واحد اصطلاح
رائج کرنے کی کوشش کرے۔ دور جدید میں عرب اصطلاحات سازی کا رخ اسی معیار بندی
کی طرف ہے۔ رباط (مراکش) کے معلوماتی بینک فلوابی میں انگریزی اور فرانسیسی کے عربی
اصطلاحی مترادفات کے اصطلاحی کارڈ فائل مرتب کیے جارہے ہیں۔ سعودی عرب میں
اصطلاحی بینک (Data Bank) یعنی کمپیوٹر ذخیرہ تیار کیا جارہا ہے۔ ایسے کاموں کے لیے عالمی
ادارہ مثلاً انفوٹرم (آسٹریا) کا تعاون بھی حاصل کیا جارہا ہے۔ ان اداروں سے حاصل ہونے
والی اصطلاحاتی معلومات کو ٹیکنالوجی کی منتقلی کا ایک اہم ذریعہ بھی سمجھا جاتا ہے[۳۳]۔ تیونس
کانفرنس میں معیار بند اصطلاحات کو علم، معلومات اور ٹیکنالوجی کی منتقلی کا اہم ذریعہ قرار دیا

گیا ہے[۳۴]۔ تاہم یہ معیار بندی زیادہ تر سائنس اور ٹیکنالوجی کے علوم میں ہو رہی ہے۔ بعض نئے سماجی علوم خصوصاً لسانیات عربی میں بھی نئے ہیں اور ان میں بے حد انتشار پایا جاتا ہے۔ مشرقی اور مغربی عربی ہی میں نہیں بلکہ ایک عرب ملک کے اندر بھی یہ انتشار عموماً موجود ہوتا ہے۔ اس طرف ۱۹۸۹ء میں بن غازی میں ہونے والی عرب کانفرنس میں بھی توجہ دلائی گئی[۳۵]۔ عالمی اسلامی کانفرنس کی تنظیم میں بھی اس کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔

۱۸ تا ۲۰ ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ/۲ تا ۴ جون ۱۹۹۱ء کو جامعہ الجزائر میں عربی لغات اور اصطلاحات کے ذخیرہ کے موضوع پر پہلی کانفرنس (ندوہ) منعقد ہوئی۔ جس میں لغات و اصطلاحات پر معلومات کا بنک تمام عرب ممالک کی شراکت سے قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اس مقصد کے لیے کمپیوٹر کو استعمال میں لایا جائے گا اور اصطلاحی انتشار کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مزید برآں پورے ذخیرہ کو ۱۲۵ جلدوں میں طبع بھی کیا جائے گا تاکہ عالم عرب میں یکساں الفاظ و اصطلاحات رائج ہو سکیں۔ استاد ڈاکٹر عبدالرحمان صالح رئیس ندوہ ہوں گے۔ یونیسکو' ایلکسو' ایسسکو کا تعاون بھی حاصل کیا جائے گا۔ اس کا طریقہ کار طے کرنے کے لیے نومبر ۱۹۹۱ء میں ایک اور اجلاس منعقد ہونے کی اطلاع بھی ملی ہے[۳۶]۔ جہاں تک جدید علم اصطلاحات کا تعلق ہے' اس سلسلے میں پروفیسر محمد ہلیلی (خلیلی) قابل ذکر ہیں۔انھوں نے ۱۹۹۱ء میں نیڈوبٹی' فیلبر' بوڈن اور کرومر بیز کے چار معروف مقالات عربی میں ترجمہ کیے ہیں۔ علاوہ ازیں محمد عبدالعزیز کی کتاب **التعریب فی القدم والحدث** (۱۹۹۰ء) قابل ذکر ہے[۳۷]۔ اس میں علمِ تعریب پر بحث کی گئی ہے۔

۲۔ فارسی اصطلاحات سازی

فارسی اصطلاحات میں قدیم ترین لغات ہمیں مغلیہ دور میں ملتے ہیں جو برصغیر میں انتظامیہ' بندوبست اور مالگزاری کے نظام سے متعلق ہیں۔ ان میں **فرہنگِ کاردانی** از جگت رائے شجاعی ۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء میں لکھی گئی۔ یہ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ہے۔ چنار بٹائی' دیوان اعلیٰ' دیوان خالصہ' کروڑی' تیول' جاگیر' جیسی اصطلاحوں کا علم اس سے علم ہوتا ہے۔ **مراۃ الاصطلاح** مرتبہ ۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء از آنندرام مخلص بھی اس ضمن میں قابل ذکر ہے۔ آنند رام' محمد شاہ کے دربار سے وابستہ تھا اور سوہدرہ (گجرات) کا رہنے والا تھا۔ دفتری اور سرکاری دستور العمل سے متعلق اصطلاحات کا علم اس سے ہوتا ہے۔ یہ کتاب انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے کتب خانے میں موجود ہے[۳۸]۔ رسالہ **اصطلاحاتِ مالگزاری**' خواجہ یاسین دہلوی کی تصنیف ہے اور برصغیر میں اٹھارویں صدی کے آخری زمانے میں لکھی گئی ہے۔ یہ برٹش میوزیم میں موجود ہے -

بروودا یونیورسٹی بھارت کے سید حسن محمود نے اپنے مقالہ پی ایچ ڈی (جامعہ ملیہ نئی دہلی) میں اس کا انگریزی ترجمہ کیا ہے[۳۹]۔ مغل دور کے بعض منصبوں اور عہدوں کا علم اطہر علی نے اپنی کتاب The Apparatus of Empire نئی دہلی (۱۹۸۸ء) میں دیا ہے۔ بعض

فارسی اصطلاحات کے اردو میں استعمال کا علم ہمیں نواب عزیز جنگ ولا کی کتابوں سے ہوتا ہے۔
اس دور میں طبی اور ادویاتی لغات ملتے ہیں۔ ان میں نورالدین محمد عبد اللہ شیرازی کی
کتاب الفاظ الادویہ اہم ہے، جس میں عربی، فارسی اور ہندوی اصطلاحات ادویہ دی گئی ہیں۔
اس کا ترجمہ فرانسس گلیڈون نے ۱۷۹۳ء میں کلکتہ سے شائع کیا۔ اس کے علاوہ ایک اور
جامع ادویاتی لغت مخزن الادویہ بھی فارسی میں لکھا گیا۔ ایس جے اے ج چل اسے بہتر طبی
لغت قرار دیتا ہے[۳۴]۔ جو دوسری جلد قرابادین کے ساتھ مل کر اہم ہو جاتا ہے۔ اس کا
مصنف میر محمد حسین خان العقیلی العلوی ابن حکیم محمد ہادی خاں العقیلی الخراسانی تھا۔ وہ
شیراز کا رہنے والا تھا۔ مفردات والا حصہ ۱۱۸۳ھ / ۱۷۶۹ء میں پہلے عربی اور پھر اپنے آقا میر
محمد علی الحسن کی خواہش پر فارسی میں لکھا۔ پہلی جلد مفرد ادویہ پر ہے، جنھیں ابجدی ترتیب
سے بیان کیا گیا اور تتمہ پر تمام ادویات کے ناموں کا اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔ یہ جلد بمبئی
سے ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں شائع ہوئی۔ دوسری جلد قرابادین مجمع الجوامع و ذخائر
التراکیب ہے جس میں مرکب ادویات ہیں۔ یہ بھی لغت کے انداز میں ہے۔ کلکتہ سے
۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۵ء اور ۱۲۵۴ھ / ۱۸۴۱ء میں طبع ہوئی۔ دونوں جلدیں تہران سے ۱۲۷۷ھ /
۱۸۶۱ء میں طبع ہوئیں۔

سید حسین نصر نے اپنی مشرح کتابیات اسلامی سائنس میں بعض فارسی لغات و
اصطلاحات کا ذکر کیا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایران کے اصطلاح ساز فارسی کے
علاوہ عربی پر بھی اثر انداز ہوتے تھے۔

جدید فارسی اصطلاحات سازی پر زیادہ تر کام ایران میں ہوا اور وہ بھی بیسویں صدی
عیسوی میں۔ اس سے پہلے ہمیں فارسی اصطلاحات تو ملتی ہیں لیکن جدید بنیادوں پر
اصطلاحات سازی عنقا تھی۔ بقول ڈاکٹر محمد ریاض[۳۵]:-

> "بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں فارسی غیر ملکی زبانوں کی آمیزش سے
> خاصی مالا مال تھی۔ اس ضمن میں زیادہ تر اثر عربی اور فرانسیسی زبانوں کا مشہور
> تھا۔ عربی دانوں اور مغرب پسندوں نے خاصی بے اعتدالیاں پیدا کر رکھی تھیں۔
> پیشہ ور ملاؤں اور مذہبی رہنماؤں نے عربی کلمات کے غیر ضروری استعمال کو وطیرہ
> بنا رکھا تھا اور مغرب پرست مغربی زبانوں کے آداب و رسوم سے متعلق الفاظ
> فارسی میں داخل کر رہے تھے۔ اس روش کو معتدل بنانے کی کئی کوششیں کی
> گئیں۔ زیادہ نمایاں کام دو سرکاری فرہنگ سازوں کے ہیں جن میں سے پہلا
> ۱۹۳۵ء سے ۹ سال تک نافذ رہا اور دوسرا بھی قدرے مدت کے لیے ۱۹۷۰ء تا
> ۱۹۷۹ء۔"

دراصل ایران شروع ہی سے عربوں کے اثر سے چھٹکارا پانے کی کوشش میں رہا۔
چنانچہ ان کے جدید اصطلاحات سازی کے بنیادی فلسفے کے بارے میں ایک بنیادی حقیقت یہ

ہے کہ ان کے نزدیک ہر حالت میں عربی سے چھٹکارا پایا جائے۔ "وہاں یہ ایک تحریک ہے کہ اصلی ایرانی الفاظ کو استعمال میں لایا جائے اور اپنی زبان کو عربی سے آزاد کیا جائے۔ قدیم فارسی الفاظ کو پھر سے زندہ کیا جا رہا ہے ...... یونیورسٹی کو دارالعلوم کی بجائے دانش گاہ کہا جاتا ہے[۲۲]۔"

دراصل جدید اصطلاحات سازی کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی جب ۱۹۲۴ء میں فوج کو جدید خطوط پر استوار کرنے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ پہلوی دور کی وزارت دفاع اور وزارتِ تعلیم نے مل کر ایک انجمن تشکیل دی جس کے مختلف اجلاسوں میں وضع اصطلاحات کا کام کیا گیا۔ ان کے طریق کار کے بارے میں ڈاکٹر مہرنور محمد لکھتے ہیں[۲۳]:۔

"ضروری اصطلاحات فرانسیسی زبان میں لکھ کر ہر ایک رکن کو بھجوا دی جاتیں۔ وہ اپنے ذوق اور صوابدید کے مطابق فرانسیسی الفاظ کے سامنے فارسی الفاظ لکھ کر انجمن کو بھیجتے۔ اجلاس میں ہر لفظ پر مفصل بحث ہوتی۔ ہر رکن اپنی رائے کا اظہار کرتا اور آخر میں بڑی بحث و تمحیص کے بعد کسی ایک اصطلاح کو منتخب کر لیا جاتا۔"

اس کے ساتھ ساتھ ٹیچرز ٹریننگ کالج میں بھی اصطلاحات سازی کا کام شروع ہوا (جو ۱۹۳۲ء سے قائم تھا)۔ اس کے اصول مندرجہ ذیل تھے:۔

۱۔ فارسی گرائمر کا لحاظ

۲۔ سادگی اور اختصار کا خیال

۳۔ فارسی مترادف نہ ملنے کی صورت میں بین الاقوامی اصطلاح کا انتخاب

۴ ۔ متداول اصطلاحات کی حفاظت ماسوائے ایسے الفاظ جو صحیح نہ ہوں یا ان کے مقابلے میں زیادہ موزوں لفظ موجود ہو۔

اصطلاحات سازی کے لیے ایران کا سب سے بڑا ادارہ **"فرہنگستان"** ہے جو مارچ ۱۹۳۵ء میں قائم ہوا تھا۔ اس نے نامہ **فرہنگستان** کے نام سے مجلّہ بھی جاری کیا اور واژہ ہائے نو (نئے الفاظ) کے عنوان سے پانچ کتابچے بھی شائع کیے۔ ۱۹۴۴ء میں یہ ادارہ ختم ہو گیا۔

اس ادارے کے فرائض و مقاصد میں جو امور قابلِ توجہ ہیں۔ ان میں "فارسی کو نامناسب الفاظ سے پاک کرنا، پیشہ وروں، صنعت گروں، پرانی کتابوں اور مقامی افراد سے علاقائی الفاظ واصطلاحات وغیرہ جمع کرنا اور غیر فارسی الفاظ مسترد کرنے کے لیے قواعد بنانا اہم ہیں۔"[۲۴] ان فرائض کے ذکر سے ہمیں ایران کے جدید رجحانات کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ یہ وہی "تخلیصِ زبان" کا رجحان ہے، جسے مولوی عبدالحق نے غیر علمی اور سیاسی قرار دیا ہے۔ اس ادارے نے بنیادی طور پر "باز، پیش اور وا" جیسے سابقوں اور "آموز" اور "دار" جیسے لاحقوں سے نئے الفاظ وضع کرنے کی طرح ڈالی تھی۔ اس ادارے کی خدمات

کے بارے میں ڈاکٹر محمد ریاض لکھتے ہیں[۴۵]:-

"فرہنگستان زبان کی کوشش سے عربی اور یورپی زبانوں کے فارسی میں مستعمل دو ہزار سے زاید ناروا الفاظ کی جدول بندی کی گئی اور ان کا تداول غیرپسندیدہ بتایا گیا ہے۔ ان کی جگہ نئے اور بہتر الفاظ وضع کیے گئے اور ان کی تشہیر کی گئی۔ ان میں اسم ہائے عام اور جغرافیائی نام بھی شامل ہیں۔ان ناموں کی فارسی صورتوں پر ترکی اور عربی صورتیں غالب آگئی تھیں .... (جیسے) اطفائیہ- اسے (آتش فشانی) کہا گیا۔ اسی طرح عضو بدن (اندام)، محیط (پیرامون)، قائم مقام (جانشین)، تجویز (پیش نہاد)، مریض خانہ (بیمار ستان) .... قدیم ایرانی زبانوں کے نامانوس کلمات لانے کی چند مثالیں، اگرچہ ان الفاظ کا رواج نہ ہوسکا: مثلاً "لغت" کی بجائے "سواد" ترجمہ کی بجائے "پچوہ" وغیرہ ......"

فرہنگستان کے کتابچے لغت ہائے نو (مارچ ۱۹۳۷ء) میں بلدیہ، پولیس، جنگ اور ایرفورس کی ضروریات کے لیے اصطلاحات مرتب کی گئی تھیں اس میں بھی عربی تراکیب کی جگہ فارسی تراکیب دی گئیں۔

مثلاً: شریان (سرخ رگ)، ورید (سیاہ رگ)، امتحان (آزمایش) داخل (اندرون)، غواص (آب باز)، عدلیہ (دادگستری)، محکمہ (دادگاہ)۔ اسی طرح واژہ ہائے نو میں قدیم مستعمل الفاظ کے لیے نئے الفاظ تجویز کیے گئے مثلاً بلدیہ (شہرداری)، مطبع (چاپخانہ)، شہادت (گواہی)، جرم (بزہ)، ضد سم (پادزہر) وغیرہ۔ اسی طرح مغربی زبانوں خصوصاً فرانسیسی کے متبادل وضع کیے گئے۔ مثلاً آسانسور، (بالا رو ---- لفٹ کے لیے) - ویزا (روادید)، ایجنٹ (آژان)، اسٹیڈیم (استادیم)، شیمی (شیمی ---- کیمیا کے لیے)۔ اس کے علاوہ اس ادارے نے دیگر اداروں کی اصطلاحیں بھی اپنائیں۔ مثلاً بادامک (مغزبادام کی جگہ)، آرام دہ (مسکن کی جگہ)، چنگار (سرطان کی جگہ) وغیرہ[۴۶]۔

اگرچہ ۱۹۴۴ء میں یہ ادارہ ختم ہو گیا۔ لیکن اس کے اثرات تادیر رہے اور ۱۹۴۹-۵۰ء تک کم و بیش اسی طرز پر مزید کام ہوتا رہا۔ ۱۹۷۰ء میں نیا ادارہ "فرہنگستانِ زبانِ ایران" قائم ہوا۔ اس ادارے کی ترجیحات قدرے مختلف تھیں۔ طریق کار کچھ یوں تھا[۴۷]:-

"اس نے ہر شعبہ کے دو یا تین متخصص لوگوں کی خدمات مستعار لیں جو زبان شناسوں کے ایک گروہ کے ساتھ ہفتے میں دو گھنٹے بیٹھتے اور وضع اصطلاحات کا کام کرتے تھے۔ اسی طرح ۱۳ گروپ بنائے گئے جن میں سو کے لگ بھگ زبان شناس شامل تھے اور انھوں نے ۱۹۸۴ء کے آخر تک چھ ہزار سے زاید فنی اور تکنیکی یورپی الفاظ کے فارسی مترادفات وضع کر لیے تھے۔"

"فرہنگستان زبان ایران" نے اصطلاح سازی کے لیے جو اصول استعمال کیے ان کی تفصیل ڈاکٹر مہر نور محمد نے دی ہے[۴۸]۔ اس کی روشنی میں ان کے اصولوں کا اجمالی جائزہ اس طرح لیا جا سکتا ہے:۔

۱۔ غیر ملکی مغربی اصطلاحات کے مترادفات گھڑنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ مستعار ترجمہ کیا جائے۔ وہ اصطلاحات کو تقسیم کر کے اصل زبان کے ہر جز کے معنی اور مادہ کو معلوم کرتے تھے۔ ایران قدیم کی زبانوں اوستائی، فارسی قدیم اور پہلوی میں لفظ کے اجزا کا ترجمہ کر کے ان الفاظ میں باہم ملا لیتے۔

۲۔ ترکیب اور اشتقاق کا طریقہ بھی آزمایا گیا۔ علیحدہ معنی والے الفاظ کو ملا کر تیسرا لفظ بنا لیا جاتا۔ اسی طرح نئے نئے سابقے اور لاحقے بنائے گئے اور ان سے مشتق اصطلاحات وضع کیں۔ مثلاً "باز" اور فعل امر کی ترکیب سے اسم مرکب مثلاً Investigation کے لیے "بازپرس" Reflex کے لیے "باز تاب"۔ اسی طرح "باز" اور صفت فاعلی مرخم کی ترکیب سے اسم فاعل مثلاً controller کے لیے "باز بین" Investigator کے لیے "باز جو" Inspector کے لیے "باز رس"۔

سابقہ "پیش" اور فعل امر کی ترکیب سے اسم مرکب مثلاً Minute کے لیے پیش نویس، سابقہ "باز" و فعل امر اور یائے مصدری کی ترکیب سے اسم مرکب مثلاً Investigation کے لیے باز رسی، Requistition کے لیے باز گیری، سابقہ "پیش" و فعل امر اور یائے مصدری کی ترکیب سے اسم مصدر مثلاً Forecast کے لیے پیش بینی، Prevention کے لیے پیش گیری۔ سابقہ "پیش" اور صفت مفعولی مرخم کی ترکیب سے اسم مرکب مثلاً Offer کے لیے پیش نہاد، Incident کے لیے پیش آمد، سابقہ "باز" اور صفت مفعولی مرخم کی ترکیب سے اسم مرکب مثلاً Interment کے لیے باز داشت، Restoration کے لیے بازگشت۔ لاحقہ "بان" اور اسم کی ترکیب سے، مثلاً Constable کے لیے پاسبان۔ لاحقہ "ستان" کی ترکیب سے مثلاً Hospital کے لیے بیمارستان۔ لاحقہ "مند" اور اسم کی ترکیب کے ساتھ مثلاً Clerk کے لیے کارمند، اسم اور صفت فاعلی مرخم کی ترکیب سے اسم فاعل مثلاً اسم + دار (Governor - استاندار، Mayor شہردار)۔ اسم + سنج (Anemometer باد سنج، Thermometer گرما سنج، Barometer ہوا سنج)۔ اسم + شناس (Geologist زمین شناس، Expert کار شناس)، متعلق فعل اور صفت فاعلی مرخم کے ساتھ (Lift بالا رو، Descendent پائیں رو)۔ دو اسموں کی ترکیب سے مثلاً اسم + خانہ، اسم + گاہ، اسم + نامہ (داروخانہ، آسایش گاہ، گواہی نامہ)۔ سابقہ "کار" کا استعمال (Management کارپردازی)۔

۳۔ فارسی اور عربی کلمات کی ترکیب سے اسم مرکب (Counsellor رایزن، Acountant حسابدار، Poor House مسکین خانہ، Sphygmograph نبض نگار وغیرہ)۔

۴۔ بعض پہلے سے موجود اور رائج فارسی اور یورپی الفاظ کو اسی طرح قبول کر لیا گیا۔
دوسرے ادارے فرہنگستان ایران کے جریدے پیش نہادِ شماچیست؟ کے نو شمارے شائع ہوئے۔ اس کی بعض اصطلاحیں قابل توجہ ہیں۔ مثلاً آزمون (Test)' پایان نامہ (Thesis)' ارزہ (Marks)' اختیاری (Optional)' استادیار (Asstt.Prof)' دانش یار (Associate Prof.)' زینہ (Degree)' تحریر (Version)' جزوہ (Booklet)' امانت گیری (Borrowing)' سازگاری (Conformity)' نظام (S ystem)' رسیدگی (Investigation)' کسب کار (Business)' جانور شناسی (Zoology)' انحراف میسر (Reflection)' روند (Trend)ہے[۴۹]

اس ادارے کی بعض اصطلاحات خاصی دلچسپ ہیں مثلاً پیش آمد (بمعنی حادثہ)' کارفرمائی (انتظام) رویداد (واقعہ)' زادگان (نسل)' آموزش یار (انسٹرکٹر)' واژہ (لفظ)' گشت (دورہ)' گفت و شنود (محاورہ' گفتگو)ہے[۵۰]

سید عارف نوشاہی اور ڈاکٹر مہر نور محمد نے فارسی اصطلاحات سازی کی کتابیات میں جدید فارسی اصطلاحات کے ۱۷۶ لغات کا ذکر کیا ہے۔ ان میں اصولِ اصطلاحات سازی پر ایک اور علوم و فنون پر جامع لغات چھ ہیں۔ ان میں ایسے لغات کا ذکر بھی ہے جو بعض اداروں' غیر سرکاری انجمنوں اور افراد نے نجی طور پر بھی مرتب کیے[۵۱]۔ ان کے اصول عام طور پر مندرجہ ذیل ہیں[۵۲]:۔

"۱۔ یہ لوگ نئے الفاظ وضع کرنے کے لیے ترکیب و اشتقاق کی روش کو بروئے کار لاتے۔

۲۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ وہ اشیاء کے اوصاف کے مطابق نام بنا لیتے ہیں۔ مثلاً Brush کے لیے ماہوت پاک کن' Blotting paper آب خشک کن' Juicer آب میوہ گر' Flash- Light نور افگن وغیرہ۔"

خان بابا مشار کی فہرست کتابہائی چاپی فارسی جلد سوم (تہران:۱۳۵۲ھ) میں ۴۲ کتابوں کا تذکرہ ہے۔ جن میں سے ایک روس سے طبع ہوئی ہے۔ ان میں سے دو تین لغات کا جائزہ ضروری ہے۔ خصوصاً نجی لغات کا مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔ پہلا لغت روبرت قوطانیان کا فرہنگ علمی و فنی :فیزک مکانیک' الکترونیک ہے۔ اس میں عربی اصطلاحات سے گریز نہیں کیا گیا۔ چند مفرد اصطلاحات ملاحظہ ہوں:

Absolute مطلق' Coefficient قریب' Proof اثبات' Machine دستگاہ' چرخ' ماشین۔ مفرس اصطلاحیں :Cadmium کادمیوم' Caffeine کافئین' Monomor مونومر۔ ترکیبی/ مرکب اصطلاحیں :Acoustical مربوط بسامعہ' Comicdust گرد غبار کیہانی۔

علی کیہانی کا لغت فرہنگ علمی و فنی بھی سائنسی و تکنیکی اصطلاحات کے لیے تہران سے شائع ہوا۔ یہ تشریحی لغت ہے۔ اس میں دونوں متبادلات یعنی خالص عربی' فارسی اور

مفرس دیے گئے ہیں۔ مثلاً Absolute Alcohol الکل مطلق، الکل ا۔تلیک، Acetic
Acid الیسد ایتسک۔ جوہر سرکہ۔ اس میں بھی عربی الفاظ سے گریز نہیں کیا گیا۔ مثلاً مفرد
اصطلاحیں: Absolute مطلق، Absorbent جاذب۔ مرکب اصطلاحیں:Absolute
Value قدر مطلق، Super Cooling فوق انجماد۔، کلاسیکی فارسی کا استعمال بھی ملتا ہے
مثلاً: Sun-dial ساعت آفتابی، (لاحقوں کے ساتھ) :Oxyntic الیسد ساز۔ مفرس
اصطلاحیں: Caolin کاولن، Protemena پروتومنا۔

فرہنگِ ذکائی کا ترجمہ **فرہنگ فیزیک (طبیعیات کا لغت)** ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔
اس میں بھی عربی اور سابقہ فارسی ذخیرۂ الفاظ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ مثلاً مفرد اصطلاحیں:
Absolute مطلق، Angle زاویہ، Geometry ہندسہ۔ کہیں کہیں تفریس بھی کی گئی ہے
مثلاً Ampere آمپیر، Radiology رادیولوژی۔ مرکب اصطلاحیں: Absorption cell
سلولِ جذب، Average حد متوسط، Gravitation قوہ جاذبہ، Jogs زمین لرزہ، وغیرہ۔

علمِ اصطلاحات سازی کے حوالے سے مندرجہ ذیل دو لغات کا تقابلی جائزہ بھی بہت
اہم ہے۔ پہلا لغت **فرہنگ فنی دانشگاہی "المانی۔ فارسی"** از نادر گلستانی ہے جسے
انتشارات علمی تہران نے آبان ۲۵۶۱ میں شائع کیا ہے۔ اس میں تیس ہزار کے قریب
تکنیکی جرمن اصطلاحات کا فارسی ترجمہ دیا گیا ہے۔ جو برق، میکانیات، دھات کاری جیسی
فنیات کے موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ اس میں مرکب اصطلاحات زیادہ ہیں جبکہ **لغت
نامہ رواشناسی** ازدکتر محمود منصور، دکتر پریرخ دادستان اور دکتر میناراد، سہ لسانی لغت
ہے جو انگریزی، فرانسیسی اور فارسی میں نفسیات کی اصطلاحات کا احاطہ کرتا ہے۔ اسے
کتاب خانہ ملی، تہران نے اردی بہشت ۲۵۳۶ میں طبع کیا ہے۔ اس میں پہلے فارسی سے
انگریزی اور فرانسیسی میں متبادل اصطلاحات دی گئی ہیں اور ان کا مفہوم فارسی میں ایک دو
جملوں میں بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ آخر میں دو اشاریے بھی دیے گئے ہیں۔ پہلا اشاریہ
فرانسیسی سے انگریزی اور فارسی متبادلات کا ہے اور دوسرا اشاریہ انگریزی سے فرانسیسی اور
فارسی متبادلات کا ہے۔ اس لغت کی اہم خوبی اس کی مفرد اصطلاحات ہیں۔ دونوں لغات میں
یورپی الفاظ بھی بہت کم مفرس کیے گئے ہیں۔

شاہی دور ختم ہونے اور انقلاب کی آمد سے ایک عرصہ بعد فرہنگستان نے اپنا کام پھر
سے شروع کیا ہے۔ اس نئے دور میں چونکہ ایک بار پھر مذہبی اثرات سیاسی افق پر چھا گئے
ہیں، اس لیے ان کی بناء پر عربی الفاظ کو دوبارہ جگہ ملنا شروع ہو گئی ہے۔ مطلب ہے کہ
بہت سی عربی اصطلاحات خصوصاً مذہب و فلسفہ کے میدان میں پھر سے رواج پا سکیں گی۔ ۱۸،
سے ۲۰ جولائی ۱۹۹۱ء کو تہران یونیورسٹی میں فارسی بطور سائنسی زبان کے موضوع پر ایک
سیمینار منعقد ہوا ہے۔ اس میں ایران، چین، افغانستان اور تاجکستان سے شرکت کرنے
والے اہلِ علم نے ۳۰ مقالے پیش کیے ہیں، جن میں یونیورسٹی، ہائی سکولوں، صنعتوں اور

ابلاغ عامہ میں سائنسی اصطلاحات کے استعمال کے موضوع پر مسائل اور ان کے حل سے متعلق افکار اور نگارشات پیش کی ہیں[۵۲]۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی میں بھی جدید علم اصطلاحات کی طرف پیش قدمی کی جا رہی ہے۔

۳۔ ترکی اصطلاحات سازی

ترکی میں اتاترک نے ایک غیر سرکاری ادارہ "ترک دل توروموّ" بنایا تھا۔ اس نے وضع اصطلاحات کا کام شروع کیا۔ چونکہ ترکی کا رسم الخط رومن کر لیا گیا، اس لیے وسیع پیمانے پر مغربی اصطلاحیں لے لی گئیں۔ اس کے طریق کار کے بارے میں میاں بشیر احمد (سفیر پاکستان در ترکی) لکھتے ہیں[۵۴]:-

"ہزاروں کی تعداد میں سوالنامے چھاپ کر ہر حصہ میں بھیجے گئے تھے کہ ایسے الفاظ جو عوام کی زبان پر ہیں، مگر تعلیم یافتہ طبقے کو معلوم نہیں، تلاش کیے جائیں۔ مقامی افراد، ادارات اور عمال نے بھی مدد دی، سوالنامے کی دس مدات تھیں۔ لفظ، مقام جہاں ملا، نحوی نوعیت، عام زبان میں اس کا ہم معنی لفظ، دوسرے مترادفات اور اضداد، عام طور پر کن لوگوں میں مستعمل ہے، لفظ جس نے دریافت کیا، پہلے کس شخص کو استعمال کرتے سنا، دریافت کرنے والے کی رائے، لفظ کی نسبت، تاریخ دریافت۔"

عام طور پر نئے وضع کیے جانے والے الفاظ کئی صورتیں اختیار کر کے رائج ہوتے تھے۔ مثلاً Ideal کے لیے "غایت خیال" عام رائج تھا۔ پھر "مفکورہ" وضع کی گئی لیکن اب "اولکو" استعمال ہوتا ہے۔ Elasticity کے لیے "ایلا ٹیکیجے" بولتے تھے۔ اب نیا وضع کردہ لفظ ایزیکلک استعمال ہوتا ہے۔ School کے لیے پہلے مکتب تھا، اب اوکول بولا جاتا ہے۔ محکمہ وزارت کے لیے پہلے وکالت کا لفظ مستعمل تھا، اب سرکاری طور پر اصطلاح بکینلک قرار دی گئی ہے کیونکہ بیکمیک قدیم ترکی لفظ ہے جسے نظارت کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ اس ادارے کے وضع اصطلاحات کے عمومی اصولوں کے بارے میں میاں بشیر احمد لکھتے ہیں[۵۵]:-

"پہلے بین الاقوامی اصطلاحات عموماً فرانسیسی سے لی جاتی تھیں مگر اب اس کے خلاف رجحان ہے اور یہ میلان بھی پایا جاتا ہے کہ اصل ماخذ یعنی لاطینی یا یونانی مادوں سے الفاظ لیے جائیں۔ پھر وہ اساتذہ جنھوں نے کسی خاص زبان کے ذریعے اعلیٰ تعلیم پائی، اپنی اپنی سیکھی ہوئی زبان کے زیر اثر ہیں۔ یورپی اصطلاحات کے ترکی میں لیے جانے کا مسئلہ ابھی تک زیر بحث ہے۔ اس میں ترکی تلفظ کو بھی خاص دخل ہے جو اصل یورپی لفظوں کو کسی حد تک بدل دیتا ہے۔"

اس بحث سے یہ غرض نہ لی جائے کہ ترکی میں قدیم سے اصطلاحات سازی کا رواج نہیں تھا۔ جے کارسٹ نے رسالہ **فور آرمینیزی فلولوجی** نمبر ۲ میں لاطینی سے عربی، فارسی، ترکی اور آرمینیائی دو سو ادویات کے مترادفات کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ترکی زبان میں بہت سی ایسی کتابیں بھی ملتی ہیں، جن کا حوالہ حسین نصر نے اپنی مشرح کتابیات اسلامی سائنس میں دیا ہے۔

جدید اصطلاحات پر مبنی ایک انگریزی ترکی لغت کا ذکر بھی ضروری ہے جو استنبول سے ۱۹۶۸ء میں انجینئرنگ، سائنس، ٹیکنالوجی، صنعت، انتظام اور کاروبار کو محیط ہے، اسے A.H.Taspinar نے ٹیکنیکل ڈکشنری کے نام سے شائع کیا ہے۔

اسی طرح Lexicon of Detergents & Cosmetics کئی زبانوں کا ایک لغت ہے، جو ۱۹۶۶ء میں Elsevier نے شائع کیا ہے، اس میں ۲۵۷ کا سمیٹک اصطلاحات گیارہ زبانوں میں ہیں، جن میں سے ایک ترکی بھی ہے۔

۴۔ ملاوی (ملے) اصطلاحات سازی

ملے یا ملاوی زبان ملایا، انڈونیشیا اور ان کے اردگرد کے جزائر میں بولی جاتی تھی۔ بعد ازاں ملائشیا اور انڈونیشیا نے جب اپنی زبان کو علمی ترقی دینا شروع کی تو انھوں نے اس کا رسم الخط رومن کر لیا اور دو اڑھائی ہزار ذخیرہ ء الفاظ رکھنے والی اس زبان میں کثیر تعداد میں مشرقی و مغربی الفاظ کچھ بعینہ اور کچھ تبدل کے ساتھ شامل کر لیے۔

اگرچہ دونوں ملکوں نے اپنے اپنے حوالے سے ملاوی زبان کا نام "انڈونیشی بھاسا" اور "ملایابھاسا" رکھا لیکن ملائشیا کے ادارے "دیوان بھاسا دان پستکا" ہی نے اس زبان کی ترقی کے لیے سب سے زیادہ کام انجام دیا۔ یہ ادارہ ۱۹۵۸ء میں ملائشیا کے سرحدی صوبے جوہربارو میں قائم کیا گیا تھا۔ ۱۹۵۹ء میں اسے ایک خود مختار ادارے کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے[۵۶]۔

میجر آفتاب حسن نے نمونے کے طور پر چند اصطلاحات کے ترجمے بھی درج کیے ہیں[۵۷]:۔

(Takaman udara) Atomospheric Pressure,(Tunas Chelah) Auxillary bud,(Unsor Kimia) Chemical Element,(Daya empar) Centrifugal Force,(Ang kali) Co-efficient,(Ket umpatan) Density.

دیوان بھاسا دان پستکا اپنے آغاز ہی سے اصطلاحات سازی کا کام بخوبی انجام دے رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے اصطلاحات سازی کے اصول، ماہرین کی شمولیت، اصطلاحی بنک کا قیام، انتظامات اور فرہنگوں کی اشاعت اس کے قابل ذکر کام ہیں۔ ان کارناموں سے متعلق حال ہی میں اس کے سربراہ شعبہ اصطلاحات سلیمان مصری نے اپنا مقالہ ٹرم نیٹ وی آنا میں منعقد ہونے والے مذاکرے "مضامین میں اصطلاحاتی کام" میں پیش کیا ہے اور ان ی

تفصیل سے روشنی ڈالی ہے[۵۸]۔

۵۔ بنگلہ اصطلاحات سازی

بنگالی زبان کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود پراکرتیں یا سنسکرت۔ اس زبان پر بھی بدھ مت کے اتنے ہی اثرات نظر آتے ہیں جتنے پالی پراکرت پر ہیں۔ ۱۹۱۷ء میں پنڈت ہرا پرشاد شاستری نے چوراسی بنگالی مصنفین کا ایک مخطوطہ چریا اچر یا بنت کلکتہ سے شائع کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بنگالی اور قدیم مشرقی بولیوں کی مشترک صورت ہے[۵۹]۔ ڈاکٹر شہید اللہ نے اسی پر تحقیق کر کے کہا ہے کہ یہ بھی اَپ بھرنش ہے، جس پر ماگدھی اور شورسینی کے اثرات زیادہ ہیں اور اسی سے بنگالی نے جنم لیا ہے[۶۰]۔

برصغیر میں بنگالی کو ادبی بنگالی ماننے کا دور انگریزوں کی آمد اور فورٹ ولیم کالج کے قیام کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ گویا ادبی بنگالی انیسویں صدی کی پیداوار ہے۔ چنانچہ اس پر عربی، فارسی کے علاوہ اردو، ہندی اور انگریزی کے واضح اثرات نظر آتے ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان سے علیحدہ ہونے کے باوجود بنگلہ میں اصطلاحات سازی کی طرف باقاعدہ قدم نہیں اٹھایا گیا۔ اگرچہ مئی ۱۹۷۴ء کے بنگلہ دیش تعلیمی کمیشن نے تمام سطحوں پر بنگلہ کو ذریعۂ تعلیم قرار دیا[۶۱]۔ لیکن چونکہ ابھی بنگلہ میں ٹھوس اور مستحکم علمی روایت موجود نہیں تھی، اس لیے اصطلاحات سازی کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی جا سکی۔ جدید اصطلاحات بلا کسی استناد اور معیار بندی کے استعمال کی جا رہی ہیں۔ سوائے مستریوں کے کوئی بھی بنگلہ میں اصطلاحات وضع کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔ مستریوں اور کاریگروں کے ہاں بھی محض ادنیٰ درجے کے الفاظ ہوتے ہیں۔ بنگلہ کے لسانیات دانوں نے اس زبان میں اصطلاحات سازی کو "مردہ ٹھکانے لگانے کا مسئلہ" قرار دیا ہے[۶۲]۔ بنگلہ دیش میں زیادہ کام ۱۹۸۴ء کے بعد سے شروع ہوا، جو عموماً مندرجہ ذیل اصولوں پر منحصر تھا[۶۳]:۔

۱۔ یورپی اصطلاحات اور تصورات کو مقامی رنگ دینا۔
۲۔ یورپی اصطلاحات کو بجنسہٖ بنگلہ رسم الخط میں لکھنا۔
۳۔ قدیم سنسکرت کو ماخذ زبان قرار دینا۔
۴۔ دوغلی اصطلاحیں وضع کرنا۔
۵۔ قدیم الفاظ کو نئے معانی میں استعمال کرنا۔

معیار بندی کے لیے ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی (بھارت) اور ڈاکٹر انعام الحق (مشرقی پاکستان) کے اصولوں کو سامنے لایا گیا ہے۔ چٹرجی زبان کی خصوصیات پر اور انعام الحق ترجمہ اور انجذاب کے اصولوں پر زور دیتے اور لوک تخلیقیت سے استفادے کو بنیاد ٹھہراتے رہے ہیں[۶۴]۔ تاہم زیادہ تر اصطلاحیں انگریزی ہی سے بجنسہٖ لی جا رہی ہیں۔ چند ایک انگریزی اور بنگلہ سے دوغلی بنائی جا رہی ہیں، جیسے کارڈ جونترو (Card Punch) یا ڈیٹا

پروگورون (Data processing)_ ان تمام امور کے لیے بنگلہ اکیڈمی کو قومی سطح پر زبان کی ترقی کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے فروری ۱۹۶۷ء سے ۱۹۸۵ء تک کیمیا' طبیعیات' ارضیات' زراعت' سیاسیات' ریاضی' نفسیات' طب' لسانیات' فلکیات' حیاتیات' آثاریات اور نباتیات کے تیرہ لغات شائع کیے ہیں۔ تاہم وہ اصطلاحات سازی کے میدان میں تعاون کے لیے ابھی عالمی مراکز کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

بھارتی بنگال میں بنگال لائبریری ایسوسی ایشن کلکتہ نے بنگلہ میں اصطلاحات سازی کا کام انجام دیا ہے۔ بی کے سین' ایس بی رائے اور اے پوددار نے Golssary of Library and Information Science Terms گلوسری آف لائبریری اینڈ انفریشن سائنس ٹرمز (انگریزی بنگلہ) کے نام سے ایک لغت مرتب کیا' جسے ایسوسی ایشن نے ۱۹۸۸ء میں ۱۰۶ صفحات میں شائع کیا ہے۔ اس میں ۴ ہزار اصطلاحات ہیں۔ اس میں لائبریری سائنس کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر سائنس' جلد سازی اور طباعت وغیرہ کے متعلق اصطلاحات بھی شامل کی گئی ہیں۔ بنگالی اصطلاحات بنگالی ادبیات سے حاصل کی گئی ہیں۔ جنھیں ایک کمیٹی نے مرتب کیا۔ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ اصطلاحات بنگلہ میں انگریزی کتابیں ترجمہ کرنے والوں کے لیے مفید ہوں گی[۹۵]۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کام ابھی ابتدائی سطح پر ہیں۔

-----O-----

عربی' فارسی' ترکی' ملاوی اور بنگلہ کے اس جائزے میں دو رجحانات قابل توجہ ہیں۔
۱۔ انگریزی یا بین الاقوامی اصطلاحات کو بجنسہ یا قدرے تصرف کے ساتھ رکھنا۔
۲۔ مقامی یا علاقائی الفاظ کو کثیر تعداد میں استعمال میں لانا۔
یہ رجحانات (خصوصاً دوسرا رجحان) ان زبانوں کو مسلم امت کا واحد ورثہ بننے کی راہ میں حائل ہو رہے ہیں اور واحد اسلامی زبان بننے کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ چنانچہ اردو اصطلاحات سازی کے مستقبل کا جائزہ اس تناظر میں بھی لیا جانا ضروری ہے۔

حوالہ جات =

۱۔ محمد اعلیٰ بن علی تھانوی' کشافِ اصطلاحات الفنون' طہران (۱۹۶۸ء)' جلد سوم' مقدمہ: سرورق' ص ۱:۔
۲۔ محمد طاہر منصوری' عربی اصطلاحات سازی' (کتابیات)' اسلام آباد (۱۹۸۵ء)' دیباچہ از مولف میں منصوری نے الکاشی کی کتاب کا نام اصطلاحاتِ صوفیہ لکھا ہے' یہ کتاب کلکتہ سے ۱۸۴۵ء میں شائع ہوئی ہے۔
۳۔ سید سلیمان ندوی' عربی زبان اور علمی اصطلاحات' الہلال' کلکتہ' ۲۷' اگست ۱۹۱۳ء'

ص: ۱۱-

4. Khayat,M.H., Medical Terminology in the Arab World,*Termnet News*,Vienna No.34/35, 1991, P 26.

۵- کشافِ اصطلاحات الفنون: طہران، جلد اول، دیباچہ از محمد پروین گنابادی، ص: ۲-

۶- ایضاً، جلد سوم، دیباچہ از سپرنگر، ص: ۱

۷- جامع العلوم الملقب بدستور العلماء: بیروت (۱۹۷۵ء)، جلد اول، ص ص: ۲، ۳-

۸- ابجد العلوم: لاہور (۱۹۸۳ء)، دیباچہ از مؤلف-

9 Didaoui M., Problems of Arabic Terminology of Scientific and Legal Character, *Termnet News*, Vienna No 34/35, 1991, P 13.

۱۰- محمد طاہر منصوری، "المجمع العربی- دمشق" مشرقی ممالک میں قومی زبان کے ادارے، اسلام آباد (۱۹۸۵ء)، ص: ۲۵-

۱۱- دیکھیے: دکتور صالح الاشتر، التعریف و النقد معجم موسوعی و ثائقی، مجلہ مجمع اللغۃ العربیہ بدمشق، المجلد السابع والستون، الجزء اول، جنوری ۱۹۹۲ء، ص ص: ۲۳، ۲۵، ۲۸ و جزء الثانی اپریل ۱۹۹۲ء-

۱۲- منصوری، "مجمع اللغۃ العربیہ" محولہ بالا، ص: ۶۸-

13. Jalili, Mahmood, The Unified Medical Dictionary, Baghdad (1973).

14 Khayat, Op.cit, P:26.

۱۵- بحوالہ: منصوری، "مکتب تنسیق فی الوطن العربی" (مراکش)، محولہ بالا، ص ص: ۸۹ تا ۹۲-

۱۶- بحوالہ: ایضاً، ص: ۹۲-

۱۸- بحوالہ: منیر البعلبکی، المورد القریب (۱۹۶۸ء)-

۱۹- بحوالہ: منصوری، محولہ بالا، ص ص: ۶۸، ۶۹-

۲۰- ایضاً: ص: ۱۸-

۲۱- ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی، ڈاکٹر حامد صادق قنیبی، معجم لغۃ الفقہاء، طہران، ۱۹۸۳ء، دیباچہ، ص: ۵-

۲۲- ایضاً، ص ص: ۵، ۷-

23. Didaoui, Op.cit, P:13.

24. Nasr,Z.,The Dictionary of Economics and Commerce, English/French/Arabic, London (1980), Foreward, P:VI.

25. Ibid, Preface, P:VIII.

۲۶۔ المعجم الموحد الشامل المصطلحات، کویت (۱۹۸۶ء)، جلد اول، تعارف:XXVIII-

۲۷۔ قاموس الکیمیا، کویت، (۱۹۸۳ء)، ص: ۳۲۲۔

28. Hitti, Yousaf K., **Hitti's English-Arabic Medical Dictionary**, Beruit, 1967-

29. AbuGhazaleh, Talal, **Abughazaleh's English-Arabic Dictionary of Accountancy**, London(1978), Preface, etc.

۳۰۔ بحوالہ: احمد شفیق الخطیب، معجم المصطلحات العلمیہ والفنیہ والہندسیہ، بیروت، الجامعہ الامیرکیہ، مکتبہ لبنان، الطبع السادسہ، (۱۹۸۴ء)۔

31. Chaballe, L.Y. and others, **Elsevier's Oil and Gas Dictionary**, Amsterdam, 1980-

32. **Dictionaries, Elsevier Science Publishers, Catalogue**, 1988, P:16-

33. Felber, H., **Trends in Terminology**, *Termnet News* , Vienna, No.5,1984, PP:5-6

34. FIT, **News Letter**,Budhapest, VII, (1988), No.2,3. P:226.

35. Heliel, M.H., **Towards the Standardization of Linguistic Terminology in the Arab World**,*Termnet News*,Vienna, No.34/35, 1991, P:21-

۳۶۔ دیکھیے: دکتور یحییٰ میر علم، الندوۃ الاولیٰ للذخیرۃ اللغویۃ العربیۃ، مجلہ مجمع اللغۃ العربیۃ بدمشق، الجزء الاول المجلد السادس والستون، ربیع الاول ۱۴۱۲ھ / اکتوبر ۱۹۹۱ء، ص: ۷۹۰۔

37. Heliel, M., **The Arabworld**, *Termnet News*, Vienna, No 36/37, 1992, P:40-

۳۸۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر سید عبداللہ، ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، لاہور: مجلس ترقی ادب (۱۹۶۷ء)، ص ص: ۱۳۵ تا ۱۳۶۔

۳۹۔ نعمان احمد صدیقی کا مقالہ، مغلوں کا نظام مالگزاری، نئی دہلی (۱۹۷۷ء) انہی کتابوں پر مبنی ہے۔ اس پر تفصیلی بحث دسویں باب کی ابتداء میں ملاحظہ ہو۔ نیز ملاحظہ ہو:۔

Syed Hasan Mahmud, Yasins, **Glossary of Revenue Terms**, Ph.D., Thesis,Jamia Millia Islamia, New Delhi, 1984. (Un. Published). Ref.by. Shahid Amin in W. Crooke, **A Glossary of North Indian Peasant Life**, Delhi, 1989. Editor's Introduction, P: XXI.

40. Churchill,S.J.A.,**Makhzan ul Adviyeh**, *The Indian Antiquary*, Vol.XVII, 1888, P:329-

۴۱۔ ڈاکٹر محمد ریاض، ایران میں قومی زبان کے نفاذ کا مسئلہ۔ مشکلات اور حل، اسلام آباد (ستمبر ۱۹۸۸ء)، ص: ۶۴۔

۴۲۔ سنیتی کمار چٹرجی، ہند آریائی اور ہندی، ص: ۲۱۴۔

۴۳۔ ڈاکٹر مہر نور محمد' ایران میں وضع اصطلاحات کے اصول' اسلام آباد (۱۹۸۵ء)' ص: ۴۔
۴۴۔ بحوالہ: سید عارف نوشاہی' ایران میں اصطلاحات سازی' اخبارِ اردو' اسلام آباد' اپریل ۱۹۸۴ء' ص: ۱۲۔
۴۵۔ ڈاکٹر محمد ریاض' ایران میں قومی زبان کے نفاذ کا مسئلہ' ص: ۷۴ تا ۷۶۔
۴۶۔ بحوالہ: ایضاً" ص ص: ۸۶'۸۷'۹۴ تا ۹۵۔
۴۷۔ بحوالہ: مشرقی ممالک میں قومی زبان کے ادارے' ص: ۷۸۔
۴۸۔ ڈاکٹر مہر نور محمد' محولہ بالا' ص ص: ۱۲ تا ۱۶۔
۴۹۔ بحوالہ: ایران میں قومی زبان کے نفاذ کا مسئلہ' ص ص: ۱۰۸ تا ۱۱۲۔
۵۰۔ بحوالہ: ایضاً" ص: ۱۱۶۔
۵۱۔ بحوالہ: سید عارف نوشاہی' ڈاکٹر مہر نور محمد' فارسی اصطلاحات سازی (کتابیات)' اسلام آباد (۱۹۸۵ء)۔
۵۲۔ ڈاکٹر مہر نور محمد' ایران میں وضع اصطلاحات کے اصول' ص ص: ۱۸' ۱۹۔
53. Mansouri, Prof. R., Iran, *Termnet News*, Vienna, No.36/37, 1992, P:47-
۵۴۔ میاں بشیر احمد' "ترک دل قومورو"' مشرقی ممالک میں قومی زبان کے ادارے' ص: ۴۰۔
۵۵۔ ایضاً" ص: ۴۸۔
۵۶۔ عطش درانی' دیوان بھاسا دان پستکا' مشرقی ممالک میں قومی زبان کے ادارے' ص: ۸۱۔
۵۷۔ آفتاب حسن' اردو ذریعۂ تعلیم اور اصطلاحات' ص: ۴۷۔
58. Masri, S., **Terminology work in Subject field: The DBP Experience**, *Termnet News*, Vienna, No.34/35, 1991, P:31-
۵۹۔ بحوالہ سید شبیر علی کاظمی' پراچین اردو' مکتبہ اسلوب' کراچی (۱۹۸۲ء)' ص: ۱۲۔
۶۰۔ ایضاً" ص: ۱۳۔
61. Mohammad Daniul Haq, **Use of Technical Terminoligies: The Case of Bangla Desh**, *NEOTERM*, Warsa, No.13/16, 1991, P:132-
62. Ibid, P:133-
63. Ibid, P:134-
64. Ibid, P:135-
65. Satija, M.P., **Indian Sources of Library and Information Science Terminology**, *Termnet News*, Vienna, No.34/35, 1991, P-75-

حصہ اوّل

علمِ اصطلاحات سازی

(نظری مطالعہ)

پہلا باب : اصطلاح کا مفہوم

دوسرا باب : اصطلاحات سازی

تیسرا باب : اصطلاح کا ترکیبی و نحوی تجزیہ

اصطلاح کا مفہوم

۱:۱۔ لغوی معانی

اصطلاح عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ ص ل ح (اصلح) ہے۔ اس کے معنی سلامتی، رضامندی، دوستی اور مصالحت کے ہیں۔ اس سے الاستصلاح اور الاصطلاح کے الفاظ مشتق ہیں۔ ابن منظور نے لسان العرب میں اصلح کو "ضد الفساد" اور الاستصلاح کو "نقیض الاستفساد" قرار دیا ہے[۱]۔ علامہ غلام شبیر بخاری لفظ "اصطلاح" کے اشتقاق کے بارے میں لکھتے ہیں[۲]:۔

"قواعد کی رو سے باب افتعال میں لانے سے صاد مہملہ ف کلمہ کے مقابل واقع ہوئی۔ اس لیے تائے افتعال کو حائے حطی سے بدل کر لفظ اصطلاح معرضِ وجود میں آیا۔"

لفظ اصطلاح کے معنی المنجد کی رو سے "کسی خاص قوم یا جماعت کا کسی لفظ کے ان معانی پر اتفاق کر لینا ہے جو اصل معنی کے علاوہ ہوں[۳]"

فرہنگِ آصفیہ میں سید احمد دہلوی نے اصطلاح کے معنی "باہمی صلاح مشورہ کرنے" کے لکھے ہیں اور "کسی گروہ کا متفق ہو کر کسی لفظ کے معنی ان معنی کے علاوہ مقرر کر لینے کے ہیں جو مروّج ہوں اور یہ کہ ہم اپنی قوم کی اصطلاح میں اس لفظ سے مخصوصی معانی مراد لیں گے۔"[۴]

ڈاکٹر سلیم فارانی کے نزدیک[۵]:۔

"اصطلاح اس مفرد لفظ یا مرکب کو کہتے ہیں جو ایسے علمی مطالب کے ادا کرنے کے لیے وضع کیا جاتا ہے، جن کو پورے طور پر بیان کرنے کے لیے لمبی عبارتیں یا جملے کہنے یا لکھنے پڑتے ہیں۔"

میجر آفتاب حسن لکھتے ہیں[۶]:۔

"اصطلاح نام ہی اس مختصر لفظ کا ہے جو طویل جملے کی جگہ لے لیتا ہے اور علوم میں نہایت مفید مختصر بیان پیدا کر دیتا ہے۔"

مرزا سلطان احمد کے نزدیک بھی اصطلاح کا مفہوم یہی ہے۔ ان کے نزدیک اصطلاح[۷]:۔

"ایک خلاصہ یعنی قرار یافتہ صور اور مطالب و اغراض کا ایک خوش آئند

عنوان یا ایک مختصر سا دیباچہ ہے۔ وہی اصطلاح روشن اور مفید ہوتی ہے' جو اپنے اندر بہ اعتبار ایک علمی بحث کے بجائے خود ایک جامعیت اور وضاحت رکھتی ہو۔"

ڈاکٹر شوکت سبزواری لکھتے ہیں [۸]:۔

"اصطلاح کے لفظی معنی ہیں "اتفاق" لیکن عرف عام میں وہ مصطلح یعنی "متفق علیہ" کے معنوں میں مستعمل ہے۔ ہم اصطلاح اس لفظ کو کہتے ہیں جس کے کسی خاص علم و فن میں لغوی سے الگ کوئی مناسب معنی' یا عام اور متعدد معنی میں سے کوئی ایک معنی متعین کر لیے جائیں اور علم و فن کی متداول کتابوں میں وہ لفظ اپنے اس مخصوص معنی میں عام طور سے مستعمل ہو۔"

وحیدالدین سلیم نے مختصراً بیان کیا ہے' کہ "اصطلاحیں دراصل اشارے ہیں جو خیالات کے مجموعوں کی طرف ذہن کو فوراً منتقل کر دیتے ہیں [۹]"۔ نیز وہ ذرا معذرت خواہانہ انداز میں اصطلاح سازی کو قرارداد معانی (convention) تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک [۱۰] "کوئی اصطلاح ایسی نہیں جس سے پورا مفہوم ظاہر ہوتا ہو' وہ معنی کا صرف ایک حصہ ظاہر کرتی ہے اور باقی حصہ کی نسبت سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ اصطلاح میں مضمر ہے" اور یہی قرارداد ہے جیسے نفسیات' معاشیات کی "یات" میں علم کا مفہوم نہیں بلکہ فرض کر لیا گیا ہے۔ منشی چرنجی لال [۱۱] کے نزدیک یہ معنی مشابہت' میل یا نسبت سے قائم ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں [۱۲]:۔

"اصطلاحی طور پر جملہ زبانوں کے ماہرین السنہ اس حقیقت کو مانتے ہیں کہ اصطلاح کے مطالب و معانی مخصوص' معین اور محدود ہوتے ہیں۔ ہر اصطلاح علماء اور فضلاء کی مخصوص علمی اور فنی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے اور اکثر اوقات اصطلاحی معنی لغوی معنی کے مدار میں گردش نہیں کرتے بلکہ معنی کا اپنا ایک الگ مدار تشکیل دیتے ہیں۔"

صاحب **الہلال** نے اصطلاح کو "محض فرض و وضع و تسلیم عام سے عبارت" قرار دیا تھا [۱۳]۔ ڈاکٹر گوپی چند اصطلاح کو وضعی لفظ قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک "اصطلاح سے مراد ایسا لفظ ہے جسے کسی معینہ معنی میں استعمال کرنے کے لیے بالارادہ وضع کیا جائے" [۱۴]۔ علامہ غلام شبیر بخاری لکھتے ہیں کہ "اگرچہ علماء الفاظ کو اپنی ضرورتوں کے تحت مخصوص معانی پہنا دیتے ہیں اور یہ معنی لغوی معانی کے علاوہ ہوتے ہیں لیکن ان اصطلاحی اور لغوی معانی میں کچھ نہ کچھ باہمی نسبت بھی ہوتی ہے [۱۵]۔"

گویا ہم بہ آسانی کہہ سکتے ہیں کہ اصطلاح ایسا وضع یا تسلیم کردہ لفظ یا لفظوں کا مجموعہ ہوتی ہے جسے چند خاص لوگ کسی خاص معانی کے لیے مخصوص کر لیتے ہیں۔ اصطلاح کا مفہوم اس کا اپنا مخصوص مفہوم ہوتا ہے جو لغوی مفہوم سے متعلق بھی ہو سکتا ہے اور

مختلف بھی۔ اصطلاح گویا مفہوم کی اکائی ہے۔ مفہوم کی یہ اکائی دراصل تصور کی اکائی کا نام ہے۔ اس پہلو کا جائزہ آگے چل کر تکنیکی مفہوم میں لیا گیا ہے۔

اصطلاح کی لغوی نوعیت کے لحاظ سے اہلِ قواعد نے اسے "عرف" کی ذیل میں سے قرار دیا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ "عرفِ خاص" ہے جو کسی خاص مقام یا کسی خاص طبقے ہی میں رائج اور مشہور ہوں۔ ہر فن کی اصطلاحیں عرف خاص میں شمار کی جائیں گی[۱۶]۔ مصطفیٰ احمد زرقا کے نزدیک چونکہ "عرف خاص بہت ہی متنوع ہے' اس کی نئی نئی صورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں چنانچہ ان کا حصر اور تحدید ناممکن ہے"[۱۷]۔ اس لیے ہمیں "عرفِ خاص" میں سے اصطلاح کی تخصیص کرنا پڑے گی۔ چنانچہ جب کسی عرف میں لفظ کے معانی کا استعمال اس کے خاص مفہوم میں ہو جیسے لفظ شربت کے استعمال میں اس کے لغوی معانی "پینے" کی بجائے شیریں مشروب کے ہوں تو یہ "عرفِ لفظی" کہلائے گا۔ مجیب اللہ ندوی کے نزدیک ہر طرح کے علم و فن کی اصطلاحات اور پیشہ ورانہ الفاظ عرفِ لفظی ہیں[۱۸]۔

"عرفِ لفظی" کی مزید تحدید کرتے ہوئے مصطفیٰ احمد زرقا نے کہا ہے کہ جو الفاظ اور تراکیب لوگوں میں شائع ہوں اور بغیر کسی قرینہ اور عقلی ارتباط کے ان سے ایک خاص مفہوم مراد ہو تو ایسے الفاظ اور تراکیب "عرفِ قولی لفظی" کہلاتے ہیں[۱۹]۔ گویا اصطلاح "عرفِ قولی لفظی" ہے۔

القرافی "عرفِ قولی لفظی" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں[۲۰]:-

> "عرفِ قولی یہ ہے کہ اہل عرف عادتاً کسی لفظ کو متعین مفہوم میں استعمال کرتے ہوں۔"

اس ساری بحث سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی واحد مفہوم کے تعین کے لیے جس علامت یا لفظ پر علماء کا اتفاق یا قرارداد ہو' اسے اصطلاح کہیں گے۔

۲:۱- دیگر مترادفات

اصطلاح کے لیے اردو میں اس کے علاوہ "مصطلح" یعنی "متفق علیہ" کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ عربی' فارسی میں آج بھی مصطلح کا لفظ مستعمل ہے[۲۱]۔ البتہ اردو میں اس کا رواج کم ہوتا جا رہا ہے۔ فرہنگِ آصفیہ اور پلیٹس کے لغت میں مصطلح کے معنی "صفت" میں "اصطلاح ہو جانا" اور "متفق ہو جانا" کے ہیں۔ مجازاً یہ لفظ اصطلاح کے لیے ہی استعمال ہوتا رہا ہے[۲۲]۔ چونکہ یہ لفظ اسم صفت ہے' اس لیے لفظ "اصطلاح" کے مقابلے میں موزوں نہیں۔

انگریزی میں اصطلاح کے لیے متبادل لفظ Term ہے' جو قدیم فرانسیسی میں Terme' ہسپانوی میں Termino' اطالوی میں Termine' لاطینی میں Terminus ہے۔ جرمن میں Terma ہے جو یونانی میں Terman سے ماخوذ ہے۔ جان نیکپیئر (۱۸۳۴ء)' فیلن (۱۸۷۹ء)

اور پلیٹس (۱۸۸۴ء) کے لغات میں اصطلاح اور مصطلح کے معنی' Term ' Conventional Term اور Technical Term کے دیے گئے ہیں- گویا یہ مخصوص اور معین معانی کا نام ہے- آکسفورڈ ڈکشنری میں اس کے معنی درج ذیل ہیں[۲۳]:-

"ایسا لفظ یا ترکیب جو حتمی یا مختصر طور پر کسی موضوع' علمی یا فنی کو بیان کرنے کے لیے استعمال ہو- خواہ یہ ایک تکنیکی اظہار کے طور پر ہو- ۲- وسیع استعمال میں کوئی لفظ یا الفاظ کا مجموعہ جو کسی تصور یا ترقیم کو پیش کرنے کے لیے استعمال ہو یا خیال مفروض کو پیش کرے-"

و یبسٹر جامع ڈکشنری میں "Term" کے نسبتاً" زیادہ واضح اور مشرح معنی دیے گئے ہیں- اس کے مطابق[۲۴]:-

"ایسا لفظ یا بیان جو کسی معین شے کو بیان کرنے کے لیے استعمال ہو' تکنیکی بیان ہو' یا سائنسی اصطلاح ہو-۲- کوئی لفظ یا بیان جو کسی تصور یا خیال کا ابلاغ کرے- اصطلاح لفظ کے مقابلے میں پابند ہوتی ہے جو معانی کو بیان کے مقررہ نکتے پر یا مضامین کے مخصوص درجے تک محدود کرتی ہے' جیسے جب ہم اصطلاحات کی تعریف کے بارے میں بات کرتے ہیں تو اس سے (ہماری) مراد کسی بحث میں کلیدی الفاظ سے ہوتی ہے جیسے ہم کہتے ہیں "قانونی یا سائنسی اصطلاحات"-"

لسانیات کے لغات میں اصطلاح سے "عموی طور پر لفظ کا مرادف مراد لیا جاتا ہے یا مخصوص طور پر ایسا لفظ یا مجموعۂ الفاظ جو ترکیبی اکائی پیدا کرے-"[۲۵] یہ ترکیبی اکائی دراصل "مفہوم کی اکائی" ہے- جس پر ہم پہلے ہی بحث کر چکے ہیں-

اردو کی طرح انگریزی میں اس لفظ کے لیے دیگر مترادفات بھی استعمال ہوتے رہے ہیں- ان میں Jetsam' Geotome' Jargon اور Syntagm قابل توجہ ہیں- آخری لفظ Syntagm جدید "اصطلاحی بینک" میں موجود اصطلاح کو کہتے ہیں- جب کہ باقی الفاظ قدیم ہیں-

و یبسٹر میں Jargon سے مراد " تکنیکی اصطلاحات ہیں..... ماہرین کی........ یا خصوصاً کسی مخصوص مضمون کی اصطلاحات کو کہا جاتا ہے"[۲۶]- اس کی وضاحت یوں بھی کی گئی ہے کہ Jargon کے معنی پرندوں کی چہچہاہٹ کے ہیں- مجازاً غیر دانشمندانہ گفتگو کو کہا جاتا ہے اور پھبتی کے طور پر علماء کی زبان' سائنس کی اصطلاحات کے لیے استعمال ہوتا ہے"[۲۷]- پیٹر گرے کے نزدیک یہ ایسی غیر ضروری اصطلاحات کا نام ہے جو خصوصی ماہرین اپنے علم کو محدود کرنے کے لیے اکثر اوقات گھڑ لیتے ہیں- اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے[۲۸]:-

"حیاتیات کے بہت سے ماہرین زیر بحث موضوع کے معانی کو غیروں سے

بچانے کے لیے گھڑ لیتے ہیں۔ اس سے مراد ایسے نئے الفاظ ہوتے ہیں جو پرانے الفاظ کی جگہ استعمال کیے جاتے ہیں۔ انھیں ہین سن نے Geotome یعنی متشابہ الفاظ اور کارپینٹر نے Jetsam یعنی گرے پڑے الفاظ قرار دیا ہے۔"

۱:۳۔ اصطلاح اور محاورہ

اصطلاح جب عام تام ہو جائے تو محاوروں میں داخل ہو جاتی ہے[۲۹]۔ یہی وجہ ہے کہ "اصطلاح" اور "مصطلح" کے الفاظ اردو میں روزمروں اور محاوروں کے معنی میں بھی استعمال ہوتے رہے ہیں۔ لیکن بہت جلد اس مفہوم میں ان کا استعمال متروک ہو گیا۔ چنانچہ اٹھارویں صدی عیسوی میں بعض ایسی کتابیں بھی ہمارے سامنے آتی ہیں، جن میں محاورے بیان ہوئے ہیں لیکن ان کا نام اصطلاحات یا مصطلحات رکھا گیا ہے۔ انھیں ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری نے بھی سہواً کتب اصطلاحات میں شامل کیا ہے لیکن درحقیقت یہ "اصطلاحات" کی کتب نہیں[۳۰]۔

چرنجی لال نے اس بات کو زیادہ واضح طور پر بیان کیا ہے۔ یعنی اصطلاح وہ ہے جس کو چند آدمی بولیں اور محاورہ وہ ہے، جس کو بہت سے آدمی بولیں[۳۱]۔

۱:۴۔ لفظ کے لغوی اور اصطلاحی معنوں میں امتیاز

عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ لفظ کے معنی میں بے پناہ وسعت ہوتی ہے اور ایک ہی معانی کے لیے کئی مترادفات استعمال ہو سکتے ہیں۔ لیکن الفاظ کے معنویاتی تجزیے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہر لفظ بنیادی طور پر ایک ہی معنی کے لیے وضع ہوتا ہے۔

رسالہ شمسیہ میں نجم الدین کاتبی قزوینی "لفظ" کی بحث کے تحت لکھتے ہیں کہ "لفظ معنی (ذہنی تصور) کی علامت ہے جو اسے ظاہر کرنے کے لیے وضع کی جاتی ہے"۔ گویا لفظ کے معانی وہی ہوتے ہیں جو اس کی وضع سے متعین ہوتے ہیں۔ بعد ازاں متعدد نوعیتوں میں ان کے استعمال سے معانی مختلف ہو سکتے ہیں۔ مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں[۳۲]:-

> "مفہوم یا تو کلی ہوتا ہے یا جزوی۔ نوع کلی وہ ہے جو کئی جنسوں اور فصلوں پر مشتمل ہو سکتی ہے۔ مفہوم کلی ذاتی (لازمی) اس وقت کہلاتا ہے جب اس شے کے لیے استعمال میں آئے جس نوع کے لیے کہا گیا ہو اور کلی العرضی (حادث) اس وقت کہلاتا ہے جب کسی وقوع پذیر کے لیے استعمال میں آئے۔"

یعنی جب لفظ کلی العرضی کے طور پر استعمال میں آئے تو اسے ہم دوسرے الفاظ میں اصطلاحی مفہوم قرار دے سکتے ہیں۔ منشی چرنجی لال کے نزدیک لغوی اور اصطلاحی معنوں میں نسبت ضرور پائی جاتی ہے[۳۳]۔

اس پہلو پر ایک اہم بحث احمد دین وکیل نے سرگزشتِ الفاظ میں کی ہے۔ ان کے

نزدیک الفاظ پہلے اصطلاحی معنی میں وضع ہوتے ہیں' پھر وہ ادبی زبان کا جزو بن جاتے ہیں۔ اس عمل کو وہ متحجر نازک خیالی قرار دیتے ہیں اور زبان کو قوموں کے جذبات' خیالات اور تجربات کا مجسمہ سمجھتے ہیں۔ لکھتے ہیں[۳۴]:-

"یکتائے زمانہ افراد نے جو اشیاء کی ماہیت کو نگاہ غور سے ملاحظہ کیا ہے تو اکثر دفعہ انھوں نے اپنے اس تجربہ کے ذخیرہ کو ایک ہی لفظ میں رکھ دیا ہے اور اس لفظ کو ذخیرہ کے ساتھ ہی جو انھوں نے اس میں بھر دیا ہے' دنیا میں رائج کر دیا ہے اور اس نئے لفظ میں خیالات کا ایک خاص دائرہ مقرر کر دیا ہے جو آئندہ سب لوگوں کے حلقۂ خیالات کا مشترکہ سرمایہ ہو گا۔"

آگے چل کر مترادفات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مترادف الفاظ کے "معانی یا منشا میں قدرے اختلاف ہے اور یہ اختلاف یا تو پہلے ہی قرار دیا جا چکا ہے یا ان میں مرکوز ہے۔ بالکل متحد المعانی نہیں"[۳۵] اس کے لیے وہ چند مثالیں مثلاً اٹکل اور تخمینہ' بولی اور زبان' بھرم اور عزت' عبادت اور پرستش' زاویہ اور گوشہ' بخیل اور کنجوس وغیرہ سے دیتے ہیں اور ان کے معانی کے فرق کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "الفاظ اپنی اصلیت سے بہرحال وابستگی رکھتے ہیں۔"[۳۶] لغت اور اصطلاح کے فرق کے بارے میں کشافِ اصطلاحات الفنون کے دیباچے میں محمد پروین گناباذی لکھتے ہیں[۳۷]:-

"لغت کا لفظ یونانی لوغوس سے "کلمہ" کے معنی میں نکلا ہے۔ اس کا اطلاق ایسے کلمہ پر ہوتا ہے کہ کسی قوم کی بول چال میں متفق علیہ ہو جائے اور اصطلاح پر عرفِ خاص کا اطلاق ہوتا ہے۔ یعنی اس کی وضع اور استعمال پر لوگوں کے گروہ خاص کا اتفاق ہو۔"

گویا لغوی معانی عرفِ عام ہے اور اصطلاح عرفِ خاص ہے۔ اس کے بارے میں مجیب اللہ ندوی' مصطفےٰ زرقا اور القرافی کے بیانات اصطلاح کے تحت گزر چکے ہیں۔ دراصل زبانوں کے الفاظ محدود اور انسانوں کے خیالات اور تصورات لا محدود ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک ہی لفظ کبھی عرفِ عام اور کبھی عرفِ خاص کی متنوع صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔

جب زبان میں ایک لفظ کسی معنی کے لیے موجود ہو تو اس کے لیے کسی اور لفظ کا استعمال میں آ جانا اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ زبان کو اس لفظ کی ضرورت تھی اور یقیناً معنی کے کسی پہلو کے لیے نیا لفظ درکار تھا۔ اس بات کو ہمارے شعری ادب میں بخوبی نبھایا گیا ہے۔ استاد شعراء نے مترادفات کے نازک فرق کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ ان کے اس فن کو اردو لغات میں تو سراہا گیا ہے' لیکن اسے اصطلاحات سازی کے عمل میں بہت کم اہمیت دی گئی ہے۔ مترادفات کے بارے میں ایک جدید ماہر ترجمہ و لسانیات ڈاکٹر یوجین ندا لکھتے ہیں[۳۸]:-

"لغات تین بنیادی مفروضوں کے تحت مرتب کیے جاتے ہیں:

۱۔ کوئی لفظ (یا معنویاتی اکائی) دو مختلف سیاق و سباق میں ایک ہی معنی نہیں رکھتا۔
۲۔ کسی زبان میں مترادفات (مکمل مترادفات) نہیں ہو سکتے۔
۳۔ مختلف زبانوں میں متعلقہ (متبادلات) الفاظ بالکل یکساں معنی کے حامل نہیں ہو سکتے۔"

یہی وجہ ہے کہ عام بول چال اور ادبی زبان میں الفاظ کے مجازی اور استعاراتی معانی استعمال کیے جاتے ہیں۔ مگر علمی گفتگو میں ہمیں الفاظ کے ان معنوں کی طرف جانا پڑتا ہے جن پر اتفاقِ رائے ہو اور جو دلالتِ وضعی یا عرفِ لفظی کے تحت سامنے آئیں۔ کیونکہ وہاں ہمیں لفظ سے مختص معانی ہی مراد لینا ہوتے ہیں۔ شان الحق حقی لکھتے ہیں[۳۹]:۔

"نحو یئین کی زبان میں تو ہر لفظ جو بطور استعارہ استعمال نہ ہوا ہو' اصطلاح کہلاتا ہے۔ چنانچہ کوئی لفظ یا "اصطلاح" ہوتا ہے یا "تمثیل"۔"

سید عابد علی عابد نے اس کی وضاحت دلالتِ وضعی کے تحت بہت عمدہ طریقے سے کی ہے[۴۰]:۔

"اصطلاحات کا تعلق علم معانی سے ہے کہ اصطلاح میں بھی دلالت ہمیشہ وضعی ہوتی ہے۔ یہ درست ہے کہ ایک لفظ کے عام معانی اور ہوتے ہیں اور اصطلاحی معنی اور۔ لیکن دونوں صورتوں میں دلالت کی صورت وضعی ہی قائم رہتی ہے۔ مثال کے طور پر اردو محاورے میں فکر' تشویش اور غور و فکر کو بھی کہتے ہیں۔ لیکن نفسیات کی اصطلاح میں یہ عمل ذہنی ہے جس سے کام لے کر ہم مقدمات کو ترتیب دیتے ہیں اور نتائج کا استنباط کرتے ہیں۔

اگرچہ لفظ کے معانی اصطلاح بننے پر بدل گئے ہیں لیکن لفظ جب اصطلاح بن چکے تو پھر متعلقہ علم میں بحیثیت اسی معنی میں استعمال ہو گا اور اس کے لیے کبھی کوئی دوسرے معانی نہیں لیے جائیں گے۔ یہی دلالتِ وضعی کی شناخت ہے کہ درخت کہہ کر پتھر کبھی مراد نہ لیں گے۔"

وضعی اور اصطلاحی مفہوم میں امتیاز کو ڈاکٹر شوکت سبزواری نے یوں بیان کیا ہے[۴۱]:۔

"حرف کے معنی ہیں "کنارہ"۔ گرامر میں حرف ایک کلمہ ہے' جس کے معنی مستقل نہ ہوں۔ فقہ کے معنی ہیں: جاننا اور سمجھنا۔ دینیات میں فقہ دین یا شریعت کا جاننا ہے۔ لغت میں یہ لفظ عام تھا۔ اصطلاح میں خاص کر لیا گیا۔"

الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں امتیاز کو ڈاکٹر مسکین حجازی نے صحافتی اصطلاحات کے ضمن میں بیان کرتے ہوئے مزید مثالیں دی ہیں[۴۲]:۔

"طلب اور رسد کے لفظی معنی مانگ اور فراہمی کے ہیں۔ عام طور پر یہ الفاظ لغوی معنوں میں ہی استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی اس کو چائے کی طلب محسوس

ہوئی۔ اسے سگریٹ کی طلب ہے۔ کارپوریشن کے جانب سے پانی کی فراہمی کا انتظام تسلی بخش ہے، ڈپو پر آٹے کی فراہمی جاری ہے وغیرہ۔ لیکن معاشیات میں ان دونوں کے معنی ذرا مختلف ہیں۔ "مانگ" سے مراد ہے اشیائے ضرورت کی مطلوبہ مقدار و تعداد جو میسر ہے۔ اس لیے معاشیات میں "مانگ" وسیع تر طلب اور فراہمی، وسیع تر رسد کے معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ "سرخی، چوکھٹا، پیشانی" کے لفظی معنی سب کو معلوم ہیں لیکن صحافت میں یہ تمام الفاظ مختلف معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ صحافت میں خبر کا عنوان سرخی کہلاتا ہے۔ جس خبر کے چاروں طرف نمایاں لکیر دی گئی ہو، اسے چوکھٹا کہا جاتا ہے۔ اخبار یا رسالے کے نام کی تختی پیشانی کہلاتی ہے۔"

الشیخ حسین مفتی نے لفظ کے وضع، لغوی اور اصطلاحی مفہوم کے فرق میں لفظ کی قسمیں بیان کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں[۴۳]:۔

"اگر لفظ کی حقیقت کا باعتبارِ وضعِ لغت یا باعتبارِ اصطلاح جائزہ لیا جائے تو اس کی چار قسمیں بنتی ہیں۔ اول حقیقتِ لغوی یعنی لفظ کے وہ معنی جو اس کے باعتبارِ لغت ہیں جیسے دابہ کا لفظ زمین پر چلنے والے ہر جانور کے لیے وضع ہوا ہے۔ دوم حقیقتِ شرطیہ یعنی ایسا لفظ جسے شریعت نے کسی خاص معنی کے لیے مقرر کر دیا ہو جیسے لفظ صلاۃ۔ سوم عرفیہ خاصہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اہلِ عرفِ خاص یعنی کوئی مخصوص طبقہ یا جماعت کسی لفظ کو کسی خاص مفہوم میں استعمال کرنے لگیں۔ اس میں علوم و فنون سے متعلق جملہ مصطلحات اور پیشوں اور حرفتوں سے متعلق عام مصطلحات آ جاتی ہیں۔ چہارم عرفیہ عام جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک علاقے کے تمام لوگ کسی لفظ کو کسی خاص معنی میں استعمال کرنے لگیں۔ مثلاً دابہ سے سواری کا جانور مراد لینا۔"

ہلال احمد زبیری لکھتے ہیں کہ اصطلاح جب بن جاتی ہے تو وہ کسی اور زبان کی اصطلاح کا بدل ہو جاتی ہے اور لغوی معنی کے ساتھ اس کا کلی رابطہ لازم نہیں ہوتا[۴۴]۔ یعنی اصطلاحی مفہوم اور لغوی مفہوم میں امتیاز پیدا ہو جاتا ہے۔

الفاظ کبھی لغوی اور کبھی اصطلاحی مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔ تاہم لغت اور اصطلاح میں امتیاز کرنا خاصا مشکل ہوتا ہے۔ بقول گنابادی "کبھی لغت اصطلاح کہلاتی ہے اور کبھی اصطلاح لغت کے مفہوم میں آ جاتی ہے۔ مثلاً نماز کا لفظ لغت میں بندگی اور اصطلاح شرح میں رکوع و سجود کا خاص عمل ہے[۴۵]۔"

بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک لفظ اپنے اصطلاحی مفہوم میں بھی انھی معنوں میں استعمال ہوتا ہے، جن میں وہ لغوی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً "تحلیل" کا لفظ معنی حل کرنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا، اجزا میں تقسیم کرنا استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاحی طور پر

بھی اس کا مفہوم یہی ہے۔ اسی طرح تقسیم، انحراف، ترمیم، تمثیل، اساس، قاعدہ وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جو لغوی معنی اور اصطلاحی معنی میں یکساں ہیں۔ ایسے الفاظ کے اصطلاحی مفہوم کو ہم صرف ان کے مضمون میں متعین معنوں کے ذریعے ہی سے پہچان سکتے ہیں۔ ایسی ایک مثال یونانی لفظ Argent کی ہے جس کے لغوی، ادبی اور اصطلاحی معانی کا چلن ملاحظہ ہو[۴۶]:

"چاندی کے لیے Ag کی علامت استعمال کی جاتی ہے جو Argos سے مشتق ہے اور ایک اور انگریزی لفظ To Argue ہے، جو اسی یونانی لفظ سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں "چمکتا ہوا سفید"۔ اس سے لاطینی لفظ Arguere نکلا جس کے اصل معنی ہیں "چاندی کی طرح سفید" اور بعد میں اس کے معنی "صاف کرنا" اور "ثابت کرنا" کے ہو گئے۔ وہاں سے یہ لفظ فرانسیسی میں آیا اور پھر انگریزی میں "دلیل دینے" کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ یونانی میں یہ لفظ Argyros (سفید چمکدار دھات) کے معنی میں ہے۔ جہاں سے برزیلس نے ۱۸۱۳ء میں اسے چاندی کے لیے بطور اصطلاح استعمال کر لیا۔"

دور جدید میں علم اصطلاحات سازی کے ایک عالمی ماہر اور وی آنا کے "بین الاقوامی اصطلاحی رابطے" (Termnet) کے انتظامی معتمد کرسچین گیلنسکی نے لفظ کے اصطلاحی معنی اور اس کے مترادفات کے بارے میں اپنے ایک مقالے میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جو اس نے ایک اور ماہر ڈبلیو نیڈوبٹی کے ساتھ جو "بین الاقوامی مرکز اطلاعات برائے اصطلاحات" (Infoterm) کے ناظم ہیں، مل کر لکھا ہے۔ ان کے نزدیک[۴۷]:

"عام لغوی اندراج میں بہت سے مرادفات اور مترادفات ہوتے ہیں لیکن اصطلاحی اندراج میں ان کا گزر ممکن نہیں۔ اس لیے اصطلاحات سازی کے لیے یعنی علوم کے نظم اور ترتیب میں لغات نویسی کا انداز ممکن نہیں۔
نئے علمی نظام میں یہ امر خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ اصطلاح کے لیے صرف معین لفظ ایک ہی معنی میں حتی الامکان استعمال کیا جائے اور مترادفات سے گریز کیا جائے۔"

ہر علم اور فن کی اصطلاحات اس کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں۔ چنانچہ فلسفہ، سائنس، عمرانی علوم، فنون، ادب، مذہب، دفتر، قانون کی اصطلاحات یا ان کے اصطلاحی مفاہیم مختلف ہوتے ہیں۔ ان مختلف علوم و فنون کی اصطلاحوں اور ان کے مفاہیم میں فرق روا رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً "ثقافت" کا لفظ فنون میں کچھ اور معنی دیتا ہے، ادب میں کچھ اور، بشریات میں اس کے معنی کچھ اور ہیں۔ اس کے انگریزی متبادل Culture کے معنی سائنس اور طب میں مختلف ہیں۔ قاموس الاصطلاحات از شیخ منہاج الدین میں اس کے پانچ معنی دیے گئے ہیں۔ ۱۔ (عمرانیات) تہذیب، ۲۔ (زراعت) کاشتکاری، ۳۔ (جرثومیات)

کاشتِ جراثیم' ۴- تربیت' تہذیب اخلاق ۵- (حیاتیات) کشت۔

کس قسم کے الفاظ کو اصطلاح میں کس طرح سے استعمال کرنا مناسب ہوتا ہے' اس کے بارے میں حیدر آباد دکن کے مولوی محمد عزیز مرزا مرحوم کی تجاویز بھی پیش نظر رکھی جا سکتی ہیں۔ الفاظ کے اصطلاحی معانی کے تعین کے سلسلے میں وہ اپنا نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں[۴۸]:-

"سب سے پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ پورے طور پر اصطلاح کا مفہوم ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور کسی دوسرے معنی میں مستعمل نہ ہوتے ہوں۔ تیسرے: عامیانہ یا بازاری نہ ہوں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ بالکل اجنبی اور غیر مانوس بھی نہ ہوں' چوتھے: بلحاظ تلفظ و موقع استعمال وہ ایسے شاندار اور بھاری بھرکم ہوں کہ ان کا استعمال متانتِ علمی کے خلاف نہ ہو۔ اگرچہ ایک پانچویں شرط بھی قائم کی جا سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ کثیرالاستعمال نہ ہوں لیکن میرے خیال میں یہ شرط زائد از ضرورت ہے کیونکہ اگر کوئی لفظ کسی اصطلاح علمیہ کا صحیح تصور ادا کرنے کی قابلیت رکھتا ہو اور اس میں مندرجہ بالا عیوب بھی نہ ہوں تو اس کا کثیرالاستعمال ہونا ممد مقبولیت ہو گا نہ کہ اس کے خلاف۔"

موصوف دارالترجمہ بغداد کے طریقے یعنی "تعریب" کو قابلِ توجہ سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر اصطلاح کا مفہوم اپنی زبان کے کسی لفظ سے ادا کرنا ممکن نہ ہو تو قدیم یونانی لفظ کو اپنی زبان کے قالب میں ڈھال کر شریکِ زبان کر لیا جائے۔ انگریزی میں بھی یہی طریقہ ہے کہ یا تو مروج لفظ کو محدود کر دیتے ہیں یا قدیم یونانی زبان سے اشتقاق یا ترکیب کے قاعدے سے بنا لیتے ہیں۔ یہ بحث اصطلاحات سازی کے تحت بیان ہوئی ہے۔

۵:۱- تکنیکی معانی

اصطلاح کے بارے میں ہم یہ جان چکے ہیں کہ یہ "مفہوم کی اکائی" کا نام ہے' جدید علمِ اصطلاحات میں مفہوم کی اکائی سے مراد "تصور (Concept) کی اکائی " ہے' یعنی اصطلاح بقول ماہرِ اصطلاحات فیلبر "ایک وضعی امر ہے جو تصور کو بیان کرنے کے لیے وجود میں آتا ہے"[۴۹]۔

ایک اور جگہ وہ لکھتا ہے کہ لفظ کے مقابلے میں اصطلاح تصور کے لیے مخصوص معانی کی علامت ہے۔ اصطلاح لفظ بھی ہو سکتی ہے اور ترکیب بھی' حرف بھی ہو سکتی ہے اور ہندسی شکل بھی' مخفف بھی ہو سکتی ہے اور سرنامیہ بھی' ترخیم بھی ہو سکتی ہے اور علامت بھی[۵۰]۔

گویا اصطلاح تکنیکی مفہوم میں تصور کی اکائی کے لیے وضع کردہ علامت یا لفظ کا نام

ہے۔ ہیلبر اسے "روایتی علامت" کا نام بھی دیتا ہے[۵۱]۔ اور ہمیں اپنے لیے اسی مفہوم کو سامنے رکھنا ہو گا۔

۱:۶۔ تصوریات اور اصطلاح

جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ اصطلاح کی بنیاد تصور (Concept) پر ہے تو ہمیں یہ بھی جاننا ہو گا کہ تصور کسے کہتے ہیں۔ فیلبر اس کی وضاحت بھی کرتا ہے۔ اس کے نزدیک[۵۲]:

"کسی انفرادی شے یا حقائق پر مبنی صورت حال کے نقوش سے ہمارے ذہن میں رہ جانے والی شے کا نام تصور ہے' جو اس شے یا صورت حال کی تمیز کرنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ خصوصیات کا ایک مجموعہ ہوتا ہے' جسے ہم ذہنی ترتیب اور ابلاغ کے لیے استعمال کرتے ہیں اور یہ استدلال' غورو فکر اور علم کا عنصر ہے۔"

ایک اور محقق محترمہ ڈاہل برگ نے حال ہی میں اس موضوع پر جامع تحقیق کی ہے۔ اس کے نزدیک[۵۳]:

"حقائق اور علم الفاظ اور اصطلاحات کے ذریعے بیان نہیں ہوتے بلکہ ان میں علاماتی طور پر پوشیدہ معانی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ معانی تصورات کہلاتے ہیں جنھیں یا تو تشریحات کے ذریعے منتقل کیا جا سکتا ہے یا پھر اصطلاحات کے ذریعے۔"

اس مفہوم کو ماہر اصطلاحات نیڈوبٹی نے یوں بیان کیا ہے کہ اصطلاح ایک خصوصی زبان ہے جو "انسانی سرگرمیوں کے ہر میدان میں اس کے تصورات بیان کرنے کے لیے استعمال کی جاتی اور مخصوص مضمون سے متعلق ہوتی ہے"[۵۴]۔

تصورات اصطلاح میں کس طرح سے پیش کیے جاتے ہیں' اس مقصد کے لیے یوجین ووسٹر (وفات ۱۹۷۷ء) نے ۱۹۳۱ء میں پہلی بار اصطلاحات کی درجہ بندی کی تھی۔ اس کا نظام عمومی مفہوم سے خصوصی کی طرف ہے۔ یعنی پہلے عمومی معانی بیان ہوتے ہیں پھر خصوصی۔ تاریخی طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ یونانی فلسفی فرفریوس (۲۳۲ء تا ۳۰۴ء) نے پہلی بار تصورات کا ایک شجرہ پیش کیا تھا' جو مفہوم کو "مواد" سے "انسان" کی طرف لاتا تھا۔ قزوینی کا نظام ہم جان چکے ہیں جو نوع کُلی سے کُلی العرضی کی طرف آتا ہے۔ لیکن اس کا تعلق محض لفظ کے اصطلاحی مفہوم یا تصور کے تعین سے ہے۔ جہاں تک محض اصطلاحی تصورات کی تفہیم کا تعلق ہے اسے گومپرز' ووسٹر اور فیلبر آگے بڑھاتے ہیں۔ گومپرز نے ۱۹۰۸ء میں تصور' علامت اور انفرادی شے کی تثلیث کا نظریہ پیش کیا تھا' جب کہ ووسٹر نے ۱۹۳۱ء میں تصورات کا توازنی نظام پیش کیا۔ اس میں تصورات کے دو واضح اطراف (الف) معانی (ب) علامت ہوتے ہیں۔ معانی کے ساتھ انفرادی اشیاء اور علامت کے ساتھ زبان کا بولنا اور

اصطلاحی نظاموں کی ترسیمی پیشکش

گومپرز کا نمونۂ اصطلاحات (۱۹۰۸ء) ------- ثلاثی نظام

ووسٹر کا نمونۂ اصطلاحات (۱۹۳۱ء) توازنی نظام
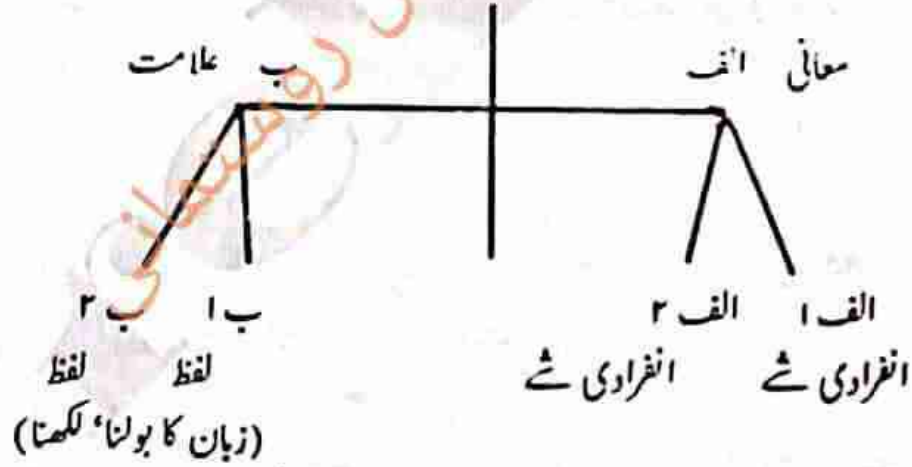
فیلبر کا نمونہ اصطلاحات (۱۹۸۱ء) اہرامی نظام
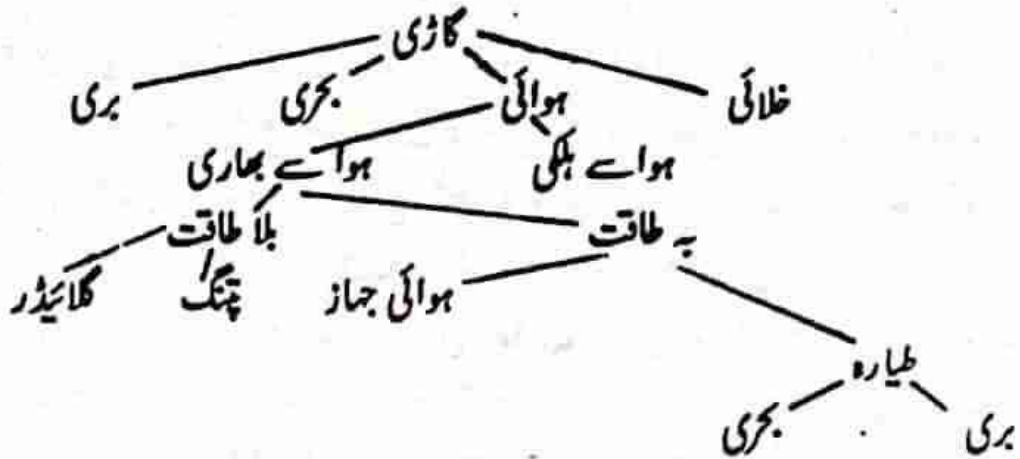
لکھنا وابستہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد فیلبر نے ۱۹۸۱ء میں اہرامی صورت میں اسے پیش کیا۔ اس کے نزدیک تصورات ایک اہرام کی صورت میں بلند ہوتے ہیں، پہلے عمومی، پھر خصوصی اور پھر تشریحی، یا تعریفی مفہوم ہوتا ہے۔ جیسے گاڑی کے تصور میں چھکڑا بھی ہو سکتا ہے اور طیارہ بھی، طیارہ ہوا سے ہلکا بھی ہو سکتا ہے اور بھاری بھی۔ بھاری جہاز قوت سے چل سکتا ہے اور بلا قوت بھی۔ پھر اس میں سے ہر ایک کی کئی اقسام ہو سکتی ہیں۔ اس طرح گویا اصطلاح میں عمومی لفظ کے ساتھ تخصیصی اشارہ (لفظ، علامت، تشریح) بھی ضروری ہے جیسے طیارہ (ہوائی، بحری) وغیرہ۔ گویا اصطلاح کسی تصور کو کسی متفقہ لفظ، علامت یا ترسیمی صورت میں ظاہر کرنے کا نام ہے۔

حوالہ جات =

۱۔ ابن منظور، لسان العرب، جلد نمبر ۲، تہران (۱۴۰۵ھ) "صلح۔" ص ص : ۵۱۶، ۵۱۷۔

۲۔ سید غلام شبیر بخاری، اردو اصطلاحات سازی، ایک مطالعہ، اردو نامہ، لاہور (سالنامہ) مارچ ۱۹۸۳ء، ص : ۱۲۔

۳۔ المنجد (عربی۔اردو)، کراچی (۱۹۶۰ء) مادہ ص ل ح "الاصطلاح" ص : ۶۹۹۔

۴۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد اول، "اصطلاح" ص : ۱۸۴۔

۵۔ سلیم فارانی، اصطلاحات کا مسئلہ، آموزش، لاہور (اصطلاحات نمبر)، مارچ ۱۹۵۰ء، ص : ۷۔

۶۔ آفتاب حسن، اردو ذریعہ تعلیم اور اصطلاحات، ص : ۲۔

۷۔ مرزا سلطان احمد، زبان، لاہور (۱۹۲۳ء) ص : ۲۵۶۔

۸۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری، علمی اصطلاحات کے اردو ترجمے (لسانی اصطلاحات کی روشنی میں)، ماہ نو، کراچی، شمارہ خصوصی، مارچ ۱۹۶۳ء، ص : ۴۴، و مشمولہ، اردو لسانیات، کراچی (۱۹۶۶ء)، ص : ۱۷۹۔

۹۔ وحید الدین سلیم، وضع اصطلاحات، ص : ۱۲۔

۱۰۔ وحید الدین سلیم، وضع اصطلاحات، ص : ۲۰۳۔

۱۱۔ منشی چرنجی لال، ہندوستانی مخزن المحاورات (۱۸۸۶ء)، ص : ۵۔

۱۲۔ انور سدید، اردو میں وضع اصطلاحات کا عمومی جائزہ، محفل، لاہور، جولائی ۱۹۸۸ء، ص : ۳۹۔ اور مشمولہ، تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات، اسلام آباد۔

۱۳۔ عربی زبان اور علمی اصطلاحات، الہلال کلکتہ، ۱۵، اکتوبر ۱۹۱۳ء، ص : ۱۰۔

۱۴۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، اصطلاحات سازی، غالب، کراچی، جلد : ۲، شمارہ : ۱ تا ۵، جنوری تا مارچ ۱۹۶۷ء، ص : ۳۹۔

۱۵۔ سید غلام شبیر بخاری، محولہ بالا، ص : ۱۳۔

۱۶۔ مجیب اللہ ندوی، فقہ اسلامی اور دور جدید کے مسائل، لاہور، (۱۹۸۲ء)، ص : ۱۳۶۔
۱۷۔ المدخل، جلد ۲، ص: ۸۳۹، بحوالہ : مجیب اللہ ندوی، ایضاً"، ص : ۱۳۶۔
۱۸۔ ندوی، ایضاً"، ص ص : ۱۳۳، ۱۳۴۔
۱۹۔ مصطفیٰ احمد زرقا، فی ثوبتہ الجدید، دمشق (۱۹۶۳ء)، جلد: ۲، ص : ۸۴۲۔
۲۰۔ القرانی، الفروق، جلد ۱، ص : ۱۷۱۔

21. Bai Ommand Koyoosy, English-Persian Dictionary, Tehran (1363), "Term"-

("Term " مصطلح، اصطلاح)

۲۲۔ فرہنگِ آصفیہ، جلد سوم، "مصطلح" (صفت) اصطلاح کردہ شد بطور مجاز۔

23. The Oxford Dictionary (1978), Vol XI, "Term"-

24. Webster's Comprehensive Dictionary Encyclopaedic Edition (1982)"Term:-

25. Dictionary of Linguistics, Totowa, (1980) "Term"-

26. Webster; Op.cit., "Jargon"-

27. Bevan, and others, Concise Etymological Dictionary of Chemistry, London (1976), P:5-

28. Peter Grey, The Dictionary of the Biological Sciences, New York (1967), PP:XI, XII-

۲۹۔ فیروز الدین ڈسکوی، اردو لغات فیروزی، سیالکوٹ (۱۸۹۸ء)، دیباچہ، ص : ۱۴۔

۳۰۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری، اردو اصطلاحات سازی (کتابیات)، اسلام آباد (۱۹۸۴ء) میں صفحہ ۳ پر ملاحظہ ہو: شمس البیان فی مصطلحات الہندوستان از مرزا جان طپش دہلوی۔ یہ کتاب ۱۲۰۷ھ میں لکھی گئی اور مرشد آباد ۱۲۶۵ھ میں شائع ہوئی۔ عابد رضا بیدار نے ۱۹۷۷ء میں اسے خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ کے جرنل میں اور ۱۹۷۹ء میں علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا۔ یہ اردو محاورات پر مشتمل کتاب ہے۔ خود مصنف نے دیباچے میں لکھا ہے کہ "یہ دیار دہلی کے محاورہ اور اردوئے معلی کے فصحاء کے روزمروں پر مشتمل ہے" (تمہید از مصنف صفحہ:۹)۔ ایسی ہی صورت سید احمد دہلوی کی کتاب لغات النسا کے بارے میں ہے، جس میں عورتوں کے محاورے اور روزمرے بیان ہوئے ہیں۔

۳۱۔ منشی چرنجی لال، محولہ بالا، ص : ٦۔

۳۲۔ ملاحظہ ہو، کشافِ اصطلاحات الفنون (رسالہ شمسیہ) مشمولہ جلد سوم، طہران (۱۹۶۸ء)، ص : ۴۔

۳۳۔ منشی چرنجی لال، محولہ بالا، ص : ٦۔

۳۴۔ احمد دین، سرگزشت الفاظ، ص:۳۳۔

۳۵۔ ایضاً"، ص : ۲۲۷۔

۳۶۔ ایضاً" ص : ۲۴۵۔ نیز دیکھیے : سید عابد علی عابد، اسلوب (۱۹۷۱ء)، ص: ۴۲۔

۳۷۔ محمد اعلیٰ تھانوی، کشافِ اصطلاحات الفنون، جلد اول، پیش لفظ (فارسی)، ص : ۲۔

38. Nida, Eugene A., **Language Structure and Translation**, Stanford (1975), P:5-

۳۹۔ شان الحق حقی، "وضع اصطلاحات کے اصولی مباحث" مشمولہ **تحقیق اور وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات**، ص: ۱۱۔

۴۰۔ سید عابد علی عابد، **اصول انتقاد ادبیات**، لاہور (۱۹۶۹ء)، ص: ۱۹۰۔

۴۱۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری، "علمی اصطلاحات کے اردو ترجمے" محولہ بالا، ص: ۱۲، **اردو لسانیات**، ص: ۱۷۹۔

۴۲۔ مسکین حجازی، **صحافتی زبان**، لاہور، (۱۹۷۵ء)، ص ص: ۸۵، ۸۶۔

۴۳۔ الشیخ حسین مفتی، **تہذیب الفروق**، بیروت (س-ن)، جلد ۱، ص: ۱۸۷ (حاشیہ بر صفحہ)۔

۴۴۔ ہلال احمد زبیری، اردو زبان میں **زواجیت**، **اخبارِ اردو**، کراچی، مئی ۱۹۸۲ء، و **منتخبات اردو نامہ**، ص: ۲۴۶۔

۴۵۔ **کشافِ اصطلاحات الفنون**، ص: ۲۔

46. Bevan and Others, **Concise Etymological Dictionary of Chemistry**, P:5-

47. Galinski, C. and Nedobity, W., **Terminological Data Banks as a Management Instrument**, *INFOTERM*, Vienna, No..6, 1986, P:11-

۴۸۔ مولوی محمد عزیز مرزا، انجمن ترقی اردو کا فرض، **المعلم**، حیدر آباد دکن، جلد سوم، نمبر ۹، اردی بہشت، ۱۳۳۶ف (مارچ ۱۹۲۶ء)، ص: ۷۔

49. Felber, H., **The Vienna School of Terminology-and its Theory**, *INFOTERM*, Vienna, No.10, 1979, P:13-

50. Felber,H., **Some Basic Issues of Terminology**, *INFOTERM*, Vienna, No.4, 1981, P:14-

51. **Ibid**, P:12-

52. **Ibid**, P:14-

53. Nedobity,W.,**Conceptology and Sementics**, *INFOTERM*, Vienna, No.1, 1983, P:2-

54. **Ibid**, P:2-

55. Felber, H., **The Vienna School of Terminology**, *INFOTERM*, No. 10, 1979, PP:5-9-

اصطلاحات سازی

اصطلاح (Term) اور اصطلاحات سازی (Terminology) کے الفاظ کو عام طور پر ایک ہی معنی "مصطلح" کے واحد اور جمع کی صورت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جب کہ ان دونوں کے معانی میں واضح اور امتیازی فرق موجود ہے۔ المورد میں بھی یہ فرق بیان کیا گیا ہے۔ وہاں Terminology کو "مصطلحاتِ فنیہ" کہا گیا ہے[1]۔ گویا اس کے معانی فنی اصطلاحات کے مجموعہ کے بھی ہیں۔ جدید دور میں Terminology کا لفظ نسبتہً وسیع معنی رکھتا ہے۔ اس میں مجموعہ اصطلاحات کے علاوہ وضع اصطلاحات، اس کے اصول، علم و فن اصطلاحات، ترتیب دینے کا طریقہ اور اصطلاحی نظام سب کچھ شامل ہوتا ہے۔

۱:۲۔ تعریف

آکسفورڈ ڈکشنری میں "Terminology" سے مراد اصطلاحات کا ضابطہ یا علمی مطالعہ، ۲۔ کسی علم یا مضمون کی اصطلاحات کا نظام ہے[2]۔ جب کہ ویبسٹر کے نزدیک یہ اصطلاحات کے مطالعہ، علم یا استعمال کا نام ہے[3]۔ ہم اسے ""اصطلاحیات"" ""علمِ اصطلاح"" اور "فنِ اصطلاحات سازی" کہہ سکتے ہیں۔ اپنی سہولت کے لیے ہم "مجموعۂ اصطلاحات" سمیت اس کے وسیع تر مفہوم کو سمیٹتے ہوئے صرف "اصطلاحات سازی" کا نام دیں گے۔ اس سے مراد وہ تمام ضابطہ، علمی مطالعہ، وضع و ترجمہ اصطلاحات اور استعمال اصطلاحات ہو گا جو اس علم، فن اور مجموعہ کی ترتیب میں پیش آتا ہے۔ مشہور ماہرِ اصطلاحات کرسچین گیلنسکی نے Terminology کی تعریف میں صرف کسی علم کے مجموعی منظم تصورات اور تشکیلات کو شامل کیا ہے۔ اس کے نزدیک عملاً یہ کام اصطلاحات سازی ہے[4]۔

اصطلاحات سازی کے علم و فن کے ضمن میں گیلنسکی نے حال ہی میں اصطلاح کی اسکے منصب کے لحاظ سے جامع اور مانع تعریف مہیا کی ہے۔ اس کے نزدیک "اصطلاحات سازی" اپنے عمومی مفہوم میں تصورات، تصوراتی نسبتوں، نظاموں اور ان کی علامتوں کا نام ہے اور اصطلاح سازی کا یہ کام ماہرینِ لسانیات کی نسبت ماہرینِ مضمون کا ہے۔ کیونکہ اصطلاحیں صرف لسانی علامتیں ہی نہیں بلکہ یہ اشیاء، افعال اور تصورات کے علامتی تسمیہ

کا نام بھی ہے جو سائنس اور ٹیکنالوجی میں بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے۔ اس کے اپنے الفاظ کا ترجمہ یوں ہے؂:-

اصطلاحات سازی سے عام طور پر تین تصورات مراد لیے جاتے ہیں:-

۱۔ اصطلاحات سازی کا عمومی نظریہ۔ (نیلبر اس میں کسی خاص میدان یا زبان کی خصوصی اصطلاحات کا نظریہ بھی شامل کرتا ہے۔)

۲۔ اصطلاحات کا مجموعہ جو کسی خاص مضمون میں موجود تصورات کے نظام کو ظاہر کرے۔

۳۔ ایسی مطبوعات جن میں کسی مضمون میں موجود تصورات کا نظام اصطلاحات کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ (اس سے ان کی مراد لغات اور قاموس ہیں)۔

یہ اصطلاح بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ صرف اصطلاحات کا احاطہ کرتی ہے لیکن اصطلاحات سازی کا باقاعدہ انداز تصورات، تصوراتی نسبتوں، تصورات کے نظام، اصطلاحات اور اصطلاحات کے نظام کے علاوہ تصورات کو بیان کرنے کے لیے علامتوں اور نظامِ علامات کا مطالعہ بھی کرتا ہے۔

اصطلاحات سازی کا کام جو اصطلاحی اصولوں کے استعمال اور وضعِ اصطلاحات کے طریقوں پر مشتمل ہے، دراصل تصورات کے بیان کا نام ہے (خواہ تعریفات یا کسی بھی کشافی طریقے سے)۔ تصورات کے بیان کرنے کے اصولی مجاز ماہرینِ مضمون ہیں۔ اس لیے اصطلاحات کی معیار بندی، خصوصی طور پر، ماہرینِ مضمون کا میدان ہے۔ اس امر کا تعلق لسانیاتی طریقوں کی نسبت ترتیبی نظریے سے زیادہ ہے۔

تصورات کو علامتوں کی کسی بھی قسم سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ لسانیاتی علامتوں میں عمومی اصطلاحات (جو الفاظ کی صورت میں کثیر لفظی یا مرکب اصطلاحیں یا مخفف یا تخفیفی اصطلاحیں وغیرہ ہیں) جو تصورات کے لیے فطری مضامین کے ابلاغ میں مستعمل ہیں۔ ان کے علاوہ معلومات کی باز طلبی (Retrieval) کی زبان کے تصورات بیان کرنے کے لیے، معجمی (Thesaurusi) اصطلاحات (جو کلیدی الفاظ (Keywords) اور تصریحی الفاظ (Descriptors) ہوتے ہیں) یا درجات (جو درجہ بندی کے تصورات کے تسمیہ کے لیے استعمال ہوتے) کے لیے علامتیں استعمال ہوتی ہیں۔ درحقیقت صرف زبان ہی عناصر کو نام عطا کرنے کے لیے کافی نہیں ہوتی جو (بلا ترادف) پرانے اور نئے تصورات کو بلا مغالطہ نام دے سکے۔ اس لیے کئی دوسری علامات مثلاً مثالوں (Illustrations)، فارمولوں، ضابطوں (Codes) وغیرہ کا استعمال سائنس اور ٹیکنالوجی میں بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

اصطلاحات سازی کے دیگر مغربی ماہرین مثلاً ووسٹر (Wuster) اور نیلبر نے بھی اسی بات کی حمایت کی ہے کہ اصطلاحات سازی ماہرین مضمون کا کام ہے؂۔

اصطلاحات کی اس تشریح اور صورت حال کے پیش نظر جب ہم اردو پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ ابھی ہمارے ہاں "اصطلاحات سازی" کا پورا تصور رائج نہیں ہوا۔

ہم ابھی تک لفظ سازی اور لسانی و قواعدی مرحلوں سے نکل نہیں پائے۔ اب تک ہمارے ہاں "وضعِ اصطلاحات" کی کوششیں اصطلاحی الفاظ اور مرکبات کی تشکیل بلکہ ترجمے تک محدود رہی ہیں۔ کیلنسکی اور یونیسکو کے دیگر ماہرین۸ کی وضاحتوں کے بعد ہم یہ اندازہ لگانے میں حق بجانب ہیں کہ اردو میں لسانی اصطلاحات پر تو کام ہوا لیکن معجمی اصطلاحات' اصطلاحی بینک' علامتی نظام' ترقیمی طریق کار' ضابطوں اور فارمولوں وغیرہ کو وضع کرنے کی طرف توجہ نہیں دی گئی بلکہ معلومات کی باز طلبی کے جدید ترین نظاموں کی طرف ابھی ہمارا رجحان نہیں اور نہ ہی ان کے لسانیاتی پہلو پر توجہ ہے۔

۲:۲۔ نوعیت

انگریزی میں اصطلاحات سازی کے اصول تقریباً وہی ہیں' جو الفاظ سازی کے ہیں یعنی ترجمہ' تسمیہ اور وضع اصطلاحات۔ ان کی مندرجہ ذیل صورتیں ہمارے سامنے آتی ہیں:۔

(الف) پہلی صورت ان اصولوں کے مطابق اشیاء کے نام مقرر کرنے کی ہے' جو لیناؤس نے حیاتیات' نباتیات' حیوانیات کے فیصلے (Order)' جنس (Genus) اور انواع (Species) کے نام مقرر کرنے کے لیے وضع کیے۔ اس صورت میں نئے الفاظ عموماً حیاتیات میں دو لفظی مادوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ پہلا جنس اور دوسرا نوع کو بیان کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً= Rosa Arvensis (Field Rose) 'Rosa Eglanteria (Sweethriar)' 'Rosa Canina (Dog Rose)' ان میں Rosa جنس ہے اور Arvensis' Eglanteria' Canina وغیرہ انواع ہیں اور یہ لاطینی الفاظ ہیں۹۔ سابقہ علم کے حوالے سے اس کا ذکر ہم تیسرے باب میں کر چکے ہیں۔

(ب) تسمیہ کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی علاقے' موجد' یا چیز کے نام کے ساتھ وابستہ کرتے ہوئے اصطلاح وضع کی جاتی ہے مثلاً علاقے کے نام پر جیسے: Berkelium Americium'Bauxite' Polonium' ' فرد کے نام پر جیسے: Calorie Ampere'Diesel' وغیرہ۔ اسی طرح یول اور برینر نے "یا حسن اور یا حسین" کے ماتمی الفاظ کو "ہابسن جابسن" کے مرکب کی صورت دی اور اسے اینگلو انڈین الفاظ کی اصطلاح کے طور پر استعمال کیا تھا۔

(ج) ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی دوسری زبان کے لفظی مادے کو استعمال میں لا کر اصطلاح بنائی جاتی ہے۔ یہ مادے عموماً یونانی' لاطینی' اور خصوصاً جرمن اور فرانسیسی الفاظ ہوتے ہیں۔ زیادہ تر یونانی لاطینی ترکیبی مادے ہی استعمال میں لائے جاتے ہیں بعض اوقات عربی' فارسی' سنسکرت اور دیگر زبانوں کے الفاظ بھی لیے گئے ہیں۔ مثلاً پاسچر نے ۱۸۶۳ء میں Aerobic کا نام آکسیجن کی موجودگی میں بیکٹیریائی عمل کے وقوع پذیر ہونے کو دیا۔ یہ یونانی لفظ aer (ہوا) اور bios (زندگی) سے مشتق ہے' پھر جیسے ۱۹۱۲ء میں فنک نے

Vitamin کی اصطلاح لاطینی لفظ Vita (زندگی) اور جرمن لفظ Amin (ویٹا: بخشا) سے وضع کیا۔ اسی طرح ضد حیوی دوا Streptomycin کی اصطلاح یونانی الفاظ Strepto (دینے والا) اور myces (فنجائی) سے ملا کر وضع کی گئی ہے۔ ایک اور اصطلاح Mythylene کے معنی "چوبی شراب" کے ہیں جسے ۱۸۳۵ء میں پیلی گوٹ نے یونانی لفظ Methy (شراب) اور Hyle (لکڑی) سے وضع کیا۔ یہی صورت حال اصطلاح Analine کی ہے جو عربی لفظ "النیل" سے وضع کی گئی ہے۔ کیمیا، طبیعیات، طب اور حیاتیات میں یہ طریقہ عموماً استعمال میں آتا ہے۔ کبھی کسی خاص مفہوم میں غیر زبان کا لفظ لے لیا جاتا ہے، جیسے جدید لسانیات میں سنسکرت لفظ ساندھ (معنی عطف) سے "Sandhi" لفظی اشتقاق کے ایک خاص مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی صوتیاتی تبدیلی جو جملے کے باعث لفظ میں واقع ہو۔

(د) کبھی کسی طویل اصطلاح کو مختصر یا مرخم کر دیا جاتا ہے مثلاً Amphetamine دراصل Alpha - Methyl - Phenyl - Ethyl - Amine ہے[۱۱]۔ یا FORTRAN دراصل Formulae Translation کی تخفیف ہے[۱۲] یا ہم نے پہلے قریہ لغت Dicautom کا ذکر کیا ہے جو Dictionary Automatic کی ترخیم ہے۔ اگر مرکبات نسبتی ہوں تو ان کے درمیانی حروف اڑانے کے عمل کو نحت کہا جاتا ہے۔

(ر) ایک صورت یہ بھی ہے کہ دو الفاظ کو پاس پاس رکھ کر، ان کے درمیانی حروف حذف کر کے انھیں مرکب کی صورت دے دی جاتی ہے۔ ایسا عموماً کیمیا اور طبیعیات میں ہوتا ہے مثلاً Aldol کی اصطلاح ۱۸۷۲ء میں ورٹز نے Aldehyde اور Alcohol کو ملا کر وضع کی ہے۔ ایسی دیگر مثالیں Alose (Aldehyde Glucose)، Alanine (Aldehyde اور Anine) کی ہیں۔ یا پھر ایک اور اصطلاح Aleiphatic کی ہے جسے ۱۸۸۹ء میں بامر برجر نے یونانی لفظ Aleiphatos (چربی) سے (جسے ۱۸۶۰ء میں ہجیلٹ نے بطور اصطلاح چربی کے کاربن مرکبات کے لیے استعمال کیا تھا) اور Alicyclic کو ملا کر وضع کیا۔ یہ اصطلاح ایسے چربیلے مرکبات کے لیے وضع کی گئی جو کاربن کے دائرے کے قریب ہوتے ہیں[۱۳]۔ اسے اصول نیوایت کہا گیا ہے۔

(س) بعض اوقات قدیم اساطیری دیو مالائی الفاظ کو افعال اور تصورات کی صورت میں ڈھالا جاتا ہے۔ مثلاً Vulcanise کی اصطلاح ۱۸۵۷ء میں بزوکینڈن نے آگ کے رومی دیوتا کے نام Vulcan کے ساتھ ise کا لاحقہ لگا کر وضع کی۔ علم کیمیا میں یہ کچے ربڑ کو گندھک سے ملا کر پختہ کرنے کے عمل کا نام ہے[۱۴]۔

(ص) کبھی مذاق ہی مذاق میں کوئی سائنس دان کسی عمل یا تصور کے لیے کوئی لفظ بول دیتا ہے جیسے لواژے نے کیمیا کے عناصر کو نام دینے کے سلسلے میں کیا۔ کبھی کسی نے یونہی کوئی نام رکھ دیا۔ جیسے ۱۹۴۲ء میں ہالووے اور بیکر نے ایٹمی مرکزے کے قطری رقبے کو معلوم کرنے کی اکائی کا نام مذاق ہی مذاق میں Barn رکھ دیا تو اسے اصطلاح کی حیثیت

حاصل ہو گئی[15]۔

(ط) کبھی کوئی تجارتی نام بطور اصطلاح استعمال ہونے لگا جیسے Kodak, Nylone Bakelite, Xerox, Linotype, Velcrotab وغیرہ۔

(ع) سرنا بیے بھی بطور اصطلاح استعمال میں آتے ہیں جیسے RADAR 'WAPDA وغیرہ۔ ایسے امور کا ذکر تاریخ انگریزی زبان کے مصنفین نے بھی کیا ہے' جس کا حوالہ پس منظری مطالعے میں دیا گیا ہے۔

(ف) بعض پرانے سابقے یا الفاظ نئی ترکیبوں اور معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔

(ق) کبھی دخیل اور مقامی الفاظ کو دوغلانے کا عمل کیا جاتا ہے جیسے جرمن سائنسی اصطلاحات Cold - box Kerne اور Sonen Shutnik ایسی دوغلی اصطلاحات بھی عام ہو رہی ہیں جن کا کچھ حصہ مختصر کر دیا جاتا ہے جیسے MAD lines یا Eva Period

(ک) کبھی مرکب اصطلاحوں کو دو تین سے بڑھا کر چار پانچ الفاظ پر مشتمل بنایا جاتا ہے[16]۔ جیسے: Band Knife Cutting Machine

اردو میں اصطلاحات سازی کا عمل تین طرح سے انجام پا رہا ہے۔ ا۔ اختراع یا وضع' ۲۔ ترجمہ یا مترادف' ۳۔ اصطلاحی دخل۔

اردو میں ہماری بہت سی اصطلاحیں پہلے سے موجود تھیں یا کسی نئے علم کی آمد پر وضع کی گئیں یا ان کا چلن ازخود ہوگیا۔ رچرڈ ٹیمپل اسے استعمال اور لوک اشتقاق Folk Etymology قرار دیتا ہے[17] جبکہ نندولال دیونے اپنی Geographical Dictionary میں الفاظ میں تبدیلی اور چلن کے لیے لسانیاتی اصول بیان کیے ہیں۔ جن میں لاحقوں' سابقوں کا استعمال' اختصار پسندی اور صوتیوں میں تبدیلی اہم ہیں[18]۔

وضعِ اصطلاحات کے لیے خلاقی اور طباعی درکار ہوتی ہے۔ تاہم اصطلاحات کو قبولیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ وضع شدہ اصطلاحات رفتہ رفتہ مروّج ہو کر زبان زدِ عام ہو جاتی ہیں۔ اردو میں یہ عمل آہستہ آہستہ ہوتا ہے لیکن جدید علوم و فنون کی تیز رفتار آمد نے وضع و اختراع پر ترجمے کو فوقیت دے دی ہے۔ چنانچہ ہمارا زیادہ تر ذخیرۂ اصطلاحات ترجمہ شدہ ہے۔ بعض یورپی اور بین الاقوامی اصطلاحات روز مرہ زندگی میں داخل ہو گئیں یا علمی ضرورت بن گئیں۔ انھیں اصطلاحی دخل کے عمل سے یاد کیا جاسکتا ہے۔ ایسا عموماً سائنسی اصطلاحات ہی میں ہوا۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے وضع اصطلاحات کی اس نوعیت کو مترادفاتی اور طبع زادی قسام کے نام سے یاد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں[19]:-

"(الف) مترادفاتی نوعیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ دوسری زبانوں کی اصطلاحات کو اپنی زبان میں منتقل کرنا' یعنی اپنے لسانی ذخیرے سے ان کے مترادفات ڈھونڈ کر نکالنا اور ان کو احسن طریق سے استعمال کر کے دکھانا تاکہ

محققین، مترجمین، طلبہ اور اہل علم کو انھیں واضح طور سے سمجھنے اور اپنانے میں کوئی دقت نہ ہو یا کم از کم دقت ہو۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ دوسری زبانوں کی مصطلحات کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کے لیے موزوں، قریب المعانی الفاظ منتخب کرکے ان کے ایسے مرکبات تیار کرنا جو صوری و معنوی لحاظ سے موزوں و احسن ہوں۔ ایسا کرنا ہنر ہے.....

(ب) طبع زاد اصطلاحات وضع کرنے کا مطلب اپنی زبان میں اصطلاحات کو اختراع کرنا ہے۔ یہ بھی ہنر ہے اور ہنر چار چیزوں کا متقاضی ہے۔ اول حسن ذوقِ لسانی، دوم جودتِ طبع، سوم ندرتِ افکار، چہارم تبحرِ علمی۔"

اصطلاحات سازی کی اس نوعیت کو شان الحق حقی نے دو صورتوں پر مشتمل قرار دیا ہے۔ ایک رسمی جو بندھے ہوئے قواعد کی رو سے وجود میں آتی ہے اور دوسرے اختراعی جو کسی بندھے ہوئے قاعدے کی پابند نہیں۔ دونوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"تکنیک کے لحاظ سے وضع اصطلاحات دو صورتوں پر مشتمل ہے۔ ایک رسمی جو بندھے ہوئے قواعد کے مطابق ہو جس کی خاص خاص شکلیں یہ ہیں:

(الف) اخذ و اکتساب، بلا تصرف جیسے کارپوریشن یا بہ تصرفِ معنوی جیسے ریل یا بالتورید جیسے پلاس (Pliers)، پانا (Spanner)، فرما (Forma) یا مخلوط جیسے اگن بوٹ، راشن بندی۔

(ب) ترجمہ، لفظی جیسے سرد جنگ، بال کمانی یا آزاد جیسے افراط زر، ہوابازی، آبدوز، خلانورد۔

(ج) ترکیب و تالیف جس کے بہت سے طریقے ہیں۔

دوسری صورت اختراع کی ہے جو بڑی حد تک ایک تخیلی عمل ہے اور کسی بندھے ہوئے قاعدے کا پابند نہیں، جیسے بھول چکر، چور بازاری، تیچہ گیری وغیرہ۔ "مٹی کا تیل" رسمی غور و فکر کے نتیجے میں شاید معدنی تیل قرار پاتا، لیکن عوام نے اسے مٹی کا تیل کہا۔ اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں۔ لانچہ (راسے کی ایک شکل الائچی کی کھلی ہوئی پتیوں سے مشابہ)، تیل سلی (سخت پتھر کی بنی ہوئی سلائی، گھڑی سازوں کا اوزار)، دشی کی دیوار (اکہرے پردے کی دیوار)، اکرام (چنٹی پھنسانے کا حلقہ)، چندرس (قلعی گری کا مسالہ)، وصلی ڈاٹ (دیوار کے بیچ چنی ہوئی کمان)، آواز بند چھت (جس میں گونج نہ ہو)، بادامی بغ (پاکھے سے بنا ہوا در کا پہلو)، لونگ (صلیبی نشان والا پیش)، پارہ بندی (بغیر مسالے کی چنائی)۔"

اصطلاحی دخل اب اردو کا ایک عام رجحان بن چکا ہے۔ بقول ڈاکٹر قاضی

عبدالقادر[۲۱]:-

"ہم کو یہی باور کرایا جاتا ہے کہ اصطلاح سازی کے عمل کا نمایاں پہلو دوسری زبانوں سے الفاظ مستعار لینا ہے۔ ہم اب یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اصطلاحات ترقی یافتہ ممالک میں وضع ہو کر ہم تک پہنچ رہی ہیں اور ہمارا کام ان کو ترجمہ کر کے اردو میں انھیں استعمال کرنا ہے۔"

ترجمہ ہی نہیں بلکہ اردو میں انگریزی' یورپی الفاظ اور اصطلاحیں جوں کی توں بھی استعمال ہو رہی ہیں اور اب یہ ہماری ضرورت بھی بن چکی ہیں۔ اس ضرورت کے بارے میں ایک دلیل تو یہ ہے کہ الفاظ اور نئی اصطلاحات اس قدر تیزی کے ساتھ سامنے آرہی ہیں کہ ہر اصطلاح کا ترجمہ یا مترادف تلاش کرنا ایک طویل' کٹھن' مشکل اور نہ ختم ہونے والا عمل بن کر رہ گیا ہے۔ پھر ذرائع ابلاغ کی وسعت اور عالمگیری کے باعث کئی اصطلاحیں عالمگیر حیثیت سے ہماری زبان میں داخل ہوتی جارہی ہیں۔ چنانچہ کیا ضروری ہے کہ ہم ترجمہ ہی کریں؟ کیا اب بھی یہ ضرورت باقی ہے؟ ان سوالوں کا جواب پروفیسر خادم علی ہاشمی نے یوں دیا ہے[۲۲]:-

"گذشتہ صدی کے اواخر تک اکثر سائنسی اصطلاحات کا ترجمہ ممکن تھا۔ مگر صدی کے اختتام پر اس قدر دریافتیں ہوئیں اور اس قدر تیزی سے نئی اصطلاحات سامنے آنا شروع ہوئیں کہ ہر اصطلاح کا ترجمہ ناممکن ہوتا چلا گیا۔"

اصطلاحی دخل کے مسئلے کو ہر دور میں اصطلاح ساز اداروں اور ماہرین نے اپنے اپنے طور پر حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ بعض نے عالمگیر یا بین الاقوامی اصطلاحات کو من و عن قبول کرنے پر زور دیا اور بعض نے ان کے ساق لے کر' اشتقاقی اور ترکیبی انداز سے وضع کرنے پر اکسایا۔ رہا ان کے ردّ و قبول کا مسئلہ تو بعض کے نزدیک یہ مسئلہ صرف "ثقافتی مزاحمت اور ثقافتی اثر پذیری کا ہے"[۲۳] جو ملحوظ رہنی چاہیے لیکن اصل بات وہی ہے کہ اصطلاح کو اصطلاح ہونا چاہیے اور بس۔ یعنی اصطلاح کو علم الاصطلاح کی رو سے درست ہونا چاہیے۔

اصطلاحات سازی کی نوعیت کو سمجھنے کے لیے ان کی ضرورت اور مفہوم' منصب یا دائرہ کار کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ ان سے اصطلاحی نوعیت کو بہ آسانی جانا جاسکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اصطلاحات کی نوعیت دراصل ان کی خصوصیات کا بیان ہے۔ ان خصوصیات یا خاصیتوں کی بناء پر بھی اصطلاحات وجود میں آتی ہیں' انواع کے لیے اصطلاحات قریبی جنس کو کسی دوسرے تصور کے ساتھ ملانے کی بناء پر وجود میں آتی ہیں مثلاً Oakwood Table میں Table کا تصور Oakwood کی جنس سے مل کر بنتا ہے۔ بعض اوقات ایک مضمون سے دوسرے میں اصطلاح کو منتقل کر کے بھی نئے معنی اخذ کیے جاتے ہیں مثلاً Wing (حیاتیات کا لفظ ہے) اسے ٹیکنالوجی میں جہاز کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

۳:۲۔ اصطلاحات سازی کی ضرورت

ہم یہ جانتے ہیں کہ علوم و فنون کی ترتیب، تنظیم، بیان اور تشریح کے لیے اصطلاحات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ وحید الدین سلیم لکھتے ہیں[۲۴]:۔

"اگر اصطلاحات نہ ہوں تو ہم علمی مطالب ادا کرنے میں طول لاطائل سے نہیں بچ سکتے۔ جہاں چھوٹے سے لفظ سے کام نکل سکتا ہے، وہاں بڑے بڑے لمبے جملے لکھنے پڑتے ہیں اور ان کو بار بار دہرانا پڑتا ہے۔ لکھنے والے کا وقت جدا ضائع ہوتا ہے اور پڑھنے والے کی طبیعت جدا ملول ہوتی ہے۔"

ڈاکٹر سلیم فارانی اس پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے اسے علمی ترقی کے لیے لازم قرار دیتے ہیں[۲۵]:۔

"علوم و فنون کی تعلیم، تشریح، توسیع اور ترقی کے لیے اصطلاحات کا وجود ناگزیر ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اصطلاحات علوم و فنون کا محور ہیں اور جو قوم علوم و فنون، معلومات اور عقل و ذہن میں ترقی کی راہ پر گامزن رہنا چاہتی ہے، اسے اپنے علمی و فنی الفاظ و اصطلاحات میں بدستور اضافہ کرتے چلے جانا چاہیے۔"

یہ دور انکشافات، ایجادات اور علوم و فنون میں تیز رفتار ترقی کا ہے، اس لیے نئی نئی اصطلاحات کا وجود میں آنا ناگزیر ہے۔ چونکہ عموماً ترقی یافتہ ممالک ہی علمی میدان میں آگے ہیں، اس لیے اصطلاحات بھی انھی کی زبانوں میں وضع ہوتی ہیں۔ اس میدان میں انگریزی، فرانسیسی، جرمن، اطالوی، روسی اور جاپانی زبانیں دور جدید میں سب سے آگے ہیں۔ ڈاکٹر مسکین حجازی لکھتے ہیں کہ ہر نئی چیز ایجاد یا اختراع کا اصطلاحی نام پہلے اس ملک کی زبان میں وضع ہوتا ہے، جس میں وہ چیز بنی ہو، پھر اس کی اطلاع دوسرے ملکوں میں پہنچتی ہے۔ ترقی پذیر یا پسماندہ ملکوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ ترقی کی دوڑ میں پیچھے ہونے کے باعث اصطلاح سازی کے میدان میں بھی پیچھے رہتے ہیں۔ آگے چل کر لکھتے ہیں[۲۶]:۔

"ترقی پذیر یا پسماندہ ممالک کے ماہرین لسانیات و ابلاغ کو یہ مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ وہ نئی اصطلاح کو اپنی زبان کے قالب میں کس طرح ڈھالیں۔ چنانچہ کم و بیش ہر قابلِ ذکر زبان میں اصطلاحات وضع کرنے کے اصول اور طریقے مقرر ہیں۔"

اصطلاحیں خود بھی پیدا ہوتی رہتی ہیں لیکن جدید علوم میں زیادہ تر انھیں وضع کیا جاتا ہے۔ یہ مصنوعی الفاظ ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں[۲۷]:۔

" اصطلاحیں از خود بھی پیدا ہوسکتی ہیں جیسے پڑاوے کی اصطلاحیں یا کٹھیروں یا پنجہ باندھنے والوں کی اصطلاحیں ہیں لیکن جدید عہد میں سائنسی اور

سماجی علوم کی ترقی کے ساتھ ساتھ نئی نئی اصطلاحیں وضع کرنے کی ضرورت آئے دن پیش آتی ہے۔ کیونکہ نئی نئی ایجادات اور تصورات اور مفاہیم کو ادا کرنے کے لیے انسان کو نئے الفاظ کی ضرورت پڑتی ہے۔"

۲:۴۔ اصطلاح سازی کا منصب

اصطلاح کا سب سے بڑا منصب علمی تصورات کے لیے لفظ، ترکیب یا علامت وضع کرنا ہے۔ لیکن گیلنسکی کی تعریف کی رو سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ اصطلاحات کسی بھی میدان کا بنیادی ڈھانچا (Infra Structure) ہوتی ہیں جن پر ہم اس علم میں آئندہ نگارشات اور تحقیقات کی بنیاد رکھتے ہیں۔ گیلنسکی اور نیڈوبٹی نے اصطلاحات سازی (Terminology) کے مندرجہ ذیل سات وظائف بیان کیے ہیں[۲۸]:-

"۱۔ علم کی تنظیم (تصورات کی درجہ بندی، ہر مضمون/ میدان میں)۔
۲۔ علمی مندرجات کا ابلاغ (مضمون/میدان کی تدریس یا ٹیکنالوجی کی منتقلی میں)۔
۳۔ علمی مندرجات کی ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقلی (ترجمانی / ترجمے کے ذریعے)۔
۴۔ کسی مضمون/ میدان کی معلومات کی ضابطہ بندی (Coding) تکنیکی تحریروں میں۔
۵۔ کسی مضمون / میدان کی معلومات کی تلخیص۔ اختصاریے میں۔
۶۔ کسی مضمون/ میدان کی ذخیرہ شدہ معلومات کی تلاش ۔اشاریہ بندی، درجہ بندی، معجم (Thesaurus) /بازطلبی (Retrieval) وغیرہ کے ذریعے۔
۷۔ علمی ذخائر (اصطلاحی بنک) اور دیگر علمی نظاموں (Knowledge Systems) کی نشوونما۔

۲:۵۔ خصوصیات

اصطلاحات سازی کے ان وظائف کو اگر سادہ الفاظ میں بیان کریں تو یہی اس کی خصوصیات بن کر سامنے آتے ہیں۔ یعنی اصطلاحات کو منظم، درست، منضبط اور اپنے علم کا نمائندہ ہونا چاہیے۔ یہ اصطلاح کی بنیادی خصوصیات ہیں اور ان کے ذریعے علم کی تنظیم، ابلاغ، منتقلی، ضابطہ بندی، تلخیص اور ترتیب وجود میں آتی ہے۔ یہی اصطلاحات کا منصب بھی ہے۔ علاوہ ازیں اصطلاح کی داخلی اور خارجی خاصیتیں بھی ہوتی ہیں جن کا ذکر تیسرے باب میں مرکب اصطلاح کے ضمن میں کیا گیا ہے۔

ان خصوصیات کے علی الرغم عام طور پر ایک اور خصوصیت کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور وہ ہے اصطلاحات کا آسان یا مانوس ہونا۔ دراصل اس امر کا تعلق انسانی نفسیات

سے ہے۔ آسانی یا مانوسیت ایک اضافی خصوصیت ہے جو موضوعی یا داخلی کیفیت رکھتی ہے۔

۲:۶ - حدود

کیلنسکی کی تعریف ہی سے ہمیں اصطلاحات سازی کی حدود کا بخوبی علم ہو جاتا ہے۔ اس کے نزدیک علم اصطلاحات مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہے[۲۹]:

"علم تصورات یا تصوریات (Conceptology)، اصول بیان تصورات، اصول تحکیات (Designations)، اصطلاحی نظریۂ ترتیب، اصطلاحی نظریۂ اشیاء۔"

بین الاقوامی مرکز برائے اصطلاحی معلومات Infoterm کے نزدیک اصطلاحات کی حدود مندرجہ ذیل ہیں[۳۰]:-

۱۔ سائنسی تصورات کی تنظیم کے لیے۔
۲۔ معلومات کی ترتیب کے لیے۔
۳۔ معلومات کی اشاریہ بندی اور باز طلبی کے لیے۔

چنانچہ اصطلاحات انسانی ابلاغ اور ثقافت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ جہاں تک اصطلاحات سازی کی حدود کا ان کے معانی، ہیئت، نسبت، سطح اور اقسام کے لحاظ سے تعلق ہے، اس کے بارے میں یونیسکو کے شائع کردہ اصطلاحاتی معجم SPINES کی جلد نمبر ۳ میں اصطلاحی ترسیمی اظہار کے ذریعے اسے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے[۳۱]:-

اصطلاحات سازی کی بنیاد زبان اور معانی پر ہے۔ معانی تصورات، تعریفات اور ہجے پر مبنی ہوتے ہیں۔ تصورات ہمیں علم اور اطلاعات سے حاصل ہوتے ہیں۔ تعریفات میں الفاظ، مترادفات، ہم نامی اور اشیاء کے ناموں پر مبنی ہوتے ہیں۔ الفاظ بھی اصطلاحات سازی کا کام کرتے ہیں اور ان کا ذخیرہ لغت مرتب کرنے میں مدد دیتا ہے۔ الفاظ سے واحد اصطلاحی الفاظ اور کلیدی الفاظ ہمارے سامنے آتے ہیں۔ کلیدی الفاظ واحد اصطلاحی اور کثیر اصطلاحی الفاظ، موضوعاتی عنوانات اور کلی اصطلاح کا جزو ہوتے ہیں۔ ان سے معجم وجود میں آتے ہیں۔

اصطلاحات اپنی حدود میں یک گرفتہ (Monovalence) یعنی ایک معنی تک محدود ہونی چاہئیں گویا ان میں یک معنویت (Monosemy) پائی جاتی ہے۔ ہم نامیت (Homonymy)، کثیر معنویت (Polysemy) اور ہم معنویت (Synonymy) اگرچہ اصطلاحات میں تجنیسی انداز میں پائی جاتی ہیں لیکن نامکمل ابلاغ کی بناء پر یہ ناقص اصطلاحات کہلاتی ہیں۔

تیسری عالمی کانگریس برائے اصطلاحی انجینئری، کولون (اگست ۱۹۹۳ء) میں اصطلاحات کو علم کا خرد ڈھانچا قرار دیا گیا ہے۔ بہتر منظم اصطلاحات بہتر علم مہیا کر سکتی ہیں۔

یونیسکو کا اصطلاحی تری اظہار
علم
اطلاعات
کلام
نحو
ترجمہ
تصورات
لغت
چلیپائی حوالے
ذخیرۂ الفاظ
زبان
معانی
ہجے
اصطلاحات سازی
الفاظ
تعریف
ہم نام
معجم
مترادفات
کھلی اصطلاح
کلیدی الفاظ
واحد اصطلاحی الفاظ
نام/اسماء
موضوعاتی عنوانات
کثیر اصطلاحی الفاظ
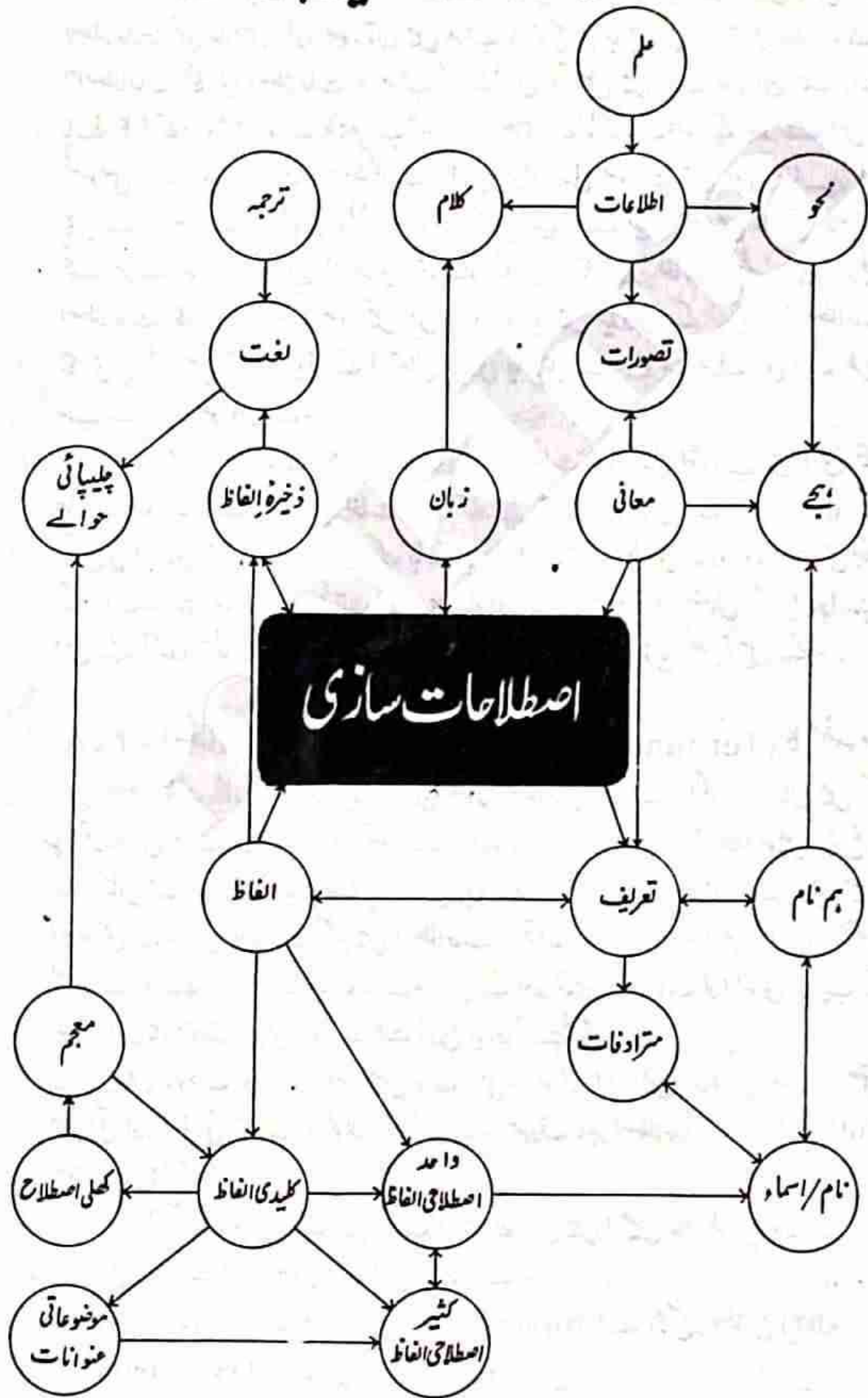
۲:۷۔ اصطلاحات نگاری (Terminography)

اصطلاحات مرتب کرنے کو اصطلاحات نگاری کا نام دیا گیا ہے۔ یعنی وضع شدہ اصطلاحات کن علامتوں اور صورتوں میں مرتب یا شائع کی جائیں گی۔ کیلنسکی کے نزدیک:[۲۲]
"اصطلاحات نگاری اصطلاحات کو مرتب کرنے، ان کو عمل میں لانے اور ان تک رسائی پانے کا انتظام وضع ہونے کا نام ہے"۔ نیلر لکھتا ہے[۲۳] کہ ۱۹۷۰ء کے بعد سے اس پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ اصطلاحات نگاری خواہ کتابی صورت میں ہو یا اشاریے اور جریدے کی صورت میں، مائیکروفش ہو یا مقناطیسی ٹیپ، اسے ایک مخصوص علامتی نظام کے تحت مرتب کیا جانا چاہیے۔ اصطلاحی مجموعے کتابیں، اشاریے، لغات، معجم، کمپیوٹر وغیرہ اصطلاحات نگاری کی مختلف صورتیں ہیں۔ دور جدید میں نیڈوبش کے نزدیک[۲۴] اصطلاحات نگاری پر خصوصی توجہ کمپیوٹر کے استعمال پر دی جا رہی ہے۔ کیونکہ صرف یہی ایک طریقہ سب سے زیادہ موزوں ہے۔

اردو میں اصطلاحات نگاری کے دو طریقے لغات اور کتابی اشاریے ہی ابھی تک ہمارے سامنے آتے ہیں۔ یہ لغات اور اشاریے عموماً انگریزی سے اردو یا اردو سے انگریزی الفبائی ترتیب سے شائع کیے جاتے ہیں۔ اردو میں اصطلاحی حدود اور اصطلاحی بینک کے حوالے سے لغات ابھی مرتب نہیں ہوئے اور نہ ہی کمپیوٹر کا استعمال شروع ہوا ہے۔ اس لیے آئندہ صفحات میں بیان کیے جانے والے امور اردو میں ناپید نظر آئیں گے۔

۲:۸۔ اصطلاحاتی معجم (Terminological Thesaurus) کا مفہوم

اصطلاحات نگاری کا ایک جدید ترین تصور اصطلاحاتی معجم ہے۔ انگریزی زبان میں معجم یا تھیسارس مرتب کرنا بہت پرانا تصور ہے۔ جسے راجٹ (Roget) نے ۱۸۵۲ءمیں فروغ دیا تھا۔ لیکن اب یہ تصور ایک قصۂ پارینہ بن چکا ہے۔ معجم کا اصل میدان اب لغوی نہیں، اصطلاحی ہے۔ اس لحاظ سے معجم میں اصطلاحات کو قواعد، گروہ بندی = اسم، فعل اور متعلق فعل کے حوالے سے مرتب کیا جاتا ہے۔ جس کے بعد تمام اصطلاحات کو الفبائی ترتیب کے ساتھ اور پھر متعلقہ گروہی نمبر کے تحت درج کیا جاتا ہے[۲۵]۔

یہاں روجٹ کی سکیم کام نہیں دے سکتی۔ کیونکہ اس میں الفاظ کی صرف منطقی، معنویاتی اور الفبائی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ معروف ماہر اصطلاحاتی معجم آر، این، اوڈی لکھتا ہے:[۲۶]

> "معجم الفاظ کی ایک ایسی کتاب ہوتا ہے جس میں انھیں عام طور پر مندرجہ ذیل متعلقات اور نسبتوں سے پیش کیا جاتا ہے۔
>
> ۱۔ تخصیصاتی (Specific) سے تعمیماتی (Generic)، اسے واضع اصطلاح (BT) Broader Term کہتے ہیں۔

کہتے ہیں۔

۳۔ باہمی نسبت رکھنے والی اصطلاح۔ اسے متعلق اصطلاح ((RT) Related Term کہتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معجم ہمیں اصطلاحات کی حدود کا علم دیتا ہے۔ پار کر اور ٹورلے کے نزدیک[۳۷]:۔

"یہ اشاریہ بندی کے لیے بھی کام آسکتا ہے اور اصطلاحی مترادفات کا علم بھی دیتا ہے۔ نیز واضح اصطلاحات' محدود اصطلاحات اور متعلقہ اصطلاحات سے بھی آگاہ کرتا ہے۔"

یونیسکو کے نزدیک معجم عالمی سائنس اور اطلاعاتی زبان (UNISIST) ہے۔ اس لحاظ سے معجم کو اس کے منصب اور ہیئت کے اعتبار سے بھی بیان کیا جاسکتا ہے۔ فوسکٹ ڈگلس کے نزدیک یہ منصب کے اعتبار سے اصطلاحات کو کنٹرول کرنے کا ذریعہ ہے جو "اطلاعاتی زبان میں مرتب کیا جاتا ہے ..... ہیئت کے لحاظ سے معجم متعلقہ اصطلاحات کا معنویاتی (Sementic) اور تعمیماتی محیط اور متحرک ذخیرۂ الفاظ ہے جو کسی مخصوص علمی میدان کا احاطہ کرتا ہے[۳۸]۔ چنانچہ معجم محض اصطلاحات نگاری نہیں بلکہ یہ اصطلاحات سازی تک وسیع ہو جاتا ہے۔ پہلا اصطلاحاتی معجم ۱۹۸۱ء میں ایچ فیلبر نے مرتب کیا ہے[۳۹]۔

معجم میں اصطلاح سازی کا بنیادی اصول کیا ہے' اس کے بارے میں UNISIST میں تفصیلات دی گئی ہیں۔ فوسکٹ نے اسے اپنے مضمون میں نقل کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اصطلاح کے معانی مختلف علوم اور ٹیکنالوجی میں مختلف ہوتے ہیں اور بعض ملکوں میں ان کے متضاد معنی بھی لیے جاتے ہیں۔ اس لیے معجم میں ایک بیانیہ نوٹ (Scope Note) دیا جاتا ہے۔ اصطلاحی اندراجات کے بارے میں وہ لکھتا ہے[۴۰]:۔

"اصطلاحات کو مرکبات کے حوالے اور ترکیبی مادے (Root-Word) کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ پھر اسے کئی سطحوں کے مطابق درج کیا جاتا ہے۔ ان سطحوں کے لیے اصطلاحوں کے ساتھ مخففات بھی دیے جاتے ہیں .... مثلاً Inspec کے معجم میں BT (Broad Term) کا مطلب ہے' ایک سطح اوپر (کے معنی) اور NT (Narrow Term) کا مطلب ہے' ایک سطح نیچے (کے معنی)' TT کا مطلب ہے (معنی کی) اعلیٰ اصطلاح۔"

اوڈی کے نزدیک کسی لفظ کے معنی اس کے سیاق و سباق کی ممکنہ وسعتوں سے معلوم ہوتے ہیں اور مختلف الفاظ کے ساق میں معانی کا اشتراک ہوتا ہے۔ اس لیے اصطلاحات سازی میں ایک ساق رکھنے والے الفاظ کو نزدیک تر ہونا چاہیے[۴۱]۔ چنانچہ معجم میں ایک ساق رکھنے والی تمام اصطلاحیں بھی یک جا کی جاتی ہیں۔ اب یہ کام اصطلاحی بینک / کمپیوٹر

بھی کہا جاتا ہے۔ (Dicautom) ہے کیا جاتا ہے جسے قسریہ لغت

۲:۹- قسریہ لغت یا اصطلاحی بینک

اصطلاحی ذخیرہ اب اتنا وسیع اور پیچیدہ ہوچکا ہے کہ یہ افراد اور اداروں میں محض فہرستوں' کارڈوں اور کتابی انداز میں لغات کی صورت میں مرتب نہیں ہوسکتا۔ معجم بھی اسی مسئلے کا حل نہیں۔ خصوصاً جب ساق مرکب اصطلاح میں مختلف مقام پر یعنی کبھی سابقے کی جگہ اور کبھی لاحقے کی جگہ آئے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے قسریہ لغت (Dicautom) وجود میں آیا۔

یہ اصطلاح Automatic اور Dictionary کو ملا کر وضع کی گئی ہے۔ اس نئی اصطلاح کا مطلب ہے "خود کار لغت"۔ لکسمبرگ میں یورپین کمیشن کے تحت قائم دنیا کے سب سے بڑے اصطلاحی بینک Terminology and Computer Applications کے سربراہ جیو شیلکس کا کہنا ہے کہ یہ صرف کمپیوٹر کی مدد سے بننے والے لغت کا نام ہے۔ وہ اسے نئی اصطلاح EuroDicautom یعنی "یورپی قسریہ" کے نام سے یاد کرتا ہے کیونکہ یہ یورپی زبانوں میں اصطلاحی متبادلات مہیا کرتا ہے' وہ لکھتا ہے[۴۲]:-

> "یہ اصطلاح یا اصطلاحی مفہوم مہیا کرتا ہے جسے اصطلاحیہ (Vedethes) کہتے ہیں اور بالآخر یہ اصطلاح بہ اصطلاح متبادلات (متفرق زبانوں میں) مہیا کرتا ہے۔ بدقسمتی سے یہ کام اسی ہیئت میں مہیا ہوتا ہے جو اکثر کثیر لسانی لغات میں شائع کیا جاتا رہا ہے۔"

قسریہ لغات کے کمپیوٹر کو اصطلاحی بینک کا نام دیا جاتا ہے اور اس میں اعداد و شمار اور اصطلاحات کی جمع آوری کو معلوماتی ذخیرہ (Data Bank) کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیلات گیلنسکی اور نیڈوبٹی نے بیان کی ہیں۔ ان کے نزدیک اصطلاحی بینک مندرجہ ذیل وظائف انجام دیتا ہے[۴۳]:-

> "اصطلاحوں میں باہمی ارتباط' جو کسی تنظیم یا ادارے کے اطلاعاتی امور کو مربوط کرتا ہے۔ یہ دستاویزات کو کئی صورتوں میں منظم کرتا ہے۔ ترجمے کے لیے خصوصی طور پر معاونت کرتا ہے اور تربیت کے دوران میں مدد دیتا ہے۔ اسے مشینی ترجمے کے نظام میں بخوبی استعمال کیا جاتا ہے۔"

ان اصطلاحی بینکوں یا قسریہ لغات / کمپیوٹر معجم میں اصطلاحات کہاں سے آتی ہیں؟ اس سوال کا جواب جیو شیلکس نے دیا ہے[۴۴]:-

> "ہماری اپنی اصطلاحاتی اطلاعات ہر زبان کی اصل دستاویزات کے مطالعے سے ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ان دستاویزات کے تقابلی مطالعے سے ہمیں حقیقی متبادلات ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم مختلف اداروں کی مرتب کردہ اصطلاحات بھی استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً ANFOR یا ایسے دیگر ادارے۔"

کمپیوٹر کے اندر یہ معلومات "فش" (Fiche) کی صورت میں رکھی جاتی ہیں۔ یورپی تسریہ کی "فش" میں اصطلاحی نمبر(NT) وضع کرنے والے دفتر کا نمبر (BE)، قسم (TY) جسے Betyni ضابطے کے تحت رکھا جاتا ہے، درج کیا جاتا ہے۔ ایک "فش" میں ۱۳ ہزار اصطلاحیں درج کی جاسکتی ہیں۔ ان کے نزدیک کسی اصطلاحی ادارے کو تصنیف و تالیف کے لیے کم از کم تین سے چار لاکھ تک اصطلاحوں کی ضرورت ہوتی ہے[۲۵]۔

راقم کے نام ایک مراسلے مورخہ ۸۔ دسمبر ۱۹۸۸ء میں اپنے ادارے کی وسعت اور اصطلاحی ذخیرے کا ذکر کرتے ہوئے جیو ٹسیلکس نے بتایا ہے[۲۶]:۔

"ہمارا اصطلاحی بنک تمام کمپیوٹر اداروں کے تقریباً دو ہزار استفسارات روزانہ کے حساب سے استعمال میں آتا ہے۔ اسے وی آنا میں اقوام متحدہ کے ادارے اور ولندیزی اور سوئس حکومتیں اور دیگر ادارے بھی استعمال کرتے ہیں۔ انھیں دنیا بھر کے ایسے ECHO طریقے سے وابستہ کوئی بھی ادارہ استعمال کر سکتا ہے۔ یورپی تسریہ لغت کا مکمل ذخیرہ اصطلاحات چار لاکھ ساٹھ ہزار تصورات اور ایک لاکھ دس ہزار مخففات پر مشتمل ہے۔"

کل پانچ لاکھ ستر ہزار اصطلاحات فرانسیسی اور انگریزی زبانوں سے فرانسیسی، انگریزی، جرمن، ولندیزی اور اطالوی میں ترجمہ کرکے ذخیرہ کی گئی ہیں۔ گویا گیارہ لاکھ چالیس ہزار اصطلاحات پانچ زبانوں میں استعمال کی جاتی ہیں۔

دور جدید میں اصطلاحات سازی کا کام کمپیوٹر کے ذریعے انجام دیا جا رہا ہے جس میں معلومات اور حوالہ نگاری کو ملادیا گیا ہے۔ حالیہ برسوں میں اسے "اصطلاحاتی انجینئری علم یا علمی انجینئری (Terminological Knowledge Engineering) کا نام دیا گیا ہے جو علم کو تصوریاتی منطق کے حوالے سے دیکھنے کا نام ہے۔ نیدر لینڈ میں "Euroterm" کے نام سے ایک اصطلاحی بینک قائم ہوا ہے، جو افراد، کمپنیوں اور اداروں کو اصطلاحی دستور العمل اور سو سو اصطلاحات پر مشتمل پیکج مہیا کرتا ہے۔

۱۲ ستمبر ۱۹۹۲ء سے وارسا میں دنیا کے سائنسی و صنعتی اداروں اور اصطلاحی بینکوں کے ۴۱ نمائندوں نے "عالمی وفاق برائے اصطلاحی بینک" (IFTB) کو وجود بخشا۔ اس وفاق کا بنیادی مقصد موجود اصطلاحی بینکوں میں ہم آہنگی اور تعاون پیدا کرنا اور نئے اصطلاحی بینک قائم کرنا ہے۔ اس کی پہلی کانگریس کا اجلاس ۲۵، ۲۶ ستمبر ۱۹۹۳ء کو وارسا میں منعقد ہوا۔ اس کا نعرہ تھا، "اصطلاحات کی منتقلی، دنیا کی یک جہتی"۔

۲:۱۰۔ اصطلاحات سازی کے جدید انداز

اصطلاحات سازی کے جدید انداز کی بنیاد ۱۹۳۴ء میں ای ووسٹر کے مقالہ ڈاکٹریٹ (۱۹۳۱ء) شائع ہونے سے پڑی۔ اس مقالے میں انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی کی اصطلاحات میں معیار بندی کی ضرورت کا احساس دلایا گیا۔ چنانچہ اصطلاحات سازی کو تحقیق پر استوار کیا

جانے لگا۔ ۱۹۳۶ء میں اصطلاحات سازی میں بین الاقوامی وفاق برائے قومی مجالس معیار بندی ISA 37 قائم ہوا۔ اس کی چھ افراد پر مشتمل ایک ذیلی کمیٹی نے ایک مشترک عالمی اصطلاحاتی ذخیرہ وضع کرنے کا کام شروع کیا تھا۔ اس کا کام دوسری جنگ عظیم سے تعطل میں جا پڑا تو ۱۹۴۷ء میں بین الاقوامی تنظیم برائے معیار بندی "آئی ایس او" جینوا میں وجود میں آئی۔ ۱۹۵۲ء میں اس نے ISO 37 "اصطلاحات: اصول اور ارتباط" کے نام سے وی آنا آسٹریا میں اصطلاحی معیار بندی کا ادارہ قائم کیا جس نے ۱۹۷۳ء میں مندرجہ ذیل چار زمروں میں دستاویزات شائع کیں:

۱۔ اصطلاحی ذخیرہ، ۲۔ طریق کار، ۳۔ اصول تسمیہ ۴۔ درجہ وار ذخیرہ اصطلاحات۔

اس ادارے میں اصطلاحی معیار بندی دو سمتوں میں انجام دی جاتی ہے: ۱۔ اصطلاحات کی معیار بندی (اصطلاحات اور کشاف)، ۲۔ اصطلاحات سازی کے اصولوں اور طریقوں کی معیار بندی۔ اصطلاحی معیار بندی کے لیے ۱۳۰ تکنیکی مجالس کام کرتی ہیں، جنھیں مزید ۲۱۱ ذیلی مجالس اور ۴۲ گروہ مدد دیتے ہیں۔ ۱۹۸۸ء تک اس ادارے نے ۳۳۴ معیارات وضع کیے۔ صرف جرمنی نے اس نظام سے اختلاف کیا ہے۔

۱۹۵۲ء کے بعد سے جب سے اطلاقی لسانیات کے میدان میں کام شروع ہوا ہے، اصطلاحات سازی کا کام دو طریقوں سے انجام دیا جا رہا ہے۔ گیلنسکی نے اس کی تشریح یوں کی ہے:

"۱۔ مضمون یا ماہرین کی بنیاد پر اصطلاحات سازی کا کام جو عموماً فطری علوم اور انجینئرنگ میں انجام دیا گیا۔

۲۔ لسانیاتی بنیاد (ایل ایس پی LSP) پر جو عموماً انسانیات اور عمرانی علوم میں انجام دیا گیا۔"

دونوں انداز ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ لیکن انھیں متضاد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ان کی ضرورتیں خصوصاً معیار بندی اور استناد کے اصولوں کے تعین کے سلسلے میں یکساں ہیں۔ آج کے دور میں کوئی بھی زبان صرف فطری علوم اور انجینئرنگ ہی کے لاکھوں تصورات کو لسانی تشکیلات مہیا نہیں کر سکتی۔ اکثر مضامین میں زیادہ تر تصورات غیر لسانی تشکیلات کے رہین ہوتے ہیں۔ گویا یہ بیان تصورات کا دوسرا نام ہے۔

اردو میں اگرچہ ابھی تک اصطلاحات سازی کے قدیم انداز الفاظ سازی، لسانیاتی بنیاد یا "لفظیات" کے مکتب فکر کے تحت عمل کیا جاتا ہے اور جدید انداز یعنی علم اصطلاحات سازی، مضمون کی بنیاد یا "اصطلاحیات" کی بنا پر کوئی کام سامنے نہیں آتا سوائے اس کے کہ ڈاکٹر شوکت سبزواری اور ڈاکٹر سید عبداللہ یہ کہتے رہے کہ اصطلاح کو قواعد کے مطابق ہونا چاہیے لیکن قواعد اصطلاحات کا تعین ابھی جدید بنیادوں پر نہیں کیا گیا۔

۱۹۷۰ء کے بعد سے مغرب میں علم اصطلاحات بہت تیزی سے پروان چڑھا ہے اور

اس کے تین مکاتبِ فکر وجود میں آئے ہیں۔ ۱۔ پیراگوئے مکتب فکر ۲۔ وی آنا مکتب فکر اور ۳۔ سوویت مکتبِ فکر۔ اس طرح ان کے تین انداز ہیں[۵۱]: ۱۔ مضامین مرکز انداز، ۲۔ فلسفہ مرکز انداز، ۳۔ لسانیات مرکز انداز۔

مضامین مرکز انداز میں ای ووسٹر کی کتاب **اصطلاحات کا عمومی نظریہ** (GTT) مرتبہ ۱۹۷۴ء، مطبوعہ ۱۹۷۹ء بنیاد ٹھہرتا ہے۔ یہ لسانیات کا وسیع تر نظریہ ہے، جس میں منطق، علم تصورات، علمِ اطلاعات اور مضامین (موضوعات) کا احاطہ کیا جاتا ہے۔ تصورات اور اس کا نظام اس کی بنیاد ہیں۔ یہ وی آنا مکتبِ فکر کا بنیادی نظریہ ہے۔ فلسفہ مرکز انداز میں تصورات کو فلسفیانہ زمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور درجہ بندی کے نظریات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ لسانیات مرکز انداز میں یہ فکر کارفرما ہے کہ اصطلاحات عمومی زبان کی ذیلی زبان ہوتی ہیں۔ اس لیے اصطلاحی مسائل کو لسانیاتی انداز میں حل کرنا چاہیے۔ اس کتاب سے وی آنا مکتبِ فکر کی بنیاد پڑی جو اس وقت دنیا میں اصطلاحاتی میدان میں بڑی تیزی سے زیرِ عمل ہے[۵۲]۔ اسی (۸۰) کی دہائی میں جسے "زبان کی دہائی" کا نام دیا گیا ہے، مغرب میں اصطلاحات سازی کی عمومی کوششیں مندرجہ ذیل سمتوں میں ہوتی رہی ہیں[۵۳]۔

۱۔ اصطلاحات سازی کی نظری بنیادوں کو استوار کرکے اختصاصی ابلاغ کے ذرائع کو ترقی دی جائے۔

۲۔ اصطلاحی کاموں میں بین الاقوامی اصطلاحات سازی اور اصطلاحات نگاری کے اصول وضع کرکے ہم آہنگی پیدا کی جائے۔

۳۔ اصطلاحات سازی کے کاموں میں بین الاقوامی تعاون کو فروغ دیا جائے۔

۴۔ ترقی پذیر ممالک میں افرادی تربیت اور تکنیکی تعاون فراہم کرکے اصطلاحی کاموں کو پروان چڑھایا جائے۔

چنانچہ اس مقصد کے لیے یونیسکو نے UNISIST پروگرام شروع کیے ہیں، جس کے نتیجے میں INFOTERM، TERMNET، ISO اور IOUTN جیسے ادارے کام کر رہے ہیں۔ پہلے دو ادارے ۱۹۷۱ء سے وی آنا (آسٹریا) میں اصطلاحات سازی کو علم کی حیثیت سے عالمی سطح پر فروغ دینے کے لیے، ISO معیار بندی کے لیے اور IOUTN اصطلاحات کی بین الاقوامیت کے لیے وارسا (پولینڈ) میں کام کر رہے ہیں[۵۴]۔

۱۹۸۱ء سے سوئزر لینڈ میں مغربی یورپی ریاستوں کی کانفرنس برائے خدمات تر COTSOWES کام کر رہی ہے، اصطلاحی کاموں کے لیے اس کی سفارشات ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئیں۔ یہ تیرہ ملکوں کے ۳۱ اداروں کے تین ہزار مترجمین اور ماہرین اصطلاحات کی کاوش ہیں۔ اردو جیسی زبانوں کے لیے، جن میں اصطلاحات سازی کا زیادہ تر کام ترجمہ پر مبنی ہے، اس قسم کی سفارشات بے حد مفید ہیں۔ یہ دو حصوں میں ہیں، پہلے حصے میں اصطلاحات کے بارے میں اصولی باتیں بیان کی گئی ہیں اور دوسرے حصے میں مختلف اصطلاحی نظاموں اور

خدمات کا تعارف کرایا گیا ہے۔ یہ تین زبانوں انگریزی، فرانسیسی اور جرمن میں شائع کی گئی ہیں۔ اپریل ۱۹۹۲ء میں اس کا اطالوی ایڈیشن بھی پیش کیا گیا ہے۔ اس کا انگریزی نام RECOMMENDATIONS FOR TERMINOLOGY ہے۔

۱۹۸۷ء کے بعد سے انگریزی میں اصطلاحات وضع ہونے کی رفتار چار ہزار اصطلاحات سالانہ یعنی کوئی بیس پچیس اصطلاحات روزانہ کی ہے۔ اگر ہم اس حوالے سے اردو کا جائزہ لیں تو نہ تو یہاں جدید اصطلاحات سازی کے فروغ کے لیے کوئی معتبر کام ہوا ہے اور نہ ابھی تک اس تیز رفتار اصطلاحات سازی کا ساتھ دینے کا کوئی پروگرام وضع ہوا ہے۔

نوے (۹۰) کی دہائی میں جدید اصطلاحات سازی کو کئی اداروں میں علمی انجینئری کا نام دیا جا رہا ہے، اس کے اصول اور طریقے اپنا کر کمپیوٹر کے ذریعے انتقالِ معلومات و علم آسان ہوگیا ہے۔ علمی ترسیل کا یہ طریقہ سستا بھی ہے۔ چنانچہ اس کی بنا پر اب کوئی بھی زبان علمی ترقی سے محروم نہیں رہ سکتی۔ کئی ملکوں میں اب اصطلاحات سازی، اصطلاحات نگاری اور اصطلاحی علمی انجینئری کے موضوع پر عملی کام ہونا شروع ہوگیا ہے۔ زیادہ تر کام وی آنا مکتبِ فکر کے ساتھ وابستہ ہے تاہم کینیڈا کے ادارے ٹرمیم، جرمنی کی ڈریسڈن ٹیکنیکل یونیورسٹی اور لپزگ یونیورسٹی اور برطانیہ میں مانچسٹر یونیورسٹی میں بھی اس پر تحقیق کام ہو رہا ہے۔ایسی اصطلاحی علمی انجینئری کانگریس اور ورکشاپ کا تین بار انعقاد ۱۹۸۷ء، ۱۹۹۰ء، ۱۹۹۳ء میں جرمنی کے شہر کولون میں انفوٹرم کے تعاون سے ہوا ہے۔نیز وی آنا میں اس علم کی تربیت کا انتظام بھی سالانہ کورس کی صورت میں ہوا ہے۔ ایسے دسویں تربیتی کورس کی تاریخ انعقاد ۲۳ تا ۲۷ اگست ۱۹۹۳ء ہے۔

امریکی انجمن مترجمین ATA نے بھی اپنی ۳۴ویں سالانہ کانفرنس کے موقع پر فلاڈلفیا (پنسلوانیا) میں اصطلاحات کے استناد اور یکسانیت کو ایک پیچیدہ اور اہم مسئلہ قرار دے کر ۵، ۶ اکتوبر ۱۹۹۳ء میں ایک مذاکرے کا انعقاد کیا ہے۔

اصطلاحات درج کرنے کے لیے کئی علامتیں وجود میں لائی گئی ہیں۔ علمِ اصطلاحات سازی کو بیان کرنے کے لیے جو اصطلاحات وضع ہوئی ہیں، انھیں بھی مرتب کیا گیا ہے۔ ای ووسٹر نے جرمن زبان میں ایک لغات مرتب کیا تھا، جس میں بیس سال کی کوشش سے اس نے ۳۶۱۲ تصورات پر مبنی ایسی اصطلاحات اور ان کی تشریحات / تعریفات درج کی ہیں، جو علمِ اصطلاحات کو بیان کرنے کے لیے وضع ہوتی رہی ہیں[۵۴]۔

اصطلاحات سازی کے جدید رجحانات میں (۱) انگریزی اور مقامی زبانوں سے دوغلانے، (۲) ایسی اصطلاحات کی مقبولیت نیز مخفف اور کسی اصطلاح کو ملا کر اصطلاح وضع کرنے، (۳) سرناميوں کا کثرت سے استعمال، (۴) اصولِ نحت اور ترخیم کے تحت اصطلاح وضع کرنے کے عمل اور (۵) طویل اصطلاحیں وضع کرنے کا شوق، بہت اہم ہیں۔

بہت سے ماہرین اس بات پر متفق ہیں[۵۵] کہ علمی انتظام (Knowledge

(Management) کا خاطر خواہ طریق کار ماہرین مضامین، ماہرین کمپیوٹر، ماہرین اصطلاحات، ماہرین اطلاعات و دستاویزات کاری (لائبریرین) اور ماہرین لسانیات وغیرہ کے باہمی ارتباط سے وجود میں آتا ہے۔ ان کے نزدیک اگر ماہرین مضمون کو ان میں بنیادی و مرکزی اہمیت نہ دی جائے تو یہ پورا علمی ڈھانچا تباہی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

حوالہ جات =

۱۔ ملاحظہ ہو: المورد میں Terminology

2. The Oxford Dictionary, Terminology-

3. Webster's Comprehensive Dictionary, Terminology.

4. Galinski, Christian, Terminology, 1990, *Termnet News*, No.24, 1989, P:14-

5. Galinski, C., Terminology and Information/ Knowledge Management, *Le Linguiste, Rvere Trimestrielle*, Brussel, Vol XXXII, 1986, No.1-2, P:6-

6. Felber, H., Some Basic Issues of Terminology, *INFOTERM*, Vienna, No.4, 1981, P:12-

7. Felber, H., Terminology Manual, Paris: 1984, P:426.

۸۔ اپنے مراسلے بنام راقم مورخہ ۱۸، جنوری ۱۹۸۹ء کے ہمراہ نیڈوبٹی نے جو کتابیاتی معلومات فراہم کی ہیں، ان کے مطابق ووسٹر، فیلبر، گیلنسکی، سٹا برسکی اور نیڈوبٹی کے مقالے اہم ہیں۔ دیکھیے: کتابیات و ضمیمہ جات۔

9. c.f: Weatherall, Scientific Method, P 25-

10. Bevan & others, Concise Etymological Dictionary of Chemistry, PP:19, 117, 126, 185. and Stedman's Medical Dictionary.

11. Bevan & others, Ibid, P:23-

12. Webster's Comprehensive Dictionary.

13. Bevan & others, Op.cit., P:20-

14. Bevan & others, Op.cit., P:127-

15. Bevan & others, Op.cit., P:29-

16. Tkacheva, L.b., Some Tendencies in the Development of Terminology on the International Level, *NEOTERM*, Warsa, No 13/16, 1991, PP:122-3-

17. Temple, R.C., Multiple Origin of Technical and Commercial Terms, *The Indian Antiquary*, Vol. LI, Nov.1922, P.221-

18. Nundolal Dev, Geographical Dictionary of Ancient

and Medieval India. *The Indian Antiquary*, Vol XLVIII Suppl. P.i to ix.

(سٹیڈ مین نے ہزاروں مثالیں دی ہیں)-

۱۹- ڈاکٹر نصیر احمد ناصر' اردو میں وضع اصطلاحات'اخبارِ اردو اسلام آباد' جنوری ۱۹۸۴ء و مشمولہ منتخبات اخبار اردو' ص ص: ۱۸۴' ۱۸۵-

۲۰- شان الحق حقی' وضع اصطلاحات کے اصولی مباحث' مشمولہ' تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات' ص: ۲۴-

۲۱- ڈاکٹر قاضی عبد القادر' کچھ اصطلاحات سازی کے بارے میں اخبارِ اردو' اسلام آباد' ستمبر ۱۹۹۱ء' ص: ۲۲-

۲۲- خادم علی ہاشمی "فنی اور سائنسی کتب کے تراجم' رپورٹ پاکستانی زبانوں میں تراجم کی قومی ورکشاپ' لاہور (۱۹۸۸ء) ص: ۱۱۷-

۲۳- ڈاکٹر قاضی عبد القادر' محولہ بالا' ص: ۲۳-

۲۴- وحید الدین سلیم' وضع اصطلاحات' ص: ۱۲-

۲۵- سلیم فارانی' اصطلاحات کا مسئلہ' محولہ بالا' ص: ۷-

۲۶- مسکین حجازی' صحافتی زبان' ص: ۸۸-

۲۷- ڈاکٹر گوپی چند نارنگ' اصطلاحات سازی'طالب' کراچی: جلد: ۲' شمارہ: ۱ تا ۵' جنوری تا مارچ ۱۹۷۶ء' ص: ۲۴۰-

28. Galinski & Nedobity, Op.cit, P:11-
29. Galinski, Terminology 1990, P:14-
30. Infoterm (Leaflet), Vienna (Austria 1988), P:1-
31. Dym (ed.), Subject and Information Analysis, (1985), P:304-
32. Galinski, C., Terminology 1990, *Termnet News*,Vienna No.24, 1989, P:14-
33. Felber,H.,The General Theory of Terminology and of Terminography, *INFOTERM*,Vienna No.9, 1981, P:129-
34. Nedobity, W., New Developments in Terminography, *INFOTERM*, Vienna, No.10, 1988, P:1-
35. Dym, Op.cit, P:271-
36. Oddy, R.N. and Others, Information Retrieval Research, London(1981), P:149-
37. Parker and Turley, Information Sources in Science and Technology, London (1986), P:113-
38. Dym,. Op.cit, PP:270-271-
39. Felber,H.,Adrian Manu & W.Nedobity, Standardized Vo-

cabularies, *INFOTERM*, Vienna, No.6, 1982, P:34۔

40. Dym, **Op.cit**, P:289.

41. Oddy, R.N., **Op.cit.**, P:126۔

42. Geotschalckx, "Eurodicautom" in Snell Barbara's, **Translating and the Computer**, Amsterdam(1979), **P:71**-

43. Galinski & Nedobity, **Op.cit**, P:11-

44. Geotschalckx, **Op.cit**., PP:71-72-

45. Geotschalckx, **Op.cit.**, P:75-

۴۶- دیکھیے: ضمیمہ میں جیو ٹیلکس کا مراسلہ بنام راقم۔

47. FID/ET,**Essential Problems in Terminology for Information and Documentation**,Moscow: VNITI, 1980, P.(FID570)-

48. **ISO/TC37,Terminology (Principles and Coordination)**, ISO Secretariat, Vienna, 1988, P:6-

49. **Ibid**, P:1-

50. Galinski, C., **Terminology, 1990**, *"Termnet News"*, Vienna, No.24, 1989, P:14-

51. Felber, H., **Trends in Terminology**, *INFOTERM*, Vienna, No.5, 1984, P:10-

52. Felber, H., **The Vienna School of Terminology**, *INFOTERM*, Vienna, **Op.cit**. No.10, 1979, P:5-

53. **Infoterm (Leaflet)**, **Op.Cit**,PP: 1,2-

۵۴- دیکھیے: ضمیمہ میں مراسلت۔

55. Stoberski, **Dangers Stemming from the Standardization of Terminology before its Transnationalization**, *NEOTERM*, Warsa, No.9/10, 1988, P:4-

56. Felber,H.,**The General Theory of Terminology and Terminography**, *INFOTERM*, Vienna, No.9, 1981, P:129-

57. Budin, Galinski, Nedobity and Thaller, **Terminology and Knowledge Processing**, *INFOTERM*, Vienna, No.1, 1988, P:10-

اصطلاح کا ترکیبی و نحوی تجزیہ

ہر اصطلاح کسی نہ کسی لسانیاتی یا شکلی علامت پر مبنی ہوتی ہے۔ کبھی یہ علامت واحد لفظ پر مشتمل ہوتی ہے اور کبھی دو یا دو سے زیادہ الفاظ پر۔ فیلبر کے نزدیک اصطلاح ایک یا زائد لفظی عناصر/ اجزا پر مشتمل ہوتی ہے جنھیں صرفیے (Morpheme) کہا جاتا ہے' اور جو بنیادی اکائی ہوتے ہیں۔

اردو میں ابھی تک چونکہ لسانیاتی بنیاد پر وجود میں آنے والی اصطلاح ہی کو اصطلاح سمجھا جاتا رہا ہے' اس لیے لفظ ہی اصطلاح کی بنیاد ٹھہرایا گیا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے وحید الدین سلیم نے اصطلاحات کی دو بنیادی اقسام طے کر دی تھیں۔ ۱۔ مفرد' ۲۔ مرکب۔ مفرد کا تجزیہ کریں تو اس میں ایک لفظ اور مرکب میں دو یا دو سے زیادہ الفاظ ہوتے ہیں لیکن علم اصطلاحات سازی میں یہ بات اتنی سادہ نہیں۔ تصریفی لحاظ سے بھی دیکھیں تو اصطلاحات کی کئی قسمیں نظر آتی ہیں اور نوعیت یا معانی کے لحاظ سے دیکھیں تو بھی ان کی کئی قسمیں سامنے آتی ہیں۔

۳:۱۔ اصطلاحات کی اقسام

تصریفی لحاظ سے اصطلاحات محض مفرد اور مرکب نہیں ہوتیں اور اس امر کا احساس وحید الدین سلیم کو بھی تھا لیکن وہ اس کی وضاحت نہیں کر پائے۔ فیلبر لکھتا ہے:۵۔

"اصطلاح مادے' سابقے' لاحقے' مرکبات' ترکیب یا مشتق (تصریفی) پر مشتمل ہوتی ہے۔"

اس حوالے سے ہم اصطلاحات کو مفرد' مرکب' ترکیبی' اور مشتق میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ یوں مولوی سلیم کی بیان کردہ مرکب اصطلاحوں کو بھی ہم تین بڑی اقسام میں بیان کر سکتے ہیں۔ ۱۔ ترکیبی یا اتصالی' ۲۔ مرکب' ۳۔ مشتق:

ترکیبی یا اتصالی اصطلاح میں ترکیبی یا اتصالی مادہ صفت اور کیفیت کے ساتھ کسی اسم سے ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ مرکب اصطلاح میں تمام اجزا یا صرفیے (مارفیم) اسماء ہی پر مبنی ہوتے ہیں اور دونوں مل کر ایک نیا تصور دیتے ہیں۔ اشتقاقی اصطلاح میں کسی ساق پر عمل تصریف کر کے سابقے یا لاحقے کا استعمال کیا جاتا ہے۔ وحید الدین سلیم ایسی تمام

اصطلاحی نوعیت کی ترکیبوں' صرفیوں اور ترکیبی مادوں کو سابقے اور لاحقے ہی قرار دیتے رہے یا پھر بعض ترکیبی اور اتصالی مادوں کو وہ نیم سابقے سمجھتے رہے۔ وہ لکھتے ہیں[۲]:-

"بعض نیم سابقے اور نیم لاحقے آپ کو ایسے نظر آئیں گے جو سابقوں اور لاحقوں میں داخل کرنے کے قابل ہیں اور عجب نہیں کہ زمانہ آئندہ کے مصنفین ان کا شمار اسی ذیل میں کریں۔"

یونیسکو کی رہنما کتاب UNISIST Guidelines میں نوعیت کے اعتبار سے اصطلاح کی دو بڑی قسمیں کی گئی ہیں[۳]:-

"۱۔ تصورات یا مرکب تصورات پر مبنی اصطلاحات (خواہ مفرد ہوں یا ترکیبی)۔

۲۔ مفرد اشیا کی اصطلاحات (ان میں اسمائے خاص' منصوبوں اور اشیا کے نام علامتیں' جغرافیائی نام' تجارتی نشانات' افراد اور اداروں کے نام' مخففات' القابات اور کمپیوٹر کے پروگراموں کے نام شامل ہیں)۔"

معنویاتی سطح کے لحاظ سے ہم تین اقسام واضح' محدود' اور متعلقہ اصطلاحات سے واقف ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک قسم کھلی اصطلاح (Open - end) ہوتی ہے۔ جس میں معانی کا تعین حسب ضرورت کیا جاتا ہے۔ واضح اصطلاحات بہت کم ہیں اور جو وضع ہو چکی ہیں' وہ اردو کی نگارشات میں بہت حد تک مستعمل ہیں۔

موضوع کے لحاظ سے ہم اصطلاحات کو سینکڑوں قسموں میں بانٹ سکتے ہیں۔ یونیسکو کے معجم میں انھیں سائنس' ٹکنالوجی' تعلیم' سماجی علوم' انسانیات' ثقافت' ابلاغیات' اطلاعات' کتب خانہ' آثاریات وغیرہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یونیسکو کے Thesaurus Guide میں انھیں عمومی' اطلاعاتی' ریاضی و تکنیکی' طبعی وکیمیائی' فلکیاتی و ارضیاتی' زرعی' حیاتی وطبی' علاقائی و ماحولی' سماجی' ثقافتی و فنی" میں تقسیم کیا گیا ہے۔

وضع کے لحاظ سے ہم اصطلاحات کی دو قسمیں ۱۔ طبع زاد ۲۔ ترجمہ سے واقف ہیں۔ طبع زاد کی صورت میں تسمیہ' ترکیب' مرکب اور اشتقاق واقع ہوتا ہے اور ترجمے کی صورت میں اصطلاحوں میں رد و بدل ہوتا ہے۔ بقول ڈاکٹر مسکین علی حجازی[۴] "اصطلاحات جب ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ ہوتی ہیں تو ان میں ردو بدل ہو سکتا ہے۔ مفرد اصطلاح مرکب بن سکتی ہے اور مرکب مفرد۔"

۲:۳۔ مفرد اصطلاح

وہ تمام اصطلاحیں جو ایک ہی مفہوم یا تصور پر مبنی ہوتی ہیں' خواہ ان میں موجود لفظ پر تصریف کا عمل کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو' یعنی وہ اسماء ہوں' افعال ہوں' صفات ہوں یا کیفیات' انھیں مفرد اصطلاحیں کہا جاتا ہے۔ مفرد اصطلاحوں کو مولوی وحید الدین سلیم مفرد الفاظ قرار دیتے ہیں اور ان کے مابین امتیاز روا نہیں رکھتے۔ ان کے بارے میں وہ لکھتے

ہیں کہ:-

"مرکب الفاظ علمی زبانوں میں زیادہ اہم ہوتے ہیں اور ان کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ تاہم مفرد الفاظ کی ایک بڑی تعداد ہر علمی زبان میں پائی جاتی ہے۔ یہ مفردات یا تو ایسے ہیں جن پر مرکب الفاظ کی بنیاد ہے یا ایسے ہیں جن سے ترکیب الفاظ کے وقت کام نہیں لیا گیا اور وہ مفرد ہونے کی حالت میں بدستور باقی ہیں۔"

مولوی سلیم نے مفرد الفاظ اور مفرد اصطلاحات کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ مفرد اصطلاح دراصل واحد اصطلاح کا نام ہے جو تصریف کے عمل سے گزر کر بھی ایک ہی اصطلاح کے معنی دیتی ہے۔ عموماً" یہ اسم ہوتی ہے' اس سلسلے میں ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہر زبان کا لفظ' خواہ وہ کسی گروہ سے تعلق رکھتی ہو' اصطلاح بن سکتا ہے اور وہ اپنے لغوی مفہوم کے علاوہ اصطلاحی معنی بھی دے سکتا ہے لیکن ہر مفرد لفظ سے پورے اصطلاحی معنی ظاہر نہیں ہوتے۔ یہ اصول اگرچہ ترکیبی' مرکب اور مشتق اصطلاحوں پر بھی لاگو ہوتا ہے لیکن مفرد پر اس کا اطلاق نسبتہ" زیادہ ہوتا ہے۔ گویا مفرد اصطلاح کے لیے ضروری نہیں کہ وہ مفرد لفظ بھی ہو تاہم مفرد لفظ پر انحصار کا امکان زیادہ رہتا ہے۔ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمان نے فارسی اور عربی زبانوں کے مفرد اصطلاحی الفاظ کے بارے میں یہ تجویز دی ہے کہ وہ بغیر کسی تبدیلی کے اردو میں اختیار کر لینے چاہئیں۔ اس سلسلے میں "عربی زبان میں مفرد الفاظ کی تعداد غالباً دنیا کی تمام زبانوں سے زیادہ ہے"[۲۶]۔

۳:۳۔ مرکب اصطلاحوں کے تقسیمی عناصر

ایک سے زیادہ مفرد اصطلاحی مفاہیم کو ملا کر بننے والا ایک ثانوی اصطلاحی مفہوم "مرکب اصطلاح" کہلاتا ہے۔ ہر قسم کی "مرکب اصطلاح" کو ترکیب کے لحاظ سے ہم (الف) مادہ (Root)' (ب) ترکیبی مادہ (Root word)' (ج) ساق (Stem)' (د) عمل تصریف (Inflection)' (ر) تشکیل مرکب (Formation of compound)' (س) سابقے (Prefix) اور (ص) لاحقے (Suffix) کے اجزا یا اعناصر پر تقسیم کر سکتے ہیں۔

بعض اصطلاحیں ہمیں مفرد لفظ نظر آئیں گی کیونکہ وہ بظاہر ایک لفظ پر مشتمل ہوں گی' لیکن دراصل وہ کئی ترکیبی اجزا پر مبنی ہوتی ہیں مثلاً "چنائی" کا لفظ دو حصوں "چن" + "ائی" پر مبنی ہے۔ "خبر گیری" دراصل تین حصوں "خبر + گیر + ی" پر مبنی ہے۔ اسی طرح انگریزی کی یہ اصطلاحیں بڑی دلچسپ ہیں جو بظاہر مفرد نظر آتی ہیں:-

1- Hemangioendothelioblastoma

2- Acrocephalosyndactylism

یہ دراصل کئی اجزا کے اتصال پر مشتمل ہیں۔ ان کی نحوی ترکیب کی جائے تو مندرجہ

ذیل حصے نظر آتے ہیں:۔

1- Hem - Angio - Endo - Thelio - Blast - Oma

2- Acro - Cephalo - Syn - Dactyl - Ism

ان میں شروع کے الفاظ Hem۔ اور Acro۔ ترکیبی مادے ہیں۔ درمیانی تینوں الفاظ ساق ہیں۔ حرف "O" کے ذریعے ان پر عمل تصریف کر کے انھیں مرکب بنایا گیا ہے اور آخری الفاظ oma۔ اور ism۔ لاحقے ہیں۔

یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہو گی کہ انگریزی میں طویل ترین مفرد اصطلاح ۴۷ حروف پر مشتمل حسب ذیل ہے:۔

Pneumonoultramicroscopicsilicovolcanoconiosises

طویل ترین مرکب اصطلاح نواتی تیزاب (DNA) کا اصطلاحی نام ہے جو Mitochondria کے لیے استعمال ہوتا ہے، جس میں ۱۶۵۶۹ Nucleotide ہوتے ہیں۔ یہ نام کل ۲۰۷،۰۰۰ حروف پر مشتمل ہے اور رسالہ Nature کے شمارہ ۹ اپریل ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔

جب ہم اردو میں کسی اصطلاح کا مترادف تلاش کرنے بیٹھیں گے تو ہمیں یقیناً ترکیبی مادے، ساق اور لاحقے کی تلاش کے ساتھ ان کی تصریف اور ترکیب پر نظر رکھنا ہوگی۔

الف۔ مادہ (Root):

یہ اصطلاح کے ایسے عنصر کو کہتے ہیں جو سابقوں، لاحقوں یا کسی بھی تصریفی عمل کے استعمال کے بعد بھی اصطلاحی لفظ کے اندر موجود ہوتا ہے۔ اس کی مثال یونانی مادہ "Gen" سے دی جا سکتی ہے جو یونانی لفظ Genas میں موجود ہوتا ہے اور لاطینی Genus'Praegnans اور انگریزی Pregnant میں قائم رہا ہے[۸]۔ یونانی مادے کی دوسری مثالیں ge (زمین) لاطینی مادے کی مثالیں Sal (نمک) de' (نیچے) کی ہیں

عربی زبان میں اس کی مثال عام مل جاتی ہے۔ عربی کے تمام بنیادی الفاظ کسی نہ کسی مادے سے مل کر بنے ہیں۔ مثلاً "غ ف ر" ایک مادہ ہے جس سے "غفر، غفور، مغفرت، غفار، مغفور" وغیرہ الفاظ وجود میں آتے ہیں۔ اردو میں مادہ کا کوئی ایسا تصور نہیں پایا جاتا لیکن ہم عربی کے تصور مادہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ عربی مادوں سے تصریفی عمل داخلی اشتقاق کہلاتا ہے۔ اس عمل کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر عصمت جاوید لکھتے ہیں[۹]:۔

"عربی زبان کے فعلی مادے منفعل ہوتے ہیں یعنی ان کے درمیان مصوتے نہیں پائے جاتے، یہ عربی قواعد کی اصطلاح میں مجرد کہلاتے ہیں۔ یہ مادے بالعموم سہ مصمتی اور کچھ تین سے زاید مصمتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک فعلی مادہ ہے ک ۔ ت ۔ ب ۔ اب اسی لفظ "کتب" کے اندر مزید صرفیوں کے اضافوں سے افعال کی نئی شکلیں بنائی جاتی ہیں اور نئے نئے الفاظ بھی بنتے ہیں

جیسے کاتب، مکتوب، کتب، کتاب ......"۔
لفظ سازی میں مادے اور اس سے بننے والے اسماء کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔
اس لحاظ سے اسم کی دو قسمیں بتائی جاتی ہیں، اسم جامد اور اسم غیر جامد، ڈاکٹر عصمت جاوید
اسم غیر جامد کی دو قسمیں بتاتے ہیں: ۱۔ مشتق اور ۲۔ مرکب۔ آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"اسم جامد وہ اسم ہے جو کسی لفظ سے مشتق یا مرکب نہ ہو جیسے کوئلہ، لکڑی، پتھر، ایندھن وغیرہ۔ اردو ہند آریائی زبان ہے اور اکثر ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن کی قدیم شکلیں ویدک سنسکرت، ادبی سنسکرت اور قدیم پراکرتوں میں محفوظ ہیں۔ ...... اصطلاح میں دیسی الفاظ کہلاتے ہیں۔ ...... اسم غیر جامد کی دو قسمیں ہیں: اسم مشتق اور اسم مرکب ...... عربی زبان کے تمام اسماء مشتق ہوتے ہیں۔"

ب۔ ترکیبی یا اتصالی مادہ (Root - Word):

اس سے مراد ایسے یونانی یا لاطینی الفاظ ہیں جو ساق کو تھام کر اصطلاح بناتے ہیں۔ عام طور پر یہ سابقہ معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ سابقے نہیں ہوتے بلکہ انھیں ترکیبی مادہ کہا جاسکتا ہے۔ وحید الدین سلیم نے انھیں نیم سابقے قرار دیا ہے۔ جب کہ یہ سابقے کی تعریف میں نہیں آتے۔ اس پر بحث آگے سابقے کے تحت کی گئی ہے۔

ترکیب کیا ہے۔ دو آزاد صرفیوں کا مرکب جن میں عام طور پر پہلا حصہ صفت اور دوسرا حصہ اسم ہوتا ہے۔ مثلاً بری بات، اچھا آدمی، تیز مرچ، لیکن ترکیبی مادے میں پہلا صرفیہ الگ طور سے کوئی معانی نہیں دیتا اگرچہ وہ کسی معنی رکھنے والے لفظ ہی کا گھسا ہوا صرفیہ ہوتا ہے اور اس سے ایک خاص مفہوم یا معانی مراد لیا جاتا ہے۔ عموماً یہ معانی صفاتی ہوتے ہیں۔ یونانی ترکیب میں ہم اس کی مثال -Ac سے دے سکتے ہیں۔ جس کے معنی نوک یا چبھنے کے ہیں۔ اس سے اصطلاحیں 'Acid ' Acco' Akantha' Akakia وغیرہ بنتی ہیں۔ سٹیڈمین نے ترکیبی مادے کی مثال -Kineo سے دی ہے[۱۱]۔ اس کے معنی حرکت کے ہیں۔ اس سے انگریزی اصطلاحیں Kinnesimeter, Kinesiology Kinetikos, Kinetos, Kinema, بنتی ہیں۔ ان میں حرکت پائی جاتی ہے۔ ترکیبی مادہ ایک کلیدی لفظ یا کلیدی مادے کی صورت میں اصطلاح سازی میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی ایک صورت محض اتصال کی ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہوں: -Arch سے 'Archebiosis -Bio سے Biology، .Cap سے Capitate اور Capillus وغیرہ۔

اگر ہم ترکیب پر نظر دوڑائیں تو وہ دو صرفیوں پر مشتمل نظر آتی ہے جس میں پہلا صرفیہ کسی اسم کیفیت کو ظاہر کرتا نظر آتا ہے۔ ایسی صورت میں اسم + اسم کی ترکیب وجود میں آتی ہے جیسے مسلم رہنما، تیز مرچ، ڈاکٹر عصمت جاوید نے اس کی وضاحت کی ہے[۱۲]:۔

"ایسا اسم کیفیت جو صفت کا وظیفہ انجام دے رہا ہے تو اسے ترکیب سمجھنا

ہی مناسب ہوگا .... ہم جانتے ہیں کہ اردو میں صفت دو طرح سے ہوتی ہے۔ ایک تو موصوف کے ساتھ اور دوسری خبر کے طور پر جسے صفت ذاتی اور صفت خبری کہہ کر ممتاز کیا جاتا ہے۔ جس طرح صفتِ ذاتی کو صفتِ خبری میں منتقل کیا جاسکتا ہے، اسی طرح اگر کوئی اسم خبر کے طور پر بھی استعمال ہوسکے تو ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں اسم، صفت کا وظیفہ انجام دے رہا ہے۔"

۴:۳ - ترکیبی یا اتصالی اصطلاح

اردو میں مرکب الفاظ کی صورت یا تو ترکیبی / اتصالی ہوتی ہے یا اشتقاقی۔ لیکن اصطلاحات سازی میں ترکیبی اور مشتق اصطلاحات مرکب سے الگ حیثیت رکھتی ہیں۔ ترکیبی مادے اور ترکیب کی بحث سے ہم ترکیبی یا اتصالی اصطلاح کی تعریف اس طرح کریں گے کہ یہ ایسی اصطلاح ہے جس میں ایسے ترکیبی یا اتصالی الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جو بظاہر سابقے یا نیم سابقے نظر آتے ہیں لیکن وہ آزاد صرفیے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سٹیڈمین اور بیوان نے ایسے ترکیبی یا اتصالی مادوں کی فہرست اپنے لغات میں تفصیل کے ساتھ دی ہے جن سے ترکیبی اصطلاحیں وجود میں آتی ہیں۔

ج - ساق (Stem):

ساق کسی منصرف لفظ کا وہ حصہ ہوتا ہے، جو مشتقات میں باقی رہ جاتا ہے۔ بقول ڈاکٹر اقتدار حسین خان[۱۳] "یہ کسی لفظ کا بنیادی حصہ ہوتا ہے۔ اس بنیادی حصے میں مختلف پابند مارفیم (صرفیے) جوڑے جاسکتے ہیں جو لفظ میں کچھ تبدیلیاں کرکے مختلف قواعدی طور پر اہم الفاظ بناتے ہیں"۔ اصطلاحات سازی میں سٹیڈمین نے یونانی لفظ Voc کی مثال دی ہے جو Vox یا Voice میں رہ جاتا ہے اور Vocal یا Vocalise جیسی اصطلاحیں وضع کرتا ہے[۱۴]۔ اس کی ایک اور مثال Nationalization اور اس کے مترادف "قومیانا" سے لی جاسکتی ہے۔ اس میں Nation اور "قوم" ساق ہیں۔ باقی لاحقے al- ،ize- ،ation- پر عمل تصریف ہے۔

د - تصریف (Inflection):

کسی لفظ میں صرفی تبدیلی جو مختلف قواعدی صورتوں اور تعلقات کو ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً میز سے میزیں، کتاب سے کتب یا کتابیں۔ اسی طرح انگریزی میں (ایس) کے اضافے سے جمع بنانا یا ed- کے اضافے سے فعل کی حالت بدلنا جیسے pen سے pens اور talk سے talked تصریف کہلاتی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ صَرف قواعد کا وہ حصہ ہے جس میں اجزائے کلام سے بحث ہوتی ہے۔ یعنی الفاظ کے پابند صرفیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر عصمت جاوید لکھتے ہیں کہ پابند صرفیوں کی دو اہم قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ پابند صرفیے جو جملے میں جنس و تعداد اور اگر

حالت ہو تو اس کے اظہار کے لیے تصریف کے عمل سے گزرتے ہیں[۱۵]۔
سٹیڈمین نے اصطلاحی تصریف میں اس کی چار قسمیں بتائی ہیں[۱۶]:-

"۱۔ تصریف سے ساق بناتا۔ مثلاً Soma (جسم) یونانی لفظ ہے، جس میں تصریف کے بعد somate بنتا ہے۔ somate کو ساق کے طور پر استعمال کر کے somatoplasm یا Pyscho - somatic بناتا۔ بعض دیگر اسماء میں مثلاً Capillus (بال) میں تصریف سے Capilli بناتا۔

۲۔ لاطینی الفاظ میں ماضی مطلق مجہول(Past Participle Passive) اور یونانی الفاظ میں مستقبل کی خبر دینے والے الفاظ، جب ان میں ساق موجود ہو، مشتقات بناتا۔ مثلاً لاطینی لفظ Solvo (آزو رکھنا) کا ماضی مطلق Solutus ہے۔ یہ انگریزی لفظ Solntion بناتا ہے۔ یونانی لفظ Klao توڑتا ہے۔ اس کا مستقبل Klaso ہے۔ اس سے ساق Klasis بنتا ہے اور انگریزی اصطلاح Ana-clasis وغیرہ بناتا۔

۳۔ یونانی اور لاطینی الفاظ کی اضافی اور فاعلی حالت جمع بناتا مثلاً Caput (سر) کی اضافی حالت Capitis اور جمع Capita ہے۔ طبی اصطلاحوں میں یونانی الفاظ عموماً لاطینی انداز سے ختم ہوتے ہیں۔ دراصل on- یا os- پر ختم ہونے والے یونانی الفاظ کو لاطینی un- اور us- کے انداز پر ختم کیا جاتا ہے۔ مثلاً Opthalmos کو Opthalmus بنا دیا گیا ہے یا kranion کو Cranium بنا دیا گیا ہے۔

۴۔ لاطینی صفات کے اختتام میں ایسی تبدیلی جو جنس اور عدد ظاہر کرے مثلاً us' 'a 'um 'i -a, -ae پر ختم ہوتا۔ جیسے Deciduus (گرتا) کو decidua بنا دیا گیا ہے۔"

ان تصریفات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگریزی میں وضع کرنے پر یونانی اصطلاحوں کو لاطینی قاعدے پر بدل دیا جاتا تھا اور انگریزی میں اسی طرح سے وضع کیا جاتا تھا۔ اردو میں تصریفی طریقے ہمیں ترکیبی اور مشتق اصطلاحوں میں نظر آتے ہیں۔

۵:۳۔ تشکیلِ مرکب (Formation of compound) اور مرکب اصطلاح

علم اصطلاحات کی رو سے بنیادی مفہوم کے کئی ساق لے کر ان سے کسی ایک اصطلاح کو تشکیل دینا ہی تشکیلِ مرکب کہلاتا ہے۔ لسانی اور لفظی مرکبات اور اصطلاحی مرکبات میں خاصا فرق ہوتا ہے۔ مرکب لفظ میں ایک ہی ساق ہوتا ہے یا پھر دو الفاظ کو باہم ترکیب دی

جاتی ہے۔ لیکن مرکب اصطلاح میں دو یا دو سے زیادہ ساق استعمال ہوتے ہیں۔ مرکب لفظ میں اتصال / ترکیب اور اشتقاق کے تحت الفاظ بنائے جاتے ہیں اور مرکب اصطلاح میں ان میں سے کوئی بھی طریقہ استعمال میں نہیں آتا۔

انگریزی میں مرکب اصطلاحیں عام طور پر یونانی سے لی گئی ہیں، کچھ اصطلاحیں دوغلی یعنی یونانی اور لاطینی بھی ہوتی ہیں۔ اردو میں بھی عام مرکب اور دوغلی اصطلاحیں وجود میں آتی ہیں۔

یونانی مرکب اصطلاحوں کی مثال ankvlo - blepharon سے دی جاسکتی ہے جس کے معنی ہیں "پپوٹوں کا چپکنا۔" کئی اصطلاحیں ایسی ہیں جنھیں لاطینی یا دیگر زبانوں سے لیا گیا ہے اور انھیں یونانی انداز سے جوڑ لیا گیا ہے۔ اس میں پہلے حصے کے ساق کو دوسرے حصے کے ساتھ حرف علت (vowel) کے ذریعے جوڑ دیا جاتا ہے۔ خصوصاً جب دوسرا لفظ کسی حرفِ صحیح (Consonant) سے شروع ہو۔ عام طور پر i,o اور کبھی کبھار a سے بھی یہ کام لیا جاتا ہے۔ جب کسی پہلے حصے کا اختتام حرفِ علت پر ہو اور دوسرا بھی حرفِ علت سے شروع ہو تو پہلا حرفِ علت حذف ہو جاتا ہے۔ مثلاً Choluria دراصل Chole + ouron + ia ہے Ideology دراصل Idea + ology ہے۔

مرکب اصطلاح کس طرح سے وجود میں آتی ہے، اس کے لیے پہلے یہ جاننا پڑے گا کہ مرکب لفظ کیوں کر وجود میں آتا ہے۔ ڈاکٹر عصمت جاوید کے نزدیک مرکب لفظ دو یا دو سے زاید صرفیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جن میں ہر آزاد صرفیہ اس مرکب کا عضو کہلاتا ہے۔ مثلاً ڈاک گھر، بیل گاڑی، ہاتھی دانت۔ یہ الفاظ مشتقات سے مختلف ہیں جن میں پابند صرفیوں کا استعمال ہوتا ہے ...... مرکب کے اعضا ایک دوسرے سے آزاد ہوتے ہیں۔ لیکن مل کر ایک ہی خیال، تصور یا چیز کی نمائندگی کرتے ہیں[۱۸]۔

مولوی عبدالحق نے ایسے مرکب الفاظ کے لیے غالباً" پلیٹس کی پیروی میں "مرکب تابع" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ان کے درمیان ایک طرح کا معنوی امتزاج یا ربط پایا جاتا ہے۔ کیونکہ عموماً یہ دو اسموں سے ترکیب پاتے ہیں اور دونوں اسماء ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہوتے ہیں لیکن یہ اسماء ایک دوسرے کے تابع نہیں ہوتے۔ ان میں درج ذیل نحوی تعلقات میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔ اضافی، مفعولی، ظرفی، مجروری۔

مرکب کی ان اقسام کا ذکر ڈاکٹر شوکت سبزواری نے ان الفاظ میں کیا ہے[۱۹]۔

" اضافی مرکب میں پہلا مضاف ہو اور دوسرا مضاف الیہ مثلاً باگ ڈور، پن چکی، کال کوٹھڑی، ٹڈی دل، پن گھٹ، ہتھکڑی، کن ٹوپ۔

○ مفعولی میں پہلا دوسرے کا مفعول ہو جیسے چڑی مار، تل چٹا وغیرہ۔

○ ظرفی میں پہلا دوسرے کا ظرف ہو مثلاً کپڑچھن، بن باس، گھڑ چڑھی وغیرہ۔

"جیسے دیس نکالا۔" مقدر ہو "سے" مجروری میں جن کے درمیان حرف
○ مرکب اضافی استعمال ہوتا ہے نیز ترکیب کے برعکس مرکب اصطلاحوں میں عام طور پر پہلا صرفہ صفت نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر عصمت جاوید اور ڈاکٹر شوکت سبزواری نے ان میں مرکب توصیفی کا ذکر بھی کیا ہے جو اپنے کیفیتی انداز میں قابل استعمال ہے۔ مثلاً لم نگو، بھل نساہٹ، اکل کھری وغیرہ۔

مولوی وحید الدین سلیم نے اردو اصطلاحات سازی میں عربی، فارسی، اردو کے جن مرکبات کو مستعمل دیکھا ہے، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے[۲۰]۔

۱۔ عربی زبان کے مرکباتِ اضافی میں مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں آتا ہے۔ مثلاً بیت المال، بیت الحزن، دارالسلطنت، ماء العسل وغیرہ۔

۲۔ عربی میں اول صفت لائی جائے پھر موصوف کو صفت کی طرف مضاف کریں مثلاً کثیر الاضلاع - واجب التسلیم -

۳۔ فارسی زبان کے مرکباتِ اضافی میں مضاف پہلے آتا ہے۔ مثلاً اربابِ دولت، آبِ کوثر، لائق انعام، بزمِ سخن۔

۴۔ فارسی زبان کے مرکبِ توصیفی میں موصوف پہلے آتا ہے مثلاً فضائے لامتناہی، شمشیرِ خارا شگاف، زلف شکیں۔

۵۔ فارسی زبان کے مرکبِ اضافی کی ترکیب تو قائم رہے لیکن کسرہء اضافت اڑ جائے جیسے اہلکار، صاحب دل، میر شکار۔ (اردو میں ایسے مرکبات سے خاصا کام لیا جاسکتا ہے۔)

۶۔ فارسی مرکبات کی ترکیب اور کسرۂ اضافت دونوں نہیں رہتے۔ مثلاً دست پناہ، غرض آشنا، شب کور، شہر پناہ، عنایت نامہ۔

۷۔ فارسی زبان میں بہت سے مرکبات ایسے ہوتے ہیں جن میں پہلا جزو مشبہ بہ اور دوسرا جز شبہ ہوتا ہے، دونوں مل کر صفت بن جاتے ہیں جیسے آہو چشم، باد رفتار، شیر دہاں۔

۸۔ فارسی میں پہلا جزو صفت اور دوسرا موصوف ہوتا ہے۔ پھر دونوں مل کر صفت بنتے ہیں مثلاً نیک بخت، عالی نسب۔

۹۔ اسی ذیل میں پہلا جز صفت نہیں ہوتا بلکہ اسم ہوتا ہے مگر معنی صفت کے لیے جاتے ہیں۔ مثلاً ہندو سیرت، فرعون مزاج۔

۱۰۔ مرکب کے دو اجزا میں سے آخری جز جو اکثر ایک اسم ہوتا ہے، امر کا کام دیتا ہے اور دونوں مل کر اسم فاعل ترکیبی کا کام دیتے ہیں مثلاً شادی مرگ، قلم پاک، وعدہ خلاف، زود ہضم وغیرہ۔ (اردو اصطلاحات میں یہ اہم ہیں۔)

۱۱۔ اردو میں مضاف الیہ پہلے ہوتا ہے اور علامت اضافت دور کرنے سے مرکب بنے مثلاً ٹڈی دل، ڈاک گاڑی، گن رس - (اردو کی مرکب اصطلاحات عام طور پر اس سے بنتی ہیں۔)

۱۲۔ اردو اضافی مرکب کے آخر میں صفت کی علامت بڑھا کر صفت بنا لینا مثلاً کن رس سے کن رسیا، من موج سے من موجی۔

۱۳۔ اردو میں صفت پہلے آتی ہے، موصوف بعد میں مثلاً اندھیر کھاتا، کال کوٹھڑی۔

۱۴۔ ایسا اردو مرکب توسیفی بعض دفعہ ایک صفت بن جاتا ہے جیسے نیک چلن، کھن چکر۔

۱۵۔ بعض اردو مرکبات میں پہلا جز مشبہ بہ ہوتا ہے اور پورا مرکب صفت بن جاتا ہے مثلاً تامیسری، رگ نینا۔

۱۶۔ بعض اردو مرکبات میں اسم ہوتا ہے اور صفت کے معنی دیتا ہے مثلاً کتا گھاس، جھاڑو تارا وغیرہ۔

اسی طرح انھوں نے مرکبات کی ایک اور بحث کی ہے۔ مثلاً ہندی اور فارسی مرکبات میں بعض اوقات حروفِ علت گر جاتے ہیں جیسے پن چکی، پھلجھڑی، گل مالا وغیرہ یا دوسری صورت میں پہلے لفظ کا آخری یا دوسرے لفظ کا پہلا جزو گر جاتا ہے۔ جیسے کچالو، نکیل، نستعلیق، سکنجبین، بچلیل یا پھر بعض اوقات حرف علت بڑھا دیا جاتا ہے جیسے جوانا مرگ، زنا شوئی، موسلادھار وغیرہ۔

ان مرکبات میں ایک بات نوٹ کرنے کی ہے کہ ان میں اکثر اوقات پہلے حصے میں بالکل یونانی الفاظ کی طرح۔ حروفِ علت گرا دیے جاتے ہیں۔ پن، پانی ہے، ہتھ، ہاتھ ہے، کن، کان ہے، کپڑ، کپڑا ہے، گھڑ، گھوڑا ہے۔ یہ اردو زبان کی مرکب الفاظ و اصطلاحات تشکیل دینے کی وہ قدیم خصوصیت ہے جس سے بخوبی کام لیا جاسکتا ہے۔ یہ خصوصیت ہم پراکرتی دور کی زبانوں مثلاً پنجابی، جٹکی، ہریانوی وغیرہ میں پاتے ہیں جیسے پن، ہتھ، کپڑ، گھڑ وغیرہ۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ مرکب کو ترکیب سے ممیّز کیا جاسکتا ہے۔ مرکب میں دونوں حصے یا صرفیے اسم + اسم ہوتے ہیں اور پہلا صرفیہ عام طور پر صفت یا کیفیت نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر اسے ترکیب سے ممیّز کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر عصمت جاوید لکھتے ہیں[۲۱]:-

> "اردو میں ایسے مرکبات بھی مستعمل ہیں جن کے کسی ایک عضو میں صوتی تغیر بھی واقع ہوتا ہے دونوں کے درمیان ادغام کا عمل ہوتا ہے۔ مثلاً پن چکی، ہتھکڑی، تھڑولا وغیرہ۔ انھیں ترکیب سے بہ آسانی ممتاز کیا جاسکتا ہے۔ ترکیب میں حرف اضافی "کا"، "کی"، "کے" کا استعمال ہو سکتا ہے۔ لیکن مرکب میں نہیں۔ اگر ہم بیل گاڑی کو "بیل کی گاڑی" کہنا چاہیں تو نہیں کہہ سکتے۔"

اس حوالے سے دراصل یہ مرکب اضافی نہیں بلکہ امتزاجی ہوتے ہیں۔ مولوی وحید الدین سلیم نے اپنی کتاب میں مرکب الفاظ بنانے کے لیے آریائی زبانوں کے چار مشترک اصول تلاش کیے ہیں۔ انھیں ترکیبی، مرکب اور اشتقاقی اصطلاحات سازی میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ان کے بیان کردہ اصولوں کا خلاصہ درج ذیل ہے[۲۲]:-

۱۔ **مرکب امتزاجی :** جب دو یا دو سے زیادہ لفظ پاس پاس رکھ دیے جاتے ہیں اور ان کے درمیان بہ ظاہر کوئی رشتہ یا ربط گرامر کے لحاظ سے نہیں ہوتا' مثلاً Horse Race (گھڑ دوڑ)' Postman (چٹھی رساں)' تارامنڈل' کفن چور۔

۲۔ **مرکب ارتباطی :** جب الفاظ تو پاس پاس رکھے جائیں لیکن ان کے درمیان گرامر کے لحاظ سے کوئی رشتہ یا ربط ضرور ہو۔ مثلاً Man - Eater مردم خور' Nobleman شریف آدمی' Free trade آزاد تجارت' اسی طرح جیب کترا' لم ٹنگو وغیرہ۔ (مولوی صاحب نے یہ مثالیں انگریزی سے دی ہیں۔ ان کے اردو ترجمے کو ان مثالوں پر منطبق نہیں کیا جاسکتا۔ بصورت دیگر چٹھی رساں اور کفن چور مرکبات ارتباطی ہی ہیں اور ان کا مردم خور اور جیب کترا سے کوئی معنویاتی اور قواعدی فرق نہیں۔)

۳۔ **سبقلاحی مرکبات :** جب لفظ کے شروع یا آخر میں ایک جز بڑھایا جائے کہ وہ نیا لفظ بن جائے (سابقہ یا لاحقہ)۔ سامی زبانوں میں سابقے اور لاحقے نہیں پائے جاتے۔

۴۔ **فعلی مرکبات :** جب حسب ضرورت ہر لفظ سے فعل بنا لیا جائے مثلاً National سے Nationalize - قوم سے قومیانا' Organ سے Organize - ترتیب دینا۔ آخری دونوں مرکبات مشتق اصطلاحات میں کام دیتے ہیں اور جدید اصطلاحات میں عام ہیں۔

جہاں تک دوغلی اصطلاحیں بنانے کا تعلق ہے' انگریزی میں ایسی اصطلاحیں لاطینی لاحقے کو یونانی لفظ کے ساتھ ملانے کی وجہ سے بنتی ہیں۔ دوغلی اصطلاحیں عام طور پر کیمیا میں موجود ہوتی ہیں۔ مثلاً amyl دراصل am(ylon)+ hyle ہے اور Formaldehyde دراصل (Formlic acid) + al (cohol)+ dehyd (regenatum) ہے[۲۳]۔ ان کا اختصار ضروری نہیں۔

اردو میں بھی ایسی دوغلی اصطلاحیں وجود میں آتی ہیں جو اردو کی صلاحیت اصطلاح سازی یا لفظ سازی کا اظہار کرتی ہیں۔ مثلاً چوکی دار (ہندی + فارسی)' مسلچی (عربی + ترکی)' پنجوترہ کفایت (ہندی + عربی)' پٹی شریک (تامل + عربی)' پانی مالا (بنگلہ + ہندی)' پورب باسی (بنگلہ + ہندی)۔ ایسی اصطلاحیں اردو میں مستعمل رہی ہیں[۲۴]۔ ان سے زبان پر کسی لسانی یا قواعدی پہلو میں نقص لازم نہیں آتا۔ وحید الدین سلیم نے انھیں مرکب اصطلاحات سازی میں ترکیب الفاظ کے تحت بہت اہم قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو میں مرکب الفاظ کسی بھی زبان کے لفظ سے کسی بھی زبان کے لفظ کے ساتھ بنیں' اصطلاحات سازی کی حد تک جائز ہیں۔ ویسے بھی کوئی ٹھوس علمی دلیل موجود نہیں جو ہمیں دوغلی اصطلاحات بنانے سے روکے۔

مرکب اصطلاحوں میں ایسے فارسی مرکبات کا بھی گزر ہے' جن کا پہلا جزو اسم اور دوسرا امر ہوتا ہے۔ پوری اصطلاح کو اسم فاعل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ریاضی دان اور گرہار میں "اسم + امر" کو استعمال کیا گیا ہے۔ انھیں وحید الدین سلیم نے لاحقے یا نیم لاحقے قرار دیا ہے۔ جبکہ بقول ڈاکٹر عصمت جاوید[۲۵]:۔

"لاحقہ پابند صرفیہ ہوتا ہے جو اکثر صورتوں میں مجہول الاصل ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف اشتقاقی (مشتق) مرکبات میں اعضائے ثانی امر ہوتے ہیں جو فعل کی ہیئت میں گردانے جاتے ہیں۔"

اس سلسلے میں "باز' باف' بردار' پرست' تراش' خواہ' خور' دار' دان' فروش' کار' کن' گن' نگار' نویس" وغیرہ کی مثالیں فارسی سے اور "مار' کترا' کھودو" جیسی مثالیں ہندی سے دی جاسکتی ہیں۔

ڈاکٹر عصمت جاوید نے مرکبات کو نحوی اور غیر نحوی میں تقسیم کیا ہے۔ اصطلاح سازی میں ہمیں انہی مرکبات سے تعلق ہے' جنھیں انھوں نے غیر نحوی کہا ہے۔ دراصل یہ غیر نحوی نہیں بلکہ تصریفی مرکبات ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسی ترکیب میں کوئی بھی دو اسم ساتھ نہیں آتے اور جب بھی آتے ہیں تو پہلا اسم صفت اور دوسرا موصوف ہوتا ہے[۲۶]۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مرکب اصطلاحوں میں دونوں اسم ہوتے ہیں اور ان میں صفت اور موصوف کا تعلق لازم نہیں۔

سنسکرت کے قواعد نویسوں کے نزدیک اگر نحوی مرکب کے اعضا میں اضافت کا رشتہ ہو تو انھیں تت پرش کہتے ہیں مثلاً ہاتھی دانت (ہاتھی کا دانت)' بجلی گھر (بجلی کا گھر) اردو میں انھیں مرکب اضافی مجروری کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ مرکبات بھی اسم + اسم ہیں' اس لیے انھیں اسمی مرکبات بھی کہتے ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اصطلاح میں اسم + اسم کے مرکبات میں اضافت کا ہونا ضروری نہیں۔ یہ امتزاجی یا ارتباطی ہوتے ہیں اور انھیں امتزاجی یا ارتباطی مرکبات ہی کہنا چاہیے۔ محض فارسیت کے شوق میں ہر مرکب کے ساتھ اضافت استعمال نہیں کرنی چاہیے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر صدیق شبلی لکھتے ہیں[۲۷]:۔

"اردو میں اضافت کے بغیر بھی کام چل جاتا ہے مثلاً اردو میں مندرجہ ذیل تراکیب (مرکب اصطلاحیں) اضافت کے بغیر بھی دونوں طرح درست ہیں: افسر حسابات (افسر' حسابات)' صدر شعبہ اردو (صدر' شعبہ اردو)' منتظم اشتہارات (منتظم' اشتہارات)' معاون تعمیرات (معاون' تعمیرات)' ناظم صحت عامہ (ناظم' صحت عامہ۔)"۔

ایسا کیوں ہوتا ہے۔ اردو میں یہ خصوصیت کیوں موجود ہے کہ اس کے مرکبات حروفِ علت اور اضافت کے بغیر بھی خوبصورت انداز سے وجود میں آجاتے ہیں۔ اس کا ایک سبب

اردو کا فطری آہنگ اور توازن ہے، جسے ڈاکٹر شوکت سبزواری اردو کی موسیقیت قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اردو کے مرکبات توازن اور موسیقیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔[۲۸]

مرکب اصطلاحات سازی کیسے وجود میں آتی ہے، اس کی نفسیات پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر ایس ڈبلیو فیلن (۱۸۱۷ء - ۱۸۸۰ء) نے اپنے لغت کے دیباچے میں تفصیل سے بیان کیا ہے:[۲۹]

"ایک بے علم شخص جب کسی نئی چیز کو دیکھتا ہے تو وہ اسے اپنے سابقہ تجربے کی بنا پر نام دیتا ہے۔ اس کا طریق کار کسی سائنسدان کی مانند ہوتا ہے۔ مثلاً وہ ٹرین کو پہلی بار دیکھتا ہے تو وہ اس کی مماثلت تلاش کرتا ہے۔ اس کی مماثلت گاڑی (پہیے والی شے) سے ہے۔ چنانچہ وہ اسے گاڑی کی جنس قرار دیتا ہے لیکن چونکہ یہ مختلف قسم کی گاڑی ہے اور اس کے لیے اس کی زبان (اردو) میں کوئی لفظ بھی نہیں کیونکہ یہ چیز اس کی اپنی نہیں چنانچہ وہ انگریزی لفظ ریل کو لے کر اس کے ساتھ گاڑی کا مرکب "ریل گاڑی" بنا دیتا ہے۔ اس طرح سے مرکب اصطلاحات سازی عمل میں آتی ہے۔ اسی طرح کی ایک ریل گاڑی خط لے کر جاتی ہے، چنانچہ اس کے لیے اس کے پاس اپنا (اردو کا) لفظ ڈاک موجود ہے، جسے لے کر وہ "ڈاک گاڑی" کی اصطلاح وضع کر لیتا ہے اور ڈاک لے جانے والی "میل ٹرین" کو "ڈاک گاڑی" قرار دیتا ہے۔"

گویا مرکب اصطلاح میں ایک لفظ کا تعلق عموماً جنس یا نوع سے اور دوسرے کا تعلق اس خاص شے یا عمل سے ہوتا ہے، جس کے لیے اصطلاح وضع کی جاتی ہے۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں لیناؤس نے نباتات اور حیوانات کے ناموں کی گروہ بندی کے لیے یہی اصول انگریزی میں استعمال کیا تھا۔ گویا یہ ایک فطری اصول ہے کہ نئے عمل اور اشیاء کو سابقہ تجربات اور انواع و اجناس کے حوالے سے پہچانا جائے۔ یعنی مرکب اصطلاح کا ایک ساق سابقہ تجربے، کیفیت یا عمومی گروہ، جنس، نوع یا صفت کا اظہار کرتا ہے اور دوسرا ساق موجودہ شے، عمل یا کیفیت کے لیے استعمال ہوتا ہے اور دونوں مل کر اسے نئے تجربے کا اظہار کرتے ہیں۔

جدید علم اصطلاحات میں اس عمل کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ مرکب اصطلاحات کسی جنس کے عام تصور کو کسی دوسرے تصور کے ساتھ اس طرح ملانے سے وجود میں آتی ہیں کہ ان میں سے ایک رکن معنی کا تعین کرتا ہے اور یوں وہ تعینی رکن (Determining Member) ٹھہرتا ہے۔ جیسے Oakwood Tree میں Tree جنس کا عام تصور ہے اور Oakwood تعینی رکن ہے فیلبر کے نزدیک یہ تعین داخلی (Intrinsic) اور خارجی (Extrinsic) دو انداز سے وجود میں آتا ہے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:[۳۰]

"۱- داخلی (Intrinsic) خاصیت:

کسی شے کی وہ خاصیتیں جو اس کے کسی دوسرے شے کے تعلق سے ماوراء ہوتی ہیں مثلاً شکل، سائز، ترکیب، مادہ یا مواد وغیرہ جیسے:-

Cogweel میں تعینی رکن Cog پہیے کی ہیئتی ساخت کو ظاہر کرتا ہے U-Tube میں تعینی رکن U شے کی شکل کو ظاہر کرتا ہے۔ Table Wooden میں تعینی رکن Wooden شے کے مواد یا مادے کی نوعیت اور ساخت کو ظاہر کرتا ہے۔

۲- خارجی (Extrinsic) خاصیت:

یہ دو طرح کی ہوتی ہیں:

ا۔ مقام، مقصد اور وقت کی خاصیتیں، جیسے: Rearwheel میں تعینی رکن Rear مقام کو ظاہر کرتا ہے Test Tube میں تعینی رکن Test مقصد کو ظاہر کرتا ہے۔

Overnight Train میں تعینی رکن Overnight وقت کو ظاہر کرتا ہے۔

ب۔ ماخذ یا اصل، مقام اصل اور طریق تیاری کی خاصیتیں جیسے:

Bessemer Converter میں موجد کا نام اصطلاح کی اصل ہے۔

Carrara Marble میں ضلع کارارا مقام اصل ہے۔

Sintered Disk میں Sinter وہ اصول ہے، جس پر وہ Disk تیار ہوئی ہے۔"

۶:۳ مشتق اصطلاح

عربی میں مشتق لفظ میں داخلی اشتقاق ہے، لیکن ہند یورپی زبانوں میں خارجی اشتقاق واقع ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک مشتق اصطلاح وہ ہوتی ہے جو خارجی اشتقاق سے بنتی ہے۔ مثلاً سوگ + وار= سوگوار، برا + ای = برائی، کیف + یت = کیفیت، در + آمد = درآمد۔ دوسرے لفظوں میں فارسی، اردو اور مقامی زبانوں کے وہ الفاظ جو سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے وجود میں آئیں، مشتق الفاظ کہلاتے ہیں اور اگر ایسے الفاظ اصطلاحی معنی میں استعمال کیے جا رہے ہوں تو انھیں مشتق اصطلاحیں کہا جاتا ہے۔ وحید الدین سلیم نے انھیں ابتلاحی اور فعلی اصطلاحات قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر عصمت جاوید نے اس عمل کو "خارجی اشتقاق" کا نام دیا ہے۔ ان کے نزدیک: "خارجی اشتقاق کے ذریعے حاصل شدہ الفاظ کو قطع کرنے سے عموماً" دو اجزا ملتے ہیں، جن میں سے ایک آزاد صرفیہ اور دوسرا پابند صرفیہ ہوتا ہے"[۱۳]۔ (واضح رہے کہ مرکب اصطلاح میں دونوں صرفیے آزاد ہوتے ہیں لیکن

مل کر نئے معنی تشکیل کرتے ہیں)۔
مشتق اصطلاحات عام طور پر اسم، صفت اور فعل (مصدر) سے متعلق ہوتی ہیں۔ اردو میں بعض اسم فاعل مثلاً جھوٹا، میلا وغیرہ صفت کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں اور بعض صفات مثلاً پایل وغیرہ بطور اسماء استعمال ہوتی ہیں۔
چند اسمائے صفات میں فعلی لاحقے کے اضافے سے انھیں فعل بنا لیا جاتا ہے۔ جیسے پتھر سے پتھرانا، ہاتھ سے ہتھیانا، گرم سے گرمانا وغیرہ۔
جب کسی مشتق لفظ کے لاحقے میں ایک اور لاحقے کا اضافہ کر کے ایک اور لفظ بنایا جائے تو اصطلاح میں اسے ثانوی مشتق کہتے ہیں۔ اس عمل سے ثانوی مشتق دوسرا جزو کلام بن جاتا ہے۔ مثلاً پرہیزگاری= پرہیز + گار + ی۔ بعض اوقات کسی لفظ کے ساتھ سابقہ اور لاحقہ دونوں مل کر لفظ بناتے ہیں۔ اسے بھی ثانوی مشتق کہا جاتا ہے مثلاً خوبصورتی = خوب+صورت+ی، نادانی = نا+دان+ی، بے سروسامانی = بے+سر+و+سامان+ی۔

(الف)۔ سابقے (Preffixes):

ترکیبی اور مشتق اصطلاح کی بحث میں ہمیں سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ سابقہ کسے کہتے ہیں۔ کیونکہ اصطلاح سازی میں سابقے اور ترکیبی مادے میں امتیاز کرنا بہت ضروری ہے جو ہمیں اب سے پہلے اصطلاح سازوں مثلاً وحیدالدین سلیم وغیرہ کے ہاں نہیں ملتا۔
ویبسٹر جامع ڈکشنری میں سابقے کی تعریف اس طرح کی گئی ہے[۳۲]:۔
"کوئی حرف، ہجا، صرفیہ یا لفظ جو کسی ساق، مادے یا اساس کے شروع میں لگا دیا جائے جو عموماً" اس کی معنویت کو بدل دیتا ہے"۔
اس تعریف سے سابقے کی وضاحت نہیں ہو پاتی کیونکہ ترکیبی مادہ بھی لفظ کی معنویت کو بدل دیتا ہے۔ البتہ آکسفورڈ ڈکشنری میں اس کی زیادہ وضاحت کی گئی ہے[۳۳]:۔
"کوئی فعلی عنصر جو کسی لفظ یا ساق سے قبل رکھا یا جوڑا جاتا ہے تاکہ اس کے معنی میں اضافہ یا آفرینی ہو یا (بعض زبانوں میں) تصریفی تشکیل کنندہ (پیوستہ حرف پر لاگو ہوتا ہے، لیکن عام معنی میں اس میں ترکیبی ہیئت شامل ہے اور آزاد الفاظ شامل ہوتے ہیں۔ خصوصاً حرف جار، متعلق فعل جو ترکیب میں استعمال ہوتے ہیں)۔ تمام سابقے اصل میں الگ الفاظ تھے جو تخفیف کی زد میں آکر ایک یا دو حرفی رہ گئے ہیں ....."
اصطلاحات سازی میں ہمیں عموماً" حرفِ جار اور متعلق فعل کے سابقوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ سٹیڈ مین نے ان کی وضاحت کی ہے[۳۴]:۔
"جب حرفِ جار یا متعلق فعل حرفِ صحیح پر ختم ہو اور اسے یونانی یا لاطینی لفظ

کے ساتھ لگایا جائے جو حرف صحیح سے شروع ہوتا ہے تو سابقے کا آخری حرف عموماً" تبدیل ہو جاتا ہے۔ مثلاً سابقے کا n' عموماً" L میں تبدیل ہو جاتا ہے خصوصاً" جب لفظ L,E,G سے شروع ہو مثلاً یونانی لفظ Syllogism دراصل Syn-logos ہے اور لاطینی لفظ Illusion دراصل In-ludo ہے۔ دوسری صورت میں یہ n کی m میں تبدیلی ہے جب لفظ B,M,P یا Ph سے شروع ہو مثلاً یونانی لفظ Emphasis دراصل En-phassis ہے۔ لاطینی لفظ Impel دراصل In-pello ہے اور تیسری صورت حرف n کے محذوف ہونے کی ہے اگر لفظ S سے شروع ہو مثلاً یونانی لفظ Systole دراصل Syn+stole ہے۔

لاطینی میں ad اور ob اکثر اوقات لفظ کا ابتدائی حرف بن جاتے ہیں۔ مثلاً Accept دراصل Ad+capio ہے Assume دراصل Ad-sumo ہے۔ Oppress دراصل Ob-pressus ہے۔

یونانی میں کسی حرف جار کا آخری نعل حذف کر دیا جاتا ہے مثلاً Epencepalon دراصل Epi-enkephalos ہے یا Cathode دراصل kata -hodos ہے۔"

وحید الدین سلیم نے انگریزی زبان کے کچھ سابقوں کی فہرست بھی دی ہے جو لاطینی' یونانی اور فرانسیسی زبانوں سے انگریزی میں آئے ہیں۔مثلاً Ambi (لاطینی: دو یا دو کے معنی میں) Amphi (یونانی: دونوں طرف)' Anti (یونانی: خلاف) Auto (یونانی: خود) وغیرہ[۳۵]۔

انگریزی میں کچھ سابقے منفی معنی دیتے ہیں۔ جیسے ,Ir-,Il-,In-, Im-, Un-,dys'Dis-,Non- ان میں سے صرف -Un انگریزی کا سابقہ ہے' باقی دیگر زبانوں کے سابقے ہیں۔ فلپ بالڈی جیسا ماہر لسانیات مرکینڈ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ باقی لاطینی ہیں اور ان میں سے -In انگریزی میں ۱۵۰۰ء کے بعد آیا[۳۶]۔

اردو میں منفی معانی کے لیے انگریزی سے زیادہ سابقے ہیں مثلاً ا' ان' بد' بے' بن' بلا' بغیر' خرابی' غیر' عدم' خلاف' سو' فتور' نا' نقص وغیرہ۔

انگریزی زبان میں بعض سابقے صرف اوپر کا مفہوم دیتے ہیں مثلاً: ,-Up-,Epi ,Ep-,Eph-,Over-,Hyper-,Super- اور بعض سابقے صرف نیچے کا مفہوم دیتے ہیں مثلاً: -Hypo-,Under-,Sub بعض باہر کا مثلاً:-Ec-,Ex اور بعض اندر کا جیسے -In 'Inter-, Enter-,En-, بعض سب کے معنی دیتے ہیں جیسے -All-, Pan۔

وحید الدین سلیم نے اردو سابقوں اور ان سے بننے والے الفاظ کی ایک مفصل فہرست دی ہے[۳۷]۔ ان میں عربی کے "ذو" اور "ذی" بھی اردو سابقے بن سکتے ہیں

(ب)۔ لاحقے (Suffixes):

کسی مشتق اصطلاح میں لاحقے سب سے اہم عنصر ہوتے ہیں۔ سابقوں کی نسبت لاحقے

اصطلاحات سازی میں زیادہ استعمال ہوتے ہیں۔ لاحقے الفاظ کو رسمی، صفاتی اور فعلی بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ و یبسٹر جامع ڈکشنری میں لاحقے کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی گئی ہے[۳۸]:۔

"کوئی حرف یا ہجا، صرفیہ یا متعدد حروف یا ہجے جو کسی لفظ یا فعلی ساق یا مادے کے آخر میں اس لیے لگائے جاتے ہیں کہ ان میں معنی آفرینی پیدا ہو یا کوئی مشتق لفظ تشکیل پائے، کسی لفظ کا اختتامی تشکیلی عنصر۔"

آکسفورڈ ڈکشنری میں لاحقے کی وضاحت مثال کے ساتھ کی گئی ہے[۳۹]:۔

"کوئی فعلی عنصر جو کسی لفظ کے آخر میں اسے نیا لفظ بنانے کے لیے لگایا جاتا ہے۔ مثلاً: Short,Shortage,Shorten,Shorter,Shortest,Shortish, Shortly,Shortness یا کوئی تصریفی تشکیل کنندہ (جیسے Ox,Oxen-)۔"

سابقوں کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ یہ کسی وقت مکمل لفظ تھے، جو گھس گھسا کر چند حروف تک رہ گئے لیکن جب یہ کہا جاتا ہے کہ "لاحقے بھی کسی زمانے میں آزاد صرفیے ہوں گے جو اب گھس گھسا کر اور ہماری زبان میں آتے آتے صرفیے بن گئے ہوں گے۔ لیکن ان کا سراغ نہیں لگایا جا سکتا"[۴۰]۔ تو لاحقوں کی اس خصوصیت سے منکر ہونا پڑتا ہے کہ لاحقے بے معنی حروف ہیں جو کسی لفظ کو معنی دیتے ہیں[۴۱]۔

لاحقوں کی ایک خصوصیت بہت اہم ہے کہ سابقوں کے بر عکس "لاحقے اشتقاقی اور تصریفی دونوں طرح کے ہو سکتے ہیں"[۴۲]۔ گویا تصریفی اور اشتقاقی مرکبات لاحقوں سے وجود میں آسکتے ہیں۔

ڈار لینڈ نے اصطلاحات کے حوالے سے ایسے لاحقوں کی فہرست دی ہے جو اسماء، صفات اور افعال بنانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ڈار لینڈ نے اس کی مثالیں دی ہیں[۴۳]:۔

۱۔ یونانی لاحقے:

یہ کسی O کے بغیر لفظ کے آخر میں بڑھائے جاتے ہیں مثلاً Sch-ist' Epilept-ic -Parad-igm,Lem-ma, عام طور پر لاحقے -m,-sy,-sia,-sis,-ter,-t اسماء بنانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ -tic-te, افعال بنانے کے ساتھ ساتھ صفات اور اسماء بنانے کے لیے بھی آتے ہیں۔ -ize کسی اسم یا صفت کے ساتھ فعل بنانے کے لیے استعمال ہوتا ہے -y- اسم یا فعل کے ساتھ مل کر اسم بناتا ہے۔ -c,-itis یا -ic اسم کے ساتھ مل کر اسم یا صفت بناتا ہے۔

۲۔ لاطینی لاحقے:

اسماء بنانے کے لیے -ion,-ory,-ary (ماضی مطلق کے لیے بھی) -or (ماضی مطلق کے لیے بھی)، -ty وغیرہ۔ صفات بنانے کے لیے -ory,-ary,-ar, -ile, -al,-ible,able -ose,-ous,-ive, -id, -ate, وغیرہ۔

فلپ بالڈی لکھتا ہے[۴۴] کہ "لاطینی لاحقے عام طور پر صفاتی ہوتے ہیں اور عموماً" پیچیدہ صورت میں لفظ کو طول دیتے ہیں۔ مثلاً ed-, ful-, ish- اور y-
انگریزی کے چار لاحقے ایسے ہیں جنھیں عام طور پر ایک دوسرے کا مترادف سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً ism,-ion,ity,-ness- -- ہمارے ہاں عموماً" ان کا ترجمہ "یت" سے کیا جاتا ہے۔ لیکن جدید ماہرین لسانیات نے انھیں بھی معنوی لحاظ سے مختلف قرار دیا ہے۔ خصوصاً ایلزبتھ روڈل نے ness- اور ity - میں واضح فرق بتایا ہے[۴۵]۔ وہ aggressiveness اور aggrassivity اور aggression جیسی مثالیں دے کر لکھتی ہے کہ یہ معنویاتی اعتبار سے انتہائی مختلف ہیں۔ اپنے نظریے کے ثبوت میں اس نے مزید وضاحتیں بھی دی ہیں۔ اس کے نزدیک ness- سے معانی میں اتنا زور نہیں پڑتا' جتنا ity- سے پڑتا ہے۔ مثلاً Truthness دراصل Truth ہی سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے اسے ہم سچائی کی بجائے سچ ہی لکھ دیتے ہیں۔ لیکن ness- کے الفاظ واضح اور بہتر معنی (اسم کیفیت) دیتے ہیں۔ اس لیے اسے ہم "سچائی" ہی کہیں گے۔ اس نے ایک اور مثال collectiveness اور collectivity کی دی ہے۔
انگریزی کے بعض اسی لاحقے جو جدید اصطلاحات سازی میں اسی مشتق اصطلاحات کے لیے کثرت سے استعمال ہو رہے ہیں' یہ مندرجہ ذیل ہیں[۴۶]۔

"-age, -al, -ance, -ence, -ard, -ation, -ee, -er, -ery,-ing, -ie, -el, -ling, -ment, -ster, -th, -ure, -o"

وحید الدین سلیم نے اردو لاحقوں (ہندی اور فارسی) کی ایک طویل فہرست دی ہے جن میں ایک ترکی لاحقہ "چی" بھی ہے۔ ان لاحقوں میں زیادہ تر انھوں نے (خصوصاً" فارسی لاحقوں میں) امر کو شامل کیا ہے جو ہماری مرکب اصطلاحوں میں کام آتے ہیں۔ مشتق اصطلاحوں میں ان میں سے بہت کم کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔امر کے ساتھ مل کر بننے والے الفاظ فاعل' مفعول' حاصل مصدر' اسم ظرف اور اسم آلہ کے طور پر مرکب الفاظ کو وجود میں لاتے ہیں۔ اس پر ہم پہلے ہی مرکب اصطلاح کی ذیل میں بحث کر چکے ہیں۔
وحیدالدین سلیم نے لاحقوں اور ان کے استعمال سے بننے والی اصطلاحات کے اردو مترادفات تلاش کرنے میں چند تجاویز دی ہیں۔ ان کے نزدیک انگریزی میں مندرجہ ذیل لاحقے عموماً" استعمال ہوتے ہیں[۴۷]:۔

ol, -one, -less,-full-' مشتق صفت کے لیے cal, -ic-' سادہ علم کے لیے graphy- ology, -ics-' علوم کے لیے ian, -ist-' اس کے فاعل کے لیے graph,-' آلات کے لیے scope, -tome- grapher-' اس کے فاعل کے لیے Graph, -meter,-scopy,-' ان کا عمل tomy-' مشابہت کے لیے form- old,-' کیمیا میں عناصر کا نام رکھنے کے لیے ine- کھاری عناصر کے لیے ine-'

قلم دار گلوکوسائڈ مرکبات کے لیے ine اور in-' صفت بنانے کے لیے
-ose, -ic,- ous, -ferous' اسمیت کے معنیٰ دینے کے لیے ism-' قابلیت یا
پذیری کے لیے able-' مارنے یا ہلاکت کے لیے cidal, -cide-' فعلی اصطلاحات
کے لیے ate, -ise, -ute- وغیرہ۔"

وحیدالدین سلیم نے ان لاحقوں کے لیے اردو مترادفات بھی تجویز کیے ہیں' جو آگے
چل کر ان کے اصول اصطلاحات سازی میں بیان ہوئے ہیں۔ چودھری برکت علی کیمیا کے
لاحقوں کے بارے میں ایک امتیازی صورت حال ہمارے سامنے لاتے ہیں کہ وہاں لاحقوں
کے ساتھ "اسم اپنے مسمیٰ کی ترکیب پر دلالت نہیں کرتا۔[۴۸] کاپر سلفیٹ میں "تانبا
گندھک آلود" کا مفہوم نہیں ہوتا بلکہ یہ دو اجزا تانبا اور SO_4 (ماکبرید) پر مشتمل ہوتا ہے۔
اس لیے کیمیا میں لاحقے اب محض رواجی اور عامیانہ ہیں۔

اب ہم اردو کے چند لاحقوں پر نظر ڈالتے ہیں جو مشتق الفاظ بنانے میں ہماری مدد
کرتے ہیں[۴۹]۔

۱۔ اردو کے اکثر اسمائے مجرد میں مندرجہ ذیل لاحقے پائے جاتے ہیں :
"ی"۔ (الف) فارسی دخیل الفاظ میں مثلاً غمی' خوشی۔ (ب) فارسی اسم عام میں اضافہ کر
کے مثلاً دوستی' دشمنی۔ (ج) ہندی الاصل الفاظ میں اضافہ کر کے جیسے چوری' ٹھگی۔
۲۔ اسم عام بھی حرفی لاحقے کے اضافے سے بنتا ہے۔ جیسے میٹھا سے مٹھائی' گول سے گولائی
بوڑھا سے بڑھاپا' موٹا سے موٹاپا' بچہ سے بچپن' دیوانہ سے دیوانہ پن' چکنا سے چکناہٹ'
کڑوا سے کڑواہٹ' ٹھنڈا سے ٹھنڈک' کالا سے کالک' گھنا سے گھناس' اپنا سے اپنائیت۔
۳۔ اردو کے اکثر اسمائے مجرد فعل سے مشتق ہوتے ہیں جنھیں اصطلاح میں حاصل مصدر کہا
جاتا ہے۔ مثلاً اتر سے اتار' میل سے ملاپ' دیکھ سے دکھاوا' اڑ سے اڑان' بن سے
بناوٹ' بچ سے بچت' سوج سے سوجن' پوش سے پوشاک۔
۴۔ اردو میں اسم مکان مرکب بھی ہوتے ہیں لیکن ہندی اور فارسی الفاظ کے ساتھ بعض
لاحقے بھی اسم مکان تشکیل دیتے ہیں۔ جیسے ٹکسال' سرہانا' رودبار' قلمدان' عطردان' سرمہ
دانی' پھلواڑی' گلزار' لالہ زار' کہسار' شاخسار' گلستان' قبرستان' مہمان سرا' چراگاہ' تنگنائے
وغیرہ۔

۵۔ اسم آلہ بعض ہندی فعلی مادوں سے مثلاً گھیر سے گھیرا' لٹک سے لٹکن' جھاڑ سے جھاڑو
پال سے پالنا' اسم میں لاحقے کے اضافے سے مثلاً پنکھ سے پنکھا' ہاتھ سے ہتھوڑا' فارسی
دخیل الفاظ میں لاحقے کے اضافے سے جیسے دست سے دستانہ' چشم سے چشمہ۔
۶۔ اسم تصغیر کے لیے ہندی الاصل الفاظ میں مثلاً چم سے چمڑا' دکھ سے دکھڑا' انت سے
انتڑی فارسی دخیل الفاظ میں مشک سے مشکیزہ' کتاب سے کتابچہ۔
۷۔ اسم فاعل کی بناوٹ میں ہندی الاصل الفاظ میں لوہ سے لوہار' پوجا سے پجاری' لوٹ سے

لٹیرا، جوا سے جواری، بھول سے بھلکڑ، رکھ سے رکھوالا، فارسی دخیل الفاظ میں خرید سے خریدار، کن سے کندہ، باغ سے باغبان، دست سے دستکار، زر سے زرگر، امید سے امیدوار وغیرہ۔

۸۔ اردو کی مشتق صفات میں ہندی الاصل الف کے ساتھ مثلاً پتھر سے پتھریلا، زہر سے زہریلا، دودھ سے دودھیلا، سونا سے سنہرا، فارسی دخیل الفاظ میں سال سے سالانہ، مرد سے مردانہ، ماہ سے ماہانہ، نمک سے نمکین، سفید سے سفید فام، غم سے غمناک، دہشت سے دہشتناک۔ عربی الفاظ میں اختتامی "ی" کے ساتھ جیسے شمسی، قمری، انسانی وغیرہ۔

۹۔ اردو میں چند اسماء و صفات میں فعلی لاحقوں کے اضافے سے فعل بنا لیے جاتے ہیں مثلاً پتھر سے پتھرانا، کفن سے کفنانا، گرم سے گرمانا۔ اصطلاحات سازی میں یہ اصول بہت استعمال ہوتا ہے۔

فعلی اصطلاحات پر چودھری برکت علی اور وحید الدین سلیم نے زیادہ سے زیادہ زور دیا ہے اور ان سے بعض جدید مصادر بنائے ہیں۔ جیسے اشک سے اشکانا، برف سے برفانا، تخم سے تخمانا، جسم سے جسمانا، حرف سے حرفانا، زرد سے زردانا، عطر سے عطرانا وغیرہ[۵]۔ لیکن ان کے وضع کردہ بعض مصادر محض بر وزن بیت شامل ہوئے ہیں جو کسی طرح موزوں نہیں بیٹھتے۔ جیسے ترجمہ (کرنا) سے ترجمانا، جلسہ (کرنا) سے جلسانا۔ ان میں پہلے ہی عمل کی صورت پائی جاتی ہے۔ البتہ ہمارے ہاں بعض الفاظ مثلاً قوم سے قومیانا، فلم سے فلمانا اور اسلام سے اسلامیانا مستعمل ہیں جو اسی اصول کے تحت وضع ہوئے ہیں۔

حوالہ جات:

1. Felber, H., The Vienna Shcool of Terminology, *"INFOTERM"*, Vienna, No.10, 1979. P:15

۲۔ دیکھیے: وحید الدین سلیم، وضع اصطلاحات ص: ۲۰۰۔

3. Dym, E.(ed.).Subject and Information Analysis, New York(1985). P:284-

۴۔ مسکین حجازی صحافتی زبان، ص: ۸۶۔

۵۔ وحید الدین سلیم، محولہ بالا، ۱۷۵۔

۶۔ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمان، "قانونی اصطلاحات کے مسائل" مشمولہ، تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات، ص: ۵۔

7. Stedman's, Medical Dictionary, Baltimore(1979). Pref-ace, PP XXI, XXII.

8. Stedman, Ibid, P:XXI

۹۔ عصمت جاوید، نئی اردو قواعد، نئی دہلی (۱۹۸۵ء)، ص: ۲۴۸۔

۱۰۔ عصمت جاوید، ایضاً، ص:۲۴۹ (دیسی الفاظ زیادہ تر پراکرتوں سے ہیں، اردو میں شاید ہی کوئی لفظ سنسکرت سے ماخوذ ہو)۔

11. Stedman, Op.cit., PP: XXIV to XXV.

۱۲۔ عصمت جاوید، محولہ بالا، ص: ۲۷۸۔

۱۳۔ ڈاکٹر اقتدار حسین، اردو صرف و نحو، نئی دہلی (۱۹۸۵ء)، ص:۵۵۔

14. Stedman, Op.cit., P:XXII-

۱۵۔ عصمت جاوید، محولہ بالا، ص:۲۳۶۔

16. Stedman, Op.cit., P:XXII-

17. Dorland,W.A.,**Illustrated Medical Dictionary**, Philadelphia, (1981), P:XIX-

۱۸۔ عصمت جاوید، محولہ بالا، ص:۲۷۷۔

۱۹۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری، اردو قواعد، کراچی (۱۹۸۲ء) ص ص: ۵۲، ۵۳۔

۲۰۔ بحوالہ: وضع اصطلاحات، ص ص: ۲۴۳ تا ۲۴۸۔

۲۱۔ عصمت جاوید، محولہ بالا، ص: ۲۷۹۔

۲۲۔ بحوالہ: وضع اصطلاحات، ص ص: ۲۹ تا ۳۲، ۱۵۹۔

23. Stedman, Op.cit., P:XXII-

۲۴۔ ملاحظہ ہو: چارلس و کلنز، گلاسری، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان) اور ولسن، اصطلاحات عدلیہ و مال گزاری، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان)۔

۲۵۔ عصمت جاوید، محولہ بالا، ص:۲۸۲۔

۲۶۔ محولہ بالا، ص:۲۸۰۔

۲۷۔ ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی، "دفتری و قانونی اصطلاحات و دستاویزات کے اردو تراجم، مسائل ومشکلات "مشمولہ" اردو زبان میں ترجمے کے مسائل (روداد سیمینار)، اسلام آباد (۱۹۸۶ء)، ص:۱۷۹۔

۲۸۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری، اردو لسانیات، ص ص:۱۰۰، ۱۰۱۔

29. Fallon,Dr.S.W.,**Urdu-English Dictionary**,Lahore (1976) and (1979), Preface, P:XVII.

30. Felber, H., **Some Basic Issues of Terminology**, *INFOTERM*, Vienna, No.4, 1981, P:15-

۳۱۔ عصمت جاوید، محولہ بالا، ص:۲۵۲۔

32. **Webster's Comprehensive Dictionary**, *"Preffix-"*

33. **The Oxford English Dictionary**, Vol. VIII *"Preffix-"*

34. Steddman, Op.cit., P:XXII-

۳۵۔ بحوالہ: وضع اصطلاحات، ص ص: ۳۲ تا ۳۶۔

36. Baldi, Phillip and Others, "Prefixal Negation of English Adjectives", **Trends in Linguistics**, Monograph 29, P:33-

۳۷۔ بحوالہ: وضع اصطلاحات' ص ص: ۳۶ تا ۶۳۔

38. Webster's, Comprehensive Dictionary, *"Suffix"*-

39. Oxford English Dictionary, *"Suffix"*-

۴۰۔ عصمت جاوید' محولہ بالا' ص: ۲۸۲۔

۴۱۔ عصمت جاوید' محولہ بالا' ص: ۲۵۳۔

۴۲۔ ڈاکٹر اقتدار حسین' محولہ بالا' ص: ۵۹۔

43. Dorland, **Op.cit.**, P:XXII-

44. Baldi, Phillip, **Op.cit.**, P:34-

45. Riddle,Elizabeth M., "A Historical Perspective on the Productivity of the Suffixes-ness and- ity", **Trends in Linguistics**, Monograph 29, P:443-

Kastousky, Dieter, "Verbal nouns in old and modern English" **Trends in Linguistics**, Monograph 29, PP:223-5-

۴۶۔ ڈاکٹر کیسٹوسکی نے مرکینڈ کے حوالے سے ان لاحقوں کی اشتقاقی نوعیت اور استعمال پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے' بحوالہ:

Kastousky, Dieter, "Verbal Nouns in Old and Modern English", Trends in Linguistics, Monograph, 29, P P : 223-5"

○ age - فرانسیسی ہے: اسم عمل (Action) - Leakage - اسم مفعول (Objective) Package - اسم مکان (Locative)_ Storage

○ al - فرانسیسی ہے: اسم عمل Proposal' اسم واقعہ (Factitive) - Arrival

○ ance - فرانسیسی ہیں:

○ ence - اسم عمل Acceptance اسم واقعہ - Utterance - اسم مفعول - Allowance - اسم مکان - Entrance-

○ ant - ○ ent- فرانسیسی ہیں: اسم فاعلی (agentrive) - Defendant- اسم مفعولی شخصہ - Decendent

○ Ord - فرانسیسی ہے: اسم نظیری (analogical) - Laggard-

○ ation - فرانسیسی ہے: اسم عمل Identification - اسم واقعہ Translation-

○ ee' فرانسیسی ہے' (قانونی اسماء میں)= اسم استفادی (Benefactive) Payee- اسم مفعولی Trainee' Drawee- اسم فاعلی' Escapee-

○ قدیم انگریزی: اسم فاعل شخصہ - Writer- اسم فاعل غیر شخصہ - Pointer- اسم مفعولی _ Drawer- اسم آلہ - Atomizer- اسم مکان - Sleeper- اسم عمل - Breather-

○ ery- فرانسیسی ہے: لاحقہ (اسمی) - Pottery- لاحقہ (اسم عمل) - Bakery-

○ ing- قدیم انگریزی: اسم عمل - Driving- اسم مفعولی - Offering- اسم واقعہ _

Building- اسم مکان- Opening- اسم آلہ - Coating-

○ el/le- قدیم انگریزی: اسم آلہ - Prickle- اسم مفعول - Spittle

○ ling- قدیم انگریزی: اسم مفعول - Suckling- اسم فاعلی - Gruntling

○ ment- فرانسیسی: اسم عمل - Amusement- اسم واقعہ - Achievement- اسم آلہ - Reinforcement- اسم مکان Settlement-

○ ster- قدیم انگریزی: اسم فاعلی - Dryster-

○ th- قدیم انگریزی ہے: اسم عمل - Growth- اسم مفعول - Spilth-

○ ure- فرانسیسی ہے: اسم عمل- Departure- اسم مفعول - Enclosure-

○ ـ قدیم انگریزی: تمام فعلیاتی اسماء ـ

۴۷- بحوالہ : وضع اصطلاحات ' ص ص : ۲۱۵ تا ۲۲۶-

۴۸- ملاحظہ ہو: چودھری برکت علی' طریق تسمیہ برائے علم کیمیا' ص ص: ۲۸'۲۹ نیز ۷۸'۷۹ ـ

۴۹- بحوالہ : عصمت جاوید' محولہ بالا' ص ص : ۲۵۴ تا ۲۷۶-

۵۰- وحید الدین سلیم' وضع اصطلاحات' ص : ۲۲۹-

نیز چودھری برکت علی' طریق تسمیہ برائے علم کیمیا' ص: ۳۱ (اردو میں پہلے ہی ایسی صورت موجود ہے جیسے لکڑانا' پتھرانا' ہتھیانا' لتھیانا' کھتیانا وغیرہ بلکہ اسمائے صفات سے بھی جیسے دہرا سے دہرانا وغیرہ نیز غیر زبانوں سے اسی طرح افعال بنائے گئے ہیں' جیسے فرمان سے فرمانا' بخش سے بخشا' بحث سے بحثنا' گرم سے گرمانا وغیرہ' (ایضاً" ص: ۵۶) ـ
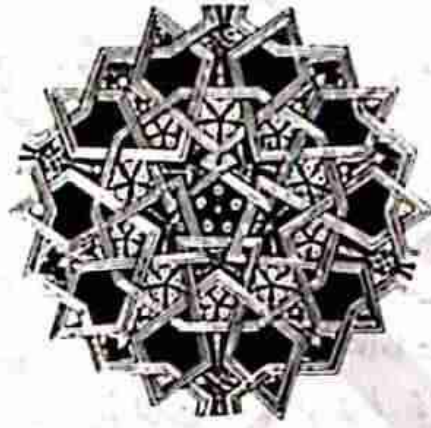
حصّہ دوم

اُردو اِصطلاحات نگاری

(تقابلی مطالعہ)

چوتھا باب : اُردو اِصطلاحی ذخیرے کا کمیتی و موضوعاتی جائزہ

اردو اصطلاحی ذخیرے کا کمیتی و موضوعاتی جائزہ

اردو زبان اس لحاظ سے باثروت ہے کہ اس میں نہ صرف اصطلاحات سازی (Terminology) کا معتدبہ کام انجام دیا گیا بلکہ اصطلاحات نگاری (Terminography) کے حوالے سے بھی اس کے ذخیرۂ لغات کی تعداد خاطر خواہ حد تک موجود ہے۔ ہمارے تحقیقی مطالعہ میں ۱۹۹۳ء تک جن اصطلاحی مجموعوں کا حوالہ آیا تھا۔ ان کی تعداد ۲۶۴ لغات اور ۴۶۴ جزوی اشاریوں سمیت ۷۲۸ کے قریب ٹھہری - ان میں آٹھ کے قریب عمومی انگریزی اردو لغات بھی شامل کر لیے جائیں، جو لسانیات اور تنقید کی کتابیات میں شامل ہیں، تو یہ تعداد ۷۳۶ ہو جاتی ہے۔ ان میں لغات کی جلدیں، کراسے اور جرائد کے سلسلے شامل نہیں لے۔ یہ تعداد ۲۰۰۰ء تک یقیناً ایک ہزار تک جا پہنچے گی ۲۔ دنیا کے اصطلاحاتی لغات شائع کرنے والے سب سے بڑے ادارے Elsevier کی فہرست ہمارے سامنے ہے، جس میں ۱۴۸ لغات کی فہرست دی گئی ہے۔ جب کہ یورپین کمیشن لکسمبرگ کی کتابیات کے مطابق اصطلاحات کے لغات کی تعداد ۶۵۴ ہے۔ اس لحاظ سے اردو میں بھی لغات نگاری کا خاصا کام ہو چکا ہے ۳۔ نظرثانی شدہ ایڈیشن میں ہمارا مطالعہ 482 لغات پر مشتمل ہے۔

اردو کے ۳۰۱ لغات، اصطلاحات اور ۴۸۱ جزوی اصطلاحی اشاریوں یعنی ۷۸۲ مجموعوں کی ذیلی تقسیم کچھ اس طرح سے ہے، جامع لغات ۳۵ اور جامع اشاریے ۴ ہیں۔ ادبیات، لسانیات، فنون لطیفہ کے لغات ۸ اور جزوی اشاریے ۱۳ ہیں۔ مذہبی و دینی اصطلاحات کے لغات ۱۴ اور جزوی اشاریے ۳ ہیں۔ سماجی و تعلیمی اصطلاحات کے لغات ۴۱ اور جزوی اشاریے ۱۲۰ ہیں۔ ان سماجی و تعلیمی علوم کی ذیل میں فلسفہ، نفسیات، عمرانیات (انسانیات)، سیاسیات، معاشیات اور تاریخ کے موضوع پر لغات مرتب ہوئے ہیں۔ سائنسی (طبعی) علوم میں ۳۸ لغات اور ۱۳۹ جزوی اشاریے سامنے آتے ہیں۔ ان میں عمومی سائنس کے علاوہ طبیعیات، کیمیا، ریاضی، شماریات، فلکیات، ارضیات، جغرافیہ کے موضوع پر لغات مرتب ہوئے ہیں۔ حیاتیاتی، طبی، زرعی علوم میں ۵۹ لغات اور سو کے قریب جزوی اشاریے ہیں۔ ان میں حیاتیات، نباتیات، حیوانیات، طب اور زراعت کے موضوعات شامل ہیں۔ خیاتی، انجینئری وغیرہ کے موضوع پر ۲۵ لغات اور ۴۴ جزوی اشاریے شامل ہیں۔دفتری لغات کی تعداد ۲۷ اور قانونی لغات کی تعداد ۳۱ ہے جب کہ ان کے جزوی اشاریے ۱۳ ہیں۔ پیشہ

ورانہ علوم کے ۲۳ لغات اور ۴۵ جزوی اشاریے ہیں۔ ان میں صحافت (۱۲)، کتاب داری (۱۷)، عسکریات (۳۳)، اور خانہ داری (٦) کے موضوعات شامل ہیں۔

اگر ہم ان موضوعات کا موازنہ یونیسکو کی فہرست THESAURUS GUIDE سے کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ ابھی ارضیات، ماحولیات، ثقافت، نسلیات، مصوری، موسیقی اور کھیل وغیرہ کے بعض موضوعات پر اردو میں اصطلاحات سازی نہیں ہوئی اور ان پر مجموعے نہیں ملتے اور اگر مزید جائزہ لیں تو ایٹمی سائنس، معدنیات، خلائیات، گیس، پٹرول، مصنوعات، پودوں اور جانوروں کے نام، آٹو موبائیل، سینما، عکاسی (فوٹو گرافی) اور بحریات وغیرہ کی اصطلاحات پر کام نہیں ہو سکا۔ ان میں سے ابلاغ عامہ اور بحریات وغیرہ پر کام ہونے کی نوید مقتدرہ کے آئندہ پروگراموں میں ملتی ہے۔

جہاں تک اردو اصطلاحات کی تعداد کا تعلق ہے، سب سے بڑے مجموعے **فرہنگِ اصطلاحات** از اردو سائنس بورڈ لاہور میں اب تک ایک لاکھ بیس ہزار اصطلاحیں یک جا کی جا سکی ہیں، تاہم اس میں بہت سا قدیم و جدید کام شامل نہیں ہو سکا۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً اتنی ہی اصطلاحات کا مزید ذخیرہ موجود ہے۔ اگر دس بیس باقی ماندہ موضوعات پر بھی کام ہو جائے تو یہ ذخیرہ ساڑھے تین لاکھ تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ تعداد یونیسکو کی سفارشات کے مطابق علمی، سائنسی، تکنیکی علوم کے فروغ کے لیے ایک معقول تعداد ہے۔ یورپین کمیشن لکسمبرگ کے پاس موجود اصطلاحات کی تعداد چار لاکھ ساٹھ ہزار ہے۔

ایک اور کام جس کی طرف ابھی اردو میں توجہ نہیں دی گئی اور اسے اصطلاحات میں شامل نہیں سمجھا گیا، وہ ابتدائیے (Initialisms)، سرنامیے (Acronyms) اور مخففات (Abbreviations) کا ہے، جس کی تعداد اصطلاحی بنک لکسمبرگ میں ایک لاکھ دس ہزار پائی گئی ہے۔

اردو اصطلاحات نگاری کا جائزہ کن اصولوں پر لیا جائے۔ اس کے بارے میں ابھی تک اردو میں کوئی اصول وضع نہیں ہوئے بلکہ انگریزی میں بھی شاذ ہی یہ اصول ملتے ہیں۔ جہاں تک اصطلاحی تسمیہ کا تعلق ہے اس کے اصول فیلبر نے TERMINOLOGY MANUAL میں دیے ہیں۔ لیکن ہمارا مسئلہ ترجمے، دخیل الفاظ، لغات و اشاریہ سازی اور اصطلاحات نگاری کا بھی ہے۔ اس لیے بھی خصوصی لغات سازی کے اصول بھی سامنے رکھنا ہوں گے۔ حکیم محمد اجمل خان نے **طبی لغت نویسی کے مبادیات** پر جو مقدمہ تحریر کیا تھا، اس میں بھی بنیادی طور پر جائزہ لغت کے اصول نہیں ملتے۔ ۷۹ صفحات کے اس کتابچے کا اردو ترجمہ محمد رضی الاسلام ندوی نے کیا ہے اور اسے حال ہی میں اسلامک بک ہاؤس علی گڑھ نے شائع کیا ہے۔ اس میں طبی لغت نویسی کے قواعد و ضوابط اور مبادیات بیان کیے گئے ہیں۔ لغات کے جائزے کے جدید اصول والفرڈ اور سکرین نے پیش

تکنیکی اور اصطلاحی لغات اور اشاریوں کے جائزے کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں۔ یہ کیے ہیں۔ ان کے پہلے چھ اصول حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ شائع کرنے والے ادارے یا شخص کا تذکرہ مع سن اشاعت۔

۲۔ اشاعتی مقاصد کا جائزہ۔

۳۔ لغات یا اشاریے کی حدود۔ کیا اس میں غیر تکنیکی/ اصطلاحی الفاظ بھی شامل کیے گئے ہیں۔

۴۔ ترتیب' توازن۔

۵۔ تسلسل اور ذیلی اصطلاحات کا اندراج۔

۶۔ تکمیل۔ کاملیت۔ بعد کے ایڈیشنوں کے اضافے۔

ظاہر ہے کہ یہ اصول ناکافی ہیں' چنانچہ ہمیں علم اصطلاحات کے اصولوں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے اور ترجمے اور ترکیب کے حوالے سے بھی جائزہ لینا چاہیے نیز اصطلاحی انتشار اور معیار بندی کا تجزیہ بھی کرتے رہنا چاہیے۔

۱:۴۔ عمومی جامع لغات اصطلاحات

عمومی جامع لغات کے حوالے سے جو لغات اور اشاریے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ان میں سے اردو اصطلاحات (پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی)' (۱۹۲۸ء)' جریدہ (۱۷) شمارے اور فرہنگ اصلاحاتِ علمیہ (انجمن) الگ الگ موضوعات کی فہرستوں کے حامل ہیں۔ ان میں سے جریدہ اور انجمن کے لغات موضوع وار صورتوں میں بھی سامنے آچکے ہیں۔ لے دے کے مجموعۂ اصطلاحات (حیدر آباد دکن) (۱۹۳۶ء)' قاموس الاصطلاحات (منہاج) (۱۹۶۵ء)' فرہنگِ اصطلاحات (اردو بورڈ) (۱۹۸۴ء) کا تقابلی جائزہ ہی لیا جا سکتا ہے مستشرقین کے چند لغات کسی نہ کسی لغت میں آچکے ہیں۔ ان کی یہی ترتیب تاریخی اور ارتقائی صورت بھی ظاہر کرتی ہے۔ باقی مجموعے ان میں کم و بیش شامل ہیں۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ جامعہ عثمانیہ میں مجموعہ اور حیدر آباد دکن کی دیگر اصطلاحات کو مجتمع کر دیا گیا ہے۔ اس کا جائزہ آگے چل کر حیدر آباد دکن کی ذیل میں لیا گیا ہے۔ مجموعہ میں اکثر الفاظ کے صرف ایک متبادل پر اکتفا کیا گیا ہے' جب کہ قاموس میں انگریزی اصطلاح کے کئی موضوعات کے حوالے سے متعدد مترادفات دیے گئے ہیں اور فرہنگِ اصطلاحات (اردو سائنس بورڈ) میں ان میں سے کئی حذف کر دیے گئے ہیں' بلکہ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ قاموس کا تمام تر ذخیرۂ اصطلاحات فرہنگِ اصطلاحات میں آگیا ہے کیونکہ نہ صرف یہ کہ اس کے بہت سے مترادفات اس فرہنگ میں نہیں ملتے بلکہ کئی اصطلاحات کے اندراجات بھی اس میں نہیں۔ مثلاً ابتدائی صفحات ہی میں Absolutism سے لے کر Abstinence تک قاموس کے ۳۲ مسلسل اندراجات فرہنگِ اصطلاحات میں نہیں۔

اس طرح بہت سے الفاظ کے ساتھ بھی یہ معاملہ ہوا ہے جیسے Abdication کے معانی مجموعہ میں "ترکِ سلطنت" کے ہیں، قاموس میں "خلع اور دست برداری" کے دیے گئے ہیں اور فرہنگِ اصطلاحات میں "ترکِ سلطنت" اور "دست برداری" کو شامل رکھا گیا ہے۔ یا پھر Aberration کے معانی مجموعہ میں "ضلالت" کے ہیں، قاموس میں اس کے ساتھ ساتھ "اعجوبیت، انحراف، زیغ، خبط دماغ، خطا" اور فرہنگِ اصطلاحات میں ان کے ساتھ ساتھ "کجروی" کا اضافہ کیا گیا ہے۔ Absolute میں مجموعہ کے مترادفات "مطلق، مطلق العنان" ہیں جب کہ قاموس میں "قطعی، غیر مشروط، قائم بالذات، وجود مطلق" بھی ان کے ساتھ ساتھ شامل کیے گئے ہیں اور فرہنگِ اصطلاحات میں ان کے ساتھ ساتھ "بلا شرط اور بلا قید" کا اضافہ کیا گیا ہے۔ Abstract کے معانی مجموعہ میں "مجرد" کے ہیں۔ قاموس میں اس کے ساتھ "منتزع، روح، خلاصہ، دقیق، خیال، غیر عملی" اور فرہنگِ اصطلاحات میں "خلاصہ" اور "مجرد" کے ساتھ "اقتباس، گوشوارہ اور تجریدی" کا اضافہ کیا گیا ہے، جب کہ قاموس کے باقی مترادفات حذف کر دیے گئے ہیں۔ اس مطالعے سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ فرہنگ اصطلاحات سابقہ تمام ذخیرۂ اصطلاحات کا مجموعہ نہیں اور قاموس میں وسعتِ مترادفات و معانی نسبتاً زیادہ ہے۔ اس حوالے سے ایک جامع قاموس الاصطلاحات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ جس میں سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات کو اس کی تمام تر وسعتوں اور مترادفات کے ساتھ جمع کر لیا جائے۔

۲:۴۔ادبیات، لسانیات، فنون لطیفہ

ادب و فن کے حوالے سے ہمارے سامنے جو لغات اور اشاریے آتے ہیں۔ ان میں سے شعرو قافیہ از صوفی وارثی میرٹھی قدیم تر (۱۹۵۲ء) ہے۔ اس میں اصطلاحاتِ شاعری پر ایک باب ہے۔ یہ ۱۹۹۱ء میں دوبارہ طبع ہوئی ہے۔ اس کے بعد رموزِ شعرو سخن (۱۹۶۵ء) سامنے آتی ہے۔ باقی میں سے دو لغات اصطلاحاتِ ڈراما (۱۹۸۴ء) اور کشافِ تنقیدی اصطلاحات (۱۹۸۵ء) مقتدرہ قومی زبان اور دو لغات ترقی اردو بیورو دہلی نے ادبی اصطلاحات (۱۹۸۳ء) اور لسانیات (۱۹۸۵ء) کے موضوعات شائع کیے۔ اصطلاحی اشاریوں میں ڈاکٹر شوکت سبزواری کی کتاب اردو لسانیات (۱۹۶۶ء) اور توضیحی لسانیات (ترجمہ: عتیق احمد صدیقی ۱۹۷۹ء) قابل ذکر ہیں۔ ادبی لغات اپنے اپنے انفرادی موضوع پر ہیں اور ابھی تک ان کے مقابل کوئی لغت شائع نہیں ہوا، اس لیے ان کا تقابل مشکل ہے۔ البتہ ڈرامے کی اصطلاحات سازی کے چند نمونے ہمیں منظر شہاب کے مضمون "اسٹیج کی چند اہم اصطلاحیں" (۱۹۶۱ء) کے نام سے ملتے ہیں۔ ان میں Act (ایکٹ)، Back Cloth (بیک کلاتھ)، Green Room (گرین روم)، Celler جیسی زیادہ تر اصطلاحیں انگریزی سے بعینہ لی گئی ہیں۔ قاضی عبدالقدوس عرشی کی کتاب اردو تلمیحات و اصطلاحات لاہور سے

۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں کہیں کہیں اصطلاحیں بھی شامل ہیں۔
ادبی اصطلاحات کا ایک لغت اردو میں ادبی اصطلاحات از محمد انور جمال، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد میں اور لسانی اصطلاحات کا ایک لغت فرہنگ اصطلاحات لسانی از ڈاکٹر سہیل بخاری (تسوید ۱۹۸۸ء) اکادمی ادبیات اسلام آباد میں زیر اشاعت ہے۔
اردو لسانیات (۱۹۶۶ء) سے توضیحی لسانیات (۱۹۷۷ء) اور فرہنگِ لسانیات (۱۹۸۷ء) تک کا تقابلی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اپنے انداز کی جدا اصطلاحات سازی انجام دی اور اس فرہنگِ اصطلاحات میں جہاں عتیق صدیقی کے اصطلاحی مترادفات کو بھی سمو دیا گیا' وہیں شوکت سبزواری کے مترادفات بھی زیر غور لائے گئے۔ کہیں کہیں اختلاف بھی کیا گیا لیکن فرہنگ کو ضخامت اور تعدادِ اصطلاحات کے لحاظ سے زیادہ جامع کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً Ablaut کے لیے شوکت کے ہاں "تعلیلِ مجہول" عتیق صدیقی کے ہاں کچھ نہیں اور فرہنگ میں "ابلاؤٹ" ہی درج ہے۔ Accent کو شوکت نے "نقرہ" کہا ہے اور باقی دونوں نے "لہجہ" قرار دیا ہے۔ Active کو شوکت اور فرہنگ نے "معروف" اور عتیق نے "معرفت" کہا ہے۔ Affix کو شوکت نے "اضافہ" اور باقی دونوں نے "تعلیقیہ" قرار دیا ہے۔ Diphthong کو شوکت نے "مرکب (مصوتہ)" اور باقی دونوں نے "دوہرا مصوتہ" لکھا ہے۔ Phoneme کو شوکت کے ہاں "صوتیہ"، عتیق کے ہاں "فونیم" اور فرہنگ میں دونوں دیے گئے ہیں۔ لسانیات کی اصطلاحات پر ایک جامع لغت ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان نے کشاف اصطلاحاتِ لسانیات کے نام سے مقتدرہ نے شائع کیا ہے۔ یہ لسانیات کا سب سے بڑا اور جامع لغت ہے۔ اس میں مرتب نے نہ صرف سابقہ ذخیرہ کو جمع کیا بلکہ نئی اصطلاحات سازی بھی کی ہے مثلاً وہ Accent کو "نبر" کہتے ہیں اور Phoneme کو "نطقیہ"۔ اسی طرح phonemics کو "نطقیات" وغیرہ۔

جہاں تک فنونِ لطیفہ کا تعلق ہے' ان پر ابھی تک کوئی باقاعدہ لغت یا اشاریہ سامنے نہیں آیا' تاہم اس موضوع پر ڈاکٹر ابواللیث کی کوششیں قابل ذکر ہیں جو انھوں نے انجمن ترقی اردو پاکستان کی فرمائش پر انجام دیں۔ یہ اورینٹل کالج میگزین میں اگست ۱۹۵۱ء اور اگست ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئیں۔ تعارف میں لکھتے ہیں کہ انگریزی اصطلاح کے سامنے اس کی انگریزی تشریح' پھر مجوزہ اردو اصطلاح اور بعد ازاں مترادفات دیے گئے ہیں تے۔ قوسین میں ماخذ کا مخفف حوالہ دیا گیا ہے(استناد یا تعینِ معنی نہیں کیا گیا' محض متفرق حوالوں سے معانی درج کیے گئے ہیں۔ مثلاً Apotheois کے لیے "خدا سازی" (س ج)' تالیہ' دیوتا بنانا' تقدس' تحریم' (ع ج)" یا Antichamber کے لیے" پیش اطاق (س ج)۔ ہے

۴:۳-مذہبی' دینی اصطلاحات

مذہبی اصطلاحات کے لغات اور اشاریوں میں تصوف' حدیث' علوم و فنونِ عربیہ اور

مسیحی اصطلاحات پر کام نظر آتا ہے۔ اسلامی اصطلاحات تو اردو کا سابقہ ذخیرہ ہیں جن کا جائزہ بھی دسویں باب میں لیا گیا ہے۔ مسیحی اصطلاحات میں تین لغات ہیں۔ ان میں سے **لغاتِ کتابِ مقدس** کا جائزہ بھی دسویں باب میں اور **انگریزی اردو لغت** کا جائزہ پندرھویں باب میں لیا گیا ہے۔ جزوی اشاریوں میں **خضرِ راہ** (۱۹۸۲ء) اور کسی حد تک **فلسفے کے بنیادی مسائل** از قاضی قیصرالاسلام قابل ذکر ہیں، جس کا ذکر بھی پندرھویں باب میں متفرق اداروں کی خدمات کے حوالے سے کیا گیا ہے۔

۴:۴۔ سماجی اور تعلیمی علوم

تعلیم، فلسفہ اور نفسیات کو ہم تعلیمی علوم اور عمرانیات، سیاسیات، معاشیات اور تاریخ کو سماجی علوم میں شامل کر سکتے ہیں۔ ان میں **مجموعۂ اصطلاحاتِ تدریسیات** (۱۹۴۶ء)، **تعلیمی اصطلاحات** (۱۹۸۵ء)، **فرہنگِ اصطلاحاتِ فلسفہ** (۱۹۶۲ء)، **فرہنگِ نفسیات** (۱۹۶۱ء)، **اصطلاحاتِ نفسیات** (۱۹۷۱ء)، **اصطلاحاتِ اطلاقی نفسیات** (۱۹۷۱ء) اور **فرہنگِ نفسیات** (۱۹۸۲ء) کا باہمی جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

سماجی علوم میں تعلیمی علوم وہ واحد میدان ہے جسے اصطلاحات سازی میں سب سے آگے ہونا چاہیے تھا لیکن اسی میدان میں بہت دیر بعد کام شروع ہوا۔ اس کا آغاز پنجاب سے ہوا۔ انجمن پنجاب کی تحریک پر پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے **اردو اصطلاحات** (۱۹۲۸ء) شائع کیا۔ اس میں ایک فرہنگ تعلیمی اصطلاحات پر مبنی ہے جس کا رجحان عربی زبان کی طرف زیادہ تھا۔ دوسری بڑی کوشش بیسویں صدی کے نصف اول ہی میں کہیں مہذب لکھنوی نے **اصطلاحاتِ فن تعلیم** حیدر آباد دکن سے شائع کی۔ اس میں عربی زبان کی طرف رجحان ہے۔ ۱۹۴۶ء میں حیدر آباد ہی کے عثمانیہ ٹریننگ کالج نے **مجموعہ اصطلاحاتِ تدریسیات** شائع کیا جس میں امتزاجی اصطلاحات ملتی ہیں۔ پاکستان میں یہ کام انجمن فائنلین ادارہ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب نے شروع کیا جسے بعد ازاں مقتدرہ نے مکمل کر کے **تعلیمی اصطلاحات** کی صورت میں شائع کیا اور جو حیدر آباد دکن کی اصطلاحات سے ضخامت اور مقدار میں نہ صرف زیادہ ہے بلکہ جامعیت میں بھی قابل قدر ہے۔ اس کے ساتھ اگر ہم جامعہ کراچی کی **اصطلاحاتِ فلسفہ**، صوفی گلزار کی **اصطلاحاتِ نفسیات**، جامعہ پنجاب کی **اصطلاحاتِ نفسیات اور اطلاقی نفسیات** اور زرینہ خانم کی **اصطلاحاتِ نفسیات** کا مطالعہ کریں تو ان میں تاریخی لحاظ سے ارتقائی عمل بالکل نظر نہیں آتا۔ صوفی گلزار احمد اور زرینہ خانم کا رویہ انفرادیت پسندی کا ہے، جب کہ جامعہ پنجاب اور جامعہ کراچی میں محض لفظی اختلاف نظر آتا ہے۔ مثلاً Abnormal کے معنی **مجموعۂ تدریسیات**، **تعلیمی اصطلاحات**، **فرہنگِ اصطلاحاتِ فلسفہ** میں اور صوفی گلزار کے

ہاں "غیر معمولی" دیے گئے ہیں۔ جامعہ پنجاب اور زرینہ خانم کے ہاں "غیر طبعی" اور "معمول خلاف" ہیں۔ Abreaction کے معانی مجموعہ تدریسیات اور جامعہ پنجاب میں "نفسی تنقیہ" کے ہیں۔ جب کہ تعلیمی اصطلاحات میں "باز آفرینی جذبہ"' صوفی کے ہاں "تنفیسی ردعمل" اور زرینہ کے ہاں "تنفیث" ہیں۔ Aboslute سب کے ہاں "مطلق" ہے۔ Absorption مجموعہ تدریسیات میں "محویت' انہماک" ہے جب کہ باقی سب کے ہاں "انجذاب" ہے۔ Abstract کا زیادہ تر مترادف "مجرد" ہے۔ تعلیمی اصطلاحات میں "ملخص" بھی ایزاد ہے اور اطلاقی نفسیات میں "خلاصہ"۔ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ان تمام لغات کو یک جا کر کے اصطلاحی معیار بندی کا کام انجام دیا جائے جو ابھی تک عنقا ہے۔ بیورو اور مقتدرہ کے تعلیمی لغات کا تقابل ایک اور پہلو سے کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک سماجی علوم کا تعلق ہے' عمرانیات میں انجمن ترقی اردو جامعہ کراچی' اردو سائنس بورڈ اور ترقی اردو بیورو کے لغات' سیاسیات میں جامعہ پنجاب' ترقی اردو بیورو اور مقتدرہ کے لغات' معاشیات میں جامعہ پنجاب' انجمن ترقی اردو' ترقی اردو بیورو' جامعہ کراچی اور نجی لغات میں سید قاسم محمود' محمد اسلام اور دلشاد کلانچوی کے لغات آتے ہیں۔ "تاریخ" پر مطبوعہ صرف ایک لغت از محمد صدیق قریشی قابل ذکر ہے جس کا جائزہ سولھویں باب میں مقتدرہ کے حوالے سے لیا گیا ہے۔ دوسرا مجموعہ جامعہ کراچی کا ہے' جو چند نسخے سائیکلو شائع ہوا۔ اس کا جائزہ پندرھویں باب میں جامعہ کراچی کے تحت لیا گیا ہے۔

عمرانیات میں اگر ہم جامعہ کراچی (۱۹۷۰ء) اور ترقی اردو بیورو دہلی (۱۹۸۱ء) کے لغات کا جائزہ لیں تو محض لفظی اختلاف نظر آتا ہے۔ مثلاً جامعہ کے لغات میں Abandonee کے لیے "سپرد دار" کا لفظ استعمال ہوا ہے جبکہ بیورو کے لغت میں "تارک"۔ Abduction کے لیے دونوں میں "اغوا"۔ Abnormal کے لیے البتہ جامعہ میں "خلافِ معمول' خلافِ عیار" اور بیورو میں "غیر معیاری اور غیر نارمل" استعمال ہوئے ہیں۔ سیاسیات میں بیورو کے لغت (۱۹۸۳ء) کا حوالہ اس لیے نہیں دیا جاسکتا کہ وہ دراصل انسائیکلوپیڈیا ہے جس کے عنوانات اردو ترتیب سے ہیں۔ البتہ جب ہم جامعہ پنجاب (۱۹۶۸ء) اور مقتدرہ (۱۹۸۵ء) کے لغات کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں ان میں مقتدرہ کے لغت میں اصطلاحات کی تعدلو زیادہ اور اصطلاحی مترادفات قریب المفہوم نظر آتے ہیں۔ مثلاً Abdicate کے لیے جامعہ کے لغت میں "ترکِ سلطنت کرنا' دست برادر ہونا" کے معنی دیے گئے جب کہ مقتدرہ کے لغت میں "تخت چھوڑنا" بھی "دست بردار ہونا" کے ساتھ درج ہے اور یہ قریب المفہوم ہے۔ جہاں تک اختلافات کا تعلق ہے' زیادہ تر لفظی ہیں جیسے Abiding Disposition کے لیے جامعہ کے لغت میں "مستقل رجحان" اور مقتدرہ کے لغت میں "دوامی رجحان" ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یوں نظر آتا ہے کہ مقتدرہ کے مؤلف نے جامعہ کے لغت کو بھی سامنے رکھا اور اس کے اکثر مترادفات کو شامل لغت کیا

ہے جیسے Ab - initio کے لیے "از ابتداء" اور Abjuration کے لیے "حلفِ انکاری" کو مقتدرہ کے لغت میں بھی دیگر مترادفات کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ تاہم اس میں مترادفات کی کثرت ہے۔ اردو سائنس بورڈ کا **اصطلاحاتِ دیہی معاشریات** (۱۹۸۸ء) ایک الگ نوعیت کا لغت ہے' اسی طرح **اصطلاحاتِ سماجی تحفظ** از ایس ایم معین قریشی **اخبار اردو** اسلام آباد کے شمارے ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئیں۔ ان میں متفرق رجحانات نظر آتے ہیں۔یورو کاایک لغت تاریخ و سیاسیات (۱۹۹۰ء) مقتدرہ سے کم مقدار لیکن مختلف ہے۔

معاشیات کی اصطلاحات میں انجمن کا لغت **اصطلاحاتِ بنکاری** (۱۹۵۱ء)' جامعہ پنجاب کے لغت معاشیات (۱۹۶۶ء)' جامعہ کراچی کے لغت معاشیات ' تجارت و بنکاری (۱۹۷۲ء) کی بنیاد بنا اور ترقی اردو بیورو کا لغت معاشیات (۱۹۸۳ء) ان سے قدرے مختلف ہے۔ انجمن کے لغت میں Abolition کے معنی "تنسیخ" کے دیے گئے ہیں جو پنجاب کے لغت میں "انسداد" اور کراچی کے لغت میں "خاتمہ" کے اضافے کے ساتھ دیے گئے ہیں۔ Above Par کے لیے انجمن کے ہاں "حقوق مساوات" پنجاب میں "بالائے مساوات" اور کراچی کے لغت میں "بیش مساوی" ہے جبکہ بیورو کے لغت میں "بالائے سطح" کے ساتھ ساتھ "سطح سے اوپر" دیا گیا ہے۔

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام سماجی و تعلیمی لغات کو یک جا کیا جائے اور ان کے لفظی اختلاف کو ختم کرنے کے لیے معیاری استناد کا اہتمام کیا جائے۔

جہاں تک جزوی اشاریوں کا تعلق ہے' ان میں سے جامعہ عثمانیہ کی کتب **فرہنگ اصطلاحاتِ جامعہ عثمانیہ** میں مجتمع ہو چکی ہیں۔ باقی اشاریوں کو بھی کسی مجموعے میں لانے کی ضرورت ہے۔ ان کا انفرادی تجزیہ آگے چل کر تاریخی ابواب میں کیا گیا ہے۔

۵ : ۴۔دفتری و قانونی اصطلاحات

اس حوالے سے اردو میں لغات کی ایک خاصی بڑی تعداد شائع ہوئی ہے۔ خصوصاً قانون کے موضوع پر زیادہ لغات شائع ہوئے ہیں۔ قدیم دور سے اردو میں دفتری اصطلاحات محض کتابوں میں ملتی ہیں یا پھر مستشرقین نے جو ذخیرہ مجتمع کر رکھا ہے' ان کا ذکر آگے چل کر تفصیل سے کیا گیا ہے۔

پاکستان میں دفتری موضوعات پر پہلی کاوش (سابقہ ذخائر اور حیدر آباد دکن کے حوالوں کو چھوڑ کر) مکتبہ نوائے وقت نے کی جو پاکستان بننے کے فوراً بعد ۱۹۵۱ء میں شائع ہوئی۔ دیگر تمام لغات ۱۹۷۲ء یا اس کے بعد شائع ہوئے۔ مجلس زبان دفتری نے گیارہ موضوعات پر الگ الگ لغت شائع کرنے کے علاوہ ان تمام کا مجموعہ پہلے ۲۵ کراسوں کی صورت میں اور بعدازاں ۱۹۷۶ء میں مکمل لغت کی صورت میں شائع کیا' جس کا مختصر ایڈیشن مقتدرہ نے ۱۹۸۱ء میں شائع کیا اور اس کے جزئیات محکموں اور اداروں کے نام اور وفاقی و صوبائی

عہدوں کے نام (۱۹۸۵ء) بھی شائع کیے۔ مزید برآں حسابداری (۱۹۸۴ء) دفتری ترکیبات (۱۹۸۵ء) اور کسٹم (۱۹۸۸ء) بھی شائع کیے۔ لیکن دفتری اصطلاحات پر دوسری اہم کوشش جامعہ کراچی کے مسودے کی صورت میں ہمارے سامنے ہے' جس میں دراصل مجلس زبان دفتری کے ۱۹۷۳ء کے عمومی اصطلاحات کے لغت کو اور دفتری تراکیبات میں مجلس کے لغت کے پہلے ایڈیشن کو بنیاد بنایا گیا ہے' چنانچہ تقابلی مطالعے میں کوئی ایسا لغت نہیں آتا۔ مجلس کے لغت کے دونوں ایڈیشنوں کا جائزہ آگے چل کر تاریخی حصے میں لیا گیا ہے۔ البتہ ان کے مطالعے سے حسب ذیل مزید معروضات ہمارے سامنے آتی ہیں۔

پاکستان میں دفتری اصطلاحات پر نہ صرف بہت زیادہ کام ہوا ہے بلکہ اس پر ماہرین نے خاصے غور و فکر سے کام بھی لیا ہے اور ان لغات کے بعض قسم بھی سامنے آئے ہیں۔ مثلاً مجلس زبان دفتری کے لغت پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا رہا ہے کہ اس میں یکسانیت نہیں بلکہ انتشار ہے اور بعض لغات پر مثلاً محکموں اور عہدوں کے حوالے سے ماہرین نے ترجمے کی مشکلات اور نفسیاتی مسائل کا ذکر بھی کیا ہے' جن کا ایک جائزہ ہم آٹھویں باب میں لے چکے ہیں۔ دراصل اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ دفتری اصطلاحات میں مغلیہ دور کے رائج الوقت نظام کی باقیات ہی متداول رہیں جو فارسی کا سرمایہ خاص تھیں لیکن انگریزی کی گرفت جیسے جیسے بڑھتی گئی' انگریزی اصطلاحات بھی زیادہ ہوتی گئیں[9]۔ بعد میں بعض مفکرین نے قریب المفہوم اصطلاحیں وضع کرنے کی کوششیں کیں جیسے پاکستان بنتے ہی ڈاکٹر سلیم فارانی کی کوششیں یا پھر سماجی اور نفسیاتی تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کی کوششیں جیسے مقتدرہ میں محکموں اور اداروں کے ناموں کے لیے مرتب کیے گئے لغات جن میں انگریزی الفاظ کو بھی اس لیے برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی کہ نہ صرف یہ مقبول ہو چکے ہیں بلکہ منصب دار خود بھی انھیں کو پسند کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے[10]۔ بعض اوقات اصطلاحات کو عام فہم بنانے کی کوشش بھی کی گئی اور بعض صورتوں میں ہر مفہوم کے لیے الگ ترجمے کی سفارش کی گئی جیسے ڈاکٹر صدیق شبلی اور مختار مسعود نے محکموں اور اداروں کے ناموں کے ترجموں میں کیا[11]۔

جہاں تک اصطلاحی انتشار کا تعلق ہے' یہ ہر لغت میں بہت حد تک پایا جاتا ہے جیسے مجلس زبان دفتری کے لغت میں کہیں "ڈگری" اور کہیں "میلسانی"' کہیں "محرکات" اور کہیں "ترغیبات" کہیں' "میٹر" اور کہیں "پیما" وغیرہ۔ اس لغت کا جائزہ آگے چل کر تاریخی حصے میں لیا گیا ہے۔

دفتری اصطلاحات کے بعض تراجم رفتہ رفتہ متروک ہوتے چلے گئے ہیں لیکن ان لغات میں اب بھی انھیں رکھنے پر اصرار کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر شبلی لکھتے ہیں کہ ایک زمانے میں الاؤنس کو اردو میں بھتہ کہا جاتا تھا' لیکن جتنی قسم کے الاؤنس آج کل دیے جا رہے ہیں' ان کے پیش نظر یہ لفظ موزوں نہیں۔ اسی طرح ایڈیشنل کے لیے "زاید" اور "اضافی" میں

سے کوئی لفظ بھی استعمال نہیں ہو سکتا[۲۱]۔

ایک اور مسئلہ جو دفتری اصطلاحات میں درپیش ہے، وہ مفہوم کے لحاظ سے اردو مترادفات کے تعین کا ہے۔ مثلاً Contract, Protocol, Agreement, Accord, Pact وغیرہ کے لیے عام طور پر "معاہدے" کا لفظ استعمال ہوتا ہے یا Sanction, Grant Approval, کے لیے "منظوری" ہی عام طور پر استعمال ہوتا ہے[۲۲]۔ ضروری ہے کہ اردو میں ان کے مفاہیم کے تعین کے لحاظ سے الفاظ مقرر کیے جائیں۔ اس مقصد کے لیے مقتدرہ کی سالانہ رپورٹ ۸۹ ۔ ۱۹۸۸ء میں ہمیں دفتری معجم کا منصوبہ زیر کار نظر آتا ہے لیکن ابھی اس طرف اہلِ علم کی توجہ اس لیے بھی نہیں کہ دفاتر میں اردو کا استعمال تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے، بصورت دیگر تعین مفہوم کا کام استعمالِ الفاظ و اصطلاحات کی بنا پر از خود ہونے لگے گا۔

قانون میں بھی دو طرح کے لغات پائے جاتے ہیں۔ ایک اردو کے سابقہ ذخیرہ اصطلاحات سے متعلق جو خواہ اردو سے اردو لغت کی صورت میں ہوں یا اردو سے انگریزی کی صورت میں۔ ان میں قدیم ترین لغت گلیڈون (۱۷۹۷ء) کا ہے۔ اس کے بعد روسو (۱۸۰۲ء)، فیلن (۱۸۷۹ء) وغیرہ کے لغاتِ اردو سے انگریزی کے زمرے میں آتے ہیں اردو سے اردو لغات میں **اردو قانونی ڈکشنری**، **اعظم اللغات**، **کشافِ اصطلاحاتِ فقہ**، **مختصر قانونی لغات** اور **لغاتِ قانونی** از شمس الدین خاں شامل ہیں۔ انگریزی سے اردو اصطلاحاتِ قانونی کے لغات میں سب سے پہلے ڈاکٹر فیلن (۱۸۵۸ء) نے کام کیا۔ اس لغت میں الفاظ و محاورات کے ساتھ ضرب الامثال اور فقرات بھی دیے گئے ہیں۔ کشترا موہن بونیرجی کے **ٹرانسلیٹرز فرینڈ** (۱۸۹۸ء) میں بھی ایک حصہ قانونی انگریزی اصطلاحات کا ہے۔ اس کے بعد درگا پرشاد کا **لغت** (۱۹۰۵ء) ہے، جو اب تک کئی بار طبع ہو چکا ہے۔ یہ اس کی مقبولیت ہے کہ ۱۹۵۰ء تک اس کے چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ تیسرا لغت آرڈی بھاٹیا کا ہے جو ۱۹۰۴ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ اس کے بعد جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمان کا **قانونی لغت** (۱۹۶۳ء) ہے جس کا چوتھا ایڈیشن ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔ ایک اور لغت لاہور سے ایم فارانی کا لاٹائمز پبلی کیشنز نے شائع کیا۔ چوتھا لغت مقتدرہ قومی زبان اور جامعہ کراچی کے تعاون سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ پانچواں لغت جو دراصل حیدر آبادی دور میں مرتب ہونا شروع ہوا، **کشافِ قانونی اصطلاحات** کے نام سے مقتدرہ نے ۱۹۸۷ء، ۱۹۸۸ء میں تین جلدوں میں شائع کیا۔ اسی طرح مقتدرہ نے اسلامی اصطلاحات پر ایک کشاف ۱۹۹۱ء میں شائع کیا ہے۔

اردو میں قانونی اصطلاحات کا وافر ذخیرہ مہیا ہو چکا ہے اور اس میں سے بیشتر زیر استعمال رہا ہے۔ اس میں زیادہ تر مترادفات مقامی ذرائع اور نظام ہائے عدالت سے آئے یا پھر اسلامی فقہ و شریعت سے حاصل ہوئے۔ انگریزی اصطلاحات سے بھی انگریزی عدالتوں کے

قائم ہوتے ہی انگریزی اور رومن اصطلاحات، مقولوں اور کتابوں کے اردو ترجمے بھی ہونے لگے۔ اس لیے اردو میں قانونی ذخیرہ اصطلاحات بقول ڈاکٹر سید عبد اللہ انگریزی سے کسی طرح کم نہیں بلکہ ملکی تقاضوں کے لحاظ سے انگریزی اردو کا مقابلہ نہیں کر سکتی البتہ نئے وکیل ان اصطلاحوں میں سے بیشتر کو نہیں جانتے[۳۱]۔

اگر ہم ان لغات کا تقابلی مطالعہ کریں تو ہمیں درگا پرشاد سے مقتدرہ تک ایک ارتقاء نظر آتا ہے مثلاً درگا پرشاد کے ہاں Abactor کا ترجمہ "سارق مویشی کا" کیا گیا ہے، کشاف میں "گلہ مویشی کا سارق" کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر تنزیل الرحمان کے ہاں "عادی سارق مویشیاں، مویشی چور" اور جامعہ کراچی و مقتدرہ کے فرہنگ میں اسے "مویشی چور" ہی کہا گیا۔ اسی طرح Abeyance کا ترجمہ درگا پرشاد نے "تعطل" کشاف میں "التوا، معرض التوا" ڈاکٹر صاحب کے ہاں "التوا، ڈھیل، تعطل، توقیف" اور فرہنگ میں "تعویق" ہے۔

ان لغات میں ایک اور قدرِ مشترک ان کا ذخیرہ الفاظ ہے، جو بہت کم ایک دوسرے سے مختلف ہے، مثلاً درگا پرشاد کے لغت میں پہلی دس اصطلاحات کا جائزہ دیگر لغات کے ساتھ لیا جائے تو وہاں بھی کم وبیش یہی اصطلاحات نظر آتی ہیں، سوائے اس کے کہ کشاف میں Abandon کی بجائے Abandonee کا لفظ ہے یا Abandonment اور Abatement کے ذیلی مرکبات کا اضافہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے ہاں ان مشتقات سمیت صرف ایک اصطلاح Abase زائد ہے اور ایک اصطلاح Abator نہیں ہے۔ فرہنگ میں بھی ان مشتقات سمیت ایک اصطلاح Abantique زیادہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ درگا پرشاد کے لغت سے بمشکل دس فی صد اصطلاحات زائد ہیں۔ البتہ ذیلی مرکبات اور مشتقات کے لحاظ سے کشاف قانونی اصطلاحات میں ایک وافر ذخیرہ جمع ہو چکا ہے۔ اس میں کشافِ اصطلاحاتِ اسلامی قانون از ڈاکٹر ساجد الرحمان بھی شامل کر لیں تو یہ ایک معتدبہ ذخیرہ نظر آتا ہے جو ہماری قانونی ضروریات کے لیے کافی ہے۔

۶:۴۔ سائنسی (طبعی علوم کی) اصطلاحات

اصطلاحات کا بنیادی اور سب سے بڑا مسئلہ سائنسی علوم میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہی وہ میدان ہے جس میں تیزی اور وسعت کے ساتھ اصطلاحات سازی کا کام ہوا اور ابھی تک جاری ہے۔ اردو میں بھی ساتھ ہی ساتھ وضع اصطلاحات کا کام جاری رہا جو زیادہ تر ترجمے پر مبنی تھا۔ غالباً اردو میں سائنسی اصطلاحات لغات کی صورت میں مرتب کرنے کا آغاز سترھویں صدی عیسوی میں ہو چکا تھا۔ اگر ہم حیاتیاتی، طبی، زرعی علوم اور نفسیاتی انجنیری کے لغات شامل نہ کریں تو خالص طبعی علوم میں اب تک ۳۸ لغات اور ۱۳۹ جزوی اصطلاحی اشاریے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ سائنسی اشاریوں میں سے حیدر آباد دکن کا ذخیرہ فرہنگِ اصطلاحاتِ جامعہ عثمانیہ (مقتدرہ ۱۹۹۱ء) مرتب ہو چکا ہے

جہاں تک عمومی سائنسی لغات کا تعلق ہے، ان میں پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کا کتابچہ (۱۹۷۹ء) اور جیم ڈکشنری (اپنی تعداد اصطلاحات کے لحاظ سے) تقابل میں لانے کے قابل نہیں۔ صرف جامعہ کراچی کا لغت طبیعیات، ریاضیات، فلکیات (۱۹۶۹ء) اور مقتدرہ کے سائنسی و تکنیکی اصطلاحات (۱۹۸۴ء) کا باہمی جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر ہم جامعہ پنجاب کے اصطلاحاتِ طبیعیات (۱۹۸۶ء) اور مقتدرہ کے اصطلاحاتِ موسمیات (۱۹۸۶ء) کو شامل کر لیں تو طبیعیات کی حد تک مطالعہ ہو سکتا ہے۔ ان تمام لغات میں ہمیں اصطلاحات سازی کے رجحان میں یکسانیت سی نظر آتی ہے۔ جامعہ کراچی کے لغت میں اگر Aberration کے لیے "ضلالت" کا لفظ استعمال ہوا ہے تو دیگر لغات میں بھی یہی لفظ ہے۔ لیکن کراچی کے لغت میں اس کے مشتقات میں "کجروی" استعمال ہوا ہے جبکہ باقی لغات میں "ضلالت" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ دیگر مثالوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان لغات میں محض لفظی اختلاف ہے۔ مثلاً "خلاف معمول" اور "معمول خلاف"۔ البتہ ان لغات میں اصطلاحات کم و بیش ہیں۔ ان سب کو یک جا کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

کیمیا میں اصطلاحات سازی کے کاموں میں ہم جن لغات کا جائزہ لے سکتے ہیں، ان میں انجمن کا لغت (۱۹۳۹ء)، (۱۹۵۳ء)، جامعہ کراچی کا لغت (۱۹۶۸ء) ترقی اردو بیورو کا لغت (۱۹۷۳ء) اور جامعہ پنجاب کا لغت (۱۹۸۵ء)، اردو اکیڈمی لاہور کا کشاف (۱۹۸۶ء) اور اردو سائنس بورڈ کا انسائیکلو پیڈیا شامل ہیں۔ ان میں مستعمل اصطلاحی رجحانات کا ذکر ہم تاریخی جائزے میں ان اداروں کے مقام پر کر رہے ہیں۔ لیکن اگر ہم ان میں موجود اردو مترادفات کا تقابلی جائزہ لیں تو ہمیں جامعہ کراچی کے لغت میں اصطلاحات کی تعداد زیادہ نظر آتی ہے اور جامعہ پنجاب کے لغت میں ان تمام لغات کا امتزاج اور اجتماع دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً انجمن کے لغت میں Abrasive کا ترجمہ "گھسنے والا" بطور صفت کیا گیا ہے۔ جامعہ کراچی کے لغت میں "خراش اور خراش آور" ترجمہ کیا گیا ہے۔ بیورو کے لغت میں "گھسنے والا" کے ساتھ بطور اسم "گھسنے والی شے" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ جامعہ پنجاب کے لغت میں ان سب کو جمع کر دیا گیا ہے جیسے "مخرش، خراشی سالہ، گھسنے والا"۔ البتہ "خراش آور" کی جگہ "مخرش" کا لفظ دیا گیا ہے اور کشاف میں "خراش آور" ہی ترجمہ کیا گیا ہے البتہ انسائیکلوپیڈیا میں "خراشی اشیاء" دیا گیا ہے۔ ایک اور اصطلاح Acceptor کے ترجمے کا تنوع خاصا دلچسپ ہے۔ انجمن کے لغت میں "لین ہار" ترجمہ کیا گیا ہے جو جامعہ کراچی کے لغت میں "قبولندہ" ہے۔ بیورو کے لغت میں "لین دار اور پایندہ" جامعہ پنجاب کے لغت میں "لین ہار، قبولندہ" کے ساتھ ساتھ "پذیرا" وضع کیا گیا ہے۔ Acid کو انجمن اور جامعہ کراچی کے ہاں "ترشہ" بیورو کے لغت میں "ترشہ اور ایسڈ" لیکن جامعہ پنجاب کے لغت میں "ترشہ اور ایسڈ" کے ساتھ ساتھ "تیزاب" بھی شامل کیا گیا ہے جب کہ

کشاف میں "ترشہ" ہی قبول کیا گیا ہے۔ اس کا مشتق Acidity انجمن کے لغت میں "ترشی" جامعہ کراچی کے لغت میں "ترشیت" بیورو کے لغت میں "تیزابیت اور ترشیت" جامعہ پنجاب کے لغت میں تینوں شامل کیے گئے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو معیار بند کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ایک اور مثال Actinometry کے ترجمے کی ہے، جسے انجمن نے "نورپیائی اور کیمیائی ضیاپیائی" کیا، جامعہ کراچی نے اسے "شعاع پیائی اور نورپیائی" کہا، بیورو کے لغت میں "حامل شعاع پیائی" کہا گیا جو زیادہ قریب المفہوم معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جامعہ پنجاب کے لغت میں انجمن ہی کے ترجمے کو ترجیح دی گئی۔ ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کیمیا کی اصطلاحات میں فرق زیادہ تر لفظی ہے اور انھیں یک جا کر کے قریب المفہوم اصطلاحات کو ترجیح دیتے ہوئے معیار بندی کرنے کی ضرورت ہے۔

جہاں تک ریاضی کی اصطلاحات کا تعلق ہے، جامعہ عثمانیہ (۱۹۴۸ء)، مقتدرہ (۱۹۸۴ء) اور بیورو (۱۹۸۸ء) میں کوئی خاص اختلاف نظر نہیں آتا، سوائے کہیں کہیں لفظی اختلاف ہے جیسے Abnormal "خلاف معمول"، "معمول خلاف" وغیرہ بلکہ ترقی اردو بیورو کا لغت اعلیٰ ثانوی سطح کے لیے ہے اور مقتدرہ کے لغت پر مبنی محسوس ہوتا ہے۔ یہی صورت جامعہ کراچی کے فرہنگِ شماریات (۱۹۷۵ء) کی ہے جس میں البتہ "منحنی" (Curve) کی بجائے "منحنا" دیا گیا ہے۔

فلکیات میں ہمارے سامنے صرف دو لغات جامعہ عثمانیہ (۱۹۴۸ء) اور انجمن (۱۹۴۹ء) ہیں۔ دونوں میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا سوائے پہلے انجمن کے سابقہ مجموعے (۱۹۳۵ء) اور جامعہ عثمانیہ کے لغت میں Aberration کے لیے "انحراف" کے ساتھ "مغالطہ" کا لفظ بھی تھا جو انجمن کے لغت (۱۹۴۸ء) میں "مغالطہ" کے بجائے "ضلال" ہو گیا۔ یعنی انجمن کے لغت میں بعض دوسرے اور تیسرے مترادفات حذف کیے گئے ہیں جو جامعہ عثمانیہ کے لغت میں ملتے ہیں۔ البتہ تعداد اصطلاحات کے لحاظ سے انجمن کا لغت پہلے سے زیادہ وسیع ہے۔ ایک فہرستِ اصطلاحات مرزابادی نے اردو جنوری ۱۹۳۴ میں بھی شائع کی۔

جغرافیہ میں ابرار حسین قادری کے لغت (۱۹۴۹ء) کے بعد مس بلا سوہن لال کا لغت (۱۹۶۵ء) اور جامعہ کراچی کا لغت (۱۹۸۹ء) قابل ذکر ہیں۔ خصوصاً جامعہ کراچی کا لغت اس لیے زیادہ اہم ہے کہ اس میں ارضیات کی اصطلاحات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اگر ہم اس کا تقابل ابرار حسین کے لغت سے کریں تو اس میں اصطلاحات سازی کا عمل زیادہ واضح اور قریب المفہوم نظر آتا ہے مثلاً Abrasion کے لیے ابرار حسین نے "برش، خراش" کے الفاظ دیے ہیں جب کہ جامعہ کراچی کے لغت میں "سائیدگی" کا لفظ دیا گیا جو اس عمل کو ظاہر کرتا ہے۔ دونوں لغات میں اصطلاحات کی عدم یکسانیت پائی جاتی ہے یعنی جو اصطلاح ایک لغت میں ہے، وہ دوسرے میں نہیں، جیسے ابرار حسین کے ہاں Allurial کے ساتھ مرکب اصطلاحی الفاظ Soil، Cone، Fan، Terraces ہیں اور جامعہ کراچی کے لغت میں

Mining'Gold اور Tin ہیں جب کہ ابرار حسین والے الفاظ موجود نہیں۔ اس لیے ان لغات کے امتزاج کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

ارضیات میں کچھ ذخیرہ مستشرقین نے مقامی الفاظ کا بھی مرتب کیا ہے جسے دوبارہ استعمال میں لانے کی ضرورت ہے، علاوہ ازیں منشی محبوب عالم اور محمد عنایت اللہ دہلوی کا ذخیرۂ اسماء (جغرافیہ) بھی قابل توجہ ہے۔

۷:۴۔ سائنسی (حیاتیاتی، طبی، زرعی) اصطلاحات

طب، زراعت اور حیاتیات جیسے علوم میں اصطلاحی اشتراک کے پیش نظر اسے ایک گروہ سمجھا جاتا ہے۔ حیاتیات کی ذیل میں جہاں نباتیات اور حیوانیات کی شاخیں شامل کی جاتی ہیں، وہیں حیاتی کیمیا کو اس کی شاخ قرار دیا جا سکتا ہے۔ حیاتیاتی لغات میں زیادہ تر کاوشیں ۱۹۷۲ء کے بعد کی ہیں۔ ان لغات میں جامعہ کراچی کے **فرہنگِ حیاتیات** (۱۹۷۲ء) (۱۹۷۷ء) کو اولیت حاصل ہے۔ اس کے بعد جامعہ پنجاب کا **قاموس نباتیات** (۱۹۷۷ء) شائع ہوا۔ بعد ازاں ترقی اردو بیورو کے **لغات حیوانیات** (۱۹۸۴ء) اور **نباتیات** (۱۹۸۶ء) شائع ہوئے۔ اگرچہ لاہور سے حال ہی میں جیم **لغتِ حیاتیات** بھی شائع ہوا ہے لیکن کم تعداد اصطلاحات کے باعث اسے تقابلی مطالعے میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ جامعہ کراچی اور مقتدرہ کے اشتراک سے ۱۹۸۹ء میں حیاتی کیمیا کا لغت بھی شائع ہوا ہے۔ **کشافِ اصطلاحاتِ حیوانیات** از وہاب اختر عزیز مقتدرہ سے ۱۹۹۱ء میں شائع ہوا ہے جو متفرق رجحانات کا مجموعہ ہے۔ ترقی اردو بیورو کا **لغت حیوانیات** دراصل جامعہ کراچی کے **لغت حیاتیات** ہی کا چربہ ہے۔ دونوں میں اندراجات اور مترادفات کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں، سوائے کہیں کہیں "لا" کی جگہ "غیر" کی اصطلاح دی گئی ہے، **پاکستان کے عام پودے** (۱۹۸۱ء) اور **پھلواری** بھی ایک طرح سے لغات ہیں لیکن انھیں بھی تقابلی مطالعے میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ ان کا تذکرہ ان کے تاریخی مقام پر آتا ہے۔ علاوہ ازیں مستشرقین نے مقامی پودوں اور جانوروں کے نام بھی جمع کر دیے ہیں۔

طب میں جدید لغات سازی کا آغاز دسمبر ۱۸۷۳ء میں ہنجن سن کے لغت سے ہوتا ہے۔ اس موضوع پر کام ابھی تک جاری ہے۔ اس کے علاوہ **سامانِ آپریشن** (۱۸۷۳ء) اور **مقالاتِ احسانی** (۱۸۷۴ء) میں جدید اصطلاحات ملتی ہیں۔ ۱۹۸۹ء میں بھی لاہور سے کامیاب بک ڈپو نے **کامیاب نیو میڈیکل ڈکشنری** شائع کیا ہے۔ تاہم اس میں اصطلاحات سازی کا عمل تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی لیے قدیم اور اس آخری لغت کو تقابلی مطالعے میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ اصطلاحات ادویہ پر ہمارے سامنے قدیم ترین **لغت الفاظِ ادویہ** (فارسی) از نورالدین محمد عبداللہ (ترجمہ ۱۷۹۳ء) ہے۔ علاوہ ازیں پروفیسر فضل الرحمان، ٹھاکروت شرما، محمد حسین علی، محمد نجم الغنی رامپوری، حکیم کبیرالدین، مولوی

عبدالوہاب، موہندر نرائن اور حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی کے لغات بھی ملتے ہیں۔ خصوصاً" لاثانی لغات الادویہ (۱۹۲۶ء) خزائن الادویہ، بحرالجواہر (۱۸۷۸ء)، اور مخزن الجواہر (۱۹۲۳ء) جیسے لغات میں موجود ادویات پر اصطلاحی ناموں اور اس کے مترادفات کو یک جا کرنا بہت ضروری ہے تاکہ طلبہ ان کے مقامی اور طبی ناموں سے آگاہ ہو سکیں۔ دیگر طبی لغات میں صرف دو مکمل لغات ہمارے سامنے آتے ہیں، جن میں سے پہلا اردو اکیڈمی کا لغاتِ طب (اکتوبر ۱۹۶۶ء) از حکیم غلام نبی اور دوسرا حال ہی میں لاہور سے شائع ہونے والا جیم پاکٹ میڈیکل ڈکشنری از وہاب اختر عزیز ہیں۔ ان کے علاوہ جامعہ عثمانیہ کا مصطلحات طب (۱۹۴۸ء) جو اسٹیڈمین، گولڈ اور ڈارلینڈ کے لغات پر مشتمل ہے، A سے K تک کے حروف پر مشتمل ہے۔ اردو سائنس بورڈ سے شائع ہونے والے طبی لغت (مارچ ۱۹۷۵ء) از حکیم محمد شریف جامعی کو اگرچہ اصطلاحات سازی کا قابل نمونہ لغت قرار دیا جا سکتا ہے لیکن یہ بھی A سے C تک شائع ہو سکا ہے۔

زراعت کے موضوع پر حیدرآباد دکن سے ۱۹۴۵ء میں فرہنگ جنگلات اور اصطلاحاتِ فن صحرا شائع ہوئے تھے، لیکن علم زراعت پر مجموعی طور پر پہلا لغت ۱۹۷۳ء میں جامعہ زرعیہ فیصل آباد کے تعاون سے اردو سائنس بورڈ لاہور نے شائع کیا۔ اسی طرح ۱۹۸۹ء میں اس کی طرف سے اصطلاحاتِ علم اراضی اور زرعی انسائیکلوپیڈیا شائع ہوئے۔ علم بیطاری پر ایک لغت اردو سائنس بورڈ کی طرف سے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا گیا۔ علاوہ ازیں مستشرقین نے زراعت سے متعلق مقامی الفاظ بھی جمع کیے تھے جن کا ذکر گیارھویں باب میں ان کے مقام پر کیا گیا ہے۔

اس مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ طبی، زرعی، حیاتیاتی علوم میں زیادہ تر اصطلاحی کام جدید دور میں ہو سکا۔ خصوصاً حیاتیات میں پچھلے بیس برس میں یہ سارا کام انجام پایا۔ ان لغات کے تقابلی مطالعے سے جو پہلی بات ابھر کر سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ ان سب کے امتزاج کی ضرورت ہے۔ بہت سی اصطلاحات جو ایک لغت میں ہیں، دوسرے میں نہیں۔ مثلاً لغات ادویہ میں سے بعض میں حیاتیاتی نام موجود ہیں اور بعض میں نہیں، اسی طرح بعض میں مقامی نام شامل کیے گئے ہیں اور بعض میں نہیں۔ اصطلاحی لغات میں سے بعض میں حیوانات اور نباتات کو شامل رکھا گیا ہے جیسا کہ قاموسِ نباتیات میں ہے اور بعض میں شامل نہیں کیا گیا۔ ان میں سے صرف ایک لغت طبی لغت از شریف جامعی میں اصطلاحات کی ترکیب نحوی کر کے اس کے ممکنہ متبادلات تلاش کیے گئے ہیں اور صرف ایک لغت مصطلحاتِ طب از جامعہ عثمانیہ کو ڈارلینڈ اور گولڈ جیسے ماہرین کے مستند ترین لغات کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے لیکن یہ دونوں لغات نامکمل ہیں۔ ان تمام لغات میں لفظی اختلاف اس قدر ہے کہ سوائے جامعہ کراچی اور بیورو کے لغات حیاتیات کے جو مماثل ہیں، باقی لغات میں مترادفات کا اختلاف وسعت اختیار کر گیا ہے۔ مثلاً Abiogenesis کی

اصطلاح ہی کو لیجیے۔ جامعہ عثمانیہ کے لغت میں اسے "حیات من المیت" قرار دیا گیا ہے جو قریب المفہوم ہے لیکن ترکیب نحوی کے لحاظ سے طبی لغت از جامعی میں "لاحیاتی تولد" اور جامعہ کراچی میں "لاحیات زائی" زیادہ قریب المفہوم محسوس ہوتا ہے۔ اگرچہ ان لغات میں "حیات من المیت" کو بھی شامل رکھا گیا ہے اور زراعت کے لغت میں یہ مترادف موجود ہے لیکن باقی لغات میں "خودرونسل" (قاموس نباتیات)' "غیر حیاتی تخلیق" (بیورو)' "خودزا تخلیق" (بیورو' نباتیات)' "بے ساختہ تخلیق" (لغات طب اردو اکیڈمی)' "خودزائی' ذاتی تولد' لاحیاتی تولد' حیات از ممات" (طبی لغت از جامعی) وغیرہ مترادفات دیے گئے ہیں۔ کتاب ماہیت الامراض از جامعی میں بھی دس ہزار سے زائد اصطلاحات کا ایک ذخیرہ بکھرا ہوا ہے' جو دیگر لغات سے مختلف انداز میں وضع ہوا ہے۔ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس اصطلاحی انتشار کو ختم کر کے ان اصطلاحات کو یک جا کیا جائے اور ترکیب نحوی کے حوالے سے ان کی معیار بندی کی جائے۔

۸:۴۔ اصطلاحات فنیات' انجینئری' ہنرو پیشہ جات

فنیات (ٹیکنالوجی) کا صرف ایک لغت (۱۹۸۵ء) حال ہی میں مقتدرہ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مساحت (۱۹۸۵ء)' طباعت (۱۹۸۸ء) پر بھی مقتدرہ کی طرف سے لغات شائع کیے گئے ہیں۔ ایک لغت برقیات (۱۹۸۳ء) اور ایک حاسبات (کمپیوٹر) ۱۹۹۱ء کے موضوع پر مقتدرہ اور جامعہ کراچی کے تعاون سے شائع ہوا ہے۔ قدیم ذخیرہ اصطلاحات پر ایچ ایم ایلیٹ نے ہندوستانی اصطلاحات ۱۸۴۵ء میں شائع کی تھیں۔ مخصوص شعبہ میں مصطلحات ٹھگی ۱۸۳۹ء میں شائع ہوا۔ ایچ جی ریورٹی کے لغت تھیسارس (۱۸۵۹ء) میں فن تعمیر اور دیگر پیشوں کی انگریزی' اردو (مقامی) اصطلاحات ملتی ہیں۔ نجم الامثال (۱۸۷۶ء) کی جلد دوم میں پیشہ وروں کی مقامی اصطلاحات ملتی ہیں' اربعہ عناصر (لکھنؤ ۱۸۸۱ء) انگریزی کی تکنیکی اصطلاحات کے عربی' فارسی اور اردو مترادفات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۲۹ء میں بازاری زبان اور اصطلاحات پیشہ وراں از منیر لکھنوی بھی شائع ہوئی' لیکن سب سے بڑا کام مولوی ظفرالرحمان نے انجام دیا اور آٹھ جلدوں میں فرہنگ پیشہ وراں (۱۹۲۹ء سے ۱۹۴۴ء) تک مرتب ہو کر شائع ہوئی۔ اس میں تقریباً دو سو تکنیکی پیشوں کے الفاظ اور اصطلاحات جمع کیے گئے۔ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ پاکستان میں ابھی بہت سے ایسے علوم وفنون اور پیشہ جات ہیں' جن کی اصطلاحات بھی مرتب ہونی چاہئیں' جیسے بعض علاقوں میں لکڑی' چمڑے' شیشے' کپڑے وغیرہ کی مخصوص دستکاریاں' تکنیکی فنون' ریڈیو' ٹی وی' موٹر مکینک وغیرہ کے عام الفاظ وغیرہ۔ ایسی چند اصطلاحات محمد انعام اللہ نے لاہور سے ٹیکنیکل ڈکشنری میں شامل کی ہیں۔ مثلاً ریڈیو' عمارات' کاریگروں' مٹی' اینٹ' پلوں' بڑھئی' چھپر' دھاتوں' رنگ

سازی، لوہے گاڑی وغیرہ کی اصطلاحات۔ فن تعمیر پر چند اصطلاحات اخبارِ اردو کے شمارہ فروری ۱۹۹۱ء میں بھی شائع ہوئی ہیں۔

اگر خیاطت، ساحت، برقیات اور طباعت کے لغات کا تقابلی مطالعہ کریں تو سب سے پہلا نتیجہ ان اصطلاحات کے امتزاج کی ضرورت بن کر سامنے آتا ہے، لیکن ایک اور ضرورت بھی سابقہ مطالعوں کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے اور وہ یہ کہ انھیں تمام طبعی علوم طبیعیات، ریاضی وغیرہ کے لغات کے ساتھ ملا کر ایک ہی مجموعی لغت سائنسی و تکنیکی کی صورت میں پیش کیا جائے تو مناسب ہو گا۔ میک گرا ہل کے سائنسی و تکنیکی لغت میں سوا لاکھ کے قریب اصطلاحیں ہیں۔ ان تمام لغات کے امتزاج سے اس کے نصف سے زاید اصطلاحی ذخیرہ جمع ہو جائے گا۔ بہت سا ذخیرہ رڑکی اور مدراس کے انجینئرنگ کالجوں کی کتابوں میں موجود ہے جو بہت حد تک مقامی اردو مترادفات پر مشتمل ہے اور ابھی تک لغات کی صورت میں مدون نہیں ہوا، اسے بھی اصطلاحی ذخیرے میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

۴:۹ — پیشہ ورانہ متفرق علوم

پیشہ ورانہ مختلف اور متفرق علوم میں صحافت اور ابلاغیات، کتاب داری، عسکریات اور خانہ داری یا غذائیات کے ۲۳ لغات اور ۴۵ جزوی اصطلاحی اشاریے ہمارے سامنے آتے ہیں۔

جہاں تک صحافت/ابلاغیات کی اصطلاحات کا تعلق ہے، اس کا پہلا لغت ۱۹۱۵ء میں اخباری لغت از ضیاالدین برنی دہلی سے شائع ہوا، جس میں انگریزی الفاظ کو اردو رسم الخط میں لکھا گیا۔ اس کے بعد تجمل خان کی مفتاح الاخبار اور ڈاکٹر مسکین علی حجازی، مہدی حسن وغیرہ کی کتابوں میں اصطلاحی اشاریوں کے ساتھ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی کتب میں اصطلاحات سازی ہوئی، لیکن مبسوط انداز میں ابھی تک ابلاغیات پر کوئی لغت مرتب نہیں ہو سکا۔ "ریڈیو" پر ابلاغیاتی حوالے سے مسعود قریشی کا کام۔ اخبارِ اردو، کے ۱۹۹۱ء، ۱۹۹۲ء کے شماروں میں شائع ہوا۔ ابلاغیات پر ایک ذخیرۂ الفاظ و اصطلاحات کی نوید مقتدرہ کے پروگراموں میں ملتی ہے۔

کتاب داری میں اقسام العلوم (۱۳۴۰ھ) اور فرہنگ اسماء العلوم (۱۹۸۳ء) دو مختلف نوعیت کے لغات ہیں۔ اگرچہ عشری درجہ بندی (مارچ ۱۹۸۵ء) کو ہم لغات میں شامل کر سکتے ہیں لیکن یہ محمودالحسن کے موضوعی سرخیاں کی طرح باقاعدہ لغات سے مختلف ہے۔ اصطلاحی تقابل کے لیے ہمارے پاس محمودالحسن اور زمرد محمود کے کتب خانہ (۱۹۸۵ء)، زین صدیقی کے فرہنگ اصطلاحات (۱۹۸۳ء) اور ان کے ساتھ جریدہ نمبر ۳ اور ۴ میں شائع شدہ اصطلاحات کا ذخیرہ موجود ہے۔

ڈاکٹر ممتاز علی انور نے ان اصطلاحات کا دیگر اصطلاحی اشاریوں کے ساتھ تقابل کرتے ہوئے لفظ Catalogue کو بنیاد بنایا ہے۔ وہ اردو زبان میں اس موضوع پر پہلی کتاب

سید سجاد حسین رضوی کی لائبریری اور اس کی تنظیم (میرٹھ، رستوگی، ۱۹۴۰ء) کو قرار دیتے ہیں۔ اس میں اس کا مترادف "فہرست" چالیس بار استعمال ہوا ہے اور "کیٹلاگ" کو استعمال نہیں کیا۔ جب کہ الطاف شوکت نے اپنی کتاب نظام کتب خانہ (۱۹۷۸ء) میں "کیٹلاگ" اور "کتاب الفہرس" استعمال کیا ہے۔ محمودالحسن اور زمرد محمود نے بھی "کیٹلاگ" استعمال کیا ہے اور اسی سے کیٹلاگ ساز اور کیٹلاگ سازی مشتقات اور مرکبات بنائے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تجویز میں "فہرست" کو بنیاد بنانے کے لیے غور کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے اور اس سے "فہرستانا، فہرستار، فہرستاری" جیسی ترکیبیں وضع کرنے کے لیے کہا ہے[۱۵]۔

اگر ہم ان دونوں لغات (مولفہ: زین صدیقی اور محمودالحسن) کا تقابلی مطالعہ کریں تو ہمیں ان میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ سوائے اس کے کہ زین صدیقی نے ایک مترادف دینے کی کوشش کی ہے اور محمودالحسن کے ہاں ایک سے زیادہ مترادفات ملتے ہیں۔ البتہ ان میں سے ایک یقیناً زین صدیقی کے لغت میں موجود ہے، Catalogue کو دونوں نے "کیٹلاگ" ہی لکھا ہے اور اس کے مرکبات کو بھی کیٹلاگ ہی سے وضع کیا ہے۔ دونوں کا حوالہ تاریخی جائزے میں اپنے اپنے مقام پر بھی زیر بحث آیا ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دوسرا لغت پہلے ہی کا کشاف اصطلاحات ہے۔ قیصر امروہوی کی کتاب بھی قابل ذکر ہے[۱۶]۔

عسکریات کے موضوع پر پہلا مبسوط لغت تھامس رو بک نے ۱۸۱۱ء میں شائع کیا تھا۔ اس کے بعد ہیزل گرود (۱۸۶۵ء) کا **عسکری لغت** ہمارے سامنے آتا ہے جس کے بعد دفتر مترجم السنہ شرقیہ کے مقامی مترجم و نایک واسودیو نے ۱۸۶۷ء میں بحریہ کی اصطلاحات مرتب کیں جو آسان اور سادہ زبان میں ہیں، ۱۸۹۲ء میں بلوم ہارٹ کے **عسکری لغت** میں بھی وافر ذخیرہ اصطلاحات ملتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی عسکری اصطلاحات کے چند ذخیرے ملتے ہیں لیکن ان سب میں ہمیں تھامس رو بک ہی کے کام کا پرتو نظر آیا ہے۔ ۱۹۵۲ء میں بلکہ مکمل طور پر ۱۹۸۲ء میں عسکری لغت ہمارے سامنے آتا ہے۔ تھامس رو بک کی اصطلاحات زیادہ تر بحریہ اور جہاز رانی سے متعلق تھیں۔ ۱۹۵۲ء کا **عسکری لغت** نظر ثانی کے بعد ۱۹۸۲ء کے ایڈیشن میں ضم کر دیا گیا۔ مختصراً یہ کہ عسکری اصطلاحات میں تین طرح کے رجحانات پائے جاتے ہیں۔ اول انگریزی اصطلاحات کا خالص اردو میں ترجمہ، دوم انگریزی سے اصطلاحات کو بجنسہ لینا اور سوم امتزاجی یا بگڑے ہوئے فوجی روز مرہ کے الفاظ۔ بقول کرنل غلام جیلانی ہمیں آخری قسم پر زیادہ زور دینا چاہیے لیکن بریگیڈیر گلزار احمد ان تینوں ماخذوں کو یکساں اہمیت دیتے ہیں، البتہ پہلے اور تیسرے انداز کو نسبتاً زیادہ اہم سمجھتے ہیں[۱۷]۔ بحریات پر ایک اور لغت جی ایچ کیو راولپنڈی نے مرتب کیا تھا، جسے مقتدرہ قومی زبان نے معیار بندی کے بعد مسودے کی صورت میں واپس کیا۔ اس کی اشاعت کا انتظار ہے۔

۱۰:۴۳۔ مجموعی جائزہ

اس مطالعے سے ہم بہ آسانی یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ بعض میدانوں میں ابھی تک کوئی لغت مرتب نہیں ہوا اور جن موضوعات پر لغات مرتب ہوئے ہیں' ان میں سے بعض کو یک جا کرنے کی ضرورت ہے اور سوائے قانونی اصطلاحات کے کسی بھی دوسرے موضوع پر لغات کو جامعیت حاصل نہیں۔ چنانچہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ ان تمام موضوعات پر اصطلاحات کو یک جا کر دیا جائے اور اردو اصطلاحی مترادفات کے تمام و نئی سرمایے کو سامنے رکھ کر اصولی معیار بندی کی طرف قدم اٹھایا جائے۔ اس کے بعد ہی نئی اصطلاحات سازی کی جا سکتی ہے۔ البتہ یقیناً اس اجتماع اصطلاحات سے اردو اصطلاحات کی وسعت اور ضخامت علمی کفایت کرنے کے لیے حیران کن حد تک سامنے آ سکے گی اور اس سے علمی میدان میں اردو پر کم مائیگی کے طعنے کو دور کیا جا سکے گا۔

حوالہ جات =

۱۔ اردو اصطلاحات سازی (کتابیات) از ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری میں لغات کی جو تعداد (۱۳۴) دی گئی ہے' اس میں ۵۰ کے قریب ایسے اندراجات ہیں جو مکررات کی ذیل میں آتے ہیں' اگر انھیں حذف کر دیا جائے تو یہ تعداد ۸۴ رہ جاتی ہے اور اگر ان مکررات کو موجودہ تحقیق کی کتابیات میں شامل کر دیا جائے تو ان کی تعداد بڑھائی جا سکتی ہے۔

۲۔ ۱۹۸۹ء میں مجموعوں کی کل تعداد ۱۷۵ لغات' ۳۸۷ جزوی اشاریوں' تین مزید اشاریوں اور آٹھ عمومی لغات سمیت ۵۷۳ لغات کا مطالعہ (مقالہ پی ایچ ڈی میں) کیا گیا تھا جو طبع اول ۱۹۹۳ء تک ۷۳۶ ہو گئی تھی اور یہ روز افزوں ہے۔ توقع ہے کہ اکیسویں صدی کا استقبال تین سو سے زائد اصطلاحی لغات اور پانچ سو سے زائد اشاریے کر رہے ہوں گے۔ کتابیات کے لیے دیکھیے = اردو اصطلاحات نگاری (کتابیاتی جائزہ) از ڈاکٹر عطش درانی' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۹۳ء جس میں ۷۲۵ لغات و اشاریوں کا ذکر ہیں۔ دوسرے ایڈیشن میں یہ تعداد بڑھ کر ۷۸۲ ہو چکی ہے جس میں دیگر آٹھ لغات ملا کر یہ تعداد ۷۹۰ ہو جاتی ہے۔ دیکھیے: ضمیمہ : الف۔

آٹھ دوسرے لغات شیکسپیئر' گلکرسٹ' فوربز' ڈاکٹر فیلن اور پلیٹس کے اردو انگریزی اور ڈاکٹر فیلن' مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر جمیل جالبی کے انگریزی اردو لغات ہیں۔

۳۔ مئی ۱۹۵۴ء میں انجام دی جانے والی ایک کتابیاتی تحقیق میں اردو میں اڑھائی سو کے قریب لغات اصطلاحات اور اصطلاحی اشاریے مذکور ہیں۔ اس کتابیات کی ترتیب کتابداری کے اصولوں کے مطابق رکھی گئی تھی۔ ہم نے جس ترتیب سے مطالعہ کیا ہے۔ اس کی اپنی منطقی' تحقیقی ضرورت تھی۔ دیکھیے:

Ghani, A.R. & Dr.Abu Lais Siddiqi, **Guide to English Urdu Dictionaries and Glossaries of Technical Terms,**

Oriental College Magazine, Lahore, No.115/16, Nov.1953/Feb. 1954-

4. Walford, A.J. and Screen, J.E.O.(eds.) **A Guide to Foreign Languages Courses and Dictionaries**, (3rd Ed). London; Library Association, 1977, PP.9-10-

اب لغات نگاری اور اصطلاحات نگاری میں بھی فرق اور امتیاز کو ملحوظ رکھا جانے لگا ہے۔ ۱۹۹۳ء کے ایک حوالے کی رو سے اندراجات کا یہ امتیاز کچھ یوں ہے:۔

عمومی لغت	اصطلاحی لغت
۱۔ اس کا تعلق لغت اور اس کے کثیر مطالب سے ہے۔	۱۔ اس کا تعلق تصور اور اس کے لیے مستعمل اصطلاح سے ہے۔
۲۔ ہم نام (تجنیسی) الفاظ الگ الگ درج کیے جاتے ہیں۔	۲۔ لفظ و معنی کی ہر رنگت کو الگ الگ رکھا جاتا ہے۔
۳۔ لفظ کی قواعدی اور اشتقاقی معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔	۳۔ صرف حسب ضرورت لفظ کی قواعدی معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ یہ عموماً اسماء، افعال اور صفات پر مشتمل ہوتے ہیں۔
۴۔ الفبائی ترتیب میں ہوتی ہے۔	۴۔ کبھی کبھار الفبائی مگر ضروری نہیں۔
۵۔ عمومی زبان کا مجموعہ الفاظ ہوتی ہے۔	۵۔ خصوصی زبان کے حسب قاعدہ بیان کردہ ذیلی سیٹ سے متعلق ہوتی ہے۔

c.f. Terminology Interchange Format, *Termnet News*, Vienna, No. 40, 1993, p : 23.

۵۔ منظر شاب، سٹیج کی چند اہم اصطلاحیں، **"قند"** (ڈراما نمبر)، مردان، ۱۹۶۱ء۔

۶۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، چند اصطلاحات کے ترجمے، **"اورینٹل کالج میگزین"** اگست ۱۹۵۱ء، ص : ۷۰۔

۷۔ ایضاً" اگست ۱۹۵۲ء، ص : ۱۵۔

۸۔ بیورو کا **فرہنگ فلسفہ، نفسیات اور تعلیم** (۱۹۸۸ء) یوں معلوم ہوتا ہے، جیسے مقتدرہ کے تعلیمی لغت کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ بیشتر اصطلاحات وہیں سے اخذ کی گئی ہیں۔ کچھ چھوڑ دی گئی ہیں۔ لیکن ان میں بہت اہم اصطلاحات بھی چھوٹ گئی ہیں جیسے Motor Ability اور Cognitive Ability- کہیں کہیں مترادفات میں تبدیلی بھی کی گئی ہے لیکن وہ موزوں نہیں جیسے Linguistic کے لیے لسانیاتی (لسانی کی بجائے)، Potential کے لیے ہوا مکانی (قوائی کے بجائے)، Silent Reading کے لیے خاموش

مطالعہ (خاموش خوانی)' Abnegation کے لیے ترک (اجتناب)' Absentminded کے لیے غائب دماغ (غیر حاضر دماغ) لیکن Absentmindedness کے لیے نہ تو غیر حاضر دماغی اور نہ غائب دماغی بلکہ غافل دماغی' Activation کے لیے تحریک فعل (عمل انگیزی) لیکن Activisim کے لیے فعالیت جبکہ یہ Activity کا ترجمہ ہے۔ البتہ بعض تبدیلیاں بہتر ہیں جیسے Adjustment کے لیے تسویہ کی بجائے سازگاری۔ گویا مقتدرہ کے لغت پر نظرثانی کا عمل انجام پایا ہے۔

۹۔ بحوالہ : ڈاکٹر وحید قریشی' پاکستانی قومیت کی تشکیل نو' ص ص : ۱۱۴' ۱۱۵ و دفتری اردو' ص : ۲۔

۱۰۔ بحوالہ : ڈاکٹر سید عبداللہ' دفتری زبان اور وضع استناد اصطلاحات ' منتخبات اخبار اردو ' ص : ۲۹۲۔

۱۱۔ بحوالہ : ڈاکٹر محمد صدیق شبلی :"دفتری و قانونی اصطلاحات ...." اردو زبان میں ترجمے کے مسائل' ص : ۱۸۰۔

۱۲۔ ایضاً'' ص : ۱۸۱۔

۱۳۔ نیاز عرفان' "دفتری اصطلاحات و مراسلت کے تراجم کے مسائل' مشکلات' ایضاً'' ص : ۱۶۹۔

۱۴۔ ڈاکٹر سید عبداللہ' پاکستان میں اردو کا مسئلہ' ص ص : ۲۱۰' ۲۱۱۔

۱۵۔ ڈاکٹر ممتاز علی انور : اردو زبان میں لائبریری سائنس کی اصطلاحات' پاکستان لائبریری بلیٹن ' دسمبر ۱۹۸۹ء' ص ص : ۴ تا ۷۔

۱۶۔ قیصر امروہوی کی کتاب عشری درجہ بندی (۱۹۸۵ء) ترقی اردو بورڈ نے شائع کی ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے اردو کی متداول اصطلاحات کو برقرار رکھا ہے۔ باقی اصطلاحات کا یا تو خود ترجمہ کیا ہے یا انھیں وضع کیا ہے۔ انگریزی کے کئی الفاظ بے تکلف لے لیے ہیں جیسے ریڈیو' انجینرنگ' ڈرائنگ وغیرہ۔ ان حیوانات اور نباتات کے نام جو ہندوستان میں نہیں پائے جاتے اور نہ عربی' فارسی میں ان کا کوئی مخصوص نام ہے' انھیں انگریزی شکل ہی میں برقرار رکھا گیا ہے۔ مثلاً وکونہ (vicona)' تاپیر (Tapir)' شمپانزی (Chimpanzee)' طرغون (Tragon)۔ البتہ بعض نباتیاتی اور حیوانیاتی خاندانوں اور جنسوں کے ترجمے کیے ہیں' مثلاً خانوادہ عصفوریہ (Passeriformes)' خانوادہ سامیہ (Apodiformes)' درازپایاں (Tylopode)' فلس بالاں (Hepidoptera)' خانوادہ تاپیریہ (Tapiridae)' خانوادہ تاریہ (Tarisformes)۔ تاہم بعض اوقات قوسین میں عام فہم الفاظ بھی دیے ہیں جیسے غضروفی مچھلیاں (چبنی دار مچھلیاں)' دھن گرداں (تمبو مچھلیاں)' خانوادہ اروکیہ (بنات الماء)' خانوادہ سقریہ (مرغان شکار)' خفاشیات (چمگادڑ)۔ چند مقامات پر انھوں نے امتزاجی مرکبات بھی وضع کیے ہیں جیسے "ریڈیو ایکٹیو فضلات" "ارضی فوٹوگرمیٹری" وغیرہ' لیکن یہ رجحان نسبتاً کم رہا ہے۔

۱۷۔ مزید بحث کے لیے دیکھیے = پندرھواں باب۔
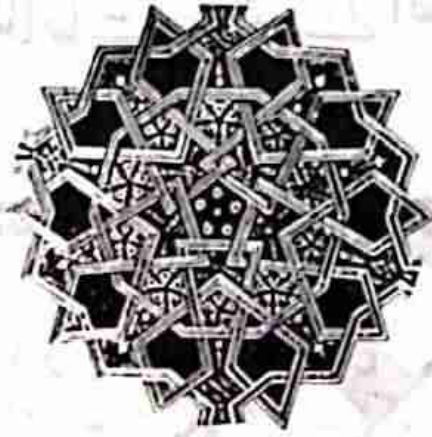
حصہ سوم

اُردو اصطلاحات سازی

(نظری مسائل)

پانچواں باب : اُردو میں اصطلاحات سازی کے اصولوں کا ارتقاء

چھٹا باب : پاکستان میں اصول اصطلاحات سازی

ساتواں باب : اُردو میں اصطلاحات سازی کے مکاتبِ فکر اور رجحانات

آٹھواں باب : اُردو کے اصطلاحی مسائل اور نفسیات

نواں باب : اُردو میں اصطلاحی انتشار اور استناد

اردو میں اصطلاحات سازی کے اصولوں کا ارتقاء

۵:۱۔ اصطلاحی اصولوں کا آغاز

جدید علمِ اصطلاحات سازی کی رُو سے دنیا بھر میں سب سے پہلے باقاعدہ اصطلاحات سازی کی مجالس کا انعقاد اور اس کے اصول وضع کرنے کا آغاز اردو میں ہوا۔ شاید ان امور کو اتنی شدت کے ساتھ کسی زبان میں محسوس نہ کیا گیا ہو، جتنی شدت سے اردو کو درپیش تھے[۱]۔ اردو کے لیے بھی اس امر کا احساس انگریز حکمرانوں کو ہندوستان میں اپنی کارفرمائی کے لیے ہوا۔ انھیں اپنی حکومت چلانے کی لیے ایسے اہل کاررون کی ضرورت تھی جنھیں جدید علوم و فنون سے آگاہ کیا جائے۔ مشکل یہ تھی کہ مقامی لوگ انگریزی سے زیادہ واقف نہیں تھے، اس لیے انھیں مقامی زبانوں ہی میں تعلیم دینے کا آغاز ہوا اور اس مقصد کے لیے مقامی زبانوں میں اصطلاحات سازی کی ضرورت درپیش ہوئی۔

الف۔ ایسٹ انڈیا کمپنی/ فورٹ ولیم کالج کی کوششیں:

یہ بات نہیں کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد سے پہلے اردو میں اصطلاحات موجود نہ تھیں۔ مذہبی، پیشہ ورانہ، قانونی، عدالتی، دفتری اور مالگزاری کی اصطلاحات کا ایک وسیع ذخیرہ پہلے ہی مستعمل تھا اور اس پر عربی اور فارسی میں لغات مرتب ہو چکے تھے۔ نیز کمپنی نے انھیں بھی جمع کرنا شروع کر دیا تھا[۲] جس کا ذکر آگے چل کر کیا گیا ہے لیکن جدید مغربی علوم کی اصطلاحات سے مقامی لوگوں کا واسطہ پہلی بار انگریزوں کی آمد سے پڑا چنانچہ اس کے لیے کوششیں شروع ہوئیں۔ سب سے پہلے انگریزوں کے بحری ملازموں کو عسکری اصطلاحات سے آگاہ کرنے کے لیے ۱۸۱۱ء میں فورٹ ولیم کالج کے تھامس رڈبک کا جہاز رانی کا لغت NAVAL DICTIONARY مرتب ہوا۔ لیکن اس کے لیے کوئی باقاعدہ اصول وضع نہ ہوئے، سوائے انگریزی الفاظ کو بجنسہٖ رکھنے کے یا مقامی زبانوں کے مترادفات تلاش کرنے کے۔ البتہ فورٹ ولیم کالج کے قیام کے ساتھ ہی سادہ اور آسان زبان میں تصنیف و تالیف کا جو رجحان شروع ہوا اس سے فورٹ ولیم کالج کے ہمارے اصول سامنے آتے ہیں۔ ان میں سنسکرت کی طرف رجحان بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ سرگریرسن اپنے لسانیاتی جائزے میں

لکھتا ہے[۳]:۔

"بدقسمتی سے اس زمانے میں انگریزوں کا طاقتور اثر و رسوخ سنسکرت والوں کی طرف تھا۔ یہ سنسکرت آمیز ہندی بالعموم عیسائی مبلغین استعمال کرتے تھے اور انجیل کے ترجمے بھی اس میں لکھے جاتے تھے۔"

اس دور میں عربی، فارسی الفاظ یا سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات کو پس پشت ڈالنے اور اس میں سنسکرت آمیز ہندی کے الفاظ کو سمونے کی جو کاوش للولال جی اور ان کے پیروکار کر رہے تھے، اس کے بارے میں ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں[۴]:۔

"جدید ہندی اس وقت تک نامعلوم تھی کیونکہ اس کا کوئی وجود نہ تھا۔ ادبی مقاصد کے لیے اس کا استعمال فورٹ ولیم کالج کے قیام کے بعد شروع ہوا۔ کالج کے پروفیسروں نے للولال جی اور دوسرے اساتذہ کی ہمت افزائی کی کہ وہ تصنیف و تالیف کا کام اسی زبان میں کریں جس میں اردو کے مصنفین کرتے ہیں لیکن عربی، فارسی کے الفاظ کی جگہ سنسکرت کے الفاظ استعمال کریں۔ اس طرح ایک نئے اسلوب نے جنم لیا اور ہندوؤں نے اسے اپنی خاص ضرورتوں کے عین مطابق خیال کیا۔ عیسائی تبلیغی جماعتوں نے اس میں انجیل کا ترجمہ کر کے اور بھی ہمت بڑھا دی۔ لیکن اس نئے اسلوب کو جسے جدید ہندی کہنا چاہیے، مقبول ہونے میں بڑی دیر لگی۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ للولال جی جس ہندی کی تخلیق کر رہے تھے، اس میں سنسکرت آمیزی کی جا رہی تھی اور چونکہ یہ الگ زبان کی حیثیت سے بہت دیر بعد پروان چڑھی، اس لیے فوری طور پر، کہا جا سکتا ہے کہ، اردو میں سنسکرت آمیزی کا رجحان پیدا ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ "للولالیت"[۴] کا یہ رجحان قیام پاکستان تک اردو اصطلاحات کے افق پر چھایا رہا، اکثر ماہرین ہمیں سنسکرت یا بہت نرم لہجہ اختیار کریں تو ہندی کو ماخذ بنانے کا مشورہ دیتے رہے۔ پاکستان میں اصطلاحات سازی کی معتدبہ کاوشیں اس رجحان کے مکمل استرداد کا نام تھیں۔ اس سے پہلے حیدر آباد دکن میں بھی عملاً سنسکرت بلکہ جدید ہندی تک سے استفادہ نہیں کیا گیا[۵]۔

ب۔ دہلی کالج کے اصول:

اردو میں جدید علوم و فنون کی تدریس کے لیے پہلی بار ۱۸۴۰ء میں دہلی کالج میں مسٹر بتروس کی نگرانی میں اصول اصطلاحات سازی وضع کیے گئے۔ یہ اصول بنیادی طور پر دہلی کالج کی اسکول بک سوسائٹی کی ٹرانسلیشن سوسائٹی نے وضع کیے تھے جو اسی سال وجود میں آئی تھی۔ یہ انگریزی اصطلاحات کے ترجمے سے متعلق تھے۔ اس میں مفرد اور مرکب اصطلاحات سازی اور اردو کے سابقہ ذخیرہ الفاظ کے استعمال کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ انگریزی الفاظ کو بھی شامل کرنے کی طرف توجہ دی گئی ہے۔ چونکہ ان

اصولوں کو تاریخ اصطلاحات سازی میں اہمیت اور اولیت حاصل ہے' اس لیے انھیں تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ضروری ہے ۔ مولوی عبدالحق اور میجر آفتاب حسن نے ان اصولوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ ان کی رُو سے:-

"۱- جب سائنس کے کسی ایسے لفظ کا مترادف اردو میں موجود نہ ہو جو سادہ خیال ظاہر کرتا ہے مثلاً سوڈیم' پوٹے سیم' کلورین وغیرہ تو وہ بجنسہٖ اردو میں لے لیا جائے۔ یہی اصول ان القاب و خطابات اور عہدوں کے متعلق بھی اختیار کیا جائے جن کا ذکر تاریخ میں آتا ہے۔

۲- جب سائنس کے کسی ایسے لفظ کا ہم معنی اردو لفظ موجود ہے جو سادہ خیال ظاہر کرتا ہے تو اردو لفظ استعمال کیا جائے مثلاً آئرن کے لیے لوہا' سلفر کے لیے گندھک' منسٹر کے لیے وزیر' سمنز (Summons) کے لیے طلب نامہ۔

۳- اگر لفظ مرکب ہے اور اس کے دونوں جز انگریزی ہیں اور دونوں میں سے کسی کا ہم معنی لفظ اردو میں نہیں تو وہ لفظ بجنسہٖ اردو میں منتقل کر لیا جائے مثلاً ہائی ڈرو کلورین کیونکہ ہائی ڈروجن اور کلورین کے ہم معنی لفظ اردو میں نہیں ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ پورے انگریزی جملے کو اردو میں لے لیا جائے۔

۴- اگر لفظ مرکب ہے اور اردو میں اس کا کوئی ہم معنی لفظ نہیں مگر اس کے ہر دو اجزاء کے الگ الگ مترادف اردو میں موجود ہیں تو یا تو ان دونوں کو ملا کر یا کسی دوسرے مساوی مفہوم کے الفاظ میں ترجمہ کر لیا جائے جیسے کرانولوجی (Chronology) کا ترجمہ "علم زمان"" ہاؤس آف لارڈز کا "کچہری امیروں کی"" ہاؤس آف کامنز کا "کچہری وکلائے رعایا کی" یا صرف "کچہری وکلا کی"۔

۵- اگر مرکب لفظ ایسے دو مفرد الفاظ سے بنا ہے جن میں سے ایک کا مترادف اردو میں موجود ہے مگر دوسرے کا مترادف نہیں ہے تو ایک انگریزی اور دوسرا اردو سے مرکب بنا لیا جائے۔

۶- جب محولہ بالا قواعد سے بھی مشکل حل نہ ہو تو انگریزی لفظ بجنسہٖ لے لیا جائے۔

۷- بعض الفاظ ایسے ہیں جیسے آرڈر (Order)' کلاس' جینس (Genus)' سپشیز (Species) جن کے مترادف اگرچہ کسی نہ کسی صورت میں اردو میں پائے جاتے ہیں تاہم انگریزی الفاظ اردو میں منتقل کر لیے جائیں تو مناسب ہو گا۔ کیونکہ اردو میں اس قبیل کے الفاظ ایک دوسرے کے مترادف ہوتے ہیں۔ اس سے اصل مفہوم کے سمجھنے میں مغالطہ پیدا ہو جاتا ہے حالانکہ ان الفاظ کے معانی کا امتیاز نیچرل ہسٹری میں بہت اہم ہے۔

۸- درختوں کی انواع (یا خاندانوں) کے نام یا تو اس نوع خاندان کے کسی ممتاز فرد کے نام پر رکھے جاتے ہیں یا نوع کے بعض مشترک خواص کی بنا پر نام رکھ لیا جاتا ہے۔ اس قاعدے کی پابندی اردو میں بھی کی جائے۔ اگر یہ زیادہ سہل اور کار آمد ثابت ہو تو ہر نوع (خاندان) کے الگ الگ نام صرف اس کے خاص اور نہایت ممتاز افراد پر رکھے جائیں تو پھر یہی کیا جائے۔"

ان اصولوں سے بجا طور پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ اردو مترادفات سے ان کی کیا مراد ہے۔ اس کے لیے انھوں نے بقول مولوی عبدالحق سادہ لیکن انگریزی کو ٹھونسنے کا اصول بیان کیا ہے[۲] یعنی:-

"مترادف سے ایسا لفظ مراد ہے جو ملک کے تعلیم یافتہ اور متوسط درجے کے طبقے میں معروف ہے۔ اگر ہماری مشرقی زبانوں کی لغات میں کوئی ہم معنی لفظ نہ ملے اور پنڈتوں اور مولویوں سے پوچھنے کی ضرورت پڑے تو اس سے تو بہتر ہے کہ انگریزی سے لیا جائے۔"

کیمیا کی اصطلاحات کے بارے میں بھی یہی ہدایت دی گئی کہ تمام انگریزی اصطلاحات بجنسہٖ اردو میں لی جائیں۔ کیمیاوی عناصر تک تو یہ بات بجا تھی۔ نباتات اور حیوانات کے نام بھی انگریزی رکھنے پر اصرار کیا گیا۔ دوسرا طریقہ جو درختوں کے خاندانوں کے نام رکھنے کا بتایا گیا، وہ بھی یورپ میں ان درختوں کے اہم ارکان کے نام کی مناسبت سے رکھنے کا تھا، اس لیے عملاً انگریزی الفاظ کی اردو میں نقل حرفی کا اصول کارفرما رہا جس کی طرف ڈاکٹر انور سدید نے فورٹ ولیم کالج کے اصولوں کے ضمن میں توجہ دلائی ہے تاہم یہ اصول اس زمانے میں وضع ہوئے تھے، جب ابھی انگریزی میں اصطلاحات سازی کے باقاعدہ اصول موجود نہ تھے اور اس کے کوئی ستائیس سال بعد انگریزی میں استناد و معیار کی پہلی کانگرس منعقد ہوئی۔

ج- رائے سوہن لال کے اصول:

اس دور میں رائے سوہن لال مہتمم مدارس حلقہ بہار و ہیڈ ماسٹر نارمل سکول پٹنہ کی تجاویز اس لیے بھی قابل ذکر ہیں کہ انھوں نے سائنسی اصطلاحات کے لیے عام بول چال کے الفاظ کو استعمال کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس دور کے لغات نویسوں مثلاً فیلن اور پلیٹس کو خاصا متاثر کیا ہے۔ خصوصاً فیلن لکھتا ہے[۳]:-

"اصطلاحوں کی جمع آوری میں رائے سوہن لال ہیڈ ماسٹر پٹنہ نارمل سکول نے میری مدد کی ہے۔"

فیلن کے لغت ہی سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سکول کے چند بچوں کو تھرمامیٹر دکھا کر اور اس کی خصوصیات بتا کر اس کا نام پوچھا تو انھوں نے مختلف نام وضع کیے، ان میں سے ایک "گرمی ناپ" بھی تھا۔ جسے رائے سوہن لال نے فطری اصول اصطلاحات

سازی قرار دیا[۱۰]۔ اس فطری اصول کے تحت وہ یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ اردو میں سے:۔

"تمام ادق اور ثقیل اصطلاحات نکال دی جائیں اور ان کی بجائے عام لوگوں کی بول چال کے لفظ اختیار کر کے سائنس کی تعلیم میں آسانی پیدا کی جائے اور اسے عامتہ الناس کی دسترس میں کر دیا جائے۔"

یہ تینوں تجاویز پہلی بار تین پہلو ہمارے سامنے لاتی ہیں۔

۱۔ اصطلاحات کو مقامی زبانوں (ہندوستانی) میں ترجمہ کرنا چاہیے۔

۲۔ جو اصطلاحات ترجمہ نہ ہو سکیں انھیں بجنسہ لکھ لیا جائے (یعنی نقل حرفی کر لی جائے)۔

۳۔ اصطلاحات کو عام فہم بنایا جائے۔

ان تجاویز ہی سے پہلی بار ہمیں مرکب اصطلاحوں کے ترجمے کی مشکلات کا احساس ہوتا ہے۔ ظاہر ہے مرکبات کے کچھ اجزاء خاصیتوں اور کچھ کسی نوع یا خاندان سے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان تجاویز میں سادگی، یکسانی اور صحت پر بھی زور دیا گیا ہے۔ چونکہ مرکّب اور مشتق اصطلاحوں میں سابقے اور لاحقے استعمال ہوتے ہیں چنانچہ وہ عربی اور سنسکرت سے زیادہ استفادہ سے گریزاں نظر آتے ہیں۔ سنسکرت میں تو ان کے نزدیک "الفاظ کے بے شمار مرکبات، مشتقات بن سکتے ہیں اور آگے پیچھے الفاظ بڑھا کر ان میں کئی طرح کی تبدیلیاں کی جا سکتی ہیں۔" یعنی ترکیبی اصطلاحیں وضع ہو سکتی ہیں لیکن عربی زبان میں "ایک سابقہ "ال" اور ایک لاحقہ "ی" ہے۔ اس کے مرکبات کی چار قسمیں ہیں، جن میں سے دو ہمارے اغراض کے لیے محض بے کار ہیں"[۱۱]۔ اردو کے لیے مشورہ دیتے ہوئے ایک بار پھر ان کے ہاں للولال جی کی ذہنیت عود کر آتی ہے اور فرماتے ہیں کہ "اردو اس مداخلت کی اس وقت تک متحمل نہیں ہو سکتی جب تک اس کے موجودہ نظام میں اصولی انقلاب پیدا نہ کیا جائے اور اردو داں حضرات ہندی کی طرف زیادہ مائل نہ ہوں"[۱۲]۔ اس کے علاوہ وہ لاطینی، یونانی اور فارسی سے بھی اخذ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ غرضیکہ اصطلاح سازی کے لیے انھوں نے مندرجہ ذیل ماخذوں سے کام لینے کی رائے دی ہے:۔

۱۔ سنسکرت، عربی، فارسی اور ان مغربی الاصل الفاظ سے جو ہماری زبان میں مروج ہیں۔

۲۔ مصطلحات سے جو عربی کی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن عام طور پر استعمال نہیں ہوتیں۔

۳۔ عربی کے مرکبات و مشتقات جو خاص قواعد کی پابندی سے وضع کیے جائیں۔

۴۔ یونانی یا لاطینی اصل کی اصطلاحوں سے جن میں بہ تقلید اہلِ عرب ہماری زبان کی صوتی خصوصیات کے موافق ترمیم ہو جائے۔

۵۔ مفرد، مشتق یا مرکب الفاظ جو فارسی سے مستعار لیے جائیں۔

د۔ حکومتِ بنگال کی طبی اصطلاحات سازی:

دہلی کالج کے اصول کوئی نصف صدی تک چلتے رہے حتیٰ کہ انیسویں صدی کے اواخر

میں حکومتِ بنگال نے نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی کے ایک مقالے سے متاثر ہو کر نیز ایک انگریز ایم کرو (Crow) کی تجویز پر جو کلکتہ سے ۱۸۴۵ء میں شائع ہوئی تھی کہ تکنیکی اصطلاحیں مقامی زبانوں میں ترجمہ کی جائیں، دیسی زبانوں میں کتابیں لکھنے کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی، جس کے دو ارکان نے اصطلاحات سازی کے بارے میں اپنی تجویزیں دیں۔ ان کا ذکر سید حسین بلگرامی نے اپنے مقالے میں اور مولوی عبدالحق نے بھی کیا ہے۔

پہلی تجویز بابو راجندر لال متر کی تھی جو اپنے دور کے بہت بڑے ماہر لسانیات تھے۔ ان کے بارے میں سید حسین بلگرامی لکھتے ہیں کہ "علمی اصطلاحات پر اس سے زیادہ مبسوط بحث پہلے کبھی میری نظر سے نہیں گزری"[۱۳]۔ انھوں نے اپنی یہ تجویز ۱۸۷۷ء میں کلکتہ سے شائع کی۔

بابو راجندر لال متر ترجمہ کے حامی تھے۔ لیکن وہ ترجمہ کو علامتی حیثیت دینے کے قائل تھے یعنی ان کے نزدیک ترجمہ علمی مفہوم واضح کر سکے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے تمام الفاظ کو چھ اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے[۱۴]:۔

۱۔ زبان کے وہ معمولی الفاظ جو کبھی کبھی بطور اصطلاحات استعمال ہوتے ہیں، ان کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا جائے۔

۲۔ جامد اسماء اور مختلف چیزوں کے نوعی نام جیسے یسٹ (خمیر)، مالٹ (شعیر منقوع) وغیرہ۔ گو یہ الفاظ نہایت عام فہم ہیں لیکن زیادہ تر ایک خاص فن میں استعمال ہونے کی وجہ سے انھوں نے نیم اصطلاحی شکل اختیار کر لی ہے۔ ان الفاظ کا ترجمہ کیا جائے یا مناسب ترمیم سے انھیں موزوں بنا لیا جائے اور بہ شرطِ ضرورت ان میں اصلاح کر لی جائے۔

۳۔ سائنس کی اشیاء کے غیر اشتقاقی نام۔ مثلاً کونین، ٹیلیریم (دھات)، اسلینیم (دھات)، برومن (ایک مفرد مائع) وغیرہ۔ ابتدا میں جب یہ الفاظ وضع کیے گئے تو اکثر حالتوں میں جن چیزوں کے لیے استعمال کیے جاتے تھے، ان کی کوئی خاصیت ظاہر کرتے تھے لیکن ان میں سے بہت سے الفاظ کے اشتقاقی معنی عرصہ دراز سے مفقود ہو گئے اور یہ الفاظ دوسرے درجے کے جامد بن گئے ہیں۔ ان الفاظ کا املا خاص قواعد کی پابندی سے دیسی زبان میں لکھا جائے۔

۴۔ نباتات و حیوانات کے مرکّب علمی نام جو ابتدا میں اشتقاقی معنی رکھتے تھے لیکن بہ وجوہ چند در چند ان میں سے اکثر الفاظ کی اب یہ کیفیت نہیں رہی اور اب وہ کسی خاص نوع یا جنس کا نام ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً جونیسیا ایسوکا (Jonesia- Asoka)، کوئس بھکٹی (Coius Bhekti) وغیرہ۔ لہٰذا گزشتہ اقسام کی طرح یہ بھی جامد اسماء تصور کیے جا سکتے ہیں۔ ان الفاظ کا املا خاص قواعد کی پابندی سے بلا تغیر و تبدل دیسی زبان میں لکھا جائے۔

۵۔ وہ مفرد الفاظ جن کے اشتقاقی معنی نہایت صاف و صریح ہوتے ہیں اور صرف اسی حد

تک کار آمد ہیں جب کہ سامع پر اپنے اشتقاقی معنی بہ خوبی واضح کر دیں۔ چونکہ یہ الفاظ صرف علوم و فنون ہی میں استعمال ہوتے ہیں، اس لیے انھیں خالص اصطلاحی سمجھنا چاہیے۔ ان الفاظ کا ترجمہ کیا جائے یا مناسب ترمیم سے انھیں موزوں بنا لیا جائے اور بہ شرطِ ضرورت ان میں اصلاح کی جائے۔

۶۔ وہ مرکّب اصطلاحات جن کا کم از کم ایک اور اکثر حالتوں میں ہر جز کچھ نہ کچھ اشتقاقی معنی ضرور رکھتا ہے۔ یہی معنی ان اصطلاحوں کی جان ہوتے ہیں اور اس شے کی نوعیت معلوم کرنے کی غرض سے جن کے لیے کوئی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے کہ سامع ہر جز کا مطلب بہ خوبی سمجھ لے، ان الفاظ کا ترجمہ کیا جائے اور بہ شرط ضرورت ان میں اصلاح کی جائے لیکن آلات کے نام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کا صرف املا ہی دیسی زبان میں لکھا جائے۔

دہلی کالج کے برعکس اس تجویز میں ہمیں اصطلاحات کے ترجمے کا رجحان زیادہ ملتا ہے۔ مفرد اور اسمی اصطلاحوں میں اگر ہندوستانی زبانوں میں مترادفات موجود نہ ہوں تو ان کے یورپی نام لینے کی اجازت ہے لیکن ان کا املا دیسی زبان میں لکھا جائے۔ البتہ اس تجویز میں نباتات اور حیوانات کے ناموں کے بارے میں وہی رویہ اپنایا گیا ہے کہ انھیں دیسی املا میں بجنسہٖ لکھ لیا جائے۔

کمیٹی کے دوسرے رکن ملک کے نامور طبیب مولوی تمیز الدین خان بہادر تھے، انھوں نے اپنے وسیع طبی اور علمی تجربے کے پیش نظر اس تجویز کا جائزہ لیا اور ترجمے کے اصول سے اتفاق کیا لیکن عربی یا سنسکرت کی مدد سے نئے الفاظ گھڑنے کی بجائے انھوں نے مغربی اصطلاحات کو برقرار رکھنے کی حمایت کی۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں[۵۱]:۔

"ان کے خیال میں بعض سنسکرت، عربی، فارسی لفظ کے جاننے سے ہمیں کسی چیز کا اس تصور سے بہتر تصور نہیں ہو سکتا جو اس کے انگریزی، لاطینی یا یونانی نام سننے اور طالب علم کو یہ بتا دینے سے ہوتا ہے کہ فلاں لفظ فلاں شے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور کسی دوسری چیز کے لیے نہیں بولا جاتا۔"

ر۔ سید سلیمان ندوی کے اصول:

سید سلیمان ندوی کے اصولوں کے ضمن میں ایک بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ یہ اصول عبدالماجد دریا بادی کے ترجموں کے مرہون منت ہیں۔ ہر دو حضرات عربی زبان سے اصطلاحات اخذ کرنے کے حامی تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے اصول عربی کو ماخذ بناتے ہوئے دیے۔ ابو الکلام آزاد بھی اسی زمرے میں شامل ہوتے ہیں۔ عبدالماجد دریا بادی کی کتاب فلسفۂ جذبات کے ترجمہ کا پہلا باب الہلال کلکتہ میں شائع ہوا تھا۔ جس پر تبصرہ کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی نے مندرجہ ذیل اصول پیش کیے۔ یاد رہے یہ وہ دور ہے جب سائنٹیفک سوسائٹیاں، مدرسہ فخریہ، طب اور انجینئرنگ کے مدارس، انجمن پنجاب، پنجاب

ٹیکسٹ بک کمیٹی، کشمیر اور بہاولپور کی حکومتیں، ڈاکٹر محمد شائق، منشی زوار حسین طرار اور ڈپٹی نذیر احمد وغیرہ اصطلاحات سازی میں اپنا کردار ادا کر چکے تھے اور درگاپرشاد، سرسید، مولوی ذکاءاللہ، مولانا شبلی اور علامہ اقبال اس میدان میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ سید سلیمان ندوی نے غوروفکر کے بعد جو اصول دیے تھے، حسب ذیل ہیں[۲۱]:-

"۱۔ مترجم ایسے ہونے چاہئیں جو علم قدیمہ و جدیدہ دونوں سے باخبر اور انگریزی دانی کے ساتھ عربی زبان سے بھی واقف ہوں۔

۲۔ اگر ایسے مترجم سردست قوم میں موجود نہ ہوں تو ایسے اشخاص کو مل کر کام کرنا چاہیے جن میں سے ایک علوم جدیدہ اور دوسرا السنہ و علومِ قدیمہ کا ماہر ہو۔

۳۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ترجمہ کے بعد اصطلاحات کے لیے ایک مجلس یا چند اشخاص معتبر کی نظر سے ترجمہ کو گزارنا چاہیے۔

۴۔ اگر بعض عربی و فارسی اصطلاحیں بہم نہ پہنچ سکیں تو یہ اصل اصطلاحوں کو اردو میں لکھ دینا چاہیے۔"

گویا سید سلیمان ندوی اصطلاحات سازی میں ماہرین علوم کی اہمیت کے بھی قائل ہیں اور عربی کو ماخذ ٹھہرانے کے ساتھ ساتھ تخلیص کو ضروری نہیں سمجھتے۔ لکھتے ہیں کہ کوئی ضرورت نہیں کہ کوشش کی جائے کہ نیٹروجن کی بجائے جو اب پھیل چکا ہے، نطروزن استعمال کیا جائے جو اب عربی میں بھی ہے۔

س۔ ابوالکلام آزاد کے اصول:

عبدالماجد دریا بادی، سید سلیمان ندوی اور ان کے بعد مولوی ابوالکارم کے مضامین پر تبصرہ کرتے ہوئے خود صاحبِ الہلال نے بھی اصول اصطلاحات سازی پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے نزدیک عربی کو بنیادی ماخذ بنانا ضروری نہیں، نیز اصطلاحات کو مختصر اور محض اصطلاح ہونا چاہیے۔ نیز انھیں صرف قواعد کے مطابق درست ہونا چاہیے[۲۲]:-

"۱۔ ضرور ہے کہ وضع و تسمیہ اصطلاحات میں عربی زبان کے ثقیل، مغلق اور نادر الاستعمال الفاظ استعمال نہ کیے جائیں کہ یہ خود عربی کے لیے بھی بار ہیں، پھر دوسری فروعی زبانوں کا کیا سوال۔

۲۔ الفاظِ مصطلحہ حتی الوسع مختصر اور چھوٹے ہوں کہ زبانوں پر باآسانی رواں ہو سکیں۔ بڑے بڑے فقروں کو الفاظِ مصطلحہ قرار دینا خلاف آئین وضع اصطلاح ہے۔

۳۔ اکثر حضرات وضع اصطلاح میں اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ دوسری زبان میں اس اصطلاح کا جس قدر مفہوم ہے، وہ تمام اردو میں منتقل کر دیا جائے۔۔۔۔

۴۔ جن السنۂ اصولیہ سے آپ الفاظ مستعار لے رہے ہیں، ان کے قواعد و قوانین لسانیہ کی رو سے وہ صحیح ہوں۔"

ابوالکلام آزاد کے ان اصولوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری لکھتے ہیں[18] کہ الہلال کا جو افادہ نقل ہوا ہے، اس سے اصطلاحات سازی کے ایجابی، سلبی وغیرہ جو اصول معلوم ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں:-

الف: سلبی:

(۱) ترکیب طویل نہ ہو (۲) الفاظ ثقیل نہ ہوں۔

ب: ایجابی:

(۱) ترکیب سبک و سہل ہو (۲) الفاظ ایسے ہوں جو زبان پر بہ آسانی جاری ہو سکیں۔

ج: تداول:

یعنی کسی اصطلاح کا رواج پا جانا اور عام استعمال میں آنے لگنا، اس کے معنوں کی کمی اور نقص کو پورا کر دیتا ہے اور اس سے وہی مفہوم مراد لیا جانے لگتا ہے جو کسی لفظ کے وضاحتی ترجمے یا عبارت اور گفتگو کے ایک پورے ٹکڑے سے لیا جاتا ہے۔"

ص۔ سید حسین بلگرامی کے اصول:

نواب بلگرامی نے رائے سوہن لال اور حکومت بنگال کی کمیٹی کی تجاویز پر خاطر خواہ تنقید بھی کی جسے مولوی عبدالحق نے مفصل طور پر بیان کیا ہے، انھوں نے انگریزی الفاظ اپنانے اور ہندی ترجمے کی یعنی سوہن لال کے اثرات کی مخالفت کی۔ اس کی تفصیل حسب ذیل تھی[19]:-

۱۔ مغربی اصطلاحات کو بجنسہٖ قائم رکھ کر محض املا نہیں بدلی جا سکتی۔ اس سے ہماری زبان دوغلی ہو جائے گی۔ ہندی نما لاطینی کا تصور ہی مضحکہ خیز ہے۔

۲۔ اگر غیر زبان کے الفاظ بہ کثرت اختیار کیے جائیں تو ان پر حافظے کو اتنی محنت کرنی پڑتی ہے، جتنی اس زبان میں کمال حاصل کرنے کے لیے کافی ہو سکتی ہے۔ اس سے دوسری ذہنی قوتوں کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

۳۔ رائے سوہن لال کی دہقانیت کی مخالفت کریں جو دیہات کے گنواروں کو زیب دیتی ہے اور جسے ہندو مسلمان دونوں مہذب گفتگو میں کبھی استعمال نہیں کرتے۔ انھوں نے بعض الفاظ کا سوقیانہ اور عامیانہ اور علمی ضروریات کے لحاظ سے محض بیکار ترجمہ کیا ہے۔ مثلاً ملے تلے ہوئے زور (System of Forces in Equilibrium)، کھیت (Plane)، نچی ہوئی بدیا (Experimental Science)، دوڑتا بجلی بل (Voltaic Electricity)، جانی ہوئی بات (Axion)، پہچان (Definition)۔

نواب عماد الدین بلگرامی نے یہ تنقید اس وقت لکھی جب یہ لکھنؤ میں پروفیسر تھے۔
۱۹۱۷ء میں حیدر آباد میں جامعہ عثمانیہ کا دارالترجمہ قائم ہوا تو مولوی عبدالحق کی فرمائش پر انھوں نے درج ذیل اصول بھی وضع کیے[۲۰]:۔

"۱۔ اصول وضع مصطلحات کا یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو حافظے پر بار کم ڈالا جائے اس لیے ایسے مصطلحات وضع کرنا جن میں لفظاً" موضوع لہ سے کوئی مناسبت نہیں ہے بالکل نامناسب ہے' جہاں تک ممکن ہو اس سے احتراز کیا جائے۔

۲۔ زبان عربی میں جتنی مصطلحات قدیم زمانے سے موجود ہیں' ان کو ترک نہ کیا جائے۔ ان کے عوض جدید مصطلحات وضع کرنے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً ہیئت' ہندسہ اور اس کے فروع حساب' جبرو مقابلہ' اقلیدس' مخروطات وغیرہ یا طب' تشریح' منطق وغیرہ میں ہمارے اساتذہ فنون نے جو مصطلحات قدیم زمانے میں وضع یا کسی دوسری زبان سے اخذ کیں وہ بہ حالہا قائم رہیں۔ ان کے عوض جدید مصطلحات تلاش کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ادنیٰ توجہ سے معلوم ہو جائے گا کہ بعض فنون متعدد عربی مصطلحات آج یورپ کی زبانوں میں رائج ہیں' پھر ہم کیوں اپنی مصطلحات ترک کر دیں۔

۳۔ جو لغات غیر زبانوں سے لے کر قدیم زمانے میں معرّب کر لیے گئے ہیں یا جو دخیل ہیں وہ اپنے حال پر قائم رہیں' اصل کی طرف رجوع کرنا ضرور نہیں۔

۴۔ جدید مصطلحات اردو زبان کے لیے وضع کرنے میں جہاں تک ممکن ہو امورِ ذیل ملحوظ رہیں۔ حتی الامکان ہندی' فارسی' عربی' انگریزی کے انھی لغات سے مدد لی جائے جو ہماری زبان اردو میں مروج ہیں۔ غیر مانوس جدید لغات سے احتراز کیا جائے۔

۵۔ ثقل تلفظ' رکاکت' تراکیب مغلق وغیرہ مانوس' طوالتِ اضافات وغیرہ سے پرہیز کیا جائے۔

۶۔ امالہ' ترخیم' فک اضافت اور دوسرے تصرفات سے بوقت ضرورت بے تامل کام لیا جائے۔

۷۔ اسم سے فعل بنا لینا ایک قسم کا تصرف ہے جس کی بڑی ضرورت ہے۔ اس کو جائز رکھا جائے۔

۸۔ عربی اور ٹھیٹھ ہندی لفظوں کی ترکیب سے حتی الوسع پرہیز کرنا چاہیے۔

۹۔ جہاں دو یا تین یا زیادہ الفاظ کو ملا کر ایک مرکب لفظ بنانا منظور ہو جس طرح فنِ کیمیا میں اکثر ضرورت پڑے گی تو اس قدر تصرف جائز رکھا جائے کہ ہر لفظ مفرد میں دو ایک حرف حذف کر کے مرکب اصطلاح میں اختصار پیدا کر دیا جائے۔

۱۰۔ فنِ کیمیا میں سینکڑوں نام بسیط اور مرکب مادوں کے مستعمل ہوں گے۔ جن کے واسطے علامات کا مقرر ہونا ضروری ہے۔ یورپین زبانوں کی کتابت میں حروف علاحدہ علاحدہ لکھے جاتے ہیں اس لیے یورپین لوگوں کو اس میں کوئی دقت نہیں پیش آتی۔ اب سوال یہ ہے کہ

اردو میں مرکب مادوں کے ناموں میں حروف الگ الگ لکھے جائیں یا ملا کر، مثلاً کیکج اور ک ب ی ک ج پر غور کیجیے۔ حروف کے الگ الگ رکھنے سے آسانی یہ ہے کہ ان کی مقدار کے اظہار کے لیے ہند سے لگائے جاسکتے ہیں۔ ملا کر لکھے جائیں تو ہند سے لگانا مشکل ہو جائے گا گو حروف کے علاحدہ علاحدہ لکھے جانے میں طوالت بے شک ہے۔"

گویا نواب بلگرامی پہلے شخص ہیں جنھوں نے ہندی اور سنسکرت کے اثر کے خلاف اصولی سطح پر پہلا قدم اٹھایا۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے مسلمانوں کے سابقہ ذخیرۂ الفاظ کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ بھی دیا اور جدید تراجم میں "مانوس" پر توجہ دی ہے۔ مرکب اصطلاحات سازی میں انھوں نے ہر صرفے میں حروف حذف کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے، جس سے انھیں مختصر اور رواں کیا جاسکتا ہے۔ یہی وہ اصول تھے جو وحیدالدین سلیم کو ایک مبسوط کتاب کی تحریک کا باعث بنے۔

۲:۵ دکن میں اصولِ اصطلاحات سازی

کلکتہ اور دہلی کے بعد اصول اصطلاحات سازی وضع کرنے کے رجحانات ہمیں دکن میں نظر آتے ہیں، جہاں نواب بلگرامی کے اثرات کے پیش نظر چودھری برکت علی، مولوی وحید الدین سلیم، ڈاکٹر عبدالرحمان بجنوری اور مولوی عبدالحق نے اپنے نظریات پیش کیے۔ تاہم جامعہ عثمانیہ حیدر آباد اور انجمن ترقی اردو اورنگ آباد نے کچھ مفروضے تو ان کے اصولوں سے مستعار لیے اور کچھ کا استرداد کیا۔ کئی نئے اصول بھی وضع کیے۔ مجموعی طور پر حیدر آباد دکن اردو کو علمی طور سے ترقی دینے اور عربی، فارسی سے استفادہ کرنے کا دور نظر آتا ہے۔ جس میں انفرادی طور پر ہندی آمیزی کے مشورے بھی دیے جاتے رہے۔ ان افراد اور اداروں کا یکے بعد دیگرے مطالعہ کرنا ضروری ہے تاہم وحید الدین سلیم ان میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں، ان کا الگ تفصیلی مطالعہ ضروری ہے۔ چنانچہ پہلے دکن کے پورے دور کا احاطہ کرنے کے بعد وحید الدین سلیم کے اصولوں کا علیحدہ جائزہ لیا گیا ہے۔

الف۔ چودھری برکت علی کا اصولِ تسمیہ:

علم کیمیا کے میدان میں حیدر آباد دکن کے چودھری برکت علی کا اردو کے خالص الفاظ استعمال کرنے کا اصول قابل توجہ ہے۔ جسے ہم تخلیصِ اردو (Purification) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے کیمیاوی عناصر، مرکبات اور تعاملات (Processes) کا اردو نام تجویز کیا ہے۔ دراصل ان کی تجویز ڈاکٹر محمد شائق کی کتاب اکسیر الاعظم میں مجوزہ عنصری ناموں ہی کا ایک تسلسل ہے۔ ان کی تجاویز دراصل مرکبات سے متعلق ہیں، ان پر مبنی کتاب طریقِ تسمیہ برائے تعلم کیمیا ۱۹۱۸ء میں شعبہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی۔ ان کا اصول بنیادی طور پر یہ تھا کہ کیمیاوی عنصری نام یا مرکبات کے اجزا (Radical) کا اردو میں نام لکھ لیا جائے۔ ڈاکٹر محمد شائق کے نظریہ کے

برعکس کہ ناموں کا ترجمہ کرلیا جائے' چودھری صاحب چاہتے ہیں کہ اجزائے مرکبات بھی ترجمہ کر دیے جائیں مثلاً ہائیڈروجن کے لیے "مائین" اور آکسیجن کے لیے "تمفسین" نائٹروجن کے لیے "شورین" وغیرہ اور ان کے تمام سائنسی تعاملات کا نام بھی اردو میں وضع کیا جائے۔ مثلاً نائٹرس کے لیے "شورانی" اور نائٹرک کے لیے "شوری"۔ نیز جب دو الفاظ مل کر مرکب بنائیں تو مصدر اس طرح لکھا جاسکتا ہے "تمفسین مائیدن"۔ یہ مصدر ان دو چیزوں کی کیمیائی ترکیب پر دلالت کرے گا۔ اس کا مطلب ہے تمفسین اور مائین کا اس طرح باہم مل جانا کہ نہ ان میں سے تمفسین رہے' نہ مائین بلکہ تیسری چیز بن جائے یعنی پانی۔ اس طرح ان کے نزدیک فنِ کیمیا قرارداد (Convention) سے بچ جاتا ہے۔ لیکن اس کوشش میں بھی وہ قرار داد سے بچ نہیں سکے اور کچھ" اناپ شناپ" قرار داد کا شکار ہوگئے[۲۱]۔ مولوی وحیدالدین سلیم اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابھی نہ تو دو لفظوں کو پاس رکھنے سے معنی پیدا ہوسکتے ہیں اور نہ ایسی کوئی مثال فارسی یا اردو مرکب مصدر کی مل سکتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں[۲۲]:-

"تمفسین اور مائین کسی طرح اپنے باہم ملنے اور ایک ذات ہو جانے پر دلالت نہیں کرتے ... پس کون اس بات کا دعویٰ کرسکتا ہے کہ محض دو لفظوں کے پاس پاس رکھ دینے یا دو لفظوں کو پاس پاس رکھ کر ان کا مصدر بنا لینے سے بلحاظ زبان کے ان دو چیزوں کی کیمیائی ترکیب مراد ہوسکتی ہے۔ اگر تمفسین مائیدن سے ہم ترکیب اضافی مقلوب مراد لیں یعنی مائیدن تمفسین سے' تو اس کے معنی ہوں گے "تمفسین کا پانی بن جانا" .... اگر ہم اس کی ترکیب توصیفی قرار دیں اور تمفسین کو موصوف اور مائیدہ کو اس کی صفت ٹھہرائیں تو اس سے بھی وہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ یعنی یہ مرکبِ توصیفی بتاتا ہے کہ تمفسین پانی بن گئی ہے۔ حالانکہ یہ امر کیمیائی واقعہ کے خلاف ہے۔"

دراصل وحید الدین سلیم اصطلاحی مرکبات کو لفظی مرکبات ہی قرار دیتے رہے۔ ظاہر ہے کہ اصطلاحی مرکبات اس طرح مرکبات کی اقسام پر منطبق نہیں کیے جاسکتے۔ کیمیا اور حیاتیات و طب میں اکثر مرکب اصطلاحیں اسی طرح یا پھر باہمی اختصار سے وجود میں آتی ہیں۔ بنیادی طور پر چودھری برکت علی بھی اردو قواعد کے مخصوص دائرے یعنی مصدر اور فعل سے نہیں نکل پائے۔ اگر وہ فعلی اشتقاق کی بجائے اصطلاحی مرکب کے پہلو کا جائزہ لیتے اور اصول تسمیہ وضع کرتے تو بات دوسری تھی۔ تاہم انھیں اصطلاحیات یا علم الاصطلاح کے حوالے سے اصطلاحیں وضع کرنے کا علمبردار قرار دیا جاسکتا ہے لیکن یہ انتہائی مثالیت پسندی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا صرف اس صورت میں ممکن ہے' جب تمام تر کاروبارِ حیات اردو میں انجام دیا جارہا ہو اور اہل علم اپنی دریافتوں اور ایجادوں کو اردو میں انجام دے رہے ہوں' ایسی صورت میں تمام علوم کو خالص اردو میں ڈھالا جاتا ہے۔ تاہم وہ

وحیدالدین سلیم سے بہتر انداز میں اس امر کا فہم رکھتے تھے کیونکہ کیمیا میں مرکبات کے نام محض روایتی ہیں اور ic - 'ate - 'Ous- وغیرہ کے لاحقے ان مرکبات میں غیر ضروری ہیں جن پر وحیدالدین سلیم نے خاص توجہ دی ہے اور اردو لاحقے وضع کیے ہیں۔

چودھری برکت علی کے طریق تسمیہ پر ردعمل کی بازگشت فوراً ہی جامعہ عثمانیہ میں بھی سنائی دی۔ جو بنیادی طور پر ان کی تخلیص پسندی کے خلاف تھی۔ یا ایک وہ انتہا تھی کہ انگریزی الفاظ ہی کی نقلِ حرفی ٹھونسی جارہی تھی' یا یہ انتہا کہ انگریزی کا کوئی نام باقی نہ رہے۔ چنانچہ ایک بین بین راستہ تلاش کیا جانے لگا۔ مولوی عبدالحق نے طریق تسمیہ کو ہندوستان بھر کے مشاہیرِ تعلیم کے پاس بھجوایا۔ دو برس تک ان پر غور ہوتا رہا۔ جامعہ اور دارالترجمہ کے ارکان اس کے حامی تھے۔ ڈاکٹر سید مصطفیٰ کمال لکھتے ہیں کہ مئی ۱۹۲۰ء میں اراکین کمیٹی نے اپنے اقتدار و اثر کے تمام حربے استعمال کر کے یہ تصفیہ کرا لیا کہ بین الاقوامی اصطلاحات کو جاری رکھا جائے اور ساتھ ہی اردو میں وضع اصطلاحات کی تحریک کو جاری رکھا جائے۔[۲۳] ڈاکٹر رضی الدین صدیقی لکھتے ہیں[۲۴]:۔

> "یہ اصطلاحیں رائج اور مقبول نہ ہو سکیں۔ ۱۱۔ فروری اور ۹۔ مارچ ۱۹۱۹ء کی مجلس (تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ) کے دو اجلاس ہوئے۔ نواب عماد الملک ان کے صدر تھے۔ ان اجلاسوں میں اس قسم کی اصطلاحوں کے مسئلے پر تفصیلی مباحث ہوئے اور طے پایا کہ صرف انھیں الفاظ کا ترجمہ کیا جائے جو تعاملات (Processes) اور عام استعمال میں آنے والے مادوں جیسے لوہا' چاندی وغیرہ کے نام ہوں اور کیمیاوی عناصر اور مرکبات کے ناموں کا ترجمہ نہ کیا جائے۔"

ب۔ سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ:

حیدرآباد دکن کے مسلمان فرمانروا نظام دکن عثمان علی خان نے اردو میں اعلیٰ سطح کی تدریس کے لیے جامعہ عثمانیہ قائم کی تھی' جس میں درسی اور علمی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ۱۴۔ اگست ۱۹۱۷ء بقول ڈاکٹر مصطفیٰ کمال ۶ ستمبر ۱۹۱۷ء کو تالیف و ترجمہ کا شعبہ وجود میں آیا۔ مولوی عبدالحق اُردو شعبے کے سربراہ مقرر ہوئے۔ بعد میں اسے "دارالترجمہ" کا نام بھی ملا۔ اس شعبے میں درسی کتب کے علاوہ اصطلاحات سازی کا کام بھی انجام دیا جاتا۔ یہ کام ۱۹۵۰ء تک انجام دیا جاتا رہا۔ ابتدا میں اس ادارے کے اصول اصطلاحات سازی میں ترجمے کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ یہ شعبہ "دارالترجمہ" کے نام سے بھی معروف ہوا۔

چودھری برکت علی کے اصولِ تسمیہ پر دارالترجمہ کی مجالس اور مباحث کا ذکر ہو چکا ہے مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ پر بحث رہی۔ اس میں دو گروہ ہو گئے۔ "ایک جماعت کا خیال تھا کہ انگریزی اصطلاحات بجنسہٖ اردو میں اختیار کرلی جائیں۔ دوسری جماعت کی یہ رائے تھی کہ ہمیں خود اصطلاحات بنانی چاہئیں۔ آخر کثرت رائے سے یہ طے پایا کہ ہمیں

اردو میں خود اپنی اصطلاحات وضع کرنی چاہییں۔"[۲۵]

جامعہ عثمانیہ میں اصطلاحات سازی کے لیے تین امور کو اہمیت دی گئی[۲۶]:۔

اول ۔ اصطلاحات سازی میں زبان و ادب کے ماہر کے ساتھ متعلقہ مضمون کے ماہر کو بھی شامل کیا گیا۔

دوم۔ یونانی، لاطینی، عربی، فارسی اور سنسکرت کے ماخذات کو مساوی استعمال کیا گیا۔

سوم۔ وضع کردہ اصطلاحات کو تجرباتی قرار دیا گیا اور عوام کے ردو قبول کو اس کا معیار قرار دیا گیا۔ گویا اس مقصد کے لیے شدت پسندانہ رویہ اختیار نہیں کیا گیا تاکہ بقول ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، منتخب اصطلاح کو مختلف ترکیبوں، مشتقات اور واحد و جمع میں بھی آسانی سے ڈھالا جا سکے۔

مجموعی طور پر سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ کے اصطلاحات سازی کے اصولوں کو مندرجہ ذیل نکات کی صورت میں بیان کر سکتے ہیں[۲۷]:۔

(۱) وضع اصطلاحات کے لیے ماہرین زبان اور ماہرین فن دونوں کا یکجا ہونا ضروری ہے تاکہ جو اصطلاح بنے وہ زبان کے سانچے میں ڈھلی ہو اور فن کے اعتبار سے ناموزوں نہ ہو۔

(۲) اس کام کے لیے عربی، فارسی، ہندی میں سے کسی زبان کا بھی ایسا مادہ لے سکتے ہیں جو سہل ہو یعنی جو مروج اور موزوں ہو۔ الفاظ دوسری زبان کے لے سکتے ہیں۔ لیکن ان سے اشتقاق کے ذریعے جو الفاظ بنائے جائیں وہ اردو صرف و نحو کے بموجب ہوں گے یعنی لفظ دوسری زبان سے لیا جائے گا لیکن اس کے نحوی قاعدے نہیں لے سکتے۔

(۳) حتی الامکان ایسے مختصر الفاظ وضع کیے جائیں جو اصل مفہوم یا اس کے قریبی معنوں کو ادا کر سکیں۔

(۴) ترکیب میں انہی اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے جو ابھی تک ہماری زبانوں میں مستعمل ہیں۔

(۵) اسماء سے مصادر بنائے جائیں۔

(۶) قدیم کار آمد اصطلاحیں برقرار رکھی جائیں لیکن جو صحیح نہیں ہیں لیکن رائج ہیں، یا صحیح ہیں لیکن مشتقات کے لیے مناسب نہیں ہیں، انھیں بدل دیا جائے۔

(۷) ایسے انگریزی لفظ جو عام طور پر رائج ہیں یا ایسی اصطلاحیں جو موجدوں یا تحقیق کرنے والوں کے نام پر رکھی گئی ہیں، انھیں بدستور رہنے دیا جائے۔

(۸) بعض انگریزی اصطلاحیں جو اب جدید تحقیقات کے لحاظ سے غلط معنی دیتی ہیں، انہیں بالکل بدل دیا جائے۔"

دہلی کالج کے بعد یہ دوسرا ادارہ تھا، جس نے باقاعدہ اصول وضع کیے اور ان پر عمل کیا۔ ان اصولوں میں جو سب سے اہم بات نظر آتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس میں ماہرینِ زبان کے ساتھ ساتھ ماہرینِ فن کو بھی اہمیت دی گئی۔ لیکن جس امر کی کمی نظر آتی ہے، وہ ہے مرکّب اصطلاحات سازی کا اصول۔ یعنی جب دو یا دو سے زیادہ ساق ملا کر مرکّب اصطلاح وجود میں لائی گئی ہو، اسے اردو میں کیوں کر ڈھالا جائے۔ عملی اصطلاح سازی میں اس سے عموماً واسطہ پڑتا رہا ہے۔ تیسری بات جو ان اصولوں میں قابلِ توجہ ہے، وہ ہے مشتق اصطلاحات سازی کے اصول۔ طے کیا گیا کہ اشتقاقات اردو صرف و نحو کے قاعدے سے بنائے جائیں گے۔

جہاں تک ریاضی کی علامتوں اور ترقیمات کا تعلق ہے، جامعہ عثمانیہ کے وضع کردہ اصول ۱۹۴۸ء تک اردو کی درسی کتابوں میں استعمال ہوتے رہے۔ ان اصولوں میں انگریزی بڑے حروف کے مقابلے میں اردو نسخ حروف کا استعمال، انگریزی چھوٹے حروف کے مقابلے میں اردو نستعلیق حروف کا استعمال، یونانی بڑے حروف کے لیے ا، با، جا، ع، ے، ح وغیرہ۔ یونانی چھوٹے حروف کے لیے ء، بہ، جہ، ضہ، طہ، وغیرہ، log کے لیے "لوک" Limit کے لیے "نہا" Time کے لیے "وقت" Differential (d) کے لیے "فرقی (فر)"، Operato کے لیے "عاملِ تفریق (عف)" قابلِ توجہ ہیں۔ میجر آفتاب حسن اور ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کے ہاں انھی کی جھلک نظر آتی ہے اور مقتدرہ قومی زبان کی سفارشاتِ ترقیمات میں بھی قدرے ترمیم کے ساتھ ان کی بازگشت ملتی ہے۔ جامعہ عثمانیہ کے تاریخی مطالعے میں آگے چل کر چودھویں باب میں ہم دیکھتے ہیں کہ عملاً وہاں ہر قسم کے اصولوں کا ایک امتزاجی رجحان بر سرِ عمل رہا۔ انگریزی اصطلاحات بھی بجنسہٖ لی گئیں اور مقامی الفاظ بھی استعمال کیے گئے۔

ج ۔ مولوی محمد عزیز مرزا کا مشورہ:

جامعہ عثمانیہ کے بعد انجمن ترقی اردو کے جائزے سے پہلے مولوی محمد عزیز مرزا کے انجمن ترقی اردو کو دیے گئے مفید مشورے بھی قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں اصطلاحات سازی کے مسئلے پر صائب مشورہ بھی شامل تھا، جو آج بھی اردو کے حق میں اسی طرح قابلِ عمل ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس کام کے تین طریقے ہو سکتے ہیں[۲۸]:۔

"۱۔ ایک یہ کہ جملہ اصطلاحات کا ترجمہ اپنی زبان میں خواہ مترادف الفاظ ہوں یا نہ ہوں، کیا جائے۔

۲۔ دوسرے جن الفاظ کا ترجمہ اپنی زبان میں بہ آسانی ممکن ہو، ان کا ترجمہ کیا جائے اور جن الفاظ کا ترجمہ ایک لفظ میں نہ ہو سکے، وہ اصل الفاظ خواہ اسی شکل سے یا شکل بدل کر لے لیے جائیں۔

۳۔ تیسرا طریقہ یہ کہ تمام اصطلاحات بجنسہٖ اپنی زبان میں منتقل کر لیے جائیں۔"

ہم دیکھتے ہیں کہ اردو میں ان تینوں پر جزواً جزواً عمل ہوا ہے۔ تمام اصطلاحات کے ترجمے کی کوششیں بھی ہوئیں، دخیل اور مؤرد الفاظ بھی سامنے آئے اور انگریزی سے الفاظ بجنسہٖ بھی لیے گئے۔

د۔ انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد:

انجمن ترقی اردو کے علمی کام ۱۹۲۰ء کے بعد سے شروع ہوئے۔ وحیدالدین سلیم کی کتاب وضع اصطلاحات کی اشاعت (۱۹۲۹ء) کے بعد مولوی عبدالحق نے جو انجمن ترقی اردو کے معتمد بھی تھے اور دارالترجمہ کے ناظم بھی، انجمن کی طرف سے بھی اصطلاحات سازی کا آغاز کیا۔ انجمن کے اصولوں کے بارے میں مولوی عبدالحق لکھتے ہیں[۲۹]:۔

"(۱) اصطلاحات کے وضع کرنے کے لیے ماہرانِ زبان اور ماہرانِ فن دونوں کا یک جا ہونا ضروری ہے۔ اصطلاحات کے بنانے میں دونوں پہلوؤں کا خیال رکھنا لازم ہے تاکہ جو اصطلاح بنائی جائے وہ زبان کے سانچے میں ڈھلی ہو اور فن کے اعتبار سے ناموزوں نہ ہو۔

(۲) اصطلاحات بنانے کے لیے عربی، فارسی، ہندی میں سے کسی زبان کا بھی ایسا مادہ لے سکتے ہیں جو سہل ہو یعنی جو مروج اور موزوں ہو۔ الفاظ دوسری زبان سے لے سکتے ہیں۔ لیکن الفاظ سے اشتقاق یا ترکیب کے ذریعے جو الفاظ بنائے جائیں گے وہ اردو صرف و نحو کے بموجب ہوں گے۔ یعنی لفظ دوسری زبان سے لے سکتے ہیں۔

(۳) حتی الامکان مختصر لفظ وضع کیے جائیں جو اصل مفہوم یا اس کے قریبی معنوں کو ادا کر سکیں۔

(۴) جس طرح اگلے زمانے میں اپنی زبان یا غیر زبانوں کے اسماء سے مصادر بنائے جاتے تھے (مثلاً بدلنا، قبولنا، بخشنا وغیرہ) اسی طرح اب بھی حسب ضرورت اسماء سے افعال بنالیے جائیں۔

(۵) ترکیب میں انھی اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے جو اب تک ہماری زبان میں مستعمل ہیں مثلاً ہندی لفظ کے ساتھ عربی، فارسی کا جوڑ اور عربی، فارسی سابقوں اور خصوصاً لاحقوں کا میل ہندی الفاظ کے ساتھ مثلاً دھڑے بندی، اگال دان، بے کل وغیرہ۔ یا عربی قاعدے سے فارسی، ہندی الفاظ کے اسم کیفیت جیسے رنگت، نزاکت کے طرز پر نراجیت، ہرد ییست وغیرہ۔

(٦) ہماری زبان کی ایسی اصطلاحیں جو قدیم سے رائج ہیں اور اب بھی اسی طرح کار آمد ہیں، انھیں برقرار رکھا جائے۔ البتہ بعض اصطلاحیں جو صحیح نہیں اور رائج ہو گئی ہیں یا جن سے اشتقاق و ترکیب کی رو سے آگے لفظ نہیں بن سکتے، انھیں ترک کرکے ان کی بجائے دوسرے مناسب لفظ وضع کرلیے جائیں۔

(۷) ایسے انگریزی اصطلاحی لفظ جو عام طور پر رائج ہوگئے ہیں یا ایسے لفظ جن کے اشتقاق مشکوک ہیں یا ایسی اصطلاحیں جو موجدوں یا تحقیق کرنے والوں کے نام پر رکھی گئی ہیں' انھیں بدستور رہنے دیا جائے۔

(۸) بعض انگریزی اصطلاحیں جو پہلے زمانے میں اس وقت کی معلومات کی رو سے تجویز کی گئی تھیں اور حال کی تحقیق سے صحیح نہیں رہیں' ان کے بجائے ایسے لفظ تجویز کیے جائیں جو جدید تحقیق کی رو سے صحیح مفہوم ادا کرسکیں۔ اس میں انگریزی الفاظ کی تقلید نہ کی جائے۔"

انجمن ترقی اردو کے قیام اورنگ آباد کے ان اصولوں میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اگرچہ ان میں جامعہ عثمانیہ کے اصولوں کی تکرار نظر آتی ہے لیکن ترکیبات میں فارسی ہندی' عربی ہندی کا میل بھی قبول کیا گیا اور سابقہ ذخیرہ اصطلاحات پر بھی نظر ثانی کی جاتی رہی اور نئی اصطلاحات بھی تجویز کی گئیں۔ تاہم یہ طریق کار ہمیں انجمن کے پاکستانی دور میں زیادہ کار فرما نظر آتا ہے۔ اگرچہ انجمن نے علم الاصطلاحات پر بھی توجہ دی اور وحید الدین سلیم کی خدمات حاصل کیں لیکن اصطلاحیات کے نقطۂ نظر سے بہت کم کام ہوا۔

ر۔ ڈاکٹر عبدالرحمان بجنوری کے اصول:

حیدر آباد دکن کے یہ تمام اصول اگرچہ بلگرامی اور وحیدالدین سلیم کے اصولوں کی صدائے بازگشت ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مولوی عبدالحق کے اثرات بھی ان پر نظر آتے ہیں لیکن مولوی عبدالحق کے تذکرے سے پہلے ہمیں ڈاکٹر عبدالرحمان بجنوری کے اصولوں کا ذکر بھی کرنا چاہیے جنھوں نے پہلی بار اصطلاحات سازی کے لیے ماہرین فن کی ضرورت سے انکار کیا۔ ۱۹۲۳ء میں انھوں نے اپنے مضمون **"وضع اصطلاحاتِ علمیہ"** میں لکھا[۳۰]:

"مصطلحاتِ علمیہ کے متعلق بعض کا خیال ہے کہ ان کے انتخاب یا وضع کرنے والے ماہرین ہونے چاہئیں۔ یعنی جس علم و فن کی مصطلحات مطلوب ہوں' ان کو اس ہی علم یا فن کے ماہرین بنائیں لیکن یہ درست نہیں۔ ہمارے اکثر انگریزی یونیورسٹیوں کے ہندوستانی پروفیسر جو علومِ جدیدہ کی تعلیم دیتے ہیں' اپنی زبان میں مصطلحات سے بہت کم واقف ہیں بلکہ خود انگریزی زبان میں بھی علم اللسان کے نقطۂ نظر سے یونانی اور لاطینی مصطلحات کے معنی نہیں جانتے۔ جدید علوم و فنون کی مصطلحات اور علمی لغات یورپ کی زبانوں میں زیادہ تر لاطینی اور یونانی الفاظ سے مرکب ہیں اور ہماری زبان میں عربی یا فارسی یا ہندی رائج ہوسکتی ہیں۔ حاصل کلام اردو زبان کی اس خدمت کے لیے ایک ایسی جماعت کے تیار کرنے کی ضرورت ہے جس میں ماہرین کے علاوہ عربی' فارسی' یونانی' لاطینی' انگریزی' فرنچ اور جرمن کے جاننے والے موجود ہوں۔"

ان کا یہ خیال اردو میں اصطلاحات سازی کی بجائے اصطلاحی ترجمہ کے پیش نظر تھا اس کا جائزہ آگے لیا گیا ہے۔ البتہ ان کا یہ رجحان کہ ہمیں اصطلاحات سازی میں یورپی زبانوں اور انگریزی زبان کی اصطلاحات کو بجنسہ اختیار نہیں کرنا چاہیے اور سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات سے استفادہ کیا جائے' قابلِ ذکر ہے۔ یہ مضمون ایک طرح سے دارالترجمہ اور انجمن کے اس اصول پر پہلی تنقید کی حیثیت رکھتا ہے کہ رائج انگریزی اصطلاحات بجنسہ لے لی جائیں۔ بجنوری صاحب کے اس اصول کی مزید وضاحت کرتے ہوئے مولوی عبدالحق صاحب لکھتے ہیں[۱۳]:۔

"جن اصطلاحات کے لیے لفظ نہ ملیں' ان کو خود بنانا چاہیے اور اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ انگریزی یا جس یورپی زبان کا لفظ ہو' اس کے اجزا کی تحلیل کر لی جائے' پھر اس کے لاطینی یا یونانی وغیرہ مادے کے لحاظ سے اس کا ترجمہ کر لیا جائے' جیسے Phono آواز Graph نگار۔ فونوگراف کے لیے "آواز نگار"۔ اسی طرح ٹیلی فون کے لیے "دورگو"۔ آٹوموبیل کے لیے خورواں۔"

یہ اصول الفاظ سازی کے انہی رجحانات کی بازگشت ہے جو ہمیں وحید الدین سلیم اور بعدازاں پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی اور محمد شریف جامعی (طبی اصطلاحات) کے ہاں ملتا ہے۔ ہمارے یہ ماہرین اردو اور اپنی تہذیب سے محبت کے شوق میں لفظیات ہی کے مکتبِ فکر کے نمائندہ تھے۔ وہ لفظ سازی کو اصطلاحات سازی کی بنیاد سمجھتے رہے۔ ڈاکٹر بجنوری کے دیگر اصول یہ تھے کہ عربی مصطلحات اور ہندی الفاظ ہر دو کو اختیار کرنا اردو اصطلاحات سازی کے لیے موزوں نہیں البتہ وہ فارسی زبان کو ترجیح دیتے ہیں۔ مولوی عبدالحق ان کی رائے کے بارے میں رقمطراز ہیں[۱۴]:۔

"ان کی رائے میں جس طرح انگریزی لاطینی یا یونانی مصطلحات کا اختیار کرنا غلط ہے' عربی مصطلحات کا اختیار کرنا بھی درست نہیں۔ عربی مصطلحات کے اختیار کرنے سے وہی قباحت جو انگریزی کو لاطینی مصطلحات کی وجہ سے عارض ہے' باقی رہتی ہے اور وہ آسانی جو جرمنوں کو جرمن مصطلحات سے حاصل ہے' پیدا نہیں ہوتی۔

ہندی الفاظ اور مصطلحات اختیار کرنے میں یہ دقت ہے کہ لطافتِ زبان بالکل جاتی رہتی ہے۔ مثلاً ایک منطق کے رسالے میں Contrary (نقص اجمالی) اور Contradictory (نقص تفصیلی) کا ترجمہ "آدھا توڑ" اور "پورا توڑ" کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر بجنوری کی رائے میں فارسی زبان کو اس بارے میں عربی اور ہندی زبانوں پر ترجیح ہے۔ افراط و تفریط سے بچنے کے لیے سب سے اول جہاں فارسی مصطلحات موزوں بن سکیں' ان کو سب پر ترجیح دینی چاہیے۔ مثلاً "کثیرۃ الرجل" کے لیے "کثیرپا"' "مستقیم الاجنحہ" کی بجائے "راست پر" زیادہ

موزوں اور عام فہم ہیں۔"
ڈاکٹر بجنوری کے اصولوں کو مختصراً (۱) انگریزی یورپی الفاظ سے گریز' (۲) عربی مصطلحات سے گریز' (۳) ہندی سے گریز' (۴) فارسی آمیزی' (۵) ترجمہ اصطلاحات کا رجحان' کے حوالے سے بیان کیا جا سکتا ہے۔

س۔ مولوی عبدالحق کے اصول:

بابائے اردو مولوی عبدالحق[۳۳] کے اصولوں میں سب سے اہم اور بڑا اصول "نظرِثانی" ہے۔ وہ اصطلاحات پر مسلسل نظر ثانی کے قائل نظر آتے ہیں۔ خود انھوں نے بھی کئی اصطلاحات وضع کیں اور سابقہ کئی اصطلاحات کے مقابلے میں بھی نئی اصطلاحات پیش کیں۔ اپنے "نظرِ ثانی" کے اصول کی وضاحت کرتے ہوئے خود مولوی عبدالحق لکھتے ہیں[۳۴]:۔

"اصطلاحات کے معاملے میں ایک غلطی یہ ہوئی کہ جب کبھی اور جہاں کہیں یہ کام شروع ہوا' ہر ایک نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا لی۔ پچھلوں کے کام پر نظر نہ ڈالی۔ ضرورت اس بات کی تھی اور اب بھی ہے کہ جو اصطلاحی الفاظ ہماری قدیم کتابوں میں آئے ہیں' وہ تلاش کر کے جمع کیے جائیں نیز گزشتہ سو ڈیڑھ سو برس میں مختلف اداروں اور اشخاص نے جو کچھ کیا' اسے بہ نظرِ غور دیکھا جائے اور ان میں جتنے موزوں اور کام کے لفظ ملیں' انھیں اختیار کیا جائے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک لفظ جو پہلے کے مقابلے میں بھدا اور ناموزوں تھا یا مثلاً معاشیات میں بہت سے ایسے لفظ ہیں جن کا تعلق تجارت سے ہے یا بازاروں' منڈیوں اور ساہو کارے میں بولے جاتے ہیں' ان سے واقف نہ ہونے سے نئے لفظ بنا لیے جاتے ہیں جو مقبول نہیں ہو سکتے۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی عبدالحق کا دوسرا بڑا اصول الفاظ کی "قبولیت" ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ایسا لفظ اختیار کیا جائے جو موجودہ حالات میں قابل قبول ہو سکے۔ چنانچہ جب مجلس اصطلاحات بنگاری' انجمن ترقی اردو پاکستان نے انگریزی اردو اصطلاحات وضع کیں تو مولوی صاحب نے اپنے مقدمہ کے ساتھ اسے ۱۹۵۱ء میں شائع کیا۔ اس میں بعض اصطلاحات میں ترمیم تجویز کی۔ مثلاً Customs کے لیے کرگیری' Salesman کے لیے فروش کار' Salesmanship کے لیے فروش کاری' Voyage کے لیے سفرآب' Royalty کے لیے مالکانہ ۔ انھوں نے عربی اصولوں پر بھی بعض اردو الفاظ کی جمع تجویز کی جیسے پیشگیات' ادائیات' ارسالیات۔ اسی طرح ہرجانہ' جرمانہ کے انداز پر ویرانہ' ملتویانہ بنا لیے۔ اس کتاب کے مقدمے میں انھوں نے اردو کی الفاظ سازی کے اصول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے[۳۵]:۔

"اس زبان کی ترکیب ایسی واقع ہوئی ہے کہ اسے عربی' فارسی' ہندی کی

خصوصیات کا فائدہ حاصل ہے۔ عربی تصریفی زبان ہے اور فارسی، ہندی زبانیں ترکیبی ہیں۔ تصریفی زبان میں مادہ کے ذرا ذرا تغیر و تبدل سے ترکیبی زبانوں میں لاحقوں اور سابقوں کے اضافے سے نئے الفاظ بنا لیے جاتے ہیں۔ مثلاً عربی مادہ "قبل" سے اقبال، مقبل، استقبال، تقابل، مقابلہ، تمثیل وغیرہ بنتے چلے گئے اور فارسی کے ایک سابقہ "پیش" سے پیش دست، پیش خدمت، پیش قبض، پیشکش، پیشکار، پیش دستی، پیش بینی وغیرہ بن گئے۔ اسی طرح خود، خوش، زبر، در، شاہ، سر، با، پا، بر وغیرہ سابقوں اور ب، باز، بان، دار، بردار، خوان، گزار، کش، گاہ، نواز، نویس، دار وغیرہ لاحقوں سے بہت سے الفاظ بنا لیے گئے ہیں۔"

مولوی عبدالحق نے خود بھی اصطلاحاتِ علمِ الجبرا (**اردو** اکتوبر ١٩٢١ء) سیاسی، سکونیات (**اردو** اپریل ١٩٢١ء)، طبیعیات (**اردو** جنوری ١٩٢١ء)، نباتیات (**اردو** جنوری ١٩٢٢ء)، نفسیات (**اردو** جولائی ١٩٢٢ء) پر قلم فرسائی کی۔ اس کے علاوہ انھوں نے اردو کو بعض نئی اصطلاحات اور الفاظ بھی دیے، جن کا چلن عام ہوا۔ علامہ غلام شبیر بخاری لکھتے ہیں[٣٦]:-

"مولوی عبدالحق کا بڑا کارنامہ اسٹینڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری ہے جس میں ترجمہ، الفاظ و وضع اصطلاحات کے عملی تجربات کا گراں قدر خزانہ محفوظ ہے۔ اس میں ارتقائی عمل کارفرما ہے۔ اڈیٹوریل کا پہلے ترجمہ "مدیریہ" کیا گیا، پھر "افتتاحیہ" اور بعدازاں "اداریہ"۔ شارٹ کٹ کا ترجمہ "قریب کا راستہ" کیا گیا، پھر "آڑا راستہ" اور اب "آسان حل"۔ لیبر لیڈر کا پہلے ترجمہ "انجمن ترقی مزدوران کا عہدیدار" کیا گیا تھا پھر اسے "مزدور رہنما" سے بدل دیا گیا۔ "آؤٹ آف سائٹ" کا ترجمہ "نظر نہیں آتا" کیا گیا تھا پھر "نگاہوں سے دور"۔ نئے الفاظ کا اضافہ بھی ہوتا رہا۔ ہاف ٹرُوتھ (نیم حقیقت)، لیفلیٹ (ورقیہ)، اولڈ ایج پنشن (وظیفہ کبرسنی)، پائلٹ (ناخدا)۔"

حیدر آباد دکن کے مجموعی اصولوں میں سے پاکستان تک جو اثرات پہنچے ان میں زیادہ حصہ مولوی عبدالحق کے اصولوں "١۔ نظرثانی" ٢۔ "قبولیت" کا ہے، جو اب بھی اصطلاحات سازی میں مستعمل ہیں۔ چودھری برکت علی اور وحید الدین سلیم جیسے لوگوں کے زبان کو خالص رکھنے کا نظریہ انھوں نے رد کر دیا۔ لکھتے ہیں[٣٧]:-

"زبان کے خالص ہونے کا خیال درحقیقت سیاسی ہے نہ کہ لسانی۔ اس کا باعث قومیت کا بے جا فخریا سیاسی نفرت ہے۔"

وہ جرمنوں کے فرانسیسی الفاظ نکالنے، چیک کے جرمن اور یونانی الفاظ نکالنے، یونانیوں کے ترکی الفاظ نکالنے، مرہٹی سے فارسی الفاظ نکالنے، آئرلینڈ والوں کے انگریزی الفاظ نکالنے، ترکوں اور ایرانیوں کے ترکی اور فارسی میں عربی الفاظ نکالنے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک الفاظ اور اصطلاحات خود بخود زبانوں میں پہنچتے رہتے ہیں۔ یہ

رفت و صنعت اور ایجادات کے ساتھ ساتھ آتے ہیں۔ وہ ایسے وطن پرستوں کے خلاف
ہیں جو بدیسی الفاظ سے زبان کا خراب ہو جانا سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک بدیسی لفظوں سے
زبان خراب نہیں ہوتی بلکہ برخلاف اس کے اس میں وسعت اور قوت اور شان پیدا ہو
جاتی ہے۔ وہ اصطلاحات سازی میں تکیلی مرکب کے قائل ہیں' کیونکہ ان کے نزدیک علمی
اصطلاحات کے وضع کرنے میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ البتہ وہ گیس' آکسیجن جیسے
الفاظ کو سہل سمجھتے ہوئے اختیار کر لینے کے قائل ہیں لیکن بقول ان کے "جڑا توڑ' ناقابل
تلفظ لاطینی اور یونانی سے بنائی ہوئی اصطلاحوں کے لیے جو ہمارے لیے معمے اور چیستان کا
حکم رکھتی ہیں' ہمیں اپنے الفاظ بنانا پڑیں گے اور وہ اکثر مرکب ہوں گے[۳۸]۔"

انھوں نے خود بھی الفاظ سازی اور اصطلاح سازی میں خاصا حصہ لیا۔ مثلاً لغت کے
دیباچہ میں لکھتے ہیں[۳۹]:-

> "Colour Blindness کے لیے ہمارے ہاں کوئی لفظ نہیں۔ اکثر مترجمین نے
> Colourblind کا ترجمہ "عمی اللون" کیا ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں۔ یہ لفظ ثقیل
> معلوم ہوتا ہے۔ ہماری زبان میں ایک لفظ "رتوندا" ہے۔ یہ اس مرض کو کہتے
> ہیں' جس کی وجہ سے رات کو نظر نہیں آتا۔ یہ لفظ رات اور اندھا سے مرکب
> ہے۔ میں نے اسی وزن اور ترکیب پر "رنگوندا" بنا لیا ہے۔ صفات بھی اسی
> آسانی سے بن جاتی ہیں جیسے رتوندیا اور رنگودیا۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی عبدالحق اصطلاحات کے لیے ایسے الفاظ لانے کے
قائل ہیں جن سے مشتقات آسانی سے بن سکیں۔ اسٹینڈرڈ لغت میں انھوں نے ایسی کئی
اختراعات کی ہیں۔ مئی ۱۹۴۷ء میں ڈائریکٹر جنرل آل انڈیا ریڈیو کی طرف سے
Air lexicon کے عنوان سے چار جلدوں پر مشتمل جو مسودہ نظرثانی کے لیے مولوی
صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا تھا' اس پر نظرثانی کے اصول کے تحت کئی اضافے کیے
گئے۔ اس مسودے کا جائزہ عمومی لغات کے تحت لیا جا سکتا ہے۔ تاہم بعض اصطلاحوں میں
ان کی ترامیم و اضافے قابل توجہ ہیں۔ مثلاً Cartographer میں "نقشہ کش" کی بجائے
"نقشہ نگار" Masses "عوام" کے ساتھ "جمہور" Offer کے لیے "پیش کش"
Meteorology کے لیے "موسمیات" کے ساتھ "علم آب و ہوا" Detention کے لیے
"نظربندی" کے ساتھ "حراست" وغیرہ۔

۳:۵- مولوی وحیدالدین سلیم کی "وضع اصطلاحات"

اردو بلکہ دنیا بھر کی زبانوں میں علم اصطلاحات سازی پر پہلی مبسوط کتاب عثمانیہ کالج
حیدر آباد دکن کے پروفیسر مولوی وحید الدین سلیم[۴۰] نے مرتب کی تھی۔ جو ۱۹۲۲ء میں مکمل
ہوئی۔ ۱۹۲۹ء میں اسے پہلی بار انجمن ترقی اردو' اورنگ آباد دکن کی طرف سے شائع کیا

گیا۔ ۱۹۵۲ء میں یہ پاکستان میں دوسری بار اور ۱۹۶۵ء میں تیسری بار شائع ہوئی۔ تیسری اشاعت کے دیباچے میں انجمن ترقی اردو پاکستان کے معتمد اعزازی جمیل الدین عالی نے لکھا[۴۱]:-

"ہم یہ کتاب خاص طور پر ان بزرگوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، جنھوں نے اردو میں اصطلاحات کے استعمال کو ایک ہوا بنا رکھا ہے اور اس ہوّے کی آڑ میں اردو کو اس کے مدارج تک پہنچنے نہیں دیتے۔ ان سے ہماری صرف یہ گزارش ہے کہ وہ کم از کم ایک بار یہ کتاب ضرور ملاحظہ کریں۔"

الف۔ "وضع اصطلاحات" کا مقام:

مولوی وحید الدین سلیم نے اردو کو آریائی زبان ٹھہرایا ہے اور اس خاندان کی زبانوں کے مابین الفاظ سازی کے جو مشترک اصول پائے جاتے ہیں، انھیں بیان کر کے ہر اصول کے متعلق انگریزی، پھر کچھ اردو مثالیں دی ہیں۔ انھوں نے اصطلاحات کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ ا۔ مفرد، ۲۔ مرکب اور ان کی تشکیل کے اصول بیان کیے ہیں۔ مرکب اصطلاحوں میں سابقوں، لاحقوں، نیم سابقوں، اور نیم لاحقوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں انھوں نے جو ذخیرۂ الفاظ وضع کیا ہے، وہ اتنا کہیں ایک جگہ مجتمع نہیں ہوا تھا۔ اردو میں علم اصطلاحات سازی پر یہ پہلی مبسوط کوشش ہے۔ مولوی عبدالحق نے اشاعت سے پہلے انجمن ترقی اردو کی سالانہ رپورٹ ۲۳۔۱۹۲۲ء میں ان الفاظ میں اس کتاب کا تعارف کرایا ہے[۴۲]:-

"یہ کتاب ملک کے نامور انشا پرداز اور عالم مولوی وحید الدین سلیم (پروفیسر عثمانیہ کالج) نے سال ہا سال کے غور و فکر اور مطالعے کے بعد تالیف کی ہے۔ بقول فاضل مولف، یہ بالکل نیا موضوع ہے۔ میرے علم میں شاید کوئی ایسی کتاب نہ آج تک یورپ کی کسی زبان میں لکھی گئی ہے نہ ایشیا کی کسی زبان میں۔ اس میں وضع اصطلاحات کے ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے اور اس کے اصول قائم کیے گئے ہیں۔ زبان کی ساخت، اس کے عناصر ترکیبی، مفرد و مرکب اصطلاحات کے طریقے، سابقے، لاحقے، مصادر اور ان کے مشتقات، غرض سینکڑوں دل چسپ اور علمی بحثیں زبان کے متعلق آگئی ہیں۔ اردو میں بعض اور بھی کتابیں ہیں جن کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ زبان میں ان کی نظیر نہیں، لیکن اس کتاب نے زبان کی جڑیں مضبوط کر دی ہیں اور ہمارے حوصلے بلند کر دیے ہیں۔ اس سے پہلے ہم اردو کو علمی زبان کہتے ہوئے ہچکچاتے تھے۔ مگر اس کتاب کے ہوتے یہ اندیشہ نہیں رہا۔ اس نے حقیقت کا ایک نیا باب ہماری آنکھوں کے سامنے کھول دیا ہے۔"

یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ مولوی وحید الدین سلیم کے وضع کردہ اصولوں کو بعد میں حیدر آباد دکن اور پاکستان میں بھی اصطلاحات سازی کے لیے رہنما حیثیت حاصل رہی ہے۔

مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ میں بھی اس کتاب کا تاریخی حیثیت سے جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کتاب کے مطالعے سے ہمیں معلوم ہو گا کہ ہماری زبان میں کس قدر وسعت، گنجائش اور لچک موجود ہے۔

دراصل وحید الدین سلیم کو الفاظ سازی کے عمل سے خاصی دلچسپی تھی۔ وہ کئی اخبارات اور رسائل کے ایڈیٹر رہے تھے۔ ان میں وہ نئے نئے الفاظ گھڑ کر استعمال کرتے رہے۔ جن میں سے کئی رفتہ رفتہ اردو زبان میں رائج ہو گئے چنانچہ الفاظ کی ماہیت، اشتقاق، ترکیب اور وصل و فصل سے وہ پوری طرح آگاہ تھے۔ ڈاکٹر انور سدید ان کی اس کوشش کے بارے میں لکھتے ہیں[۴۳]:۔

"ان کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے آریائی اور غیر آریائی زبانوں کے تشکیلی مزاج دریافت کیے اور انھیں سے وضع اصطلاحات کے اصول مرتب کیے ہیں اور خوبی یہ پیدا کی کہ اس مشکل عمل میں اردو زبان کی لچک اور ملائمت کو مجروح ہونے سے بچا لیا اور اصطلاح سازی اکتسابی ہونے کے باوجود تخلیقی نظر آتی ہے۔ انھوں نے زبان کے ہر چشمے سے فیض حاصل کرنے کی کوشش کی اور وضع اصطلاحات میں اردو کے مزاج کو قائم کیا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ وحید الدین سلیم کی یہ کتاب اردو میں اصطلاحات سازی کے لیے خاکہ وضع کرنے اور بنیاد قائم کرنے کی پہلی اور ابھی تک آخری کوشش ہے۔ بعد میں اس خاکے کے مختلف حصوں میں نئے رنگ بھی بھرے گئے اور کچھ ترامیم اور اضافے بھی تجویز ہوئے۔ اس بنیاد پر کچھ عمارت تعمیر بھی ہوئی اور کچھ حصہ خالی بھی چھوڑ دیا گیا۔ لیکن ابھی تک اس کتاب کا جواب ہندی یا اردو میں نہیں دیا جا سکا اور نہ کسی محقق نے آگے بڑھ کر ان کے اصولوں کو پورے طرح سے رد کرنے کی ہمت کی ہے۔ اس سے پہلے دنیا کی کسی بھی زبان میں علم اصطلاحات پر کوئی مبسوط کتاب موجود نہیں تھی۔ یہ کتاب "لفظیات" کے ساتھ ساتھ "اصطلاحیات" سے بھی قدرے روشناس کراتی ہے۔ اس لحاظ سے اسے نمائندہ مقام حاصل ہے۔

ب ۔ نظریۂ اصطلاحات سازی:

مولوی وحید الدین سلیم کو بھی ہم اردو/ تخلیص اردو کا علمبردار اور چودھری برکت علی کے نظریات کی باز گشت قرار دے سکتے ہیں۔ وہ اس رائے کے حامی تھے کہ عام یورپی اصطلاحات کو اردو میں وضع کر لیا جائے۔ خواہ وہ مفرد ہوں یا مرکب، یونانی ہوں یا لاطینی، حیاتیاتی نام ہوں یا کیمیاوی علامتیں، ریاضی کی ترقیمات ہوں یا نشانات، ان سب کو وہ اردو میں ڈھال دینا چاہتے تھے۔ اپنے نظریے کو انھوں نے سہ ماہی **اردو** کے شمارے اپریل ۱۹۲۱ء میں بیان کرتے ہوئے لکھا تھا[۴۴]:۔

"میں اس رائے کا حامی ہوں کہ یورپین زبانوں کی تمام اصطلاحات کے لیے اردو

اصطلاحات وضع کرنی چاہییں۔ اس مسئلہ پر میں تیس برس سے غور کر رہا ہوں۔"

اپنے اس دعوے کے لیے انھوں نے بارہ کے قریب دلائل پیش کیے ہیں۔ وہ اس میں کسی علم یا کسی طریقے کو مستثنیٰ نہیں کرتے۔ ان کے استدلال کا جائزہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ ان کے خیال میں ہم انگریزی اصطلاحات یا الفاظ کو اردو زبان میں صحیح طور پر نہیں لکھ سکتے۔ ان کا یہ خیال بجا ہے، اردو رسم الخط میں انگریزی اصطلاحات خصوصاً" لاطینی و یونانی الفاظ لکھنا مشکل ہے۔ البتہ ان کی تارید ممکن ہے۔

۲۔ انگریزی الفاظ اور اصطلاحات کو اس ملک کا عام آدمی صحیح طور پر نہیں بول سکتا۔ یہ بات بجا ہے، کیونکہ انگریزی لفظ کرخت ہیں اور ہماری کھڑی بولی کے مقابلے میں ترچھے ہیں۔ ان کی ادائیگی کے لیے منھ زیادہ کھولنا، اور گول کرنا، باچھیں ترچھی کرنا پڑتا ہے جبکہ اردو اصطلاحات کے لیے ایسا نہیں کرنا پڑتا۔

۳۔ وہ جن مادوں سے بنائی گئی ہیں، وہ اور ان کے اجزاء اس ملک کے باشندوں کے لیے غیر مانوس ہیں۔ مانوس اور نامانوس کی بحث آگے چل کر کی گئی ہے۔ دور جدید کی پاکستانی نسلوں کے لیے اب اپنی زبانوں عربی، فارسی، اردو ہی کے الفاظ اور مادے نامانوس ہو چکے ہیں۔

۴۔ صرف یونیورسٹی کے چند طلبہ کو تعلیم نہیں دینا بلکہ علوم جدیدہ کو گھروں کے اندر بھی داخل کرنا ہے۔ اس لیے علمی اصطلاحات ایسے مادوں سے بنائی جانی چاہییں جن سے عام پڑھے لکھے آدمی پہلے ہی مانوس ہوں۔ وحید الدین سلیم کا یہ استدلال مناسب نہیں۔ آج ہر علم کی اپنی اصطلاحیں صرف اسی دائرہ کار میں آتی ہیں۔ اصطلاحات (Terminology) اور ترکیبوں، محاوروں (Phrasiology) میں خاصا فرق پیدا ہو چکا ہے۔ اب اصطلاحی انگریزی کی تکنیکی زبان بھی عام بول چال اور ادبی زبان سے مختلف ہے۔ تاہم لفظیات کے حوالے سے اسے اہمیت حاصل ہے۔

۵۔ اگر ہم اردو زبان میں اصطلاحات نہ بنائیں گے۔ بلکہ انگریزی اصطلاحات بجنسہ داخل کر دیں گے تو اس سے زبان کی ترقی نہیں ہو گی۔ وحید الدین سلیم کا یہ استدلال زیادہ موزوں نہیں کیونکہ کسی بھی زبان میں اصل الفاظ بہت کم ہوتے ہیں اور دخیل یا مستعار الفاظ علمی، کاروباری اور تہذیبی ضرورتوں کے تحت بڑھتے رہتے ہیں۔ کئی انگریزی الفاظ اردو میں داخل ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ ان میں سے کئی اردو کی خراد پر چڑھ کر ڈھل بھی چکے ہیں۔ فرہنگ آصفیہ سے بھی ہماری اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ وحیدالدین سلیم تارید کے عمل سے بھی متفق نہیں۔ ان کے نزدیک اس کے باوجود انگریزی الفاظ میں اجنبیت کی بو باقی رہتی ہے۔ یہ دلیل زیادہ وزنی نہیں۔ الفاظ کی اجنبیت کثرتِ استعمال سے ختم ہو جاتی ہے۔ نیز زبان کی ترقی دورِ جدید میں اصطلاحات سازی کی رفتار کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ لاکھوں اصطلاحات وضع کرنے کے لیے بیرونی زبانوں کی مدد لینا لازم ہے۔

۶۔ ان کے نزدیک لاطینی اور یونانی زبانیں یورپی زبانوں کے زیادہ قریب ہیں اور ہماری زبانوں سے دور ہیں، اس لیے یہ زبانیں ہمارے لیے مشترک علمی زبانیں نہیں بن سکتیں۔ ہمیں ان کی اس بات سے اتفاق ہے لیکن اس کا حل انھوں نے یہ نکالا کہ اپنے لیے عربی، فارسی کو ان زبانوں کے متبادل کے طور پر علمی ماخذ تسلیم کر لیا۔

۷۔ انگریزی زبان کو لازم رکھا جائے۔ اس سے طلبہ کو دونوں زبانوں کی اصطلاحیں معلوم ہوں گی اور وہ اعلیٰ تحقیق کے لیے یورپ جا سکیں گے۔ اس قسم کے استدلال اکثر ذریعہ تعلیم کی بحث میں متعدد ماہرین نے دیے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ زبان کی تدریس کچھ اور شے ہے اور اصطلاحات/ترجمے کے معاملات کچھ اور ہیں۔ یونیسکو نے اپنی سفارشات میں بھی انھیں الگ الگ موضوعات قرار دیا ہے۔ محض انگریزی زبان و ادب پڑھنے سے طلبہ، ریاضی یا سائنس کی اصطلاحیں یاد نہیں ہو سکتیں۔ اس مقصد کے لیے کچھ اور لوگوں مثلاً ڈاکٹر سید عبداللہ وغیرہ نے بھی سفارشات پیش کی ہیں۔ اگر دونوں زبانوں کی اصطلاحات آمنے سامنے رکھی جائیں تو اس سے طلبہ پر بار پڑتا ہے، جسے خود وحیدالدین سلیم نے "حافظے کے بار" کے نام سے تسلیم کیا ہے۔ یہ بار حافظے کا نہیں، تلازم (Association) کا ہے جس پر آٹھویں باب میں بحث کی گئی ہے۔

۸۔ وحیدالدین سلیم کا ایک استدلال سب سے زیادہ وزنی ہے۔ وہ اس بات کے خلاف ہیں کہ انگریزی اصطلاحات مدتِ مدید کے استعمال سے اپنے معنی بتانے لگی ہیں اور نئی اردو اصطلاحیں اپنے معنی نہیں بتا سکتیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اصطلاحات کا بننا رک نہیں گیا۔ ہر روز نئی اصطلاحات وجود میں آتی ہیں۔ یہ اعتراض تو نئی یورپی اصطلاحات پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ دراصل وہ اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ اصطلاحات اپنے تلازم کے لحاظ سے مانوس ہوتی ہیں، لفظی مادے یا مفہوم و معانی کے لحاظ سے نہیں۔ وہ پنجاب کے مدارس میں سائنس کی اردو میں تدریس کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہاں اردو اصطلاحی الفاظ تمام طلبہ کی زبان پر ہیں۔

۹۔ یورپی اصطلاحات کے سلسلے میں وہ لکھتے ہیں کہ جیسے والدین کو اولاد کے نام رکھنے کا حق حاصل ہے، اصطلاحی نام اور الفاظ وضع کرنے کا حق اہلِ یورپ کو ہے جو ان کے علم کو وضع کرتے ہیں۔ اس لیے یہ اصطلاحیں بلا تغیر و تبدل تمام دنیا میں جاری رہنی چاہییں، وحید الدین سلیم اس کا جواب دیتے ہیں کہ وہ انھیں (یورپی اولاد کو) مسلمان کر کے ان کا نام اسلامی رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ طرزِ فکر ہے جسے مولوی عبدالحق نے محض سیاسی اور جذباتی قرار دیا ہے۔

۱۰۔ کیمیا کی مخفف علامتوں کے لیے اردو کا استعمال چودھری برکت علی کے اصولِ تسمیہ کی باز گشت ہے۔ یہ تاریخ گوئی کی طرح ہے جہاں لوگ حرفوں کے اعداد بلا تکلف اپنے ذہن میں جمع کر لیتے ہیں اور تھوڑی سی مشق سے انھیں یاد رکھ لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک

ہائیڈروجن کے لیے H کی علامت کی بجائے "ح" کی علامت جو اسکے اردو نام تمفین کا مخفف ہے' اسی طرح نائٹرجن کے لیے "N" کی بجائے "ش" کی علامت جو اس کے اردو نام شورین کی ہے' وغیرہ استعمال کی جائے۔ ہم دیکھتے ہیں حیدر آباد دکن کا یہ رجحان کہ کیمیاوی نام اور علامتیں اردو میں رکھی جائیں' بہت جلد زوال پذیر ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کیمیا کی زبان لفظی اصطلاحات سازی سے الگ ہے اور اس کے فارمولوں کی پیچیدگی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ چنانچہ آج دنیا بھر میں جاپانی' روسی' چینی زبانوں میں بھی کیمیاوی نام اور علامتیں انگریزی ہی میں برقرار رکھی گئی ہیں۔ دراصل وحیدالدین سلیم بین الاقوامیت کے قائل نظر نہیں آتے۔ وہ علوم میں یکسانیت چاہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ آدھے تیتر اور آدھے بٹیر کی مثل صادق آئے۔

۱۱۔ یہی استدلال وہ کیمیاوی مرکبات کے ناموں کے لیے دیتے ہیں جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ کیمیاوی زبان عام اصطلاحی زبان سے قدرے مختلف ہے' اس لیے کیمیا میں بھی سونے کو Gold نہیں Aurum کہتے ہیں۔ وحیدالدین سلیم کے نزدیک ہماری جدید (اردو) اصطلاحات جب طلبہ کے ذریعے سے عام ہو جائیں گی تو ہمارے تاجر اور دکان دار بھی ان ناموں سے واقف ہو جائیں گے اور ان کو آسانی سے یاد کر لیں گے۔ انگریزی نام ان کو تجارتی ضرورت نے یاد کرائے ہیں۔

۱۲۔ وہ اس دلیل کو نہیں مانتے کہ جاپان' مصر اور شام میں ان علمی اصطلاحوں کو بدلنے کی جو کوشش کی گئی تھی' وہ ناکام ہوئی اور جاپانیوں نے بین الاقوامی اصطلاحات ہی رہنے دیں اور اہل عرب نے انھیں اکثر و بیشتر معترب کرنے پر گزارا کیا۔ وحیدالدین سلیم کے نزدیک دراصل ان زبانوں میں آریائی زبانوں کی طرح نئے مشتقات پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں۔ یہ صلاحیت عربی میں بھی نہیں۔ اردو میں مفرد اور مرکب الفاظ وضع کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس ضمن میں ان کی کتاب ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ جس میں انھوں نے آریائی زبان کی خصوصیات اور مفرد اور مرکب اصطلاحات بنانے کے قواعد بیان کیے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حیدر آباد دکن میں ان اصولوں پر پورے طور سے عمل نہیں ہوا اور وہاں دفتری' عدالتی' اور سائنسی اصطلاحات سازی کے عمل میں عربی' فارسی پر نسبتاً زیادہ تکیہ کیا گیا اور ہندی کو استعمال نہ کیا جا سکا' جس کے استعمال کا مشورہ وحیدالدین سلیم نے جا بجا دیا ہے۔ اسی طرح جامعہ کراچی اور پنجاب میں' حیاتیات' ریاضی وغیرہ میں انگریزی اصطلاحوں ہی کو بجنسہٖ رکھا گیا ہے۔

ج۔ مفرد اصطلاحات کے اصول:

مولوی صاحب نے مفرد اصطلاحات سازی کے لیے سولہ اصول وضع کیے جن کا بنیادی رجحان قدیم ذخیرہ اصطلاحات و الفاظ سے استفادہ کرنا اور نئی اصطلاحات وضع کرنے کی طرف ہے۔ یہاں انگریزی اصطلاحات من و عن قبول کرنے سے گریز ملتا ہے۔ ان کے اصولوں کا

خلاصہ مندرجہ ذیل ہے؀:-

"۱- اردو زبان میں شامل ہندی، فارسی، عربی، ترکی اور انگریزی زبان کے رائج اور مشہور اصطلاحی الفاظ من و عن قبول کر لیے جائیں-

۲- بشرطِ ضرورت مندرجہ بالا زبانوں کے غیر مستعمل الفاظ بھی لیے جا سکتے ہیں-

۳- کسی لفظ میں اگر اصطلاحی معانی پورے ظاہر نہ ہوں تو مضائقہ نہیں، اصطلاحی جھلک ہی کافی ہے-

۴- موجودہ الفاظ کو نئے نئے معانی پہنائے جائیں- جو اصلی معنوں اور نئے معنوں میں ہو گا وہ یا تو تشبیہ کا تعلق ہو گا یا کنایہ کا یا مجاز کا-

۵- عربی زبان کی قدیم مفرد علمی اصطلاحیں قائم رہنی چاہئیں -

۶- عربی زبان سے صرف اسی قدر کام لینا چاہیے جہاں تک ہماری زبان کی آریائی فطرت تباہ نہ ہو-

۷- انگریزی، فرانسیسی، جرمنی اور دیگر زبانوں کے الفاظ اور سائنسی اشیا کے نام جو اردو میں رائج ہیں، انھیں علیٰ حالہ برقرار رکھا جائے-

۸- جن اشیا کے ناموں کا اشتقاق معلوم ہے، ان کے لیے اپنی زبان میں مفرد الفاظ وضع کیے جائیں-

۹- انگریزی زبان کی روم و یونانی دور کی مائی تھالوجی کی اصطلاحات کو بدستور باقی نہ رکھا جائے- اپنی اصطلاحات وضع کی جائیں-

۱۰- انگریزی زبان اگر کسی شے کی غلط خاصیت ظاہر کرتی ہے تو ہمیں تقلیدِ اعمیٰ نہیں کرنی چاہیے-

۱۱- مشترک اور مترادف اصطلاحات استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں-

۱۲- ہر اصطلاحی معنی کے لیے جداگانہ لفظ تجویز کرنا زیادہ موزوں ہو گا-

۱۳-انگریزی زبان کی مفرد اصطلاح کے لیے اردو اصطلاح بھی مفرد ہونی چاہیے-

۱۴- مفرد اصطلاحات اردو کی عنصری زبانوں میں سے لینی چاہئیں-

۱۵- انگریزی اصطلاح کے مقابلے میں اپنی اصطلاح کو ترجیح دینی چاہیے-

۱۶- یونانی زبان کی بعض اصطلاحوں کی وضاحت عربی کی قدیم اصطلاحوں میں مل سکتی ہے- مثلاً منطق (Logic)، عقدہ (Condyle)، زجاجیہ (Viterous)، زراق (Cyanosis) -"

انھوں نے مفرد اصطلاحیں وضع کرنے کے دو طریقے بیان کیے ہیں- ۱- سبقلاحی، ۲- فعلی- سبقلاحی اصطلاحیں وہ ہیں جو سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے بنتی ہیں اور فعلی اصطلاحیں وہ ہیں جو کسی امر کے فعل کی صورت اختیار کرنے پر بنتی ہیں- ان میں وہ کنونشن

/قرارداد کا ذکر کرتے ہیں جسے ہم نے تیسرے باب میں اصطلاح کے نحوی ترکیبی جائزے میں تصریف قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں ساق کے طور پر انھوں نے اردو مصادر اور جدید مصادر کے مشتقات بھی بیان کیے ہیں۔ پھر دکھایا ہے کہ سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے کتنے الفاظ بن سکتے ہیں۔ اس طرح گویا ان کی مفرد اصطلاح دراصل ہماری بیان کردہ مفرد، ترکیبی اور مرکب اصطلاحات پر مبنی ہے۔

و۔ مرکب اصطلاحوں کے اصول:

مولوی سلیم نے مرکب اصطلاحات کو دراصل مرکب الفاظ ہی کے زمرے میں مقید کیا ہے۔ (اس بحث کے پیش نظر جو ہم مرکب اصطلاحات، اتصالی، ترکیبی اور اشتقاقی اصطلاحات کے ضمن میں کر چکے ہیں) ان کے نزدیک مندرجہ ذیل سات طریقے ہیں[۲۶]:

"۱۔ ہندی لفظوں کا ملاپ ہندی لفظوں کے ساتھ:۔ جیسے آپ بیتی، جنم کنڈلی، کرن پھول، کتا گھاس، دھرم راج، جل ترنگ، ناچ گھر، بیل گاڑی۔

۲۔ فارسی لفظوں کا ملاپ فارسی لفظوں کے ساتھ: جیسے شب چراغ، خان ساماں، زہر مہرہ، شکر پارہ، سرخاب، گل دم۔

۳۔ عربی لفظوں کا ملاپ عربی لفظوں کے ساتھ: جیسے تکیہ کلام، عالی ظرف، صاحب ضلع، عمر قید، قبول صورت، مال ضامن۔

۴۔ ہندی لفظوں کا ملاپ فارسی لفظوں کے ساتھ: جیسے باغ باڑی، بغل گند، تار گھر، جگت استاد، گولہ کباب، کوڑھ مغز، ہوا چکی، سدا گلاب۔

۵۔ ہندی لفظوں کا ملاپ عربی لفظوں کے ساتھ: جیسے امام باڑہ، عجائب گھر، چور محل، کفر کچہری، گل تکیہ، ملکہ مسور۔

۶۔ فارسی لفظوں کا ملاپ عربی لفظوں کے ساتھ: جیسے آتش مزاج، حرام مغز، سفر خرچ، دست خط، گرم مصالحہ، کورباطن، خشک دماغ، تیز مزاج، تنگ حوصلہ۔

۷۔ ترکی اور انگریزی لفظوں کا ملاپ دیگر زبانوں کے الفاظ کے ساتھ: جیسے آگ بوٹ، ریل گاڑی، اردو بازار، قرق امین وغیرہ۔"

ان اقسام میں انھوں نے نہ تو مقامی الفاظ کا اردو الفاظ کے ساتھ ملاپ کا ذکر کیا ہے مثلاً جنوبی دکن کی زبانیں تامل، تلگو، کنڑی وغیرہ اور نہ شمالی زبانیں مثلاً بنگالی، پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، کشمیری وغیرہ اور نہ ہی انگریزی یا یورپی زبانوں کے ساتھ اردو الفاظ کے ملاپ یا ان کی تعریب، تفریس یا تارید کی کسی صورت کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے ترکیبی مادے کا ذکر بھی نہیں کیا جو ہماری مغربی اصطلاحوں میں یونانی، لاطینی مرکبات کی بیشتر صورتوں میں پایا جاتا ہے۔ تاہم انھوں نے عربی، فارسی مرکبات کی دو بڑی قسمیں، الف: اسماء صفات کے مرکبات، ب: مصادر یا افعال اور ان کے مشتقات کے مرکبات قرار دی ہیں۔ ہر قسم کے مرکب کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔ ان سے اصطلاحات سازی کے لیے

انھوں نے بارہ اصول وضع کیے ہیں۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے، جن کی مثالوں پر ہم تیسرے باب میں مرکب اصطلاحوں کے ضمن میں بحث کر چکے ہیں۔[۲۲]

۱۔ جب کوئی مرکب اصطلاح ایسی وضع کرنی ہو جس سے نئے مشتقات نکالنا ہوں یا نہ نکالنا ہوں تو مرکبات کی دی گئی اقسام پر عمل کریں۔

۲۔ اگر مرکب کے دونوں اجزا ہندی ہوں یا دونوں اجزا فارسی ہوں یا ایک جزو فارسی اور ایک جزو ہندی ہو نیز ان اجزا میں حروف علت ہوں تو اختصار کے لیے پہلے جز میں سے یا دوسرے جز میں سے یا دونوں جزوں سے حروف علت گرا دینے چاہئیں۔

۳۔ اگر مرکب کے پہلے جز کا آخری حرف اور دوسرے جز کا پہلا حرف ایک ہو تو ان میں سے ایک حذف کر دینا چاہیے تاکہ مرکب مختصر ہو جائے مثلاً کرم مار کو کرمار بنالیں۔

۴۔ اگر مرکب کے پہلے جز کا آخری حرف اور دوسرے جز کا پہلا حرف قریب المخرج (ت د) یا (س ش) یا (ک گ) ہوں تو ان میں سے ایک کو حذف کر دینا چاہیے۔

۵۔ مرکب کے اجزا کے درمیان کے حروف یا پہلے لفظ کے آخری حروف گرائے جاتے ہیں۔ اگر ہائے مختفی کسی جز کے آخر میں آئے یا فارسی کے آخری دو حروف ساکن ہوں یا فارسی کے آخری حرف صحیح سے پہلے حرف علت ہو تو آخری حرف گرا دیں۔ مثلاً پانچ سے پچ، زخم سے زخ، مردار سے مرد وغیرہ۔

۶۔ مرکبات عربی، فارسی، ہندی کے امتزاج سے بنائے جا سکتے ہیں۔ اگر پہلے لفظ کے آخری حرف سے پہلے حرف علت آئے تو اس سمیت آخری حرف گرا دیں۔ اگر مرکب کے آخری حرف سے پہلے نون غنہ آئے تو نون غنہ سے پہلے حروف گرا دیے جائیں۔ اسے اصول نیوایت کہا گیا ہے۔ اسے حیاتیاتی ناموں میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً عائلہ کا حرف "ئلہ" ہر خاندان کے آخر میں لگایا جا سکتا ہے مثلاً صابونائلہ، آبنوسائلہ وغیرہ۔

۷۔ جن الفاظ کے شروع میں الف ممدودہ ہو وہ لاحقہ یا نیم لاحقہ بنانے کے لیے سب سے بہتر ہیں۔ مثلاً گرم آلہ سے گرمالہ اور حرب آلہ سے حربالہ وغیرہ۔

۸۔ عربی زبان میں اگر کوئی مرکب اضافی ہو تو نسبت کے وقت اس کے ایک جز کے آخر میں یائے نسبتی لگائی جا سکتی ہے لیکن اگر پورے مرکب اضافی سے صفت نسبتی بنانی ہو تو پھر اس مرکب اضافی کو مختصر کر لیتے ہیں۔ اسے اصولِ نحت کہتے ہیں مثلاً حنزلی (حنفی و معتزلی) گرشال (گرگ + شہ خال) اسی طرح سائنس میں مقنابرقیات (مقناطیس + برقیات) اور حیوی کیمیا (حیاتیاتی + کیمیا)۔

۹۔ جب مرکبات کے اجزا سالم ہوں تو ان میں کوئی تغیر نہ کیا جائے البتہ انھیں رواں بنایا جائے۔

۱۰۔ سبقاحی الفاظ بنانے کے لیے بھی مفرد اصولوں پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

۱۱۔ انگریزی زبان میں ایک لفظ سے جتنے سبقاحی یا مرکب الفاظ بنائے گئے ہوں یہ ضروری نہیں کہ اردو میں بھی اس کے مقابل ایک ہی لفظ سے تمام سبقاحی اور مرکب الفاظ بنائے جائیں۔

ر۔ سبقاحی اصطلاحات کے اصول:

مولوی وحید الدین سلیم نے سبقاحی اصطلاحات کو (یعنی ایسی اصطلاحات جو سابقوں یا لاحقوں کی مدد سے وجود میں آتی ہیں) مفرد اصطلاحیں قرار دیا ہے۔ دراصل وہ مفرد الفاظ اور مفرد اصطلاحوں کو ایک ہی قرار دیتے ہیں پھر وہ ترکیبی مادے اور سابقے میں امتیاز نہیں کرتے اور ترکیبی مادوں -Pyro یا -Hypo کو سابقہ یا نیم سابقہ قرار دیتے ہیں۔ یہ ایسے سابقے ہیں جو ان کے نزدیک یورپ میں خاص خاص مطالب کے لیے مقرر کر لیے گئے یا پھر ایسے مادے جو ic- پر ختم ہوتے ہیں' وہ صفت ظاہر کرتے ہیں اور جو ous- پر ختم ہوتے ہیں وہ ایسی صفت کو ظاہر کرتے ہیں جس میں آکسیجن کم ہو۔ اسی طرح Ine-ایسا لاحقہ ہے جو کھاری کیمیائی مرکبات کے ساتھ لگایا جاتا ہے جو گلوکوسائڈ ہوتے ہیں۔ دراصل یہ سابقے اور لاحقے نہیں۔ مولوی صاحب انھیں قرارداد یا کونشن قرار دیتے ہیں۔ لیکن وہ اصطلاحات سازی کے ان اصولوں کو نہیں مانتے جن میں قرارداد واقع ہوتی ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک یورپ کے مقابلے میں اردو کو اپنے سابقوں اور لاحقوں کے ذریعے موضوعہ اصطلاحات سامنے لانا چاہئیں۔ اگر وہ چل گئیں تو یہ بھی چل سکیں گی۔ گویا وہ اردو کو انگریزی کے مقابلے میں ایک علمی زبان کی حیثیت سے از سر نو اٹھانے کے اصول وضع کرتے ہیں اور سابقہ علم اصطلاحات سازی کے اصولوں کے مقابلے میں اردو کے اپنے موضوعہ اصول سامنے لاتے ہیں۔

ان کے نزدیک ہمیں ایسے سابقے اور لاحقے وضع نہیں کرنے چاہئیں جو پہلے سے مستعمل نہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ جو اصول وضع کرتے ہیں' ان کا خلاصہ درج ذیل ہے[۲۸]:۔

۱۔ انگریزی زبان کے سابقے اور لاحقے کے مقابل اردو میں سابقہ اور لاحقہ تلاش کیا جائے اگر نہ ہو تو نیم سابقہ اور نیم لاحقہ لیا جائے۔ اگر وہ بھی نہ ہو تو مرکب الفاظ سازی کے اصولوں پر عمل کیا جائے۔

۲۔ یہ ضروری نہیں کہ سابقہ کے مقابل سابقہ ہو اور لاحقہ کے مقابل لاحقہ ہو۔ یہ بر عکس بھی ہو سکتا ہے۔

۳۔ اگر کسی لاحقے کے معنی مختلف علوم میں مختلف ہوں' تو کوئی مضائقہ نہیں۔

۴۔ اگر اردو کا ایک لاحقہ انگریزی کے ایک لاحقے کے مختلف محل کا ساتھ نہ دے سکے تو دوسرے لاحقے استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

۵۔ اگر اردو کا ایک سابقہ یا لاحقہ انگریزی کے کئی سابقوں یا لاحقوں کے مقابل آ سکے تو کوئی حرج نہیں۔ علمیات میں ics- اور ology- کے لیے "یات" کا لاحقہ لگایا جائے' ist- لاحقے کے لیے "داں" کا لاحقہ' Graph- کے لیے "نگار" کے لیے "نامہ" اور "نگاری" - Grapher- کے لیے "نویس" اور Graphy' "نگار" لگایا جا سکتا ہے۔ Scope- کے لیے "بین" مستعمل ہے مگر انھیں چھوڑ کر اب "نما" لگانا چاہیے اور Scopy- کے لیے "بینی" یا "بین" استعمال کریں۔ meter- کے لیے "پیما" استعمال کیا جائے۔ جراحی کے آلات میں استعمال ہونے والے لاحقے tome- کے لیے "شگاف" کا لاحقہ استعمال کیا جائے۔ مشابہت کے لیے form- کی جگہ "پیکر" اور oid- کے لیے "نما" استعمال کیا جائے۔ اسی طرح کیمیا میں ine- اور in- کی جگہ "ین" استعمال کریں گے اور ferous- کے لیے "دار" کا لاحقہ اور ous- کے لیے "یلا" کا لاحقہ استعمال کریں۔ ose- کے لیے "گیں" اور ism- کے لیے "یت" کا لاحقہ' able- کے لیے "پذیر" cide- کے لیے "مار" لاحقہ استعمال کیا جائے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

۶۔ فارسی مصدروں کے امروں کے ساتھ اسماء کے ملانے سے جو ہبتلاحی الفاظ تیار ہوتے ہیں۔ ان کے آخر میں "ہ" کا اضافہ کر دیا جائے جیسے دوپیازہ۔ بال خورہ۔ فارسی "ک" بھی استعمال ہو سکتا ہے۔"

کیمیا کے لاحقوں پر چودھری برکت علی کا بیان وحید الدین سلیم سے زیادہ دقیع اور معتبر ہے۔ اس کا جائزہ ہم پہلے ہی لے چکے ہیں۔

س۔ فعلی اصطلاحات کے اصول:

فعلی اصطلاحات کا تعلق مصادر سے ہوتا ہے اور یہ عام طور پر مشتق اصطلاحات کہلاتی ہیں۔ انگریزی میں ان کے لیے اکثر اوقات لاحقے tion, - isation, - ize,-ise - استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن مولوی صاحب نے صرف ise- کی شکلیں yze, - ize - وغیرہ لی ہیں اور اس کے لیے "نا" یا "انا" کا لاحقہ تجویز کیا ہے۔ البتہ اگر دو الفاظ مفرد ہوں تو انھیں ملا کر مختصر کر دیا جائے۔ مثلاً Register (دفتر میں درج کرنا) کو دفترانا یا Eletrolyze (برق + چیرنا سے برقیرنا)۔ ان کے نزدیک دو الفاظ کو پاس پاس رکھنے سے محض آخری لفظ کے ساتھ مصدر کا "نا" لگانے سے دونوں الفاظ مصدر میں شامل نہیں ہوتے جب تک کہ انھیں ملا کر یک جان یا مختصر نہ کر دیا جائے[۴۹] tion-یعنی اسم مصدر کی مجرد صورت کے لیے البتہ وہ کوئی اصول نہیں دیتے۔

۵:۴۴۔ برصغیر میں ہندوستانی کے اصول اصطلاحات سازی

کلکتہ اور دہلی کالج کے بعد اصطلاحات سازی کا کام حیدر آباد دکن میں مرتکز ہو چکا تھا۔ لیکن اس سے پورے برصغیر میں اردو کی ترقی کے لیے ایسے مشترک اصولوں کی تلاش کا کام شروع ہو گیا تھا' جس کے نتیجے میں بقول مولوی عبدالحق ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی مسجدیں بنا شروع ہو گئی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہندی کا اپنا غلغلہ قائم تھا۔ چنانچہ پورے برصغیر کے لیے واحد زبان اور اس کے اصول قواعد و اصطلاحات کی تلاش کا کام شروع ہو گیا۔ تاکہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے لیے ایک مشترک زبان سامنے آ سکے۔

الف۔ صوبہ بہار کی کمیٹی کا معاہدہ:

۲۸۔ اگست ۱۹۳۷ء کو انجمن ترقی اردو کے ایک اجلاس میں اردو اور ہندی کے حامی شریک ہوئے اور علامہ سید سلیمان ندوی کی صدارت میں اتفاق رائے سے یہ قرارداد پاس کی گئی[۵۰]۔

"ہندوستانی زبان کے قواعد اور اصطلاحات لغات کے لیے بہار حکومت کی طرف سے ایک کمیٹی مقرر کی جائے' جس میں انجمن ترقی اردو اور ہندی کی نمائندہ جماعت کے قائم مقام مساوی تعداد میں شریک ہوں۔"

چنانچہ بابو راجندر پرشاد صدر آل انڈیا ہندی پرچار اور مولوی عبدالحق کے دستخطوں سے ایک معاہدہ طے پا گیا اور اس معاہدے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے صوبہ بہار کے وزیر تعلیم ڈاکٹر سید محمود نے بابو راجندر پرشاد کی صدارت میں ایک کمیٹی بنائی جس کے ذمے تصنیف و تالیف اور لغات کی تیاری کے علاوہ ہندی اور اردو کے مصنفین کے لیے اصطلاحات کی تیاری بھی تھی۔ اس کے ارکان میں مولوی عبدالحق' ڈاکٹر ذاکر حسین' پروفیسر غلام السیدین' مولانا ابوالکلام آزاد' ڈاکٹر ایس سنہا' ڈاکٹر بابو سکینہ' پروفیسر بدری ناتھ ورما' ڈاکٹر تاراچند' پروفیسر نریندر دیوا' راجہ وادھیا رام پرشاد اور علامہ سید سلیمان ندوی شامل تھے۔ مارچ ۱۹۳۸ء میں پٹنہ میں اس کمیٹی کا اجلاس ہوا اور اس میں طے پایا[۵۱]:۔

"۱۔ ہندوستانی وہ زبان ہے جو شمالی ہند میں معمولی بول چال اور آپس کے ملاپ کے وقت استعمال کی جاتی ہے اور جو ہندی' اردو کی مشترک بنیاد ہے۔

۲۔ ثانوی درجے تک مختلف مضامین کی کتابوں کی ترتیب و تالیف میں بھی ہندوستانی زبان استعمال کی جائے اور ان کتابوں میں اصطلاحی الفاظ مشترک ہونے چاہئیں۔ ان اصطلاحوں کی بنیاد ہندوستانی الفاظ پر قائم کی جائے اور اس طرح کی اصطلاحیں نہ بن سکیں تو دوسری زبانوں سے الفاظ لے کر ہندوستانی کے صرف و نحو کے مطابق بنائی جائیں۔۔۔۔۔۔"

لیکن افسوس کہ اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ "دوسری زبانوں" کی وضاحت نہ ہو

سکی۔ مولوی عبدالحق نے "ہندوستانی" کا لغت بھی مرتب کرا دیا[۵۲]۔ محمد اجمل خان نے بھی ایسی ایک کوشش کی لیکن یہ ساری کوششیں بے نتیجہ ثابت ہوئیں۔ "ہندوستانی" محض مسلمانوں کے لیے ایک دل بہلاوے کی چیز تھی۔

ب۔ صوبہ بمبئی کی سفارشات:

مرکزی طور پر ۱۹۴۰ء کے قریب حکومت ہند نے اس اصطلاحی انتشار اور اردو ہندی کے قصے کو ختم کرنے اور ہندوستانی کے مشترک اصول وضع کرنے کے لیے مرکزی مشاورتی تعلیمی بورڈ کی طرف سے اہم قدم اٹھایا۔ اس سے پہلے حکومت بمبئی کے سامنے مقامی زبانوں میں سائنسی اصطلاحات کا مسئلہ درپیش تھا۔ چنانچہ بورڈ نے سب سے پہلے صوبہ بمبئی سے درخواست کی کہ وہ اس مسئلے پر اپنی رائے بھیجے۔ چنانچہ محکمہ تعلیم حکومت بمبئی کے نائب ناظم مسٹر بی این سیل نے ایک یاد داشت ارسال کی' جس کا خلاصہ یہ ہے[۵۳]:-

"۱۔ سارے ہندوستان کے لیے سائنس کی مشترک اصطلاحات مقرر کی جائیں۔

۲۔ ان اصطلاحات کا مشترک اور بڑا حصہ انگریزی اصطلاحات ہوں جو بجنسہ اختیار کر لی جائیں۔

۳۔ ان اصطلاحات کے لیے ہر ہندوستانی زبان میں تین خاص درجے ہونے چاہئیں۔

الف: بڑا حصہ انگریزی اصطلاحات کا ہو جو عملاً سارے ہندوستان کے لیے مشترک ہو گا۔

ب: ہر ہندوستانی زبان میں ایک بہت تھوڑی تعداد اسی زبان کے ایسے الفاظ کی ہو گی جو اس زبان سے مختص ہوں گے۔

ج: سنسکرتی یا دراوڑی زبانوں کے لیے سنسکرت کی اصطلاحیں اختیار یا وضع کر لی جائیں اور پرسو عربک (فارسی عربی) زبانوں یعنی اردو' پشتو' سندھی کے لیے عربی' فارسی کی اصطلاحیں۔ لیکن یہ اصطلاحیں تعداد میں بہت تھوڑی ہوں گی۔

جب کبھی اردو اور ہندی کے میل سے ہندوستانی زبان وجود میں آئے اور وہ کل ہند مشترک زبان مان لی جائے اور مروّج ہو جائے تو پھر ب اور ج کے حصے ایک ہو جائیں گے۔ مسٹر سیل کی رائے ہے کہ سنٹرل ایڈوائزری بورڈ کو ایک مستقل مجلس اس غرض کے لیے بنانی چاہیے۔ ان کی یہ قطعی رائے ہے کہ ہمیں بلا تامل تقریباً تمام انگریزی اصطلاحات اپنی زبانوں میں اختیار کر لینی چاہئیں۔ اور جس وقت اصطلاحیں مقرر ہو جائیں تو تمام نصابی کتابوں میں حکماً وہی استعمال کی جائیں۔"

ان سفارشات میں پورے برصغیر کی واحد زبان "ہندوستانی" قرار دی گئی تھی اور توقع کی گئی تھی کہ اردو اور ہندی کا وہ افتراق جو فورٹ ولیم کالج کے قیام کے ساتھ ہی للولال

جی کے ایما پر پیدا کر دیا گیا تھا، ختم کر دیا جائے گا۔

ج - دہلی کے مرکزی مشاورتی بورڈ کی سفارشات:

صوبہ بمبئی کی سفارشات پر مرکزی تعلیمی مشاورتی بورڈ دہلی نے ایک کمیٹی اس کام کے لیے مقرر کی۔ اس کمیٹی کا اجلاس ۱۵، ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو سر اکبر حیدری کی صدارت میں حیدر آباد دکن میں منعقد ہوا۔ اس میں برصغیر کے کئی نامئین تعلیم، جامعات کے وائس چانسلر اور سائنس دان شریک ہوئے۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ انھوں نے اس میں ایک یادداشت پیش کی، جس میں کہا گیا کہ سوائے حقیقی بین الاقوامی اصطلاحات کے باقی اصطلاحات کا ترجمہ کیا جائے اور حسب ضرورت وضع کی جائیں۔ ان اصطلاحات کی دو قسمیں کی جائیں۔ ایک آریائی زبانوں کے لیے جن کی اصطلاحیں ہندوستانی یعنی اردو میں بنائی جائیں اور دوسری دراوڑی زبانوں کے لیے۔ لیکن کمیٹی نے مندرجہ ذیل اصول وضع کیے[۵۴]:-

"۱۔ بین الاقوامی اصطلاحات انگریزی الفاظ کی صورت میں تمام ہندوستان کے لیے استعمال کی جائیں گی۔

۲۔ عام تعلیم کی خاطر ہر ہندوستانی زبان کی مخصوص اصطلاحات کا بہ وجہ معروف اور مروّج ہونے کے قائم رکھنا لازم ہو گا۔ لیکن تعلیم کے اعلا درجوں میں (۱) و (۲) کی اصطلاحوں کی بجائے وہ اصطلاحیں اختیار کی جائیں جن کا ذکر (۳) میں ہے۔

۳۔ کل ہند بنیاد پر اصطلاحات میں یکسانی پیدا کرنے کے لیے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک سنٹرل بورڈ آف ریفرنس مع ذیلی کمیٹیوں کے ایسا قائم کیا جائے جس کے فیصلے ان مسائل کے متعلق صوبائی حکومتوں اور دوسرے علاقوں میں قبول کیے جائیں۔

۴۔ اس خیال کی بنا پر کہ ہندوستانی زبانیں دو بڑی قسموں یعنی ہندوستانی اور (۲) دراوڑی میں تقسیم کی جا سکتی ہیں، ہر قسم کے لیے بورڈ مقرر کیے جائیں تاکہ وہ ہر قسم کی زبانوں کے لیے مشترک اصطلاحات تیار کرے۔

۵۔ یکسانی کی خاطر اردو میں ریاضی کے سوالات اور مسئلے بائیں سے دائیں جانب کو لکھے جائیں۔

۶۔ یکسانی کے مد نظر نیز منظور شدہ اصطلاحات کو زیادہ سے زیادہ مقبول بنانے کے لیے ان افسروں کو جو نصاب کی کتابوں کے منظور کرنے کے ذمے دار ہیں، اس بات کا خیال رکھنا ہو گا کہ ان کتابوں میں صرف وہی اصطلاحات استعمال کی جائیں جو منظور کی گئی ہیں۔"

یہ سفارشات مشاورتی تعلیمی بورڈ کے سامنے ۱۱۔ جنوری ۱۹۴۱ء کو پیش کی گئیں۔ بورڈ

نے کمیٹی کی سفارش نمبر ۲، خارج کر دی اور کہا کہ نمبر ۳ سے اس کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ نیز ہندوستان کی زبانوں کو ہندوستانی اور دراوڑی کی بجائے سنسکرت اور فارسی، عربی جیسے دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا۔ سفارش نمبر ۵ میں ریاضی کے سوالات کی بجائے انھیں ریاضی کے عمل اور ضابطے لکھنے کے لیے کہا گیا۔ یہ وہ بنیاد تھی جسے آگے چل کر اردو اصطلاحات سازی کے اصولوں کے دو بڑے راستوں پر بٹ جانا تھا۔ ایک ہندی آمیز اور دوسرے عربی، فارسی آمیز اصطلاحات سازی۔ ایک تو آزادی کے بعد بھارت میں اختیار کیا گیا اور دوسرے کو سقوط حیدر آباد کے بعد پاکستان میں اختیار کیا گیا۔ زبانوں کی تقسیم کا مسئلہ اس دور میں خاصی نازک حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ آزادی کی تحریک واضح رخ اختیار کر گئی تھی۔ مسلم لیگ نے پاکستان کو اپنی واضح منزل قرار دیا تھا۔ چنانچہ زبانوں کے ان دو گروہوں میں تقسیم سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ بورڈ میں اختلاف رائے پیدا ہونا شروع ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۴۲ء کو بورڈ کا ایک اور اجلاس ہوا جس کے بارے میں مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ اس میں زبانوں کی تقسیم کے بارے میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ لہٰذا یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک مرکزی حوالہ بورڈ (Central Reference Board) قائم کیا جائے جسے اختیار دیا جائے کہ وہ حسب ضرورت ماہرین کی ذیلی کمیٹیاں مقرر کرے۔ طے پایا کہ ہندوستانی زبانوں کی تقسیم کے مسئلے سے متعلق تمام امور کا فیصلہ اس بورڈ کے اختیار میں ہو گا اور یہ بورڈ ایک صدر (جو لازماً" مرکزی مشاورتی بورڈ کا رکن ہو گا) دو سائنس دانوں اور دو ماہرین السنہ پر مشتمل ہو گا۔ بورڈ کے فیصلوں پر مولوی عبدالحق نے تفصیلی بیان دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں[۵۵]:۔

"زبانوں کی تقسیم جن کی سفارش بورڈ نے اپنے فیصلے میں کی ہے، اس سے ہمیں اختلاف ہے۔ ہمارے ملک میں کوئی زبان پرسو=عربک نہیں۔ پرسو عربک سے بورڈ کی مراد اردو، سندھی، پشتو ہے۔ اردو زبان کی ساخت اور اس کی صرف و نحو بالکل ہندی ہے۔ الفاظ میں بھی کثرت تعداد ہندی لفظوں کی ہے۔ یہی حال سندھی اور پشتو کا ہے۔ عربی فارسی الفاظ کے آ جانے سے کوئی زبان عربی فارسی نہیں ہو سکتی۔ باقی زبانوں کو سنسکرتی خیال کیا گیا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ اس تقسیم سے بورڈ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اردو، سندھی، پشتو کی اصطلاحات عربی فارسی سے اور باقی زبانوں کی سنسکرت سے بنائی جائیں۔ اس سے ہمارا مقصد فوت ہو جاتا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اصطلاحیں سلیس اور عام فہم ہوں۔ اگر سنسکرت اور عربی سے اصطلاحیں بنائی گئیں تو وہ ہمارے طالب علموں کے لیے ایسی ہی مشکل ہوں گی جیسی انگریزی اصطلاحیں جو زیادہ تر لاطینی اور یونانی مادوں سے بنائی گئی ہیں۔"

حقیقت یہ ہے کہ بورڈ بھی تقسیم ہندوستان کی تحریک سے متاثر ہو چکا تھا اور تاریخی فیصلہ بالآخر صادر ہو کر رہنا تھا۔ جس کے تحت اردو اصطلاحات سازی کا صحیح عمل واقعتاً

اردو، سندھی، پنجابی، پشتو وغیرہ ایسی زبانوں کی طرف اور ان علاقوں میں انجام پاتا تھا، جنھیں پاکستان کی صورت میں بہت جلد منصہ شہود پر آنا تھا۔ دوسری طرف ہندی یا سنسکرت آمیز اردو اصطلاحات کو بھارت میں انجام دیا جاتا تھا جہاں رفتہ رفتہ اردو کا مستقبل ہی مخدوش کر دیا گیا ہے۔ آزادی سے ذرا قبل ۳۱ ۔ مئی ۱۹۴۷ء کو مرکزی حوالہ بورڈ نے بنگلور کے اجلاس میں ایک قرار داد منظور کی جس کا خلاصہ یہ ہے[۵۲]:-

"۱۔ بورڈ کی یہ رائے ہے کہ ایسی اصطلاحات جو مختلف زبانوں میں مروّج ہیں اور نئی اصطلاحات کے مفہوم کو صحیح طور سے ادا کرتی ہیں، ان کا ضرور لحاظ کیا جائے۔ لیکن یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بین الاقوامی اصطلاحات ایسے لاحقوں اور سابقوں کے ساتھ جن کی ضرورت بعض خاص زبانوں کے لیے لاحق ہو گی، اختیار کر لی جائیں۔ بورڈ کی رائے میں رتی معاوضے کے اصول پر قابل اشخاص کے مقرر کرنے کی کارروائی فوراً شروع کر دی جائے۔ ان کا کام یہ ہو گا کہ وہ سائنس کی مستند مطبوعات کا ترجمہ کریں جس میں بین الاقوامی اصطلاحات کا استعمال کیا جائے تاکہ وہ ہندوستانی زبانوں کی اسی قسم کی مطبوعات کے لیے نمونے کا کام دیں۔ سائنس کی ایسی کتابیں نامور سائنس دانوں کے مشورے سے انتخاب کی جائیں۔

۲۔ اس غرض کے لیے بورڈ نے حسب ذیل پانچ علاقائی کمیٹیاں تجویز کیں۔

۱۔ جنوبی گروہ: تامل، تلگی، ملیالم، کنڑی زبانوں کے لیے۔
۲۔ مغربی گروہ: گجراتی اور مرہٹی کے لیے۔
۳۔ مشرقی گروہ: بنگالی، آسامی اور اڑیا کے لیے۔
۴۔ وسطی گروہ: اردو، ہندی، ہندوستانی اور پنجابی کے لیے۔
۵۔ شمالی مغربی گروہ: سندھی، پشتو اور کشمیری کے لیے۔"

مرکزی مشاورتی تعلیمی بورڈ تو اپنا کردار ادا کر کے رخصت ہوا لیکن آزادی کے ساتھ ہی بھارت میں ہندی کو دفتری اور علمی زبان قرار دے کر عملاً" اردو کی ترقی کا راستہ روک دیا گیا لیکن اردو کے بہی خواہوں کے لیے ترقی اردو بیورو کے نام سے نئی دہلی میں ایک ادارہ ضرور قائم کر دیا گیا۔ اس ادارے نے للو لال جی کی روایت اور چٹرجی کے مشوروں پر خاطر خواہ عمل کیا۔ پاکستان میں اس کے برعکس رجحانات سامنے آئے۔ جن کا تجزیہ پچھلے باب میں بھی کیا گیا ہے۔

و۔ سنیتی کمار چٹرجی کا مشورہ:

اہل اردو کو ہندی کے بہت بڑے مبلغ سنیتی کمار چٹرجی نے ۱۹۴۲ء میں کلکتہ سے شائع ہونے والی اپنی کتاب ہند آریائی اور ہندی میں کئی مشورے دیے، جن میں سے چند ایک کو لاشعوری طور پر ہمارے اصطلاحات سازوں نے بھی اصولاً اپنا رکھا تھا۔ مگر آزادی

کے بعد بھارت میں اردو اصطلاحات سازی کے اصول انہی خطوط پر وضع ہوئے۔ چٹرجی نے اس کتاب میں بعد میں بھی کئی اضافے کیے اور اس کا اردو ترجمہ عتیق صدیقی نے کیا جو ۱۹۷۷ء میں ترقی اردو بیورو نئی دہلی سے شائع ہوا۔ ۱۹۸۳ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن طبع ہوا۔ ان کے نزدیک عام زبان اور تہذیبی زبان میں فرق ہوتا ہے۔ اپنی کتاب میں انھوں نے اسی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے "ہندوستانی" (Indic) کے دو اسالیب "ہندی" اور "اردو" قرار دیے ہیں اور ان دونوں کو پورے آریائی ہند کی مسلمہ زبان قرار دیا ہے[۵۷]۔ وہ ہندی کو اردو کا ناگری رسم الخط میں ایک روپ ہی سمجھتے ہیں جبکہ اصطلاحات سازی میں وہ انگریزی کے اثر کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں[۵۸]:-

"حالیہ برسوں میں انگریزی نے بھی ہندوستانی کو متاثر کیا۔ ان تمام بڑی زبانوں کی طرح جن کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ ہندوستانی بھی اپنی اسی منزل پر پہنچ رہی ہے۔ جسے قاموسی (ہمہ گیر) منزل سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر یہ بدیسی الفاظ کو اپنے اندر جوں کا توں جذب کر سکتی ہے۔ پسماندہ اور علاقہ پرست زبانوں کی طرح ضروری اور پر معنی بدیسی الفاظ کے معاملہ میں یہ چھوت کے عیب میں مبتلا نہیں۔"

یہاں تک معاملہ درست ہے لیکن بہت جلد وہ ایک اعلیٰ ہندی کے خبط میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور خواہش کرتے ہیں کہ "ہندوستانی کے ناگری روپ ہندی کو سنسکرت کے الفاظ سے معمور کر دیا جائے"۔ ان کے نزدیک اردو کے بعض مصنفین تفریس و تعریب کے رجحان کا شکار ہیں۔ یہ بات ہندی کے ملکی اور ہندوستانی مزاج کے برعکس ہے۔ وہ ہندی کے اسم سے فعل بنانے کی قوت پر اظہار رائے کرتے ہوئے دراصل اردو کی قوت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "کرنا" یا "بنانا" لگانے سے فعل بنایا جا سکتا ہے۔ اس طرح اپنی اعلیٰ ہندی کو دراصل وہ اردو سے ظاہر کرتے ہیں[۵۹]:-

"اعلیٰ ہندی یا ناگری ہندی کی قواعد تقریباً" وہی ہے جو اردو کی ہے۔ لیکن یہ دیوناگری یا ناگری رسم الخط استعمال کرتی ہے اور یہ دیسی ہندی یا ہندوستانی (یعنی پراکرت) عناصر کا بھرپور استعمال کرتی ہے اور اس میں ان بہت سے فارسی، عربی الفاظ کا بھی استعمال ہوتا ہے جو اب زبان میں گھل مل گئے ہیں لیکن اعلیٰ تہذیبی الفاظ کے لیے یہ سنسکرت کا سہارا لیتی ہے۔ یہ رفتہ رفتہ شمالی ہندوستان کے ہندوؤں کی تہذیب اور تعلیم کی زبان بن گئی ہے۔ پنجاب اور مغربی اترپردیش کے کچھ لوگ اس سے الگ کیے جا سکتے ہیں جو کافی شعور کی کوشش کے باوجود خود کو اردو روایت سے آزاد نہیں کر پاتے ہیں۔"

ایسے اردو پرست ہندوؤں اور مسلمانوں کو وہ اصطلاحات سازی کا بہت بڑا اور بنیادی مشورہ دیتے ہیں کہ جس طرح زبانوں میں اپنے تشکیلی دور میں کوئی ایک رجحان پیدا ہو جاتا

ہے۔ تعمیریت اور مستعاریت۔ بعض زبانیں کسی ایسی زبان سے پیدا ہوتی ہیں، جنھیں زمانہ قدیم میں ایک وقار اور تہذیب کی زبان کی حیثیت حاصل رہی ہے اور جن کے ادب کا آج بھی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ایسی زبانوں کے لیے ضروری مواد کے لیے اپنے مخرج کی طرف رجوع کرنا اور جب ضرورت محسوس ہو اس سے الفاظ مستعار لینا بالکل فطری ہے[۸۸] اور اس کے لیے وہ سنسکرت زبان کو آگے لاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جدید آریائی زبان کی حیثیت سے ہندوستانی میں بھی سنسکرت کے قدیم ترین ماخذ سے استفادہ کرنے کا "متوقع" اور فطری رجحان نظر آتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہندی کی اردو شکل نے اس رجحان کو رفتہ رفتہ ترک کر دیا[۸۹]۔ ان کے نزدیک اردو (ہندوستانی) کے لیے عربی، فارسی سے سرمایہ مستعار نہ لیا جائے بلکہ ایک ہندوستانی شخص خاص طور پر جب وہ ہندو ہو اور اس کا قومی خود داری کا احساس زندہ ہے تو اس کے ساتھ کون یہ کر سکتا ہے کہ تھوک پیمانے پر سائنس، ادب اور فلسفہ کی اصطلاحات عرب سے درآمد کرتا رہے۔ جبکہ سنسکرت اصطلاحات موجود ہیں[۹۰]۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کو بھی یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اللہ کی بجائے "بھگت" اور نماز کی بجائے "نمس" کہیں۔ اصطلاحات سازی کے لیے وہ اپنے اصول تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں[۹۱]:۔

"کاروباری زبان سے بڑھ کر جب اعلیٰ اور جدید تصورات کے اظہار کی بات آئے گی تو ہندوستانی کو الفاظ مستعار لینے ہی ہوں گے کہ یہ ہمیشہ نئے الفاظ نہیں گھڑ سکتی۔ بنیادی طور پر یہ لفظ سنسکرت سے مستعار ہونے چاہئیں۔ دوسرے لفظوں میں کوئی زبان جو واقعی قومی زبان ہو، سنسکرت کو نظرانداز نہیں کر سکتی۔ تہذیبی الفاظ کی تشکیل اور مستعاریت کے لیے مندرجہ ذیل طریقہ ہونا چاہیے۔ جہاں تک ممکن ہو موجودہ مواد سے نئے الفاظ بنانے کے لیے عوام میں رائج طریقوں کو اختیار کیا جائے۔ پھر سنسکرت سے اور پھر فارسی، عربی یا انگریزی سے الفاظ مستعار لیے جائیں۔ عمومی اہمیت کے الفاظ کے لیے سنسکرت کو ترجیح دی جانی چاہیے۔ خالص اسلامی الفاظ کو فارسی عربی سے لیے جانے کی پوری گنجائش ہونی چاہیے ـــــــ"

ان کے نزدیک یا تو صرف عربی، فارسی پر تکیہ کرنا چاہیے یا صرف سنسکرت پر۔ سنسکرت، عربی، فارسی کی آمیزش سے نہ تو ہندو خوش ہوتا ہے اور نہ مسلمان، اس لیے بنیادی ماخذ صرف ایک رکھنا چاہیے اور وہ ہے سنسکرت۔ عام ہندی جس سے استفادہ کرنے کا مشورہ وحید الدین سلیم اور مولوی عبدالحق دیتے رہے، ان کے نزدیک محض عام بازاری بولی ہے اور تہذیبی زبان میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ ان کے اس مشورے پر بھارت میں اصولی سطح پر اردو اصطلاحات سازی کے کام میں خاطر خواہ عمل کیا گیا۔

۵:۵ - ترقی اردو بیورو، نئی دہلی کے اصول

بھارت میں آزادی کے بعد ۱۹۴۹ء میں ہندی کو سرکاری زبان قرار دیا گیا لیکن اردو اور دیگر زبانوں کو بھی آئینی تحفظ دینے کی کوشش کی گئی اور ان کے فروغ کے لیے ادارے قائم کیے گئے۔ انہی میں سے ایک ترقی اردو بیورو، نئی دہلی ہے جو ۱۹۶۹ء میں قائم ہوا۔ اس نے واضح طور پر عربی فارسی رجحان کو رد کرنا شروع کیا اور ایسے اصول وضع کیے، جن میں ہندی اصطلاحوں کو اختیار کرنے کی سفارش کی گئی۔

ان کے نزدیک ہندوستان کی واحد زبان جسے چٹرجی نے ہندوستھانی (ہندی+اردو) قرار دیا ہے، وضع کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اردو میں ہندی اصطلاحوں کو رواج دیا جائے اور اس طرح بالآخر "ہندوستانی" کی منزل تک پہنچا جائے۔ بیورو کے اصول جزویاتی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے وضع کیے گئے ہیں، جن کی روشنی میں کئی موضوعات پر اصطلاحات وضع ہو چکی ہیں۔ یہ اصول درج ذیل ہیں[۴۲]:-

"۱۔ ایسی اصطلاحوں کو ترجیح دی جانی چاہیے جو مروج یا مقبول ہو چکی ہوں۔ چاہے ان میں کوئی لسانی یا معنوی سقم ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ اگر کوئی اصطلاح ایک یا زاید معنوں میں مستعمل ہے تو ایسی صورت میں اس کے مختلف مفاہیم کو علیحدہ علیحدہ الفاظ/اصطلاح سے واضح کیا جانا چاہیے۔

۳۔ اصطلاحوں اور عام الفاظ میں فرق کیا جانے چاہیے۔ عام الفاظ کو فرہنگ میں شامل نہیں کیا جانا چاہیے۔

۴۔ کون سا لفظ اصطلاح ہے اور کون سا محض ایک عام لفظ، اس کا فیصلہ مضمون کے ماہرین کی رائے اور حسب ضرورت معیاری انگریزی لغات کی مدد سے کیا جانا چاہیے۔ اگر ایسی لغت یا لغات میں کسی لفظ کے کئی خاص معنی یہ کہہ کر دیے گئے ہیں کہ یہ معنی کسی فن یا کسی علم سے مخصوص ہیں، تو اس فن یا علم کے مقاصد کے لیے اس لفظ کو اصطلاح تصور کیا جائے گا۔

۵۔ جہاں تک ممکن ہو سکے، ایک اصطلاح کا ایک ہی اردو متبادل دیا جائے، بشرطیکہ وہ اصول نمبر ۲ کی ذیل میں نہ آتا ہو۔

۶۔ جہاں تک ممکن ہو سکے، اصطلاح یک لفظی ہی ہونی چاہیے۔ ناگزیر صورتوں میں یہ دو لفظی بھی ہو سکتی ہے۔ ایسی اصطلاحیں کم سے کم وضع کی جائیں جو دو سے زاید الفاظ پر مشتمل ہوں۔

۷۔ ہندی اصطلاحوں کے اختیار کرنے کو (اگر ایسی اصطلاحیں اردو میں بہ آسانی تلفظ اور تحریر کی جا سکتی ہوں) عربی اصطلاحوں کے اختیار کرنے پر مراجع سمجھا جائے۔

۸۔ اگر اصطلاح کو ایک سے زاید الفاظ کے ذریعے ادا کرنے کی ضرورت پیش آئے تو حسب ذیل ترکیبات کو، نیچے دی ہوئی ترتیب کے اعتبار سے ترجیح دی جائے گی۔

ا۔ وہ ترکیبات جن میں اضافت یا حروف ربط و جار کی قسم کے الفاظ و علامات نہ ہوں۔

ب۔ وہ ترکیبات جن میں یائے نسبتی ہو۔

ج۔ وہ ترکیبات جن میں اضافت ہو (بشرطیکہ ان میں ایک سے زاید اضافتیں ہوں تو ان میں کم سے کم ایک کو کا، کی، کے سے بدل دیا جائے۔)۔

د۔ وہ ترکیبات جن میں کا، کی، کے وغیرہ استعمال کیے گئے ہوں۔

۹۔ اگر کوئی اصطلاح ایک سے زاید علم یا فن میں مشترک ہے اور ان سب علوم و فنون میں ایک ہی مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے، تو اس کا اردو متبادل بھی ہر جگہ ایک ہی رکھا جائے گا۔

۱۰۔ الفاظ کو وضع کرنے کے اصولوں میں اتنی کشادہ دلی ہونی چاہیے کہ ہندی، عربی، فارسی یا عرب فارسی یا فارس عربی اور پراکرت ترکیبات بھی قابل قبول ٹھہریں۔

۱۱۔ اگر کوئی انگریزی اصطلاح مروج ہو اور عام فہم ہو تو اسے برقرار رکھا جائے۔ ایسی عام فہم اصطلاحوں کے لیے اردو متبادلات بنانے یا تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔

۱۲۔ اعلام کو ایسا ہی لکھا جائے جیسے کہ وہ اردو میں مقبول ہو چکے ہیں۔ البتہ ایسے اعلام جو ابھی مقبول نہیں ہوئے ہیں، ان کو اردو حروف تہجی کے حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر ممکن صحت کے ساتھ لکھا جانا چاہیے۔

۱۳۔ اگر کوئی عَلَم کسی اصطلاح کا حصہ بن چکا ہے تو اس عَلَم کا اصول نمبر ۱۲ کی روشنی میں اردو میں ترجمہ کیا جانا چاہیے۔"

ترقی اردو بیورو دہلی کے اصول اس لحاظ سے قابل توجہ ہیں کہ ان میں پہلی بار (اور شاید ابھی تک واحد) اس امر کی طرف توجہ دی گئی ہے کہ عام الفاظ اور اصطلاحات میں واضح امتیاز ہوتا ہے اور اس امتیاز کو اصطلاحات سازی میں ملحوظ رکھنا چاہیے۔ عام الفاظ کے اردو متبادلات کے لیے کئی مترادفات استعمال کیے جا سکتے ہیں لیکن اصطلاحی مترادف ایک مفہوم یا مضمون کے لیے واحد ہونا چاہیے۔ لیکن ان اصولوں میں جو واضح تضاد ہمیں نظر آتا ہے وہ شق نمبر ۲ اور ۱۰ میں ہے۔ ایک طرف تو ہندی اصطلاحیں اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور دوسری طرف کشادہ دلی کا راگ الاپا جا رہا ہے۔اردو کا مزاج تو پہلے ہی

"کشادہ دلی" پر مبنی ہے۔ اس لیے اسے ہندی، عربی، فارسی اور پراکرتوں میں سے کسی سے گریز نہیں لیکن ان اصولوں میں عربی پر ہندی کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ اسی طرح دو شقیں نمبر ۶ اور نمبر ۹ بھی ناقابل عمل نظر آتی ہیں۔ نمبر ۶ کے مطابق یک لفظی مترادف اختیار کرنا مشکل ہے۔ خصوصاً" مرکب (یونانی+لاطینی) اصطلاح کی صورت میں ایسا قطعاً" ممکن نہیں جبکہ اس میں سابقہ اور لاحقہ ملا کر چار یا اس سے زاید الفاظ استعمال ہو رہے ہوں۔ اسی طرح شق نمبر ۹ میں تمام علوم و فنون کے لیے ایک ہی اردو متبادل اختیار کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ ایسا اکثر اوقات ممکن نہیں ہوتا۔ عملاً بھی ترقی اردو بورڈ کی اصطلاحات سازی میں ان اصولوں کو شاید ہی ملحوظ رکھا گیا ہو۔

حوالہ جات=

۱۔ ملاحظہ ہو: حصہ اول میں دوسرا باب: اصطلاحات سازی۔

۲۔ ملاحظہ ہو پس منظر میں فصل چہارم: مسلم ممالک کی زبانوں میں اصطلاحات سازی اور دسواں باب: اردو کا قدیم اصطلاحی سرمایہ۔

3. Grierson, G.A., The Linguistic Survey of India, Vol.9, Part-1, Calcutta (1916), P.2-

4. Tara Chand, Dr., The Problem of Hindoostani, Ilahabad (1944), PP: 32-33-

۵۔ مزید بحث کے لیے دیکھیے: ساتواں باب۔

۶۔ ملاحظہ ہو، مولوی عبدالحق، مرحوم دہلی کالج، دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)، طبع دوم: ۱۹۴۵ء۔
نیز مولوی عبدالحق "اردو میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ" کراچی (۱۹۴۹ء)، ص ص:۲ تا ۴۔
نیز آفتاب حسن، اردو ذریعہ تعلیم اور اصطلاحات، کراچی (۱۹۶۵ء)، ص ص: ۲۸، ۲۹۔

۷۔ مولوی عبدالحق، اردو میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ، ص: ۴۔

8. Fallon, Dr. S.W., Urdu-English Dictionary, London (1976), (First Ed.)Preface, P:XVIII-

9. Ibid, P:XVII-

۱۰۔ مولوی عبدالحق، اردو میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ، ص: ۱۱۔

۱۱۔ ایضاً" ص: ۱۶۔

۱۲۔ ایضاً" ص: ۱۷۔

۱۳۔ بحوالہ: مولوی عبدالحق، محولہ بالا، ص: ۷۔ نیز:
Rajandralal Mitra, A Scheme for the Rendering of European Scientific Terms in to the Vernacular of India, Calcutta, 1877.

۱۴ - ایضاً" ، ص ص : ۸ تا ۱۰ -
۱۵ - ایضاً" ، ص ص : ۱۰ تا ۱۱ -
۱۶ - سید سلیمان ندوی، عربی زبان اور علمی اصطلاحات، **الہلال** کلکتہ، ۲۷ اگست ۱۹۱۳ء، ص: ۱۳-
۱۷ - عربی زبان اور علمی اصطلاحات، **الہلال**، ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۳ء، ص: ۱۰ -
۱۸ - ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری، الہلال کی تحریک اصطلاح سازی، **اخبارِ اردو**، اسلام آباد، ستمبر ۱۹۹۱ء، ص : ۳۸ -
۱۹ - مولوی عبدالحق، اردو میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ، ص ص : ۱۳، ۲۲، ۲۳، ۲۴-
۲۰ - ایضاً" ، ص ص : ۲۵ تا ۲۷، نیز بحوالہ: سید حسین بلگرامی، علمی مصطلحات دیسی زبانوں میں، **اردو**، اورنگ آباد دکن، جنوری ۱۹۲۱ء-
۲۱ - بحوالہ : چودھری برکت علی، طریق تسمیہ برائے علم کیمیا، حیدر آباد دکن (۱۹۱۸ء)، ص ص: ۷۷، ۸۱-
۲۲ - وحیدالدین سلیم، وضع اصطلاحات، ص ص : ۲۲۷، ۲۲۸ -
۲۳- ڈاکٹر سید مصطفےٰ کمال، حیدر آباد میں اردو کی ترقی (۱۹۹۰ء)، ص ص: ۲٦۷ تا ۲٦۹-
۲۴- ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی، دارالترجمہ حیدر آباد دکن، مجلہ **غالب**، کراچی، جنوری تا مارچ ۱۹۷٦ء، **اخبارِ اردو**، مارچ ۱۹۸۵ء و مشمولہ منتخبات اخبار اردو، ص ص: ۴۲۰، ۴۲۱ -
۲۵ - مولوی عبدالحق، اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ، ص ص : ۳۸، ۳۹ -
۲٦ - محولہ بالا، ص : ۴۲۱ -
۲۷ - آفتاب حسن، اردو ذریعہ تعلیم اور اصطلاحات، ص : ۳٦ -
۲۸ - مولوی محمد عزیز مرزا، انجمن ترقی اردو کا فرض، **المعلم**، حیدر آباد دکن، جلد سوم، نمبر ۹، اردی بہشت ۱۳۳٦ ف (مارچ ۱۹۲٦ء)، ص ص : ٦، ۷-
۲۹- مولوی عبدالحق، محولہ بالا، ص ص : ۳۹ تا ۴۱ - نیز اصولِ وضعِ اصطلاحات، **سائنس**، (کراچی)، جلد ۲۴، شمارہ ۲، ۱۹۵۳ء، ص ص : ۱۱۷ تا ۱۲۰-
۳۰- ڈاکٹر عبدالرحمان بجنوری، وضعِ اصطلاحاتِ علمیہ، **اردو**، اورنگ آباد دکن، جولائی ۱۹۲۳ء، ص : ۳۳٦-
۳۱- عبدالحق، محولہ بالا، ص : ۳۲-
۳۲- محولہ بالا، ص : ۳۴-
۳۳- مولوی عبدالحق ۲۰- اگست ۱۸۷۰ء کو ہاپوڑ ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے- وہیں تعلیم پائی- علی گڑھ سے بی اے کیا- حیدر آباد دکن میں مدرسہ آصفیہ کے صدر اور پھر انسپکٹر آف سکول مقرر ہوئے- ۱۹۱۲ء سے آخر عمر تک انجمن ترقی اردو کے معتمد رہے- جامعہ عثمانیہ قائم کرائی- اصطلاحات سازی، لغات نگاری پر کتابیں لکھوائیں- قیامِ پاکستان کے بعد کراچی آئے- اردو کالج

قائم کیا اور انجمن کے ذریعے اردو کی خاطر خواہ خدمات انجام دیں۔ (بحوالہ : شہاب الدین ثاقب' بابائے اردو مولوی عبدالحق حیات و خدمات' کراچی (۱۹۸۵ء)' ص ص :۱۸ تا ۳۷۔

۳۴۔ اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ' ص ص : ۵۳'۵۴۔

۳۵۔ بحوالہ' فرہنگِ اصطلاحات بنکاری' کراچی (۱۹۵۱ء)' ص : ۶۔

۳۶۔ اردو اصطلاحات سازی' ایک مطالعہ' **اردو نامہ**' لاہور' مارچ ۱۹۸۳ء' ص : ۱۷۔

۳۷۔ اردو میں دخیل الفاظ' **اردو**' کراچی جولائی ۱۹۴۹ء۔

۳۸۔ بحوالہ: ایضاً" ۔

39. Abdul Haq, Dr., The Standard English-Urdu Dictionary, Karachi, (1985), P:15.

۴۰۔ وحید الدین سلیم (۱۸۶۹ء ۔ ۱۹۲۷ء) پانی پت میں پیدا ہوئے۔ لاہور سے میٹرک اور منشی فاضل کیا۔ محکمہ تعلیم ریاست بہاولپور اور ریاست رام پور میں ملازمتیں کیں۔ کچھ عرصہ سرسید کے نجی معتمد رہے **معارف' علی گڑھ گزٹ** اور **زمیندار** کے ایڈیٹر رہے' آخر دارالترجمہ حیدر آباد دکن سے وابستہ ہو گئے۔ عثمانیہ یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر ہوئے اور تادمِ آخر اصطلاحات سازی میں مصروف رہے۔ علم اصطلاحات سازی پر ان کے نظریات نے حیدر آباد دکن اور بعد کے اصطلاحات ساز اداروں پر خاصا اثر ڈالا۔

بحوالہ : اردو جامع انسائیکلو پیڈیا' مولانا حامد علی خان' لاہور (۱۹۸۷ء)۔

۴۱۔ مشمولہ وضع اصطلاحات' کراچی (۱۹۶۵ء)' ص : (حرفے چند)۔

۴۲۔ سید ہاشمی فرید آبادی' پنجاہ سالہ تاریخ انجمن ترقی ء اردو' کراچی (۱۹۵۳ء)' ص ص : ۳۷۲' ۳۷۳' ۳۷۴۔

۴۳۔ ڈاکٹر انور سدید' اردو میں وضع اصطلاحات کا عمومی جائزہ' **محفل**' جولائی ۱۹۸۴ء' ص ص : ۴۱ تا ۴۲۔

۴۴۔ اصولِ وضعِ اصطلاحات' **اردو**' اورنگ آباد دکن' اپریل ۱۹۲۱ء' و مشمولہ **تلخیص الاردو** از سید ہاشمی فرید آبادی' کراچی (۱۹۵۳ء)' ص ص : ۱ تا ۱۲۔

۴۵۔ وحیدالدین سلیم' وضعِ اصطلاحات' ص ص : ۱۷۵ تا ۱۹۵۔

۴۶۔ بحوالہ : وضعِ اصطلاحات' ص ص : ۲۳۹ تا ۲۴۱۔

۴۷۔ بحوالہ : ایضاً" ص ص : ۳۰۴ تا ۳۲۲۔

۴۸۔ وضعِ اصطلاحات ' ص ص : ۲۲۱ تا ۲۲۳۔

۴۹۔ ایضاً" ص ص : ۲۲۴ تا ۲۲۷۔

۵۰۔ پنجاہ سالہ تاریخ انجمن ترقی اردو' ص : ۷۷۔

۵۱۔ بحوالہ : **اردو**' اپریل ۱۹۳۸ء' ص ص : ۴۵۴ تا ۴۵۵' دیکھیے : ڈاکٹر فرمان فتحپوری' اردو ہندی تنازع' ص ص : ۲۱۔۲۱۰۔

۵۲۔ آل انڈیا ریڈیو کے کنٹرولر احمد شاہ بخاری نے ہندوستانی کے مروجہ الفاظ و اصطلاحات کی فہرست مرتب کر کے اس کا مسودہ اہل علم کو بھجوایا اور مولوی عبدالحق سے اس پر نظرثانی کرنے کی درخواست کی۔ اس مسودے کی ایک نقل کتب خانہ مقتدرہ میں Air Lexicon کے نام سے موجود ہے۔

۵۳۔ مولوی عبدالحق ' اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ ' ص ص : ۴۲ تا ۴۴۔

۵۴۔ مولوی عبدالحق' ایضاً" ص ص : ۴۴ تا ۴۶۔

۵۵۔ 'ایضاً" ص ص: ۴۸' ۴۹

۵۶۔ مولوی عبدالحق' ایضاً" ص ص : ۵۰' ۶۱۔

۵۷۔ سنیتی کمار چٹرجی' ہند آریائی اور ہندی' ص:۱۲۹ (وہ مشترک ہندوستانی کو ہندوستھانی کا نام دیتے ہیں)۔

۵۸۔ ایضاً" ص ص : ۱۳۱' ۱۳۲ ۔

۵۹۔ ایضاً" ص : ۱۳۴ ۔

۶۰۔ بحوالہ : ایضاً" ص : ۲۰۸ ۔

۶۱۔ بحوالہ : ایضاً" ص ص : ۲۰۹' ۲۱۰ ۔

۶۲۔ بحوالہ : ایضاً" ص : ۲۱۲ ۔

۶۳۔ ایضاً" ص : ۲۱۶ ۔

۶۴۔ گلاسری آف ٹیکنیکل ٹرمز' انسانیات ' نئی دہلی' ترقی اردو بیورو (۱۹۸۱ء)' ص : دیباچہ۔

پاکستان میں اصولِ اصطلاحات سازی

آزادی کے بعد پاکستان کا اہم علمی مرکز لاہور بنا، ۱۹۴۹ء میں مجلس زبان دفتری کا قیام عمل میں آیا اور اصطلاحات سازی کا عمل شروع ہوا۔ دارالحکومت بننے کا پہلا اعزاز کراچی کو حاصل ہوا۔ بہت جلد یہ شہر لاہور کے بعد دوسرا اہم علمی و ادبی مرکز بن گیا اور اصطلاحات سازی کا دکنی تسلسل یہاں جاری ہوا۔ اس لیے تاریخِ اصطلاحات سازی کے حوالے سے پہلے کراچی کا مطالعہ ضروری ہے۔ مولوی عبدالحق بھی بھارت میں اردو کے مستقبل سے مایوس ہو کر پاکستان آگئے اور کراچی میں انجمن ترقی اردو کی تاسیس نو کی گئی۔
میجر آفتاب حسن نے کراچی میں سائنٹیفک سوسائٹی پاکستان کی طرح ڈالی۔ اردو کو پاکستان کی قومی زبان ٹھہرایا گیا تو جامعہ کراچی نے اردو میں اصطلاحات سازی اور تصنیف و تالیف کے لیے شعبہ تصنیف تالیف و ترجمہ قائم کیا۔ کراچی کے اس دور میں حیدر آباد دکن کے اثرات اور میجر آفتاب حسن کے اصولوں کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ انھی کے زیر اثر جامعہ کراچی کے اصول ہمارے سامنے آتے ہیں۔

۱:۶۔ حیدر آباد دکن کے اثرات

بلگرامی اور مولوی سلیم کے علاوہ جامعہ عثمانیہ کے اصول اور تجربات مولوی عبدالحق اور انجمن ترقی اردو کے ہمراہ پاکستان میں آئے۔ اگرچہ اس سے پہلے اصطلاحات سازی مختلف اداروں میں ہوتی رہی لیکن اصولی سطح پر ہمیں آفتاب حسن اور جامعہ کراچی زیادہ واضح نظر آتے ہیں۔ انجمن ترقی اردو پاکستان مولوی عبدالحق کے اصول (نظر ثانی اور قبولیت) کے تحت کام کرتی رہی۔ اپنے سابقہ ذخیرے کی اشاعت، اس پر نظرثانی اور انھی اصولوں کے تحت نئی اصطلاحات کے کام کا آغاز کیا گیا۔ حیدر آباد دکن کی اصطلاحات کو آغاز کار کے لیے موزوں قرار دیا گیا۔ حکومت پاکستان نے جو کمیٹی قائم کی، اس کے اجلاس میں:
۱۔ ڈاکٹر رضی الدین نے کہا: "اگر اردو کی اصطلاحیں خصوصاً جامعہ عثمانیہ کی اصطلاحیں اور علامتیں اختیار کی جائیں تو پھر ہر مضمون کی کتابیں اردو میں دستیاب ہو سکتی ہیں"[۱]۔
۲۔ ڈاکٹر افضال حسین قادری نے کہا: "زبان اور اصطلاحات کو خصوصیت کے ساتھ

عام کیا جائے۔"[۲] اور پچھلی اصطلاحات پر نظر ثانی کی جائے[۳]۔

۳۔ کپتان فضل حسین نے کہا: "صرف عام اصطلاحات کا ترجمہ کیا جائے۔ خاص اصطلاحات کو اردو کا رنگ دے دیا جائے۔ مثلاً کاربن ڈائی آکسائیڈ کو اردو میں لکھ دیا جائے تو میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے"[۴]۔

یہ وہ مباحث تھے۔ جن کی بناء پر انجمن ترقی اردو تو کوئی نئے اصول پیش نہیں کر سکی لیکن کپتان فضل حسین کی آواز کی بازگشت ہمیں میجر آفتاب حسن کے اصولوں میں سنائی دیتی ہے۔

۶:۲ - میجر آفتاب حسن کے اصول

آفتاب حسن[۵] حیدر آباد کے اصولوں ہی کا ایک تسلسل ہیں۔ ان کے نظریات تین بنیادی اصولوں پر مبنی ہیں:۔

۱۔ سابقہ ذخیرۂ الفاظ خصوصاً حیدر آباد کے تجربات سے استفادہ۔

۲۔ بین الاقوامی اصطلاحات کا تعین۔

۳۔ آلات کے نام وضع کرنے کے اصول۔

پہلے اصول کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں[۶]:۔

"اصل اصول یہ ہے کہ اردو زبان میں اب تک جو کچھ کام ہوا ہے اس سے پورا فائدہ اٹھایا جائے' خواہ مخواہ اور بے ضرورت اصطلاحات وضع نہ کی جائیں۔ جہاں ضرورت ناگزیر ہو وہاں ان اصولوں کو کام میں لایا جائے جو مسلمہ اور متفقہ ہیں۔"

دوسرے اصول کے بارے میں لکھتے ہیں[۷]:۔

"بین الاقوامی اصطلاحوں کے معنی انگریزی اصطلاحیں نہیں ہیں۔ یعنی انگریزی کتابوں میں جو علمی اصطلاحات استعمال ہو رہی ہیں وہ دنیا کی ساری زبانوں میں من و عن استعمال نہیں ہوتیں۔ یہ ایک بدیہی چیز ہے جس میں بحث و مباحثے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کی شہادت وہ اصطلاحی لغات دیتی ہیں جو انگریزی - فرانسیسی' انگریزی۔ جرمن' انگریزی۔ اطالوی وغیرہ وغیرہ ناموں سے عام طور پر دستیاب ہیں۔ اگر سائنس کے سارے الفاظ تمام زبانوں یا کم از کم مغربی زبانوں میں ایک ہی ہوتے تو ان لغات کی ضرورت کیا تھی؟۔"

میجر آفتاب حسن کے اس اصول یعنی بین الاقوامی اصطلاحات کو من و عن لینے کے رجحان کا جائزہ آگے چل کر لیا گیا ہے۔

یہاں میجر صاحب کے اس بیان سے اقتباس ضروری ہے' جو انھوں نے ڈاکٹر عبدالسلام کے بیان کے رد عمل میں لکھا۔ فرماتے ہیں[۸]:۔

"یہ تو ایک امر مسلّمہ ہے کہ بین الاقوامی اصطلاحات کا ترجمہ نہ ہونا چاہیے اور ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ان یورپی الفاظ کو بھی جو اردو کے مزاج کے مطابق اور ہم آہنگ ہوں، قبول کر لیا جائے۔ بشرطیکہ ان کا بدل اردو میں موجود نہ ہو۔ غیر ضروری ترجموں سے یقیناً پرہیز کرنا چاہیے۔ لیکن ضروری کیا ہے اور غیر ضروری کیا ہے۔ اس کا فیصلہ تو خود زبان کرتی ہے۔"

تیسرا اصول آلات کے نام رکھنے کا ہے۔ یہ تین طرح کے ہوتے ہیں، صفاتی، نسبتی اور اختصاری۔ ان تینوں کے بارے میں انھوں نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے[9]:۔

"الف ۔ صفاتی وہ نام ہے جس سے آلے کی صفات کا اظہار ہوتا ہے اور نام لیتے ہی اس کے کام کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

مثلاً انگریزی کی اصطلاح Cyl inder ایک بیلن نما شے یا استوانے کو کہتے ہیں۔ Barometer مرکب ہے Baro اور Meter کا۔ یعنی بوجھ ناپنے والا۔ Meter ایک عام لاحقہ ہے جو سائنسی آلات میں استعمال ہوتا ہے اور ناپنے والے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اردو میں بھی اس لاحقے کے لیے ہمیشہ "پیما" لاتے ہیں۔ اس طرح جو مرکب اصطلاح بنتی ہے، وہ اردو میں بھی اپنے وہی قطعی معنی دیتی ہے۔

مثلاً Hydrometer آب پیما، Manometer واب پیما، تعلیب پیما وغیرہ۔ اسی طرح جن آلوں کے نام کے آخر میں Scope آتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کچھ دکھاتے ہیں۔ مثلاً Telescope دوری دکھانے والا، Microscope چھوٹی چیزیں دکھانے والا، Electroscope برق دکھانے والا، وغیرہ وغیرہ۔ اس Scope کے لیے اردو میں کہیں کہیں "بین" لیکن زیادہ تر "نما" استعمال ہوتا ہے۔اس لحاظ سے Telescope کو دوربین، Microscope خوردبین، Electroscope کو برق نما اور Spectroscope کو طیف نما کہتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہاں پر لاحقہ "نما" اس لیے صحیح ہے کہ یہ آلہ دکھاتا ہے۔

اسی طرح لاحقہ Graph ہے جس کے معنی درج کرنے کے ہیں۔ یہ آلات صرف دیکھتے ہی نہیں اس کے ساتھ ساتھ کاغذ یا فوٹو پر اندراج بھی کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے اردو میں Graph کے لیے نگار کا لاحقہ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً Electrograph برق نگار، Spectrograph طیف نگار، Electrocardiograph برقی قلب نگار وغیرہ وغیرہ۔

یہ تو ہوئے صفاتی ناموں کے اصول۔ اب دوسرے متفرق ناموں کو لیجیے۔ Aerial وہ تار ہے جو ہوا میں کھینچا جاتا ہے، جس سے ریڈیائی شعاعیں ریڈیو تک پہنچتی ہیں۔ "ایریل" اردو میں بے معنی ہے، چاہے تمام ریڈیو فروخت

کرنے والے اس کو اسی نام سے پکاریں۔ اہل علم اور اہل اصطلاح اس کو "ہوائیہ" کہتے ہیں۔

Analyser تشریح کرنے والا۔ اردو میں اس کو "تشریح گر" اور کبھی کبھی "تجزیہ کار" بھی کہتے ہیں۔

Wireless بے تار۔ اردو میں اس کو "لاسلکی" کہتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ کہ اس قسم کے سارے انگریزی نام آلات کی صفات کو ظاہر کرتے ہیں اور خاص ادبی ترکیب رکھتے ہیں اور زبان کا جز ہیں۔ اردو میں ان ہی خصوصیات کو قائم رکھنا ضروری ہے۔

(ب) - دوسرا گروہ ان آلات کا ہے جو کسی شخص یا فرد کے نام پر ہیں، جنھیں نسبتی کہا جاتا ہے۔ مثلاً Wilson's Cloud Wimshurst's Machine Chamber, Ammeter, Voltmeter اور Yagi Aerial وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان اصطلاحوں میں اشخاص کے نام اپنی جگہ پر رہیں گے۔ صرف ان حصوں کا ترجمہ ہو گا جو وضاحتی ہیں۔ مثلاً متذکرہ بالا آلات کو علی الترتیب اردو میں ومشرٹ مشین، ولسن کا بادل خانہ، وولٹ پیما، ایم پیما اور یاگی ہوائیہ کہیں گے۔

واضح رہے کہ لفظ مشین کو اردو نے اپنا لیا ہے۔ اس طرح بے شمار الفاظ اردو میں بیرونی زبانوں سے داخل ہو گئے ہیں، زبردستی داخل نہیں کیے گئے ہیں۔ موزوں الفاظ اپنی جگہ خود بنا لیتے ہیں۔

(ج)- تیسرا گروہ ان آلات کا ہے جنھیں اختصاری کہا جا سکتا ہے۔ ان کے نام ہیں تو معنی دار اور یہ رکھے گئے ہیں، ان کے عمل کو سامنے رکھ کر۔ لیکن بہ ظاہر ان کے معنی نظر نہیں آتے مثلاً Radio بنا ہے Radiation یعنی اشعاع سے- Dynamic, Dynamo یعنی قوت سے، Cyclotron وہ مشین جو ذرات کو چکر دے کر تیز کرتی ہے،اس لیے Cyclo کا لفظ آیا ہے۔ Bevatronاس کا سابقہ Bev انگریزی Billion Electron Volt کا مخفف ہے۔ اسی قوت سے یہ مشین کام کرتی ہے۔ Xeroxmachine وہ مشین جو بغیر روشنائی برقی طریقوں سے طباعت کرتی ہے۔ Zeta جو مخفف ہے Zero Energy Thermonucler Assembly کا، Radar جو مخفف ہے Radio Detection and Range کا۔ اسی طرح Camera اور Transistor وغیرہ ہیں۔

ان میں سے جو چل سکتے ہوں، ضرور چلائے جائیں۔ جو کھپ سکتے ہوں، انھیں ضرور کھپایا جائے لیکن یہاں بھی یہی تجربہ ہو گا۔ بعض الفاظ ایسے ہوتے

ہیں جو اپنی ناموزونیت کے سبب کسی غیر زبان کے جز بن ہی نہیں سکتے۔"

ان میں ہمیں وحید الدین سلیم کے اصولوں کی بازگشت بھی نظر آتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ میجر صاحب نے تفصیلی انداز سے آلاتی ناموں کا ذکر کیا ہے جبکہ مولوی سلیم نے ان کا ذکر محض لاحقوں کے ضمن میں کیا ہے۔ ان کے ہاں بھی Graph کے لیے نگار تجویز کیا گیا ہے۔ البتہ تیسرے گروہ کے بارے میں میجر صاحب کی یہ تجویز قابلِ توجہ ہے کہ ان میں جو چل سکتے ہوں، ضرور چلائے جائیں البتہ بعض الفاظ اپنی ناموزونیت کی بنا پر کسی غیر زبان کا جز نہیں بن سکتے۔

جہاں تک ریاضی کی علامات کا تعلق ہے۔ میجر آفتاب حسن بھی دیگر بہت سے ماہرین کی طرح انھیں اردو میں استعمال کرنے کے حامی ہیں[۱۰]۔ سوائے نشانات مثلاً +، -، x، o، ÷، ∆، =، ∫، ∟، Π، <، ≮، ≯ وغیرہ۔ البتہ تفرقات مثلاً dy/dx کو "فرہا/فرلا اور log x کو "لوک لا" قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ کوئی نیا طریقہ نہیں۔ جامعہ عثمانیہ میں ۱۹۱۸ء سے ۱۹۴۷ء تک ان علامتوں کو استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

میجر آفتاب حسن اصطلاحات کو علوم کی جان سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اصطلاحات سازی ایک مشکل اور پیچیدہ فن ہے۔ اگر اس قدر آسان ہوتی تو پھر یہ ساری کاوشیں جو ہمارے بزرگ کرتے چلے آرہے ہیں، ان کی ضرورت نہ تھی[۱۱]۔

ان کے نزدیک جو اصطلاحیں اردو زبان میں عرصے سے مستعمل ہیں، محض انگریزی پڑھانے کے شوق میں انھیں ترک نہیں کر دینا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے مصنفین اور اساتذہ کو اصطلاح ساز اداروں سے رجوع کرنا چاہیے۔

۶:۳ - شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی

جامعہ کراچی نے اردو اصطلاحات سازی اور درسی کتب کی تدوین و اشاعت کے لیے ۱۹۵۶ء میں شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ قائم کیا۔ جس میں دہلی کالج، سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ، جامعہ عثمانیہ اور انجمن ترقی اردو وغیرہ کے اصولوں اور ذخیرہ اصطلاحات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ نئی اصطلاحات کے لیے دو بنیادی اصولوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہ اصول حسب ذیل ہیں[۱۲]:-

"(ا) اصطلاح ایسی بنائی جائے جو زبان کے سانچے میں بھی ڈھلی ہو اور فن کے اعتبار سے بھی ناموزوں نہ ہو۔ یہ اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب اصطلاح سازی صرف سائنسدان ہی پر چھوڑ نہ دی جائے۔ اس کام کے لیے ماہرینِ زبان اور ماہرینِ فن دونوں کا یک جا ہونا ضروری ہے۔ ماہرِ فن اصطلاحات کا مطلب سمجھاتا ہے اور ماہرِ زبان اس کے مترادف کی موزونیت یا غیر موزونیت پر اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ یہی طریقہ کامیابی کے ساتھ کام کرنے کا ہے۔

(۲) بین الاقوامی اصطلاحات کا یعنی ان اصطلاحات کا جو دنیا کی تمام زبانوں میں بجنسہ استعمال ہو رہی ہیں، ترجمہ نہ کیا جائے۔"

پہلا اصول ہمیں مولوی عبدالحق اور دارالترجمہ حیدر آباد دکن کے اصول کا عکس نظر آتا ہے اور دوسرے اصول کا جائزہ ہم میجر آفتاب حسن کے اصولوں میں لے چکے ہیں، جو اتفاق سے اس شعبے کے بھی ناظم تھے۔ البتہ یہاں ہمیں بین الاقوامی اصطلاحات کی تفصیل اور تخصیص ملتی ہیں جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے[۱۳]:-

"(ا) بین الاقوامی اصطلاحات کا یعنی ان اصطلاحات کا جو دنیا کی تمام زبانوں میں بجنسہ استعمال ہو رہی ہیں، ترجمہ نہ کیا جائے۔

مثلاً کیمیا میں عناصر کی علامتوں کو حسب حال رہنے دیا جائے یعنی آکسیجن کے لیے O، نائٹروجن کے لیے N اور یورینیم کے لیے U وغیرہ وغیرہ۔

حیوانات میں Order (فصیلہ)، Generas (جنس) اور Species (نوع) کے لاطینی ناموں کا ترجمہ نہیں کیا جائے گا مثلاً "معمولی مکھی" کا اصطلاحی لاطینی نام Musca domestica ہے۔ اردو میں بھی اس کو "مسکا ڈومسٹیکا" ہی کہیں گے۔ اسی طرح گلاب کے پھول کو "روزا انڈیکا" اور نیم کے درخت کو "ازاڈاڈکٹا انڈیکا" کہا جائے گا۔

(۲) اشیا اور ادویات کے ناموں کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے مثلاً پنسلین، کلورو مائی سٹین، اسٹی رول، وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کیمیا میں جن عناصر کے نام پہلے سے موجود ہیں وہ قائم رہیں۔ جدید عناصر کے ناموں کا ترجمہ نہ کیا جائے اور مرکبات کے انگریزی نام بھی برقرار رکھے جائیں۔

(۳) جن مرکبات کے نام پہلے سے موجود ہیں، وہ بھی برقرار رہیں گے مثلاً Iron کے لیے اردو میں لوہا قائم رہے گا لیکن Ferrous sulphate کو اردو میں فیرس سلفیٹ اور عام زبان میں سبز توتیا کہیں گے۔ Sodium کو اردو میں سوڈیم کہیں گے۔ Sodium chloride کو اصطلاحاً" سوڈیم کلورائڈ اور عام زبان میں معمولی نمک کہیں گے۔

(۴) ریاضیات میں علامتوں اور ترقیمات کو بدلا نہیں جائے گا۔ مثلاً + ، ∏ ، ∑
– ، ± ، × ، ÷ ، = ، ≡ ، > ، < ، ∴ ، ∵ ، ∨ ، ∠ ، ∟ ، △ ، ⊥
|| ، ○ ، : ، ... ، " ، ( ) ، { } ، [ ] ، ∫ ، –

یہ بین الاقوامی چیزیں ہیں یہ اسی طرح رہیں گے۔"

ترجمہ کے لیے درج ذیل اصول اپنائے گئے:-

"(الف) اصطلاح زبان اور فن کے لحاظ سے موزوں ہو، مختصر ہو اور حتی الوسع اپنے معنی کے کل یا جز کی اس میں نمائندگی ہو۔

(ب) اصطلاح سازی میں عربی، فارسی، ہندی، سنسکرت اور ان تمام زبانوں سے مدد لی جائے، جو ہماری زبان کے جز ہیں۔
(ج) ان بیرونی الفاظ کو بھی استعمال کیا جائے جو اردو زبان کے مزاج کے مطابق ہوں۔
(د) جو اصطلاحیں قدیم سے رائج ہیں، مفید اور موزوں ہوں، برقرار رہیں۔
(ہ) اسماء سے افعال بلا تکلف بنائے جائیں۔
(و) ضرورت ہو تو ہندی الفاظ کے ساتھ عربی فارسی کا جوڑ اور سابقے، لاحقے لگائے جائیں۔
(ز) اردو اصطلاح سازی میں ایک اصول بن گیا ہے کہ Meter کے لیے "پیما" Scope کے لیے "نما" Graph کے لیے نگار، Logy کے لیے "یات" Oid، کے لیے "سا" Ferous کے لیے "بردار" Genous, کے لیے "زا" وغیرہ استعمال ہو رہا ہے، اس کی پابندی کی جائے گی۔"

ان اصولوں میں سے ریاضی کی علامات سے ڈاکٹر رضی الدین صدیقی نے قدرے اختلاف کیا ہے۔ شق "ج" کا اطلاق ترقی اردو بیورو، دہلی نے بھی کیا ہے۔ یہاں بھی ہمیں ہندی اور سنسکرت سے الفاظ سازی کا رجحان ملتا ہے۔ شق "ز" پر وحیدالدین سلیم نے "وضع اصطلاحات" میں مفصل بحث کی ہے۔ یہ شق اسی کی آئینہ دار ہے۔

۶:۴ — مختلف ماہرین کا ردِ عمل

الف — ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی کے نظریات:

ڈاکٹر صدیقی صاحب ملک کے معروف سائنسدان، سائنس اکیڈمی کے صدر اور کئی یونیورسٹیوں بشمول جامعہ عثمانیہ، جامعہ کراچی کے وائس چانسلر رہ چکے ہیں۔ مقتدرہ قومی زبان کی ہیئتِ حاکمہ کے رکن ہیں۔ ان کے اصول اصطلاحات سازی کی بنیاد اس امر پر ہے کہ سابقہ ذخیرہ اصطلاحات خصوصاً حیدر آباد دکن کے تجربات سے استفادہ کیا جائے۔ پاکستان بنتے ہی مولوی عبدالحق صاحب کے اصرار پر انھوں نے اپنا نظریہ پیش کیا[۱۲]:۔

"علمی اصطلاحوں کے متعلق بھی ابتدا میں دقتیں پیش آئیں گی۔ جامعہ عثمانیہ میں سینکڑوں ماہرینِ فن اور ماہرین لسانیات کے اشتراکِ عمل سے لاکھوں روپیہ خرچ کر کے ہر مضمون کی اصطلاحیں بنائی گئی تھیں۔ پھر انجمن ترقی اردو نے ان میں سے بعض مضامین کی اصطلاحوں پر نظر ثانی کی اور ان کو زیادہ سلیس بنا دیا۔ ابتدا میں ان اصطلاحوں کو اختیار کیا جا سکتا ہے اور ان کو بتدریج بہتر بنانے کی کوشش کی جا سکتی ہے"۔

جہاں تک علومِ ریاضی کی علامتوں کا تعلق ہے، انھوں نے انھیں ذرا سی ترمیم کے ساتھ اپنانے کی تجویز دی ہے[۱۵]۔ مثلاً + ، − ، × ، ÷ ، $\frac{1}{2}$ ، ( ) ، { } ، [ ] ، ∫ ، ∝ ، = ، ≡ ، √

وغیرہ قائم رکھے جائیں جذر (Root) کی علامت √ کی بجائے ما ہونی چاہیے سگما ∑ کی علامت ≥ ہو۔ البتہ Log کے لیے "لوک" Exp کے لیے "سو" یونانی حروف ۱ ، ۲ ، ۳ کے لیے ء، ب، ج، f(x) کے لیے ف (لا) تجویز کرتے ہیں۔ یہ علامتیں جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے اصولوں میں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ یہ تجاویز ہمیں نواب بلگرامی کے ہاں بھی نظر آتی ہیں اور وحیدالدین سلیم کے ہاں بھی یہی جذبہ نظر آتا ہے کہ جدید علوم اردو میں پورے طور سے پڑھائے جائیں اور ان کے لیے پورے طور سے علامات، طریقے اور ترقیمیں وضع کی جائیں۔ چنانچہ جامعہ کراچی کے اصولوں کے علاوہ مقتدرہ کی کمیٹی برائے علاماتِ ریاضی میں بھی ہمیں اسی کا پرتو دکھائی دیتا ہے۔

ب۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری کا رد عمل:

معروف ماہر لسانیات ڈاکٹر شوکت سبزواری نے جامعہ کراچی کے اس رجحان پر پاکستانی نقطۂ نظر سے پہلا رد عمل ظاہر کیا کہ ہندی اور سنسکرت سے بھی مدد لی جائے۔ وہ اسے زبان کے لحاظ سے مستحسن قرار نہیں دیتے۔ ان کے نزدیک لفظوں کو جوڑنے اور دو مختلف زبانوں کے الفاظ کا پیوند لگانے کے لیے ان میں صوتی مناسبت اور ایک طرح کی مزاجی ہم آہنگی ہونی چاہیے۔ اپنے مقالے میں جو بعد میں ان کی کتاب اردو لسانیات کا حصہ بھی بنا، لکھتے ہیں[۱۶]:-

> "انسان کی طرح زبان کا بھی مزاج ہوتا ہے، جس کا وضع اصطلاحات کے وقت بہر حال خیال رکھنا چاہیے۔ عام بول چال کے الفاظ پر تو کسی کا اجارہ نہیں۔ جو لفظ عوام کی ٹکسال سے چل نکلا، وہ رائج الوقت سکہ ہے۔ اصطلاح سازی البتہ اہل علم کا کام ہے۔ یہ ان کے اختیار میں ہے کہ وہ زبان کے مزاج و منہاج کی مناسبت سے اصطلاحیں وضع کریں۔ اصطلاح میں جو عظمت اور ایک طرح کی گمبھیرتا ہوتی ہے، اس کا تقاضا ہے کہ اصطلاحی الفاظ صوتی لحاظ سے موزوں، قواعد زبان کے مطابق، بناوٹ میں بھاری بھر کم اور دلالت معنی کی رو سے مناسب ہوں۔ ہر چند فارسی الفاظ کے آخر میں نسبت کی "ی" لاحق کر کے ہزاری، بزاری جیسے الفاظ عام طور سے اردو میں وضع کیے جاتے رہے ہیں، لیکن مستند علمی زبان میں فارسی الفاظ پر یائے نسبت کا اضافہ ثقاہت کے خلاف ہے۔ جیسے خودی (خود+ی) پہلوئی (پہلو+ئی) لبی (لب+ی)، دولبی (دو+لب+ی) وغیرہ اور ان وضع کردہ الفاظ پر عربی کی "ہ" داخل کرنا یا ٹھیٹ ہندی الفاظ پر "ی"

بڑھانا' ایسا ہے جیسے کریلا اور نیم چڑھا مثلاً جوڑا' جوڑی (جوڑا+جوڑ+ی) تالوی (تالو+ی) دانت بیٹھکی (دانت+بیٹھک+ی) تالویہ (تالو+ی+ہ)' خرویت (خرد+ی+ت)۔"

ان کے نزدیک زبان کا یہ مزاج عربی' فارسی کی آمیزش سے بنتا ہے۔ سنسکرت سے تو مدد لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جہاں تک اصطلاحات کی اقسام کا تعلق ہے' وہ اس کے سرے سے قائل ہی نہیں۔ ان کے نزدیک اصطلاحات عموماً مفرد ہوتی ہیں۔ مرکبات اصطلاحات بہت کم ہیں۔ لیکن اصطلاحات کی نحوی ترکیب میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ اصطلاحات زیادہ تر مرکب ہوتی ہیں۔ تاہم ان کے نقطہ نظر سے اصطلاحات سازی کے مندرجہ ذیل اصول ہمارے سامنے آتے ہیں[۱۷]:-

"۱۔ مفرد اصطلاح کا ترجمہ مفرد لفظ سے کیا جائے۔

۲۔ مرکب اصطلاحوں کو بھی مفرد الفاظ دیے جائیں۔

۳۔ جن مرکبات کو اصطلاح کی حیثیت حاصل نہیں' ان کے جوڑوں کا الگ الگ ترجمہ کر کے اردو ترکیب کی صورت میں نہ جوڑا جائے۔ بلکہ اسے قاری پر چھوڑ دیا جائے' مثلاً Law of polarity کے لیے الگ الگ الفاظ Law اور Polarity کا الگ الگ ترجمہ قاری کو معلوم ہے' اس لیے اس پورے جوڑ کا ترجمہ نہ کیا جائے۔

۴۔ "فلسفۂ لغت' جالینوسی شکل' ماورائی تصوریت' بندمصوتہ' ہم آہنگی" جیسے مرکبات غیر ضروری ہیں۔

۵۔ قدیم اصطلاحیں جو زبان میں گھل مل گئی ہیں' انھیں برقرار رکھا جائے۔ نئے الفاظ نہ گھڑے جائیں۔

۶۔ نئی اصطلاحات کا لفظی ترجمہ نہ کیا جائے بلکہ اصطلاحی مفہوم واضح کیا جائے۔"

ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اگرچہ یہ اصول شعبہ تالیف و ترجمہ' جامعہ کراچی کی شائع کردہ **فرہنگِ اصطلاحاتِ فلسفہ** کے تبصرے میں وضع کیے تھے اور ان میں مرکب اصطلاحات سے متعلق ان کے نظریات شاید قابل قبول نہ ہوں لیکن ان کا یہ جذبہ پاکستانی لہجے کی نشاندہی کرتا ہے جو آگے چل کر ہمیں علامہ شبیر بخاری جیسے ماہرین کے ہاں نظر آتا ہے۔ دوسرا اصول جو ان کے ہاں قابل توجہ ہے' وہ اصطلاحی مفہوم واضح کرنے کا ہے۔ یعنی اصطلاحات کا ترجمہ اس طرح سے ہونا چاہیے کہ وہ اپنے مفہوم پر دلالت کرتا ہو۔

ج ۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل کی تجاویز:

مولوی عبدالحق اور میجر آفتاب حسن کی روایت کو جامعہ کراچی کے ڈاکٹر معین الدین عقیل نے آگے بڑھایا ہے۔ انھوں نے دورِ جدید میں اردو اصطلاحات سازی کے رجحانات کا

جائزہ لے کر مقتدرہ قومی زبان کے سیمینار "اصول وضع اصطلاحات" (۱۹۸۶ء) میں اپنی تجاویز پیش کی ہیں۔ ان میں نسبتاً جامعیت نظر آتی ہے۔ وہ اصطلاحوں کے بلاوجہ استرداد کے قائل نہیں۔ ان کے نزدیک اصطلاحات سازی کی تین سطحیں ہیں:۔

۱۔ نظر ثانی

۲۔ ترجمہ

۳۔ وضع اصطلاحات

گویا ان کے نزدیک پہلے ہمیں سابقہ ذخیرہ اصطلاحات پر نظر ثانی کر لینی چاہئے' پھر نئی انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ کرنا چاہیے۔ آخر میں وہ نئی اصطلاحات وضع کرنے کے اصول بیان کرتے ہیں۔ بین الاقوامی اصطلاحات کے ضمن میں ان کے اصول منفرد ہیں' وہ انھیں اختیار کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کے اردو مترادفات بھی قوسین میں بیان کر دینا چاہتے ہیں تاکہ طلبہ ان کے مفہوم سے آگاہ ہو سکیں۔ نظر ثانی کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں[۱۸]:۔

"(الف) وہ تمام اصطلاحات' جو مفہوم کی مکمل ادائیگی کرتی ہیں' انھیں برقرار رکھا جائے۔ چاہے وہ مشکل ہی محسوس ہوں۔

(ب) جن اصطلاحات میں صحت اور سلاست کے لحاظ سے ردوبدل کی گنجائش ہو' ان میں مناسب رد و بدل کر لیا جائے۔

(ج) ایک مفہوم کے لیے یا ایک انگریزی اصطلاح کے لیے صرف ایک ہی اردو اصطلاح رکھی جائے۔ باقی قلم زد کر دی جائیں۔

(د) اگر ایک ہی مفہوم کے لیے ایک سے زیادہ اصطلاحات موجود ہوں' چاہے وہ مروج اور مقبول ہی کیوں نہ ہوں' ان میں سے صرف مفہوم سے قریب تر اصطلاح اختیار کی جائے اور اگر ایسی کئی اصطلاحات ہوں تو زیادہ مروج اصطلاح باقی رکھی جائے۔

(ہ) جو انگریزی اصطلاحات ہماری زبان میں عام طور پر مستعمل ہو گئی ہیں اور وہ اردو میں بے جوڑ محسوس نہیں ہوتیں' برقرار رکھی جائیں۔

(و) جن انگریزی اصطلاحات کے مناسب اردو مترادفات موجود ہیں' ان کے لیے صرف اردو اصطلاح باقی رکھی جائے۔"

اصطلاحات کے ذخیرہ پر نظر ثانی کے بعد جن انگریزی اصطلاحات کے لیے اردو میں مترادفات موجود نہ ہوں' ان کے نزدیک ان کا ترجمہ ہو جانا چاہیے۔ اس کام کے لیے انھوں نے درج ذیل تجاویز دی ہیں[۱۹]:۔

"(ا) الفاظ کو رواں' سہل اور بلاتکلف استعمال کرنے کے لیے اسماء سے افعال بنانے کی روایت مفید ہو سکے گی۔ مثلاً اپنانا یا قومیانا۔ یہ اپنے مترادف انگریزی الفاظ کے مفہوم کو بہتر صورت ادا کرتے ہیں۔ جب کہ اردو میں یہ نئے الفاظ

ہیں۔ اس انداز سے مفرد کے ساتھ ساتھ مرکب الفاظ بھی بنائے جا سکتے ہیں۔
(ب) تراکیب بناتے ہوئے ضروری ہو جائے تو مسلمہ قواعد سے قدرے انحراف میں کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ اردو میں رواج موجود ہے۔ مثلاً لب سڑک، سمجھ دار، لاچار وغیرہ۔ اسی طرح عربی و فارسی الفاظ کے ساتھ ہندی کے سابقے اور لاحقے یا ہندی الفاظ کے ساتھ عربی و فارسی کے سابقے اور لاحقے استعمال کر لیے جائیں۔"

لیکن اگر انگریزی اصطلاحات کے لیے اردو میں کوئی لفظ موجود نہ ہو اور ان کا ترجمہ بھی ممکن نہ ہو تو انھیں وضع کر لیا جائے۔ اس سلسلے میں ان کی تجاویز کچھ یوں ہیں[۲۰]:-

"(ا) تراکیب و اشتقاق کے اصول سے نئے الفاظ وضع کیے جائیں۔
(ب) اشیاء کے اوصاف کے مطابق نئے نام تخلیق کر لیے جائیں۔
(ج) مفہوم کے لحاظ سے آزادانہ نئی اصطلاح وضع کی جائے۔
(د) نئی اصطلاح وضع کرتے وقت یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ کسی دوسرے علم میں مختلف معنوں میں استعمال نہ ہو۔
(ہ) اگر نیا لفظ بھی تخلیق نہ کیا جا سکے تو انگریزی اصطلاح کو اختیار کر لیا جائے۔ اور اگر ان کی ادائیگی اور انھیں اردو میں لکھنے میں دشواری ہو تو ممکنہ اردو تلفظ کے مطابق قدرے تبدیل کر لینا چاہیے۔
(و) وہ الفاظ جو اصلاً عربی، فارسی یا اردو کے ہیں، لیکن انگریزی میں دخیل ہو گئے ہیں اور ان کی شکل بدل گئی ہے۔ جب وہ اختیار کیے جائیں تو انھیں ان کی اصل صورت میں اختیار کرنا چاہیے، جیسے امیر البحر، جس کے لیے اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ "ایڈمرل" کے لیے ہے۔
(ز) بین الاقوامی اصطلاحات، جو ہر زبان میں یکساں استعمال ہوتی ہیں، انھیں اختیار کر لینا چاہیے۔ لیکن ہم اپنے طلبہ کو سمجھانے اور ان کے ذہن نشین کرنے کے لیے ان اصطلاحات کے ساتھ قوسین میں ان کے اردو مترادفات بھی لکھ سکتے ہیں۔
(ح) اصل انگریزی اصطلاح کو صرف ناگزیر صورت میں اختیار کرنا چاہیے۔"

ڈاکٹر عقیل کی تجاویز سابقہ اصولوں اور اصطلاحات سازی کے رجحانات اور اردو اصطلاحات سازی کی موجودہ ضروریات کا بہت حد تک احاطہ کرتی ہیں۔ تاہم ان کی یہ بات ناقابل فہم ہے کہ ایک مفہوم کے لیے اور ایک انگریزی اصطلاح کے لیے ایک ہی اردو مترادف رکھا جائے۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ ایک انگریزی اصطلاح جب مختلف مضامین کے مختلف مفاہیم میں استعمال ہوتی ہے تو اس کا تناظر بالکل بدل جاتا ہے۔ البتہ ان کی یہ بات قرین قیاس ہے کہ مفہوم کے لحاظ سے آزادانہ نئی اصطلاح وضع کی جائے۔

۵:۶- مجلس زبانِ دفتری پنجاب کے اراکین

آزادی سے قبل لاہور میں کوہ نور 'گنجِ شائگاں' انجمن پنجاب' پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی' اور دیگر قانونی اور علمی مترجمین کی اصطلاحات سازی کی اپنی ایک رو جاری تھی۔ یہاں اردو اصطلاحات دکنی دور سے بھی پہلے عملاً" زیرِ استعمال تھیں۔ وحید الدین سلیم نے بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ پنجاب میں اردو اصطلاحات طلبہ اور دیگر افراد کے زبان زدِ عام ہوتی ہیں۔ چنانچہ قیامِ پاکستان کے بعد بھی لاہور کو اصطلاحات سازی کے اہم مرکز کی حیثیت حاصل رہی۔ البتہ یہاں اصول اصطلاحات کے انفرادی رجحانات زیرِ عمل تھے۔ دراصل برصغیر کے مختلف گوشوں سے اہل علم یہاں جمع ہوتے رہے تھے۔ دہلی اور حیدر آباد دکن کے اثرات کے ساتھ ساتھ پنجاب' سرحد اور بہاولپور میں مستعملہ اور مترجمہ دفتری و دیگر تکنیکی اصطلاحات کا ایک وافر ذخیرہ بھی سامنے تھا' چنانچہ مجلس زبانِ دفتری پنجاب میں جس کا قیام ۱۹۴۹ء میں عمل میں لایا گیا تھا' ان سارے اثرات اور رجحانات کی آمیزش نظر آتی ہے۔ اگر ہم اس کے اراکین پر نظر ڈالیں تو معروف اہل علم کی ایک طویل فہرست سامنے ہے۔ ان میں سے بیشتر ارکان نے اصطلاحات سازی کے عمل میں حصہ لیا۔ متعدد مجالسِ استناد بھی قائم ہوئیں۔ ان میں بعض افراد نے اپنے طور پر اصطلاحات سازی کے اصول پیش کیے' اگرچہ مجموعی طور پر مجلس زبان دفتری نے کوئی اصول وضع نہیں کیے۔ ان ارکان میں ڈاکٹر سلیم فارانی' ڈاکٹر برہان احمد فاروقی' علامہ غلام شبیر بخاری اور صدر مترجم محمد غفران الجیلی قابل ذکر ہیں۔ دیگر کئی ارکان مثلاً پروفیسر احمد سعید' سید قاسم محمود وغیرہ کے نظریات کا ذکر اگلے باب میں کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ایک الگ مکتبِ فکر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان پر علیحدہ بحث کی گئی ہے۔

الف - ڈاکٹر سلیم فارانی:

معروف ماہر تعلیم ڈاکٹر سلیم فارانی نے مجلس زبان دفتری کا رکن بننے سے پہلے تعلیم کے مختلف میدانوں میں اصول اصطلاحات سازی پیش کیے۔ خصوصاً" ۱۹۵۰ء میں دفتری اصطلاحات کا آغاز کیا۔ یہی اصول وہ مجلس زبان دفتری کی مجلس استناد میں بھی استعمال کرتے رہے۔ ان کے بنیادی اصول حسب ذیل ہیں[۱۲]:-

" (۱) اصطلاح جہاں تک ممکن ہو' واضح' سہل' سریع الفہم' جامع' مختصر اور خوبصورت ہو۔

(۲) اردو زبان کی نوعیت حتی الوسع قائم رکھنے کی کوشش کی جائے۔

(۳) لفظی مادے اور الفاظ حسبِ ضرورت ان زبانوں سے لیے جائیں جو تشکیلِ اردو میں بطور عنصر شامل ہیں۔

(۴) اسلاف کی یادگار اصطلاحوں کو قائم رکھا جائے۔

(۵) علوم و فنون کی جو اصطلاحیں اردو میں مدت سے مروّج ہیں، انھیں بدلا نہ جائے تا وقتیکہ معنوی تحقیق اس تغیر پر مجبور نہ کرے۔
(۶) اسلامی دنیا کے علمی و فنی اتحاد کے پیش نظر عربی و فارسی میں علوم و فنون کی جدید مروّجہ اصطلاحات کو موزونیت کی حد تک اپنا یا جائے۔
(۷) جو انگریزی اصطلاحیں عام فہم اور عوام کی زبان پر رائج ہیں اور جن کے لیے اردو میں پہلے الفاظ موجود نہیں، انھیں جوں کا توں یا ہلکے سے تصرف کے ساتھ اپنا لیا جائے۔
(۸) انگریزی اصطلاحوں کی ساخت، معنی اور ماخذ کے لحاظ سے پوری تحقیق کرلی جائے، ان کی نوعیتیں سمجھ لی جائیں اور پھر اسی تحقیق کی روشنی میں انھیں اردو میں اصطلاح سازی کے طریقوں کے مطابق ڈھالا جائے۔ ان میں بعض سیدھی ہیں، بعض پیچیدہ، بعض کے اشتقاق مشکوک ہیں اور بعض اپنے موجدوں کے نام پر ہیں اور بعض ناموں پر مشتمل ہیں۔ بعض معنوی حیثیت سے غلط خاصیت ظاہر کرتی ہیں اور بعض مفہوم واضح نہیں کرتیں۔"

ڈاکٹر سلیم فارانی بنیادی طور پر وحید الدین سلیم کی روایت سے وابستہ ہیں لیکن ہندی کے برعکس صرف عربی، فارسی اصطلاحات کا رجحان رکھتے ہیں۔ ان کی آخری شق مبہم ہے۔ یعنی وہ ہمیں اردو اصطلاح سازی کے وہ طریقے نہیں بتا پائے جو پیچیدہ اور مشکوک اصطلاحات میں خصوصی طور پر اصطلاحات کی ساخت اور معنی اور ماخذ کے لحاظ سے استعمال کیے جائیں۔ ظاہر ہے اس کے لیے اصطلاحات کی نحوی ترکیب کو ملاحظہ کرنا ہوگا۔

ب۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے نظریات:

معروف فلسفی اور ماہر تعلیم ڈاکٹر برہان احمد فاروقی مجلس استناد، مجلس زبان دفتری کے سربراہ رہے ہیں۔ انھوں نے اصطلاح کے فلسفے کو بیان کیا ہے اور اس کی نوعیت اور کیت کے درمیان امتیاز کو ختم کرنے پر زور دیا ہے۔ ان کے اصول اصطلاحات بھی ترجمہ اور نظر ثانی کی سطحیں رکھتے ہیں۔ ترجمے کے ضمن میں وہ تشریحی لغات اور کشاف اصطلاحات کے قائل ہیں۔ ترجمہ کے بارے میں لکھتے ہیں[۲۲]:

"جہاں تک علمی اصطلاحات کے ترجمے کا تعلق ہے۔ ایک لفظ کے بدلے دوسرا لفظ اصطلاحات کے ترجمے کی ضرورت پورا نہیں کرسکتا۔ جب تک اصطلاح کی تعریف کرکے اس کی وضاحت نہ کی جائے۔"

اس ضمن میں وہ اصطلاحات کے مفاہیم سے متعلق متبادل کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ وہ پہلے فرد ہیں جو ہمیں اصطلاحی فلسفے سے آگاہ کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں[۲۳]:

"بعض اصطلاحات کے سلسلے میں نوعیت اور کیت کے درمیان امتیاز سے صرف

نظر کرنا لازم آئے گا۔ مثلاً ایک لفظ Value ہے۔ اس کا ترجمہ "قدر" کیا جائے۔ "قدر" نوعی حیثیت کی بجائے صرف "مقداری" حیثیت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا بدل "فضیلت" اور جمع "فضائل" ہے جو سب قسم کی Value کے لیے مستعمل ہے۔"

نظر ثانی کے ضمن میں ان کا یہی فلسفہ کام آتا رہا ہے۔ وہ صحیح ترین اور مفہوم سے قریب ترین اصطلاح کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس ضمن میں اپنے سابقہ ترجمے کو تبدیل کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔ فرماتے ہیں[۲۴]:۔

"ایک دور میں ہم نے Passive Resistance کا ترجمہ "مقاومت مجہول" کیا تھا۔ مگر یہ مجہول تو گرامر کا مجہول تھا۔ جس کی تعریف ہے مالم سمعی فاعلہ اور ترجمہ ہونا چاہیے تھا "انفعالی مقاومت"۔ اسی طرح Nepotism کا ترجمہ ہم نے اقربانوازی یا خویش پروری کیا۔ حالانکہ اقربا نوازی تو قرآن کی رو سے نیکی ہے۔ اس کا ترجمہ تو غلط بخشی یا سفلہ نوازی یا غیر مستحق نوازی ہونا چاہیے تھا۔"

ج۔ علامہ غلام شبیر بخاری کے نظریات:

آزادی کے بعد للو لال جی کے تعصب اور وحید الدین سلیم اور مولوی عبدالحق کے مشورے کو پہلی بار ڈاکٹر شوکت سبزواری نے رَد کیا تھا اور مجلس زبانِ دفتری کے رکن کی حیثیت سے علامہ سید غلام شبیر بخاری جیسے معروف ماہرِ تعلیم نے بھی رد کیا۔ وہ عربی زبان سے استفادے کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک اردو، پشتو، پنجابی، سندھی، بلوچی، براہی اور سرائیکی میں اب بھی ستر فیصد سے زیادہ علمی اصطلاحات عربی اور فارسی کی ہیں۔ ان میں قطعاً کوئی بنیادی بُعد یا اجنبیت نہیں۔ اسی کی تشریح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں[۲۵]:۔

"ان بدلے ہوئے حالات میں، ایک الگ مکتب اسلامی پاکستان کو اردو میں اصطلاحات سازی کے لیے بھی اصطلاحات کے لیے کسی ام الالسنہ کی نشاندہی کرنا ہوگی اور وہ عربی ہے، جو پاکستان اور تمام عالمِ اسلام کی (ایک ارب انسانوں کی) دینی زبان ہے۔ عالمِ اسلام میں ادبی، تعلیمی، تہذیبی اور ثقافتی دوائر میں مستعمل زبان کے ۴۰ فی صد سے زیادہ الفاظ عربی زبان کے ہیں۔ عربی یو این او کی مقبولہ زبانوں میں سے ایک ہے۔ اس زبان میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے تقاضوں کو سمونے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔"

د۔ سید محمد غفران الجیلی:

مجلس زبان دفتری کے سابق صدر مترجم سید محمد غفران الجیلی نے اپنے طویل تجربے کے پیش نظر اصطلاحی ترجمے کے لیے چند اصول وضع کیے۔ ان میں پہلی بار ہمیں پاکستان کی مقامی زبانوں کے الفاظ کی طرف رجحان ملتا ہے۔ نیز مختصرات اور مخففات کے ترجمے کا

اصول بھی وضع کیا گیا ہے۔ ایک اور اصول قابلِ توجہ ہے کہ اگر انگریزی اور اردو متبادل دونوں یکساں طور پر مقبول ہوں تو دونوں کو رہنے دیا جائے۔ اس سے ہمیں ان انگریزی اصطلاحات کے فروغ اور استرداد کا اصول ہاتھ آتا ہے۔ جنھیں عام طور پر مستعمل یا غلطی سے بین الاقوامی سمجھا جاتا ہے۔ اس اصول کا بقیہ یہ ہے کہ ایسے الفاظ خود بخود چلن میں آکر یا تو مٹ جائیں گے یا مستعمل ہو جائیں گے۔ سید غفران الجیلی کے نزدیک[۲۶]:۔

" ہر انگریزی لفظ کے لیے ایک ہی اردو لفظ کا استعمال کیا جائے بشرطیکہ خود اس انگریزی لفظ کے متعدد معنی نہ ہوں"۔

اس کے لیے وہ انگریزی لفظ "ڈیفنس" کی مثال دیتے ہیں جس کے لیے اردو میں اگر ہم کہیں اس کا ترجمہ دفاع کریں، کہیں تحفظ اور کہیں حفاظت' وغیرہ تو غلط ہو گا ہمیں چاہیے کہ ڈیفنس کے لیے ایک ہی لفظ رکھیں مثلاً دفاع۔ البتہ بعض الفاظ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جنکے متعدد اور مختلف معنی ہوں۔ اردو میں ایسے الفاظ کے ترجمے میں ان مختلف معانی کا خیال رکھنا چاہیے مثلاً ایوارڈ کا ترجمہ "عطیہ" بھی ہو سکتا ہے اور "فیصلہ" بھی۔ "عطیہ" اس وقت جب مفہوم رقمی ہو اور "فیصلہ" اس وقت جب مفہوم ثالثی ہو۔ اس طرح الجیلی صاحب خود ہی اپنے اصول کی مخالفت کرتے ہوئے ایک لفظ کے مختلف اصطلاحی مفاہیم کے لیے مختلف الفاظ کی سفارش کرتے ہیں۔ مثلاً اسی طرح کا ایک لفظ کیس ہے جب کہ اس کا مفہوم عدالتی ہو تو اس کا ترجمہ "مقدمہ" ہوگا۔ طب میں "مریض" میکانیات میں "خانہ" اور دفتری استعمال میں مسل یا معاملہ۔ البتہ ان کے نزدیک:۔

"کسی انگریزی لفظ کا اردو متبادل جہاں تک ممکن ہو' اس قسم کا لفظ منتخب کرنا چاہیے کہ اس سے مشتقات وضع ہو سکیں مثلاً ایڈمنسٹریشن کا ترجمہ انتظام ہو سکتا ہے۔ اس سے ہم تنظیم، تنظیمی، منتظم، انتظامی اور انتظامیہ وغیرہ الفاظ مشتق کرسکتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہمیں مختلف انگریزی الفاظ کے لیے مختلف اور متبادل مخصوص کرنے پڑتے ہیں مثلاً آرگنائزیشن کے لیے تنظیم اور مینیجر کے لیے منتظم۔"

یہ بات درست نہیں ہوگی کہ انگریزی کے لفظ کا ترجمہ کچھ ہو اور اس کے مشتقات کا کچھ اور جو اصل لفظ سے مشتق نہ کیا گیا ہو مثلاً اگر ہم "ڈیفنس" کے لیے "دفاع" کا لفظ رکھیں تو "ڈیفنس ایریا" کے لیے حفاظتی علاقہ تو درست نہیں ہوگا۔ اس کا ترجمہ "مدفوعہ علاقہ" ہونا چاہیے۔" ان کا یہ اصول اس اصول کی نفی کرتا ہے کہ اصطلاح کا ترجمہ مفہوم کے لحاظ سے کیا جائے۔ یہی صورت حال ان کے اس اصول کی ہے کہ انگریزی کی فنی اصطلاحات کا ترجمہ کرتے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ اردو میں بھی وہ لفظ اصطلاح کی حیثیت رکھتا ہو' نہ کہ تشریح کی۔ ان کے نزدیک "کسی فنی اصطلاح کا مقصد اختصار ہے لیکن ایسا اختصار جو معنویت سے لبریز ہو۔ ایک اصطلاح کوئی مخصوص شے یا تصور ظاہر کرتی ہے۔

اس کا مفہوم مبہم نہ ہونا چاہیے- ہر شعبۂ فن کی اصطلاحات مخصوص ہوتی ہیں- ان میں شک و شبہ اور ابہام نہیں ہوتا- اگر ہم لمبی چوڑی تشریح یا ترکیبیں استعمال کریں تو اصطلاح کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے- مثلاً اگر سکشن پائپ کا ترجمہ یوں کیا جائے- "وہ نل جو ہوا' پانی یا کسی اور مائع چیز کے چوسنے کا کام کرے"" تو یہ اصطلاح نہ ہوئی- اس کے لیے "چوسانل" اصطلاح کے طور پر زیادہ درست ہوگا-

وہ اردو کی مستعمل اصطلاحات کی حمایت کرتے ہیں- مثلاً بل آف ایکسچنج کے لیے اردو میں پہلے سے ایک لفظ "ہنڈی" موجود ہے- اگر ہم اس لفظ سے صرف نظر کرکے اس کا نیا ترجمہ "تبادلہ بل" وغیرہ کریں تو درست نہ ہوگا- یہی صورت انگریزی کے مستعمل الفاظ کی ہے جو اردو زبان کا جزو بن چکے ہیں- انھیں جوں کا توں رہنے دیا جائے- مثلاً رجسٹری' بل' ڈاک' ٹکٹ وغیرہ- خواہ ایسے الفاظ اردو میں آکر بگڑ گئے ہیں لیکن وہ اردو میں عام طور پر استعمال ہوتے ہیں- انھیں بھی ان کے نزدیک جوں کا توں رہنے دیا جائے- یہ کوشش نہ کی جائے کہ انگریزی کا صحیح لفظ ان کی جگہ بولا جائے مثلاً رونڈ (راؤنڈ)' فیس' ڈگری' کارتوس' اردلی وغیرہ-"البتہ اگر کوئی انگریزی اصطلاح اور اس کا اردو متبادل دونوں یکساں طور پر اردو میں مقبول ہیں تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں کہ دونوں کو رہنے دیا جائے مثلاً کمیٹی اور مجلس وغیرہ-" اس صورت میں ہمیں ان کے ہاں امتزاجی رجحان ملتا ہے- وہ ایسے موزوں مقامی الفاظ کو بھی جگہ دینے کے حامی ہیں جو خاصے مقبول ہوچکے ہوں- مثلاً "بلینک ایمونیشن" کو پشتو بولنے والے "شلخی" کہتے ہیں "برسٹ آف فائر" کو پنجابی "چھٹا" کہتے ہیں- ان انگریزی الفاظ کے اگر کچھ ترجمے ہم کریں تو وہ نامانوس ہوں گے- پھر کیوں نہ مستعمل لفظ "شلخی" اور "چھٹا" رکھ لیے جائیں- وہ ہندی اضافت اور حروف جار (کا' کی' کے) وغیرہ کے استعمال کی مخالفت کرتے ہیں- دراصل وہ اصطلاحات سازی کے اس اصول کی لاشعوری حمایت کرتے ہیں کہ دو الفاظ کو بلااضافت و حروف جار پاس پاس رکھ کر نیا اصطلاحی مفہوم حاصل کرلیا جائے' وحید الدین سلیم نے جس کی مخالفت کی ہے-

وہ مختصرات کے ترجمے کے قائل نہیں بلکہ ان کے نزدیک پورے لفظ کا ترجمہ کر دینا چاہیے-

غفران الجیلی کے ہاں ہمیں سابقہ اصولوں کا ایک اجتماع اور امتزاج نظر آتا ہے- ان کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر ہمیں ڈاکٹر شوکت سبزواری کے اصول بھی جھلکتے نظر آتے ہیں، مثلاً ہندی اضافت اور حروف جار کا استعمال نہ کرنا- نیز وہ تمام متفرق رجحانات بھی دیکھنے میں آتے ہیں' جن کا جائزہ اگلے باب میں لیا گیا ہے- مثلاً مستعمل انگریزی الفاظ کا استعمال' عربی' فارسی سے استفادہ' اصطلاحی ترجمہ اور علاقائی الفاظ و اصطلاحات کی شمولیت وغیرہ- ڈاکٹر سید عبداللہ کے اثرات بھی ان پر دکھائی دیتے ہیں- مثلاً مروج اصطلاحات کو رہنے دینا یا ہر انگریزی اصطلاح کے لیے ایک ہی اردو اصطلاح وضع کرنا جو بظاہر ناممکن نظر

آتا ہے۔ مجلس زبان دفتری کے لغت میں ان مجموعی اصولوں کا پرتو جھلکتا ہے۔

۶:۶۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ کے اثرات

ڈاکٹر سید عبداللہ[۲۷] لاہور میں اصطلاحات سازی کے ایک اہم مکتب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جامعہ پنجاب، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، مجلس زبان دفتری، دائرہ معارف اسلامیہ اور مقتدرہ قومی زبان تک ان کے فکر اور مزاج کی چاندنی بکھری ہوئی ہے۔ ان کے اثرات لاہور سے نکل کر اسلام آباد میں مقتدرہ قومی زبان کے طریق اصطلاحات سازی پر بھی رونما ہوئے۔ اگرچہ وہ عربی، فارسی الفاظ اور تراکیب اور اردو کے اسلامی پہلو سے وابستہ تھے لیکن عربیت کو اردو کے لیے نقصان دہ سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک اردو اصطلاحات سازی کے اصول وضع کرتے رہنا بلاوجہ وقت کا ضیاع تھا۔ اردو کا مزاج ہی ایسا ہے کہ اس میں اصطلاحات ایک خود کار عمل کے ساتھ وضع ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اصل کام اردو کے نفاذ کا ہے۔ آئین کی رو سے اردو پاکستان کی قومی زبان ہے لیکن عملاً اسے دفتروں اور ذریعہ تعلیم سے دور رکھا گیا۔ چنانچہ اصطلاحات سازی کا وہ عمل جو سینکڑوں ماہرین کی کم وبیش دو صدیوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے، بے ثمر ہو کر رہ گیا ہے۔ لکھتے ہیں[۲۸]:۔

> "ایک اہم سوال ہے کہ جب اردو میں ایک قومی زبان بننے کے سب اوصاف پائے جاتے ہیں تو اسے اس منصب سے محروم رکھنے پر اصرار کیوں ہے؟ اردو ہماری تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ اردو ہماری جدوجہد آزادی اور تحریک پاکستان کی زبان ہے۔ اردو اس ملک میں سب سے زیادہ سمجھی جاتی ہے اور لکھی جاتی ہے اور لوگ اسے بہ آسانی بول لیتے ہیں۔ اس میں ادب ہے، اس میں علم بھی ہے۔"

پاکستان کی قومی زبان قرار دینے کے باوجود پاکستان میں دفتروں، عدالتوں اور تعلیمی اداروں میں اردو کو اس کا جائز مقام نہیں دیا گیا۔ چنانچہ اصطلاحات سازی کا سارا عمل بے مقصد اور بے کار نظر آتا ہے۔

الف۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ کے اصول:

اگرچہ سید صاحب نے عمر بھر اردو اصطلاحات سازی کی خدمت میں گزاری لیکن اس کے اصول باقاعدہ طور پر اس وقت وضع کیے، جب مقتدرہ قومی زبان کی دعوت پر اسلام آباد آئے اور وہاں انھوں نے نومبر ۱۹۸۴ء میں ایک لیکچر دیا۔

انھوں نے بھی اس بات سے اختلاف کیا کہ ہر انگریزی لفظ بین الاقوامی ہوتا ہے چنانچہ انھوں نے اصطلاحات سازی میں اپنی زبان سے وضع کردہ اصطلاح کو رائج کرنے کی تجویز دی لیکن اس کے ساتھ ہی اردو اصطلاح کی وضاحت کے لیے قوسین میں انگریزی الفاظ لکھ دینے کی سفارش بھی کی۔ صرف ان انگریزی اصطلاحات کو قبول کرنا پسند کیا جن میں مندرجہ ذیل خصوصیات ہوں[۲۹]:۔

"(الف) انگریزی اصطلاح سبک اور سہل ہو اور اردو کے مزاج کے قریب۔

(ب) وہ پیشہ ورانہ اصطلاحات جو انگریزی ذریعہ تعلیم کی وجہ سے اب ماہرین اور عام کارکنوں کی زبان کا حصہ بن چکی ہیں، ایسے انگریزی لفظوں کا جاری رہنا ہی مناسب ہے، البتہ سابقہ متبادل الفاظ یاد ہوں تو قوسین میں بھی لکھ دیے جائیں۔

(ج) جدید ایجادات و مصنوعات جن میں سے بعض اپنے مغربی موجدوں کے نام سے وابستہ ہیں، ان کو بجنسہٖ لے لینا مناسب ہوگا۔ اسی طرح مختلف اوزار اور ہتھیار جو مغرب سے آئے ہیں، اپنی اصل ہی سے پہچانے جائیں گے۔

(د) وہ الفاظ جو جدید زندگی کا لاینفک حصہ بن چکے ہیں اور جدید معاشرتی حقیقتوں سے ابھرے ہیں، اب مانوس و مقبول ہو چکے ہیں، انھیں باقی رکھا جائے۔"

ڈاکٹر سید عبداللہ کا یہ رجحان نسبتہً حقیقت پسندانہ ہے۔ انیسویں صدی میں جب اردو میں جدید اصطلاحات سازی کا کام شروع ہوا تو عربی، فارسی ہمارا ثقافتی ورثہ تھا اور ان زبانوں کے الفاظ، محاورات اور اصطلاحات روز مرہ استعمال میں تھے۔ چنانچہ جب اصطلاحات سازی کا وقت آیا تو عربی، فارسی کے سابقہ ذخیرے سے استفادہ لاشعوری طور پر ناگزیر بن گیا۔ بعد میں للولایت بھی اس میں در آئی۔ پاکستان بننے کے بعد ان دونوں رجحانات کے ساتھ ساتھ ایک اور رجحان درپیش تھا اور وہ تھا معاشرے میں انگریزی کا چلن۔ چنانچہ اب اصطلاحات سازی میں انگریزی الفاظ و اصطلاحات کا قبول بھی اسی لاشعوری عمل کا تقاضا کر رہا تھا۔ انھوں نے اس تقاضے کو اردو کی سطح پر محسوس کیا جو روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ انھوں نے جامعہ عثمانیہ کی عربیت بھی کی مخالفت کی۔ شق نمبر ۵ میں قدیم عربی زدگی کی بجائے سید صاحب مفرد عربی اصطلاحات کو لے کر فارسی یا آریائی طریقے سے اصطلاحات بنانے کے قائل نظر آتے ہیں۔ ان کے اصول اصطلاحات سازی کو ہم مجمل طور پر "اصولِ تصرف" قرار دے سکتے ہیں۔ اس "اصولِ تصرف" کے بارے میں اپنے رہنما اصول کی شق نمبر ۶ میں لکھتے ہیں کہ:-

"دیگر زبانوں کے الفاظ میں تصرف کیا جاسکتا ہے اور نیا لفظ گھڑا جاسکتا ہے، بشرطیکہ زیادہ اجنبی نہ ہو۔

(الف) انگریزی کے ایسے اصطلاحی الفاظ جو رائج ہوچکے ہیں اور اصل صورت میں یا تصرف کے بعد رواں ہوچکے ہیں، قائم رکھے جاسکتے ہیں، بشرطیکہ ناگزیر ہوں۔

(ب) عربی زبان کی ان علمی اصطلاحات میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے جو صدیوں سے مروّج ہیں اور اردو میں اب بھی ان کی علمی حیثیت اور ضرورت موجود

جہاں تک عربی مادے سے اصطلاحات وضع کرنے کا تعلق ہے' وہ صرف مفرد اصطلاحات کے قائل ہیں۔ اس ضمن میں "عربی زبان کی اس خصوصیت سے فائدہ" اٹھانا چاہتے ہیں کہ اس میں "ایک مفرد مادے سے متعدد الفاظ نکالے جاسکتے ہیں"۔ شق نمبر ۳ میں لکھتے ہیں[۳۱]:-

"نئی اصطلاح وضع کرتے وقت اگر دقیق عربی الفاظ کے مقابلے میں ایسے فارسی الفاظ موجود ہوں جو زبان پر آسانی سے رواں ہونے والے ہوں اور اردو زبان کی بناوٹ کے لحاظ سے زیادہ موزوں اور مناسب ہوں تو انھیں اختیار کیا جائے۔ جامعہ عثمانیہ میں عربی پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ ان میں سے اکثر آج بھی دقیق ہیں۔"

ڈاکٹر شوکت سبزواری کی طرح سید صاحب بھی مفرد اصطلاحات کے قائل ہیں۔ شق نمبر ۴ میں وہ ایسی مرکب اصطلاحیں کم از کم وضع کرنے پر زور دیتے ہیں جو دو یا دو سے زیادہ الفاظ پر مبنی ہوں۔ شق نمبر ۹ میں انگریزی کے مقابلے میں مفرد اصطلاح وضع کرنے کی ہدایت دیتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ تمام زبانوں سے استفادے کے قائل ہیں۔ جن کے الفاظ ہماری زبان میں بطور قدرتی عنصر کے شامل ہیں۔ شق نمبر ۲ میں ہندی' فارسی' عربی کے ساتھ ساتھ انگریزی' جرمن' فرنچ اور ترکی وغیرہ سے بھی مدد لینا چاہتے ہیں۔

ان کے اصولوں میں سب سے بڑا رجحان اصطلاحی اور عام زبان میں امتیاز کا نظر آتا ہے۔ ان کے نزدیک اصطلاح کا آسان اور متداول ہونا ضروری ہے۔ دراصل وہ اصطلاح سازی کے وقت اصطلاحی مفہوم کی جھلک کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ شق نمبر ۷ میں لفظی ترجمے کی جگہ آزادانہ نئی اصطلاح وضع کرنے کی تجویز پیش کرتے ہیں۔ ایک ہی اصطلاح کو مختلف معنوں کے لحاظ سے مختلف علوم میں استعمال کرنے کے قائل نظر آتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ ایسی اصطلاحوں کو ترجیح دیتے ہیں جو مروج یا مقبول ہوچکی ہوں' خواہ ان میں کوئی لسانی یا لغوی سقم ہی کیوں نہ ہو[۳۲]۔ یہ وہ اصول ہے جو ان کے زیر اثر اداروں میں ہمیں جاری نظر آتا ہے یعنی اصطلاحات سازی مفہوم اور چلن کو سامنے رکھ کر کی جائے۔ مقتدرہ قومی زبان کی اصطلاحات سازی میں بھی ہمیں اس کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ سید صاحب مفرد اصطلاحات کے ضمن میں فطری الفاظ' عربی ماخذ اور آریائی طریق مرکب سازی کی بات کرتے ہیں۔ جہاں تک اردو میں بین الاقوامی اور انگریزی اصطلاحات کے استعمال کا تعلق ہے' سید صاحب کا نظریہ نسبتہً فراخدلانہ رہا ہے۔ فرماتے ہیں[۳۳]:-

"بین الاقوامی اصطلاحات اردو میں بدستور استعمال کی جائیں گی۔ عبوری زمانے میں جب تک اردو اصطلاحیں زبان پر چڑھ نہیں جاتیں' سہولت کے لیے انگریزی الفاظ اور اصطلاحوں پر کوئی پابندی نہ ہوگی۔ ان حالات میں اصطلاحات

کی دشواری خود بخود ختم ہو جائے گی۔"

ان کے نزدیک اردو میں ۱۔ بین الاقوامی' ۲۔ انگریزی سے جذب شدہ اصطلاحات' ۳۔ نئی علمی اصطلاحات جو عربی' فارسی' ترکی' فرانسیسی' لاطینی' یونانی اور دیگر زبانوں سے اخذ ہوں گی' شامل ہونی چاہئیں۔ ایران' عرب اور ترکی میں مروج اصطلاحات بھی شامل کی جاسکتی ہیں' تاکہ ہمارے اتحادی ممالک کی علمی روایت بھی ایک دوسرے کے قریب آئے[۴۴]۔ مسلم ممالک میں اصطلاحات سازی کی روایت اور اس سے اردو کی حد استفادہ کا ذکر ہم کرچکے ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ زبان کو خالص بنانے کے عمل کی بنا پر مسلم ممالک کی زبانیں ایک دوسرے سے دور ہوتی جارہی ہیں۔

ب۔ جامعہ پنجاب کے اصول:

جامعہ پنجاب میں ۱۹۵۰ء میں انجمن اردو اور ۱۹۶۲ء میں ادارہ تالیف و ترجمہ قائم ہوا۔ ان دونوں اداروں میں اصطلاحات سازی کو باہمی مشورت سے انجام دیا جاتا تھا۔ ممکنہ اردو مترادفات پر بحث کی جاتی اور اصطلاحات کو اتفاق رائے سے وضع کیا جاتا۔ ڈاکٹر سی اے قادر نے ان اجلاسوں سے جو اصول اخذ کیے' وہ درج ذیل ہیں[۴۵]:۔

"۱۔ جہاں تک ممکن ہو اصطلاح واضح' سہل' جامع اور مختصر ہونی چاہیے۔

۲۔ جو اصطلاح وضع کی جائے' اس سے اصل اصطلاح کا مفہوم صحیح طور پر نمایاں ہونا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ اصطلاح کا لفظ تو کسی اور چیز کی دلالت کرے اور مفہوم کچھ اور مراد ہو۔

۳۔ لفظی مادے اور الفاظ ان زبانوں سے لینے چاہئیں جو اردو کی تشکیل میں معاون و مددگار رہی ہیں۔ فارسی اور عربی زبانوں کا اردو کی تشکیل میں بڑا ہاتھ ہے۔ ان سے مادے اور الفاظ حاصل کرنے چاہئیں۔ یوں تو کئی اصطلاحات ہندی اور سنسکرت سے دستیاب ہوسکتی ہیں لیکن چونکہ ان زبانوں کا اثر اردو پر نمایاں نہیں' لہٰذا ان سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔

۴۔ جو اصطلاحیں ہمارے بزرگوں نے وضع کر رکھی ہیں اور ان کی تحریروں میں موجود ہیں۔ انھیں جہاں تک ممکن ہو قائم رکھا جائے۔ فلسفہ' نفسیات' معاشریات' اقتصادیات وغیرہ کی کئی اصطلاحات مدتوں سے ہمارے یہاں مستعمل ہیں۔ انھیں قائم رکھا جائے۔ اس سے دو فائدے حاصل ہوں گے ایک تو ہمارا ماضی سے رشتہ قائم رہے گا اور دوسرے اصطلاحات سازی میں مدد ملے گی۔

۵۔ اگر دیگر اسلامی ممالک میں اصطلاح سازی کا کام ہوچکا ہو تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اس طرح ہمارا رشتہ اسلامی ممالک سے قائم رہے گا اور مضبوط ہوگا اور اصطلاح سازی کا کام قومی سطح سے اٹھ کر بین الاقوامی سطح پر آجائے گا۔

۶۔ جو انگریزی اور دوسری زبانوں کی اصطلاحیں اردو میں رس بس گئی ہوں' ان کے مترادفات ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں' انھیں ویسا ہی اختیار کر لینا چاہیے۔

۷۔ پاکستان میں اگر سائنسی کتب لکھنے والوں نے از خود اصطلاحات وضع کی ہوں تو انھیں درخورِ اعتنا سمجھنا چاہیے اور ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ہمارے ہاں کئی لوگوں نے معاشرتی علوم پر کتابیں لکھی ہیں۔ اگر ان میں مناسب اور موزوں اصطلاحات مل جاتی ہیں تو انہیں اختیار کرنے میں کوئی باک نہیں ہونا چاہیے۔"

ان اصولوں میں اس پاکستانی اندازِ فکر کی جھلک نظر آتی ہے جو ڈاکٹر شوکت سبزواری' علامہ شبیر بخاری اور ڈاکٹر سید عبداللہ کے ہاں ملتی ہے۔ یعنی سنسکرت سے گریز۔ خصوصاً سید صاحب کے اثرات خاصے نظر آتے ہیں۔ شق نمبر۱' نمبر۲' اور نمبر۶' میں واضح طور پر انہی کوششوں کا اعتراف بھی دکھائی دیتا ہے۔ لیکن ان اصطلاحات کی جمع آوری اور ان سے استفادے کا کوئی طریقہ ادارہ تالیف و ترجمہ میں وضع نہیں کیا گیا۔

ج۔ ڈاکٹر وحید قریشی کے نظریات:

نئے تقاضوں اور ضروریات کو ملحوظ رکھنے کا جو رجحان ڈاکٹر سید عبداللہ کے ہاں نظر آتا ہے' اس کے اثرات ڈاکٹر وحید قریشی کے نظریات میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اگرچہ مقتدرہ قومی زبان کے صدر نشین رہنے کے باوجود انھوں نے اصطلاحات سازی کے کوئی اصول باقاعدہ طور پر تو پیش نہیں کیے لیکن وہ حیدرآباد دکن کے عربی' فارسی آمیزی کے سخت مخالف نظر آتے ہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے رائے دی ہے[۳۶]:۔

"نئی اصطلاحات وضع کرنے میں متوازن راستہ قابل قبول ہوگا' اس لیے اردو زبان کے مزاج کو پیش نظر رکھنا ناگزیر ہے۔ پاکستان حیدر آباد دکن نہیں' یہاں کی سماجی زندگی خدوخال کے لحاظ سے جنوب سے مختلف ہے' اس لیے اصطلاحات سازی میں عربی' فارسی کا انتہا پسندانہ استعمال وہ نتائج پیدا نہ کر سکے گا' جس کی ہمیں تلاش و جستجو ہے۔"

یہاں وہ اس امر کو بھول جاتے ہیں کہ حیدر آباد دکن کا رجحان صرف عربی' فارسی آمیزی نہیں بلکہ ہندی اور مقامی سے استفادے کا بھی تھا اور عملاً ایک امتزاجی رجحان ہی نظر آتا ہے۔ ان کے نزدیک اصطلاحات سازی ایک سماجی عمل بھی ہے۔ اس لیے نئی زندگی کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اصطلاحات سازی کی جانی چاہیے۔ اسی مضمون میں آگے چل کر لکھتے ہیں[۳۷]:۔

"استفادہ اچھی چیز ہے لیکن اخذ و استفادہ میں زمانی عناصر کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان میں "رجسٹرار" کی جگہ "مسجل" نہیں چلے گا۔ یہاں انگریزی کا اثر دکن کے مقابلے میں زیادہ گہرا رہا ہے۔ اسی طرح عربی اور فارسی

کے فاصلے بھی یہاں پر جنوب کے مقابلے میں زیادہ تھے۔ اس لیے وہ مشکل الفاظ و تراکیب تو زبانوں پر جلد چڑھ جائیں گے' جن کا استعمال ابتدائی مراحل میں رہ چکا ہے۔ لیکن ان تراکیب کی مغائرت کو معاشرتی زندگی دور نہ کر پائے گی جو مرّوجہ تراکیب و الفاظ کو ملک بدر کرنے کی مہم کا حصہ ہوں۔"

اگرچہ ڈاکٹر صاحب اصطلاحات سازی کے باقاعدہ اصول وضع کرتے ہوئے نظر نہیں آتے' لیکن مندرجہ بالا اقتباسات سے اس ضمن میں چند نکات ضرور سامنے آتے ہیں جو کچھ یوں ہیں:-

۱۔ اصطلاحات سازی کے لیے امتزاجی رویہ (یعنی تمام ماخذوں سے استفادہ)۔
۲۔ انگریزی اصطلاحات کا زیادہ سے زیادہ استعمال (مستعمل انگریزی الفاظ)۔
۳۔سابقہ مستعمل اور عربی فارسی دقیق اصطلاحات(جو زبانوں پر چڑھ چکی ہیں)۔
۴۔ مانوس اور قابلِ فہم اصطلاحات وضع کرنا۔

۷:۶۔ مقتدرہ قومی زبان کی پیش رفت

الف ۔ عمومی جائزہ :

مقتدرہ قومی زبان کا قیام ۱۹۷۹ء میں اس لیے عمل میں آیا کہ یہ دفتری اور تعلیمی نظام میں اردو کے نفاذ کے لیے راہیں تلاش کرے اور حکومت پاکستان کو اس کی سفارشات پیش کرے۔اصطلاحات سازی کا کام براہ راست اس کے مقاصد کا حصہ نہیں تھا لیکن چونکہ لغات اور مطالعاتی مواد تیار کرنا اس کے وظائف میں شامل ہے' اس لیے یہاں اصطلاحات سازی کا کام جاری ہوا[۳۸] اس کا مطالعاتی جائزہ تو آگے چل کر لیا گیا ہے لیکن یہاں ان اصولوں کو تلاش کرنا ضروری ہے' جن پر مقتدرہ میں اصطلاحات سازی کا کام انجام دیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے دور میں اصطلاحات سازی کا کام کمیٹیوں کے سپرد کیا گیا لیکن بعد ازاں انفرادی اور اجتماعی ہر دو انداز سے اصطلاحات وضع کی گئیں۔ ابتدا میں کراچی کے اصولوں ہی کو آزمایا گیا لیکن ڈاکٹر وحید قریشی کے دور میں اصطلاحات سازی کے اصولوں میں (۱) انگریزی الفاظ (۲) قابل قبول اصطلاحات' (۳) معاشرتی ضروریات کو پیش نظر رکھنے کی کوشش کی گئی۔ اس مقصد کے لیے "مجالس استناد کے مشترک اجلاس نومبر ۱۹۸۴ء میں ' اصول وضع و استنادِ اصطلاحات' کے موضوع پر ڈاکٹر سید عبداللہ سے ایک لیکچر دلایا گیا' جسے بعد ازاں اخبارِ اردو اسلام آباد' دسمبر ۱۹۸۴ء میں اور ایک پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کیا گیا[۳۹] دسمبر ۱۹۸۵ء میں "اصولِ ترجمہ" اور مارچ ۱۹۸۶ء میں "اصولِ وضع اصطلاحات" پر سیمینار منعقد کیے گئے۔ جن کی روداد اور مقالات کو بعدازاں شائع بھی کیا گیا۔ ان لیکچروں' مذاکروں اور مقالات میں ایک بات ابھر کر سامنے آتی ہے کہ

پاکستان میں لوگ ایسی اصطلاحات سازی چاہتے ہیں جو "قابلِ قبول" ہو۔ تاہم مقتدرہ کی طرف سے ابھی تک اصطلاحات سازی کے واضح اصول سامنے نہیں آئے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کے دور میں ۱۹۸۸ء سے اصطلاحات سازی کے چند اصول ہمیں نظر آتے ہیں۔ انھوں نے جس قومی انگریزی' اردو لغت ۱۹۹۲ء کی تدوین و ترجمہ کی بنا ڈالی' اس کا بیشتر حصہ اصطلاحات پر مبنی ہے۔ چنانچہ اس لغت کی تدوین کے لیے جو اصول وضع کیے گئے' وہ مقتدرہ قومی زبان کے لیے ڈاکٹر سید عبداللہ کے اصول اور ڈاکٹر وحید قریشی کے نظریات کے بعد ایک خاطر خواہ اضافہ نظر آتے ہیں۔ خصوصا ان رہنما اصولوں کی مندرجہ ذیل شقیں اصطلاحات سازی سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان سے اردو اصطلاحات سازی کے جدید ترین رجحانات کا علم ہوتا ہے:۔

○۔ بین الاقوامی اصطلاحات اردو رسم الخط ہی میں لکھی جائیں مثلاً میگنیشیم' جین' نکوٹین' ملیریا وغیرہ۔

○۔ کیمیا کے فارمولے انگریزی حروف اور علامات ہی میں برقرار رہیں گے۔

○۔ نباتات اور حیوانات کے ٹیکنیکل نام کا ترجمہ / اردو مترادف دیا جائے اور اگر مترادف موجود نہ ہو تو اصل لاطینی نام اردو رسم الخط میں بھی لکھا جائے اور قوسین میں اصل لاطینی اصطلاح درج کی جائے۔ مثلاً سابل تاڑچہ (Palmette Sabal)۔

○۔ اگر کسی لفظ کا اردو مترادف نہ ہو اور اسے آسانی سے اردو میں ڈھالا جاسکے اور اس کے مشتقات بن سکیں تو اسے اردو میں لکھ دیا جائے۔ مثلاً Cabala کبالا' Cabalism کبالیت' Cabalistical, Cabalistic کبالیانہ اور Cabalistically کبالی انداز سے' وغیرہ۔ یعنی ان لفظوں کو اس طرح سے اختیار کر لیا جائے کہ ان سے بننے والے دیگر الفاظ بھی اردو میں وضع ہو سکیں۔"

ان اصولوں میں مقتدرہ کی روایت کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر جالبی صاحب کے اپنے تصورات کا امتزاج بھی ہوا ہے۔ مثلاً ان کے نزدیک "انگریزی کی جدید سائنسی اصطلاحات جو لاطینی یا یونانی سے لی جاتی ہیں بہت اونچی سطح پر استعمال ہوتی ہیں' انھیں اپنے رسم الخط میں لکھ کر استعمال کیا جاسکتا ہے اس طرح بین الاقوامی موضوعات سے رابطہ گہرا ہوجائے گا۔[۴۳]"

ان کے نزدیک "انگریزی اور اردو دونوں کے اخذ کرنے کا مزاج یکساں ہے۔ اہم علمی اصطلاحات تو صاحبانِ علم ہی سمجھیں گے اور عربی فارسی کو ہم چھوڑ نہیں سکتے۔ وہ ہماری روح میں ہے[۴۴]۔ چنانچہ علمی اصطلاحات وضع کرنے کے لیے مقتدرہ کو عربی فارسی کو بنیادی زبانیں قرار دینا پڑے گا جیسے انگریزی کے لیے لاطینی اور یونانی کو قرار دیا تھا۔ البتہ ان کے

مفاہیم اپنے انداز سے اختیار کیے جاسکتے ہیں۔ قومی انگریزی اردو لغت میں ان تمام ماخذوں کے ساتھ مقامی زبانوں سے استفادے، انگریزی و پراکرتی تراکیب وضع کرنے اور ایک اصطلاح کے مختلف معانی کے لیے مختلف الفاظ وضع کرنے کے اصول ملتے ہیں[۴۲]۔

ب۔ سائنس اور ریاضی کی علامات و ترقیمات:

مقتدرہ کی ذیلی مجلس برائے "سائنسی علامات و ترقیمات اور ہندسے" ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی کی سربراہی میں اجلاس ہیئت حاکمہ ۲۳۔ جون ۱۹۸۴ء کی رو سے قائم کی گئی تھی جس نے اپنی سفارشات ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو منظور کیں اور یہ ۶۔ جولائی ۱۹۸۶ء کو حکومت پاکستان کو بھجوائی گئیں[۴۳]۔ ان سفارشات میں بنیادی طور پر حیدر آباد دکن کی علامات سے اختلاف کیا گیا ہے مثلاً چھوٹے انگریزی حروف کے لیے نستعلیق کی بجائے ا، ب، ج کی کوئی بھی شکل استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور بڑے حروف کے لیے نسخ کی بجائے آ، بہ، جہ، لہ، مہ، نہ، کی سفارش کی گئی ہے اور بڑے حروف کو البتہ ویسے ہی اختیار کرلینے کا مشورہ دیا گیا جبکہ حیدر آبادی سفارش میں یہ عہ، بہ، جہ وغیرہ ہیں۔ خیالی عدد کے لیے ز کی بجائے خ اور مساواتوں کی بائیں سے دائیں کی بجائے دائیں سے بائیں کی طرف لکھنے کی سفارش کی گئی ہے۔

---○---

آج اردو میں اصطلاحات سازی کے اصولوں کا یہ سارا ذخیرہ ہمارے سامنے ہے، جس میں سابقہ ذخیرہ الفاظ سے استفادہ یا ہندی، عربی اور فارسی سے وضع اصطلاحات، انگریزی اصطلاحوں کی تارید، مرکبات سازی، مشتقات سازی اور ترکیب بندی کے اصول بیان ہوئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی پھر بھی باقی رہ جاتی ہے کہ نئے تقاضوں اور اصطلاحات سازی کے دیگر رجحانات کے پیش نظر اردو اصطلاحات سازی کے جامع اصول وضع کیے جائیں جن میں اصطلاحات کی تمام نوعیتوں، قسموں اور سطحوں کو ملحوظ رکھا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے تجربات خصوصاً" جدید عربی، فرانسیسی، اطالوی، ولندیزی، جرمن، روسی اور جاپانی زبانوں میں اصطلاحات سازی کے اصولوں کے تناظر میں ان اصولوں کی تفصیلات تیار کی جائیں، جدید علم اصطلاحات کی روشنی میں انھیں پرکھا جائے۔ عالمی بنک برائے اصطلاحات، وارسا، بین الاقوامی معیار بندی کی تنظیم، وی آنا اور دیگر ایسے عالمی اداروں کی مدد سے اردو اصطلاحات سازی کے جدید اصول وضع کیے جائیں، جو الفاظ سازی کا اظہار بھی کریں اور علامتی تصوریات پر بھی مبنی ہوں۔

حوالہ جات =

۱۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق، اردو بحیثیت ذریعۂ تعلیم سائنس، کراچی: (۱۹۵۱ء)، ص: ۲۵۔

۲- ایضاً، ص: ۲۷-
۳- ایضاً" ص: ۳۵ -
۴- ایضاً" ص ص: ۴۰ تا ۴۱-
۵- میجر آفتاب حسن (۱۶ ستمبر ۱۹۰۹ء ------ ۲۶ فروری ۱۹۹۳ء) جامعہ کراچی کے شعبہ ء حیوانیات کے ناظم اور سائینٹیفک سوسائٹی پاکستان کے روح و رواں تھے- وہ اس انجمن کے اعزازی معتمد رہے- علی گڑھ سے ایم ایس سی کیا تھا- شعبہ سائنس پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول میں صدر شعبہ سائنس رہے- حیدر آباد دکن میں انسپکٹر تعلیم سائنس بھی رہے - مدد گار ناظم تعلیمات اور پھر پرنسپل عثمانیہ کالج اورنگ آباد ہوئے- مقتدرہ قومی زبان کے معتمد اور قائم مقام صدر نشین رہے-
۶- آفتاب حسن، سائنس اور ریاضی کی درسی کتابیں، ص: ۶-
۷- آفتاب حسن، اردو ذریعہ تعلیم اور اصطلاحات، ص: ۳۲-
۸- آفتاب حسن، دوغلی زبان، روزنامہ **جنگ**، کراچی، ۲۶- فروری، ۱۹۸۶ء-
۹- آفتاب حسن، سائنس اور ریاضی کی درسی کتابیں، ص ص: ۸-۹-
۱۰- بحوالہ: سائنس اور ریاضی کی درسی کتابیں، ص ص: ۲۲، ۲۳-
۱۱- ایضاً"، ص: ۶-
۱۲- آفتاب حسن، اردو ذریعۂ تعلیم اور اصطلاحات، ص: ۳۲-
۱۳- "اصول وضع اصطلاحات" **جریدہ**، نمبرا، کراچی یونیورسٹی، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ-
۱۴- مولوی عبدالحق، اردو بحیثیت ذریعہ تعلیم سائنس، ص ص: ۳۲، ۳۳-
۱۵- بحوالہ: اردو اور ریاضی کی علامتیں، **اخبارِ اردو**، اسلام آباد (۱۹۸۴ء)، ص ص: ۸، ۹-
۱۶- ڈاکٹر شوکت سبزواری، علمی اصطلاحات کے اردو ترجمے، **ماہِ نو** کراچی، مارچ ۱۹۶۳ء، ص: ۴۵، مشمولہ اردو لسانیات، ص: ۱۸۳-
۱۷- محولہ بالا مقالہ، ص ص: ۳۶، ۱۳۹، محولہ بالا، ص ص: ۱۸۴ تا ۱۸۸-
۱۸- ڈاکٹر معین الدین عقیل، "فطری سائنس کی اصطلاحات کے مسائل"، **تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات**، ص: ۵۴-
۱۹- ایضاً"، ص ص: ۵۴، ۵۵-
۲۰- ایضاً"، ص ص: ۵۵، ۵۶-
۲۱- سلیم فارانی، اصطلاحات کا مسئلہ **آموزش**، لاہور، مارچ ۱۹۵۰ء، ص: ۱۷-
۲۲- تعارف، **اردو نامہ**، لاہور، جلد ۱ شمارہ ۱، مارچ ۱۹۸۲ء، ص: ۱۶-
۲۳- ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، اردو اصطلاح سازی اور عربی، فارسی الفاظ، **اردو نامہ**، لاہور، جلد ۱ شمارہ ۸، اکتوبر ۱۹۸۲ء، ص: ۱۰-
۲۴- بحوالہ: **اردو نامہ**، لاہور، مارچ ۱۹۸۲ء، ص: ۱۸ (۱:۱)-

۲۵- غلام شبیر بخاری' اردو اصطلاحات سازی - ایک مطالعہ' **اردو نامہ**' مارچ ۱۹۸۳ء'
ص : ۱۸-

۲۶- بحوالہ : محمد غفران الجیلی' فن ترجمہ کے اصول و مبادیات' **اردو نامہ**' مارچ ۱۹۸۳ء
ص ص : ۴۱' ۴۲-

۲۷- ڈاکٹر سید عبداللہ ۵- اپریل ۱۹۰۶ء منگور ضلع مانسہرہ میں پیدا ہوئے- ایم اے فارسی' عربی' ڈی لٹ صدر شعبہ اور پرنسپل اورینٹل کالج لاہور رہے- اردو دائرہ معارف اسلامیہ' تاریخ ادبیات اور ادارہ تالیف و ترجمہ جامعہ پنجاب کے نگراں رہے- مجلس زبان دفتری' اردو سائنس بورڈ اور مقتدرہ قومی زبان کے رکن رہے- ۱۴- اگست ۱۹۸۶ء کو وفات پائی- (بحوالہ : **ڈاکٹر سید عبداللہ کی تصانیف' مسوادت' مقالات**' لاہور (۱۹۸۲ء)' ص ص : ۸۳ تا ۸۵ - و **جامع اردو انسائیکلوپیڈیا**' لاہور-

۲۸- ڈاکٹر سید عبداللہ' **پاکستان میں اردو کا مسئلہ : ایک تاریخی و تحقیقی مطالعہ**'
ص ص :۲۹۵' ۲۹۶-

۲۹- ڈاکٹر سید عبداللہ' دفتری زبان اور وضع واستناد اصطلاحات' **اخبارِ اردو**' اسلام آباد' دسمبر ۱۹۸۴ء و **منتخبات اخبار اردو**' ص : ۲۹۱-

۳۰- **ایضاً**" ص : ۲۸۸-

۳۱- **ایضاً**" ص ۲۸۸-

۳۲- **ایضاً**" ص ص:۲۸۸'۲۸۹-

۳۳- ڈاکٹر سید عبد اللہ' **پاکستان میں اردو کا مسئلہ**' ص : ۱۶۶-

۳۴- بحوالہ :' **ایضاً**" ص : ۱۹۴-

۳۵- ڈاکٹر سی اے قادر' "معاشرتی علوم کی اصطلاحات کے مسائل"' **تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات**' ص ص : ۱۹' ۲۰-

۳۶- ڈاکٹر وحید قریشی : **پاکستانی قومیت کی تشکیل نو**' لاہور (۱۹۸۴ء)' ص ص : ۱۱۵' ۱۱۶ و **دفتری اردو**' اسلام آباد (۱۹۸۵ء) ص : ۴-

۳۷- ڈاکٹر وحید قریشی : **پاکستانی قومیت کی تشکیل نو**' ص ص : ۱۶' و **دفتری اردو**' ص : ۴ -

۳۸- ملاحظہ ہو' **مقتدرہ قومی زبان: ایک تعارف**' اسلام آباد' (۱۹۸۴ء)' ص ص : ۵' ۶ اور ۱۴' ۱۵-

۳۹- ملاحظہ ہو' سالانہ رپورٹیں' اسلام آباد : مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۶ء' ص : ۱۹۱' اور **اخبارِ اردو**' دسمبر ۱۹۸۴ء-

۴۰- ڈاکٹر جمیل جالبی' شیخ الجامعہ کراچی سے انٹرویو' نصیرالاعظم' مطبوعہ **اخبارِ اردو**' اسلام آباد' اکتوبر ۱۹۸۵ و مشمولہ' نصیرالاعظم' **قومی زبان کے بارے میں چند انٹرویو**' اسلام آباد (۱۹۸۶ء)' ص : ۱۲-

۴۱- انٹرویو، سحر صدیقی، حرمت (ہفت روزہ)، اسلام آباد:۱۴ تا ۲۰ فروری ۱۹۸۸ء، ص: ۴۰-

۴۲- انٹرویو، روز نامہ جنگ، لندن، مطبوعہ اخبارِ اردو، اسلام آباد: جلد ۵ شمارہ ۱۲، دسمبر ۱۹۸۸ء-

۴۳- بحوالہ قومی انگریزی اردو لغت: اسلام آباد (۱۹۹۱ء) "پیش لفظ" ص ص: ن-

۴۴- ملاحظہ ہو: ہیئت حاکمہ کی رودادیں (۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۶ء)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء، ص ص: ۳۶۲، ۵۳۸، ۵۹۹، ۶۵۳-

---

اردو میں اصطلاحات سازی کے مکاتبِ فکر اور رجحانات

زبانوں کو ترقیاتی ثمرات سے بہرہ مند کرنے کے لیے اصطلاحات سازی کا کام بہرحال انجام دینا پڑتا ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں بنیادی الفاظ محدود ہوتے ہیں اور نئی اصطلاحی ضروریات کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ چنانچہ ہر ترقی پذیر بلکہ ترقی یافتہ زبان کو بھی اصطلاحات سازی کے لیے کسی نہ کسی غیر زبان کا سہارا لینا پڑتا ہے تاکہ اجنبی الفاظ کو نئے مفاہیم پہنا کر زبان میں شامل کر لیا جائے۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں [1]:۔

"جدید زبانوں کی پشت پر کوئی نہ کوئی کلاسیکی زبان ہوتی ہے۔ اصطلاحیں وضع کرتے ہوئے کلاسیکی زبانوں کے تمول اور وسعت سے استفادہ ناگزیر ہوتا ہے۔ اردو ایک ہند' آریائی زبان ہے لیکن اردو کے ذخیرہ الفاظ کا ایک خاصا حصہ سامی اور ایرانی سرمایے سے آیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصطلاح سازی میں اردو اپنے کلاسیکی سرمایے کی طرف کس حد تک جھک سکتی ہے یا اس کے کس حصے کی طرف یعنی عربی' فارسی کی طرف یا سنسکرت کی طرف۔"

انگریزی میں یہ عمل سترھویں اور اٹھارویں صدی عیسوی میں دہرایا گیا تھا اور اس میں یونانی اور لاطینی جیسی کلاسیکی زبانوں سے استفادہ کیا گیا۔ مزید برآں انگریزی میں اس کی متوازی زبان فرانسیسی کو بھی ماخذ بنایا گیا۔ یہی عمل اردو کے لیے بھی انجام دیا جا سکتا ہے اور عربی' فارسی کلاسیکی زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو کی متوازی زبانوں (مثلاً ہندی) سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ ملحوظ رہے کہ انگریزی نے اپنی جس جس متوازی زبان سے استفادہ کیا ہے' وہ بھی اسی مشترک کلاسیکی ذخیرے یعنی لاطینی اور یونانی سے استفادہ کرتی ہے[2]۔ اس لحاظ سے ہمیں ماخذوں کے تعین کے سلسلے میں اردو میں اصطلاحات سازی کے مختلف مکاتبِ فکر اور رجحانات کا جائزہ لینا چاہیے۔ اس جائزے میں ہمیں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ اردو اصطلاحات سازی کے لیے خواہ خالص اردو الفاظ لانے کا رجحان ہو یا اس میں انگریزی اور دوسری زبانوں کے الفاظ دوغلانے کا عمل' ان سب کی تہ میں "ادیاتی و لسانیاتی لفظ سازی" کا مکتبِ فکر ہی کام کر رہا ہے۔ یہ وضعِ الفاظ اور ترجمہ ہر دور میں کارفرما نظر آتا ہے۔ اسے "لفظیات کا مکتبِ فکر" کا نام دیا جا سکتا ہے۔

۱:۷ - لفظیات کا مکتبِ فکر

اردو میں اصطلاحات سازی ابھی تک الفاظ سازی پر مبنی ہے اور صرف اسی پہلو پر زور دیا جاتا ہے۔ البتہ اسے خالص اردو بنانے کے لیے کام ہوتا رہا۔ اگرچہ مولوی عبدالحق تخلیص زبان کے اس رجحان کو جسے مولوی وحید الدین سلیم نے علمی اور اصولی استدلال بھی فراہم کیا تھا، محض سیاسی ہی قرار دیتے ہیں لیکن اردو کے بہت سے بہی خواہ اور مخلصین کی اب بھی یہی تمنا ہے کہ اردو کو یورپی زبانوں خصوصاً انگریزی کے مقابلے میں اعلیٰ، ہم پلہ اور سرمایہ دار زبان قرار دیا جائے۔ ان کی خواہش ہے کہ اردو کے پاس اس کے اپنے الفاظ اور اپنی اصطلاحات ہوں۔ اگر ایسا نہ ہو اور استفادے کی ضرورت پڑے تو مشرقی زبانوں سے استفادہ کیا جائے اور بہت کم انگریزی یا یورپی الفاظ زبان میں سموئے جائیں۔ چنانچہ اس اصول کے تحت نئی الفاظ سازی کو فروغ ملا، جس سے اردو کو خاطر خواہ فائدہ بھی ہوا۔ اسے ہم "خالص الفاظ سازی کا مکتبِ فکر" بھی کہتے ہیں، جس کے علمبردار چودھری برکت علی اور وحید الدین سلیم ہیں۔ یہ مکتبِ فکر کئی انداز اور رجحانات کا حامل ہے۔ ذیل میں ان کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

الف ۔ نئے الفاظ وضع کرنے کا رجحان:

مغربی اصطلاحات کے مقابلے میں مقامی مترادفات دینے کا پہلا مشورہ ہمیں پٹنہ کے رائے سوہن لال نے دیا تھا۔ جس کا اشتقاقی رخ للولال جی کی تحریک سے پنڈت جی نے ہندی اور سنسکرت کی طرف موڑ دیا۔ نواب بلگرامی کے مشوروں کو پس پشت ڈالتے ہوئے چودھری برکت علی اور مولوی وحید الدین سلیم نے اردو اصطلاحات سازی میں نئے الفاظ وضع کرنے کے اصول پیش کیے۔ اردو میں ایک عام اصول اسم سے فعل بنا لینے کا موجود تھا، انھوں نے سابقوں، لاحقوں اور نیم سابقوں، نیم لاحقوں (ترکیبی مادوں) کی مدد سے مرکب الفاظ سازی کے اصول بیان کر دیے۔ وہ تمام مغربی اصطلاحات کے مقابلے میں خالص اردو میں اصطلاحات وضع کر دینا چاہتے تھے اور اس کے لیے الفاظ سازی پر تکیہ کرتے تھے۔ ان اصولوں پر بحث ہم پچھلے باب میں کر چکے ہیں اور یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ ان کی پیروی میں ڈاکٹر محمد شائق اور چودھری برکت علی جیسے ماہرین نے کیمیا تک کے عناصر کے نام اردو میں وضع کر دیے۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی اور میجر آفتاب حسن بھی کیمیا اور حیاتیات کے ناموں کو چھوڑ کر باقی علوم میں اسی نظریے کے حامل ہیں۔

تاہم اصطلاحات سازی میں الفاظ سازی کو جو اہمیت حاصل ہے۔ اس کی طرف وحید الدین سلیم کے "اصولِ وضعِ اصطلاحات" کے بعد، جسے ہم بجا طور پر اصول وضع الفاظ کہہ سکتے ہیں، مولوی احمد دین نے خاطر خواہ توجہ دلائی تھی۔ ۱۹۳۲ء میں انھیں نے ہمیں بتایا کہ شروع میں الفاظ کی حیثیت اصطلاحی ہوتی ہے۔ ان کی آراء کا خلاصہ مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان میں کیا جا سکتا ہے [۳۱]:-

۱- آدمی اپنی زبان خود بناتا ہے۔
۲- قومی ترقی کے ساتھ ساتھ زبان بھی ترقی کرتی ہے۔
۳- زبان قوموں کے جذبات' خیالات اور تجربات کا مجسمہ ہے۔
۴- نام کو اپنے موسوم سے تعلق ہوتا ہے۔
۵- الفاظ پھیکے پڑے ہوئے استعارات ہیں۔
۶- معانی الفاظ ذہن نشین کرنے کے لیے ماخذ کا تصور ضروری ہے۔
۷- الفاظ انسان کے انحطاط میں اس کے ساتھ شامل رہے ہیں۔
۸- زبان قوم کا مقیاس الاخلاق ہے۔
۹- زبان ملک کی گزشتہ تاریخ بتاتی ہے۔
۱۰- دائرہ علمی کی توسیع کلام کا باعث ہوتی ہے۔
۱۱- مقبول عام تحریکیں نئے الفاظ وجود میں لاتی ہیں۔
۱۲- ممتاز افراد نئے الفاظ بناتے ہیں۔
۱۳- نئی معاشرتی ضرورتیں' نئے الفاظ پیدا کرتی ہیں۔
۱۴- ہر ایک لفظ کا ماخذ ہے۔
۱۵- الفاظ سب کا مشترکہ سرمایہ ہیں۔
۱۶- الفاظ اپنی اصلیت سے بہرحال وابستگی رکھتے ہیں۔
۱۷- استعارات ابتدا میں کسی حقیقت پر مبنی تھے۔

یہی نہیں کہ انھوں نے الفاظ کے بارے میں چند کلیات وضع کیے بلکہ ان کی مدد سے اصطلاحات سازی کے چند اصول بھی ہمیں دیے۔ مثلاً یہ اصول کہ "نام کو اپنے مفہوم سے ضرور تعلق چاہیے"' اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں[۲]:۔

"الفاظ جو ہم استعمال کرتے ہیں' کچھ تو ضرور ہی اپنی موضوع چیزوں سے کم و بیش حقیقی مناسبت رکھتے ہیں' ایسے بے سوچے سمجھے مقرر نہیں کردیے گئے۔"

اصطلاحات کو بھی وہ استعارے کے زیرِ اثر قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک استعارات اصطلاحات کی خشک ہڈیوں میں' جو ان سے کوسوں دور معلوم دے رہی ہیں اور ان کی ضد ہیں' ایک قسم کی روح پھونک دیتے ہیں۔ اس کے لیے وہ قانونی اصطلاحات کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں[۳]:۔

"قانون میں بھی ہم کثرت سے اس قسم کی مثالیں پائیں گے۔ جب کسی چیز کو زوائد سے پاک صاف کرتے ہیں تو اس کی تنقیح ہوتی ہے۔ ایسے ہی جب کسی مقدمہ کے کرنے میں غیر متعلق باتیں یا ایسی باتیں جن پر کوئی تنازعہ نہیں ہوتا' الگ کردی جاتی ہیں اور امور تصفیہ طلب الگ تو اس عمل کو تنقیح کہتے ہیں۔"

اسی طرح وہ جرح کی مثال دیتے ہیں جس کے معنی زخمی کرنے کے ہیں۔ یہی حال فنِ

تعمیر کی اصطلاحات کا ہے۔ اس کی بھی چند مثالیں دے کر وہ ایک اہم اصول "ہم نوائی" کو بیان کرتے ہیں۔ اس میں انسان کا آلہ صوت بعض الفاظ کے کسی حرف کو دوسرے مناسب حرف سے جو لفظ میں پہلے ہی آگے یا پیچھے موجود ہو' تبدیل کر دیتا ہے۔ وہ اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں [۲]:-

"بدتر سے بتر۔ دال اگر تحریر میں بھی آوے تو بولی نہیں جاتی اور شب پر (چمگادڑ) سے شپرہ مثالیں اس تبدیلی کی ہیں۔ یہ تبدیلی ضروری نہیں کہ ہمیشہ حرفِ موجودہ کی صورت اختیار کرے' بعض اوقات محض اس کی رعایت مخرجی سے ہی تبدیلی عمل میں آتی ہے اور نیا حرف اسی رعایت سے اختیار کیا جاتا ہے۔ ہڑتال۔ ہٹ تال کا مرکب ہے۔ ٹ اور ت کا اتصال کرخت ہے اور اسی آواز کو نرم طور پر اور ت کے مناسب حال ادا کرتی ہے۔۔۔۔۔"

پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی نے **منشورات** اور **کیفیہ** میں بھی ایسے ہی اصولوں کی نشاندہی کی ہے۔ ان کے خیال میں "اردو کی اشتقاقی اور اختراعی قوتوں کا علم ہو کر غیر زبانوں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی عادت رفع ہونی چاہیے اور لوگوں کو چاہیے کہ اپنے ہی مسالے سے نئی عمارتیں بنائیں۔"[۷] اس بات کے بعد وہ کم و بیش ڈیڑھ سو ایسے الفاظ اور اصطلاحات کے تراجم دیتے ہیں' جن میں انھوں نے ان کے بقول نئے الفاظ اور مرکبات وضع کیے ہیں۔ ان میں سے "ادبی تمول' استفساریہ' احولی نقطہ نظر' تجاہلِ عارفانہ' تارید' عکس ریز' کردار طرازی" اردو کے نقطہ نظر سے رواں اصطلاحات ہیں لیکن جہاں انھوں نے ہندی کا سہارا لیا ہے' وہاں بقول علامہ شبیر بخاری ان علمی اصطلاحات کا معیار بھی برقرار نہیں رہا مثلاً Aeroplane کے لیے ہوائی جہاز کے مقابلے میں "اڑناؤ" کو ترجیح دیتے ہیں[۸]۔

اگرچہ دتاتریہ کیفی کے الفاظ بھکڑول (Explosives) اور ات جیت (Air conditioned)' سندی رونہ (Navicert)' ہتھ گولا (Hand Grenade) اور لڑوکنا (Warminded) بھی قابل توجہ نہیں لیکن الفاظ سازی یعنی "ترکیب" میں ان کا ذہن خوب کام کرتا تھا۔ دراصل زبان کے بارے میں ان کا نظریہ یہ تھا کہ "زبان کا ہر جزو ترکیبی مسلسل تغیرات کا ماحصل ہے"[9]۔ ان کے نزدیک اختراع کا کوئی خاص اصول اور قاعدہ نہیں لیکن قبول اور ترویج سب سے بڑا اصول ہے۔

الفاظ سازی کے سلسلے میں سید باقر حسین نے دو طریقے بیان کیے ہیں۔ اول یہ کہ الفاظ کی تعداد بڑھائی جائے اور دوسرے یہ کہ الفاظ کا مفہوم متعین کیا جائے۔ وہ الفاظ کی تعداد بڑھانے کے لیے حسب ذیل طریقے تجویز کرتے ہیں [۱۰]:-

"۱۔ نئی اشیا اور نئے تصورات کے لیے:

(الف) مغربی زبانوں کے جو الفاظ ہماری گفتگو میں عام طور پر استعمال ہوتے ہیں'

ان کو (اگر ممکن ہو تو) بجنسہٖ اردو میں داخل کر لیا جائے۔
(ب) اگر ضرورت ہو تو ایسے الفاظ کو اردو لب و لہجے کی خراد پر چڑھا کر اردو بنا لیا جائے"
(ج) نئے الفاظ وضع کیے جائیں۔
۲۔ ترکیبِ الفاظ کے مروجہ اصولوں پر نظرثانی کی جائے اور ان میں حسب ضرورت لچک پیدا کی جائے۔
۳۔ پرانے متروک الفاظ میں اگر کوئی خوب صورت اور پر معنی الفاظ ایسے نظر آئیں جن کے مترادفات جدید اردو میں موجود نہ ہوں تو انھیں دوبارہ زندہ کیا جائے۔
۴۔ ایک لفظ سے دوسرے الفاظ بنانے کی سہولتیں پیدا کی جائیں۔
۵۔ اردو سے ملتی جلتی دوسری زبانوں (مثلاً ہندی اور پنجابی) کے ایسے الفاظ جو اردو میں موجود نہ ہوں، بجنسہٖ یا مناسب ترمیم کے بعد اردو میں داخل کر لیے جائیں۔"

الفاظ کو داخل کرنے کے سلسلے میں بھی وہ اردو لہجے اور تراش خراش کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ مغربی مفرد الفاظ تو بعینہٖ لیے جا سکتے ہیں لیکن بشرطِ ضرورت اور مرکب الفاظ کو فارسی، ہندی، عربی کی باہمی ترکیب کے ساتھ وضع کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ "لبِ سڑک" جیسی ترکیب کے قائل ہیں[۱۱]۔

الفاظ سازی کا ایک اور طریقہ مغربی الفاظ کے بارے میں بھی ہے جو اردو میں بعض اصطلاحات میں مستعمل رہا ہے۔ اس میں مغربی لفظ سے ساق توجوں کا توں لے لیا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ سابقے، لاحقے یا مصادر اردو کے استعمال کیے جاتے ہیں مثلاً Filmization کے ساق Film کو "فلم" کی صورت میں لے لیا گیا ہے اور zation- کا لاحقہ "انا" کی صورت میں استعمال کر کے اصطلاح "فلمانا" "فلم بندی" وغیرہ وضع کر لی گئی۔ اسی طرح "ریڈیائی"، "ایٹمی" وغیرہ۔ اس تجویز کی وضاحت کرتے ہوئے یہی کہہ سکتے ہیں کہ ایسے مغربی الفاظ کو سمویا جائے جن سے مشتقات بھی بن سکتے ہوں، جیسے Phonology کے مادے Phoneme کو اردو میں "فونیم" کے طور پر اپنانے سے ہو سکتا ہے۔ ہمارے پاس logy کے لیے "یات" کا لاحقہ ملتا ہے۔ اس طرح Phonology کے مدمقابل جو اصطلاح اردو میں بنے گی، وہ فونیمیات ہو سکتی ہے۔ اسی طرح Phono logica! کے لیے فونیمیاتی، Phonomization کے لیے فونیمیانا وغیرہ اصطلاحیں ممکن ہیں"[۱۲]۔

ڈاکٹر سہیل بخاری کے نزدیک اردو میں الفاظ سازی کے لحاظ سے اشتقاقی اور اتصالی دونوں اصول پائے جاتے ہیں۔ لکھتے ہیں[۱۳]:
"۱۔ اشتقاقی اصولوں میں صوتی تبادل، اندراج و سقوط، انضمام، اشتقاق، تقلیب،

توازن اور تشدید۔
۲۔ لفظ سے لفظ جوڑ کر اتصال دو طرح سے ہوتا ہے :۔
الف : آزاد لفظ پر کسی تابع لفظ کا اضافہ کر کے نیا لفظ بنانا۔ اسے جزو بندی کہتے ہیں۔
ب : ایک آزاد لفظ پر کسی دوسرے آزاد لفظ کا اضافہ کر کے نیا لفظ گھڑنا' اسے ترکیب کہتے ہیں۔ ایسے لفظ کو مرکب کہتے ہیں۔"

اردو الفاظ سازی میں اصطلاحی ضرورت کے مفرد اور مرکب انداز تو مل جاتے ہیں جو اشتقاقی اور ترکیبی اصطلاحات میں ہمارے کام آتے ہیں۔ لیکن ہمارے ماہرین نے ابھی تک مرکّب اصطلاحات کے لیے کوئی اصول پیش نہیں کیا۔دراصل مرکّب الفاظ اور مرکب اصطلاح میں فرق ہوتا ہے۔ مرکّب لفظ خواہ اشتقاقی ہو یا اتصالی محض ترکیبی اور مشتق اصطلاحات وضع کرنے میں ہماری مدد کرتا ہے'جس میں ساق یا مادہ ایک ہی رہتا ہے' لیکن مرکّب اصطلاح میں دو یا دو سے زیادہ ساق ہوتے ہیں' وہاں اردو کی دو اسم یا ساق پاس پاس رکھنے کی صلاحیت سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے'وحیدالدین سلیم جس کی مخالفت کرتے ہیں[۱۴]۔

ب۔ ہندی اور سنسکرت سے استفادے کا رجحان :

للولال جی کی پیروی میں تو نہیں لیکن ان کی علیحدگی پسندی کے رجحان کو روکنے' شاید اردو ہندی تنازع کو کم کرنے اور واحد ہندوستانی زبان کی تلاش میں وحید الدین سلیم نے ہندی اور سنسکرت سے استفادے کا مشورہ دیا تھا جسے بعد کے ماہرین مولوی عبدالحق وغیرہ نے بھی قابل توجہ سمجھا۔ پنڈت جی تو اس کے بڑے موید تھے۔ لیکن بہت جلد وہ اپنے نظریات سے دستکش ہوتے نظر آئے۔ ان کے بقول ہندی محض ناگری رسم الخط کا روپ دھار کر اردو سے ہندی بن گئی تھی۔ بعد میں بھارت کی سرکاری سطح پر جس سنسکرت آمیز ہندی کو وضع کرنے کی کوشش کی گئی اور ترقی اردو بیورو دہلی نے جس کی طرف اپنے اصولوں میں نمایاں رجحان ظاہر کیا' اس کی طرف اردو دان طبقے نے بہت کم توجہ دی۔ ڈاکٹر گوپی چند اور آل احمد سرور جیسے لوگوں نے البتہ ہندی اور سنسکرت کو ایک ہی گروہ قرار دے کر ان سے استفادے کی طرف زور دیا۔ ڈاکٹر نارنگ لکھتے ہیں[۱۵] :۔

"Indic ذخیرے یعنی پراکرتوں کے وسیع خزانوں سے بھی سنسکرت سے لے کر جدید زبانوں تک ایک عام رجحان تت سم سے تدبھو بنانے کا یعنی سہل پسندی اور سادگی کا رہا۔"

آل احمد سرور نسبتہ" زیادہ تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں[۱۶] :۔

"اردو چونکہ ایک جدید ہندوستانی زبان ہے اور اس کی بنیاد کھڑی بولی ہے' جو شور سینی اُپ بھرنش سے نکلی ہے' اس لیے اس کا تعلق اُپ بھرنش کے ذریعے سنسکرت سے ہے۔ سنسکرت کا رشتہ فارسی سے مسلم ہے۔ کیونکہ دونوں زبانیں انڈو آرین خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لیے اگرچہ ہم اردو کی جی ٹی ایس

کو دیکھتے ہوئے سنسکرت اصطلاحوں سے زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے پھر بھی فارسی کی اصطلاحوں پر زیادہ توجہ کر کے سنسکرت سے قریب رہ سکتے ہیں۔"

ہندی سے تو شاید کسی حد تک استفادہ کیا جاتا رہا ہے لیکن سنسکرت کسی بھی صورت اردو کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں۔ آل احمد سرور نے بھی اردو کے اس "جی نی ایس" کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چٹرجی بھی یہ کہتے ہیں کہ اردو کا رشتہ براہ راست سنسکرت سے نہیں بلکہ اُپ بھرنش اور بول چال کی شور سینی پراکرت سے ہے[۱۷]۔ سنسکرت کے الفاظ تو ہندی سے بھی ہم آہنگ نہیں ہو پاتے۔ اصطلاحات سازی یا الفاظ سازی اور ان کی معیار بندی میں "سنسکرت" کے دخیل الفاظ ان زبانوں میں روڑا محسوس ہوتے ہیں۔ البتہ غیر سنسکرتی ماخذوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ مثلاً ہندی اور اردو میں ٹھیٹ الفاظ یا اردو کے لیے عربی اور فارسی کے کلاسیکی ذخیرہ سے استفادہ ......[۱۸] اور بقول ڈاکٹر سبزواری "سنسکرت سے مدد لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سنسکرت ہماری زبان نہیں۔ ہم سنسکرت نہیں جانتے۔ ہماری زبان سنسکرت کے تہذیبی مزاج اور اس کی سرشت سے ناآشنا ہے۔ سنسکرت کے ترجمے سرے سے یہاں رس بس نہ سکیں گے۔ غیر منقسم ہندوستان میں اردو کی چھ سات سو سال کی تاریخ میں سنسکرت کے علمی و تہذیبی الفاظ اردو کے مددگار نہ ہوئے تو پاکستان میں سنسکرت زبان کی علمی اصطلاحیں کس طرح اردو میں جڑ پکڑ سکیں گی[۱۹]۔"

جہاں تک جدید ہندی زبان کا تعلق ہے، یہ سراسر ایک مصنوعی زبان ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنی کتاب میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ انیسویں صدی سے پہلے اس زبان کا وجود بھی نہ تھا۔ مہاتما گاندھی اور جواہر لال نہرو جیسے سیاسی رہنماؤں اور ڈاکٹر تارا چند اور امرناتھ جیسے محققین نے بھی یہی کہا ہے کہ جدید ہندی کے وجود میں آنے سے پہلے اردو ہی کا نام ہندی تھا[۲۰]۔ ہندو اور مسلمان کے درمیان افتراق ہی ہندی کے فروغ کا باعث بنا اور یہ محض ایک سیاسی ضرورت بن کر سامنے آئی۔ یہی وجہ ہے کہ اس جدید ہندی کو آزادی کے بعد بھارت میں بھی کوئی فروغ نہیں مل سکا۔ ترقی اردو بیورو کے مرتبہ لغات اصطلاحات میں بھی ہندی سے استفادہ نہیں کیا جا سکا۔ عشری درجہ بندی کے مترجم قیصر امروہوی لکھتے ہیں[۲۱]:۔

"ابتداً ہندی کے کچھ الفاظ اس میں رائج رہے لیکن جلد ہی وہ متروک ہو گئے اور ان کی جگہ بھی عربی، فارسی کے الفاظ نے حاصل کر لی ...... ہندی کے الفاظ اگر اس میں چل سکتے تو متروک ہی کیوں ہوتے۔"

دراصل جس ہندی سے استفادے کا مشورہ ہمارے رہنما دیتے رہے ہیں، وہ مقامی بولیاں ہیں۔ چٹرجی نے بھی عوام کی بول چال کی ہندی اور جدید ہندی میں امتیاز بیان کیا ہے۔ چنانچہ عوامی بولیوں اور زبانوں سے استفادے اور گفتگو کا صحیح حل "مقامی زبانوں سے استفادے کا رجحان" ہے۔

ج۔ عربی سے استفادے کا رجحان:

عربی سے استفادے کا رجحان خاص طور پر عبدالماجد دریا بادی، سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر شوکت سبزواری، غلام شبیر بخاری اور ڈاکٹر نصیر احمد ناصر جیسے اہل علم کے ہاں ملتا ہے۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ہر زبان کو اصطلاحات سازی کے لیے کسی نہ کسی زبان کا سہارا لینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے چنانچہ اردو کے سلسلے میں اہل علم کی نظر اکثر و بیشتر عربی زبان پر پڑتی ہے۔ بقول ڈاکٹر نصیر احمد ناصر "جدید اردو کی اصل عربی ہے جو ام الالسنہ کی حیثیت رکھتی ہے۔"[۲۲] اور بقول ڈاکٹر شوکت سبزواری "علمی زبان کے لیے جس نوع کی ثقاہت، متانت اور بھاری بھر کم پن درکار ہے، وہ صرف عربی میں ہے .... اردو کے لیے اس کی وہی حیثیت ہے جو انگریزی کے لیے لاطینی کی ہے۔"[۲۳] علامہ شبیر بخاری کے نظریات بھی کم و بیش یہی ہیں جن کا ہم پچھلے باب میں ذکر کر چکے ہیں۔ قیصر امروہوی اپنے تجربے کی روشنی میں بیان کرتے ہیں[۲۴]:۔

> "اردو میں اب تک کم و بیش جتنے علوم آئے ہیں، وہ سب عربی کے راستے آئے ہیں اور اپنی اصل اصطلاحات کے ساتھ ہیں .... اور وہ اس حد تک اردو سے مانوس ہو گئی ہیں کہ کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ ظاہر ہے کہ ان سے ہٹ کر نئی اصطلاحات نہیں بنائی جا سکتیں۔"

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر عربی کی اصطلاحات سازی کی خوبی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں[۲۵]:۔

> "اس میں قدیم و جدید علوم و فنون کی اصطلاحات کو اپنے مادوں کے سانچے میں ڈھالنے اور ان کی لفظی و معنوی صورت گری کرنے کی قابلیت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔"

عربی سے استفادہ کرنے والے گروہ کے دلائل کو وحید الدین سلیم نے مبسوط انداز میں بیان کر دیا ہے۔ ان کے نزدیک[۲۶]:۔

> "اول: عربی زبان مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے اور اس سبب سے وہ تمام مسلمان قومیں جو دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہیں، اس زبان سے یکساں طور پر مانوس ہیں۔ اگر اس زبان کے الفاظ سے اسی زبان کے قواعد کے مطابق علمی اصطلاحیں بنائی گئیں تو دنیا کے تمام مسلمان ان کو آسانی اور دلچسپی کے ساتھ قبول کر لیں گے اور جس طرح یورپ کی علمی زبان تمام ممالک یورپ کے لیے ایک بین قومی زبان ہے۔ اسی طرح ہماری زبان بھی تمام بلاد اسلامیہ کے لیے ایک بین قومی زبان ہو گی۔
>
> دوم: عربی زبان پہلے سے علمی زبان ہے۔ مسلمانوں کے تمام علمی کارنامے جو انھوں نے زمانہ سابق میں سرانجام دیے تھے، اس زبان میں جمع ہیں۔ اگر جدید علمی اصطلاحیں بھی اسی زبان کے الفاظ سے اور اسی زبان کے قواعد کے مطابق

وضع کر لی جائیں تو اس میں کافی قابلیت اس امر کی موجود ہے۔"

گورنر بینک دولت پاکستان زاہد حسین نے ۱۹۵۱ء میں سٹیٹ بنک کی مرتبہ اصطلاحات بنکاری کے پیش لفظ میں لکھا[۲۷]:۔

"علمی اور فنی مصطلحات کے لیے ہمارے پاس عربی زبان اور اس کے مصادر و ماخذ کا ایک لازوال گنجینہ موجود ہے جو لاطینی اور یونانی سے زیادہ وسیع اور مکمل ہے لیکن ہم بشرط ضرورت دوسری زبانوں سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر تنزیل الرحمان نے ایک اور پہلو کی طرف توجہ دلائی ہے' وہ لکھتے ہیں[۲۸]:۔

"عربی زبان سے مرکب اصطلاحیں بنانے میں اکثر اوقات ان کا ثقل مانع آتا ہے کیونکہ اردو زبان میں ان کا رواں ہونا مشکل ہوتا ہے۔ خاص کر ہماری موجودہ تعلیمی صورتِ حال میں یہ دشواری بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ عربی اور فارسی زبان کی تعلیم و تدریس کا تناسب برابر گھٹ رہا ہے...... تاہم عربی کی بہت سی مرکب اضافی والی اصطلاحات پہلے ہی رائج ہیں۔ مثلاً بیت المال' دارالامن' دارالسلام' دارالحرب' دارالخلافہ' دارالضرب' دارالقضاء وغیرہ یا اسی طرح مرکب توصیفی والی اصطلاحات ہیں' جیسے واجب الطلب' واجب الادا' واجب الاظہار' واجب التسلیم' واجب التعزیر وغیرہ۔ اسی طرز پر سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے ضرورت کے مطابق مزید اصطلاحات وضع کی جا سکتی ہیں۔"

عربی زبان کی مخالفت میں سب سے پہلے خود وحید الدین سلیم نے آواز اٹھائی تھی۔ان کے نزدیک عربی زبان میں مفرد مادے تو کثرت سے ہیں مگر ترکیبی لچک نہ ہونے کے باعث ان میں اصطلاحات سازی کی صلاحیت کم ہے۔ اگر عربی میں یہ لچک ہوتی تو عربی زبان بولنے والے مصری اور شامی لوگ نہایت آسانی سے وضع اصطلاحات میں پیش قدمی کرتے۔ اگر پرانے زمانے میں ہمارے بزرگوں نے علوم کی اصطلاحیں وضع کی تھیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یونانی سے ترجمہ کر رہے تھے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں[۲۹]:۔

"یونانی زبان سے علوم کا ترجمہ عربی زبان میں اس قوم نے کیا جو عربی زبان بولتی اور عربی ہی میں تعلیم و تعلّم کا کام انجام دیتی تھی۔ اس کے بعد جب یہ علوم ایران اور ہندوستان وغیرہ ملکوں میں آئے تو ذریعہ تعلیم پھر بھی عربی زبان رہی ...... مگر اب ہم اردو زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دے رہے ہیں اور اسی زبان میں یورپ کے تمام علوم و فنون کو منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ جو نئی علمی اصطلاحات وضع کی جائیں' وہ اردو زبان کی قدرتی ساخت اور گرامر کے مطابق ہوں۔"

شان الحق حقی نے اس استدلال کو دور جدید میں عربی اصطلاحات سازی کے عمل سے استفادے کے ضمن میں مزید واضح کرتے ہوئے لکھا ہے[۳۰]:۔

"واقعہ یہ ہے کہ عربی خود اس دور میں کثرتِ تعریب پر انحصار کر رہی ہے۔ اس میں سہ حرفی مادے پہلے ہی سے محدود ہیں، چہار حرفی مادے ان سے بھی کم ہیں اور ان مادوں میں پہلے ہی معانی کی کثرت ہے۔ اس نے گزشتہ صدیوں میں بھی یونانی الفاظ و تصورات کو بڑی حد تک تعریب ہی کے ذریعے اپنایا تھا۔ عربی پر انحصار کا مطلب یہ ہو گا کہ ہمیں اردو میں بہت سے نامانوس عربی الفاظ کے ساتھ جدید مغربی اصطلاحیں بھی تبدیل شدہ صورت میں قبول کرنی ہوں گی، حالانکہ ہم ان کو اصلی شکل میں بھی اپنا سکتے ہیں۔ ڈائنزم کو دیافراغما اور ٹیلی گرافی کو طلغرافی کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

ڈاکٹر سید عبداللہ کے نزدیک یہ طے ہے کہ عربی، فارسی الفاظ اور تراکیب سے بالکل چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش مذموم ہے لیکن وہ بھی عربیت کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ "علم کی بے ضرورت نمائش کی خاطر عربیت پیدا کرنے سے زبان کی اردویت کو نقصان پہنچتا ہے۔ ایسی عربیت اردو کے لیے نقصان رساں ہے۔"[۱۲] اس بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ عربی زبان اردو اصطلاحات سازی کا ایک اہم ماخذ رہی ہے البتہ اس پر ضرورت سے زیادہ انحصار نہیں کیا جا سکتا خصوصاً" جدید علوم کی اصطلاحات کے مترادفات تلاش کرتے ہوئے جب کہ وہ عربی زبان بھی تعریف پر انحصار کر رہی ہے۔

د۔ فارسی سے استفادے کا رجحان:

عربی کے مقابلے میں بعض اہل علم کے ہاں اردو کے لیے فارسی سے استفادے کا رجحان عام ملتا ہے۔ ان کے نزدیک اردو اور فارسی دونوں ہند، آریائی زبانیں ہیں اور ان کے قواعدی اشتراک سے اصطلاحات سازی میں خاصی مدد ملتی ہے۔

فارسی سے استفادے کا رجحان اردو اصطلاحات سازی میں عام ہے۔ اس کے الفاظ سبک اور قریب الفہم ہوتے ہیں۔چنانچہ اس کی وکالت کرتے ہوئے سیدباقر حسین لکھتے ہیں[۱۳]:۔

"جہاں تک میں نے غور کیا ہے، عربی کے مقابلے میں فارسی الفاظ اردو دانوں کے لیے زیادہ عام فہم ہوتے ہیں اور سبک اور خوبصورت بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

فارسی	عربی	انگریزی
تپش پیا	مقیاس الحرارت	Thermometer
بلند آواز	کبرالصوت	Loud-speaker
آتش کش	قاطع النار	Fire-extinguisher
پرواز	طیران	Flight
تراشہ	قطعہ	Cutting

لیکن یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں۔"

معتدرہ کی مجالسِ استناد نے بھی خالص عربی اصطلاحات کے مقابلے میں عربی کے ساتھ فارسی سابقے اور لاحقے لگا کر اصطلاح سازی کو قابل ترجیح قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے رہنما اصول جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں، عربی کی نسبت فارسی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ اس سے بقول ڈاکٹر صدیق شبلی "اصطلاحات زیادہ آسان اور عام فہم ہو گئی ہیں۔ کچھ مثالیں ملاحظہ ہوں، رابط (رابطہ کار)، استناد (معیار بندی)، محاسب (حسابدار)، معتدیہ (دیوانِ حکومت)، محضر (یادداشت)، مدیون (قرض دار)، دائن (قرض خواہ)، خازن (خزانچی)۔"[۳۳]

اردو میں فارسی زبان سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے۔ فارسی برصغیر کی دفتری اور قانونی زبان رہی تھی۔ علمی اور مذہبی ضروریات پوری کرتی تھی۔ اردو کے قریب تھی۔ اردو کے ادبی اسالیب خصوصاً شاعری اور غزل نے فارسی سے جنم لیا تھا۔ ریختہ اس کی اہم مثال ہے۔ چنانچہ عوام کا رجحان عربی کی نسبت فارسی کی طرف زیادہ رہا۔ تاہم کچھ علمی حلقوں کو عربی کی ثقالت پر اصرار رہا۔ اس قسم کی ایک بحث الہلال میں ۱۹۱۳ء میں چھڑی۔ پھر ۱۹۷۰ء میں بھی دیکھنے میں آئی۔ ماہنامہ معلومات لاہور قسط وار صورت میں چھپنے والا، انسائیکلو پیڈیا تھا۔ اس کے شمارہ اگست ۱۹۷۰ء میں اصطلاح Aqua-Regia کا ترجمہ "آبِ سلطانی" کیا گیا۔ جس پر جامعہ کراچی کے شعبہ تصنیف و تالیف نے مراسلہ لکھا کہ "آبِ سلطانی کیوں استعمال کیا گیا جبکہ پرانی اور مروج اصطلاح "ماء الملوک" ہے"۔ ان کے نزدیک یہ عربی اصطلاح ماہرین کی فکر و کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس کے جواب میں "معلومات" کے اداریے میں "خیالات" کے عنوان سے لکھا گیا[۳۴]:۔

> "ہماری اختیار کردہ اصطلاحیں صحت کے زیادہ قریب ہیں ...... اصطلاح سازی بے شک ایک اہم کام ہے لیکن یہ بجائے خود مقصد نہیں، حصول مقصد کا ایک ذریعہ ہے۔"

اصطلاح سازی میں فارسی کی اس پیروی کا، ایک نقصان بھی ہوا، وہ یہ کہ ہماری اصطلاحوں پر فارسیت کا غلبہ ہو گیا۔ بقول ڈاکٹر صدیق شبلی "اگر کسی اصطلاح میں فارسیت نہ ہو تو اسے قبولیت کی سند نہیں ملتی۔ انگریزی اصطلاح میں "of" آجاتا ہے لیکن اردو میں کوشش کی جاتی ہے کہ اصطلاح میں حرف اضافت "کا، کی، کے" نہ آنے پائے۔ اس سے اصطلاح کی خوبصورتی میں فرق آجائے گا لیکن فارسیت پر اتنا اصرار اردو کی حق تلفی کے مترادف ہے[۳۵]"۔ وہ اس کے لیے اضافت کے بغیر مرکبات تشکیل دینے کی سفارش کرتے ہیں۔

ر۔ مشرقی زبانوں سے یکساں استفادے کا رجحان:

وحید الدین سلیم نے جہاں عربی سے استفادہ کرنے والے گروہ کے رجحانات کا ذکر کیا ہے، وہیں انھوں نے سنسکرت، ہندی، اور فارسی سے بھی یکساں استفادے کے حق میں

دلائل دیے۔ ان کے نزدیک عربی، فارسی اور ہندی دراصل اردو زبان کے "قدرتی عناصر" ہیں۔ اس لیے ان میں سے کسی ایک پر قناعت نہیں کرنی چاہیے۔ پھر ہندوؤں نے سنسکرت اور مسلمانوں نے عربی اصطلاحات کو مدت مدید تک استعمال کیا ہے۔اب اردو میں انھیں یک جا کرنا چاہیے۔ حیدر آباد دکن میں وضع اصطلاحات کے بارے میں اپنی رائے پر عملدر آمد ہونے کے بارے میں وہ لکھتے ہیں[۳۶]:۔

"نہایت خوشی کی بات ہے کہ جامعہ عثمانیہ کی اس کمیٹی نے جس میں دونوں گروہ کے اصحاب الرائے موجود تھے، کافی غور اور مباحثہ کے بعد کثرت رائے سے دوسرے گروہ کے اس نظریے کو پاس کر دیا کہ اردو زبان میں جو علمی اصطلاحات وضع کی جائیں، ان کے لیے عربی، فارسی اور ہندی الفاظ بے تکلف لیے جائیں۔ مگر الفاظ کو ترکیب دیتے وقت صرف اردو زبان کی گرامر کا لحاظ رکھا جائے اور کسی زبان کی گرامر کا نہیں۔"

ڈاکٹر عبدالرحمان بجنوری نے اس بحث کا آغاز کیا تھا، ان کے نزدیک پہلے عربی، پھر فارسی اور پھر ہندی سے مانوس اصطلاحات لینا چاہئیں اور "کثیرۃ الرجل، اخطبوطیہ، مستعلج الجلد" جیسی اصطلاحوں سے گریز کرنا چاہیے[۳۷]۔ اس رجحان پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری لکھتے ہیں[۳۸]:۔

"کچھ لوگ وہ ہیں جو سابقہ گروہ علمی کے فیض و تربیت یافتہ ہیں اور عربی فارسی زبانوں سے بھی واقف ہیں یا کسی حد تک شدبد ہے۔ وہ سب سے پہلے عربی زبان کے لغات و اصطلاحات سے استفادہ کرنا اور بعض اوقات انھی کو اختیار کر لینا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں میں مذہبی ذوق رکھنے والی ایک جماعت بھی موجود ہے جو دین کی طرح عربی زبان، اس کے علوم و فنون اور اس کی اصطلاحات کو بھی مقدس سمجھتی ہے۔ ان تمام حضرات کا رجحان اس طرف ہے کہ جامعہ عثمانیہ کے تحت اصطلاح سازی کی جو تحریک جس اسلوب و انداز سے شروع ہوئی تھی، اسے اسی طرح جاری رہنا چاہیے اور سابقہ وضع کردہ اصطلاحات کو من و عن قبول کر لینا چاہیے۔"

مختار زمن اس رجحان کی وضاحت کرتے ہوئے ایک اور بات کا اضافہ کرتے ہیں کہ ہمیں سابقوں اور لاحقوں کا پورا پورا لفظی ترجمہ کرنا چاہیے بلکہ مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے اصطلاح سازی کی طرف دھیان دینا چاہیے۔ ان کے نزدیک[۳۹]:۔

"نئی اصطلاحات وضع کرنے کے لیے اولاً ہم ہندی، فارسی اور عربی کا سہارا لیتے ہیں کیونکہ ان زبانوں سے ہم زیادہ واقف ہیں۔ بنیادی اصول کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے وہ الفاظ اور اصطلاحیں وضع کی جائیں جو آسان ہوں، مثال کے طور پر Duodenum,Logic اور Retina کے لیے منطق، اثنا عشری اور شبکیہ، آسانی

سے استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ Archy یا Electro' Cracy' Supro ' Super
جیسے لفظوں کے لیے ہمارا اپنا پیرایہ اظہار ہے' جیسے ماورا' بالا' اعلیٰ' ساز' سابقہ'
لا' در' من' برق وغیرہ۔ مجھے یقین نہیں کہ روسیوں نے چینیوں اور جاپانیوں
وغیرہ نے بھی ان انگریزی اظہارات کے پورے پورے ترجمے کو اپنایا ہو۔"

یہاں ایک اور صاحبِ ذوق کا تذکرہ ضروری ہے جن کی عمر عربی اور فارسی کی وکالت میں گزر گئی۔ تخلیص زبان کے سلسلے میں ان کی آواز منفرد اور انوکھی تھی۔ یہ الف المراث تھے' جن کے نزدیک ہمیں ٹیلیویژن اور ٹیلی فون جیسی اصطلاحات کو بھی' عربی' فارسی میں ترجمہ کر لینا چاہیے۔ ان کے بعض مجوزہ ترجمے ملاحظہ ہوں[۴۲]:-

"ٹیلیوژن (بعید رویت)' ٹیلی فون (بعید صوت)' مائیکرو فون (صغیر صوت)' پولس ایکشن (ہجوم شرطہ)' واشنگ سسٹم (نظام کفاف)' لانڈری (در غسل' گازرخانہ)' ٹیلیل بیل (جرس محاولہ)' فائل (انسلاک)۔"

مشرقی زبانوں سے استفادے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان کی باہمی ترکیب سے خصوصاً عربی' فارسی اور ہندی کے امتزاج سے الفاظ وضع کیے جائیں۔ آزادی سے قبل اس قسم کے رجحان کو زیادہ پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ "لب سڑک' اینٹ البحر' قریب الرگ' چوکیدار' اگال دان' نور چشمی' فوق البحر' اجنبیائی' چٹھی نویس' برقنداز" قسم کے مرکبات وضع ہوئے۔ شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی نے بھی ضرورت کے مطابق عربی' فارسی اور ہندی کے جوڑ کو رواج دیا' جس پر اعتراض کرتے ہوئے ڈاکٹر شوکت سبزواری نے کہا[۴۳]:-

"یہ رجحان علمی اور ادبی نقطہ نظر سے مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لفظوں کو جوڑنے اور دو مختلف زبانوں کے الفاظ میں پیوند لگانے کے لیے ان میں صوتی مناسبت اور ایک طرح کی امتزاجی ہم آہنگی ہونی چاہیے تاکہ مرکب الفاظ گھل مل کر ایک ہو جائیں اور انمل' بے جوڑ الفاظ پنپنے نہ پائیں۔"

چودھری برکت علی اس قسم کی آزادی کے قائل تھے' تاہم ان کے نزدیک یہ آزادی صرف اصطلاحات سازی کی حد تک قائم رکھی جائے گی۔ گویا وہ اصطلاح سازی کو لفظ سازی سے الگ قرار دیتے ہیں[۴۴]۔

س۔ علاقائی زبانوں سے استفادہ:

آزادی کے بعد اردو کے اثر و نفوذ کا علاقہ وہ تھا جہاں پنجابی' پشتو' سندھی' بلوچی' براہوی' سرائیکی' پوٹھوہاری' شنا' کشمیری اور دوسری ایسی بہت سی علاقائی زبانیں تھیں' جن کے آغاز کا رشتہ بہت حد تک دراوڑی زبانوں سے ملتا تھا۔ چنانچہ اردو کے ماخذ اور اشتقاق میں دراوڑی زبانوں سے تعلق تلاش کرنے والوں نے اس طرف توجہ دی۔ اس کے ساتھ ساتھ اکثر محققین نے اردو کو کم و بیش ساری علاقائی زبانوں سے منسلک و متحد ظاہر کیا ہے جس پر ہم پس منظر میں بحث کر چکے ہیں۔ البتہ اردو کا اپنا ایک منفرد اسلوب اور مخصوص

لب و لہجہ ہے اور وہ کسی بیرونی زبان کی مقلد یا تابع نہیں' اس پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں[۴۲]:-

"اردو نے بھی اس سرزمین ہی میں جنم لیا ہے۔ اس لحاظ سے اسے بھی بدیسی نہیں علاقائی کہنا چاہیے۔ یہ ضرور ہے کہ اردو کے اثر و نفوذ کا علاقہ علاقائی زبانوں کے مقابلے میں بہت بڑا ہے۔ اس کی یہی بڑائی اردو کو دوسری بین الملکی زبانوں یعنی بلوچی' سندھی اور پشتو وغیرہ سے بڑا بنا دیتی ہے۔"

ڈاکٹر سید عبداللہ کے نزدیک اردو زبان کا گوشت پوست عربی' فارسی اور ترکی زبانوں کے الفاظ اور تراکیب سے تیار ہوا ہے' جسے دیسی زبانوں کے عناصر کے ساتھ ملا کر ایک ڈھانچا تیار کر لیا گیا ہے۔ یہی ڈھانچا اردو اصطلاحات سازی میں ہمارے کام آ سکتا ہے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں[۴۳]:-

"عربی سے اردو کا علمی رنگ ابھرتا ہے' فارسی تراکیب سے شیرینی اور خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ دیسی عناصر ان خصوصیات کو سہارا دیے ہوئے ہیں اور ان سب کی ترکیب سے اردو زبان تیار ہوئی ہے بلکہ یوں کہیے کہ اردو علم و ادب کی زبان بنی ہے۔"

ڈاکٹر سہیل بخاری کے نزدیک اردو اور اس کی (معاصر زبانیں) اپنی اصل و نسل کے لحاظ سے دراوڑی اور اپنی ابتدائی سطح پر ایک ہیں۔ اردو کا کوئی نہ کوئی لفظ کسی نہ کسی مقامی زبان میں کسی نہ کسی روپ میں جاری و ساری ہے' جیسے پنجابی کا ڈھارا' دراصل اردو کا ڈھارس ہے۔ تاہم وہ اردو اور علاقائی زبانوں کے میل جول کی متوازن راہ کی تلاش میں ہیں۔ اصطلاحات سازی میں علاقائی زبانوں سے استفادے کی صورت ان کے نزدیک یہ ہے ان زبانوں سے مناسب الفاظ لے کر انھیں علوم جدیدہ کی اصطلاحات کے طور پر رائج کر لیا جائے۔ وہ لکھتے ہیں[۴۴]:-

"عربی' فارسی' یونانی' لاطینی یا انگریزی زبانوں سے اصطلاحی الفاظ مستعار لینے سے یہ طریق کار کہیں بہتر ہے کہ اردو کا رشتہ اسی سرزمین میں بولی جانے والی زبانوں سے قائم کیا جائے خصوصاً اس صورت میں جبکہ اردو کی جڑیں اسی مٹی کی کسی نہ کسی گہرائی پر پہنچ کر ان کی جڑوں سے نہ صرف گتھ جاتی ہیں بلکہ ان میں پیوست ہو جاتی ہیں۔"

علاقائی الفاظ کے استعمال کی ایک کوشش ہمیں پنجاب میں ملتی ہے۔ یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو لارڈ کیننگ کے اجلاس منعقدہ الٰہ آباد میں ملک کے انگریزی پیغام کا ترجمہ پڑھ کر سنایا گیا۔ اس روز تمام اضلاع میں یہ اعلان ان کی زبانوں میں پڑھا گیا۔ گوجرانوالہ میں جو اعلان پڑھا گیا وہ دستاویزات پنجاب لاہور کے ریکارڈ میں موجود ہے۔ اس میں پنجابی کے الفاظ کو اردو اصطلاحات میں ضم کرنے کی شعوری کوشش کی گئی جیسے False Report (جھوٹی گلاں)'

Our Strength (ساڈا اقتدار) 'In Their Contentment (اوہناں دے صبر)۴۷۔ پنجاب کے ایک ایڈیشنل چیف سیکرٹری نے اس مسئلے پر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۴۸:

"پاکستان کے چار مختلف صوبوں میں چار مختلف علاقائی زبانیں ہیں۔ پشتو' پنجابی' سندھی اور بلوچی۔ اردو ملک کے کونے کونے میں سمجھی جاتی ہے۔ افہام و تفہیم کی راہ میں اردو کی حیثیت اجنبی نہیں۔ پھر بھی مشورہ اور راہِ فکر کو کشادہ کرنے کے لیے یہ کہنا ضروری ہے کہ علاقائی زبانوں کے الفاظ اردو زبان میں زیادہ سے زیادہ لے لیے جائیں تو اردو زبان کی حیثیت قولاً' فعلاً اور عملاً ملک کے قومی تقاضوں کو پورا کر سکتی ہے۔ اردو کسی کم مائیگی کا شکار نہیں۔"

انھوں نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ دفتری اصطلاحات میں اگر ہم Sir کے لیے سندھی اور سرائیکی کا لفظ "سائیں" استعمال کریں کہ میر کے ہاں بھی اس کی سند ملتی ہے اور Meeting کے لیے پشتو "جرگہ" کا لفظ استعمال کریں تو موزوں ہو گا۔ البتہ ان کے خیال میں اردو اسماء کی حد تک اخذ و قبول کرتی ہے' مگر فعلی لحاظ سے اپنے قواعد تبدیل نہیں کرتی۔ چنانچہ دیگر زبانوں سے استفادے کے وقت اردو کے قواعد ملحوظ رہیں تو مناسب ہو گا۴۸۔

اردو میں علاقائی زبانوں سے اخذ و استفادے کی گنجائش موجود ہے۔ مثال کے طور پر انگریزی لفظ Dab اور اس کے مصدر To Dab کے لیے اردو میں کوئی بھی مناسب لفظ موجود نہیں۔ پنجابی میں اس کے لیے "تھوبا" ہے' جس سے مصدر "تھوبا لگانا" بن سکتا ہے۔ اسی طرح Form کے لیے "ورقہ" استعمال کیا جا سکتا ہے۔ نیاز عرفان نے بھی دفتری اصطلاحات کے ضمن میں اس طرف توجہ دلائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۴۹:

"جب عربی' فارسی یا ہندی میں کوئی موزوں لفظ نہیں ملتا تو ہماری مشکل کو پاکستان کی کوئی صوبائی زبان حل کر دیتی ہے۔ مثلاً انگریزی کی ایک اصطلاح ہے Thining۔ یہ باڑ یا فصل کے سلسلے میں بولی جاتی ہے۔ اس کے لیے اردو میں کوئی موزوں لفظ نہ ملا تو پنجاب کی صوبائی مجلس زبان دفتری کے لغت نویسوں نے بجا طور پر پنجابی زبان کا لفظ "چھدرائی" اردو کے ذخیرہ الفاظ میں شامل کر لیا۔ اس کے ترجمے کے لیے اس سے بہتر لفظ ملنا ممکن نہ تھا۔ اس طرح آج کل پنجابی لفظ "جوگا" بمعنی "کے قابل ہونا" کو بھی اردو میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسے اور دیگر ایسے الفاظ کو بھی اردو کے ذخیرۂ الفاظ میں شامل کیا جا سکتا ہے۔"

اشفاق احمد نے بھی علاقائی زبانوں کے الفاظ کے استعمال کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ان کے نزدیک ایک زمانے میں اردو میں یہ صلاحیت تھی کہ دوسری زبانوں کے ذخیرۂ الفاظ کو اپنا مال سمجھ کر آزادانہ استعمال کرتی تھی لیکن اب کئی سال سے اس کی یہ صلاحیت ماند پڑ گئی

ہے۔ اس صلاحیت کو اجاگر کرنے کے لیے وہ بعض الفاظ کو استعمال کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں[۴۹]:-

"اردو کو آنے والے کل اور گزرے کل کے لیے الگ الگ لفظ نہیں ملتے۔ لیکن سندھی میں آنے والے کل کے لیے "سبھانے" ہے۔ اردو کے پاس سوکھے میوے کے لیے لفظ نہیں لیکن پشتو میں "بگوا" ہے۔ اردو میں جس عمارتی درخت کے لیے ٹمبر کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے، سندھی میں اس کے لیے "باہن" کا لفظ ہے۔ تیز سرد ہوا کے لیے پنجابی میں "پھانڈا" اور چھٹی حس کے لیے "تربھاؤ" ہے۔"

مقتدرہ قومی زبان نے اردو زبان میں ترجمے کے مسائل پر جو ورکشاپ منعقد کی تھی، اس میں بھی کئی اصحاب نے مقتدرہ کو علاقائی الفاظ استعمال کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ منصور قیصر کا مشورہ قابل ذکر ہے۔ وہ کہتے ہیں[۵۱]:-

"اصطلاحات وضع کرتے ہوئے اردو کی تنگ دامانی کا احساس اس لیے ہوتا ہے کہ ہم غیر ملکی زبانوں پر زیادہ تکیہ کرتے ہیں۔ جب کہ ہماری دوسری پاکستانی زبانیں اپنے دامن میں نہایت وسیع ذخیرۂ الفاظ رکھتی ہیں۔ ہمیں اصطلاحات وضع کرتے ہوئے ان زبانوں سے اخذ و اکتساب کرنا چاہیے۔"

مقتدرہ کے ایک اور سیمینار برائے "اصطلاحات سازی" میں ڈاکٹر انور سدید کے مقالے پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر طاہر تونسوی نے تجویز کیا تھا کہ پاکستانی زبانوں کے ماہرین سے ان کی زبانوں کے الفاظ مانگے جائیں اور مقتدرہ انھیں استعمال کرے۔ اس کے لیے ان کے نزدیک[۵۲]:-

"ان سب پر کمیٹی غور کرے اور قابل قبول اصطلاح منتخب کرے یا کوئی ایسا طریقہ کار وضع کرے کہ جس سے وضع کردہ مشترکہ اصطلاح آسان بھی ہو اور عام فہم بھی ہو۔"

گویا اصطلاحات سازی میں ہمیں اردو کے اس ترکیبی عنصر کو ملحوظ رکھنا چاہیے جو علاقائی زبانوں کے ساتھ مشترک ہے اور ایسے ذخیرہ الفاظ کو استعمال میں لانا چاہیے، جو اردو کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکے۔ بس اس میں یہ امر ملحوظ رکھنا ہے کہ جو لفظ اصطلاحی مفہوم میں استعمال کیا جا رہا ہے، وہ قواعدِ علم اصطلاح کی رو سے درست ہو۔ اردو زبان میں علاقائی الفاظ سمونا اور بات ہے اور اردو اصطلاحات میں انھیں لانا دوسری بات ہے۔ ہم اس طرز عمل کا مطالعہ عربی اور فارسی میں کر چکے ہیں، جو ہمیں زیادہ سود مند نظر نہیں آرہا۔

مہذب اللغات میں مکرم لکھنوی نے اسناد اور حوالوں کے ساتھ ایسے الفاظ اور اصطلاحات بیان کیے ہیں جو علاقائی زبانوں سے اردو میں آئے اور اب اردو ادیبوں کی زبانوں پر ان کی تحریروں میں عام ملتے ہیں۔ بعض مقامی اصطلاحی الفاظ جیسے اوبڑ گھوبڑ، اوترا،

تڑتپڑ، ٹمن (پکوان)، تحتمۂ، تھڑا، تھوبا، رل ترل، زخہانا، شوشا، تھلا (سیمنٹ جالی بنانے کی جگہ) وغیرہ ۔ مقتدرہ قومی زبان نے اپنے قومی انگریزی اردو لغت (۱۹۹۲ء) میں اس عمل کو عملاً انجام دینے کی کوشش کی ہے۔ اس لغت کے دیباچے میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں[۴۲]:

"پاکستان کی علاقائی زبانوں کے الفاظ بھی، معانی و مفاہیم کے بھرپور اظہار کے لیے، استعمال کیے گئے ہیں، اس عمل میں علاقائی زبانوں کے بہت سے الفاظ اردو زبان میں شامل ہو گئے ہیں، جن سے لسانی، ثقافتی اور فکری یک جہتی کے عمل کو فروغ حاصل ہو گا۔"

اصطلاحات سازی میں عملاً اس لغت میں مقامی الفاظ شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً Dab کے لیے پنجابی لفظ "تھوبا" Acanthoid کے لیے پنجابی لفظ "سولک" Jury کے لیے پشتو لفظ "جرگہ" Fossil کے لیے پوٹھوہاری لفظ "کنجور" Pinnacle کے لیے سندھی لفظ "سکھر" Keel کے لیے مقامی ساحلی لفظ "چکل" Biscuit کے لیے سرائیکی لفظ "مٹھڑی" Prop کے لیے پنجابی لفظ "ایلو" وغیرہ۔

اس بحث میں ہمیں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ علاقائی زبانوں کا ادبی ذخیرۂ الفاظ پندرہ بیس ہزار سے زیادہ نہیں ہوتا جبکہ اصطلاحات سازی تین سے چار لاکھ الفاظ تک پہنچتی ہے۔ انگریزی ادبیات کا ذخیرہ بھی بیس بائیس ہزار الفاظ سے زیادہ نہیں۔ علاقائی الفاظ کے استعمال کے رجحان میں یہ پہلو نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔

۲:۷۔ اصطلاحی ترجمے میں ملے جلے رجحانات

اردو اصطلاحات سازی میں سب سے بڑا اور اہم مسئلہ مغربی خصوصاً انگریزی اصطلاحات کے مترادفات تلاش کرنے کا ہے۔ اس ضمن میں جو رجحانات ہمارے سامنے آتے ہیں، ان میں ملی جلی آوازیں سنائی دیتی ہیں، کہیں سابقہ ذخیرے کو کھنگالنے اور استعمال کرنے کا مشورہ ملتا ہے اور کہیں اس سارے ذخیرے کو مسترد کر کے نئی اصطلاحات کو وضع کرنے کی آواز بلند ہوتی ہے۔ کہیں انگریزی اور بین الاقوامی اصطلاحات کو من وعن رکھنے کا رجحان نظر آتا ہے، تو کہیں ان سب کو ملا کر ایک کلی استفادے کا امتزاجی رجحان دکھائی دیتا ہے۔ اسے مکتبِ فکر کا نام تو نہیں دیا سکتا تاہم اس کے اپنے علمی اصول موجود ہیں لیکن اس میں الفاظ سازی ہی بنیاد کا کام دیتی ہے۔

الف۔ سابقہ ذخیرے کو استعمال میں لانے کا رجحان:

اردو میں اصطلاحی رجحانات کے تنوع میں سب سے اہم اور بنیادی امر سابقہ ذخیرہ اصطلاحات کو استعمال میں لانے کا ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ اردو کا عربی، فارسی زبانوں کے میل سے اصطلاحات وضع کرنا اور دینی، طبی اور فلسفیانہ علوم میں عربی، فارسی میں زمانہ

قدیم سے اصطلاحات کا موجود ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری نے بھی اسی دینی اور قدیم رجحان کی طرف توجہ دلائی ہے اور جدید اصطلاحات سازی میں سب سے پہلے ڈاکٹر عبدالرحمان بجنوری ہمیں اس ذخیرۂ اصطلاحات کی طرف مائل کرتے ہوئے لکھتے ہیں[۵۴]:-

"ہم کو چاہیے کہ تمام علوم و فنون کی مصطلحات کو اپنی قدیم اردو، فارسی اور عربی زبانوں کی کتابوں میں تلاش کریں۔ بہت سے علمی لغات موجود ہیں مگر پرانی کتابوں میں دبے پڑے ہیں۔ ان بے بہا موتیوں کو ان تاریک گہرائیوں سے نکالنا چاہیے۔ سائنس کی مصطلحات بھی بہت سی موجود ہیں، صرف ان کو تلاش کر کے رواج دینے کی ضرورت ہے۔ نباتیات کی بہت سی مصطلحات میزان الادویہ میں مل سکتی ہیں، کیونکہ ہماری طب کی تقریباً تمام ادویہ نباتی ہیں۔ اگر الفاظ نہ مل سکیں تو ان کو خود بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

ہمارا قدیم اصطلاحی ذخیرہ میزان الادویہ کی طرح طب کی دیگر کئی کتابوں مثلاً مخزن الادویہ، لاثانی لغات الادویہ، بحرالجواہر، مقالات احسانی، مخزن الجواہر، خزائن الادویہ، علوم و الفنون کی اصطلاحات کی کتب مثلاً کشاف اصطلاحات فنون، دستور العلماء، ابجدالعلوم، تصوف کی کتابوں مثلاً معجم مصطلحات تصوف، سرِدلبراں، اصطلاحاتِ صوفیہ وغیرہ، پیشہ ورانہ علوم کی اصطلاحات مجمع الامثال اور اصطلاحات پیشہ وراں کی آٹھ جلدوں کے علاوہ ہمارے قدیم دفتری اور مالگزاری کے ذخیرے ولسن کی اصطلاحات عدلیہ و مالگزاری جیسی کتب میں موجود ہے۔ اس ذخیرے سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ نئے الفاظ وضع کرنے یا ٹامک ٹوئیاں مارنے سے بہتر ہے کہ اس سابقہ ذخیرے کو کھنگالا جائے کہ کہیں وہاں کوئی اصطلاح ہمارے استعمال کے لیے موزوں تو نہیں، مولوی احمد دین نے بھی اس مسئلے پر توجہ دلائی تھی۔ وہ لکھتے ہیں[۵۵]:-

"سینکڑوں الفاظ بے کار پڑے ہیں اور ان سے وہ خدمت نہیں لی جاتی جو وہ دوسروں کی نسبت بدرجہا بہتر سرانجام دے سکتے تھے اور انھیں اس قدر فراموش کر دیا گیا ہے کہ آہستہ آہستہ وہ پیچھے جا پڑے ہیں اور اب متروک ہو گئے ہیں یا ہو چکے ہیں۔ بعد میں یہ بھی ہو گا کہ کبھی ان کی ضرورت پڑے گی اور ہماری ناواقفیت جو ہم نے خود اپنی زبان کے خزانوں سے ـــــ خزانے جو ہمارے نئے مطالبات پورے کرنے کے لیے کافی و وافی ہیں، ـــ ہمیں باہر غیر زبانوں سے استمداد کے لیے بھیجے گی تاکہ ان سے ہم الفاظ جو ہمارے اپنے ہاں بھی موجود ہیں، اپنے مطالب ادا کرنے کے لیے حاصل کریں۔"

ڈاکٹر شوکت سبزواری بھی اس ذخیرے سے استفادے کے قائل ہیں لیکن وہ موزوں اور ناموزوں کے قائل نہیں۔ ان کے نزدیک موزونیت و افادیت کا معیار یہ ہے کہ اصطلاح زبان میں گھل مل گئی ہو۔ وہ لکھتے ہیں[۵۶]:-

"قدیم سے جو اصطلاحیں چلی آرہی ہیں اور ہماری کتابوں میں عموماً برتی جاتی ہیں اور زبان میں اچھی طرح رس بس گئی ہیں' موزوں ہی نہیں مفید بھی ہیں۔ زبان میں گھل مل گئی ہیں' اس لیے موزوں ہیں۔ ہر شخص آسانی کے ساتھ ان کا مطلب سمجھ لیتا' ہے اس لیے مفید ہیں۔"

اس ضمن میں آل احمد سرور کا مشورہ صائب ہے۔ ان کے نزدیک نئے خیالات کے لیے الفاظ تو لینا ہوں گے البتہ احتیاط سے کام لینا ہو گا۔ ہمیں جدید اصطلاحیں تو بنانا ہوں گی لیکن ان کے نزدیک[۵۷]۔

"کوئی جدید چیز بالکل جدید نہیں ہوتی' یہ کسی پرانی اور بھولی بسری روایت کی تجدید' توسیع یا ترمیم ہوتی ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے سارے خزانے کو کھنگالیں' پیشہ وروں کی اصطلاحات سے مدد لیں اور نئی چیزوں' نئے خیالات' نئے لفظوں کو حسب ضرورت اختیار کریں۔"

ب۔ سابقہ ذخیرے کو مسترد کرنے کا رجحان:

نئے دور میں نئے تقاضوں کے پیش نظر ایسے افراد جو دل میں اردو کی محبت رکھتے ہیں' لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے جدید تعلیمی اداروں سے تعلیم حاصل کی ہے' سابقہ ذخیرہ اصطلاحات کو نامانوس یا غیر ضروری سمجھ کر مسترد کرنے کا رجحان رکھتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر مرزا حامد بیگ "انگریزی کے ردّ میں کیا یہ ضروی ہے کہ اس قدر مفرّس (معرب) مترادفات وضع کیے جائیں؟ پولیس ایکشن میں پولیس اور ایکشن ہر دو الفاظ آج ہمارے لیے مانوس ہیں جب کہ ہجوم فارسی سے اور شرطہ عربی سے لے کر "ہجوم شرطہ" کی ترکیب وضع کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔"[۵۸] دراصل ایسی ہی نامانوس اور غیر ضروری اصطلاحوں سے اس پورے ذخیرہ اصطلاحات کو رد نہیں کیا جا سکتا' جو ہمارے علمی ورثے کے طور پر موجود ہے۔ ڈاکٹر عشرت حسین عثمانی نے بھی سائنٹیفک سوسائٹی پاکستان کی پانچویں سالانہ کانفرنس کے خطبہ صدارت میں ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا تھا[۵۹]۔

"اردو معلی والے تو کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا لفظ یا اصطلاح جو اردو میں موجود نہ ہو تو فوراً فارسی یا عربی سے لے کر ٹھونس دیجیے...... بعض لوگ تو اس حد تک بھی جانے کو تیار ہیں کہ ہوائی جہاز کو طیارہ کہا جائے اور اڑنے کی بجائے لفظ پرواز استعمال ہو۔ غرض یہ کہ عربی اور فارسی کے الفاظ کتنے بھی ثقیل کیوں نہ ہوں' اردو معلی کے حامی اور ترجمان عوام سے دور لیے جا رہے ہیں اور ان کی زبان کچھ اور ہی ہوتی جا رہی ہے۔ انگریزی زبان سے تو ان علماء کو خاص چڑ ہے۔ ہاسپٹل کا ترجمہ شفاخانہ کر کے اس کو کچھ دن رواج میں لے آئے مگر عوام کی زبان پر ہسپتال چڑھ گیا۔ لائسنس کا ترجمہ اجازت نامہ سے کیا گیا مگر لوگ لیئسنس ہی کہتے رہے۔ سائکل کو دو چرخی اور پیر گاڑی بنانے کی کوشش کی

مگر منہ سے سائیکل ہی نکلا۔ ہمیں تو یہ چاہیے کہ جس لفظ سے مطلب آسانی
سے ادا ہو جائے' اسے اردو میں جگہ دیں اور اپنا کام چلائیں۔ ہمیں کیا پڑی ہے
کہ عربی اور فارسی کی اوراق گردانی کرتے پھریں اور کسی یورپین یا انگریزی زبان
کے لفظوں پر خواہ مخواہ بندشیں لگائیں۔"

دراصل ایسے لوگ موجودہ دور کے اہل علم میں سے ہیں اور بقول ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری وہ انگریزی زبان کے لغات و اصطلاحات کا بے میل ذوق رکھتے ہیں لیکن عربی زبان سے ناآشنا ہیں' چنانچہ یہ ان کی طبیعت اور ذوق کا مسئلہ ہے نا کہ علمی سطح کا مسئلہ۔ اس گروہ کے بارے میں مفصل جائزہ لیتے ہوئے وہ لکھتے ہیں[۶۰]:-

"قومی تشخص کا خیال اسے (اس گروہ کو) قومی زبان کا دامن چھوڑ دینے پر بھی راضی نہیں ہونے دیتا۔ ملک کی علاقائی اور صوبائی زبانیں بھی اس باب میں اس کی رہنمائی کرنے سے قاصر ہیں۔ ایک خاص عصبیت ہندی زبان سے استفادہ میں بھی مانع ہے۔ یہ گروہ قومی زبان میں ہمہ قسم کی اصطلاحات کی ضرورت اور انتظامیہ کے کاروبار' تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں ان کی اہمیت اور افادیت کا معترف بھی ہے۔ لیکن اصطلاح سازی کے اندازو اسلوب کے باب میں اس کا ذہن صاف نہیں۔"

ج: انگریزی سے اخذو استفادہ:

اردو ایک امتزاجی زبان ہے اور اس میں ہر زبان کے الفاظ بخوبی سموئے جا سکتے ہیں۔ اردو میں انگریزی کے دخیل الفاظ کی فہرست بھی خاصی طویل ہے۔ ریڈیو' ٹیلی وژن' ریلوے' ٹرسٹ' نوٹ' رپورٹ' لائسنس' کانفرنس' موٹر' سکیل وغیرہ ایسی اصطلاحات ہیں جو آج بھی بعینہٖ استعمال ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بقول ڈاکٹر مرزا حامد بیگ" قدیم تراجم کے علاوہ طبع زاد تصانیف میں بھی انگریزی اصطلاحات و تراکیب جا بجا دکھائی دیتی ہیں"[۶۱]۔ باقر حسین لکھتے ہیں[۶۲]:-

"مغربی زبانوں کے سینکڑوں الفاظ اردو میں ایسے گھل مل گئے ہیں کہ اب اردو کے الفاظ معلوم ہوتے ہیں مثلاً جج' پولیس' سکول' کالج' کوارٹر' کمیٹی' کانفرنس' بورڈ' ہاکی' کرکٹ وغیرہ۔ بعض معمولی تراش خراش سے اردو میں شامل ہوئے جیسے بینک سے بنک' لیمپ سے لمپ' لینٹرن سے لالٹین' لیکن وہ ایسے الفاظ کے حق میں نہیں جو صفات' مصادر' یا افعال کا اظہار کرتے ہیں اور اردو میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس طرح کے الفاظ کو شامل کرنے سے ان کی نزدیک اردو زبان معجون مرکب بن جائے گی کیونکہ جب ان الفاظ کو شامل کیا جائے تو ان کے مشتقات بھی شامل کرنا پڑیں گے"۔

اس کے باوجود ایک گروہ بھی ہمیشہ رہا ہے جو انگریزی الفاظ اور اصطلاحات کو من و عن

قبول کر لینا چاہتا ہے۔ اس گروہ کے نزدیک بقول اشفاق احمد "برقی مقناؤ" کے مقابلے میں "الیکٹرو میگناٹائزیشن" آسان اور ہلکا پھلکا ہے اور "مانومیروسو میٹس" یک جزی کے مقابلے میں سیدھا لفظ ہے[۶۳]۔ بقول ڈاکٹر ابوسلمان اس گروہ کو خواہ کتنا ہی محدود تصور کر لیا جائے لیکن وہ موجود ہے اور باقاعدہ اثر انداز ہو رہا ہے۔ ان کے نزدیک[۶۴]:-

"اس کا خیال ہے کہ سائنس کی تمام انگریزی اصطلاحات کو من وعن اسی تلفظ میں اردو رسم الخط میں اختیار کر لینا چاہیے۔ اس کے نزدیک اہتمام و اختیار سے بین الاقوامی سطح پر علمی ربط اور افہام و تفہیم کی سہولت پیدا ہو گی۔ یہ وہی گروہ ہے جو اردو میں انگریزی ہندسوں کے استعمال پر مصر ہے۔ اس گروہ کو اس بات سے بہت تقویت ملے گی کہ بین الاقوامی سطح پر عربی کے لیے انگریزی اصطلاحات کو ان کے اصل تلفظ کے ساتھ اختیار کر لیا گیا ہے۔"

اس تجویز کی حمایت ڈاکٹر عشرت حسین عثمانی نے بھی کی تھی۔ انھوں نے صاف طور پر کہا تھا[۶۵]:-

"سائنس، انجینرنگ اور ڈاکٹری جیسے ٹیکنیکل مضامین استاد سمجھائیں سادہ اردو یا سادہ بنگالی میں مگر ساری ٹیکنیکل اصطلاحیں انگریزی کی ہوں، کیمسٹری کے سارے فارمولے انگریزی میں لکھے جائیں، کسی کیمیکل کا نام نہ بدلا جائے۔ الجبرا، ٹرگنومیٹری اور اسٹیٹکس اور ڈائنامیکس کے اکویشنز اور سمبلز وغیرہ ایسے کے ایسے ہی رہیں۔ صرف عبارت سادہ اردو یا بنگالی میں ہو۔ اپنی زبانوں میں سائنس کی تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ طلبہ مشکل سے مشکل مضمون آسانی سے سمجھ جائیں اور اپنے ملک میں جن لوگوں سے زندگی میں واسطہ پڑے، ان کو آسانی سے سمجھا سکیں۔"

معروف سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام نے بھی بی بی سی سے ایک مذاکرے کے نشریے میں کہا تھا:-[۶۶]

"اردو کو ذریعۂ تعلیم بنانے کے لیے اس میں انگریزی کی آمیزش کرنا ہو گی اور اصطلاحات انگریزی میں رکھنا ہوں گی.... ہمیں اردو کو دوغلا بنانا پڑے گا لیکن اس مرتبہ ہندی کے ساتھ نہیں بلکہ انگریزی کے ساتھ دوغلی زبان بنانا ہو گی۔"

جہاں تک ان انگریزی الفاظ و اصطلاحات کا تعلق ہے، جو اردو میں آکر جزو زبان بن چکے ہیں، تو ان کے ترجمے کی ضرورت نہیں۔ جلیل قدوائی لکھتے ہیں کہ انھوں نے انجمن ترقی اردو کی بڑی ڈکشنری میں نظر ثانی کرتے ہوئے ایسے نہ جانے کتنے الفاظ رہنے دیے یا شامل کر دیے۔ مثلاً ایروگرام، کسٹوڈین، ٹیلی وژن، تھرمامیٹر، بلاؤزر، بلاٹنگ پیپر، مین ہول وغیرہ۔ ان کے نزدیک اگر ضرورت نہ بھی ہو، تب بھی شامل کر لیا جائے۔ اس طرح تسلیم شدہ الفاظ میں اضافہ ہو گا[۶۷]۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ اس میں یہ اضافہ کرتے ہیں کہ "جہاں

تک "سائنس کے مختلف شعبوں میں نئی انگریزی ٹرمنالوجی کا تعلق ہے وہاں وضع اصطلاحات غیر ضروری ہے"[۶۸]۔ اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ جدید عہد میں خصوصی مہارت کے شعبے بہت ہو گئے ہیں جب کہ ہم یورپی ممالک میں Elsevier ہی کے لغات کی تعداد کو دیکھتے ہیں کہ یورپی ممالک ہر چھوٹے سے چھوٹے شعبے میں اصطلاحی تراجم پر زور دے رہے ہیں۔ ظہیر مشرقی نے ایک بڑا اچھا مشورہ دیا تھا کہ "آسان الفاظ کو قبول کر لیا جائے اور بھاری الفاظ مثلاً مکینک، کلاسیک، ایجیٹیشن وغیرہ کو یا تو اردو پن پیدا کر کے یا ان کا مناسب ترجمہ کر کے اپنا لیا جائے۔"[۶۹]

دفتری اصطلاحات میں انگریزی کو بجنسہٖ لینے کا رجحان ہمیں حیدر آباد دکن سے نظر آتا ہے۔ ان کے دفتری ضابطوں اور سرکار کی کتابوں میں "لوکل فنڈ" "اسٹاک" "سرٹیفکیٹس" ، "پاسبک" "وین" "ٹرننگ" "فنڈ" "راشن" "الاونس" "فیلڈ ورک" "پراجیکٹ" "سکیل" "جنرل لیجر" جیسی اصطلاحات عام استعمال ہوتی تھیں۔ خصوصاً سرکاری عہدے داروں کے نام، محکموں کے نام بھی انگریزی ہی میں مستعمل رہے۔

اردو کی ٹیکنیکل کتابوں مثلاً ریڈیو، ٹی وی، ریفریجریٹر، کمپیوٹر وغیرہ بازار میں ملنے والی عام کتابوں میں انگریزی اصطلاحات من و عن استعمال ہو رہی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ حکومت کی طرف سے نہم دہم کی اردو سائنسی کتابوں میں عام انگریزی الفاظ بھی بجنسہٖ لیے جا رہے ہیں، جن کے اردو مترادفات عام طور پر رائج رہے ہیں۔ میجر آفتاب حسن اور خادم علی ہاشمی نے اس طرف توجہ دلائی ہے[۷۰]۔

انگریزی الفاظ و اصطلاحات کو برقرار رکھنے کے حامیوں کے نزدیک جو لفظ معاشرے میں راج ہو جائے، اس کو رائج ہی رہنے دینا چاہیے۔ ان کے نزدیک زیادہ سے زیادہ انگریزی اصطلاحات جو قومی زبان اور معاشرے میں سما سکتی ہیں، ان کو خوشی سے قبول کر لینا چاہیے۔ ان کے متبادل اگر کوئی اچھی اصطلاح ہے تو وہ قوسین میں لکھ دی جانی چاہیے تاکہ اگر اس میں صلاحیت ہو تو وقت کے ساتھ ساتھ رائج ہو جائے[۷۱]۔ البتہ بعض انگریزی اصطلاحیں جو پہلے زمانے میں اس وقت کی معلومات کی رو سے تجویز کی گئی تھیں اور حال کی تحقیق سے صحیح نہیں رہیں، ان کی بجائے ایسے اردو مترادفات تجویز کیے جائیں جو جدید تحقیق کی رو سے صحیح مفہوم ادا کر سکیں، اس میں انگریزی الفاظ کی تقلید نہ کی جائے اور نہ ایسے الفاظ کو جو عربی، فارسی یا ہندوستانی سے انگریزی میں جا کر شکل تبدیل کر چکے ہیں، انگریزی سے نقل کیا جائے[۷۲]۔

انگریزی اصطلاحات کو بجنسہٖ لینے پر ایک اعتراض جیسا کہ باقر حسین کے خیالات میں مذکور ہے، یہ ہے کہ اصطلاحات کے مشتقات بھی استعمال میں لانا پڑتے ہیں لفظ کرسٹل تو آسانی سے اردو میں لکھا جا سکتا ہے لیکن کرسٹلائزیشن اور کرسٹلیٹیکیشن کی صورت میں اس کی شکل میں بقول اشفاق احمد سوسو بل پڑنے لگتے ہیں[۷۳]۔ شان الحق حقی لکھتے ہیں کہ

اصطلاحیں صرف مجرد شکل ہی میں نہیں برتی جاتیں بلکہ ان کے کچھ تصرف سے بھی کام لینا پڑتا ہے۔ کچھ مرکبات بھی بنتے ہیں جیسے آکسیجن سے آکسائیڈ' آکسی ڈیشن' آکسی ڈائز' کاربن ڈائی آکسائڈ وغیرہ۔ اس صورت حال کو غیر تسلی بخش قرار دے کر وہ تجویز کرتے ہیں کہ:

"انگریزی اصطلاحیں جوں کی توں لے لی جائیں تو کسی ایک لفظ کا اختیار کرنا کافی نہ ہو گا بلکہ اس کے ساتھ اس کی مختلف صرفی صورتیں اور تراکیب بھی لینی لازم آئیں گی اور یہ تسلی بخش صورت نہ ہو گی کیونکہ اس طرح زبان کی کایا پلٹ ہو جائے گی یا وہ تراکیب وغیرہ اردو میں سما نہ سکیں گی۔"

دور جدید میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ انگریزی اصطلاحات سے دوسری قوموں اور ان کی زبانوں کو الفاظ مستعار دینے کے لیے یونیسکو کی مدد سے عالمی سطح پر کوشش جاری ہے۔ اس عمل کے لیے ایک اصطلاح "بین الاقوامیت سازی" (Internationalization) اور ایک اصطلاح "عالمگیر کاری" (Transnationalization) بھی وجود میں آئی ہے۔ اس سلسلے میں پہلا عالمی مذاکرہ ۱۳ سے ۱۴ اپریل ۱۹۸۵ء کو وارسا (پولینڈ) میں منعقد ہوا۔ راقم نے ایسے ہی ایک عالمی مذاکرے منعقدہ وارسا ۲۰ تا ۲۲ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں اپنے مقالے[۵۲] میں دنیا کے سامنے یہ عرض کیا تھا کہ اردو میں پہلے ہی سے عالمگیریت اصطلاحات موجود ہے لیکن اس کی صورت صرف اسماء تک ہے' اسمائے جمع' افعال' مصادر اور اسم مصدر یا کیفیت بنانے کے لیے اردو اپنا ہی انداز اختیار کرتی ہے۔ مثلاً ایٹم (Atom) کا لفظ لے لیا گیا ہے اور اس سے ا۔ٹموں' ایٹمی' ا۔ٹمیت' ا۔ٹمیانا وغیرہ مشتقات بنائے جاتے ہیں۔ البتہ کیمیائی نام فارمولے اور علامتیں بین الاقوامیت کے حوالے ہی سے اردو میں آ رہے ہیں۔ یہی صورت آلاتِ سائنس کے ناموں کی ہے۔ البتہ علوم کے نام اردو میں عربی' فارسی' ہندی اور مقامی عناصر کے حوالے سے بیان ہو رہے ہیں چنانچہ اب ایک نیا مکتبِ فکر سامنے آرہا ہے' جو اردو اصطلاحات سازی کو زباندانی سے زیادہ علوم وفنون کے تقاضوں کے حوالے سے آگے بڑھانے کا قائل ہے۔ اسے ہم "اصطلاحیات" کا نام دے سکتے ہیں۔

د۔ امتزاجی رجحان:

بعض افراد کے نزدیک اردو کو ہر ماخذ سے استفادہ کرنا چاہیے۔ انگریزی نے بھی یونانی' لاطینی' عربی' فرانسیسی' اطالوی ذخیرہ اصطلاحات کو اپنا لیا تھا۔ چنانچہ اردو کو بھی ان تمام ماخذوں سے جو اس کے سامنے کھلتے ہیں' مساوی استفادہ کرنا چاہیے۔ ان کے نزدیک قدیم اصطلاحات کو بجنسہ لے لینا چاہیے حتیٰ کہ معرب اور مفرس اصطلاحات بھی شامل کر لینی چاہییں اور انگریزی سے بھی بھرپور استفادہ کرنا چاہیے نیز ہندی' سنسکرت اور برصغیر کی علاقائی زبانوں سے بھی خوشہ چینی کرتے رہنا چاہیے اور اس سلسلے میں ہمیں صرف اردو قواعد کا خیال رکھنا چاہیے۔ ڈاکٹر ابوسلمان اس گروہ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں[۵۳]:-

"یہ گروہ انگریزی کے اعلیٰ ذوق، قدیم ذخیرۂ اصطلاحات کی تاریخی اور علمی حیثیت کے کامل اعتراف، ہندی کے آسان و سلیس اصطلاحات و لغات کے اخذ و اختیار نیز کسی بھی زبان کے ذخیرہ علوم و مصارف سے استفادے کے باب میں اپنے فراخدلانہ رویے اور علاقائی و صوبائی زبانوں کے ذخیرہ علمی سے ممکن حد تک استفادے کے جذبے، عربی، فارسی کے انحطاط پذیر ذوق کے احساس اور علمی اصطلاحات کی بین الاقوامی اہمیت کے پورے شعور کے ساتھ اردو کے قدیم و جدید ذخیرۂ الفاظ پر نظر ڈالنا اور اس ذوق و احساس کے ساتھ اور شعور علم وفن کے ساتھ آئندہ ترجمہ و اصطلاح سازی کے میدان میں قدم رکھنا چاہتا ہے۔"

اس رجحان کی نمائندگی کرتے ہوئے ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں[۲۹]:-

"وہ قدیم عربی فارسی کی اصطلاحیں قبول کر لی جائیں جو برصغیر میں مدتوں سے رائج چلی آتی ہیں یا رائج رہ چکی ہیں۔ ساتھ ہی ان انگریزی اصطلاحات کو بھی جو مروج ہیں اور جنھیں عام طور پر بولا اور سمجھا جاتا ہے، علی حالہ رہنے دیا جائے۔"

اردو میں اصطلاحات سازی میں بھی اس امتزاجی رجحان کے پیش نظر بعض اہل فکرو نظر نے انگریزی: عربی، انگریزی: فارسی، ہندی: عربی، ہندی: فارسی اور مقامی و انگریزی یا ہندی: انگریزی، مرکبات وضع کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ آل احمد سرور جیسے لوگ بھی اس میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے۔ البتہ ڈاکٹر شوکت سبزواری جیسے علماء نے اس کی مخالفت ضرور کی ہے۔ عملی طور پر یہ امتزاجی رجحان ہمیں حیدر آباد دکن کی کتابوں میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ مثلاً عدالتی ڈگریاں، ٹکٹ طلبانہ، دستورالعمل، لوکل فنڈ، گزٹیڈ عہدہ دار، انسپکٹر شہری بنک، سرکاری بک کیپنگ، رجسٹر مبادلہ، مارکیٹ ہائے زراعت، پروفارما حسابات آبپاشی، جیسی کئی اصطلاحات وضع ہوئیں۔ لیکن خالص ترجمے کی اصطلاحیں مثلاً تبصرہ سلک ہا (ریویو آف بیلنس)، تختہ و اصل باقی (بیلنس شیٹ) مروّج نہ ہو سکیں۔ ان مثالوں سے نتیجہ نکالتے ہوئے سید داؤد گیلانی لکھتے ہیں[۳۰]:-

"امر واقع یہ ہے کہ ترجمہ کرتے ہوئے اہل دکن کے پیش نظر یہ حقیقت تھی کہ اردو زبان مختلف زبانوں کا مرکب ہے، جن میں انگریزی بھی شامل رہ سکتی ہے۔ چنانچہ ترجمہ کرتے وقت انھوں نے ایسے انگریزی الفاظ بلا تامل استعمال کیے جن کے متبادلات ابھی ایجاد نہیں ہوئے تھے یا ان انگریزی الفاظ کو ترجیح دی جو عام فہم و مروج تھے۔ علاوہ ازیں وہ اس امر سے بھی باخبر تھے کہ اردو کو ایک مجرد زبان بنا کے اسے وسعت نہیں بخشی جا سکتی اور ایسا کرنا ترویج و ترقی کو مسدود کرنے کے مترادف ہے۔"

پروفیسر نیاز عرفان اس امتزاجی رجحان کو بالکل ہی ملے جلے ترکیبی انداز سے دیکھتے ہوئے

لکھتے ہیں کہ ماخذ خواہ کوئی زبان ہو' اردو گرامر کے قاعدے اور اصول کا یکساں طور پر اطلاق کیا جائے۔اس قاعدے کی رو سے وہ Inter-Board Committee of Chairmen کا ترجمہ "بین البورڈ کمیٹی صدر نشیناں" تجویز کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک جب "طبِ سڑک" کو قبولیت مل چکی ہے تو ارکان بورڈ یا بین البورڈ کیوں نہیں۔ ہمیں بھی تعریب اور تفریس کی طرح تارید کے عمل سے گزرنا پڑے گا۔[۹] لیکن اس عمل کی حدود ہمیں اپنی ضروریات کے مطابق مقرر کرنا ہوں گی۔ دوسری زبانوں سے اس اصطلاحی اخذ و استفادے کی کلی حدود کی وضاحت کرتے ہوئے شان الحق حقی نے واضح جہتیں مقرر کی ہیں[۱۰]:۔

"جس طرح انگریزی نے فنونِ لطیفہ اور ملبخ کی اصطلاحیں فرانسیسی یا جدید اطالوی سے لی ہیں' فلسفے اور علوم طبیعی کے لیے یونان پر انحصار کیا ہے اور حیاتیات کے لیے لاطینی پر' اسی طرح کیا ہم بھی مختلف شعبوں کے لیے مختلف جہتوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ غالباً" یہ صورت اصطلاح سازی کے دشوار اور پیچیدہ کام پر غیر ضروری بندشیں عاید کر دے گی' اس لیے اس کو اصولی طور پر اختیار کرنا مناسب نہیں۔ البتہ ہماری بہت سی دینی' تہذیبی' تاریخی' ادبی' منطقی' طبی اصطلاحیں عربی سے مستعار ہیں اور یہ بدستور رہیں گی۔ رقص و موسیقی' رسوم و تفریحات اور بہت سے حرفوں پیشوں کی اصطلاحیں عموماً" ہندی ہیں۔ اسی طرح جدید سائنس' انجینرنگ اور طب جدید کی اصطلاحوں میں مغربی عنصر نمایاں ہو گا۔ اگرچہ آمیزش یہاں بھی ہو گی اور وہاں بھی موجود ہے۔ کسی شعبے کی اصطلاحیں اب بھی خالص نہیں۔ راگ' راگنیاں' کھانے' مٹھائیاں' گہنے پاتے' پوشاک سب میں مخلوط الفاظ ملتے ہیں۔ حتیٰ کہ دینیات کی عربی اصطلاحوں میں بھی خدا' نماز' روزہ' فرشتہ' گناہ جیسی استثنائی صورتیں موجود ہیں۔ لہٰذا کسی شعبے میں بھی کسی ایک جہت پر اکتفا ضروری نہیں۔"

۳:۷۔ اردو کی حدِ استفادہ اور نئے مکتبِ فکر کی ضرورت

جہاں تک کلاسیکی زبانوں کا تعلق ہے' اردو نے ان سے حدِ امکان تک استفادہ کیا ہے۔ طب' فلسفہ' مذہبیات' اور تاریخ وغیرہ جیسے سماجی علوم میں عربی' فارسی سے' قدیم ریاضی اور طبیعیات میں بھی ایک حد تک عربی' فارسی سے' تکنیکی و پیشہ ورانہ علوم میں مقامی اور ہندی زبانوں سے' جدید علوم' ٹکنالوجی' انجینرنگ اور حیاتیات' ادویہ سازی وغیرہ میں انگریزی' فارسی' عربی و مقامی زبانوں سے' ترجمے' اخذ اور تارید کی صورتوں میں۔ لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ مسلم ممالک کی زبانوں میں جدید اصطلاحات سازی ایسے رخ پر ہو رہی ہے کہ اردو کا ان سے استفادہ ممکن نہیں' یہی صورت حال انگریزی کی ہے۔ اگر ہم سابق مباحث میں عربی' فارسی' ترکی' ملاوی' بنگالی اور انگریزی کی جدید اصطلاحات سازی کو

پیش نظر رکھیں تو حسب ذیل تین پہلو کھل کر ہمارے سامنے آتے ہیں:۔
اول: یہ کہ ان زبانوں کی ترقی اور نشو و نما کے لیے قومی جذبے سے کام کیا جاتا رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہاں اصطلاحات سازی کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو کر مستعمل ہونے لگا ہے۔
دوم: یہ کہ زبان کو خالص بنانے کے لیے ان زبانوں میں علاقائی' مقامی اور قدیم زبانوں سے الفاظ اخذ کیے گئے جس سے مقامی اور قدیم زبانوں کی نشاۃ ثانیہ کے امکانات بھی روشن ہوئے۔
سوم: تخلیص کے اس شوق اور مقامی زبانوں کو سمونے سے یہ زبانیں ایک دوسرے سے زیادہ سے زیادہ دور ہٹتی جا رہی ہیں۔

چند انفرادی مثالوں کو چھوڑ کر ان کے آگے چل کر عالم اسلام کا مشترک اصطلاحی ورثہ بننے کے امکانات معدوم ہوتے جا رہے ہیں۔

البتہ اردو زبان اس مسئلے کو بہ آسانی حل کر سکتی ہے اور ان چاروں زبانوں کے اصطلاحی ذخیرے سے استفادہ کر کے ایک ایسی بھرپور' جامع اور بسیط علمی زبان وجود میں لا سکتی ہے جو عالم اسلام کی مشترک علمی زبان بننے کا خواب بھی پورا کر سکتی ہے۔ ہمیں اس استفادے کی راہیں تلاش کرنا ہوں گی۔

انگریزی' عربی' فارسی' ترکی اور ملاوی زبانوں میں اصطلاحات سازی کے لیے کی جانے والی کوششوں سے اردو زبان میں کہاں تک استفادہ ممکن ہے' اس کے لیے ہمیں ان زبانوں میں اصطلاحات کی نوعیت جاننے کی ضرورت ہو گی۔

انگریزی اصطلاحات کی نحوی ترکیب سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ساق عموماً" یونانی یا لاطینی ہوتے ہیں یا پھر فرانسیسی اور اطالوی زبانوں سے لاحقے اور سابقے شامل کیے جاتے ہیں۔ یہ بھی ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جب یورپی زبانوں میں اصطلاحات سازی کا کام شروع ہوا تو انھوں نے شعوری طور پر یونانی اور لاطینی کی درمیانی کڑی عربی زبان کی اصطلاحات کو نکالنے اور "یونانی+ لاطینی" ترکیب بنانے کی کوشش کی۔ اس کے باوجود عربی کی چند اصطلاحات ان کے ہاں رہ گئیں۔ یہی صورت حال اس وقت اردو کو درپیش ہے۔ انگریزی کی جن اصطلاحات کا سیدھا سادا ترجمہ ممکن ہے' انھیں اردو بہ آسانی ترجمہ کر سکتی ہے اور جن کے مادے اور ساق یونانی یا لاطینی ہیں' انھیں ترک کر کے عربی' فارسی مادے اور ساق تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن جو اصطلاحیں کسی موجد یا دریافت کنندہ کے نام پر ہیں' انھیں بعینہ لیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً" اسم خاص سے متعلق اصطلاحیں۔

جہاں تک عربی سے استفادے کا تعلق ہے' مفرد اصطلاحوں میں یہ عین ممکن ہے' جو بہت کم ہوتی ہیں۔ عربی میں لفظی مادے بھی سہ حرفی تک ہیں' چار حرفی بہت کم ہیں' جن کی بنا پر مفرد اصطلاحات سازی کی صلاحیت کم ہے۔ عربی کی مرکب اصطلاحیں اردو کے ترکیبی /اتصالی/ مرکباتی یا اشتقاقی اصولوں سے ہم آہنگ نہیں ہو پاتیں۔ لے دے کے

اشتقاقی صورت رہ جاتی ہے۔ نیز بقول شان الحق حقی "عربی خود اس دور میں کثرت سے تعریب پر انحصار کر رہی ہے[۸۱]۔" کیا ہم اردو میں ایسی معرب اصطلاحیں" الکترون' " تلغراف" وغیرہ قبول کر سکتے ہیں۔ یقیناً ایسا ہونا ممکن نہیں۔

فارسی میں فرہنگستان جیسے اداروں کے تجربات کے قدیم پہلوی یا مقامی فارسی کے اثر سے اردو کا مزاج ہم آہنگ نہیں ہو سکتا۔ البتہ فارسی لاحقوں اور سابقوں کو جس انداز سے شامل کیا گیا ہے، انھیں اردو کے لیے استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ بقول ڈاکٹر صدیق شبلی ایران میں اصطلاح سازی بہرحال بڑے سائنسی خطوط پر ہوئی ہے۔ اردو میں اصطلاحات سازی کے معاملے میں ان اصولوں سے مدد لی جا سکتی ہے۔ جو اصطلاحات اردو میں چل سکتی ہوں، انھیں قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں[۸۲]۔ وہ قرض خواہ، رابطہ کار، حساب دار، اقبال شناس جیسی اصطلاحوں کی مثالیں دینے کے ساتھ ساتھ اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں کہ "جدید فارسی اردو کے لیے اتنی مانوس نہیں رہی۔ بعض لسانی تبدیلیوں کی وجہ سے بھی فارسی اہل اردو کے لیے قابل فہم نہیں رہی۔ مثلاً ایران میں مدیر کا لفظ ڈائریکٹر کے معنوں میں استعمال میں آتا ہے۔ ہمارے ہاں اس کا مطلب ہی اور ہے بعض نئے لفظ سادہ اور رواں ہونے کے باوجود اردو میں چل نہیں سکتے مثلاً سازو سامان (تنظیم)، ساختمان (بلڈنگ)، استاندار (گورنر)[۸۳]۔"

ترکی اور ملاوی کے تجربات میں عربی، فارسی کے مشترک ذخیرے کے علاوہ ایک اہم عنصر انگریزی آمیزی، دوغلانے یا بگاڑنے کا ہے، جسے Pidgins کا نام دیا گیا ہے۔ ترکی نے عربی، فارسی سے استفادہ کرنے کا عمل روک دیا ہے[۸۴] اور ملاوی میں انگریزی آمیزی بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ ان زبانوں میں اکثر مغربی اصطلاحوں کو بعینہٖ لے لیا گیا ہے جس کے لیے ان زبانوں کا رسم الخط بھی رومن کرنا پڑا۔ ان کے رسم الخط اور زیادہ مغربی ذخیرے کے باعث ان سے استفادہ ممکن نہیں۔ بنگلہ ابھی پاؤں پاؤں چلنا سیکھ رہی ہے۔

انگریزی کے مخدوش مستقبل کے پیش نظر اردو کے لیے یہ ممکن نہیں کہ صرف انگریزی ہی کو علمی کھڑکی سمجھ کر اپنے لیے کھولے رکھے اور دوسری زبانوں سے اغماض برتے۔ دوسری طرف ہمارے لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ ہم براہ راست انگریزی ہی میں علم حاصل کریں یا دنیا کی تمام زبانوں کو اپنا لیں۔ ہمارے لیے صرف ایک ہی راہ باقی رہ جاتی ہے کہ ہم اردو کی علمی صلاحیتوں میں وسعت پیدا کریں اور ان تمام زبانوں کے ذخیرہ ادبیات اور اصطلاحات سے استفادہ کر کے اردو کو مستحکم کریں اور قوم کو اپنی تہذیبی زبان میں علمی غور و فکر کے لیے مضبوط واسطہ (Medium) مہیا کریں یعنی اردو میں علم اصطلاحات سازی کو فروغ دیں۔ اس مقصد کے لیے اردو میں خاطر خواہ غور و فکر بھی کیا جاتا رہا ہے۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں[۸۵]:۔

"میرے علم اور تحقیق میں ہندوستانی زبانوں میں اردو ہی ایک زبان ہے جس میں

زمانۂ دراز سے علمی اصطلاحات پر غور و فکر کیا گیا اور مختلف اوقات میں اس کے اصول وضع کیے گئے۔"

اردو میں کن اصولوں سے کام لیا جانا چاہیے اور انگریزی سے استفادہ کی حدود کیا ہونی چاہئیں، نیز کن انگریزی الفاظ کو برقرار رکھنا چاہیے اور کن کا ترجمہ ہو جانا چاہیے، یہ جاننا علم اصطلاحات سازی کا بنیادی کام ہے۔ اس کے لیے مولوی محمد عزیز مرزا نے ترجمہ (اپنی یا دیگر زبانوں کے الفاظ میں)، تارید (اردو میں شکل بدل کر) اور بجنسہ الفاظ لینے کا مشورہ دیا تھا۔[۸۶]

لیکن اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اصطلاحات سازی کا علمی مطالعہ کیا جائے۔ انگریزی اصطلاحات کی نوعیت اور اقسام کو سمجھا جائے اور ان کے مطابق نیز اپنی ضروریات کے لیے اردو کی صلاحیت سے استفادہ کرتے ہوئے اردو میں اصطلاحات سازی کی جائے اور یہ سارا کام انگریزی کی سائنسی اور علمی اکادمیوں کی طرح مجالس استناد کی معیار بندی کے بعد شائع کیا جائے۔ اس کے لیے بقول مولوی عبدالحق، فن اور زبان کا صحیح علم، غور و فکر اور محنت شرط ہے۔ آخر دوسری زبانوں میں اصطلاحیں کہاں سے آگئیں، ان کے لیے آسمان سے نہیں اتری تھیں۔ ان زبانوں کی حالت بھی کم و بیش ایسی ہی تھی، جیسی ہماری زبان کی ہے۔[۸۷] اگر ہم اصطلاحات سازی کے ساتھ ساتھ دنیا کی علمی ترقی کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو یقیناً ایک طرف جہاں ہمیں صرف انگریزی پر تکیہ کرنے سے اجتناب کرتے ہوئے قومی زبان میں غور و فکر کر کے دریافتیں اور ایجادیں سامنے لانا ہوں گی، وہیں جدید اصطلاحات کے دوش بدوش چلتے ہوئے بعض ناگزیر فیصلے کرنا ہوں گے۔ اس مقصد کے لیے اگر اصطلاحات کی بین الاقوامیت سازی (Internationalization) کو عمل میں لانا پڑے تو بھی گریز نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن یہ سب کچھ علم اصطلاح یا اصطلاحیات میں گہرے غور و فکر کے بعد انجام دینا چاہیے۔ وارسا کے اصطلاحاتی ادارے جاپان، چین، عرب ممالک، افریقی ممالک، وینزویلا جیسے ملکوں کو ان کی قومی زبانوں میں اصطلاحات سازی میں مدد دینے کے لیے کام کر رہے ہیں۔ جس کی بنا پر ٹیکنالوجی کا انتقال بھی سہل اور تیز تر ہو گیا ہے۔[۸۸] اگر اردو کو اس میدان میں آگے بڑھانا ہے تو یقیناً اسے محض "ترجمے"، "لفظ سازی" اور "لسانیاتی و ادبیاتی" بنیادوں سے ہٹا کر "تسمیہ" و "وضع" نیز "تصوریاتی" بنیادوں پر استوار کرنا ہو گا۔ اس مقصد کے لیے کمپیوٹر کی مدد بھی حاصل کرنا پڑے گی اور ماہرین مضمون ہی پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ ہر مضمون کی اصطلاحیں اسی مضمون کے ماہرین سے وضع کرانا ہوں گی، شرط صرف علم اصطلاحات میں ان کے گہرے درک کی ہو گی۔ اسی سے اردو اصطلاحات سازی میں ایک نئے مکتب فکر کی بنیاد پڑے گی۔[۸۹] جسے "اصطلاحیات کا مکتب فکر" کہا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات:

۱- ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، اصطلاحات سازی، مجلہ **غالب**، کراچی، جلد نمبر ۲ شمارہ ۱ تا ۵، جنوری مارچ ۱۹۶۷ء، ص: ۲۴۰-

2. Ray, Punya Sloka, Language Standardization, in Readings in the Sociology of Language, Ed. by Joshua A. Fishman, P:751-

۳- بحوالہ: احمد دین، **سرگزشت الفاظ**، ص ص: ۱۸ تا ۳۲-

۴- **ایضاً**" ص: ۳۵-

۵- **ایضاً**" ص: ۴۷-

۶- **محولہ بالا**، ص: ۱۹۳-

۷- برج موہن دتاتریہ کیفی، **کیفیہ**، کراچی (۱۹۵۸ء) و نئے الفاظ، **اردو نامہ**، لاہور، مارچ ۱۹۷۳ء، ص: ۱۵۶-

۸- بحوالہ: **اردو نامہ**، لاہور، مارچ ۱۹۸۳ء، ص: ۱۲-

۹- برجموہن دتاتریہ کیفی، **منشورات**، دہلی (۱۹۴۰ء)، ص: ۹-

۱۰- سید باقر حسین، اردو زبان کی توسیع، **ماہِ نو**، کراچی، نومبر ۱۹۵۳ء، ص: ۷-

۱۱- بحوالہ: **ایضاً**" ص ص: ۱۸ تا ۱۹-

۱۲- نصیراحمد "ترجمہ اور لسانیات"، مشمولہ، **ترجمہ کا فن اور روایت** (مرتبہ: ڈاکٹر قمر رئیس)، دہلی: (جون ۱۹۷۶ء)، ص ص: ۱۳۵ تا ۱۳۶-

۱۳- ڈاکٹر سہیل بخاری، **اردو زبان میں الفاظ سازی**، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء، ص: ۸-

۱۴- تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے: تیسرا باب: مرکب اور ترکیب کی بحثیں-

۱۵- ڈاکٹر گوپی چند، **اصطلاحات سازی**، **محولہ بالا**، ص: ۲۴۱-

۱۶- آل احمد سرور، "اصطلاحات سازی"، **ترجمہ: روایت اور فن**، ص: ۱۷۴-

۱۷- **اردوئے معلی**، لسانیات نمبر، دہلی، ۱۹۶۹ء، ص: ۵۶، بحوالہ: ڈاکٹر فرمان فتحپوری، **اردو ہندی تنازع**، ص: ۳۲-

18. Ray, Punya Sloka,Op.cit , PP: 762-3-

۱۹- ڈاکٹر شوکت سبزواری، **اصطلاحات کا اردو ترجمہ**، **ماہِ نو**، مارچ ۱۹۶۳ء، ص: ۵۴-

20. Ref. Z.A.Ahmad,National Language for India, Allahabad(1941).

(ان ہندو شخصیتوں کے مقالے ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں)-

۲۱- سید محمود حسین قیصر امروہوی (مترجم)، **عشری درجہ بندی**، نئی دہلی، (مارچ ۱۹۸۵ء)، ص: ۱۱-

۲۲- ڈاکٹر نصیراحمد ناصر، اردو میں وضع اصطلاحات، **اخبارِ اردو**، اسلام آباد، جنوری ۱۹۸۴ء، و

مشمولہ، منتخبات اخبارِ اردو، ص: ۲۸۴۔
۲۳۔ شوکت سبزواری، محولہ بالا، ص: ۴۵۔
۲۴۔ قیصر امروہوی، محولہ بالا، ص: ۱۱۔
۲۵۔ ڈاکٹر نصیراحمد ناصر، محولہ بالا، ص: ۲۸۴۔
۲۶۔ وحیدالدین سلیم، وضعِ اصطلاحات، ص: ۱۹۔
۲۷۔ انجمن ترقی اردو، اصطلاحات بکاری، پیش لفظ، ص: ۱۱۱۔
۲۸۔ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمان، قانونی اصطلاحات کے مسائل، تحقیق اور اصولِ وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات، ص: ۶۔
۲۹۔ وحید الدین سلیم، وضعِ اصطلاحات، ص: ۲۲۔
۳۰۔ شان الحق حقی، "وضع اصطلاحات کے اصولی مباحث" مشمولہ، تحقیق اور اصولِ وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات، ص: ۱۶۔
۳۱۔ سید باقر حسین، "ترجمہ کے اصول" مشمولہ، ترجمہ: روایت اور فن، ص: ۵۹۔
۳۲۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، دفتری زبان اور وضع و استناد اصطلاحات مشمولہ، منتخبات اخبارِ اردو، ص: ۲۹۳۔
۳۳۔ ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی، "دفتری و قانونی اصطلاحات و دستاویزات کے اردو تراجم۔ مسائل اور مشکلات" مشمولہ اردو روداد سیمینار زبان میں ترجمے کے مسائل، ص: ۱۲۸۔
۳۴۔ خیالات، معلومات، لاہور، جلد ۱، قسط نمبر ۷، شمارہ دسمبر ۱۹۷۰ء۔
۳۵۔ ڈاکٹر صدیق شبلی، محولہ بالا، ص: ۱۲۹۔
۳۶۔ وضعِ اصطلاحات، ص ص: ۲۴ تا ۲۵۔
۳۷۔ ڈاکٹر عبدالرحمان بجنوری، اردو، اورنگ آباد، دکن: جولائی ۱۹۲۲، ص: ۳۳۷۔
۳۸۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری، اردو اصطلاحات سازی (کتابیات)، اسلام آباد (۱۹۸۴ء)، ص: ۱۲۔
۳۹۔ مختار زمن، اردو کی وسعت اور جامعیت، (ترجمہ: سید فیضی)، اسلام آباد (۱۹۸۵ء)، ص: ۶۔
۴۰۔ الف الحراث، اردو حریفہ میکالے، لاہور (۱۹۵۹ء)، ص: ۱۴۷۔
۴۱ ۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری، محولہ بالا، ص: ۴۵۔
۴۲۔ چودھری برکت علی، طریقِ تسمیہ برائے علم کیمیا، عرض حال، ص: ۲۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری، محولہ بالا، ص: ۴۵۔
۴۳۔ ڈاکٹر فرمان فتحپوری، اردو اور علاقائی زبانوں کا رشتہ، اردو نامہ، لاہور، مارچ ۱۹۸۳ء، ص: ۹۹۔
۴۴۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، دفتری زبان اور وضع و استناد اصطلاحات، محولہ بالا، ص: ۲۹۳۔

۴۵- بحوالہ: ڈاکٹر سہیل بخاری' الفاظ کا مطالعہ' **اوراق**' لاہور ۱۹۶۶ء-

۴۶- بحوالہ: عبدالرفیق' دستاویزاتِ پنجاب میں اردو کے قدیم نمونے' **اردو نامہ**' لاہور' جلد ۱' شمارہ ۱۲' فروری ۱۹۸۳ء' ص ص: ۲۶' ۲۷-

۴۷- سجاد الحسن' اردو میں وضع اصطلاحات کا مسئلہ' **اردو نامہ**' لاہور' جون ۱۹۸۵ء' مشمولہ منتخبات اردو نامہ' ص ص: ۱۶۲' ۱۶۳-

۴۸- سجاد الحسن' "اردو میں علاقائی الفاظ کا استعمال"' **اردو نامہ**' جلد ۲' شمارہ ۶' اگست ۱۹۸۳ء' ص ص: ۸' ۹-

۴۹- نیاز عرفان' "دفتری اصطلاحات و مراسلت کے تراجم کے مسائل اور مشکلات"' اردو زبان میں ترجمے کے مسائل' ص: ۱۶۸-

۵۰- اشفاق احمد' "علاقائی الفاظ کا استعمال"' رپورٹ پاکستانی زبانوں میں تراجم کی قومی ورکشاپ' ص: ۳۲-

۵۱- بحوالہ: روداد سیمینار اردو زبان میں ترجمے کے مسائل' ص: ۱۸۶-

۵۲- اس مکتبِ خیال کی تائید رشید امجد اور دیگر اہل علم نے بھی کی-

۵۳- دیکھیے: نکرم لکھنوی' مہذب اللغات' کراچی: انجمن محافظ اردو' جون ۱۹۸۱ء-ڈاکٹر جمیل جالبی' قومی انگریزی اردو لغت' مقتدرہ "اسلام آباد' ۱۹۹۲ء "پیش لفظ"' ص :"س"-

۵۴- بحوالہ: **اردو**' جولائی ۱۹۲۳ء' ص: ۳۳۶-

۵۵- احمد دین' محولہ بالا' ص: ۲۵۹-

۵۶- ڈاکٹر شوکت سبزواری' محولہ بالا' ص: ۴۶-

۵۷- آل احمد سرور' محولہ بالا' ص: ۱۷۴-

۵۸- ڈاکٹر مرزا حامد بیگ' مغرب سے نثری تراجم' ص: ۳۰۱-

۵۹- بحوالہ: آفتاب حسن' اردو ذریعہ تعلیم اور اصطلاحات' ص ص: ۷' ۸-

۶۰- ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری' اردو اصطلاحات سازی (کتابیات)' ص: ۱۲-

۶۱- ڈاکٹر مرزا حامد بیگ' محولہ بالا' ص: ۲۹۹-

۶۲- بحوالہ: باقر حسین' اردو زبان کی توسیع' **ماہِ نو**' نومبر ۱۹۵۳ء' ص ص: ۱۷' ۱۸-

۶۳- اشفاق احمد' اردو میں سائنسی تعلیم' **اردو نامہ**' لاہور' اکتوبر ۱۹۹۳ء' ص: ۱۸-

۶۴- ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری' محولہ بالا' ص ص: ۱۲' ۱۳-

۶۵- بحوالہ: آفتاب حسن' اردو ذریعۂ تعلیم اور اصطلاحات' ص: ۲۲-

۶۶- بحوالہ: روزنامہ **جنگ**' کراچی' ۷ دسمبر ۱۹۸۵ء-

۶۷- بحوالہ: مسائل و مباحث' **اخبارِ اردو**' کراچی' دسمبر ۱۹۸۲ء' ص: ۲۳-

۶۸- ڈاکٹر مرزا حامد بیگ' محولہ بالا' ص: ۵۸-

۶۹- ضمیر مشرقی' اردو کی لسانی ترقی' **ہمایوں**' لاہور' جولائی ۱۹۵۱ء' ص: ۳۶۰-

۷۰- دیکھیے: آفتاب حسن، سائنس کی زبان، جلدلسائنس، کراچی، مئی جون ۱۹۸۴ء ص ص:۲۳۲- ۲۳۳، نیز خادم علی ہاشمی، درسی اصطلاحات، اخبارِ اردو، اسلام آباد، ستمبر ۱۹۹۱ء، ص ص: ۷۶، ۷۷-

۷۱- ڈاکٹر ظفر اقبال، طبعی علوم کا ترجمہ، مشمولہ اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، ص: ۱۱۸-

۷۲- ڈاکٹر مسکین حجازی، صحافتی زبان، ص: ۹۲-

۷۳- اشفاق احمد، اردو میں سائنسی تعلیم، اردو نامہ، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۲ء، ص: ۱۸-

۷۴- وضع اصطلاحات کے اصولی مباحث، مشمولہ، تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات، ص: ۱۶-

75. Durrani, Attash, Transnationalization of Terminology in Urdu *NEOTERM*, Warsa,No.13/16. 1991. (symposium 20-22 Oct.1989)-

۷۶- ابو سلمان شاہجہان پوری، محولہ بالا، ص: ۱۳-

۷۷- ڈاکٹر وحید قریشی، پاکستانی قومیت کی تشکیل نو، لاہور (۱۹۸۴ء)، ص:۱۱۵-

۷۸- سید داؤد گیلانی، "حیدر آباد دکن میں انگریزی الفاظ و اصطلاحات کا دفتری استعمال، اردو نامہ، مارچ ۱۹۸۳ء، ص ص: ۱۴۰، ۱۴۱-

۷۹- نیاز عرفان، "دفتری اصطلاحات و مراسلت کے تراجم کے مسائل و مشکلات" اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، ص: ۱۶۵-

۸۰- شان الحق حقی، محولہ بالا، ص ص: ۲۳، ۲۴-

۸۱- شان الحق حقی، "وضع اصطلاحات کے اصولی مباحث"، در، تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات، اسلام آباد (۱۹۸۷ء)، ص: ۱۶-

۸۲- ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی، "دفتری و قانونی اصطلاحات و دستاویزات کے اردو تراجم- مسائل و مشکلات"، در، اردو زبان میں ترجمے کے مسائل (روداد سیمینار)، اسلام آباد، (۱۹۸۶ء)، ص: ۱۷۹-

۸۳- ایضاً، ص:۱۷۹-

84. Ray, Punya sloka,Op.cit , P:757-

۸۵- مولوی عبدالحق، اردو میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ، کراچی (۱۹۴۹ء)، ص:۱-

۸۶- مولوی محمد عزیز مرزا، انجمن ترقی اردو کا فرض، المعلم، حیدر آباد دکن جلد سوم، نمبر۹، اردی بہشت ۱۳۳۶ ف، (مارچ ۱۹۲۶ء)، ص ص: ۶، ۷-

۸۷- مولوی عبدالحق، مقدمہ، فرہنگ اصطلاحات بنکاری، مرتبہ بینک دولت پاکستان، کراچی، (۱۹۵۱ء)، ص: XI-

88. See: Felber H., Trends in Terminology, *INFOTERM*,Vienna, No.5, 1984, PP:4 to 9-

۸۹۔ جدید اصطلاحیات ہم سے اصطلاح میں گہرے غور و فکر کا تقاضا کرتی ہے اور اسی حوالے سے وضع اصطلاحات کا عمل تجویز کرتی ہے۔ یہ لفظ سازی اور صنعت گری سے کہیں زیادہ تسمیہ اور ترجمہ پر زور دیتے ہوئے عالمگیریتِ اصطلاحات کو ملحوظ رکھتی ہے۔ اس میں اصطلاحیں قربتِ فہم اور مانوسیت سے زیادہ قربتِ مفہوم اور قراردادِ معنی کی سطحیں رکھتی ہیں۔ چنانچہ وضع اصطلاحات کے لیے ادیب سے زیادہ ماہر ترجمہ اور شاعر و لفظ شناس سے زیادہ عالم اور ماہر اصطلاح کی خدمات درکار ہوتی ہیں گویا ایسے صاحبانِ علم و فن کو مرکزیت حاصل ہوتی ہے، جو اپنے مضمون میں ماہر ہوں، اردو پر دسترس رکھتے ہوں اور علم اصطلاح میں باقاعدہ تربیت پائے ہوں۔ اس کی رُو سے اصطلاح سازی انفرادی کی بجائے اجتماعی حیثیت رکھتی ہے، جو کسی مرکزی مقام یا ادارے میں انجام دی جائے۔

اگر آئندہ ہمیں اردو میں مزید اصطلاحی و علمی کام انجام دینا ہے تو اصطلاحیات کے اس مکتبِ فکر کو پروان چڑھانا ہو گا۔ گویا نظری سطح پر وحیدالدین سلیم سے زیادہ چودھری برکت علی، مولوی عبدالحق سے زیادہ میجر آفتاب حسن اور ڈاکٹر رضی الدین صدیقی اہم ہوں گے۔ بلکہ ان سے بھی کہیں آگے چل کر پورے عالمی تناظر اور معاصر علم و تجربات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسے صاحبانِ فکر و نظر کی خدمات حاصل کرنا ہوں گی، جو بلند تر دیدبانوں سے ہماری رہنمائی کر سکیں۔

حسبِ سابق اصطلاحی لفظ سازی کا عمل جاری رکھنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ قدیم روش پر وضع ہونے والا ذخیرہ بھی پچھلی چار صدیوں کی کاوشوں کی طرح ایک کارِ فضول (Academic work) بن کر اور اردو کے چند کتب خانوں میں بند ہو کر رہ جائے گا اور ان کا تذکرہ بھی کتابیات ہی تک محدود رہے گا جسے اردو کے چند بہی خواہوں کے سوا کوئی اور نہ دیکھے گا۔

مزید دیکھیے: پہلا حصہ ابواب: "اصطلاح"، "اصطلاحات سازی" اور "اصطلاح کا ترکیبی و نحوی تجزیہ" جہاں اصطلاحیات کا ایک اجمالی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

اردو کے اصطلاحی مسائل اور نفسیات

بقول ڈاکٹر انور سدید اشخاص کی طرح اصطلاحات بھی دو طرفہ محبت کا تقاضا کرتی ہیں۔ اصطلاح کی طرف آپ محبت کی نظر سے نہ دیکھیں گے تو یہ بھی آپ پر اپنا باطن ظاہر نہیں کرے گی[1]۔ یہ بات ان اصطلاحی مسائل اور نفسیات کا احاطہ کرتی ہے، جو آج اردو کو درپیش ہیں۔ اصطلاحات سازی کے عمل کو اردو کی محبت میں پوری ذہانت سے دیکھنے اور انھیں حل کرنے کی ضرورت ہے۔ انگریزی اور بین الاقوامی اصطلاحات، آسان و مشکل اصطلاحات، مانوس و نامانوس اصطلاحات، اردو سے ہم آہنگی اور معنی کے تعین کے مسائل، آج ہمیں ان تمام مسائل کو ان کے صحیح تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

۸:۱۔ بین الاقوامی اصطلاحات کا مسئلہ

معروف سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام نے میجر آفتاب حسن کے نام ایک خط لکھا تھا[2]:-

"آپ میری رائے سے آگاہ ہیں۔ جس قدر جلد سائنس اور انجینئرنگ کی تعلیم اپنی زبان میں ہو سکے، اسی قدر جلد سائنس قوم کے خمیر میں رچ بس سکے گی۔ لیکن اس کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ مشکل لفظوں کے غیر ضروری ترجموں سے جو سائنس کو مسخ کرتے ہیں، ان سے بہرحال اجتناب کیا جائے۔ اردو زبان کی رواداری سے ایک دنیا واقف ہے، ہمیں ایک ایسی اردو ایجاد کرنا ہے، جس میں انٹر نیشنل سائنس، انٹر نیشنل بھی رہے اور اچھی اردو بھی۔"

یہ بات ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ انگریزی زبان اپنی اہمیت اور وسعت کے باوجود یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ دنیا کی تمام زبانیں اس کی اصطلاحات کو من و عن قبول کرتی ہیں۔ چنانچہ یہ طے کرنا بہت مشکل ہے کہ کون سی اصطلاحات بین الاقوامی ہیں۔ بعض کے نزدیک انگریزی میں موجود لاطینی اور یونانی اصطلاحیں بین الاقوامی ہیں اور بعض کے نزدیک تمام سائنسی اصطلاحیں بین الاقوامی ہیں۔ بعض لوگ صرف "انگریزی" کے لفظ کی جگہ "بین الاقوامی" کا لفظ استعمال کرتے ہیں لیکن اگر ہم کم از کم Elsevier ہی کے شائع کردہ لغات دیکھیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ انگریزی کی بہت کم اصطلاحیں دیگر زبانوں میں ملتی ہیں۔ لے دے کے کیمیا کے عناصر اور مرکبات، حیوانیات میں آرڈر، جینس، انواع کے لاطینی نام،

ادویات کے نام اور ریاضی کی علامتیں بین الاقوامی ہیں۔ سٹیڈمین اور ہیوان کے حوالے سے ہم جانتے ہیں کہ طبیعیات، کیمیا اور طب میں بہت سی اصطلاحات نشاۃ ثانیہ اور صنعتی انقلاب کے بعد بلکہ زیادہ تر انیسویں صدی میں وضع کی گئیں۔ اگر ہم عالمی زبان میں ان بعض اصطلاحات کو دیکھیں، جنھیں بین الاقوامی کہا جاتا ہے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آکسیجن کو جرمن میں "ساؤرسٹوف" روسی میں "کیسلورود" فرانسیسی میں "آکسیجن" اور ہسپانوی میں "آکسیجنو" کہا جاتا ہے۔ یہ صرف ہم ہیں جو دنیا کی دیگر قوموں کا حوالہ دے دے کر بین الاقوامی اصطلاحات کا رونا روتے ہیں۔ لیکن ان قوموں نے بین الاقوامی اصطلاحات کا بکھیڑا نہیں پالا۔ بقول میجر آفتاب حسن جرمنوں نے نائٹروجن کو "سٹک سٹوف" کہا اور البومین کو "ای ویز" کا نام دیا ہے۔ جاپانیوں نے ہائیڈروجن کو "سوئی سو" کہا ہے اور جرمنوں نے "ویسرسٹوف" کا نام دیا ہے، روسیوں نے "ہگیدرو دین" کہا ہے[۳۵]۔

اگر ہم انگریزی کے مقابلے میں ہسپانوی، فرانسیسی، اطالوی، ولندیزی اور جرمن زبانوں کی طبعی اصطلاحات کے مترادفات دیکھیں[۳۶] تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ انگریزی سے سب سے زیادہ اختلاف جرمن زبان نے کیا ہے، اس کے بعد ولندیزی کا نمبر آتا ہے۔ فرانسیسی، ہسپانوی، اور اطالوی میں ملتی جلتی لیکن ہجوں میں مختلف اصطلاحیں وضع کی جاتی ہیں۔

چند اصطلاحیں ملاحظہ ہوں:۔ Solid کو جرمن میں Fest Korper اور ولندیزی میں Vastlichaan کہا جاتا ہے۔ Heat کو جرمن میں Warme، ولندیزی Warmte اور باقی زبانوں میں Calore یا Chaleur کہا جاتا ہے۔ Vacuum کو جرمن میں Luftlcere یا Vakuum، فرانسیسی میں Vide، ہسپانوی میں Vacio اور اطالوی میں Vuoto کہا جاتا ہے۔ یہی صورت حال ترکیبی اصطلاحوں کی ہے، Calorimetry کا لفظ قدرے بدل جاتا ہے۔ جرمن میں kalerimetrie اور Warmeemessung مروّج ہیں۔ جب کہ فرانسیسی میں Calorimetric، ہسپانوی میں Calorimetria اور اطالوی میں Calorismetria کہا جاتا ہے۔ Infrared کی ترکیب جرمن میں Ultra rot میں بدل جاتی ہے جب کہ دیگر زبانوں میں Infra کا ترکیبی مادہ قائم رہتا ہے، البتہ Red کا لفظ Rosso،Rogo،Rouge اور Rood میں بدل جاتا ہے۔ Wave کی اصطلاح کے لیے Mach اور Golf کے مترادفات استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ مرکب اصطلاحوں میں Fieldlens کی مثال موزوں ہو گی جسے جرمن میں Feldlinse، ولندیزی میں Veldlens، لیکن دیگر زبانوں میں مرکب بنانے کے لیے de کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مشتق یا سابقاتی اصطلاحوں میں de کا سابقہ بعض صورتوں میں قائم رہتا ہے اور بعض میں بدل جاتا ہے، جیسے Devitrification جرمن میں Entglasung اور ولندیزی میں Ontglazing ہے۔ tion- کا لاحقہ جرمن میں rung- اور ولندیزی میں tie- میں بدل جاتا ہے۔ ment- کا لاحقہ صرف فرانسیسی میں قائم رہتا ہے۔

کا سابقہ فرانسیسی' ہسپانوی اور اطالوی میں -ide کے لاحقے میں بدل جاتا ہے اور جرمن non میں -nich اور ولندیزی میں -niet کے سابقے میں برقرار رہتا ہے[۵]۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگریزی اصطلاحات یورپ میں بھی بہت کم مشترک ہیں۔

بین الاقوامی اصطلاحات کا زیادہ مسئلہ کیمیا اور حیاتیات میں پیش کیا جاتا ہے لیکن اگر ہم ان علوم کی اصطلاحات کے یورپی زبانوں میں متبادلات ملاحظہ کریں تو ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ وہاں بھی معاملہ برعکس ہے[۶]۔

چند اصطلاحیں ملاحظہ ہوں مثلاً عناصر کے نام بہت کم مشترک ہیں' خصوصاً انگریزی اور جرمن زبانوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ الومنیم کو تو جرمن بھی الومنیم ہی کہتے ہیں لیکن کاربن کو Kohlenstoff' تانبے (Copper) کو Kupfer- نائٹروجن اور آکسیجن کا ذکر ہو چکا ہے۔ فاسفورس کو فاسفر بھی اور Leuchts-chirmsubstanzen بھی کہا جاتا ہے۔ پوٹاشیم کو Kaliumاور سوڈیم کو Natrium کہا جاتا ہے۔ فرانسیسی' ہسپانوی اور اطالوی میں اختلاف قدرے کم ہے' البتہ ہجوں میں فرق ہے۔ نائٹروجن کو فرانسیسی میں Azote اور اطالوی میں Azoto کہا جاتا ہے۔ جہاں تک کیمیاوی مرکبات کا تعلق ہے' ان کی ترکیب میں قدرے فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً الومنیم برومائیڈ فرانسیسی میں Bromured Aluminium' ہسپانوی میں Bromuro Aluminico' اطالوی میں Bromuro di aluminico اور جرمن میں Almunium Borhyadrid کہا جاتا ہے۔ کیمیاوی مرکبات کے ناموں میں بھی جرمن زبان کا خاصا اختلاف ہے۔ Nitrogen per Oxide کو جرمن میں Stickstoff dioxyd کہا جاتا ہے۔ اسی طرح Sodium Nitrate کو جرمن میں Chilesalpeter بھی کہا جاتا ہے۔ باقی زبانوں میں مرکبات کی ترتیب بدل جاتی ہے۔ مثلاً Copper Lactate فرانسیسی میں Lactate de Wivre اور ہسپانوی میں Letato de cobre نیز اطالوی میں lattato di rame کہا جاتا ہے' دیگر مفرد اصطلاحوں میں بھی جرمن زبان میں زیادہ اختلاف ہے مثلاً Alumina کوTonerde Fusion' کے عمل کو Resist'Schmelzung کو Schutzmasse اور Smoke کو Ranch کہا جاتا ہے۔ دیگر زبانوں میں ہجوں کا فرق ہے۔ ترکیبی اور مرکب اصطلاحیں بھی ہر زبان نے اپنے لحاظ سے مرتب کی ہیں اور اس سلسلے میں تمام زبانوں میں خاصا اختلاف نظر آتا ہے۔ مثلاً Dip plating کو فرانسیسی میں Depot an trempe' ہسپانوی میں Deposito per inmersion اطالوی میں Deposits per immersione اور جرمن میں Eintauch Plattierung کے مترادفات استعمال کیے جاتے ہیں[۷]۔

انگریزی اور جرمن زبانوں کے اس اختلاف کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ جرمن نے فرانسیسی' ہسپانوی اور اطالوی زبانوں کے الفاظ اتنی تیزی سے قبول نہیں کیے جبکہ انگریزی اور جرمن دونوں ایک ہی خاندان جرمانوی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کے برعکس اطالوی'

پرتگالی، فرانسیسی اور ہسپانوی رومانی زبانوں کے گروہ سے تعلق رکھتی ہیں اور لاطینی سے مشتق ہیں جو اٹالک گروہ سے تعلق رکھتی ہے[8]۔ جرمن اور انگریزی کے اختلاف کی ایک وجہ یہ ہے کہ "جرمن بولنے والوں نے اپنے تاریخی امتیاز اور ثقافتی انفرادیت کے شعور کو ہمیشہ بیدار رکھا اور اس بیدار مغزی کے وسیلہ اظہار کے طور پر انھوں نے اپنی زبان کی داشت پرداخت کی"[9]۔ اسی طرح جاپان، کوریا اور تائیوان کے دانشمندوں نے بھی اپنی قوم کو انگریزی پڑھنے پر نہیں لگایا صرف اپنی آسانی کے لیے ہندسے اور ان کے ساتھ سائنسی اور ریاضیاتی علامتیں البتہ بین الاقوامی اختیار کی ہیں[10]۔ یہی مناسب طریقہ بھی تھا۔

اس کے باوجود بڑے بڑے پاکستانی سائنس دان بین الاقوامی اصطلاحات کی رٹ لگائے ہوئے ہیں، چنانچہ میجر آفتاب حسن نے ڈاکٹر عبدالسلام کے خط کے جواب میں لکھا تھا[11]:۔

"انگریزی اور جرمن زبانیں اپنی اصل کے لحاظ سے ٹیوٹانی ہیں، پھر بھی ان کے الفاظ اور اصطلاحات کے درمیان نہ کوئی شکلی مناسبت ہے اور نہ صوتی مماثلت اور روسی زبان کو دیکھیں تو اس کی انفرادیت نمایاں ہے۔ اکا دکا دخیل الفاظ کو چھوڑ کر انگریزی، جرمن، فرانسیسی، ہسپانوی کسی زبان سے میل نہیں کھاتی۔"

تاہم اردو والوں نے کیمیا، طب اور حیاتیات کی بعض اصطلاحات کو بین الاقوامی قرار دے کر ان کا تحفظ بھی کیا اور انھیں اردو میں استعمال کرنے کے اصول بھی وضع کیے۔ مثلاً[12]:

(۱) کیمیا میں عناصر کے نام اور علامتیں تبدیل نہ کیے جائیں۔ صرف پہلے سے موجود الفاظ قائم رہیں گے۔

(۲) حیاتیات میں فصیلہ (آرڈر)، جنس اور نوع کے لاطینی نام قائم رکھے جائیں۔

(۳) اشیاء اور ادویہ کے ناموں کا ترجمہ نہیں ہو گا۔

(۴) ریاضیات کی علامتیں نہیں بدلی جائیں گی۔

یہ اصول ہمیں جامعہ کراچی، جامعہ پنجاب اور مقتدرہ قومی زبان میں بھی ملتے ہیں اور عام مصنفین کی کتابوں میں ان کی صورت نظر آتی ہے۔ لیکن عملی طور پر ڈاکٹر محمد شائق اور اصولاً چودھری برکت علی اور وحید الدین سلیم نے انھیں بھی اردو میں ترجمہ کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی۔ چنانچہ ۱۹۸۰ء میں بھی آیوڈین کے لیے "بنفشین" ایسا کے لیے "بدلو" پروٹین کے لیے "لحمین" نائٹروجن کے لیے "شورین" گلیسرین کے لیے "حلوین" کاربن کے لیے "فحمین" آکسیجن کے لیے "حمضین" اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کے لیے "حامض فحمین" اور یورک ایسڈ کے لیے "حامض بولی" مستعمل نظر آتی ہیں[13]۔ بلکہ علامات کو بھی اردو میں لکھنے کی تحریک بھی سامنے آتی رہی ہے۔ حال ہی میں عبدالحبیب صدیقی نے اپنے ایک مقالے میں تجویز کیا ہے کہ چاندی کے لیے چ ن (چن)، آرگن کے لیے ار، کرومیم کے لیے ک م (کم)، سوڈیم کے لیے س ڈ (سڈ)، گندھک کے لیے "گ"

وغیرہ حروف لیے جائیں اوران کے فارمولے بھی اسی طرح لکھے جائیں' مثلاً سوڈیم کلورائیڈ کے لیے "سڈکل" اور گرفت (Valency) وغیرہ کے لیے یہی طریقہ اپنایا جائے' مثلاً "سڈ کب" (سوڈیم کاربونیٹ)"[۱۴]۔ اس کے پیش نظر ہمیں میاں بشیر احمد نے بھی مشورہ دیا تھا کہ ابتدائی مدارج میں اپنے طلبہ پر بہت سی بین الاقوامی اصطلاحوں کا بار ڈالنے کی ضرورت نہیں[۱۵]۔

جامعہ کراچی کے طارق محمود نے مقتدرہ کے ایک سیمینار میں یہ مشورہ دیا تھا کہ بین الاقوامی سطح پر استعمال ہونے والی اصطلاحوں کو بعینہٖ قبول کر لیا جائے تو مناسب ہو گا۔ لیزر کو لیزر ہی سمجھا جائے۔ جانوروں اور پرندوں کے نام بھی لاطینی ہی میں رہنے چاہئیں البتہ ان کے نزدیک لاطینی ناموں کے ساتھ عام نام بھی درج کر دیے جائیں[۱۶]۔

خود انگریزی میں ان بین الاقوامی اصطلاحوں کا کیا حشر ہو رہا ہے' اس کے بارے میں پیٹر گرے نے حیاتیاتی لغت میں زیادہ واضح طور پر بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک لاطینی اور یونانی نام اب انگریزیائے جا رہے ہیں یعنی ان کے انگریزی ہجے اور متبادل استعمال میں آ رہے ہیں۔ اس کی مثال انھوں نے اصطلاح "امیبا" سے دی ہے' جس کے ہجے اب Amoeba سے Ameba قرار دیے گئے ہیں۔ اسی طرح ایک مچھلی Solea Solea کو مقامی نام Dover Silver کے نام سے پکارا جا رہا ہے۔ ان کے نزدیک یہ معاملہ تجارتی مجبوریوں کے پیش نظر سامنے آ رہا ہے۔ البتہ انگریزی میں اس تحریک سے اور کچھ نہیں' صرف انتشار پیدا ہو رہا ہے[۱۷]۔ بین الاقوامیت کا یہ مسئلہ "عالمی بنک برائے بین الاقوامی اصطلاحات" کو بھی درپیش ہے۔ "بین الاقوامی ادارہ برائے یکسانیتِ اصطلاحات" کے ناظم سٹا برسکی نے اس مسئلے پر خاصی روشنی ڈالی ہے۔ ان کے نزدیک اگر دنیا میں اصطلاحات کی بین الاقوامیت کا دائرہ وسیع نہ کیا گیا تو اس سے علم و معلومات کے ابلاغ اور ترقی کی راہ میں رکاوٹیں بڑھتی جائیں گی[۱۸]۔ گویا انھوں نے دراصل یہ تسلیم کیا ہے کہ ابھی بین الاقوامی اصطلاح نام کی چیز عنقا ہے' جسے دکان فلسفہ سے لانا پڑے گا۔ اس مقصد کے لیے اس ادارے نے پہلا عالمی مذاکرہ ۱۳ تا ۱۴ اپریل ۱۹۸۵ء کو وارسا میں منعقد کیا اور عالمگیر کاری (Transnationalization) کی طرف لوگوں کی توجہ دلائی۔ دوسرا مذاکرہ بھی ۲۰ تا ۲۲ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو وارسا ہی میں منعقد ہوا۔ جس میں اصطلاحات کی بین الاقوامیت سازی (Internationalization) پر زور دیا گیا اور اس کے اصول تلاش کیے گئے کہ چونکہ ابھی تک کوئی بھی زبان واحد عالمی ذریعے کی حیثیت نہیں رکھتی' اس لیے کوشش یہ کی جانے لگی کہ تمام زبانوں میں خصوصی اصطلاحات کو یکساں رکھا جائے[۱۹]۔ چنانچہ وارسا میں موجود یکسانیت اصطلاحات کا ادارہ IOUTN اسی مقصد کے لیے کام کر رہا ہے۔ اس دوسرے مذاکرے میں اس امر کا بھی جائزہ لیا گیا کہ دنیا کی زبانوں میں بین الاقوامی اصطلاحات اپنائے جانے کی اصل صورت حال کیا ہے[۲۰]۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو وارسا میں جمع ہونے والے ان

مندوبین نے ایک عالمی فاؤنڈیشن برائے عالمگیر کاری برائے ماہرانہ اصطلاحات World Foundation for the Transnationalization of Specialized Terminology قائم کر دی جس کے مقاصد میں عالمگیر تبادلۂ اصطلاحات کے ساتھ ساتھ عالمی ادارہ اصطلاحات اور عالمی بینک برائے اصطلاحات قائم کرنا بھی شامل ہے۔ ۲۸، ۲۹ ستمبر ۱۹۹۱ء کو اسی ادارے نے عالمی بینک برائے اصطلاحات کے موضوع پر ایک تیسرا مذاکرہ منعقد کیا اور اس کے مسائل پر غور و فکر کیا۔ دیکھا یہ جا رہا ہے کہ بین الاقوامی اصطلاحات کن مضامین میں ہیں۔ جیسے طب، حیاتیات، ارضیات، کیمیا وغیرہ اور کن مضامین میں نہیں جیسے، طبیعیات۔ ان میدانوں میں صحیح معنوں میں بین الاقوامی اصطلاحات موجود ہی نہیں۔ خواہ ان کے مادے لاطینی اور یونانی زبانوں ہی میں کیوں نہ ہوں[۲۱]۔ بلکہ بعض کے نزدیک چونکہ اصطلاحات اصولوں کے مطابق وضع نہیں ہو رہیں، اس لیے عالمی معیار بندی کے تمام تر اصول ناکام ہو جاتے ہیں[۲۲]۔ خصوصاً افریقہ، مشرق وسطی اور مشرق بعید کے ممالک میں ان کے نزدیک اصطلاحات کو بین الاقوامی بنانا بہت مشکل کام ہے۔ خاص طور پر یونانی، لاطینی مادوں سے[۲۳]۔ بعض کے نزدیک چونکہ جدید لسانیات میں عالمگیر اصطلاحات سازی کا خصوصی طریقہ/ذریعہ موجود نہیں اور انگریزی کے ساتھ مقامی الفاظ ملا کر دوغلا نے خصوصاً سرناموں کے ساتھ دوغلی اصطلاحات کا طریقہ عام ہو گیا ہے۔ اس لیے بین الاقوامیت سازی کی راہ میں مشکلات بڑھ رہی ہیں[۲۴]۔ بعض کے نزدیک آئندہ بین الاقوامی یا عالمگیر اصطلاحیں وضع ہونا ناممکن ہے، البتہ بعدازاں انھیں بین الاقوامیت سازی (Internationalization) کے ذریعے درست کیا جا سکتا ہے[۲۵]۔

۸:۲ - قربتِ مفہوم اور قربتِ فہم کا مسئلہ

عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ اصطلاح میں مفہوم اور معانی کی طرف واضح اشارہ ہونا چاہیے۔ اگرچہ انگریزی زبان میں بہت سی ایسی اصطلاحات موجود ہیں، جن میں مفہوم کی طرف واضح اشارہ موجود نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری کے نزدیک اصطلاح کو صرفی، نحوی قاعدوں کے مطابق ہونا چاہیے۔ وہ لفظی ترجمے سے گریز کی طرف مائل ہیں اور قربت مفہوم کے قائل ہیں، جسے وہ اصطلاحی معنی قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں[۲۶]:۔

"لغوی معنی کی جگہ اصطلاحی معنی کو پیش نظر رکھ کر ایسا لفظ وضع کرنا چاہیے جو اصطلاحی مفہوم کو واضح کر دے اور اتنا روشن ہو کہ مزید تشریح و تعریف کی ضرورت پیش نہ آئے۔ ترجمے کا مقصد اصطلاح کی توضیح ہے جو اصطلاح کے لغوی مفہوم کی رعایت اور اس کے پابند لفظی ترجمے سے نہیں، اصطلاحی مفہوم کو اردو میں منتقل کرنے سے حاصل ہوتی ہے"۔

وہ اس کے لیے چند مثالیں دیتے ہیں مثلاً Voiced کا ترجمہ "مصیت" یا "مسموع" کی

بجائے "مجہورہ" بہتر ہے (جہر یعنی جھنکار سے)۔ کمزور آوازوں کو انگریزی میں Unvoiced کہتے ہیں، وہ "غیر مسموع" نہیں ہوتیں۔ ڈاکٹر سلیم اختر بھی ایسی ہی مثالوں سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اصطلاح کا ترجمہ ہمیشہ ضروری نہیں ہوتا بلکہ ہمیں مفہوم اور معانی کے قریب متبادل درکار ہوتا ہے۔ وہ نفسیات میں Complex کے ترجمہ کی مثال دیتے ہیں جو "الجھاؤ" ہونا چاہیے لیکن اس کے بجائے "احساس" مستعمل ہے جو Feeling کا ترجمہ ہو سکتا ہے۔ یہ اتنا مقبول ہے کہ "احساس کمتری" کے لیے پنڈت کیفی کا "چھٹ وہم" بھی مقبول نہیں ہو سکا۔ اسی طرح Unconscious کے لیے "لاشعور" کی جگہ آل احمد سرور کا "ناآگہی" مقبول نہیں ہو سکا۔ دراصل اصطلاح ایک معین معنی دیتی ہے اور اس کے لیے ایسا متبادل لفظ ہونا چاہیے جو مخصوص معنی ادا کر سکے[۲۷]۔ بقول شہباز حسین Argeement یا Treatyدونوں کے لیے اردو میں سمجھوتا یا معاہدہ استعمال ہوتا ہے۔ ان دونوں الفاظ کے لیے الگ الگ مفاہیم کے اعتبار سے مترادفات متعین ہونے چاہئیں[۲۸]۔ یعنی Agreement کے لیے معاہدہ اور Treaty کے لیے "سمجھوتا" زیادہ قریب ہیں۔ اسی قبیل کا ایک لفظ Contract ہے، اس کے لیے بھی معاہدہ یا ٹھیکہ کے الفاظ مختلف سیاق وسباق میں استعمال ہوتے ہیں۔

دراصل اصطلاحات سازی میں معنی یا مفہوم کا خیال رکھا جاتا ہے بلکہ درست طور پر یوں کہیے کہ مفہوم کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ روزمرہ کی زبان یا لفظی ترجمہ یہاں کام نہیں دیتا۔ اس مسئلے سے لائبریری سائنس میں قیصر امروہوی کو بھی دو چار ہونا پڑا تھا، وہ لکھتے ہیں[۲۹]:-

> "چمگادڑ کے فیصلے کے جانوروں کے لیے سہل (قریب فہم) لفظ "چمگادڑ کنبہ" ہے لیکن اول تو یہ لفظ اردو کے مزاج سے ہم آہنگی نہیں رکھتا، دوسرے معنی کے لحاظ سے بھی وہ انگریزی کے اصل لفظ Chiroptera کا صحیح ترجمہ نہیں بنتا البتہ "خفاشیات" لفظ ایسا ہے جس کو اس موقع پر اردو میں استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہ خالص عربی لفظ ہے۔"

یہی صورت سابقوں اور لاحقوں کے ترجمے کی ہے۔ ان کا محل استعمال، روزمرہ اور دلالت و معنی ہمیں ان کے معانی متعین کرنے میں مدد دیتی ہے۔ مثلاً سابقہ -Dys کے لغوی مترادفات ہیں "برا، فاسد، عسیر، دردناک" وغیرہ لیکن طب میں اس سابقے سے بننے والے الفاظ میں یہ مفہوم نہیں آتا۔ وہاں "بد، فتور، نقص، سو اور خرابی" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ Dysacousia کو ہم خرابیٔ سماعت کہہ سکتے ہیں مگر فسادِ سماعت نہیں کہہ سکتے۔ Dysaphia کو نقصِ لمس کہا جائے گا، سُولمس نہیں کہا جاتا۔ Dyspepsia کو سوءِ ہضم کہا جائے گا، فسادِ ہضم نہیں کہا جا سکتا۔ Dysgeusia کو فتورِ ذائقہ کہا جاتا ہے، نقصِ ذائقہ نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح Dysphasia کو نقصِ تکلم کہا جائے گا، سوءِ تکلم کا نام نہیں دیا

جائے گا۔[۳۰]

قریب المفہوم ہونے کی ایک مثال لفظ Metallurgy کی ہے' اس کا عام ترجمہ "دھات کاری" کیا جاتا ہے جب کہ یہ Metal Work کے لیے موزوں ہے۔ میٹلرجی ایک علم کا نام ہے' جس کے لیے "دھاتیات" یا "فلزیات" کا متبادل استعمال کرنا چاہیے۔ التباس سے بچنے اور قریب المفہوم اصطلاحات وضع کرنے کی ایک اور مثال Breeding کے ترجمے کی ہے۔ عام طور پر اس کا ترجمہ "نسل کشی" (نسل کھینچنا/نکالنا) کیا جاتا ہے جب کہ اس کا التباس نسل کُشی (نسل مارنا/ختم کرنا) سے ہوتا ہے۔ "نسل رانی" (نسل چلانا) اس کے لیے موزوں ترجمہ ہو سکتا ہے۔ مجالسِ اصطلاحات کو اس قسم کے مسائل سے اکثر دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مقتدرہ کی ذیلی مجلس اصطلاحاتِ نفسیات (۱۹۸۲ء) کے سامنے ایسا ہی ایک مسئلہ To Beat Down کے ترجمے کے سلسلے میں پیش آیا۔ اس کا مفہوم ہے "ہتھوڑے سے آہستہ آہستہ کوٹ کر دیگچی کا پیندا ابھارنا"۔ بازار میں ایسا کام کرنے والے ٹھٹھیرے کہلاتے ہیں۔ اس کی سند شیکسپیئر کے لغت میں بھی ملتی ہے۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس پیشے سے مصدر وضع ہوا "ٹھٹھیرنا"۔ اسی طرح Shakeout کا ترجمہ "تھرتھرانا" موزوں ٹھہرا۔ ڈاکٹر ظفر اقبال کے الفاظ میں ہم اس ساری بحث کو یوں کہہ سکتے ہیں۔ "بعض اصطلاحات جو لغات میں نظر آتی ہیں الفاظ کی روح سے مناسبت نہیں رکھتیں[۳۱]"۔ روح سے یہ مناسبت قربت مفہوم ہے' قربتِ فہم نہیں اور اصطلاح میں قربتِ مفہوم ہونی چاہیے اگرچہ یہ کوئی لازمی شرط نہیں اور نہ اسے ہم اصطلاح کی بنیادی اور سب سے بڑی خوبی قرار دے سکتے ہیں۔ گو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اصطلاحی الفاظ سے پورے اصطلاحی معنی یا مفہوم ظاہر نہیں ہوتے بلکہ ان سے اصطلاحی معنوں کی صرف ایک جھلک ملتی ہے اور یہی ایک اصطلاح کا سب سے ضروری اور لازمی حصہ ہے[۳۲]۔ لیکن دوسرے باب میں اصطلاحات سازی پر بحث کے دوران میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ تسمیہ کے کئی طریقے ایسے ہیں کہ اصطلاحات میں معانی کی جھلک نہیں ملتی۔ ظاہر ہے کہ اصطلاحات سازی کے لیے یہ کوئی لازمی شرط نہیں البتہ ترجمے کی صورت میں قربت مفہوم کو سامنے رکھنا ضروری نظر آتا ہے۔ قربت مفہوم سے ہماری ایک مراد اصطلاح کا اس کے ترکیبی انداز سے وضع ہونا بھی ہے چنانچہ ڈاکٹر سید عبداللہ' ڈاکٹر شوکت سبزواری اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے بقول اصطلاح کو اصطلاح کے قاعدے کے مطابق ہونا چاہیے۔

۳:۸۔ آسان اور مشکل/مانوس اور نامانوس کا مسئلہ

اردو اصطلاحات سازی کے ضمن میں ایک گلہ عام طور سے کیا جاتا ہے کہ اردو کی اصطلاحیں مشکل ہیں خصوصاً عربی اور فارسی سے ان میں ثقالت پیدا ہو جاتی ہے' اس سے گریز کرنا چاہیے اور یہ مغالطہ بھی عام ہے کہ اصطلاحیں خود بخود پیدا ہوتی اور رواج پاتی

ہیں یعنی اصطلاحات کے لیے قبولِ عام (بجائے قبول خواص کے) کی سند حاصل ہونا ضروری ہے۔ یہ رائے ان لوگوں کی ہے جو قربتِ مفہوم کی بجائے قربتِ فہم پر زور دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قبولیت یا چلن صرف اسی اصطلاح کو حاصل ہو گا جو سمجھنے میں آسان اور سننے میں مانوس ہو گی۔ اس طرز فکر کی نمائندگی کرتے ہوئے ڈاکٹر مسکین حجازی لکھتے ہیں[۳۳]:۔

"اصطلاحات کی حیثیت سکہ رائج الوقت کی سی ہوتی ہے۔ عوام الناس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ سکہ استعمال کریں اور اپنی ضرورت پوری کریں۔ بعض اوقات سکہ کا ڈیزائن بدل دیا جاتا ہے یا اس میں کوئی اپج پیدا کر دی جاتی ہے۔ اس طرح اصطلاحات اور نئے الفاظ میں بھی ضرورت کے تحت تبدیلی ہو سکتی ہے۔ اگر ماہرین کوئی اصطلاح وضع کریں لیکن وہ مشکل اور پیچیدہ ہو تو اسے قبولِ عام کی سند نہیں مل سکے گی۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مشکل اور پیچیدہ اصطلاح کی جگہ کوئی ایسی اصطلاح لے لے گی جو نسبتاً آسان ہو گی اور سکہ رائج الوقت کی طرح چالو ہونے کے قابل ہو گی۔"

ذریعہ تعلیم کی بحث کے سلسلے میں ایک استاد کے تصورات بھی ہمیں پیش نظر رکھنے چاہئیں کہ اس کے نزدیک اردو اصطلاحات کا استعمال کن اصولوں پر ہونا چاہیے۔ حافظ سید اصغر حسین بخاری لکھتے ہیں کہ بچوں کے لیے اصطلاحات آسان اور سادہ ہونی چاہئیں۔ ان کے نزدیک[۳۴]:۔

"غیر ملکی زبان کی اصطلاحات کا ترجمہ سادہ اور اس عمل کے طرف اشارہ کرنے والا ہونا چاہیے۔ جس کے لیے وہ اصطلاح وضع کی گئی ہے۔ مثلاً علم کیمیا کی اصطلاح Sublimation کا ترجمہ 'عمل تصعید' کیا گیا ہے۔"

اس کے بعد وہ عمل تصعید کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کیا عمل تصعید کو "اڑن" نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس لفظ کے سنتے ہی فطری طور پر ذہن اس عمل کی طرف راغب ہو سکتا ہے اور اصطلاح رٹنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ ایسی ہی ایک مثال وہ ریاضی کی اصطلاح مماس (Tangent) سے دیتے ہیں۔ کیا اسے ہم قطری عمود نہیں کہہ سکتے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اصطلاحات سازی سے گریز کا مشورہ بھی دیتے ہیں مثلاً Reportage کو "رپورتاژ" عام آدمی نہیں بول سکتا۔ گویا ان کے نزدیک اصطلاح محض عام آدمی اور بچوں کے لیے وضع کرنی چاہیے[۳۵]۔

عام بول چال کے الفاظ استعمال کرنے کا مشورہ سب سے پہلے ہمیں سوہن لال نے انیسویں صدی میں دیا تھا لیکن یہ وہ زمانہ تھا جس میں ابھی انگریزی میں اصطلاحات کا ذخیرہ بھی کم تھا اور سائنسی و تکنیکی اصطلاحات کی تخصیص نہ ہوئی تھی۔

اس طرز فکر کے حامیوں نے دراصل بقول اشفاق احمد انگریزی سائنسی اصطلاحات کے اردو ترجموں کو دیکھا پرکھا تو جیسی ہو گا' انھیں کئی لاکھ ترجموں میں سے صرف "آلہ"

مکبرالصوت" اور "مقیاس الحرارت" یاد رہتے ہیں[۳۷]۔ دراصل بقول قیصر امروہوی[۳۷]:۔

"علمی اصطلاحات کے سلسلے میں یہ سوچنا کہ ہر عامی ان کو سمجھے' ایک ناممکن امر ہے۔ سوچی سمجھی بات ہے کہ عامی تو عامی ایک عالم بھی صرف اسی قدر سرمایہ معلومات رکھتا ہے جو اس کے مخصوص دائرے سے متعلق ہوتا ہے۔ اس سے ہٹ کر وہ بھی ایک عامی کی صف میں نظر آتا ہے۔"

طارق محمود اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں[۳۸]:۔

"اصطلاح جس مضمون کی ہوتی ہے' اس مضمون کے برتنے والے کے لیے آسان ہوتی ہے' ہر خاص و عام کے لیے نہیں۔ انگریزی کی بظاہر آسان تلفظ والی اصطلاحات کے عام معنی سے تو ہر پڑھا لکھا آدمی واقف ہو سکتا ہے لیکن اصطلاحی اور علمی معانی و مفہوم صرف مضمون برتنے والے کے لیے سہل ہوتے ہیں۔ چنانچہ تلفظ کی آسانی کو معیار بنانا غلط ہے۔"

جہاں تک طلبہ کا تعلق ہے' ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ ان کے لیے اصطلاحات آسان کر دی جائیں۔ بقول آل احمد سرور "طالب علم تو نہ اردو جانتے ہیں' نہ ہندی' نہ انگریزی' ہمیں ان کو افسانہ' افسوں اور جذبات کے محشرستان کے بجائے فکرو نظر کی رفعتوں کی طرف مائل کرنا ہو گا تاکہ وہ جدید ذہن پیدا کر سکیں[۳۹]۔"

ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں[۴۰]:۔

"معلوم نہیں یہ افسوسناک خیال کس طرح پھیل گیا ہے کہ اصطلاح ہوتی ہی وہ ہے جو آسان ہو یعنی جسے عامی بھی سمجھ لے۔ عام زبان کے بارے میں یہ مفروضہ قدرے صحیح ہو سکتا ہے لیکن اصطلاح کے بارے میں سرا سر غلط ہے۔ اگر اصطلاح کے لیے آسان اور عام فہم ہونا ضروری ہوتا تو مغربی علوم طبیعیہ و ریاضیہ اور قانون وغیرہ کی اصطلاحیں آسان ہوتیں۔"

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ اصطلاحات عوام کی سطح پر نہیں اتر سکتیں۔ وہ لکھتے ہیں[۴۱]:۔

"ہر لفظ کا تعلق اس کے معنی سے ہوتا ہے۔ اگر معنی کی حقیقت ایسی ہو کہ اس کے سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے تو اس کی حامل اصطلاح بھی بازاری نہیں ہو سکتی۔ اگر برقیہ کو الیکٹرون کہا جائے تو کیا وہ لوگ جو برقیہ کی کیفیت سے واقف نہیں ہیں' یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ لفظ کس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

.... اور کیا یہ ممکن ہے کہ اصطلاحات کو ایسا عام فہم کر دیا جائے کہ اسے ہر بازاری شخص اور ہر بچہ سمجھ سکے؟ ہاں اصطلاحات کو عوام اسی حد تک سمجھ سکیں گے' جہاں تک ان کا علم ترقی کرے گا اور علم اس حالت میں ترقی کر سکتا ہے اور عوام میں پھیل سکتا ہے جب انھیں ان کی زبان میں اسے سکھایا

جائے۔"

ڈاکٹر سید عبداللہ علمی اصطلاحات کی نامانوسیت اور قطعیت کے بارے میں لکھتے ہیں[۴۲]:۔

"علمی زبان قطعیت کی طلبگار ہوتی ہے۔ اس کے لیے مخصوص زبان اختیار کرنا پڑتی ہے۔ اس میں علم کی ایک روایت ہوتی ہے، جسے روز بروز مستحکم کیا جاتا ہے۔ اردو میں علم کی یہ روایت ڈیڑھ سو سال سے موجود ہے۔ جو لوگ علمی زبان کو بول چال کی زبان یا کہانی اور افسانے کی زبان بنا دینا چاہتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں، علمی کتابوں کا انداز بیان دلکش ہو سکتا ہے مگر اس کا اصطلاحی حصہ مشکل ہی ہو گا۔...... (البتہ) تشریح کی زبان جس حد تک ممکن ہو آسان ہونی چاہیے۔"

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے نزدیک "اصطلاحات کا تعلق ان کے ثقافتی پس منظر، ماحول اور تقدس کے ساتھ ہوتا ہے۔ علوم اصطلاحوں میں بند ہوتے ہیں، اگر حجر اسود عربی ہونے کی وجہ سے مشکل محسوس ہو تو ہندی میں تو "کالا پتھر" ہی رہ جائے گا[۴۳]۔ گویا اصطلاح کو اپنے مفہوم کی وضاحت کرنی چاہیے نہ کہ اس کے لیے قریب الفہم، مانوس اور آسان ہونا ضروری ہے۔ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اصطلاحیں کتنی مشکل ہیں۔یہ مخصوص فن کے لوگوں کے لیے ہوتی ہیں۔ہمیں مولوی سید احمد دہلوی کی اس رائے سے اتفاق کرنا پڑے گا کہ ہر علم کی اصطلاحیں مخصوص ہوا کرتی ہیں اور وہ اسی علم میں کار آمد ہوتی ہیں[۴۴]۔ یعنی کسی علم کی اصطلاح ان لوگوں کے لیے ہوتی ہے جو اس علم سے واقف ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص علم ریاضی سے واقف نہیں ہے تو اس زبان پر پوری قدرت رکھنے کے باوجود اس علم کی اصطلاحات اس کے لیے نامانوس اور اجنبی ہوں گی۔ ہر شخص اور ہر گروہ یا طبقہ اتنی ہی زبان جانتا ہے، جس کی اسے زندگی میں ضرورت ہوتی ہے۔ ہر پیشے اور طبقے کی اپنی مخصوص اصطلاحیں بھی ہوتی ہیں۔ یعنی بقول سید احمد دہلوی علمی زبان اور ہے اور روزمرہ بول چال یا علم و ادب کی زبان اور[۴۵]۔ اصطلاحی اشتقاق کے لغات کے مطالعے سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ اصطلاحیں مشکل اور نامانوس ہی ہوتی ہیں۔ سائنس کا ذخیرۂ الفاظ مغالطوں کو ختم کرنے اور بیان کو مختصر کرنے کے لیے وضع کیا جاتا ہے۔ یونانی اور لاطینی اصطلاحیں انگریزی بولنے والوں کے لیے بھی اتنی ہی مشکل ہیں جتنی کسی اور کے لیے۔ بیوان اور اس کے ساتھی لکھتے ہیں اور اس سے فرہنگِ آصفیہ (سید احمد دہلوی) کی تائید ہوتی ہے کہ[۴۶]:۔

"تمام اختصاصی سرگرمیاں مخصوص الفاظ کے سیٹ کا تقاضا کرتی ہیں۔ کھانا پکانے، باغبانی، کشتی رانی، فٹ بال، کرکٹ، ٹینس یا گولف کے شائقین کو بھی اپنی مخصوص اصطلاحوں میں بات کرنا ہوتی ہے۔ لیکن ایسی اصطلاحیں غیر متعلقہ لوگوں کے لیے یقیناً سمجھ میں آنا مشکل ہیں۔ مثلاً:۔

corn' baste' fillet' roux' tuber' sheet' shroud'penalty touch' offside' ship' bye'duck 'ashes' hat-trick'Spinnaker' "maiden over' serve' let' eagle' hirdie' tee'

دراصل علمی اصطلاحات ہر زبان میں عام روزمرہ زبان سے مختلف ہوتی ہیں۔ انگریزی اصطلاحات کی بھی یہی صورت ہے۔ وہاں بھی لاطینی' یونانی' فرانسیسی جیسی زبانوں کی خاک چھانی گئی ہے۔ اردو کا مزاج چونکہ عربی فارسی کے نزدیک ہے' اس لیے اس میں عربی 'فارسی کا چلن ہوتا ہے۔ انگریزی میں بلی کے لیے عام فہم لفظ Cat ہے لیکن "حیوانیات" میں یہ لفظ انگریزی کا استعمال نہیں ہوتا۔ وہاں لاطینی نام Foloidea استعمال کیا جاتا ہے جو عام فہم تو کجا "خاص فہم" بھی نہیں۔ اس لیے اگر اسے اردو میں "سنوریات" کہا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح کتے (Dog) کے لیے Canoide اور خرگوش (Here) کے لیے Logomorpha کی اصطلاحیں انگریزی میں موجود ہیں۔ کیا وہ عام فہم ہیں؟[۴۷]

اصطلاحات مشکل یا نامانوس کیوں ہوتی ہیں یا انھیں ایسا کیوں رکھا جاتا ہے' اس کے لیے مولوی رشید احمد سالم نے اپنے مضمون میں قانونی اصطلاحات کے ضمن میں جو استدلال اور نکات پیش کیے ہیں' وہ قابلِ توجہ ہیں۔ ان کا اطلاق دیگر علوم پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں[۴۸]:-

"قانونی زبان عام بول چال سے ہمیشہ علیحدہ سمجھی جاتی ہے اور اس کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو اس کو سمجھنا چاہیں اور جن کو اس کے سمجھنے کی ضرورت پیش آئے۔ کسی ملک کے عام آدمی قانون یا سیاسی یا علمی زبان کو عام طور پر نہ بول چال میں استعمال کرتے ہیں' نہ اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ جس طرح ہر انگریز انگریزی زبان کی قانونی اصطلاحات سے واقف ہونے کا مدعی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح صوبہ جات متحدہ کا ہر باشندہ اردو کی قانونی کارروائیوں اور قانونی الفاظ سے آگاہ تصور نہیں کیا جا سکتا' یہ امر بھی مسلم ہے کہ علمی یا قانونی الفاظ اگر عام بول چال سے اخذ کیے جائیں تو ان کے وہی معنی عام طور پر سمجھے جائیں گے جو بول چال میں سمجھے جاتے ہیں' نہ کہ وہ معنی جو علماء اور واضعان قانون قرار دیتے ہیں۔ اسی بنا پر یورپ کے علماء اور واضعان قوانین نے علمی اور قانونی الفاظ کا ان زبانوں سے لینا اختیار کیا' جو مردہ ہو چکی ہیں اور جن کے الفاظ کے اصلی معنی لوگوں کے ذہنوں اور دماغوں میں گردش نہیں کرتے۔ اردو زبان میں عربی اور فارسی سے قانونی علمی الفاظ لیے گئے ہیں۔ اگر عدالتوں کی زبان وہی ہو جو جاہلوں یا پڑھے لکھوں کی عام بول چال ہے تو قانونی کارروائیوں کے سمجھنے میں نہایت پیچیدگی پیش آئے گی۔"

دراصل کوئی لفظ مشکل یا آسان نہیں ہوتا' البتہ مانوس یا نامانوس ہوتا ہے۔ اس کا

استعمال اور چلن اسے مانوس یا آسان بناتا ہے۔ مثلاً دہلی کالج کی وضع کردہ اصطلاحات "ذواضعاف اقل" اور "عادِ اعظم" چلے اور ریاضی کے طلبہ کو بھی آسان معلوم ہوتے ہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد کے تراجم "استغاثہ، حق شفع، فوجداری، دیوانی، ازالہ، حیثیت عرفی" خوب چلے، اتنے کہ دیہاتی ان پڑھ بھی انھیں آسان سمجھتے ہیں لیکن Registeration کے لیے حیدرآباد کا "تسجیل" نہیں چلا بلکہ "اندراج" ہی آسان معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ دونوں عربی ہیں۔ لاہور کے دو اخباروں نے Hunger Strike کے لیے "انقطاع جوئی" اور "بھوک ہڑتال" کی الگ الگ اصطلاحیں گھڑیں، پہلی اصطلاح نہیں چلی اور دوسری چل گئی۔ مہذب اللغات میں مکرم لکھنوی نے ایسے بہت سے نئے الفاظ اور اصطلاحات دیے ہیں، جو پچھلے ساٹھ ستر برس میں وضع ہوئے اور خوب چلے۔ ان میں تراجم بھی ہیں اور مقامی الفاظ بھی، انگریزی سے موڑد بھی اور نو لفظیت (Neologism) بھی۔ انھوں نے ان کی سند اور حوالہ بھی دیا اور نیا مفہوم بھی۔ حال ہی میں ایک انگریزی اصطلاح Privatization پاکستانی نشریات میں بار بار استعمال کی گئی۔ مقتدرہ قومی زبان نے اس کے لیے "نج کاری" کی اصطلاح وضع کی جو دیکھتے ہی دیکھتے عام اور مروج ہو گئی۔ مقتدرہ کی مجلس استناد کے ایک رکن مسعود قریشی لکھتے ہیں[۴۹]:

"جب آپ کو اصطلاح وضع کرنی ہے تو اسے اصطلاح ہی ہونا چاہیے۔ اس کو استعمال کرنا شروع کر دیا جائے تو یہ عام ہو جاتی ہے۔ یہ ہمارا ذاتی تجربہ ہے۔ ہم نے ڈاکٹر جمیل جالبی کے ساتھ ایک ترجمے کا کام شروع کیا تھا، شروع میں جو اصطلاح نامانوس لگتی تھی، چند ہفتوں بعد خود بخود اس سے مانوس ہو جاتے تھے۔"

بعض اوقات اصطلاحات اور الفاظ بقول ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ارتقا کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں سے از خود آجاتے ہیں اور استعمال ہونے لگتے ہیں مثلاً آلہ "مقیاس الحرارت" کی بجائے "تھرمامیٹر" کا چلن ہو گیا اور لاسلکی کی بجائے ریڈیو چلا[۵۰]۔ یہ بات تو عوامی چلن کی ہوئی، دوسری طرف یہ امر بھی ہے کہ الفاظ معانی طے کر لینے سے بھی چلتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کہتے ہیں "اگر آج یہ طے کر لیں کہ پیالی کے معنی گلاس ہوں گے اور کثرتِ استعمال کے ذریعے یہ عام ہو جائے گا[۵۱]۔" گویا قرار دادِ معانی (Convention of meaning) اور استعمال الفاظ سے اصطلاح بنتی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اصطلاحات کا چلن ان کی مرضی پر چھوڑا جا سکتا ہے یا مسلسل استعمال کی شعوری کوششوں سے اس چلن کو منوایا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے دقیق الفاظ کے استعمال کو حیدر آبادی ذہنیت قرار دیا اور اس پر تنقید کرتے ہوئے کہا تھا "یہ پاکستان میں نہیں چل سکتی۔ میری دانست میں قومی زبان اتھارٹی اور نظامت قومی زبان تو چل سکتے ہیں، مقتدرہ قومی زبان مشکل سے چلے گا......... کیونکہ،

غیر مانوس ہے۔"[۵۲] لیکن بہت جلد ہم نے دیکھا کہ متواتر استعمال سے مقتدرہ قومی زبان کا لفظ مانوس ہو گیا اور خوب چلا۔ اس چلن کو نفسیات کی زبان میں تلازم (Association) کہا جاتا ہے

۸:۴۔ اصطلاحی تلازم

ماہرینِ نفسیات نے بھی اصطلاحی چلن پر گفتگو کی ہے۔ ان کے نزدیک الفاظ تلازم (Association) کے تحت ذہن انسانی میں وارد ہوتے ہیں۔یعنی ایک تصور کی بنیاد پہلے تصور پر ہوتی ہے اور تصورات کا یہ رشتہ بہت استوار ہوتا ہے اس لیے ذہن انسانی پہلے جس اصطلاح سے واقف ہو جائے گا' اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں اس چیز' عمل یا کام کا تصور وابستہ ہو جائے گا اور جب بھی وہ لفظ اس کے سامنے آئے گا' اس تصور کا تلازم اس کے مفہوم کو سامنے لے آئے گا۔ اس عمل کی وضاحت کرتے ہوئے پروفیسر کرامت حسین جعفری لکھتے ہیں[۵۳]:۔

"جب ایک بصری یا عینی شخص ایک گھوڑے کے متعلق سوچے گا تو اس کے روبرو یا تو گھوڑے کا تصور مع شکل و رنگ آئے گا یا وہ اپنے ذہن کے روبرو گھوڑے کا لفظ لکھا ہوا دیکھے گا۔ موخرالذکر صورت میں چیز کے تصور کی بجائے اس کے نام کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ یہ لفظی بصری تصور (Verbal Visual Image) کہلاتا ہے۔"

چنانچہ بقول پروفیسر احمد سعید "بامقصد ترجمہ کرتے وقت مخاطب کے متعلقہ ذہنی سیاق و سباق یعنی اس کے تلازمہ خیالات کو پیش نظر رکھنا چاہیے[۵۴]۔" یہی وجہ ہے کہ آج لوگوں کو انگریزی کی اصطلاحیں آسان اور اردو کی مشکل معلوم ہوتی ہیں کہ ان کا تلازم انگریزی اصطلاحات کے ساتھ وابستہ ہے اور اردو اصطلاحات ان کے لیے نامانوس کی حیثیت رکھتی ہیں۔ "آرچ" اور "پلنتھ" آسان ہیں اور "محراب" اور "کرسی" مشکل۔

تلازم کے اس تصور کے پیش نظر اشفاق احمد کا مشورہ ہے کہ غیر ملکی زبانوں کی اصطلاحات کو مناسب طور پر اور پورے تفکر کے ساتھ ترجمہ کرنا ہو گا' تو وہ معروف اور مانوس ہو سکیں گی' ورنہ نہیں۔ کیونکہ اب بعض اصطلاحوں کے ساتھ معاشرتی تکریم بھی وابستہ ہے۔ جو ہمارے نزدیک اسی تلازم کا تقاضا ہے۔ اشفاق احمد اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں[۵۵]:۔

"لفظ ڈائریکٹر کے ترجمہ پر کسی کو اعتراض نہ ہو گا۔ مگر عام لوگ جو تکریم اور مرتبہ لفظ ڈائریکٹر کے ساتھ وابستہ کیے ہوئے ہیں' ترجمہ کے ساتھ کیا وہ بھی بدلنے پر آمادہ ہوں گے۔ ہر لفظ ایک مخصوص معاشرے میں اپنے لیے جگہ بنا لیتا ہے "ڈائریکٹر کا جو رتبہ ہے' وہ "ناظم" میں نظر نہیں آئے گا۔"

تلازم کے اس پہلو پر پروفیسر احمد سعید نے بھی روشنی ڈالی ہے۔ ان کے نزدیک

Inspector کا ترجمہ ناظر درست نہیں کیونکہ ناظر کا تلازم عدالت کے مخصوص اہل کار کا ہے۔ اس کے برعکس انسپکٹر کا تلازم ایک حاکم معائنہ کنندہ افسر کا ہے۔ اسی طرح Secretariate کا ترجمہ "دیوان" ریاستی نظام کی یاد دلاتا ہے اور اگر ایسے ترجمے کرنا لازم ہوں تو ان کے لیے ان کا مشورہ یہ ہے کہ "مستعمل اور مجوزہ دونوں الفاظ ساتھ ساتھ رکھے جائیں۔ تلازمہ خیال کے تحت دو الفاظ یا خیالوں کا قرب' ایک کا ذکر آنے پر دوسرے کی یاد لائے گا[۴]"۔

انگریزی اصطلاح کے آسان اور مانوس محسوس ہونے اور اردو الفاظ کے مشکل محسوس ہونے کی وجہ یہی تلازم ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ پہلے انگریزی اصطلاح سے واقفیت ہو جاتی ہے' بار بار کے استعمال سے وہ مانوس ہو جاتی ہے' چنانچہ جب ایسے فرد کو اردو اصطلاح سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ اس کے لیے مشکل اور نامانوس بن جاتی ہے۔ میجر آفتاب حسن اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں[۵۹]:-

"بہت سے آلات کے انگریزی نام کم تعلیم یافتہ لیبورٹری اسسٹنٹ بھی سمجھ لیتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ ان کو صرف انگریزی ہی نام سے واقف کر دیا گیا ہے۔ اگر بیرومیٹر کی جگہ ان کو "بادپیما" بتایا جاتا تو کم تعلیم یافتہ لوگ بھی سمجھ لیتے کہ یہ آلہ کسی قسم کا بوجھ ناپنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔"

حوالہ جات =

۱۔ ڈاکٹر انور سدید' عمومی جائزہ وضع اصطلاحات کی بحث پر چند گزارشات' ماہنامہ محفل' لاہور' ستمبر ۱۹۸۸ء' ص: ۳۷۔

۲۔ بحوالہ: روزنامہ جنگ' کراچی' ۲۶۔ فروری ۱۹۸۶ء۔

۳۔ بحوالہ: آفتاب حسن' اردو ذریعۂ تعلیم اور اصطلاحات' ص ص: ۴۳'۴۴۔

۴۔ دیکھیے: ضمیمہ میں اصطلاحات طبیعیات کا تقابلی چارٹ۔

5. c.f. Clason, W.E., **Elsevier's Dictionary of General Physics**, Amsterdam (1962), (English/ French/ Spanish/ Italian/Dutch/German

۶۔ دیکھیے: ضمیمہ میں اصطلاحات کیمیا (حیاتی کیمیا) کا تقابلی چارٹ۔

7. c.f., Dorian, A.F. **Elsevier's Dictionary of Chemistry**, Amsterdam(1983), (English/French/Spanish/Italian/German)-

8. "Languages of the World", **Encyclopaedia Brittanica**, Macropaedia, (1980), Vol:1., P:663-

۹۔ بحوالہ: آفتاب حسن' اردو ذریعۂ تعلیم اور اصطلاحات' ص ص: ۴۵'۴۶۔

۱۰۔ اشفاق احمد، اردو میں سائنسی تعلیم، **اردو نامہ**، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۲ء، ص: ۲۰۔

۱۱۔ آفتاب حسن، دو غلی زبان، روزنامہ، **جنگ**، کراچی، ۲۶۔ فروری ۱۹۸۶ء۔

۱۲۔ بحوالہ: آفتاب حسن، اردو ذریعۂ تعلیم اور اصطلاحات، ص ص، ۴۹ تا ۵۳۔

۱۳۔ بحوالہ: حکیم رضوان احمد، منافع الاعضا، کراچی (۱۹۸۰ء)۔

۱۴۔ عبدالحبیب صدیقی، کیمیادی عناصر اور ان کی اردو علامتیں، **قومی زبان**، کراچی، فروری ۱۹۸۲ء۔

۱۵۔ میاں بشیر احمد، ترک دل توسورد، مشرقی ممالک میں قومی زبان کے ادارے، ص: ۱۵۔ و مشمولہ اردو بحیثیت ذریعۂ تعلیم سائنس، از مولوی عبدالحق۔

۱۶۔ اردو میں ترجمے کے مسائل، ص: ۱۳۶۔

17. c.f. Stedman, **Op.cit**, P:X-
18. c.f. Stoberski,Z.,**Theory and Practice of Internationalization of Terminology**,*NEOTERM*, Warsaw, No.5/6, 1987, P:24-
19. Korzybski,Tadeuz, **Unification of Scientific Terminology**, *NEOTERM*, Warsa, No.1, 1984, P:16-
20. Durrani, Attash, **Transnationalization of Urdu Terms**, *NEOTERM*, Warsa, No.1, 1984, P:199-
21. Sager, J.C., **International Scientific Terminology**, *INFOTERM*, Vienna, No.1, 1984, P:20-
22. Nedobity, W., **Key to International Terminology**, *NEOTERM*, Warsa,No.1, 1984, P:312-
23. Stoberski,Z., **The Worldwide Process of Internationalization**, *NEOTERM*, Warsa No.1, 1984, P:4-
24. Tkacheva, L.B., **Some Tendencies in the Development of Terminology on the International Level**, *NEOTERM*,Warsa No.13/16, 1991, PP:122-123-
25. Sager, **Op.cit.**, P:25-

۲۶۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری، علمی اصطلاحات کا اردو ترجمہ، **ماہِ نو**، محولہ بالا، ص: ۱۳۹۔

۲۷۔ ڈاکٹر سلیم اختر، "وضع اصطلاحات کے عمومی مباحث"، **تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات کے منتخب مقالات**، ص ص: ۹۹، ۱۰۰۔

۲۸۔ شہباز حسین، "تراجم کی اہمیت"، **ترجمے کا فن اور روایت**، ص: ۱۹۱۔

۲۹۔ قیصر امروہوی، عشری درجہ بندی، دہلی، (مارچ ۱۹۸۵)، ص: ۱۲۔

۳۰۔ دیکھیے: حکیم غلام نبی، **لغات طب**، بہاولپور (۱۹۶۶ء)، ص ص: ۱۶۶، ۱۶۷۔

۳۱۔ ڈاکٹر ظفر اقبال، طبعی علوم کا ترجمہ، مسائل اور مشکلات، محولہ بالا، ص: ۱۱۶۔

۳۲۔ سید ضیا احمد رضوی، اصطلاحاتِ کیمیا، لاہور (۱۹۸۵ء)، پیش لفظ، ص: ۱۷۔
۳۳۔ ڈاکٹر مسکین حجازی، صحافتی زبان، ص: ۸۹۔
۳۴۔ ذریعۂ تعلیم کی بحث، ہفت روزہ مکتب، اسلام آباد، جلد ۲ شمارہ ۳۱، ۱۴ اکتوبر ۱۹۸۸ء ص: ۲۱۔
۳۵۔ بحوالہ ایضاً"، ۲۱، ۲۲۔
۳۶۔ اشفاق احمد، اردو میں سائنسی تعلیم، اردو نامہ، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۲ء، ص: ۱۸۔
۳۷۔ قیصر امروہوی، محولہ بالا، ص: ۱۳۔
۳۸۔ اردو کے سائنسی و نفسیاتی تراجم کا جائزہ، مشمولہ اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، ص ص: ۶۰، ۶۱۔
۳۹۔ تراجم اور اصطلاحات سازی، محولہ بالا، ص: ۱۷۵۔
۴۰۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، دفتری زبان اور وضع استناد اصطلاحات مشمولہ منتخباتِ اخبارِ اردو، ص: ۲۹۳۔
۴۱۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، افکار و اذکار، کراچی (۱۹۸۱ء)، ص ص: ۵۲، ۵۳۔
۴۲۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، پاکستان میں اردو کا مسئلہ، ص: ۱۹۴۔
۴۳۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، اردو اصطلاح سازی اور عربی فارسی الفاظ، اردو نامہ، لاہور، اکتوبر ۱۹۶۲ء، ص ۱۱۔
۴۴۔ سید احمد دہلوی، محاکمہ مرکز اردو: دہلی (۱۹۱۱)، ص: ۲۴۔
۴۵۔ ایضاً"، ص: ۲۵۔

Bevan and others, Concise Etymological Dictionary of Chemistry, P:9-

۴۷۔ بحوالہ: عشری درجہ بندی، محولہ بالا، ص: ۱۲۔
۴۸۔ رشید احمد سالم، اردو ناگری بحث اضلاع شمال و مغرب و اودھ، معارف، علی گڑھ، جلد اول، اپریل ۱۸۹۹ء، ص: ۳۰۰۔
۴۹۔ فرہنگ اصطلاحات جامعہ عثمانیہ (رپورٹ)، اخبارِ اردو، اسلام آباد، ستمبر ۱۹۹۱ء، ص: ۱۲۔
۵۰۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، اصطلاحات سازی، ہندوستانی زبان، بمبئی، جنوری، اپریل ۱۹۷۵ء، و مشمولہ مجلّہ غالب، کراچی، جنوری، مارچ ۱۹۷۶ء، ص: ۲۴۲۔
۵۱۔ انٹرویو، روزنامہ جنگ، لندن، مطبوعہ اخبارِ اردو، اسلام آباد، جلد ۵ شمارہ ۱۲، دسمبر ۱۹۸۸ء۔
۵۲۔ ڈاکٹر وحید قریشی، پاکستانی قومیت کی تشکیل نو، ص: ۱۱۶۔
۵۳۔ کرامت حسین جعفری، مبادیاتِ نفسیات، لاہور، (۱۹۷۸ء)، ص: ۳۰۹۔

۵۴- پروفیسر احمد سعید' زبان دفتری کے ترجمے کے نفسیاتی تقاضے' اردو نامہ' لاہور جلد۱' شمارہ ۳' مئی ۱۹۸۲ء' ص: ۱۵-

۵۵- بحوالہ: روداد سیمینار اردو زبان میں ترجمے کے مسائل' ص: ۱۹۵-

۵۶- احمد سعید' محولہ بالا' ص: ۱۵-

۵۷- آفتاب حسن' سائنس اور ریاضی کی درسی کتابیں' اسلام آباد (۱۹۸۴ء)' ص: ۷-

اردو میں اصطلاحی انتشار اور استناد

انتشار اور استناد علمِ اصطلاح میں ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ جو اتنا ہی پرانا ہے، جتنا پرانا یہ عمل ہے۔ اصطلاحات سازی اجتماعی عمل ہونے کے باوجود انفرادی پسند ناپسند، علم و تجربے پر مبنی ہوتی ہے، خاص طور پر جہاں یہ عمل ترجمے کے دور سے گزرے۔ چنانچہ اردو بھی اس مسئلے سے دوچار ہے۔

۱:۹۔ اصولی اور عملی اصطلاحات سازی میں اختلاف

عجیب بات ہے کہ اردو میں اصطلاحات سازی کے اصول، عملی اصطلاحات سازی اور تحریروں میں ان کے استعمال میں خاصا فرق بلکہ اختلاف رہا ہے۔ مثلاً اصولوں میں ہندی اور سنسکرت کو اردو اصطلاحات کے لیے ایک ماخذ قرار دیا گیا لیکن عملاً شاید ایک بھی اصطلاح سنسکرت سے اخذ نہیں کی گئی۔ اسی طرح اردو میں جو سائنسی و تکنیکی کتابیں لکھی گئیں، ان میں مصنّفین نے اپنی مرضی کو استعمال کیا ہے۔ اکثر اوقات انگریزی اصطلاحات ہی اردو رسم الخط میں استعمال کی ہیں۔ بقول آفتاب حسن "ہر مصنف بہ طور خود واضعِ اصطلاحات بلکہ دارالترجمہ بنا ہوا ہے اور اصطلاحات کو اپنی پسند سے ڈھالتا، وضع کرتا اور بناتا ہے۔ ٹمپریچر جیسی معمولی اصطلاح میں دو مصنّفین اتفاق نہیں کر پاتے۔ کہیں اس کو حرارت، کہیں درجۂ حرارت، کہیں تپش اور کہیں ٹمپریچر لکھا گیا ہے[1]۔"

حیدر آباد دکن کے اصول، وضع اور عملی استعمال میں بھی اس اختلاف کی مثالیں عام ملتی ہیں۔ وحید الدین سلیم کے اصولی مشورے پر بہت کم عمل ہوا اور ہندی اور سنسکرت الفاظ کو عملاً" اصطلاحات سازی سے دور رکھا گیا، وہاں عربی، فارسی کا رجحان زیادہ رہا۔ ایسے رجحان کو بعض افراد نے حیدر آبادی ذہنیت قرار دیا ہے۔ دوسرے وہاں کی کتابوں کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ عملاً" انگریزی اصطلاحات یا ان سے ملا کر ترکیبات استعمال کی گئیں۔ سید داؤد گیلانی نے حیدر آباد دکن کی دفتری کتابوں میں ان مستعملات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا کہ مذکورہ انگریزی اصطلاحات اس قدر عام مستعمل تھیں کہ دکنی مترجمین نے ان کے متبادلات تلاش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی یا پھر انگریزی، عربی، فارسی کے امتزاج سے اصطلاحیں وضع کرنے کی کوشش کی[2]۔ کچھ ہی ایسی صورتِ حال جامعہ

کراچی اور جامعہ پنجاب میں ہوئی۔ عملاً" اردو اصطلاحات سازی انتشار کا شکار رہی۔ کوئی استناد یا معیار بندی نہ ہو سکی۔ بقول سید قاسم محمود "پاکستان کی دس جگہوں پر تو آپ نے اصطلاح سازی کے کام چھیڑ رکھے ہیں' اختلاف پیدا نہ ہو گا تو کیا ہو گا[۳]۔"

۹:۲ ۔ اصطلاحی انتشار

اردو میں چونکہ اصطلاحات سازی کا زیادہ تر انحصار ترجمے پر رہا۔ اس لیے' خاصی بدحواسی اور انتشار کا مظاہرہ بھی ہوتا رہا۔ ظہیر مشرقی اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں[۴]:۔

"چند سال پیشتر پانی کی صرف دو قسمیں معلوم تھیں Hard Water اور Soft Water۔ ہمارے مترجمین نے ایک قسم کو بھاری پانی کہا' دوسری کو ہلکا پانی۔ اس کے بعد ایک اور قسم کے پانی کا انکشاف ہوا جو ان دونوں قسموں سے بھاری ہوتا ہے۔ اسے Heavy Water کہا گیا۔ اب ہمارا پہلا ترجمہ کتنا کمزور ہو گیا۔ بھاری پانی مفہوم کے اعتبار سے Heavy سے بہت قریب ہے اور Hard Water سے بہت دور۔"

اردو میں اصلاحی انتشار کی مثالیں ہزاروں ہیں۔ کوئی سالمہ کو Molecule کے معنی میں لکھ رہا ہے تو کوئی Atom کے معنی میں' کوئی Optics کو علم المناظر کہہ رہا ہے اور کوئی علم المرایا۔Refrection کو کوئی انعطاف کہتا ہے کوئی انکسارِ نور۔Acid کو کوئی ترشہ کہہ رہا ہے' کوئی تیزاب لکھ رہا ہے اور کوئی حامض۔Psychology کو کوئی علم النفس کہتا ہے' کوئی نفسیات اور کوئی روحیات۔ بعض اوقات ایک لفظ بہت سی انگریزی اصطلاحوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے Project' Plan اور Scheme کے لیے ایک ہی لفظ "منصوبہ" استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح Experiement اور Experience کے لیے "تجربہ"' Ontology اور Existentialism کے لیے "وجودیت"' Sublimation اور Induction کے لیے "امالہ"' Scepticism اور Agnosticism کے لیے "لاادریت"' Universality' Absolutness' Totality وغیرہ کے لیے "کلیت"' Symbol اور Sign کے لیے "علامت"' Controller اور Director کے لیے "ناظم"۔ اردو کا اصطلاحی ذخیرہ ایسی مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔ اصطلاحی انتشار کی چند مزید مثالیں حسب ذیل ہیں: (قسم کے لحاظ سے ایسی اصطلاحیں کھلی (open) کے زُمرے میں آتی ہیں۔) Habeas Corpus ایک قانونی اصطلاح ہے۔ مولوی عبدالحق کے اسٹینڈرڈ انگریزی اردو لغت میں اس کا ترجمہ "پروانۂ حاضری ملزم" درج ہے۔ قاموس اصطلاحات میں بھی یہی ترجمہ ہے۔ ڈاکٹر تنزیل الرحمان کے قانونی لغت میں "حاضر لاؤ" ہے جو اس کے انگریزی لغوی معنی کا ترجمہ ہے۔ مجلس زبان دفتری پنجاب کے دفتری لغت میں اس کا ترجمہ "پروانۂ استحضار شخصی" اور "حکمنامہ حاضری ملزم" ہے۔ اس طرح چار ترجموں کا انتشار واقع ہوا ہے۔

Accountant General کا ترجمہ مولوی عبدالحق نے "صدر محاسب" کیا ہے۔ **فرہنگِ اصطلاحات و علمی اردو لغت** میں محاسب لکھا گیا ہے۔ مقتدرہ کے لغت **فرہنگِ اصطلاحات و محاوراتِ قانون** میں "محاسبِ اعلیٰ" ہے۔ مجلس زبان دفتری کے **لغت اور قاموسِ اصطلاحات** میں "ناظم حسابات" ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی کتاب **دفتری اردو** میں اسے "ناظم اعلیٰ حسابات" کہا گیا ہے۔ مقتدرہ کے **لغت وفاقی اور صوبائی عہدوں کے نام** میں اسے "حساب دار اعلیٰ" کہا گیا ہے۔ اس طرح اس ایک عہدے کے نام میں خاصا انتشار نظر آتا ہے۔

Aromatic ایک طبی اصطلاح ہے' جامعہ عثمانیہ کے **"مصطلحاتِ طب"** میں اس کا ترجمہ تین الفاظ سے کیا گیا: "ابزاری" "ابازیری" اور "رائحی"۔ مرکزی اردو بورڈ کے **طبی لغت** میں "ابازیری" "کے ساتھ ساتھ" اروائی "اور خوشبوئی" کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اردو اکیڈمی بہاولپور کے **لغاتِ طب** میں اس اصطلاح کے لیے "معطر" "رائحی" "خوشبودار" اور ابازیری" جیسی اصطلاحیں دی گئی ہیں۔ یوں سات اصطلاحی ترجمے ہمارے سامنے آتے ہیں۔

Crysopec Method کیمیا کی اصطلاح ہے' جس کا ترجمہ انجمن کی **اصطلاحاتِ کیمیا** میں "برف نمائی طریقہ" کیا گیا ہے۔ **قاموس الاصطلاحات** میں ایک نیا لفظ "برونمائی طریقہ" لکھا گیا ہے۔ استناد و انتخاب کا مسئلہ ان دونوں کے درمیان باقی ہے۔

Avalenche جغرافیائی اصطلاح ہے۔ اس کا ترجمہ انجمن کی **اصطلاحاتِ جغرافیہ** میں "سمت الراس" کیا گیا ہے۔ مجلہ از جامعہ کراچی میں اسے "بہمن" کہا گیا ہے۔ **قاموس اصطلاحات** میں "بہمن" کے ساتھ "برفشار" اور "برفانی کراڑہ" کے دو الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ مرکزی اردو بورڈ نے اپنی جامع **فرہنگ اصطلاحات** میں ان تینوں کو سامنے رکھ دیا ہے۔ مجلس زبان دفتری کے لغت میں "سیل یخ" اور "برف کا کراڑہ" شائع کیے گئے ہیں۔ اس طرح اس اصطلاح کے چھ مترادفات سامنے آتے ہیں۔

Experiment کے لیے حیدر آباد دکن اور کراچی کے لغات میں ترجمہ "اختبار" کیا جاتا ہے جس کا اختیار کے ساتھ التباس واقع ہوتا ہے۔ جب کہ مجلس زبانِ دفتری اور جامعہ پنجاب میں "تجربہ" کیا جاتا ہے۔

اردو میں اصطلاحی انتشار کا ایک سبب انگریزی کا اپنا اصطلاحی انتشار بھی ہے جو اب روز افزوں ہے۔ ایک ہی انگریزی اصطلاح کے لیے کئی اردو مترادفات تو پہلے ہی وضع ہو رہے تھے' اب ایک ہی مفہوم کے لیے انگریزی میں کئی اصطلاحات' جیسے Feasibility' Availability وغیرہ ہونے کی بنا پر اردو مترادفات بھی متعدد وضع کیے جانے لگے ہیں۔ اس پر دور جدید میں بھی تشویش پائی جاتی ہے خصوصاً" طب' برقیات اور کمپیوٹر سائنس کے میدانوں میں۔ ۱۹۹۱ء میں بین الاقوامی ادارہ برائے یکسانیتِ اصطلاحات کے

جریدے NEOTERM کے شمارہ نمبر ۱۳ تا ۱۶ میں بھی ایسے کئی مضامین میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس میں الفاظ کی ہم نامی اور یکسانی، ہم معانی اور ہم حرفی الفاظ کا استعمال یعنی تجنیس اور بعض اصطلاحات کی معنویاتی خامیوں کو اس کا سبب ٹھہرایا گیا ہے ۵۔ اس کا حل یہ بتایا گیا ہے کہ ایک مفہوم / تصور کے لیے صرف ایک ہی اصطلاح وضع کی جائے اور دوسرے مفہوم کے لیے دوسری۔ ظاہر ہے کہ اتنے الفاظ کہاں سے آئیں گے، سوائے قرار داد معانی اور تسلیم اصطلاحات کے اور کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔

۹:۳۔ تعین معانی و اصطلاح پر مباحث

اردو میں اصطلاحات سازی پر قلم اٹھانے والوں میں سے بیشتر نے اصطلاحی انتشار کے مسئلے کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنی اپنی تجاویز سامنے لائے ہیں۔ بعض کے نزدیک اسے اصطلاحی انتشار نہیں بلکہ ارتقاء کے نام سے معنون کر سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو میں اصطلاحات سازی کا کام ارتقائی عمل سے دوچار ہوتا رہا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر اسے ترک و اختیار کا نام دیتے ہوئے لکھتے ہیں ۲؎ :۔

"ایک زمانہ میں Mythology کا ترجمہ خرافات کیا گیا ۔ اسلامی توحید کے مقابلے میں دیوی دیوتاؤں کے قصے مترجمین کو یقیناً خرافات محسوس ہوتے ہوں گے۔ لہٰذا خرافات کی اصطلاح معرض وجود میں آگئی۔ لیکن بعد میں "علم الاصنام" (فارسی) اور "اساطیر" (عربی) کی اصطلاحات استعمال ہونے لگیں اور اب بھی یہی مستعمل ہیں۔"

مختلف علوم کے ناموں کا ترجمہ بھی ایسے ہی ارتقائی ادوار سے گزرا۔ Economics کو ابتداء میں "علم الاقتصاد" کہا گیا۔ پھر اسے "اقتصادیات" کا نام ملا۔ بعد ازاں "علم المعیشت" اور پھر "معاشیات" کا نام دیا گیا۔ بقول پنڈت کیفی "یہ بھی ہوا کہ اہل فرنگ کے ساتھ ہم کو بھی اپنی اصطلاحوں میں ترمیم کرنا پڑی۔ انگریزی میں پہلے "پولیٹیکل اکانومی" تھا۔ وضع قطع کے ساتھ ہم اسے "سیاستِ مدن" کہتے تھے۔ اب یورپ میں اس علم کی وضع قطع کے ساتھ اس کا نام بھی بدل گیا اور ہم بھی "اکونومکس" کو "معاشیات" کہنے لگے ۔"۲؎

یہی صورت حال Psychology کے ساتھ تھی۔ ایک زمانہ میں اسے "علم النفس" قرار دیا گیا۔ چنانچہ ۱۸۸۵ء میں شیخ انعام علی بی اے نے "علم النفس القوم" کے نام سے Psychology کی کتاب کا ترجمہ کیا۔ ۱۹۲۳ء میں یہ اصطلاح چلتی رہی۔ اس سال اسٹوارٹ کی کتاب Ground Work of Psychology کا ترجمہ "مبادیٔ علم النفس" کے نام سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ ۱۹۲۷ء میں اچانک "نفسیات" کی اصطلاح وضع ہوئی۔ بقول ڈاکٹر سلیم اختر "نفسیات کی اصطلاح سب سے پہلے مرزا ہادی (رسوا؟) نے وضع کی ہو گی۔

افغانستان میں اس کا ترجمہ "روحیات" کیا جاتا ہے۔ تمدنِ عرب میں بھی سید علی بلگرامی نے Psychological کا ترجمہ "روحانی" کیا تھا[۸]۔"

ترک و اختیار کے سلسلے میں ایک دلچسپ بات یہ بھی سامنے آتی ہے کہ ایک ہی ترکیب یا اصطلاح کے متعدد تراجم ممکن ہو سکتے ہیں۔ ان میں سے کسے اختیار کیا جائے۔ مثلاً Board of Intermediate and Secondary Education کے مندرجہ ذیل گیارہ مترادفات ہمارے سامنے ہیں:-

۱- بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سکنڈری ایجوکیشن
۲- انٹرمیڈیٹ اینڈ سکنڈی ایجوکیشن بورڈ
۳- انٹرمیڈیٹ و سیکنڈری ایجوکیشن بورڈ
۴- انٹرمیڈیٹ و ثانوی تعلیمی بورڈ
۵- انٹرمیڈیٹ و ثانوی ایجوکیشن بورڈ
۶- ثانوی و اعلیٰ ثانوی ایجوکیشن بورڈ
۷- اعلیٰ ثانوی و ثانوی تعلیمی بورڈ
۸- اعلیٰ و ثانوی تعلیمی بورڈ
۹- مجلس انٹرمیڈیٹ و ثانوی تعلیم
۱۰- انٹرمیڈیٹ و ثانوی تعلیم مجلس
۱۱- متوسط و ثانوی تعلیمی بورڈ

یہ مسئلہ مقتدرہ قومی زبان کی مجلس کے سامنے آیا تو اس نے گیارھویں نمبر پر درج ترجمے کو منظور کیا۔ مجلس کے ایک رکن پروفیسر نیاز عرفان کا کہنا ہے کہ جب ترجمے کی یہ مشکل پیش آرہی تھی تو ان کے سامنے کمیٹی، بورڈ، سینٹ، اسمبلی، گیدرنگ کے الفاظ تھے، جن کے لیے ایک ہی لفظ "مجلس" استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ ایک خاص قسم کے مذہبی اجتماع کو بھی مجلس کہتے ہیں۔ مجلس استناد کے سامنے مسئلہ یہ تھا کہ ترجمے میں ان تصورات کے فرق کو کیسے واضح کیا جائے۔ بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ کمیٹی اور بورڈ کے الفاظ کو اردو میں قبول کر لیا جائے[۹]۔

اصطلاحی انتشار اور تعین معنی کے سلسلے میں ایک دلچسپ بحث اخبارِ اردو میں بھی شائع ہوتی رہی۔ اس بحث کا آغاز ثاقب رزمی نے کیا تھا۔ انھوں نے کہا تھا کہ اردو زبان لامرکزیت کا شکار ہے۔ ہر جدید اسکالر اور ادیب انگریزی زبان کی مطلوبہ اصطلاحوں کا ترجمہ اپنی مرضی کے مطابق کرتا ہے اور یہ مشق ستم بہت طویل مدت پر محیط ہے اور آج بھی جاری ہے۔ انھوں نے اسے اردو زبان کی نراجیت قرار دیا۔ انھوں نے اس انتشار کو چار حصوں میں بیان کیا ہے۔ ۱- غیر ملکی شخصیات کے نام، ۲- اردو میں مستعمل انگریزی الفاظ، ۳- یائے نسبتی اور مفعولی کا استعمال، ۴- اصطلاحوں کے ترجمے اور دوسرے اہم الفاظ۔

انھوں نے اصطلاحی انتشار کی درج ذیل مثالیں دیں[1] :۔

"Psychological نفسیاتی، نفسی، نفسانی،

Empirical تجربی، تجرباتی، تجربیاتی،

Vested Interests مفاد پیوستہ، ذاتی مفاد، متعینہ مفاد،

Sublimation امالہ، تہذیب، تصعید، ارتفاع، ترفع،

Psycho-Analysis تشخیصِ نفسی، تجزیہ نفسی، نفسیاتی تجزیہ، تحلیلِ نفسی، نفسیاتی تحلیل،

Surplus Value قدرِ زاید، زاید قدر، قدرِ فاضل، فاضل قدر،

Ontology علم الوجود، وجودیت، وجودیات،

Scepticism حکمت شک و شبہ، شک پرستی، تشکیکیت پرستی، تشکیکیتہ، لاادریت، تشکک، ارتیابیت، تشکیک پسندی، فلسفہ تشبہات و شکوک۔

Universal'Whole'Totality'Universalism 'Absoluteness کلیت پسندی، کلیت اور کل،

Symbolism اشاریت، رمزیت، علامتیت، علامت نگاری، اشارت پسندی، اشارت نگاری،

Semantics عملیات، لفظیات، معنویات،

Fatalism تقدیر پرستی، تقدیریت، مقدریت، مسئلہ قدر، تقدیریت پسندی، اعتقاد بہ تقدیر، مسئلہ تقدیر، عقیدہ قضاو قدر،

Mythology خرافات، دیو مالا، علم الاساطیر، علم الاصنام، صنمیات، اسطوریات خرافیات، Image تمثال، مثالی پیکر، مثال، پیکر، شبیہ، امیج۔"

خود انھوں نے ان ترجموں کے بارے میں نفسیاتی، تجربی، ذاتی مفاد، تحلیل نفسی، قدر زاید، وجودیت، تشکیک پسندی، علامت نگاری، لفظیات، تقدیریت، دیو مالا وغیرہ کے حق میں رائے دی ہے۔ اس مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے ہلال احمد زبیری نے لکھا[11]:۔

"Sublimation کے لیے معنا" "تصعید" ہی قریب ترین معلوم ہوتا ہے......
بہرحال "امالہ" اور "تصعید" کے استعمال پر حتمی فیصلہ کوئی مجلسِ علمائے سائنس ہی کر سکتی ہے۔

Ontology اصل میں علم ہے اس لیے اس کا اصولی ترجمہ "وجودیات" ہی ہو سکتا ہے...Ontologism کو وجودیت پسندی کہیں گے۔ Existentialism کے لیے موجودیت یا موجودیت پسندی صحیح ہے۔

Scepticism کے لیے عربی کا صحیح لفظ تو "ارتیابیت" ہے۔ اگر اس سے غیر مانوسیت کی بنا پر گریز کیا جائے تو اردو کا سادہ لفظ "شکی" ہے۔ اس بنا پر

Sceptic کے لیے ہم "شکی" کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں اور "تشکیت" وضع کر سکتے ہیں۔

Semantics کے لیے "معنیات" یا "معنویات" بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

Mythology میں "دیو مالا" کے مقابلے میں اسطوریات قابل ترجیح ہے۔

Image کے لیے "تمثال" فلسفہ اور نفسیات میں قابل ترجیح ہے۔ البتہ علم "بصریات" اور فنون لطیفہ کے لیے الگ الگ ترجمے ہوں گے۔ مثلاً شبیہ، پیکر، تصویر، مجسمہ...... سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ چند مسلم الثبوت اس کا فیصلہ قطعی طور پر کر دیں اور اسے اختیار کر لیا جائے۔"

بعض اوقات ایک ہی لفظ کو متعدد مفاہیم میں استعمال کرنا پڑتا ہے اور یوں اصطلاحی انتشار ایک لازمی برائی بن جاتا ہے۔ انتشار کے بغیر چارہ کار نہیں ہوتا۔ اس کا اعتراف مقتدرہ کی مجلس استناد نے بھی کیا ہے[۱۲] اور کہیں General کا ترجمہ "اعلیٰ" اور کہیں "Chief" کا ترجمہ "اعلیٰ" کیا ہے۔ خصوصاً عہدوں میں بھی۔ بعض اوقات کسی عہدے میں دونوں الفاظ موجود ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہاں "Chief" کا ترجمہ "کبیر" بھی کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر Chief کا ترجمہ "سربراہ" کیا گیا ہے جیسے Deputy Chief (نائب سربراہ)۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل نے اصطلاحی انتشار پر اس ساری بحث کو چند نکات کی صورت میں سمیٹا ہے۔ وہ لکھتے ہیں[۱۳]:۔

"پاکستان میں مختلف اداروں نے اصطلاح سازی میں اپنے طور پر دلچسپی لی ہے اور خاصی اصطلاحات وضع کی ہیں لیکن تمام اداروں کی اصطلاحات میں یکسانیت نہیں ہے اور بالعموم ایک ادارہ دوسرے ادارے کی اصطلاحات کو تسلیم نہیں کرتا...... یہ مسئلہ بھی متفقہ طور پر طے نہیں ہوا کہ اصطلاحات کون سی استعمال ہوں گی، اصل انگریزی یا اردو؟...... کسی ایک ادارے کو وضع اصطلاحات اور ان کے نفاذ کا اختیار حاصل نہیں، اسی لیے اصطلاحات یکساں اور مستند نہیں اور متفقہ طور پر مروج نہ ہو سکیں۔"

۹:۴ - معیار بندی یا استناد کی ضرورت

اصطلاحی معیار بندی یا استناد کا احساس اہل علم کو زمانہ ء قدیم ہی سے رہا ہے۔ تاریخ میں یہ احساس سب سے پہلے ہمیں عربوں کے ہاں ملتا ہے۔ مولوی محمد عزیز مرزا لکھتے ہیں[۱۴]:۔

"جب خلفائے عباسیہ کے عہد میں فلسفہ اور تمدنی ترقی کے ساتھ علمی ترقی کی طرف میلان ہوا تو مامون الرشید نے ایک محکمہ بنام دارالترجمہ قائم کیا اور اس کے ذریعے سے علوم قدیمہ کی علمی کتابوں کا ترجمہ زبان عربی میں کر دیا گیا۔ اگرچہ یہ ممکن تھا کہ مختلف کتابوں کا ترجمہ مختلف اشخاص سے کرایا جاتا جیسا کہ

بعض خلفائے بنی امیہ کے زمانے میں ہوا تھا۔ لیکن اس کام کے لیے ایک خاص محکمہ قائم کرنے سے یہی مقصود معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں فنون کی اصطلاحات کا قرار داد ہو جائے اور تمام ترجمے ایک ہی اصول پر ہوں' ورنہ ظاہر ہے کہ ایک شخص کچھ اصطلاحات قرار دے اور دوسرا کچھ۔"

جہاں تک انگریزی میں اصطلاحی انتشار کا تعلق ہے' ہم اس کا جائزہ لے چکے ہیں کہ وہاں سترھویں صدی تک یہ انتشار عروج پر تھا۔ پہلی بار رائل سوسائٹی نے ۱۶۶۴ء میں استناد کی ضرورت کا احساس کیا تھا اور بقول فیلبر پہلی بار ۱۸۶۷ء میں استناد کا کام انجام دیا جانے لگا' لیکن اس نظریے کے تحت کہ "اصطلاحات کی معیار بندی دراصل مضمون کی معیار بندی ہے"۔ ۱۹۳۱ء میں ای ووسٹر کے مقالے مطبوعہ ۱۹۳۴ء International Standardiztaion of Technical Language نے اصطلاحی استناد اور تحقیق کی باقاعدہ بنیاد رکھی۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء میں بین الاقوامی معیارات کی کمیٹی (I.S.A.) نے کام کرنا شروع کیا جو عملاً ۱۹۴۷ء میں بین الاقوامی تنظیم برائے معیار بندی (I.S.O.) کے نام سے جنیوا میں کام کرنے لگا اور جس نے ۱۹۵۲ء میں اصطلاحی معیار بندی کا ادارہ قائم کیا۔ اس ادارے نے ۱۹۷۳ء میں معیار بندی کے اصول اور سفارشات مرتب کیں۔ دور جدید میں استناد اور معیار بندی پر خاطر خواہ توجہ دی جا رہی ہے۔ ۱۳ سے ۱۷ مارچ ۱۹۸۹ء میں ہونے والی "عالمی کانفرنس برائے استناد اصطلاحات"" تیونس' زیرِ اہتمام بین الاقوامی مرکز معلومات برائے اصطلاحات' وی آنا و دیگر ادارہ جات بشمول عرب لیگ کے مقاصد میں اصطلاحات کی معیار بندی کو ضروری اور لازمی قرار دیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک[۱۵]:۔

"معیار بند اصطلاحات سازی (جو دراصل تصورات کی معیار بندی کا نام ہے' جن کے لیے معیاری اصطلاحات فراہم کی جاتی ہیں) کلیدی کردار ادا کرتی ہے' نہ صرف مضامین کی معیار بندی کے لیے بلکہ سائنسی و تکنیکی معلوماتی ابلاغ کے لیے بھی۔ انھیں علم معلومات اور ٹیکنالوجی کی منتقلی کے لیے بھی اہم ذریعے کی حیثیت حاصل ہے۔"

معیار بندی کے عالمی ادارے" بین الاقوامی تنظیم برائے معیار بندی (I.S.O.) کے نزدیک صنعتی معیار بندی کی طرح اصطلاحی معیار بندی بھی ضروری ہے تاکہ علمی معیار برقرار رہے۔ ادارے کے تعارف میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے[۱۶]:۔

"دورِ جدید میں معیار بندی کے اصولوں کی بنا پر بھی اصطلاحی معیار بندی یا استناد کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اصطلاحات سازی کے اصولوں اور طریقوں کی معیار بندی بھی اصطلاحات کے استعمال کے لیے اساسی شرط ہے۔"

اس مقصد کے لیے یونیسکو نے UNISIST پروگرام شروع کر رکھے ہیں اور ISO نے ۱۹۸۸ء تک ۳۲۴ معیارات وضع کیے ہیں' جو دنیا کے اکثر ممالک اپنا رہے ہیں۔

۵ تا ۶ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو فلاڈلفیا (امریکا) میں ATA کے منعقد ہونے والے مذاکرے میں بھی یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اصطلاحات اور ان کی یکسانیت کا کام پیچیدہ تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

دورِ جدید میں اصطلاحی معیار بندی کے لیے ایک تکنیک یا اصول بروئے کار لایا جا رہا ہے جسے بین الاقوامیت سازی (Internationalization) سے زیادہ عالمگیر کاری (Transnationalization) کا نام دیا جا رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے وارسا (پولینڈ) میں ایک ادارہ IOUTN اور WBIT (عالمی بینک برائے بین الاقوامی اصطلاحات) کام کر رہے ہیں۔ ۱۹۸۷ء کے بعد اصطلاحات وجود میں آنے کی رفتار بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ تقریباً چار ہزار اصطلاحات سالانہ ہو چکی ہے[۱۷]۔ بعض کے نزدیک چونکہ نو لفظیت' جدید الفاظ سازی یا نئی الفاظ کاری (Neologisms) انتشار اور عدم اصول بندی کا شکار ہے' اس لیے عالمی معیار بندی کے تمام طریقے ناکام ہو رہے ہیں[۱۸]۔ تاہم اصطلاحات کے وضع ہونے کے بعد اور بیرونی عوامل سے وجود میں آنے کے باعث ان کی عالمگیر کاری (Transnationalization) کی افادیت ان کے نزدیک مسلم ہے[۱۹]۔ اس عالمی صورت حال کے پیش نظر اردو میں معیار بندی بھی ایک مشکل اور پیچیدہ کام نظر آتی ہے۔

اردو اصطلاحات کی معیار بندی یا استناد کے پس منظر میں ایک خیال مغالطے کی حد تک عام ہے کہ اصطلاحیں خود بخود بنتی اور چلن پاتی ہیں۔ کوئی اصطلاح زبردستی مسلط نہیں کی جا سکتی۔ ہر لفظ جو کوئی شخص خواہ کسی مرتبہ یا قابلیت یا جماعت کا ہو' بناتا ہے' ضروری نہیں کہ وہ رواج پائے اور قبولیت حاصل کرے[۲۰]۔ ڈاکٹر اسلم فرخی اس خیال پر تنقید کرتے ہوئے بجاطور پر کہتے ہیں "یہ جواب ویسے تو بالکل درست ہے کہ زبان کے رواج کا پیمانہ قبولِ عام کی سند ہے لیکن سکولوں اور کالجوں کے لیے مرتب کی جانے والی سائنسی کتابوں کے سلسلے میں ہم قبول عام کی سند حاصل ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے۔[۲۱]" دراصل شروع میں اصطلاح ایک عام لفظ کی حیثیت رکھتی ہے جو مشکل بھی ہو سکتا ہے اور نامانوس بھی۔ عوام رفتہ رفتہ اس کے مفہوم سے تلازم پیدا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء میں اصطلاح نامانوس ہوتی ہے۔ بقول شان الحق حقی "عام مشاہدہ ہے کہ یہ صورت جلد رفع ہو جاتی ہے اور علمی ضرورت یا کسی مقتدر و بااختیار ادارے کی تائید ہر اصطلاح کو کسی خامی کے باوجود محکم' معتبر اور مقبول بنا سکتی ہے۔" اس کی مثالیں دیتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ حکومت اپنے محکموں' اداروں اور عہدوں کو ثقیل انگریزی ناموں سے موسوم کرتی ہے اور عوام ان کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ خواہ انھیں ڈیفنس سیونگز سرٹیفکیٹس کہا جائے یا وثیقہ پس اندازی' سکرٹریٹ ہو یا دیوان حکومت عوام کو تو وہ بھی قبول ہوتا ہے اور یہ بھی گلے اتار لیتے ہیں[۲۲]۔ ان اصطلاحی مسائل کا جائزہ ہم آٹھویں باب میں لے چکے ہیں۔

ڈاکٹر سید عبداللہ کے نزدیک وضع و استناد اصطلاحات دو جدا عمل نہیں بلکہ منزلیں یا

مرحلے ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک دونوں کے اصول یکساں ہوں گے۔ تاہم استناد کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے انھوں نے بھی ایک ہی ادارے کی سفارش کی ہے۔ ان کے نزدیک وضع شدہ اصطلاحات میں بے ضرورت کثرت پیدا ہو گئی ہے اور استناد کرنے والوں کا کام بڑھنے کے علاوہ اختلاف اور ناموزونیت کی بڑی گنجائش پیدا ہو گئی ہے۔ مناسب ہے کہ اصطلاحات بنانے والے کم سے کم ہوں اور یہ اختیار صرف ایک ادارے کو حاصل ہو۔[۲۳]

شان الحق حقی کے نزدیک اب تک جو کام متفرق طور پر ہوا ہے، خاصے انتشار کا باعث ہوا ہے۔ اس ذہنی کاوش سے جو مختلف جگہ متفرق طور پر بروئے کار لائی گئی ہے ضرور اکتساب کیا جائے مگر آئندہ کے لیے یکجائی طور پر معیار بندی مفید رہے گی[۲۴]۔ اکثر ماہرین، اہلِ علم اور اصطلاحات ساز یہ مطالبہ کرنے لگے ہیں کہ اردو کی اصطلاحات کو یکجا کر کے معیار بندی یا استناد کے عمل سے گزارا جائے[۲۵]۔ اس کے پس منظر میں اب یہ حقیقت بھی کام کر رہی ہے کہ اصطلاحات کا عوام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اصطلاحوں کو صرف ان کی ضرورت، قواعد اور علم اصطلاحات کی رو سے معیار بند ہونا چاہیے۔ ان کا آسان، مانوس مقامی یا اردو زبان سے ہونا کوئی بنیادی شرط نہیں۔ اصطلاح دراصل کسی تصور کے ایک مخصوص معنی متعین کرنے کے لیے وجود میں آتی ہے اور آسان، مانوس، مقامی یا اردو زبان کے عام الفاظ ایک مخصوص معانی کے بجائے متعدد لغوی اور مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہر طرف سے مطالبہ کیا جانے لگا ہے کہ اردو اصطلاحات کا انتشار ختم کرنے اور الفاظ کے معانی متعین کرنے کے لیے استناد / معیار بندی کا کام انجام دیا جائے۔

۹:۵۔ استناد کون کرے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ استناد کا کام کون انجام دے۔ عالمی سطح پر دیکھیں تو فیلبر، گیلنسکی اور نیڈوبٹی ہمیں وضع و استناد اصطلاحات دونوں کے لیے "ماہرینِ زبان" کو رد کرتے اور ماہرینِ مضمون کی سفارش کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے خیالات کی بازگشت "عالمی کانفرنس برائے استنادِ اصطلاحات" ۱۹۸۹ء کے مقاصد میں نظر آتی ہے کہ معیار بند اصطلاحات لازماً" ماہرینِ مضمون ہی تیار کریں[۲۶]۔

ہمارے ہاں یہ کام اکثر اوقات "ماہرینِ زبان" ہی انجام دیتے ہیں اور بہت کم ماہرینِ مضمون کو اس میں شامل کیا گیا ہے، چنانچہ اس کے ردِ عمل میں ایک رجحان یہ بھی پیدا ہوا کہ یہ کام "پروفیسر اور اہلِ علم حضرات کی کمیٹیاں انجام دیں۔ جس کے بعد یہ کام مضامین ہی کے ماہرین کے سپرد کیا جائے[۲۷]۔" ایک خیال یہ بھی ہے کہ اصطلاح ساز کو دونوں زبانوں پر عبور حاصل ہو اور جس علم کے متعلق اصطلاح ہو، اسے بھی پوری طرح جانتا ہو۔

ہمارے ہاں اصطلاح سازی کا کام وہ لوگ کر رہے ہیں جو ان شرائط کو پورا نہیں کرتے[۲۸]۔ لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے' اکثر کے نزدیک اصطلاح سازی اور استناد کا کام بہرحال ایک ہی ادارے کو کرنا چاہیے۔ جس میں ہر علم و فن کے ماہرین اصطلاحات سازی کا کام کریں' کیونکہ "اصطلاحات کا مفہوم بہر صورت شعبے کے ماہرین ہی بہتر جھ سکتے ہیں اور بالآخر انہی کو اصطلاحات سے کام لینا ہے۔ لہٰذا یہ ان کے لیے قابل قبول ہونی چاہئیں[۲۹]۔" عام تجویز یہ ہے کہ یہ ادارہ "مقتدرہ بھی ہو سکتا ہے تاکہ قوت نافذہ کی حیثیت سے اس کا حکم ناطق اور عمل قانون ہوں[۳۰]۔" ایسی قوتِ نافذہ کی تشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں[۳۱]:-

> "دوسرے ممالک میں اصطلاح کو مستند اور جائز قرار دینے کے لیے ایک قوت نافذہ(Authority) ہوتی ہے' جس کا حکم ناطق اور واجب العمل ہوتا ہے۔ پاکستان میں بھی ایسا ہونا چاہیے مثلاً یہ اختیار مقتدرہ قومی زبان کو دیا جائے تو معاملہ طے ہو جاتا ہے۔ورنہ گڑبڑ اور افراتفری جاری رہے گی اور اصطلاح کی آخری صورت یا شکل کا فیصلہ نہ ہو سکے گا۔"

مولوی عزیز مرزا نے ہمیں یہ قابل قبول مشورہ دیا تھا کہ اصطلاحات سازی تو ماہرین فن کریں' لیکن استناد ماہرین زبان ہی کریں[۳۲]۔ کیونکہ مغربی اصطلاحات سازی کے برعکس اردو میں چونکہ ترجمے کا عمل بھی شامل ہوتا ہے' اس لیے استناد کے مرحلے پر ماہرین زبان بھی شامل کر لیے جائیں البتہ عالمی ماہرین کی رائے کے مطابق مجلس استناد کو علم اصطلاحات سازی میں باقاعدہ تربیت بھی دی گئی ہو۔

۶:۹- استناد کیوں کر ہو؟

ماہرین' مجلسِ استناد یا مقتدرہ معیار بندی یا استناد کا یہ کام کس طرح انجام دیں' اس کے بارے میں "عالمی کانفرنس برائے استناد اصطلاحات" میں تسلیم کیا گیا ہے کہ اگرچہ "یہ ایک وقت طلب کام ہے لیکن اسے معیار بندی کے مطلوبہ مقاصد پورے کرنے کے لیے سائنسی بنیادوں پر تیار کیے گئے اصولوں کے مطابق انجام دیا جائے.... اور اس کام میں مناسب تربیت' تحقیقی اداروں کا تعاون' کمپیوٹر کا استعمال' مہارتوں کا اشتراک' اصطلاحی بینک اور بین الاقوامی تعاون درکار ہے[۳۳]۔" اس کے مقابلے میں جب ہم اردو کی صورت حال کا اندازہ کرتے ہیں تو ہمیں ایسی کوششیں نظر نہیں آتیں۔

تاہم اصولی سطح پر ڈاکٹر انور سدید نے وحید الدین سلیم کے اصولوں میں ترمیم و اضافہ' چھان پھٹک اور نئے قواعد و ضوابط وضع کرنے کی تجویز دی ہے کہ یہ ادارہ آئندہ وضع اصطلاحات ان نئے اصولوں کے تحت انجام دے[۳۴]۔

شان الحق حقی کے نزدیک مقتدرہ عمومی رہبری کے لیے اصطلاح سازی کے بنیادی

اصول متعین کرے گا اور مختلف علمی، فنی یا انتظامی ادارے جو اصطلاحات بنائیں گے، ان میں تطابق و توافق پیدا کرنے کا موقع ملے گا۔ وہ لکھتے ہیں[۳۵]:۔

"اب تک جو اصطلاحات متفرق طور پر وضع ہوئی ہیں، ان کا ایک تفصیلی جائزہ اور باہمی مقابلہ ضروری ہے۔ البتہ استناد کا فیصلہ یہ ادارے کریں اور اپنے فیصلے سے مقتدرہ کو آگاہ کر دیں۔"

وارث سرہندی نے اس مسئلے پر تفصیل سے روشنی ڈال ہے۔ وہ لکھتے ہیں[۳۶]:۔

"وضع اصطلاحات کا سلسلہ فوراً بند کیا جائے اور اس باب میں اب تک جو کام ہو چکا ہے، اسے یکجا کیا جائے۔ یہ کام ایک مرکزی ادارے کو تفویض کیا جائے۔ یہ مرکزی ادارہ مقتدرہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس مرکزی ادارے کے تحت ایک خاص مجلس تشکیل دی جائے جس کے ارکان تجربہ رکھتے ہوں...... جو تمام اصطلاحات پر ناقدانہ نظر ڈال کر ایک مفہوم کے لیے صرف ایک ہی اصطلاح کا تعین کریں"۔

مولوی عزیز مرزا نے استناد کا درج ذیل طریقہ تجویز کیا ہے[۳۷]:۔

"ارکان طبقہء علمی کو دو پہلوؤں پر غور کرنا چاہیے۔ اولاً" یہ کہ جو الفاظ بطور اصطلاح کے استعمال کیے گئے ہیں، وہ اس معیار کے لحاظ سے مناسب ہیں جو ایسے تراجم کے لیے ضروری ہیں...... دوسرے یہ کہ آیا علوم قدیم سے وہ اصطلاحیں اخذ کر لی گئی ہیں جن کا اخذ کرنا ممکن تھا۔"

ڈاکٹر معین الدین عقیل کے نزدیک ہر مجلسِ استناد میں دو ماہرین مضمون ہوں، جنھیں انگریزی اور اردو پر بھی عبور ہو اور ان کے علاوہ ایک ماہر اردو زبان بھی ہو جو لسانی نقطہ ء نظر سے اصطلاح سازی میں معاونت کرے۔ یہ مجلس مخصوص شرائط کے تحت اصطلاحات سازی کرے اور اس مجلس پر ایک نگران مجلس اصطلاحات ہو جو معیار، صحت اور یکسانیت وغیرہ کا خیال رکھے اور ان سارے امور کی انجام دہی اور نگرانی کے لیے مقتدر ادارہ ہو جو استناد کے لیے کل اختیارات کا حامل ہو[۳۸]۔ پروفیسر نیاز عرفان یہ کام مقتدرہ کے سپرد کرنا چاہتے ہیں، جس میں ماہرین مضمون و لسانیات دونوں طرح کے لوگ ہوں[۳۹]۔

ایک اور سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا ماہرینِ مضمون اور ماہرینِ زبان کے ساتھ عام سطح کے پیشہ ور اور ان اصطلاحوں کو استعمال کرنے والوں کو بھی مجلس استناد میں شامل کیا جائے یا نہیں، مثلاً مستری، مکینک، کمپونڈر، زرعی معاون، اساتذہ اور مصنفین وغیرہ کیونکہ وہ مختلف میدانوں میں اصطلاح کے چلن، ان کی مسخ یا مقبول صورت، پیشوں اور ہنروں سے آگاہ ہوتے ہیں اور ثقافتی تناظر سے مجلس استناد کو آگاہ کر سکتے ہیں جو عموماً" ماہرین مضمون اور زبان دانوں کے مشاہدے اور حیطہ علم سے باہر رہ جاتا ہے۔ مقتدرہ قومی زبان کی بعض مجالس استناد و وضع اصطلاحات میں اس طرف بھی توجہ دی گئی ہے۔

۷:۹۔ مستقبل کے مباحث

مجالس وضع و استناد میں ماہرینِ مضمون' ماہرینِ زبان یا عام پیشہ ور افراد کو خواہ کسی بھی حد تک شامل کیا جائے اور وہ کتنے ہی پر خلوص انداز میں اصطلاحات سازی کا کام سرانجام دیں' ان کے لیے اصطلاحات سازی کے علم اور اصطلاح کی نحوی ترکیب اور اپنے تاریخی ثقافتی ورثے سے واقفیت ضروری ہے۔ آج ہم محض خلا میں نہیں کھڑے۔ ہمارے سامنے یونیسکو' یورپی کمیشن اور دیگر اصطلاحات ساز اداروں کے تجربات اور اصول' اصطلاحات سازی کا علم' اردو میں اصطلاحات سازی کے اصول' اردو کا سابقہ اصطلاحی ورثہ موجود ہے۔ فیلن' پلیٹس' شیکسپیئر کے لغات' ولسن کی گلاسری' انجمن کی اصطلاحاتِ پیشہ وراں' حیدر آباد دکن' جامعہ کراچی' جامعہ پنجاب' قاموس الاصطلاحات' فرہنگِ اصطلاحات' اردو سائنس بورڈ اور مقتدرہ قومی زبان کے اصطلاحات کے لغات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ مستقبل کے لیے اردو اصطلاحات سازی کا کام کن خطوط پر انجام دیا جائے۔

ضروری ہے کہ موجودہ تمام اصطلاحی سرمایے کو دو بڑے لغات انگریزی' اردو اور دوسرے اردو' انگریزی کی صورت میں ان کے علوم' واضعین' اداروں کے ناموں وغیرہ کے حوالے سے مجتمع کر لیا جائے۔ یہ کام کسی مرکزی ادارے مثلاً مقتدرہ قومی زبان کے کرنے کا ہے اور پھر یہ ادارہ ان میں موجود مترادف اصطلاحوں کی' مناسب طور سے تربیت یافتہ مجالس استناد کے ذریعے' معیار بندی کرے اور اصطلاحیات یا جدید اصطلاحات کے اصولوں خصوصاً" ترخیم' تخفیف اور تسمیہ کی بنا پر اصطلاحات سازی کے اصول وضع کیے جائیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اردو اصطلاحات خواہ کیسے ہی اصولوں اور صلاحیتوں کے ساتھ بنائی جائیں' انھیں اعتبار اور مقبولیت صرف اسی صورت میں حاصل ہو گی جب خود اردو زبان کا وقار بحال ہو گا اور عوام کو یقین ہو گا کہ اردو نے انگریزی کی جگہ لے لی ہے۔ یعنی اردو دفتری' عدالتی' تعلیمی اور روزمرہ کے امور میں نافذ کر دی گئی ہے اور عوام' طلبہ' اہل علم اور مصنفین اپنی علمی ضروریات کے لیے اردو اصطلاحات کو استعمال کرنا شروع کر دیں گے۔

حوالہ جات:۔

۱۔ آفتاب حسن' اردو ذریعۂ تعلیم اور اصطلاحات' ص: ۵۔
۲۔ سید داؤد الحسن گیلانی' محولہ بالا' ص: ۱۳۹۔
۳۔ "خیالات"' معلومات' دسمبر ۱۹۷۰ء۔

۴۔ ظہیر مشرقی، اردو کی لسانی ترقی، **ہمایوں**، لاہور جولائی ۱۹۵۱ء، ص: ۴۹۰۔

۵۔ دیکھیے: I.M. Serehryakova اور L.B. Tkacheva کے مضامین Neoterm شمارہ ۱۳، ۱۶، ۱۹۹۱ء میں۔

۶۔ ڈاکٹر سلیم اختر، وضع اصطلاحات کے عمومی مسائل، مشمولہ، **تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات**، ص: ۹۸۔

۷۔ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی، **منشورات**، ص: ۱۷۔

۸۔ ڈاکٹر سلیم اختر، محولہ بالا، ص: ۹۹۔ نیز **نفسیاتی تنقید**، لاہور (۱۹۸۶ء)، ص ص: ۲۵ تا ۲۶۔

۹۔ نیاز عرفان، "دفتری اصطلاحات و مراسلت کے تراجم کے مسائل، مشکلات" مشمولہ، **روداد سیمینار**، اردو میں ترجمے کے مسائل، ص: ۱۴۳۔

۱۰۔ بحوالہ: ثاقب رزمی، اردو زبان میں تراجیت، **اخبارِ اردو**، مارچ ۱۹۸۲ء، مشمولہ **منتخبات اخبار اردو**، ص ص: ۲۰۷ تا ۲۲۶۔

۱۱۔ اردو زبان میں تراجیت **اخبارِ اردو**، کراچی، مئی ۱۹۸۲ء، مشمولہ **منتخبات اخبار اردو**، ص ص: ۲۲۹ تا ۲۳۶۔

۱۲۔ ڈاکٹر محمد صدیق شبلی، "پیش لفظ" **وفاقی اور صوبائی عہدوں کے نام**، حصہ اول، اسلام آباد (۱۹۸۵ء)، ص: ۲۔

۱۳۔ "فطری سائنس کی اصطلاحات کے مسائل" **تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات**، ص ص: ۴۵، ۴۶۔

۱۴۔ **انجمن ترقی اردو کا فرض**، **المعلم**، حیدر آباد دکن، جلد سوم، نمبر۹، مارچ ۱۹۲۶ء، ص: ۳۔

15. **International Conference on Terminology Standardization**, *FIT News Letter*, Brusells, Vol.VII (1988) No.2,3, P:226-

16. ISO/TC37, **Terminology(Principles and Co-ordination)**, ISO Secretariate, Vienna, (Austria), 1988, P:2-

17. Stoberski,Z.,**Dangers stemming from the Standardization of Terminology before its Transationalization**, *NEOTERM*,Warsa No.9, 1988. P:4-

18. Nedobity, W., **Key to International Terminology**, *INFOTERM*, Vienna, No.13, 1981, P:312-

19. Diniejko, Andrzej, **Standard Terminology for International Communication**, *NEOTERM*, Warsa, No.7/8, 1987, P:48-

۲۰۔ مولوی احمد دین، محولہ بالا، ص: ۱۹۷۔

۲۱۔ ڈاکٹر اسلم فرخی، اردو کے سائنسی اور فنیاتی تراجم کا جائزہ، مشمولہ روداد سیمینار

اردو زبان میں ترجمے کے مسائل' ص: ۷۶۔

۲۲۔ بحوالہ: شان الحق حقی' وضع اصطلاحات کے اصولی مباحث' مشمولہ **تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات**' ص: ۷۔

۲۳۔ بحوالہ: **منتخبات اخبار اردو**' ص: ۲۹۳۔

۲۴۔ شان الحق حقی' اردو میں اصطلاحات سازی کا عمل' **اخبارِ اردو**' اسلام آباد' ستمبر ۱۹۹۱ء' ص: ۱۸۔

۲۵۔ مزید دیکھیے: نیاز عرفان' وضع اصطلاحات' حقائق و تجاویز' **اخبارِ اردو**' اسلام آباد' ستمبر ۱۹۸۸' ص: ۲۰' د' وارث سرہندی' اردو اصطلاحات سازی۔ ایک جائزہ' ایضاً" ص: ۳۳' د' مقبول الٰہی' اردو اصطلاحات سازی' ایضاً" ص: ۴۲۔

26. *FIT News Letter*, Op.cit, P:226.

۲۷۔ ڈاکٹر ظفر اقبال' طبعی علوم کا ترجمہ' مشمولہ **اردو زبان میں ترجمے کے مسائل**' ص: ۱۸۔

۲۸۔ ڈاکٹر سی اے قادر' معاشرتی علوم کی اصطلاحات کے مسائل' مشمولہ **تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات**' ص: ۳۲۔

۲۹۔ شان الحق حقی' محولہ بالا' ص: ۲۱۔

۳۰۔ ڈاکٹر انور سدید' اردو میں وضع اصطلاحات کا عمومی جائزہ' **محفل**' لاہور' اگست ۱۹۸۸ء' ص: ۳۴۔

۳۱۔ ڈاکٹر سید عبداللہ' محولہ بالا' ص: ۲۹۳۔

۳۲۔ مولوی عزیز مرزا' ص: ۹۔

33. *FIT News Letter*, Op.cit, P:226.

۳۴۔ بحوالہ: ڈاکٹر انور سدید' محولہ بالا' ص: ۳۴۔

۳۵۔ شان الحق حقی' محولہ بالا' ص: ۲۱۔

۳۶۔ وارث سرہندی' اردو زبان میں اصطلاحی انتشار' **اخبارِ اردو**' کراچی' جولائی ۱۹۸۲ء مشمولہ **منتخبات اخبار اردو**' ص: ۲۵۵۔

۳۷۔ مولوی عزیز مرزا' محولہ بالا' ص: ۹۔

۳۸۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل' "فطری سائنس کی اصطلاحات کے مسائل" **مشمولہ' تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات**' ص ص: ۵۶' ۵۷۔

۳۹۔ نیاز عرفان' محولہ بالا' **اخبارِ اردو**' اسلام آباد' ستمبر ۱۹۹۱ء' ص: ۲۰۔
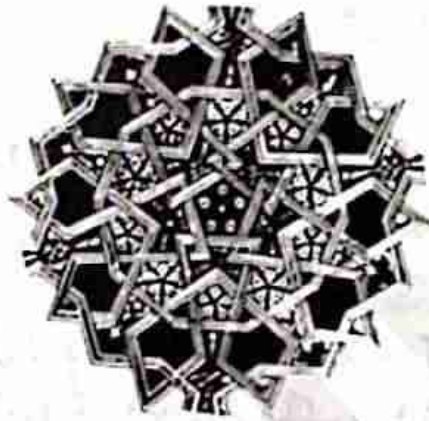
حصّہ چہارم

اُردو اصطلاحات سازی

(تاریخی مطالعہ)

دسواں باب : اُردو کا قدیم اصطلاحی سرمایہ
گیارھواں باب : اُردو اصطلاحات اور مستشرقین
بارھواں باب : اصطلاحات سازی کے لیے انفرادی خدمات (ابتدائی دور)
تیرھواں باب : متفرق اداروں کی کوششیں (ابتدائی دور)
چودھواں باب : ہندوستان میں اُردو اصطلاحات سازی
پندرھواں باب : پاکستان کے علمی اداروں کی خدمات
سولھواں باب : مقتدرہ قومی زبان کی اصطلاحی خدمات

دسواں باب

اردو کا قدیم اصطلاحی سرمایہ

اردو ایک زندہ قوم کی زندہ زبان ہے۔ یہ انگریزی کی آمد سے پہلے وجود میں آئی تھی اور اس کے استعمال میں علمی و فنی اصطلاحات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود تھا' جو صدیوں کے تجربات اور علمی و فنی کاوشوں کی صورت میں سامنے آیا تھا۔ گویا مذہبی' ادبی' پیشہ ورانہ' قانونی' دفتری' مالگزاری اور علمی و فنی اصطلاحات کا ایک بے پایاں سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا' جسے دو سو سال کی غلامی نے اب ہم سے دور کر دیا ہے۔ اس میں سے بہت کم حصہ زمانے کی دست برد سے بچ کر ہم تک پہنچا ہے۔ تاہم یہ بھی اس قدر ہے کہ اسے مرتب کرنے کے لیے کئی ضخیم جلدیں درکار ہیں۔ اصطلاحات سازی کے نئے تقاضوں میں اس ورثے سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ ان میں آج بھی بہت سی جیتی جاگتی اصطلاحیں ہمارے کام آسکتی ہیں جو صنعتوں' حرفتوں' پیشوں اور مشغلوں میں استعمال تو ہوتی رہی ہیں' لیکن علمی اداروں کی دسترس سے ابھی تک باہر ہیں۔ بہت سا ذخیرہ ء اصطلاحات داستانوں مثلاً طلسم ہو شربا' فسانہ ء عجائب' بوستانِ خیال وغیرہ میں بھی بکھرا ہوا ہے۔ ان کا تجزیہ فی الوقت ہمارے دائرہ کار سے باہر ہے تاہم ان کے سرسری مطالعے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سپاہیوں کی اصطلاحات' ہتھیاروں' فنونِ جنگ' زیورات' برتنوں اور کھانوں کے ناموں کا ایک ضخیم سرمایہ ان میں موجود ہے۔ ضروری ہے کہ کوئی صاحب ان اصطلاحات کو یکجا کریں۔ اگرچہ عابد رضا بیدار نے طلسم ہوشربا اور رشید حسن خان نے فسانۂ عجائب اور باغ و بہار کا فرہنگ مرتب کیا ہے تاہم اصطلاحی نقطہ ء نظر سے ان کی تدوین ضروری ہے۔ اردو کے استاد شعراء کے ہاں بھی اصطلاحات کا ایک وافر ذخیرہ ملتا ہے ولی حمزہ نازش نے ایسی ہی فلکی اصطلاحات کا جائزہ ذوق' غالب' میرحسن' احمد ندیم قاسمی وغیرہ کے ہاں بھی لیا ہے' جہاں ستاروں اور برجوں کے نام' آلات' اصطرلاب کی اور علم النجوم کی اصطلاحیں ملتی ہیں[1]۔ بایں ہمہ یہ دیکھنا ہے کہ اس ذخیرے کو مرتب کرنے یعنی اصطلاحات نگاری کے لیے کیا کیا کوششیں کی گئیں۔

ہمارے اردو اصطلاحی ذخیرے کا مذہبی' علمی و فنی ورثہ زیادہ تر عربی زبان سے آیا تھا۔ دفتری' قانونی اور مالگزاری کی اصطلاحیں فارسی اور کچھ مقامی زبانوں کی دین ہیں۔ پیشہ ورانہ الفاظ و اصطلاحات بیشتر مقامی زبانوں کا عطیہ ہیں۔ ان سب سے بڑھ کر یہ کہ خود اردو میں

اصطلاحات سازی کی خوبی موجود ہے جو ہر زبان سے آنے والی اصطلاحات کو اپنی فطانت اور شعریت سے اپنے مطابق ڈھال لیتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اردو میں اس وقت کل ساڑھے چار لاکھ سے زائد الفاظ ہیں۔ جن کا احاطہ اردو لغت بورڈ کراچی کے شائع کردہ اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں کیا جا رہا ہے۔ اس میں جہاں ایک طرف عوام کی بول چال کے الفاظ شامل کیے گئے ہیں' وہاں علمی و فنی اصطلاحات کو بھی نظرانداز نہیں کیا گیا۔ یہ الفاظ تقریباً ڈھائی ہزار کتابوں' رسالوں اور مخطوطوں کے مطالعے کے بعد جمع کیے گئے ہیں[1] ۔ اس لغت میں سائنسی اور فنی اصطلاحات کا' ایک خاطر خواہ ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ اگرچہ بقول مولوی عبدالحق یہ الفاظ "صرف اسی حد تک داخل کیے جائیں' جس حد تک ان کی عام ادب میں ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ خصوصی علمی اصطلاحات تو شامل نہیں کی جا سکتیں"[2] اور اس لغت میں بھی اس امر کا اہتمام کیا گیا ہے' اس کے باوجود فلسفہ' ادبیات کے علاوہ طب' مذہب' قانون' سائنس اور پیشہ ورانہ علوم کی لاکھوں اصطلاحات اس میں شامل ہو گئی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو کے پاس اصطلاحات کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ بہت سی قدیم کتابوں مثلاً سفر نامہ ابنِ بطوطہ وغیرہ میں ہمیں اردو کا قدیم عمومی ذخیرہ ء اصطلاحات نظر آتا ہے جو مرتب صورت میں بعض لغات مثلاً اداة الفضلا (۱۴۱۹ء) از ملا نذر محمد دہلوی' شرف نامہ (۱۴۴۸ء) از ابراہیم فاروقی' موید الفضلاء از شیخ لاد دہلوی (۱۵۱۸ء)' مرأة الاصطلاح (۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء) از آنندرام مخلص اور کشافِ اصطلاحات الفنون از تھانوی (۱۱۵۸ھ/ ۱۷۴۵ء) میں مل جاتا ہے۔

اردو میں بہت سا ذخیرہ ء اصطلاحات یورپی زبانوں کے الفاظ داخل ہونے پر بھی وجود میں آیا' جس کی طرف سب سے پہلے یول اور برینز نے توجہ کی اور "ہابسن جابسن" کے نام سے لغت مرتب کیا۔ اس کا ذکر ہم اگلے باب میں کریں گے۔ رچرڈ ٹیمپل ان اینگلو انڈین اصطلاحات کے وجود میں آنے کا سبب رسم و رواج' استعمال اور لوک معنویات قرار دیتا ہے[4]۔

۱:۱۰۔ اسلامی تصوف سے متعلق اصطلاحات

اردو میں سب سے پہلے جن علوم کی اصطلاحات شامل ہوئیں' وہ مذہبی خصوصاً اسلامی اور قدرے مسیحی اصطلاحات تھیں۔ اسلامی اصطلاحات میں تصوف کی اصطلاحات سرفہرست ہیں۔ صوفیاء کی گفتگو' ملفوظات اور تحریروں میں استعمال سے یہ عامتہ الناس کی سطح تک آچکی تھیں اور ان کا استعمال روز مرہ کی حدود میں داخل ہونے لگا۔ یہی نہیں بلکہ چونکہ صوفی شعراء نے بھی ان کا استعمال عام کیا' ان کی نقل میں عام شعراء بھی ان اصطلاحات کو استعمال کرنے لگے۔ چنانچہ کعبہ و دیر' رندی و زہدی اور حشر و نشر جیسی اصطلاحات اردو ادب میں مستعمل ہونے لگیں۔ اتحاد' اسراف' اشتیاق' بندگی' پیرِ خرابات' پاک بازی'

پیشِ نظر کتاب ہمارے واٹس ایپ گروپ کے سکالرز کی طلب پہ سافٹ میں تبدیل کی گئی ہے۔ مصنفِ کتاب کے لیے نیک خواہشات کے ساتھ سافٹ بنانے والوں کے حق میں دعائے خیر کی استدعا ہے۔

زیرِ نظر کتاب فیس بک گروپ "کتب خانہ" میں بھی اپلوڈ کر دی گئی ہے۔
گروپ کا لنک ملاحظہ کیجیے :

https://www.facebook.com/groups/1144796425720955/?ref=share

میر ظہیر عباس روستمانی

03072128068

تقلید، توبہ، تابِ زلف، چشمِ ترک، شاہِ زنخ، حجاب، حجلہ، دل کشائی، رُوسیاہی، زہد، زُنار، شراب، بے خودی، شاہد، شیخ، طالب، طبیبِ روحانی، ظلمت، غیبت، فہمِ زلف، فغان، کفر، کعبہ، کرشمہ، لبِ لعل، لبِ شریں، مسجد، مے خانہ، محبوب و صنم، معشوق، مطلوب، مشاہدہ، میکدہ، واسطہ، وصال، وصل، یقین، جیسی اصطلاحات ان کے اپنے مخصوص صوفیانہ مفہوم میں تھیں، جنھیں شعراء بھی استعمال کرنے لگے۔ ان کے علاوہ خودی، ترک خودی، وجود، شہود، خیال، ظہور، تجرید، تفرید، حیرت، اخلاص، ریا، تمیدات، تعینات، جبر و قدر، التزام، فنا، بقا، مقام حال، ہستی، نیستی، من وتو، روح، قلب، استغراق، تسلیم، رضا، توکل، صبر، قناعت، ایثار، فقر، غنا، خلوت، قدم و حدوث، خشوع و خضوع، ذکر، ارادت، ایسی بہت سی اصطلاحات ہیں، جو اردو ادب میں بھی عام استعمال ہونے لگی تھیں۔ اردو میں چودھویں اور پندرھویں صدی عیسوی سے انیسویں صدی عیسوی تک ملنے والے صوفیانہ ادب میں ہمیں یہ اصطلاحات عام ملتی ہیں۔

چودھویں صدی عیسوی میں پہلی بار اردو کا ایسا رسالہ جو ہمارے سامنے آتا ہے، رسالہ شاہ راجو ہے۔ یہ رسالہ گیسودراز کے والد شاہ راجو کے نام سے موسوم ہے۔ رسالے کا آغاز "جان العزیز" سے ہوتا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ رسالہ اپنے بیٹے کے لیے تصوف کی اصطلاحات کے معانی بیان کرنے کے لیے لکھا تھا۔ شاہ راجو اشرف جہانگیر اور گنج العلم کے معاصروں میں سے تھے اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے چھوٹے بھائی تھے۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے ان کی تاریخ پیدائش اور وفات پر تو زیادہ تحقیقی روشنی نہیں ڈالی، لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء میں سلطان محمد تغلق کے حکم پر دہلی سے دولت آباد آئے تھے۔ ۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء تک ان کے بقیدِ حیات ہونے کا ثبوت ملتا ہے ۵۔ ان کے رسالے میں خبر، صفت، قدیم و جدید، غیب، مرتبہ، ابدیت، وحدت، برزخ، واحدیت، چار، اعتبار، ذات وغیرہ اصطلاحات کی تشریحات ملتی ہیں۔ یہ کتاب سوال جواب کی صورت میں لکھی گئی ہے۔ مثلاً "وحدت" کے معنی کیا؟ یک ذات قابل محض۔ "احدیت" کے معنی کیا؟ یک ذات، بلااعتبار صفات۔ اس لحاظ سے اسے ہم کشاف اصطلاحات تصوف کے زمرے میں شامل کر سکتے ہیں۔

دوسری کتاب بھی اسی حوالے سے ہمارے سامنے آتی ہے، جو خواجہ گیسودراز کی تصنیف خلاصۃ التوحید ہے۔ اس میں اصطلاحات کے معانی مختلف حوالوں سے بیان ہوئے ہیں اور باقاعدہ "اصطلاحات" کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ۷۲۰ھ/۱۳۲۰ء میں پیدا ہوئے اور احمد شاہ بہمنی کے تخت نشین ہونے (۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء) تک دکن میں تصوف کے نکات اور رموز بیان کرتے رہے۔ یوں تو ان کے رسائل معراج العاشقین اور رسالہ سہ بارہ تصوف کے نکات اور رموز بیان کرتے ہیں لیکن میں صوفیانہ اصطلاحات کی مختلف معنوی صورتیں بیان ہوئی ہیں۔ جو اصطلاحات سازی کے

تقابلی پہلو کے قریب معلوم ہوتی ہیں۔ اقتباس ملاحظہ ہو[۷]:۔

"ذات بلا اعتبار ہو مرتبہ ہویت بولتے ہیں اور بھی ناماسوت ہیں' ہور اس اصطلاحات کوں اولیائے کامل و محققان واصل بچ اصطلاحات دکن کے اس حال کا ناوں امین دیکھ بولتے ہیں۔ ہور ایچ بولتے ہیں۔" (کذا)

ان صوفیانہ اصطلاحات کے معنی باقاعدہ طور پر بیان کرنے اور اسے موزوں صورت میں مرتب کرنے کی پہلی کوشش عبدالرزاق الکاشی(م ۷۳۰ھ) کی اصطلاحات الصوفیہ (عربی) کی صورت میں ہمارے سامنے آتی ہے' جسے سپرنگر نے ۱۸۴۴ء میں مرتب کرکے کلکتہ سے شائع کیا۔ ناصر الدین محمد اسدالرحمان قدسی کی کتاب علم بیان بحے ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء میں عزیزی پریس آگرہ سے ۱۲۲ صفحات میں شائع ہوئی۔ اس میں تصوف کی اصطلاحات اور ان کی تشریح بیان ہوئی ہے۔ البتہ انھیں لغات کی صورت میں مرتب کرنے کی کوشش اسی دور میں اصطلاحاتِ صوفیاء کے نام سے سامنے آتی ہے۔ اسے خواجہ شاہ محمد عبدالصمد نے تحریر کیا اور دلی پرنٹنگ پریس دہلی سے ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی۔ حال ہی میں اسے لاہور سے مکہ بکس نے دوبارہ شائع کیا ہے۔ مصنف نے اصطلاحات کے مستند معانی بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پورے ذخیرہ ء تصوف کا احاطہ بھی کیا ہے۔ نیز تصوف کے استعاروں' علامتوں اور ادبی رموز کی تشریح بھی کی ہے۔ کتاب میں تقریباً ڈیڑھ ہزار اصطلاحات کی تشریح بیان کی گئی ہے اور انھیں الفبائی ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ اردو میں صوفیانہ اصطلاحات کا پہلا لغات و کشاف ہے۔ مکہ بکس کے ناشرین نے کتاب کے حرف آغاز میں لکھا ہے[۸]:۔

"یہ کتاب ان حضرات کے لیے بھی دلچسپی کا سامان رکھتی ہے جو براہ راست منازل سلوک کی نزاکتوں اور اس کے معانی سے تعلق نہیں رکھتے لیکن تصوف کے زیر اثر پیدا ہونے والے ادب کو گہری سطحوں پر سمجھنا چاہتے ہیں۔"

۱۹۴۰ء کے لگ بھگ دکن سے حکیم خواجہ شمس الدین کا لغت اصطلاحاتِ صوفیہ کے نام سے شائع ہوا۔ جس میں تصوف کی اکثر اصطلاحات کو مع تعریف لکھا گیا ہے[۹]۔ ان اصطلاحات پر مزید جائزے کی صورت میں ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء میں سید اکبر حسینی کی کتاب تبصرۃ الاصطلاحات الصوفیہ کتب خانہ روشنین گلبرگہ (دکن) سے شائع ہوئی[۱۰]۔

ایسی ہی ایک اور کوشش سرِ دلبراں ہے جو نسبتہ" زیادہ مستند سمجھی جاتی ہے۔ اسے شاہ سید محمد ذوقی نے تحریر کیا اور پہلی بار ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء میں محفلِ ذوقیہ کراچی نے شائع کیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء اور تیسرا ایڈیشن ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔ اس کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مصنف کے نزدیک تصوف ایک عملی چیز ہے۔ تاہم انھوں نے کوشش کی ہے کہ مشکل مضامین کو آسان اور عام فہم عبارت میں بیان کر سکیں۔ انھوں نے اصطلاحاتِ تصوف کو دو قسموں (۱) علمی (۲) شاعرانہ میں تقسیم کیا

ہے۔ ہر حصے میں اصطلاحات الفبائی ترتیب سے ہیں۔ ضمیمے میں بعض ایسی اصطلاحات کی وضاحت بھی کی ہے جو ان تشریحات میں ضمنی طور پر آگئی ہیں۔ مصنف کے نزدیک ہر علم و فن اپنی اصطلاحات کا محتاج ہے اور راہِ تصوف میں بھی تکمیِ اصطلاحات کی اشد ضرورت ہے۔ فرماتے ہیں[۱۱]:-

"تصوف میں اصطلاحات کی ضرورت ایک تو اس وجہ سے ہے کہ معمولی زبان محدود اور اپنی لغوی حیثیت سے محدود تر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تصوف میں اس کی اشد ضرورت ہے کہ بعض مضامین رموز و کنایات ہی میں ادا کیے جائیں تاکہ اغیار اور نااہلوں سے پوشیدہ رہیں ..... اگر ان امور کو صاف صاف روزمرہ کی گفتگو میں بیان کر دیا جاوے تو عوام جو حقیقت تک پہنچنے سے قاصر ہیں، کچھ سمجھ لیں۔"

۱۹۷۴ء میں عبدالرزاق الکاشی (کمال الدین الی الغنائم) کی کتاب الارشاد لاہور سے اور ۱۹۸۱ء میں شیخ مبارک علی لاہور سے مکرر شائع ہوئی۔ اس سے پہلے تیرھویں صدی ہجری میں شاید اردو میں بمبئی سے شائع ہو چکی تھی۔ اس کا پورا نام اصطلاحات الصوفیہ مع رسالہ نسبتہ السرمدیہ ہے۔ ۱۶۷ صفحات کا یہ قدیم ترین تشریحی کشاف اصطلاحات کے صوفیانہ مفہوم سے بحث کرتا ہے۔ سب سے قدیم کتاب جو

اصطلاحاتِ تصوف اور سترِ دلبراں کا بھی ماخذ ہے، امام کلاباذی (متوفی ۳۸۰ھ/۹۹۱ء) کی التعرف فی مذہب التصوف ہے جو مکتبہ المعارف لاہور سے ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء میں تعرف کے نام سے شائع ہوئی، اس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن نے کیا ہے۔ ۱۹۷۸ء میں اسے دوبارہ اسلامک بک فاؤنڈیشن نے شائع کیا ہے۔ اگرچہ یہ صوفیاء کے عقائد و احوال سے متعلق ہے لیکن اس میں اصطلاحات ہی کو بنیاد بنایا گیا ہے[۱۲]۔

۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء میں اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور نے ایک اور تشریحی کتاب صد میدان کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے، جس میں تصوف کی سو اصطلاحوں کی تشریح اور معنوی وسعت بیان کی گئی ہے۔ یہ خواجہ عبداللہ انصاری ہروی کی تصنیف ہے جو انھوں نے ۴۴۸ھ میں فارسی میں تحریر کی تھی اور جسے قاہرہ کی فرانسیسی سوسائٹی سے معروف مستشرق بورکی نے شائع کیا تھا[۱۳]۔ حافظ محمد افضل فقیر نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ کتاب ایک طرح سے اصطلاحی قاموس ہے کیونکہ اس میں اصطلاحات کا مفہوم یا مراد، اس کی قسمیں، علامات، مقاصد اور نشانات بیان کیے گئے ہیں۔ اس طرح ان تمام پہلوؤں سے اصطلاح کے معنی متعین ہوتے ہیں۔ مثلاً "تذلل سے مراد اپنی نیاز مندی کے مطابق زندگی گزارنا، عجز و انکساری سے راہ حیات طے کرنا، اور کونین کی عزت کا بیج بونا" بیان ہوئے ہیں جس کے بعد اس کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں اور تین علامتیں، تین قصد اور تین نشانات درج کیے گئے ہیں[۱۴]۔

۱۹۸۲ء میں پٹنہ سے قیوم خضر کی کتاب خضرِ راہ شائع ہوئی ہے۔ اس میں صفحات نمبر ۷۵ تا ۱۸۰ میں مختصر قاموسِ تصوف بطور ضمیمہ میں پانچ سو کے قریب اصطلاحات کی تشریح بیان ہوئی ہے۔ ہمارے لسانی و لغوی نقطہ ء نظر سے یہ ضمیمہ تصوف کی لغت اصطلاحات میں شمار ہوتا ہے۔ اب تک شائع ہونے والی مذکورہ بالا دیگر کتب دراصل تصوف کے میدان کی فنی اور بنیادی کتب ہیں، ان کا تعلق عام علمی، لغوی اور اسنادی تقاضوں سے نہیں ہے۔ اصطلاحات الصوفیہ بلکہ اس کے بعد صحیح معنوں میں سرِّ دلبراں اس موضوع کو نبھاتی ہے۔ لیکن اصطلاحات نگاری کے لحاظ سے خضرِ راہ اس مقصد کو بہتر انداز سے پورا کرتی ہے۔ بصورت دیگر تصوف کی دیگر کتب مثلاً کشف المحجوب وغیرہ میں بھی اصطلاحات کا مفہوم بیان ہوا ہے اور یوں اس میدان میں اصطلاحی کتب کی کمی نہیں۔

۲:۱۰۔ علومِ اسلامی کی اصطلاحات

اردو میں علومِ دینی کی جو اصطلاحات داخل ہوئیں، ان کا اندازہ ہمیں محمد اعلیٰ بن علی تھانوی کی کشافِ اصطلاحات الفنون، نواب صدیق حسن خان کی ابجد العلوم اور احمد نگری کی جامع العلوم سے بخوبی ہو جاتا ہے، جن کا ذکر ہم عربی اصطلاحات سازی کے ضمن میں فصل چہارم میں کر چکے ہیں۔ یہ کتابیں عربی میں تھیں لیکن اردو میں ان اصطلاحات کا استعمال عام تھا۔ البتہ انھیں مرتب کرنے کی کوششیں حال ہی میں ہوئیں۔ اسلامی اصطلاحات کی جمع آوری کے لیے اہل یورپ کی خدمات کا ذکر اگلے باب میں ملاحظہ ہو۔ مقامی افراد میں سے ۱۹۴۸ء میں عبدالمجید بھٹی کا اسلامی لغت ہونہار بک ڈپو لاہور سے شائع ہوا، جس میں اصطلاحی خدمات انجام دی گئی ہیں۔ ایسی ایک کوشش سلطان محمود کی اصطلاحات المحدثین ہے جسے ۱۹۶۹ء میں اثری ادارہ نشر و اشاعت ملتان نے شائع کیا۔ صرف ۳۲ صفحات کا یہ کتابچہ اردو میں دینی اصطلاحات کی اہم کاوش ہے۔ ۱۹۸۹ء میں قائداعظم لائبریری لاہور کی طرف سے اصطلاحات حدیث از دکتور محمود الطحان، ترجمہ: محمد سعد صدیقی شائع ہوا ہے۔ اس میں سو، سوا سو اصطلاحات پر بحث کی گئی ہے۔ یہ بھی اصطلاحات المحدثین کی طرح علم حدیث کی ایک کتاب ہے جس کے بہت جلد بعد انجمن ترقی اردو پاکستان نے مصطلحاتِ علوم و فنونِ عربیہ کے نام سے محی الدین غازی اجمیری کی کتاب شائع کی۔اس کا پہلا ایڈیشن ۷۷-۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ کتاب کے مقصد اشاعت سے اس ذخیرے کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے، جو اب محو ہوتا جا رہا ہے۔ جمیل الدین عالی "حرفے چند" کے عنوان سے دیباچے میں لکھتے ہیں[15]:۔

"اردو زبان میں ایسی کتاب کی ضرورت جیسی آج ہے، کبھی پہلے نہ تھی۔ آج ایسے لوگ آہستہ آہستہ ختم ہوتے جا رہے ہیں جو اپنی ابتدائی مذہبی تعلیم اور عربی فارسی سے لازمی واقفیت کے سبب بہت سی مصطلحات ملیہ سے واقف تھے۔

آج کیفیت یہ ہے کہ ایک طرف تو ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے اور دوسری طرف ادھیڑ عمر کے لوگ بھی بھولتے جا رہے ہیں۔ تیسری طرف نئی نسل ہے۔ جو صرف تھوڑی بہت انگریزی جانتی ہے اور اس کے ذریعے بھی ان مفاہیم اور مطالب تک اس کی دسترس نہیں جو صرف مذہبی اور ثقافتی تقریر و تحریر بلکہ فکری مشتوں کے لیے بھی ناگزیر ہیں۔ ساتھ ہی ایک نیا سلسلہ بھی ابھر رہا ہے بہت سے لوگ جو کلاسیکی علم کے احیا پر زور دیتے ہیں اور اس باب میں مخلصانہ ذوق و شوق سے کام لیتے ہیں، اکثر مصطلحاتِ ملیہ کو بالکل غلط معنی میں استعمال کرتے ہیں۔"

اندازاً اس کتاب میں اڑھائی ہزار اصطلاحات ہیں جن کی نوعیت کشافی/ تشریحی ہے۔ تعارف منتخب الحق خیر آبادی نے لکھا ہے، جس کے مطابق غازی صاحب ۱۹۶۳ء میں جامعہ محمدی جھنگ کے پرنسپل تھے اور چالیس برس تحریک پاکستان کے لیے کام کیا تھا۔ اصطلاحات عام طور پر عربی سے لی گئی ہیں اور زیادہ تر لفظی معانی دیے گئے ہیں۔ علوم کا دائرہ کار الہیات، مجردات، علویات، سفلیات، افلاک و عناصر، طبیعیات اور ریاضیات (جو مسلمان علمائے دین اکثر استعمال کرتے ہیں) کو محیط ہے۔

اسلامی فقہ اور قانون کے حوالے سے اردو میں ایک کوشش ۱۹۸۷ء میں کشافِ اصطلاحاتِ فقہ کے نام سے ہمارے سامنے آتی ہے۔ جسے ڈاکٹر محمد اسلم خاکی ایڈووکیٹ نے مرتب کیا ہے۔ اسے لاہور سے نیوبک پیلس نے شائع کیا ہے۔ اس میں اصولِ فقہ، معاملات، عبادات، تعزیرات، مناعات وغیرہ کے سلسلے میں اسلامی اصطلاحات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ تشریحات مستند کتابوں کے حوالے سے بیان ہوئی ہیں۔ البتہ اصطلاح کا مفہوم بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے، تعریف اور تشریح تحدید کے ساتھ بیان نہیں کی گئی۔ کتاب میں ساڑھے سات سو (۷۵۰) کے قریب اصطلاحات جمع کی گئی ہیں۔ کچھ ایسی ہی صورت حق محمد کی اسلامی اصطلاحات، راولپنڈی (۱۹۸۷ء) کی ہے۔

اسلامی قانون کا ایک اور ذخیرہ اصطلاحات ڈاکٹر ساجد الرحمان صدیقی نے کشافِ اصطلاحاتِ اسلامی قانون (فقہ) اور (اصولِ فقہ) (۱۹۹۱ء) کے عنوان سے دو جلدوں میں مرتب کیا ہے، جو مقتدرہ قومی زبان نے شائع کیا ہے۔ اس میں اصطلاحات کی تعریف اور تشریح مستند ماخذوں کے حوالے سے بیان کی گئی ہے۔ اسے بھی ہم سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات کو مرتب کرنے کی ایک کوشش قرار دے سکتے ہیں[۱۲]۔

اسلامی فقہ اور اصول کی بہت سی اصطلاحیں مستشرقین نے بھی جمع کر دیں، جن کا ذکر گیارھویں باب میں کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے اکثر علماء نے اپنی کتابوں میں اصطلاحات سازی کی خدمات بھی انجام دی ہیں جن میں مولانا شبلی، مولانا عبدالماجد دریا بادی، سید سلیمان ندوی، ابوالکلام آزاد، اور اشرف علی تھانوی، سید ابوالاعلیٰ مودودی، غلام احمد پرویز،

مولانا امین احسن اصلاحی، ابوالحسن علی ندوی، سید صباح الدین عبدالرحمان وغیرہ قابل ذکر ہیں لیکن چونکہ ان کی کتابوں میں باقاعدہ اصطلاحات نگاری یا لغات مرتب نہیں کیے گئے، اس لیے ان کا مطالعہ ہمارے موجودہ جائزے میں شامل نہیں، سوائے الہلال میں شائع ہونے والی اصطلاحی بحث کے جس کا جائزہ بارھویں باب میں پیش کیا گیا ہے۔

۳:۱۰۔ مسیحی اصطلاحات

اردو میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ ساتھ عیسائیوں خصوصاً عیسائی مشنریوں کی خدمات بھی قابل ذکر ہیں۔ عیسائیوں سے متعلق اصطلاحات کو مرتب کرنے کا باقاعدہ آغاز سیرام پور میں بائبل کے ترجے کی کوششوں کے ساتھ ہو گیا تھا جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد سے پہلے ہندوستان کی مقامی زبانوں میں عیسائیت کی تبلیغ کر رہے تھے۔ اردو میں ان کے کام کا آغاز اٹھارویں صدی میں ہوا، جب انجیل کے تراجم ہونا شروع ہوئے۔ البتہ ایک قدیم پرتگالی مشنری انتونیو داسلدانا Antonio de Saldahna (جس کی وفات ۱۶۶۳ء کو ہوئی) نے دعاؤں کی ایک کتاب Rosas کے عنوان سے مرتب کی تھی، جس میں ہندوستانی لغت بھی شامل تھا۔ اس کا قلمی نسخہ سینٹ لزبوا کے کتب خانے میں موجود ہے[۱۷]۔ انجیل کا اردو ترجمہ ۱۷۵۰ء میں کلکتہ سے شائع ہوا تھا، جو کالبرگ نے کیا تھا۔ "عہد نامہ قدیم" کا ایک ترجمہ عبرانی سے اردو میں ۱۷۶۷ء میں ہوا جسے برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی نے فارسی رسم الخط میں شائع کیا۔ اس میں حوالے بھی دیے گئے ہیں[۱۸]۔ یہی حوالے آگے چل کر اصطلاحات کی بنیاد ٹھہرتے ہیں۔ اس کے بعد بہت سے تراجم ہوئے، جن میں ولیم ہنٹر (۱۸۰۵ء) اور ڈاکٹر ماتھر (۱۸۴۱ء) کے ترجے بھی شامل ہیں۔ ڈاکٹر ماتھر کا ترجمہ مرزا پور، نارس سے شائع ہوا اور اس کے ساتھ ایک فرہنگ بھی تھی، جو ۱۸۶۱ء میں الگ طور سے لندن سے Glossary Hindoostani and English کے نام سے شائع ہوئی[۱۹]۔ اسے ہم اردو میں عیسائی اصطلاحات کی بنیاد کہہ سکتے ہیں لیکن ان اردو اصطلاحات کو آگے چل کر مسز ماتھر نے تشریحی انداز سے اردو ہی میں مرتب کیا اور یوں پہلی بار اردو کے عیسائی ذخیرہ اصطلاحات کی بنیاد پڑی۔

مسز ماتھر کا بائبل کے ترجموں پر مشتمل لغاتِ کتابِ مقدس ۱۸۷۵ء میں مرزا پور مشن پریس سے شائع ہوا۔ اس پر پادری ایم اے شیرنگ نے نظرثانی کی تھی۔ اصطلاحات اور تشریحات رومن اردو میں درج کی گئی ہیں اور ان کی تشریح بھی رومن اردو میں ہے۔ اصطلاحات کو انگریزی حروف تہجی کی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ اس میں کتاب مقدس میں آنے والی تعلیمات، مقامات، افراد، نباتات، حیوانات کے ناموں کی تشریح کی گئی ہے۔ گویا یہ ایک طرح سے بائبل کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ کتاب ۵۷۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ دیباچے میں پادری شیرنگ لکھتے ہیں[۲۰]:-

"اس کی عبارت صاف اور سلیس ہے۔ وہ پہلے پادری ڈاکٹر ماتھر صاحب کی میم صاحبہ کی طرف سے تالیف ہوئی ہے۔ اس راقم کا کام یہ ہوا کہ کتاب کی بعضی باتوں کو صحیح کر دیوے اور اس کے چھپنے کے لائق بناوے۔"

اس لغت میں زیادہ تر اسماء شامل ہیں تاہم جہاں دیگر تصورات پر مبنی اصطلاحات ہیں، ان کے جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلامی اصطلاحات کو اردو میں مترادفات کے طور پر دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً "ابراہیم خلیل اللہ، روزہ، قربانی" وغیرہ۔ اصطلاحات سازی میں عربی، فارسی اور ہندی تراکیب شامل ہیں۔ مثلاً "گاؤمیش" "عبادت خانہ" "ماہی خور" "سالِ مقدس" "شمع دان"؛ عربی اصطلاحات: "محلات" "سلاطین"؛ ہندی اصطلاحات، مثلاً وھیل کے لیے "مہامچھ" وغیرہ۔ ترکیب میں اردو حروف اضافت "کا، کی، کے" کا استعمال بھی عام ہے۔ مثلاً "سبت کا دن" "رفاعیوں کی وادی" "نذر کی روٹیاں" وغیرہ۔ اس لغت کا ایک نسخہ کتب خانہ مقتدرہ میں موجود ہے۔

۱۸۸۷ء میں الہ آباد سے پادری ایونگ نے **لغاتِ یونانی** شائع کیا، جس میں وہ سب الفاظ ہیں جو عہد نامہ جدید کے اصل یونانی نسخوں میں پائے جاتے ہیں۔

عیسائیوں نے کتابِ مقدس کے ترجمے میں استعمال ہونے والے اردو الفاظ کے یہ لغات مرتب تو کیے لیکن انگریزی سے اردو میں اصطلاحات کے ایک معیاری لغت کی ضرورت نے انھیں بے چین کیے رکھا۔ وجہ ظاہر تھی کہ اردو ترجمے میں جو اردو مترادفات ان کے سامنے آتے تھے، ان کا اصطلاحی مفہوم اسلامی دینی لحاظ سے متعین تھا۔ مثلاً روزہ، نماز وغیرہ۔ چنانچہ انھوں نے ایک ایسے معیاری لغت کی بنیاد رکھی جس میں اس مفہوم سے گریز کیا گیا ہو۔ مدتوں کی کوششوں سے ایسا ایک لغت پاکستان میں حال ہی میں شائع ہوا ہے جس کا جائزہ پندرھویں باب میں تاریخی طور پر لیا گیا ہے۔

۴:۱۰ - ادبی اصطلاحات

اردو کی ادبی اصطلاحات سازی میں پہلی کتاب ہم **دریائے لطافت** (۱۸۵۲ء) کو قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر کام اس کے دوسرے حصے میں انشاء کے ساتھ شریک مصنف مرزا قتیل (وفات ۱۸۲۴ء) کا ہے۔ انھوں نے منطق کی اصطلاحات کے لیے باقاعدہ اردو اصطلاحات سازی کی۔ ان کا یہ کام ہم تخلیص اردو کے زمرے میں شامل کر سکتے ہیں۔ ان کی اس جدت میں صرف اردو مترادفات آتے ہیں مثلاً تصور کے لیے "دھیان" "موضوع کے لیے "بول" محمول کے لیے "بھرپور" مثلث کے لیے "تکڑا" مربع کے لیے "چوکڑا" وغیرہ ہیں۔ قاضی عبدالودود اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علمی حیثیت سے اس رسالے کی کوئی وقعت نہیں لیکن مصطلحات ملیہ کو ٹھیٹ ہندی الفاظ میں ترجمہ کرنے کی یہ پہلی کوشش ہے[۱۱] مندرجہ ذیل مثالوں کے ساتھ "پوراجوڑ" (موجبہ)، "پوراتوڑ" (سالبہ)،

چپ چپاتی (غیر لفظی)، پھنگل (مفرد) اور بگاڑ (تناقض) جیسی مثالیں خالص اردو کی ہیں۔

اردو میں ادبیات کے مطالعے اور اس سلسلے میں باقاعدہ اصطلاحات سازی کا کام کہیں بیسویں صدی میں جا کر ہوا اس سے پہلے اردو کی تنقیدی مصطلحات موجود تھیں، مولانا حالی نے مقدمہ شعرو شاعری میں ایسی اصطلاحات کا تذکرہ کیا ہے مثلاً "چست بندش" وغیرہ یا پھر شعری صنعتوں اور علم عروض کی اصطلاحات مستعمل تھیں لیکن انھیں مرتب نہیں کیا گیا تھا۔ ایسی تنقیدی اصطلاحیں دراصل شمس الدین فقیر کی حدائق البلاغت (۱۷۵۵ء) کے ترجے از امام بخش صہبائی (۱۸۷۷ء) سے رائج ہوئیں۔ (اس کتاب کا فرانسیسی ترجمہ ۱۸۴۴ء میں پہلی بار دی جرنل ایشیاٹک میں ملتا ہے جو دوسری بار مسلمان قوم میں علم بیان کے نام سے ۱۸۷۳ء میں شائع ہوا[۲۲]۔ (ترجمہ از دتاسی)۔

ایسی بعض اصطلاحات مرزا سجاد بیگ دہلوی کی تسہیل البلاغت، حیدر آباد دکن (۱۳۳۹ھ) میں ملتی ہیں۔

بعض ایسے لغات انیسویں صدی سے شائع ہونا شروع ہو گئے تھے، جن کے ناموں سے ہمیں اصطلاحات سازی کا التباس ہوتا ہے لیکن ان میں محاوروں اور تلمیحات کا بیان ہے۔ پہلے باب میں ہم اصطلاح کے مفہوم کی وضاحت میں اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ ایسی کتابوں میں قدیم تر محمد اشرف علی اشرف کی مصطلحاتِ اردو ہے، جو لکھنؤ سے مطبع نامی نے ۱۸۹۰ء میں شائع کی تھی۔ یہ وہ دور تھا، جب اردو اصطلاحات سازی اپنی ابتداء میں تھی۔ اس میں روز مرے اور محاورے بیان ہوئے ہیں۔ ایسی ہی ایک کوشش ڈاکٹر سید حامد حسین کی اردو شاعری میں مستعمل تلمیحات و مصطلحات کی ہے۔ جو بھوپال سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی ہے۔ مرزا جان طپش کی کتاب شمس البیان فی مصطلحات الہندوستان کا ذکر بھی ہم پہلے باب میں کر چکے ہیں جسے عابد رضا بیدار نے مرتب کر کے خدابخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ کے جرنل میں ۱۹۷۷ء میں اور علیحدہ طور سے ۱۹۷۹ء میں شائع کیا تھا۔ اس طرح خواتین کے محاورات اور مصطلحات پر مشتمل ایک لغت سید احمد دہلوی نے ۱۹۱۷ء میں دفتر فرہنگِ آصفیہ دہلی سے لغات النساء کے نام سے شائع کیا۔

ان کتابوں میں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، تراکیب، محاورات، تلمیحات اور ان کے ادبی، مجازی معانی کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس لیے علمی و تکنیکی طور پر ہم انھیں اصطلاحی لغات کے زمرے میں شامل نہیں کر سکتے۔ البتہ ہمیں ان میں بعض استعارے اور اصطلاحیں جھانکتے ہوئے نظر آتے ہیں جو کبھی اپنے اصطلاحی مفہوم میں مستعمل رہے لیکن اب محض محاورہ بن کر رہ گئے ہیں جیسے "پخ لگانا" اب محاورہ ہے مگر اس کے اصطلاحی معنی معماری میں "ستون کے پتھر کے پہلو تراشنا" ہیں جو اب ہماری نظر سے اوجھل ہو چکے ہیں۔

اصطلاحاتِ شاعری کا ایک ذخیرہ ہمیں صوفی وارثی میرٹھی کی شعرو قافیہ میں مل جاتا ہے جسے ۱۹۵۲ء میں لاہور سے خواجہ گلزار احمد نے شائع کیا تھا۔ اسے دوبارہ مظفر وارثی نے

اضافوں کے ساتھ ۱۹۹۱ء میں مکتبہ عالیہ لاہور سے شائع کرایا ہے۔ اس میں شعری اصطلاح کی تشریح کی گئی ہے، علاوہ ازیں اس میں بحروں کے نام اور دیگر اصطلاحیں بھی مل جاتی ہیں۔

قاضی عبدالقدوس عرشی ڈبائیوی کی کتاب **اردو تلمیحات و اصطلاحات** ۱۹۹۱ء میں لاہور سے مکتبہ عالیہ نے شائع کی ہے۔ اس میں کہیں کہیں اصطلاحات ملتی ہیں۔ زیادہ تر محاوروں تشبیہوں، استعاروں اور تلمیحوں کی تشریح بیان کی گئی ہے۔ اصطلاحات بھی زیادہ تر اسمی ہیں، فعلی اور کیفی اصطلاحیں بہت کم ہیں۔ان میں تصوف، علوم اسلامی اور تاریخ سے متعلق اصطلاحیں زیادہ ہیں۔

انشا پردازی کی بعض اصطلاحات ہمیں **اصول لغت اردوئے معلّٰی** (۱۹۳۵ء) میں مل جاتی ہیں، جسے پیسہ اخبار لاہور نے شائع کیا تھا۔ اس میں سماعی، قیاسی، مثالیہ، تابع مہمل، ربط کلام و تسلسل، استدراک، استفہام جیسی مستعمل اصطلاحات ملتی ہیں۔

پیسہ اخبار ہی کا شائع کردہ نجم الغنی کا **تسہیل اللغات** بھی اس زمرے میں آتا ہے۔

۱۰:۵۔ پیشہ ورانہ اصطلاحات

اردو میں سب سے قدیم ذخیرہ ء اصطلاحات یقیناً ان پیشہ ورانہ اصطلاحات کا ہے، جو صدیوں سے برصغیر کے محنت کشوں کی زبان پر مستعمل ہیں اور اب اردو زبان کا جزو بن گئی ہیں۔ ہمارے ہاں ان پیشوں، حرفوں اور ہنروں کے آلات، اوزار، مسالے، عمل، طریقے، نسخے، ترکیبوں وغیرہ کے اصطلاحی نام موجود تھے، جو لسانی چاک پر ڈھلتے رہے اور پھر رفتہ رفتہ محاوروں اور روز مروں کا حصہ بن گئے۔ جب انگریزی سے اردو میں تکنیکی اور پیشہ ورانہ اصطلاحات ترجمہ ہونا شروع ہوئیں تو اس عظیم ورثے سے ناوقف ہونے کی بنا پر اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جا سکا اور یوں نئے ترجمے وجود میں آنے لگے، جیسے "گھرنعل" کی اصطلاح پہلے سے مستعمل تھی لیکن Horse Shoearch کا ترجمہ سید علی بلگرامی نے "نعلِ اسپ محراب" کر دیا یا "گھرگرد مصفا" کی بجائے Flower of Sulpher کا ترجمہ "گلِ گندھک" کر دیا گیا۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں[۴۲]:

> "جب سے ہم نے اپنی صنعت و حرفت کی طرف سے بے رخی کی ہم اپنے لفظ بھی بھول گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی جگہ بھدے اور ثقیل الفاظ نے لے لی۔"

۱۸۳۹ء میں مرزا محمد علی اکبر الہ آبادی کی کتاب **مصطلحاتِ ٹھگی** لیتھوگرافک چھاپہ خانہ، کلکتہ سے شائع ہوئی تھی۔ یہ بھی دراصل محاورات اور روزمرں پر مشتمل مخصوص پیشے کی زبان (Code words) کو بیان کرتی ہے۔ ۳۰-۱۹۲۹ء میں محمد منیر لکھنوی نے مطبع مجیدی کانپور سے **بازاری زبان و اصطلاحاتِ پیشہ وراں** شائع کی۔ اس میں عوامی زبان اور محاوروں کے ساتھ ساتھ قدرے اصطلاحات ملتی ہیں۔ سید احمد دہلوی نے بھی

پیشہ وروں کی اصطلاحات' ذخیرہ ء الفاظ اور محاورات پر ایک کتاب تکمیل الکلام لکھی تھی۔ ۱۸۵۹ء میں اس اردو ذخیرے کے پانچ ہزار الفاظ ریورٹی جیسے مستشرق نے اپنے تکنیکی انگریزی اردو لغت Thesaurus of Technical Terms میں ہرٹ فورڈ سے شائع کر دیے۔ اس میں فن تعمیر اور دیگر پیشوں سے متعلق سابقہ ذخیرہ انگریزی الفاظ کے ہمراہ مرتب ہو گیا ہے اور یوں یہ اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے۔ ۱۸۷۶ء میں دہلی سے شائع ہونے والی اورینٹل کالج لاہور کے محمد نجم الدین کی کتاب نجم الامثال' دہلی (۱۸۸۲ء) کی جلد دوم میں ہمیں مقامی پیشہ وروں کی اصطلاحات اور اوزاروں کے نام ملتے ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں پیسہ اخبار لاہور سے اس کا چوتھا ایڈیشن شائع ہوا۔ ستمبر ۱۹۲۸ء کے رسالہ امریکن اورینٹل سوسائٹی میں اے کے کمار سوامی نے ہندوستانی اصطلاحاتِ معماری شائع کیں۔ پیشہ وروں کی اصطلاحات کا کچھ کام رچرڈ سی ٹیمپل نے بھی انجام دیا۔ انھوں نے پیپر ماشی کے نقاشوں اور مصوروں کی تجارتی اصطلاحات پر ایک مقالہ جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ' جلد ۵۳ میں صفحات ۱ تا ۲۴ میں اور دہلی کے دلالوں کی اصطلاحات پر مقالہ The Indian Antiquary جون ۱۸۸۵ء میں لکھا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ایچ اے روز کا مرتبہ لغتِ پنجابی ملتا ہے' جو انھوں نے The Indian Antiquary کے مختلف شماروں میں ۱۹۰۸ء سے شائع کرنا شروع کیا' اس میں لکڑی' چمڑے' لوہے' کپڑے' ریشم وغیرہ کے نام کی اصطلاحات کا ذکر ملتا ہے جو پنجاب میں مستعمل تھیں۔

مولوی عبدالحق نے اردو کی ان پیشہ ورانہ اصطلاحات کو جمع کرنے کا کام شروع کیا لیکن دشواریوں کے پیش نظر وہ یہ کام مکمل نہ کر پائے اور اسے مولوی محمد ظفر الرحمان دہلوی کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے آٹھ جلدوں میں ان تمام اصطلاحات کو مرتب کر دیا۔ ۱۹۳۹ء میں انھیں انجمن ترقی اردوئے ہند' دہلی نے شائع کرنا شروع کیا۔ اس کی دوسری تیسری جلد ۱۹۴۰ء میں' چوتھی اور پانچویں ۱۹۴۱ء' چھٹی ۱۹۴۲ء' ساتویں ۱۹۴۳ء اور آٹھویں ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئی انھوں نے اسے کراچی سے بھی دوبارہ شائع کرنا شروع کیا۔ پہلی جلد ۱۹۷۵ء دوسری ۱۹۷۶ء' تیسری ۱۹۷۷ء' چوتھی ۱۹۷۸ء اور پانچویں ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئیں۔ باقی تین جلدیں ابھی دوبارہ شائع نہیں ہو سکیں۔ مولوی ظفرالرحمان دہلوی نے اس ذخیرے کو مرتب کرنے میں کس قدر محنت کی ہے' اس کا اندازہ ان جلدوں میں موجود فہرستوں کو دیکھ کر بخوبی ہو جاتا ہے۔ خود مولوی صاحب بھی فرہنگ پیشہ وراں کے دیباچے میں لکھتے ہیں:۔

"جس قدر الفاظ جمع کیے گئے وہ پیشہ وروں کے پاس بیٹھ کر اور سن کر بڑی کوشش اور غور سے سمجھے اور معلوم کیے گئے ہیں۔"

نہ صرف یہ بلکہ انھوں نے برصغیر بھر کے معروف شہروں اور معیاری زبان کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان اصطلاحات کو جمع کیا ہے اور ان کے مترادفات بھی جو برصغیر کے دیگر مقامات پر موجود تھے' جمع کیے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ صنّاعی کی مختلف

کتابوں، بلکہ انگریز مصنفوں کی کاشتکاری، پارچہ بافی اور قالین بافی کی کتابوں کے ساتھ ان کا موازنہ بھی کیا گیا ہے۔ ان کے اندازے میں پوری فرہنگ دس جلدوں اور دو سو پیشوں کی بیس ہزار اصطلاحات پر مشتمل ہو گی۔ ان میں سے صرف آٹھ جلدیں سامنے آسکی ہیں۔ جن میں ڈیڑھ سو پیشوں کی تقریباً پندرہ ہزار اصطلاحات مع تشریحات مرتب ہو کر سامنے آئی ہیں۔ اس ذخیرے میں معماری، تعمیرو آرائش، لباس، ظروف سازی، خوراک، پکوان، زیورسازی، سنگساری، فنون لطیفہ، نقاشی، کتابت و طباعت، سواری، باربرداری، کشتی رانی، کاشتکاری، باغبانی، آبپاشی، لوہے، دھات، لکڑی کے مختلف کام، طبی، میکانکی سے لے کر مشاغل، کھیل، شعبدہ بازی تک کے متعدد پیشوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ اصطلاحات زیادہ تر اسماء (اشیا، پرزوں، آلات اور حصوں کے ناموں) پر مشتمل ہیں۔ چند مصادر بھی ہیں۔ صفاتی اور فعلی اصطلاحات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اسم کیفیت البتہ موجود ہے۔ تذکیرو تانیث بھی دی گئی ہے، البتہ ان کے انگریزی متبادل درج نہ ہونے کے باعث جدید اصطلاحات سازی (انگریزی۔ اردو) میں اس سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کیا جا رہا۔

۱۹۱۴ء کے اواخر میں ایس بی سید کی کتاب Hindustani Without a Master کے آخر میں لشکری ہندوستانی اصطلاحات بھی ملتی ہیں۔ ۱۹۴۱ء میں اس کا چھٹا ایڈیشن لندن سے Routledge کمپنی نے شائع کیا۔ فارسی میں بھی ایسی بہت سی ہندوستانی اصطلاحات مغلیہ دور تک مرتب ہوتی رہی ہیں۔ جن کا علم پہلے ہمیں **مراۃ الاصطلاح** از آنند رام مخلص (۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء) سے ہوتا ہے جیسے بیضۂ الوان، ترنج طلا اور ستی کی رسوم، بادہ نیشکر، زر بفت، توتیا قلم، سنگ نمک، شکار قمرغہ، عطر گلاب، میناکار جیسی اصطلاحات موجود ہیں[۲۵]۔ اسی طرح ایک اور فارسی لغت **مصطلحات الشعراء** از وارستہ سیالکوٹی مل میں پیشہ وروں کی اصطلاحات، منشیوں، پہلوانوں، بازی گروں وغیرہ کے خاص الفاظ و اصطلاحات بھی موجود ہیں[۲۶]۔

۶ : ۱۰۔ دفتر، مالگزاری اور قانون کی اصطلاحات

اردو میں دفتری، انتظامی اور قانونی اصطلاحات کے لیے ماخذ زبانوں کی ترتیب عربی، فارسی، مقامی اور انگریزی ہے۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ لکھتے ہیں کہ آٹھویں سے سولھویں صدی عیسوی تک دنیائے اسلام کی مختلف ریاستوں میں انتظامی ڈھانچے اور تنظیم کی مختلف صورتیں ارتقاء پذیر ہوئیں۔ ان کا ریکارڈ موجود ہے۔ خاص طور پر سلطنت دہلی اور مغلیہ شہنشاہیت (اور ان سے زیادہ عثمانی سلطنت) کا ریکارڈ وغیرہ۔ اس تاریخی سرمائے میں انتظامی اصطلاحات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔

برصغیر میں ان موضوعات پر وضع اصطلاحات اور انھیں مرتب کرنے کا کام مغلیہ عہد میں ہوا تھا۔ یہ اصطلاحات عربی، فارسی اور مقامی زبانوں کے امتزاج سے وجود میں آئی

تھیں۔ مالگزاری کی اصطلاحات پر پس منظر کی فصل چہارم میں فرہنگِ کاروائی' رسالہ اصطلاحاتِ مالگزاری اور مراۃ الاصطلاح کا ذکر آچکا ہے۔ ذیل میں ہم اس دور میں وضعِ اصطلاحات کے عمل کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے۔ دفتری اصطلاحات عہد مغلیہ میں باقاعدہ وضع کی جانے لگی تھیں۔ عوام چونکہ ہندی' ہندوستانی/اردو اور دیگر مقامی زبانیں بولتے تھے' اس لیے برصغیر کی مقامی زبانوں کا اس اصطلاحات سازی پر اثر پڑنا لازم تھا۔ لیکن ان اصطلاحات کی تشریحات اور لغات کی تدوین فارسی میں کی گئی جو مغل دربار کی زبان تھی۔ اصطلاحات سازی کا یہ عمل سولھویں سے انیسویں صدی کے اوائل تک ہوا۔ یہ بجا ہے کہ مغلیہ دور کی دفتری زبان اردو نہیں تھی لیکن ڈاکٹر جمیل جالبی اور حافظ محمود شیرانی کی اس بات کو آسانی سے رد نہیں کیا جا سکتا کہ شاہ جہاں کے دور میں اردو دفتروں میں استعمال ہوتی تھی۔ محض مسعود حسین خان کے حوالے سے اردو کی بجائے برج بھاشا کے حق میں دلائل نہیں دیے جا سکتے جیسا کہ ایک فاضل محقق نے کیا ہے[۲۸]۔ جنوب/دکن کی عادل شاہی سلطنت میں تو اردو کے بطور دفتری زبان استعمال کا علم اکبر کے دور سے بھی پہلے سے ہوتا ہے' یہ اردو دکھنی تھی یا نہیں' اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں اور نہ یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ وہ مرہٹی تھی یا تلگو کیونکہ اردو کا جو کینڈا دکن میں فروغ پا رہا تھا' اس پر یہ تمام مقامی زبانیں اثر انداز ہو رہی تھیں۔ نعمان احمد صدیقی نے اپنے مقالے مغلوں کا نظام مالگزاری میں اس دور کے اصطلاحی تعامل پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے[۲۹]۔ وہ لکھتے ہیں:-

"مال کی اصطلاح سے مالگزاری کا اصل تخمینہ مراد تھی جو کہ مزروعہ اراضی پر فصل کی شرح یا نقدی شرح کے حساب سے لگایا جاتا تھا۔ "جہات" وہ محصولات تھے جو مال کا تخمینہ لگانے کے سلسلے میں عاید شدہ اخراجات کو پورا کرنے کی غرض سے لیے جاتے تھے۔ "سائرجہات" یا سائر الجہات میں تمام دوسرے محصولات شامل تھے جو مال و جہات کے علاوہ اور اوپر وصول کیے جاتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "سائر جہات" کی اصطلاح کا استعمال جہاں وسیع مفہوم میں ہوتا تھا' وہاں ساتھ ہی محدود مفہوم میں بھی ہوتا تھا۔ وسیع مفہوم کے اعتبار سے یہ سائر الجہات کا دوسرا نام تھا اور اس کے ذیل میں مال وجہات کے علاوہ متفرق محصولات شامل تھے' مگر محدود مفہوم میں جیسا کہ وہ موضع کی جمع کے حسابات میں مستعمل تھا' اس میں فقط وہ محصولات شامل تھے جو مال و جہات کی وصولیابی کے دوران عاید شدہ اخراجات کو پورا کرنے کے لیے اور زراعت سے وابستہ جماعت کے خرچوں کو بیباق کرنے کی غرض سے وصول کیے جاتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں جو محصولات شامل تھے' ان کو "طلبانہ"، "شنگی"" "پٹہ داری" اور "صادرو وارد" کہا جاتا تھا۔"

مال، شتی، پٹہ جیسے الفاظ ہمیں مقامی اثر کا پتا دیتے ہیں۔ دیوان کی اصطلاح مغلوں کے ہاں پہلے وزیر کے لیے اور پھر وزیر کی اصطلاح استعمال ہونے لگی۔ اکبر اور جہانگیر کے عہد کو اصطلاحی ارتقاء کا دور کہا جاتا ہے اور شاہجہان کے عہد تک یہ ارتقاء مکمل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اورنگزیب کا عہد آتے ہی وزیر کی اصطلاح دیوان سے الگ ہو جاتی ہے اور دیوان محض انتظامی سربراہ کو کہا جانے لگا۔ اسی طرح محال اور پرگنہ کی اصطلاحیں کبھی متبادل اور کبھی مختلف معنی میں استعمال میں آنے لگیں۔ "پرگنہ متعدد مواضعات پر مشتمل مال اور علاقائی اکائی کو ظاہر کرتا تھا اور محال خالص مالی اکائی تھی۔ مثلاً "محال کرٔ پارچہ" محال سائر بلدا"۔[۳۰]

جاگیر کی اقسام، احوال دستور اعظم، احوال تنخواہ، سرکاری مراسلت کے متعلق امور، سرکاری لباس، آداب، درخواستوں، عرض داشتوں، نظم و نسق سے متعلق اصطلاحات کا علم ہمیں مرآۃ الاصطلاح (۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء) سے ہوتا ہے۔[۳۱]

مغل عہد میں جو دفتری اصطلاحات رائج تھیں، ان میں سے وزیر، دیوان، موضع، کاشتکار، مالگزاری، زمیندار، پٹہ دار، خدمت گار، تعلقہ دار، مال واجب، اہلکار، منصب دار، عامل، قانون گو، چودھری، اجارہ، حاصل، نظم و نسق، جیسی مثالوں کا آج بھی مستعمل ہونا یہ باور کراتا ہے کہ ہمارے دفتری اور مال گزاری کے نظام پر عہد مغلیہ کے اصطلاحی ورثے کا اثر ہے۔ اس ذخیرے کو مستشرقین نے مرتب اور مدون کرنے اور انگریزی میں ان کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور یوں یہ سارا ذخیرہ ان کے ذریعے محفوظ ہو کر ہم تک پہنچا ہے۔ خصوصاً" ولکنز، ولسن، وائٹ ورتھ، ٹیلن وغیرہ کے دفتری لغات میں ان کا معتدبہ حصہ جمع ہو چکا ہے۔ نواب عزیز جنگ ولا کی کتابوں اعظم العطیات (۱۸۸۹ء)، عطیات آصفی (۱۹۰۴ء)، مصطلحات دکن (۱۹۰۴ء) اور شیرازہ دفاتر (۱۹۰۷ء) سے ہمیں مغل دور کی ایسی اصطلاحات کا علم ہوتا ہے جن کا چلن اردو میں عام تھا۔ ان سب پر مبنی ایک کشاف اصطلاحات ضیاء الدین احمد شکیب اور حسن الدین احمد نے جامع العطیات کے نام سے حیدر آباد دکن سے جنوری ۱۹۴۷ء میں شائع کیا ہے۔ انھوں نے اسے ایک قابل قدر مجموعے کی حیثیت دی ہے۔ انھوں نے عطیات کی اصطلاحات کے ساتھ ساتھ کتابداری اور اصلاحات ممیزہ بھی فراہم کی ہیں۔ جہاں تک ممکن ہوا ہر اصطلاح کے ساتھ اس کا انگریزی مترادف درج کیا گیا ہے[۳۲]۔ ورنہ اس کا انگریزی تلفظ اور تشریح اور آخر میں انگریزی تشریح بھی فراہم کی ہے۔ ان اصطلاحات میں فارسی کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں سے یعنی ہر طرح کی اصطلاحات ملتی ہیں۔ دیسہ جھاڑا، اگنی ہوتر، ورشاشن، دیس مکھ، گاؤں پٹرک، رنڈی پٹی اور مان پان جیسی اصطلاحات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ ڈاکٹر سید مصطفےٰ کمال نے بھی حیدر آباد دکن کی ان اصطلاحوں کا ذکر کیا ہے، جن پر ابتداء میں مقامی زبانوں مرہٹی، تلگو اور کنڑی کا اثر تھا۔ انھوں نے نظام الملک اول(۱۷۱۳ء تا ۱۷۴۸ء) کے

دور کی اصطلاحوں میں سرپٹواری، پٹواری گری، داروغگی، سائر وغیرہ کا حوالہ دیا ہے۔ نیز میر نظام علی خاں کے دور (۱۲۴۳ھ) میں دیس کمھیان، دیش پانڈیان، مزارعان، ٹھکریان سے ان اصطلاحوں پر دکھنی کے اثرات نظر آتے ہیں۔ سالار جنگ اول کے عہد میں دفتری اصطلاحات زیادہ واضح ہوئیں۔ تاہم انیسویں صدی تک مقامی زبانوں کا اثر قائم رہا جیسے دمنگرپٹی، منڈل ہتھ بزاری وغیرہ جیسی اصطلاحات[۳۳]۔

محکمہ بندوبست، پنجاب کے کتابچے (۱۸۹۰ء) کے ساتھ منسلکہ فرہنگ سے بھی ہمیں ایسے سابقہ ذخیرے کا علم ہوتا ہے جو انیسویں صدی کے اواخر میں بھی رائج تھے۔ بلکہ ان میں سے بہت سی اصطلاحات تو آج بھی رائج ہیں۔ اس فرہنگ میں تین سو سے زاید ایسی اصطلاحات دی گئی ہیں۔ مثلاً آبیانہ، امین، اسامی، بنجر، بارانی، بھونگ، جاہ، چاہی خالص، چودھری، چوکیدارہ، خسرہ، گزاری، دستور العمل، گھماؤں، علاقہ درا، گرداوری بندی، کامیانہ، قانونگو، معافی، کاردار، تعلق دار، دوہی، واجب العرض، وغیرہ۔ ان میں سے بہت سی آج بھی رائج ہیں[۳۴]۔

اس سارے ذخیرے کا جو مستشرقین کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، اگلے باب میں ذکر کیا گیا ہے۔ اردو کی بعض دفتری اصطلاحات اصولِ لغتِ اردوئے معلّٰی (۱۹۳۵ء) میں بھی ملتی ہیں، جو مصطلحاتِ منشیانہ کہلاتی ہیں مثلاً نفر، راس، مہار، قارہ، دست، منزل، ذرعہ، موازی، قبضہ وغیرہ۔

جہاں تک قانونی اصطلاحات کے قدیم ذخیرے کا تعلق ہے، اسے کیڈون اور دوسرے مستشرقین کے علاوہ مقامی افراد میں سے درگا پرشاد نے Guide to Legal Trans-lation (Urdu to English) بنارس ۱۸۶۹ء اور اپنے لغت A Concise Law Dictionary کے دوسرے حصے "اردو۔ انگریزی" میں جمع کر دیا تھا۔ درگا پرشاد الہ آباد ہائی کورٹ میں مترجم تھے۔ انھوں نے ۱۹۰۵ء میں پہلی بار اس لغت کو شائع کیا۔ جس کا چوتھا ایڈیشن توسیعی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے الہ آباد سے رام نرائن لال نے ۱۹۴۰ء میں شائع کیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد اسے لاہور سے لا ءپبلیشنگ کمپنی نے الگ حصے کے طور پر شائع کیا ہے۔ اس حصے میں وہ تمام الفاظ، قدیم ہندو اور مسلمانوں کے قوانین سے لیے گئے ہیں جو اگرچہ بقول مرتب مستعمل نہیں تھے، لیکن مفید تھے۔ ان کی انگریزی تشریح اور انگریزی متبادلات جمع کرنے میں انھوں نے کافی محنت سے کام لیا۔ چوتھے ایڈیشن کے دیباچے میں لکھتے ہیں[۳۵]:۔

"یورپی منصفین، افسرانِ مال اور وکلاء کے لیے مقامی الفاظ کے صحیح معانی کے تعین کے لیے انھیں مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں تمام اردو، ہندی الفاظ اپنے تکنیکی مفہوم کے ساتھ جمع کر دیے گئے ہیں جو عدالتوں، مالگزاری اور دیگر انتظامی دفاتر میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں تجارت، زراعت،

طب اور دیگر پیشوں کے الفاظ بھی شامل کیے گئے ہیں جن سے عموماً وکلاء کو واسطہ پڑتا ہے۔"

ایک لغت شمس الدین خان کا لغاتِ قانونی (۱۳۳۷ ف) ہے جو ۴۱۲ صفحات میں اردو میں مستعمل قانونی الفاظ، مصادر اور اصطلاحات کی تشریح پر مبنی ہے، اسے مرتب نے خود ہی حیدر آباد دکن (شمس المطابع) سے شائع کیا۔

۷: ۱۰۔ طبی اور سائنسی اصطلاحات

اردو میں طبی اور طبعی (سائنسی) علوم کی اصطلاحات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ انگریزوں کی آمد سے پہلے ہی مستعمل تھا۔ طب میں سب سے قدیم ذخیرہ ء الفاظ محمد قاسم فرشتہ کی دستور الاطباء میں ملتا ہے، جو اس نے ۹۹۸ء میں لکھی تھی۔ اس میں بیماریوں اور دواؤں کے ہندی نام ہیں[۶۳]۔ طبعی علوم کا ایک اندازہ ہمیں تھانوی کے کشاف سے ہوتا ہے۔
ہندوستان کے نباتیاتی نام شاید پہلی بار مغرب میں گارسیا ڈی اورٹا (Garciade Orta) نے اپنی پرتگالی کتاب Colloquious میں دیے جو گوآ سے ۱۹۶۳ء میں طبع ہوئی۔ اس کے علاوہ سی ڈی اکوسٹا (C.d'Acosta) کی طبی کتاب الادویہ Tractado میں بھی ملتے ہیں، جو برگوس سے ۱۵۷۸ء میں شائع ہوئی۔ حیوانیاتی نام ڈاکٹر بکانن کی کتابوں میں ملتے ہیں[۶۴]۔
مزید برآں ایسے لغات بھی مرتب ہوئے، جن میں اس ذخیرے کو جمع کر لیا گیا۔ ان میں ایک مستشرق اور کلکتہ کے طبی ادارے کے پی برٹمین کا لغت A Vocabulary of Various Parts of Human Body and Medical Terms بھی اہم ہے۔
جو اگرچہ انگریزی، عربی، فارسی اور سنسکرت میں انسانی جسم کے حصوں اور طبی اصطلاحوں کے مترادفات مہیا کرتا ہے، لیکن یہی مترادفات تو اردو طب کا حصہ ہیں۔ یہ لغت ۱۸۲۷ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ قدیم طبی اصطلاحات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہمیں احسان علی خان حکیم کی کتاب مقالاتِ احسانی مطبوعہ کانپور ۱۸۷۳ء میں بھی ملتا ہے۔ اس میں مفرد ادویہ کے خواص اور ان کے نام ہندی، اردو، عربی، فارسی میں الف بائی ترتیب میں اور تشریح کے ساتھ دیے گئے ہیں۔ اسی طرح عربی زبان کی معروف کتاب بحرالجواہر ہے جو طبی و طبعی علوم کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے۔ محمد حسنین علی کی اس کتاب کا اردو ترجمہ ڈاکٹر چیتن شاہ اور ڈاکٹر دتال نے اردو الف بائی ترتیب سے کیا اور ۱۸۷۸ء میں میڈیکل پریس امرتسر سے شائع کیا نیز اس کا نام بحرالجواہر اردو رکھا۔ کتاب ۶۵۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں تقریباً چار ہزار اصطلاحات اور اسماء و اعلام کی تشریح اردو میں کی گئی ہے۔ بعض حکماء، اطباء اور علماء کا ذکر بھی الفبائی ترتیب میں ان کے اپنے مقام پر درج ہے۔ بعض اصطلاحیں ملاحظہ ہوں۔ مثلاً "ابن الماء (مرغابی)، ابہام (نسرانگشت، ہندی: انگوٹھا، اباہیم جمع)، اتساع (معنے اس کے وسیع یعنی فراخ ہو جانا اور اصطلاح میں شعبہ عنبیہ کی فراخی سے مراد ہے جو

مقدار طبعی سے زیادہ فراخ ہو جائے۔"

سائنسی اصطلاحات کا ایک ذخیرہ ہمیں منشی عبدالرشید کے لغت مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۹۰ء میں [۳۸] اور شاہجہاں بیگم بھوپال کی فرمائش پر شائع ہونے والے لغت **خزائن اللغات** مطبوعہ بھوپال ۱۸۸۶ء میں مل جاتا ہے۔ بھوپال کا یہ لغت کثیر لسانی متبادلات پر مشتمل ہے، جس میں انگریزی، اردو کے علاوہ عربی، فارسی، سنسکرت اور ترکی الفاظ شامل ہیں۔ چند تکنیکی اصطلاحات سید علی نصرت کے کتابچے مفید عام میں بھی ملتی ہیں، جو شاہجہانپور سے ۱۸۸۳ء میں شائع ہوا تھا۔

امرت دھارا کے مشہور موجود اور **دیش اپکارک** اخبار لاہور کے ایڈیٹر پنڈت ٹھاکردت شرما نے بیسویں صدی کے اوائل میں لاہور سے تین ایسے لغات شائع کیے۔

لاثانی لغات الادویہ لاہور سے ۱۹۲۶ء کے قریب شائع ہوا۔ ۱۹۸۶ء میں اسے لاہور سے ملک بک ڈپو نے ڈاکٹر خورشید احمد یوسفی کی تدوین اور حواشی کے بعد دوبارہ شائع کیا ہے۔ اس میں تین ہزار دواؤں کے نام اردو میں دیے گئے ہیں اور ان کے متبادل انگریزی، عربی، فارسی، سنسکرت، پنجابی، سندھی، ہندی، لاطینی، روسی اور دیگر کئی زبانوں کے الفاظ بھی درج ہیں۔ ان تمام الفاظ کو اشاریہ میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ کتاب دو حصوں پر منقسم ہے، پہلا حصہ الفبائی اشاریہ ہے جس میں پچاس ہزار اندراجات ہیں، جن کے مقابل میں صرف اردو مترادفات دیے گئے ہیں۔ یہ ۲۳۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسرے حصے میں جو ۲۸۶ صفحات پر ہے، اصطلاحات کا کشاف بیان ہوا ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو[۳۹]:

"رائی۔ عربی میں خردل، سریانی میں خردا، فارسی میں سپندان گرد، سپندان خوش، سنسکرت میں راج کشوک، کرشا، راجکا ...... راجی، انگریزی میں مسٹرڈ Mastard لاطینی میں سنے پس Sinapis۔"

اصطلاحات ویدک دیش اپکارک بک ڈپو لاہور نے ۱۹۱۸ء میں شائع کیا۔ ۹۲ صفحات میں ان ویدک اصطلاحات کی، جو اردو میں مستعمل ہیں، تشریح کی گئی ہے۔ ان کے سنسکرت نام اور اردو مترادفات بھی دیے گئے ہیں اور ان کے تعاملات کی تشریح بھی کی گئی ہے۔

اصطلاحات یونانی لاہور ہی سے دیش اپکارک بک ڈپو نے ۱۹۲۰ء میں شائع کی۔ اس میں ادویات کے اوصاف، مرکبات، طریقوں، تراکیب اور کیمیاوی تعاملات کی اصطلاحات اور ان کی تشریحات بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً نبجوش (معجون کی ایک قسم ہے، ہنجنوش کا معرب ہے)، آلہ تصعید (اس آلہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے دوا اڑ جاتی ہے)، تقطیر خام (اہل کیمیا کی اصطلاح میں چوبہ دینے اور جرعہ ملقہ کو کہتے ہیں)، ہر ایک کی اصطلاح ان کی ترتیبی جگہ پر تحریر ہے، حجرالدم (اہل کیمیا کی اصطلاح میں شادنج عدسی کا نام ہے۔ جس کو فارسی میں شادنہ اور عربی میں حجرالطور کہتے ہیں)[۴۰]۔ کتاب ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں تقریباً ایک ہزار اصطلاحات کا بیان ہے۔ اسی نوعیت کا ایک ضخیم لغت حکم غلام جیلانی کا

مخزن الجواہر ہے۔ اسے ۱۹۲۳ء میں مرکنٹائل پریس لاہور نے طبع کر کے شائع کیا۔ یہ طبی علوم سے متعلق ہے۔ اس میں تقریباً چودہ ہزار عربی، فارسی کی اصطلاحات ہیں۔ آخر میں انگریزی سے اردو میں جدید ڈاکٹری اصطلاحات دی گئی ہیں۔ اس طرح یہ قدیم و جدید اصطلاحات کا ایک اچھا مجموعہ ٹھہرتی ہے[۴۱]۔ جدید علوم الادویہ پر یہ ایک جامع کتاب قرار دی گئی ہے۔ حکیم نجم الغنی نے اپنے لغات میں اسے اہم ماخذ قرار دیا ہے[۴۲]۔

طبی کتب میں لغوی حیثیت سے سب سے زیادہ کام حکیم محمد نجم الغنی کا ہے۔ ہمیں ان کے چار لغات کا علم ہوا ہے۔ (۱) خزائن الادویہ کو آٹھ جلدوں میں، چار ہزار صفحات میں لاہور سے مطبع پیسہ اخبار نے شائع کیا ہے۔ (۲) خواص الادویہ تین جلدوں میں لاہور ہی سے مطبع پیسہ اخبار سے شائع ہوا ہے۔ (۳) خزانۃ الادویہ چار جلدوں میں لکھنؤ سے منشی نول کشور نے شائع کیا ہے اور (۴) تسہیل اللغات درسی اصطلاحات پر مبنی ہے جس میں طبی اصطلاحات کثرت سے ہیں۔ یہ لاہور سے مطبع پیسہ اخبار نے شائع کیا ہے۔

حکیم صاحب کے ماخذوں میں ان کے ماموں حکیم محمد اعظم کی کتب اکسیر اعظم اور محیط اعظم ہیں۔ جو انیسویں صدی کے اواخر کی کتب تھیں کیونکہ حکیم صاحب نے ۱۳ اپریل ۱۹۰۲ء میں انتقال کیا تھا[۴۳]۔ ان میں مفرد ادویہ کا بیان ہے۔ حکیم نجم الغنی نے خزانۃ الادویہ کی تالیف میں محیط اعظم سے بھی مدد لی تھی اور ان میں جو الفاظ رہ گئے، انھیں مخزن الادویہ سے پورا کیا ہے۔

حکیم محمد نجم الغنی کی کتاب خزائن الادویہ آٹھ جلدوں میں ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ یا ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی[۴۴]۔ انھوں نے آیورویدک، طب یونانی، اسلامی اور طب یورپی کی تمام اصطلاحات کو ملا کر بیان کیا ہے۔ جلد اول میں محیط اعظم کی کئی تصحیحات بیان کی ہیں۔ صفحہ نمبر ۱۰۸ پر طب کے بعض تعاملات کی اصطلاحوں کا ذکر ہے۔ ان کے انگریزی متبادلات بھی بیان ہوئے ہیں۔ جیسے دافع تشنج (اینٹی سپازموڈک)، مبدّلات (آل ٹرنے ٹو)۔ مخدر (انس تھے ٹک)۔ پھر دواؤں کی تدبیر کے بارے میں طبی اصطلاحات کا ذکر ہے مثلاً "احراق کے لغوی معنی جلانے کے ہیں اور اصطلاح میں بھی دواؤں کو مختلف طریقوں سے جلا کر کشتہ کرنے یا راکھ بنانے یا مارنے کو کہتے ہیں۔ آکسائڈ سے بھی یہی مراد ہے"[۴۵] یا "تصویل کے معنی زیادہ کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں بعض دواؤں کو، کہ فلزی ہو، خوب باریک کر کے پانی پر سے غبار لینے کو کہتے ہیں[۴۶]"۔ ہندی، فارسی، عربی، انگریزی، لاطینی، نبطی اور دیگر کئی زبانوں کے مترادفات بھی دیے گئے ہیں۔ مثلاً صفحہ نمبر ۳۵۶ سے ادویات کے نام "آبنوس" سے الفبائی ترتیب میں شروع ہوتے ہیں۔ پہلے لفظ کا ماخذ، تلفظ اور دیگر زبانوں میں اس کا مترادف بیان ہوا ہے۔ مثلاً "ابنجو (فارسی)، ما شعیر (عربی)، یوہ گو (ہندی)، بارلے واٹر (انگریزی)۔" آخری جلدوں میں تفصیلات اور مترادفات کم ہو گئے ہیں۔

۱۹۲۵ء میں کراچی سے کے جے اڈوانی نے سندھ کی فصلوں کے نام پانچ زبانوں میں

شائع کیے- ان میں (ہندوستانی) اردو، سندھی شامل ہیں-

طبی لغات میں دفتر المسیح حیدر آباد دکن سے حکیم کبیر الدین دہلوی کی چار جلدوں میں (اول) کتاب الادویہ (کلیات ادویہ)، (دوم) مخزن مفردات (جلد دوم)، (سوم) تکملہ کتاب الادویہ، (چہارم)، ضمیمہ کتاب الادویہ بھی قابل توجہ ہیں[۴۷]- لیکن انھوں نے حکیم فیروزالدین کے ساتھ مل کر جو لغات طبیہ مرتب کیا- اس میں ان تمام کا ذخیرہ ادویات و اصطلاحات سمو دیا گیا ہے- حیدر آباد دکن ہی سے ایک کیسٹ سید عبدالرزاق کی مرتبہ برکات عثمانیہ (مخزن الادویہ) ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں اعظم اسٹیم پریس سے شائع ہوئی- حیدر آباد ہی سے ہمیں طبی اصطلاحی لغات، طبی فرہنگ اور لغات اصطلاحات الادویہ کی اشاعت کا علم ہوتا ہے[۴۸]-

ایک جامع لغت ۱۹۳۳ء میں پروفیسر فضل الرحمان صاحب نے اصطلاحات ادویہ کے نام سے مرتب کیا تھا جس میں انھوں نے تقریباً پچاس کتابوں سے محیط اعظم کی تمام لغات الادویہ کو اس کتاب میں جمع کر دیا- یہ کتاب طبی دارالترجمہ و تالیف، دہلی نے شائع کی- ضخامت ۴۱۸ صفحات ہے- جس میں بائیس ہزار اردو اصطلاحات کی آسان اردو زبان میں تشریح کی گئی ہے- چند اصطلاحیں ملاحظہ ہوں- مثلاً آب معدن (دھاتوں والی زمین کا پانی)، آبکامہ (کانجی)، آس بری (جنگلی ہیرا)، آمنڈھا (ارنڈ) دریا (چلکو)، ہانس (مرغابی)، ہدبہ (سردائی)، ہستک (ارنڈ)، ہوطا (ماش)، یکناس (بنفشہ)، آذان الحیوان (گوش کو کہتے ہیں)، آذریون (سورج مکھی)[۴۹]- ان اصطلاحوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ فنی پیشوں کی طرح طب میں بھی عربی، فارسی کے علاوہ سنسکرت، بنگالی، مرہٹی اور مقامی بھاشا اور زبانوں کی اصطلاحات اردو میں مستعمل ہو چکی تھیں- اس لیے اردو میں ان کے معانی اور مفہوم بیان کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی تھی- نیز طبی، کیمیاوی تعاملات اور طریقوں کے تصورات اور اعمال کے بارے میں بھی اصطلاحات رائج تھیں- جن میں زیادہ تر عربی اور فارسی سے اردو میں داخل ہوئی تھیں-

۱۹۳۴ء اور ۱۹۴۱ء میں شملہ سے حکومت ہندوستان نے مقامی زرعی اصطلاحات پر مشتمل ایک Glossary of Technical Vernacular Terms شائع کی تاکہ محکمہ نہرو مال کے کار پردازان کو مدد مل سکے-

قیام پاکستان سے قبل ہمیں طب کے ساتھ ساتھ کیمیا کی قدیم اصطلاحات پر بھی ایک لغت کے شائع ہونے کا علم ہوتا ہے-جسے حکیم عبدالعزیز کامل نے کاشف الرموزِ کیمیا کے نام سے مرتب کیا تھا- اس میں علمِ کیمیا اور طب کی ہر قسم کی اصطلاحات اور تعاملات کا حل اور کیمیاوی عناصر، مرکبات کا تذکرہ ملتا ہے[۵۰]-

۱۹۴۵ء میں کلکتہ ایجوکیشنل پبلی کیشنز کی طرف سے اے ٹی شاہانی کی کتاب Doctor's Guide to Hindustani شائع ہوئی، جس میں افسروں اور ڈاکٹروں،

فرموں وغیرہ کے لیے اردو کے طبی امراضیاتی الفاظ اور ان کے انگریزی مترادفات دیے گئے ہیں۔

غرضیکہ اردو میں طبی، طبعی اور کیمیاوی اصطلاحات کا ایک خاصا ذخیرہ جدید اصطلاحات سازی کا بیڑا اٹھانے سے پہلے ہی فراہم ہو چکا تھا۔

حوالہ جات:

۱۔ ولی حمزہ نازش، اردو شاعری اور فلکی اصطلاحات 'صحیفہ' لاہور، جنوری تا مارچ ۱۹۹۲ء، ص ص: ۸۷ تا ۹۹۔

۲۔ بحوالہ: "تعارف" از محمد ہادی حسن، اردو لغت (تاریخی اصول پر) جلد اول، الف مقصورہ، کراچی (۱۹۷۷ء)، ص ص: ب، ج۔

۳۔ بحوالہ: "اردو لغات اور لغت نویسی" از ڈاکٹر مولوی عبدالحق، ایضاً" ص: ۹۔

4. Temple, R.C. Multiple Origin of Technical and Commercial Terms, *The Indian Antiquary*, Vol. LI, Nov. 1922, P:222-

۵۔ ملاحظہ ہو: ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ، اردو نثر کا آغاز و ارتقاء (۱۹ ویں صدی کے اوائل تک)، کراچی (۱۹۷۸ء) ء ص ص: ۶۰۔۷۰۔

۶۔ ایضاً" ص ص: ۹۰، ۹۶۔

۷۔ آغا افتخار حسین، یورپ میں اردو، ص: ۷۱۔

۸۔ شاہ محمد عبدالصمد، اصطلاحاتِ صوفیہ، لاہور (مکہ بکس)، "حرف آغاز"، ص: ۲۔

۹۔ بحوالہ: فہرست صدیق بک ڈپو، لکھنؤ (۱۹۴۰ء)، ص: ۱۵۱۔

۱۰۔ مملکتِ حیدر آباد: ایک علمی ادبی اور ثقافتی تذکرہ، کراچی (۱۹۶۷ء)، ص: ۴۸۔

۱۱۔ شاہ سید محمد ذوقی، سر دلبراں، کراچی (۱۴۰۰ھ)، ص ص: ۲۶، ۲۷۔

۱۲۔ ملاحظہ ہو: امام ابوبکر محمد بن ابو اسحاق کلاباذی، تعرف، لاہور (۱۹۷۸ء)۔

۱۳۔ خواجہ عبداللہ انصاری ہروی، صد میدان (ترجمہ: حافظ محمد افضل فقیر)، لاہور (۱۹۷۷ء)، پیش لفظ از مترجم، ص: ۱۔

۱۴۔ ایضاً"، ص ص: ۸۴، ۸۵۔

۱۵۔ محی الدین غازی اجمیری، مصطلحاتِ علوم و فنون عربیہ، کراچی (۱۹۷۶۔۷۸ء)، دیباچہ: از جمیل الدین عالی، ص: ۸۔

۱۶۔ اصطلاحات سازی کے تفصیلی تقابلی جائزے کے لیے دیکھیے: چوتھا باب اور مقتدرہ کے لیے دیکھیے: سولھواں باب۔

۱۷۔ "مقدمہ" از ڈاکٹر ابواللیث، اردو لغت (تاریخی حوالے سے)، جلد اول، ص: ف۔

۱۸۔ ڈاکٹر اے ایچ کوثر' اردو کی علمی ترقی میں سر سید اور ان کے رفقاء کا حصہ' کراچی (۱۹۸۴ء)' ص ص : ۱۳' ۱۴۔

۱۹۔ بحوالہ : آرچ ڈیکن پادری برکت اللہ' صحت کتب مقدسہ' لاہور (ریلجیس بک سوسائٹی)۔
نیز دیکھیے Grierson, G.A. The Linguistic survey of India vol. 9, P:22=

۲۰۔ مسز ماتھر' لغاتِ کتابِ مقدس' مرزا پور (۱۸۷۵ء)' پیش لفظ از پادری شیرنگ (مسز ماتھر مرزا پورا مشن ہی سے وابستہ تھیں اور انھوں نے اردو ہندی اٹلس بھی مرتب کی تھی)۔

۲۱۔ قاضی عبدالودود' اوراق پارینہ' معیار' پٹنہ مئی ۱۹۳۶ء' ص : ۱۹۸۔

۲۲۔ آغا افتخار حسین' یورپ میں اردو' ص : ۱۲۵۔

۲۳۔ مولوی ظفر الرحمان دہلوی' فرہنگِ پیشہ وراں' جلد اول' کراچی (۱۹۷۵ء)' "پیش لفظ" ص : ج (طبع اول ۱۹۳۹ء)۔

۲۴۔ ایضاً" ص: ز۔

۲۶۔ ڈاکٹر سید عبداللہ' ادبیاتِ فارسی میں ہندوؤں کا حصہ' لاہور (۱۹۶۷ء)' ص : ۱۳۶۔

۲۷۔ ایضاً" ص : ۱۵۹۔

۲۷۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ' نظم و نسق عامہ کے مفہوم کا تاریخی جائزہ' نظم و نسق' لاہور' نمبر ۳'۴' ۱۹۸۰ء' ص : ۱۴۔

۲۸۔ ڈاکٹر سید مصطفیٰ کمال' حیدر آباد میں اردو کی ترقی' حیدر آباد (۱۹۹۰ء)' ص: ۲۰۔

۲۹۔ نعمان احمد صدیقی' مغلوں کا نظام مالگزاری / ترجمہ : ایس نبی ہودی' نئی دہلی (۱۹۷۷ء)' ص : ۷۹۔

۳۰۔ دیکھیے' ابن حسن' مغل سلطنت کا مرکزی ڈھانچا' ص : ۱۴۸' بحوالہ : نعمان احمد صدیقی' محولہ بالا' ص : ۱۱۲۔

۳۱۔ دیکھیے: ڈاکٹر سید عبداللہ' ادبیاتِ فارسی میں ہندوؤں کا حصہ' لاہور (۱۹۶۷ء)' ص ص : ۱۳۵' ۱۳۶۔

۳۲۔ ضیاء الدین احمد شکیب' حسن الدین احمد' جامع العلیات' حیدر آباد دکن (۱۹۴۷ء)' "مقدمہ"۔

۳۳۔ ڈاکٹر سید مصطفیٰ کمال' محولہ بالا' ص ص: ۶۴' ۶۵

34. Panjab Settlement Manual, Glossary, Lahore, 1890-

35. Durga Parasad, A Concise Law Dictionary, Part Two, Allahabad(1940), Preface, PP:II, III-

۳۶۔ سید ابو ظفر ندوی' طب فرشتہ' معارف' اعظم گڑھ' دسمبر ۱۹۴۳ء' ص: ۴۴۶۔ (مصنف نے یہ کتاب ابراہیم عادل شاہ کے حکم پر لکھی تھی۔ اسے طبابت پر بھی مہارت حاصل تھی۔ طب پر بعض قلمی کتابوں کا ذکر خواجہ حمیدالدین شاہد نے بھی کیا ہے۔ دیکھیے: صفحات ۳۲ تا ۳۸)۔

37. Yule and Brunell, Hobson-Jobson, PP: XVI-XVII.
38. Munshi, Abdul Rashid. The Probationar's Handy Help to Language, Lucknow, 1875, 78 P.

۳۹- ٹھاکردت شرما' لاثانی لغات الادویہ' لاہور: (۱۹۸۶ء' طبع دوم) حصہ دوم' ص: ۱۲۲-

۴۰- ٹھاکردت شرما' اصطلاحاتِ یونانی (باتصویر)' لاہور (۱۹۳۰ء)' ص ص: ۱۳' ۷۹' ۸۳' ۸۵-

۴۱- ڈاکٹر محمد ضیاالدین' "اردو فرہنگ نویسی کا تحقیقی جائزہ" مجلّہ' **غالب نامہ**' دہلی' جنوری ۱۹۸۸ء' ص: ۱۴۰-

۴۲- محمد نجم الغنی' خزائن الادویہ' جلد اول' لاہور' ص: ۳۶-

۴۳- ایضاً' ص ص: ۳۹' ۴۰-

۴۴- اس کتاب میں ۱۹۲۴ء تک کے حالات ملتے ہیں لیکن کتاب پر سن طباعت درج نہیں- اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکیم نجم الغنی لاہور میں ۱۰ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ/۸- اکتوبر ۱۸۶۹ء کو پیدا ہوئے- ۱۹۰۱ سے ۱۹۲۲ء تک ہائی سکول اودے پور میں ہیڈ مولوی رہے- اس دوران میں کئی کتب لکھیں- (خزائن الادویہ' جلد ہشتم' لاہور- ص ص: ۲۲۷' ۲۲۸)-

۴۵- ایضاً' جلد اول' ص: ۱۳۶-

۴۶- ایضاً' جلد اول' ص: ۱۳۸-

۴۷- مملکت حیدر آباد' ص: ۲۰۵-

۴۸- ایضاً' ص ص: ۲۱۲' ۲۱۳-

۴۹- فضل الرحمان' اصطلاحاتِ ادویہ' دہلی (۱۹۳۳ء)' ص ص: ۲ تا ۴' ۷' ۲۰۸' ۲۰۹' ۲۱۱' ۲۱۳' ۲۱۷-

۵۰- فہرست صدیق بک ڈپو' ص: ۱۸۹-

اردو اصطلاحات اور مستشرقین

اردو یا ہندوستانی میں عظیم اسلامی ورثے اور مقامی اصطلاحاتی ذخیرے کو یورپ سے آنے والے پرتگالی، ولندیزی، فرانسیسی اور انگریزی قوموں کے بعض اہل علم نے مرتب اور منظم کرنے کا آغاز کیا، جس میں انھیں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اس

۱:۱۱ – اہلِ یورپ کی آمد اور ان کی ضروریات

برصغیر میں اہلِ یورپ کی آمد اکبر کے عہد میں "غالباً" ۱۸-جولائی ۱۵۸۰ء سے ہوئی، جب ایک مشنری تبلیغی مقاصد کے لیے برصغیر پہنچی۔ اس کے بعد پرتگالی، اطالوی، ہسپانوی، فرانسیسی، جرمن اور انگریز مشنریاں سترھویں صدی عیسوی میں یہاں آنا شروع ہوئیں[۱]۔ ۱۶۰۸ء میں کپتان ہاکنس بندرگاہ سورت میں پہنچا اور شہنشاہ جہانگیر کے دربار میں حاضر ہو کر سورت میں تجارتی کوٹھی قائم کرنے کی اجازت حاصل کی اور ۱۶۱۵ء میں سر ٹامس رو نے شاہ انگلستان کے سفیر کی حیثیت سے تجارتی کوٹھی بنانے کی اجازت حاصل کی اور ۱۶۴۰ء میں مدراس میں قلعہ سینٹ جارج تعمیر کیا۔ پرتگالی، ولندیزی اور فرانسیسی بہت جلد انگریزوں کے سامنے ہار کر ہندوستان ان کے ہاتھ میں دے گئے۔ مغلیہ سلطنت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی گئی اور انگریزی طاقت بڑھتی گئی[۲]۔ برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی انگریزوں کے تجارتی مفادات کی نگران ٹھہری جو ۱۷۶۵ء میں تجارتی ادارے کی بجائے ایک ایشیائی ریاست کے طور پر نمودار ہوئی۔ ۱۷۸۴ء میں اس میں نمایاں تبدیلیاں ہوئیں اور اسے براہ راست برطانوی کابینہ کے ماتحت کر دیا گیا۔ اس کے گورنر کو گورنر جنرل بنا دیا گیا جو انگلستان کے وزیراعظم کے سامنے جوابدہ تھا۔ اس نئی حکومت کو اپنا نظام قائم کرنے کے لیے مقامی لوگوں کی خدمات کی ضرورت تھی۔ اٹھارویں صدی کے خاتمے تک اس کی سیاسی اور انتظامی ذمہ داریوں میں اس حد تک اضافہ ہوا کہ نچلی سطح پر زیادہ سے زیادہ ملازم رکھنے کے لیے مشرقی طرز کے مدرسے قائم کرنے پڑے، جنھیں اورینٹل کالج کا نام دیا گیا[۳]۔

اہلِ یورپ کے مشنریوں، تاجروں اور سیاسی طالع آزماؤں کے بارے میں سید علی عباس جلالپوری لکھتے ہیں[۴]:

"عیسائیت کی اشاعت سے اہل مغرب کا مقصد تھا کہ دیسیوں نے عیسائیت قبول

کر لی تو وہ اپنے مغربی آقاؤں کو اپنا ہم مذہب سمجھ کر ان کی معاشی لوٹ کھسوٹ کے خلاف احتجاج نہیں کریں گے۔"

کمپنی نے اپنے آغاز میں اس ضرورت کو بھی محسوس کر لیا تھا کہ مقامی لوگوں سے بات چیت اور ان مقامی لوگوں کو انگریزی سکھانے سے پہلے ضروری ہے کہ انگریز ہندوستان کی زبانیں سیکھیں۔ چنانچہ کمپنی کی مجلس انتظامیہ نے ۲۲۔دسمبر ۱۶۷۷ء کو اپنے ایک مراسلے میں قلعہ سینٹ جارج (مدراس) کو لکھا تھا[۵]:۔

"اس کا اعلان کیا جاتا ہے کہ کمپنی کے جو ملازمین فارسی سیکھیں گے، ان کو دس پونڈ اور جو انڈوستان زبان سیکھیں گے، ان کو بیس پونڈ بطور انعام دیے جائیں گے۔ نیز یہ کہ اس زبان کی تعلیم دینے والے کسی مناسب آدمی کا تقرر کیا جائے۔"

چنانچہ کمپنی کی ضرورت کے لیے ایسے مدرسے اور کالج وجود میں آئے، جنھوں نے آگے چل کر ضمنی طور پر اردو کی ترقی میں قابل ذکر کردار ادا کیا۔ ان میں سے ایک فورٹ ولیم کالج بھی تھا۔ اس کالج کی بنیاد گورنر جنرل مارکوئیس رچرڈ ولزلی کے اقدامات سے پڑی۔ یوں تو وہ شخص صرف سات سال تک (۱۷۹۷ء تا ۱۸۰۵ء) گورنر جنرل رہا لیکن اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اب ایک مقامی زبانوں کے مدرسے کی ضرورت ہے تاکہ ہندوستان میں مستحکم حکومت قائم کی جا سکے۔ چنانچہ اس نے جنوری ۱۷۹۹ء میں جان گل کرسٹ کے تعاون سے ایک مدرسہ Oriental Seminary کلکتہ میں قائم کیا۔ اس کی غرض و غایت کے بارے میں ۲۱۔ ستمبر ۱۷۹۸ء کی ایک عرض داشت میں بیان کیا گیا ہے[۶]:۔

"بنگال سول سروس میں بھرتی ہو کر جو نوجوان (ہندوستان) آتے ہیں، ان کو منشی رکھ کر زبان سیکھنے کے لیے عموماً" اور فارسی سیکھنے کے لیے خصوصاً تیس روپے ماہوار کا بھتہ دیا جاتا ہے۔ لیکن منشی شاذو نادر ہی انگریزی زبان سے واقف ہوتے ہیں۔ اس لیے نووارد رائٹر (سول ملازم) کو پہلے ہندوستانی بول چال سیکھنا ہوتی ہے، تاکہ وہ منشی سے بات چیت کر سکے۔ اس طریق تعلیم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ منشی کی خدمات سے رائٹر بہت کم یا بالکل مستفید نہیں ہوتے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے .... مسٹر گلکرسٹ نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ وہ نووارد رائٹروں کو ہندوستانی زبان کی تعلیم دینے کے لیے روزانہ درس دیا کریں۔"

یوں تو اس مدرسے کی عمر صرف ڈیڑھ سال تھی لیکن یہ فورٹ ولیم کالج جیسے ادارے کے قیام کا سبب بنا اور ۱۰۔ جولائی ۱۸۰۰ء کو ولزلی نے اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے فورٹ ولیم کالج کا افتتاح کر دیا جس کے پہلے پرووسٹ (پرنسپل) پادری ڈیوڈ براؤن مقرر ہوئے جو کلکتہ بائبل سوسائٹی کے بانی تھے۔ جان گلکرسٹ ہندوستانی زبان کے شعبے کے سربراہ مقرر ہوئے۔ کالج میں گلکرسٹ کے ساتھیوں میں سے جوزف ٹیلر اور تھامس

رو بک جیسے اہلِ علم اصطلاحات سازی کے ضمن میں قابل ذکر ہیں۔
فورٹ ولیم کالج کے قیام کے فوراً بعد کمپنی نے مقامی لوگوں کو یہ احساس دلانا شروع کیا کہ وہ جاہل مطلق ہیں اور انگریز ان کے لیے علم کی نئی روشنیاں لے کر آیا ہے۔ چنانچہ ۱۸۱۳ء میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجدید ہوئی تو کمپنی نے اپنے مقبوضات میں تعلیم عامہ کے لیے رقوم مختص کرنا شروع کیں۔ ۱۸۲۳ء میں پبلک انسٹرکشن کمپنی قائم کی گئی، جس نے اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے آگرہ اور دلی میں دو اورینٹل کالج قائم کیے اور کتابوں کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اس کے ساتھ جو سب سے بڑا کام تعلیمی کمیٹی نے انجام دیا، وہ یہ تھا کہ یورپی سائنسی علوم کو ترجمہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ جس کے نتیجے میں مغربی اصطلاحات ترجمہ کرنے کا کام تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔[۵]

اس بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلِ یورپ خصوصاً انگریزوں کی آمد کے بعد مندرجہ ذیل ضروریات درپیش ہوئیں، جن کے نتیجے میں اردو میں اصطلاحات سازی کا کام شروع ہوا:۔

۱۔ عیسائیت کی مقامی زبانوں میں تبلیغ۔
۲۔ خود اپنے انگریز ملازمین کی تدریس کے لیے مقامی زبانوں کی ضرورت۔
۳۔ نچلی سطح کے مقامی ملازم تیار کرنے کے لیے مدرسوں کی ضرورت۔
۴۔ مقامی لوگوں کو جدید علوم و فنون سے آگاہ کرنے کے لیے تعلیمی اداروں کی ضرورت۔

اگرچہ فورٹ ولیم کالج کا ان کاموں خصوصاً اصطلاحات سازی کے اور اس کے اصولوں کو وضع کرنے میں براہ راست کوئی کردار نہیں لیکن برصغیر میں جدید اصطلاحات سازی کے لیے فورٹ ولیم کالج ہمیں ایک نقطہ ء آغاز ضرور نظر آتا ہے۔

۲:۱۱۔ عمومی اردو انگریزی لغات

اگرچہ مستشرقین اور اہل یورپ کے لغات کا آغاز الفاظ اور اصطلاحات کی ذخیرہ بندی سے ہوا، تاہم ان کا ذکر آنے سے پہلے ان کے عمومی لغات کا جائزہ بھی اصطلاحی مطالعے میں اہمیت رکھتا ہے کیونکہ ان میں یا تو اصطلاحی لغات سے استفادہ کیا گیا یا بعض مخصوص پیشوں اور ہنروں کی اصطلاحات کو بطور خاص شامل کیا گیا۔ ان میں فرگوسن، ٹیلر، ہنٹر، ٹیکسپیئر، گلکرسٹ، فوربز، گرانٹ، یول، فیلن اور پلیٹس کے عمومی لغات قابل ذکر ہیں۔

اپنے پورے دائرہ لغات کے لحاظ سے جو پہلی کتاب ہمارے سامنے آتی ہے، وہ فرگوسن کی Short Dictionary of Hindoostani Language ہے۔ یہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ انگریزی اور ہندوستانی، ہندوستانی اور انگریزی۔ بقول محمد عتیق صدیقی یہ ۱۷۷۳ء میں لندن سے شائع ہوئی[۶]۔ اس کے ساتھ ہندوستانی زبان پر ایک مقالہ بھی ہے

جو مرتب کی تحقیقی وسعتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔اس کا زیادہ تر ذخیرہ ء الفاظ اسماء و
افعال پر مشتمل ہے۔ اگرچہ اس سے ایک سال پہلے جارج ہیڈ لے کی قواعد پر کتاب لندن
سے ۱۷۷۲ء میں شائع ہوئی جس کے ایک جزو کے طور پر انگریزی سے مور (انڈوستانی) کے
الفاظ دیے گئے ہیں لیکن یہ باقاعدہ نہیں۔ اس کے پانچویں ایڈیشن (۱۸۰۱ء) میں ہندوستانی
سے انگریزی الفاظ کی فہرست ہے[10]۔ ساتواں ایڈیشن ۱۸۰۹ء میں شائع ہوا۔

۱۷۸۸ء ہی میں لندن سے ایک نامعلوم انگریز مصنف کا لغت Indian vocabulary جان شاک ڈیل کمپنی نے شائع کیا جو مغل دور کی اصطلاحات پر مبنی ہے۔
اس کی ایک اور کتاب Grammatical Remarks منسٹن (انگلستان) سے ۱۷۷۲ء
میں شائع ہوئی۔ اس کے آخر میں ۲۲۵۵ الفاظ ہیں۔ ۱۷۸۴ء میں اس کا تیسرا ایڈیشن شائع
ہوا۔ ۔ اس سے کچھ ہی عرصہ بعد ۱۷۹۱ء میں ڈاکٹر ہنری ہیرس نے مدراس سے ایک لغت
Analysis,Grammer and Dictionary of Hindustani Language شائع کیا۔ گلکرسٹ نے اس کا حوالہ دیا ہے اور اس سے استفادہ بھی کیا
ہے۔ یہ دوسری جلد ہے۔ مسٹر لو(Love) نے اپنی کتاب میں "مدراس کوریئر" کے حوالے
سے لکھا ہے کہ کپتان ہیرس کی کتاب کی دوسری جلد پہلی جلد سے پہلے شائع ہوئی تھی۔
پہلی جلد شائع ہونے والی تھی[11]۔ اس طرح ان کا لغت دو حصوں ہندوستانی : انگریزی اور
انگریزی : ہندوستانی' میں مکمل ہوا۔ انگریزی : ہندوستانی حصہ پہلے ہی ۱۷۹۰ء میں مدراس سے
شائع ہو چکا تھا۔ اس دوسری جلد میں مردوں عورتوں' قصبوں' شہروں کے نام درج ہیں جن
کا ذکر عربی' فارسی' ہندوستانی کتابوں میں آتا ہے۔

فورٹ ولیم کالج کے ایک استاد کپتان جوزف ٹیلر نے ایک مبسوط لغت ۱۸۰۵ء میں کلکتہ
میں مرتب کیا تھا۔ جسے ۱۸۰۸ء میں کارمیکال اسمتھ نے شائع کیا تھا۔ ابتداء میں انھوں نے
اسے ذاتی استعمال کے لیے بطور فرہنگ مرتب کیا تھالیکن بعد ازاں ڈاکٹر ولیم ہنٹر نے اس پر
نظرثانی کی اور ۱۸۰۸ء میں Dictionary Hindoostani and English
کے نام سے پہلی بار ہندوستانی پریس کلکتہ سے دو جلدوں میں شائع کیا۔ شیکسپیر اور ڈاکٹر
فوربز نے اپنے لغت کی بنیاد اسی پر رکھی تھی۔ ۱۸۲۰ء میں اس کا دوسرا مختصر ایڈیشن شائع
ہوا' جس میں ضمیمہ محاورات و اشعار کو بھی شامل کیا گیا۔ اس لحاظ سے ہم پہلے ایڈیشن کو
ترجیح دے سکتے ہیں کہ اس میں زیادہ تر اصطلاحی ذخیرہ الفاظ کو جمع کیا گیا ہے[12]۔

لندن میں ایڈسکومب کالج کے ہندوستانی کے استاد جان شیکسپیئر کا معروف لغت
Hindustani/Urdu English Dictionary ۱۸۱۷ء میں لندن سے
شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۲۰ء ' تیسرا ایڈیشن ۱۸۳۴ء اور چوتھا ایڈیشن ۱۸۴۹ء میں
طبع ہوا۔ اس ایڈیشن میں "انگریزی ہندوستانی" حصہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس میں بہت
سے نئے اور پرانے الفاظ جمع کیے گئے ہیں اور اپنی افادیت کے لحاظ سے آج بھی یہ لغت

مستعمل ہے۔ ۱۹۸۰ء اور ۱۹۸۶ء میں اسے دوبار سنگ میل پبلی کیشنز لاہور نے اردو انگریزی لغت کے نام سے شائع کیا ہے۔ ولسن نے جان شیکسپیئر کے لغت کو قابل قدر قرار دیا ہے کیونکہ جب اس نے مقامی لوگوں سے مقامی اصطلاحات کی فہرستیں طلب کیں تو بیشتر نے شیکسپیئر کے لغت ہی سے یہ فہرستیں مرتب کر ڈالیں[۱۳]۔ یہی نہیں بلکہ اب بھی مقتدرہ کے کئی اصطلاحی لغات مثلاً تعلیمی اصطلاحات اور اصطلاحات فنیات کے ماخذ میں جان شیکسپیئر کے لغت کو اہمیت حاصل رہی ہے۔ دراصل یہ لغت ٹیلر اور ہنٹر کے لغات پر مبنی ہے اور اپنے وقت کی سب سے بہتر اور جامع کتاب ہے[۱۴]۔ شیکسپیئر نے اپنے لغت کے آخر میں بعض مخصوص اصطلاحات بھی الگ طور سے دی ہیں، جو زیادہ تر دکھنی میں ہیں[۱۵]۔

فورٹ ولیم کالج کی معروف شخصیت جان بارتھووک گلکرسٹ کا Dictionary Hindoostani English ۱۸۲۱ء میں کوکس بیلے کمپنی، لندن سے شائع ہوا۔ ۷۶۱ صفحات پر مشتمل یہ لغت زیادہ تر ہیرس، ہنٹر اور شیکسپیئر کے لغات پر مبنی ہے۔

دسمبر ۱۸۲۷ء میں پہلی بار ہمارے سامنے ہندوستانی کی بجائے اردو کے نام سے ایک لغت Dictionary of Urdu and English کے نام سے آتا ہے، جو سیرام پور سے جے، ٹی تھامسن نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۸۲۸ء میں شائع ہوا۔ ۱۸۳۸ء کے ایڈیشن میں اردو (رومن) الفاظ انگریزی ابجدی ترتیب سے دیے گئے ہیں[۱۶]۔ ۱۸۳۸ء کا یہ نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ ۱۸۴۶ء میں اس کا ایک ایڈیشن دہلی سے بھی شائع ہوا تھا۔ یہ لغت اس لحاظ سے قابل توجہ ہے کہ اس میں جنوبی ہند اور ہندی کے غیر معروف الفاظ سے گریز کیا گیا ہے اور اردو کا دائرہ کار متعین ہوا ہے[۱۷]۔

۱۸۳۸ء میں ڈاکٹر ایم ٹی ایڈم کا لغت کلکتہ سے Hindvi Dictionary کے نام سے شائع ہوا۔ ۱۸۴۷ء میں ولیم ییٹس (Yetes) کا ایک لغت لندن اور کلکتہ سے شائع ہوا اور ناتھے برائس کا ایک لغت Hindustani & English Dictionary کلکتہ سے شائع ہوا، جس کا تیسرا ایڈیشن لزارس نے توسیع کے بعد ۱۸۸۰ء میں بنارس سے شائع کیا۔

اردو میں سب سے زیادہ کام جن انگریز مستشرقین نے کیا ہے ان میں ڈنکن فوربز سب سے اہم ہیں۔ پروفیسر ڈنکن فوربز کنگز کالج لندن میں اورینٹل لٹریچر کے استاد تھے۔ ۱۸۴۶ء میں انھوں نے ہندوستانی قواعد پر کتاب لکھی، جس میں اردو سے انگریزی لغت بھی شامل ہے۔ ۱۸۴۸ء میں انھوں نے یہ لغت لندن سے علیحدہ طور پر شائع کیا، جو پندرہ ہزار الفاظ پر مشتمل تھا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۵۷ء میں تیسرا ۱۸۵۹ء میں، چوتھا ۱۸۶۱ء میں اور پانچواں ۱۸۶۶ء میں شائع ہوا، ۱۹۸۶ء میں اسے سنگ میل پبلیکیشنز لاہور نے بھی شائع کیا۔

۱۹۸۷ء میں اترپردیش اکادمی لکھنؤ نے اس کا ایک ایڈیشن شائع کیا۔ ۱۸۶۲ء کا ایڈیشن Dictionary of Hindoostani مجلس زبان دفتری پنجاب کے کتب خانے میں ہے۔ اس میں ہندوستانی کے الفاظ ناگری رسم الخط میں لکھے گئے ہیں۔ فوربز لکھتا ہے کہ اس

نے اس لغت کی تدوین میں ہنٹر' گلگرسٹ' کیڈون' ییٹ' جانسن' ایڈیم اور تھامسن کے لغات استعمال کیے تھے۔ بیلفس اس کے لغت کو اپنے دور کا بہترین اور مستند لغت قرار دیتا ہے۔ اسے ۱۹۶۸ء میں صدی ایڈیشن کے طور پر علمی مجلس دہلی نے بھی شائع کیا تھا۔

فوربز نے جن ماخذوں پر تکیہ کیا ہے' ان میں سے بیشتر اصطلاحی ذخیرے ہیں مثلاً ہنٹر' کیڈون اور ایلیٹ کے لغات۔ تھامسن کا لغت اردو کی وسعتوں کا بیان ہے۔ اس نے ایلیٹ کی اصطلاحات کو من و عن اس لغت میں شامل کیا تھا۔ بلکہ "قانونِ اسلام" از ڈاکٹر ہرکلوٹ' لندن (۱۸۳۲ء) سے بھی کئی اسلامی اصطلاحات کو شامل کیا۔ اس طرح ولسن کی اصطلاحات عدلیہ و مالگزاری کے الفاظ بھی کم و بیش شامل کیے[۱۸]۔

۱۸۷۶ء میں گارساں دتاسی کے زیرِ نگرانی پیرس سے فرنسوا دیونکل کا لغت ہندوستانی فرانسیسی و فرانسیسی ہندوستانی مشتمل بر ۴۴۴ صفحات شائع ہوا۔ اس میں ہندوستانی الفاظ کے ساتھ ساتھ دیومالا' تاریخ اور جغرافیہ کے الفاظ و اصطلاحات بھی ہیں۔ لغت کے دیباچہ میں گارساں دتاسی لکھتا ہے[۱۹]:-

"یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی فرانسیسی لغت کے بعد ایک چھوٹی سی لغت اور شائع کریں' جس میں دیومالا' تاریخ اور جغرافیہ کی اصطلاحیں ہوں اور اس طرح مبتدیوں کو اس تلاش سے بچائیں جو ہمیشہ مشکل اور طویل ہوتی ہیں۔"

معروف لغات نویس ڈاکٹر ایس ڈبلیو فیلن (۱۸۱۷ء - ۱۸۸۰ء) نے اپنے انگریزی لغت کے بعد ہندوستانی کے دو اہم لغات مرتب کیے۔ ان میں سے ایک ہندوستانی انگریزی قانونی اور تجارتی لغت A Hindoostani English Law and Commercial Dictionary اور نیو ہندوستانی انگریزی لغت لزارس اینڈ کمپنی بنارس و لندن نے ۱۸۷۹ء میں شائع کیں۔ مرکزی اردو بورڈ لاہور نے دوسرے لغت کو اردو انگریزی لغت کے نام سے ۱۹۷۶ء میں دوبارہ شائع کیا۔ اس میں مرتبین اور ناشر نے لغات کی اولین تاریخ اشاعت کے نسخے ہی کو استعمال کیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ ۱۸۷۹ء پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں اور ایک کتب خانہ مجلس زبان دفتری لاہور میں بھی موجود ہے۔ اگرچہ اس لغت میں محاورے اور روزمرے بھی شامل ہیں لیکن بہت سے اصطلاحی الفاظ جو اس کی لاء اینڈ کمرشل ڈکشنری میں موجود ہیں' اس میں بھی شامل کیے گئے ہیں۔ گارسیں دتاسی ۱۸۷۲ء کے مقالے میں لکھتا ہے کہ "یہ لغت اردو کے اور دوسرے لغات کی نسبت جو اب تک شائع ہوئے ہیں' زیادہ مکمل ہے[۲۰]۔" یہ لغت دراصل ۱۸۵۸ء ہی سے کراسوں کی صورت میں شائع ہونا شروع ہو گیا تھا قانونی اور تجارتی اصطلاحات جو الگ طور سے بھی شائع ہوئیں' اس کا حصہ بنیں[۲۱]۔

ڈاکٹر فیلن کے اس لغت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں اردو کی وضع شدہ

اصطلاحات بھی شامل کی گئی ہیں، جس میں بقول اس کے رائے سوہن لال ہیڈ ماسٹر پٹنہ نارمل سکول نے بھی اس کی مدد کی تھی۔ ان تمام اصطلاحوں کو جو دراصل انگریزی سے ترجمہ کی گئی تھیں، کتاب کے آخر میں جمع کر دیا گیا تھا۔ مثلاً "کھتی چال، ادھ خط، چھوٹی ناپ" وغیرہ۔ فیلن نے اردو کی اصطلاح سازی کی اہلیت اور رائے سوہن لال کے تجربات کا ذکر بھی کیا ہے۔ رائے سوہن لال کی اصطلاح سازی کی کئی مثالیں اس لغت میں مل جاتی ہیں۔

اردو، کلاسیکی ہندی اور انگریزی کا ایک نسبتاً زیادہ جامع لغت ۱۸۸۴ء میں لندن سے جان ٹی پلیٹس نے شائع کیا تھا۔ ۱۹۶۰ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن نے اس کا ایک اعلیٰ ایڈیشن شائع کیا جو دراصل اس کے پانچویں ایڈیشن ۱۹۳۰ء کی عکسی نقل ہے۔ اس کا پندرھواں ایڈیشن انھوں نے ۱۹۷۴ء میں شائع کیا ہے۔ ۱۹۸۳ء میں اس کا ایک ایڈیشن لاہور سے سنگ میل نے بھی شائع کیا ہے۔ یوں تو اس لغت میں تقریباً سارے ذخیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے اور یوں اس میں ایسی تمام اصطلاحات شامل ہو گئی ہیں جو اس سے پہلے موجود تھیں، لیکن اس کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ اس میں مفرد اصطلاحات زیادہ ہیں چنانچہ ترکیبی/اشتقاقی اور مرکب اصطلاحات سازی میں اس سے بخوبی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ مجلس زبان دفتری اور مقتدرہ کی اصطلاحات سازی میں اس لغت سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کے ماخذوں میں اس کتاب کو اہم مقام دیا گیا ہے۔

یوں تو پلیٹس کے بعد بھی کئی اردو انگریزی لغات شائع ہوئے، جن میں کیگن (۱۸۸۲ء)، تھامسن کریون (۱۸۸۸ء) اور لیفٹننٹ آگسٹس وائر کے لغات اہم ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ پلیٹس کے بعد مستشرقین نے اس طرف سے اپنی توجہ ہٹا لی اور کوئی جامع کام سامنے نہیں آسکا۔

۱۱:۳- سابقہ اصطلاحی ذخیرے کی تدوین

جدید اصطلاحات سازی سے قبل جب کمپنی کو برصغیر میں مستعمل اصطلاحات جمع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہاں فرانسس گلیڈون (وفات ۱۷۹۳ء) یہ کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ ۱۷۸۷ء میں انھوں نے مذہبی اصطلاحات پر مشتمل ایک لغت A Dictionary of the Religious Ceremonies of the Eastern Nations کلکتہ سے شائع کیا۔ یہ عربی، فارسی، ترکی، اور اردو میں مذہبی اور پیشہ ورانہ اصطلاحات پر مبنی ہے۔ اس کے ضمیمے میں طبی اصطلاحات A Medical Vocabulary کے نام سے ہیں، جن میں عربی، فارسی، ہندوی اصطلاحات مثلاً نشادر، ببول کا گوند، کپور، گندھک وغیرہ ملتی ہیں۔ ۱۷۹۷ء میں انھوں نے Patwari Accounts کلکتہ سے شائع کی، جس میں مال گزاری کی اصطلاحات ہیں۔ ۱۷۸۸ء میں ان کا عمومی و اصطلاحی لغت A Dictionary of Words

شائع ہوا۔ جس کے ساتھ ضمیمے میں Mohammadan Law and Bengal Revenue Terms Used in the East Indies منسلک ہیں، جو ۱۷۹۷ء میں الگ طور سے کلکتہ سے شائع ہوئیں۔ ان اصطلاحات کو ولسن نے بھی استعمال کیا تھا[24]۔ لندن والے لغت کے مقدمے میں پہلی بار ہندوستانی اصطلاحات کو سمجھنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے[25]۔ ۱۷۹۳ء میں انھوں نے نورالدین محمد عبداللہ شیرازی کی کتاب الفاظ الادویہ کا ترجمہ کلکتہ سے شائع کیا، جس میں ۱۴۴۱ عربی طبی اصطلاحات کے انگریزی، اردو اور فارسی ترجمہ/ متبادلات دیے گئے ہیں[26]۔

۱۷۹۵ء میں انتونی ڈی لیتانگ کی کتاب The Practice of Farriery پانڈی چری سے شائع ہوئی۔ جس میں گھوڑوں سے متعلق ادویات اور غذاؤں کی دو سو ہندوستانی اصطلاحیں درج کی ہیں۔ ۱۸۰۰ء میں ٹی ٹی رابرٹس کے لغت The Indian Glossary کا دوسرا ایڈیشن سامنے آتا ہے، جس میں عسکری و دفتری اصطلاحات ہیں، جو انگریزوں کو درپیش تھیں کچھ ہی عرصہ بعد شرع اسلامی، اصطلاحات اور بنگلہ مالگزاری وغیرہ پر ایک اور لغت ایس روسو (Rouseau) نے Dictionary of Muhammadan Law & Bengal Revenue Terms مرتب کیا جو لندن سے ۱۸۰۲ء میں شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۰۵ء میں شائع ہوا[27]۔ ولسن اس لغت کا نام Vocabulary of Persian Words in Common use in India قرار دیتا ہے[28]۔

۱۸۱۰ء میں جان فلیمنگ نے ہندوستانی اور سنسکرت میں ہندوستانی ادویاتی پودوں کا ایک کیٹلاگ رسالہ "Asiatic Researches" جلد ۲ میں شائع کی۔ ۱۸۱۳ء میں ڈبلیو آئنزلی (Ainslie) نے مدر اس سے ہندوستانی میٹریا میڈیکا شائع کرایا، جس میں ہندوستانی میں فہرست الفاظ بھی شامل ہے۔ ۱۸۲۴ء میں کلکتہ میڈیکل کالج کے پیٹر بریٹن کا لندن فارمو کوپیا (ترجمہ) شائع ہوا اور ۱۸۲۷ء میں اس کا طبی اصطلاحات کا ذخیرہ بھی کلکتہ سے شائع ہوا۔ ان میں مقامی الفاظ و اصطلاحات کو متبادل کے طور پر پیش کیا گیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی پانچویں روداد برائے سلیکٹ کمیٹی میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کا ایک مجموعہ اس روداد کے آخر میں گلاسری (Glossary) کے نام سے شامل تھا، جس کا دیباچہ اس کے مرتب چارلس ولکنز نے ۲۶ اپریل ۱۸۱۳ء میں ایسٹ انڈیا ہاؤس میں لکھا تھا[29]۔ یہ اس روداد کا ضمیمہ ہی بنی رہی اور اس وقت الگ شائع نہیں ہوئی جیسا کہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کے شائع شدہ ایڈیشن ۱۹۸۷ء کے دیباچے میں لکھا گیا۔ ۱۸۳۰ء میں اس کی طبع نو کی گئی۔ پہلی بار مقتدرہ نے اسے الگ طور سے شائع کیا ہے۔ اس میں اصطلاحات کے رائج رومن ہجے اور نقل حرفی کے اصول بیان کیے گئے ہیں اور سرولیم جونز کے اصول نقل حرفی کو استعمال کیا گیا ہے جو گلکرسٹ اور ولسن نے بھی استعمال کیے تھے۔ چارلس ولکنز نے یہ لغت اس ضرورت کے تحت مرتب کیا تھا کیونکہ مختلف لب و لہجہ میں بولے یا لکھے جانے والے الفاظ و اصطلاحات کی وجہ سے کمپنی کے دفاتر میں الجھنیں پیش،

آ رہی تھیں۔ سید مصطفیٰ علی بریلوی اس کے دیباچے میں لکھتے ہیں[۳۰]:۔

"۱۸۱۳ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی عملداری بنگال، بہار اور یوپی کے اضلاع الٰہ آباد، لکھنؤ وغیرہ علاقوں تک محیط ہو چکی تھی۔ اس وقت جو مخصوص الفاظ دفتری زبان میں رائج تھے یا وہ اصطلاحات جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے محکمہ ہائے مال، دفاتر اور عدالتوں میں عام طور پر مستعمل تھیں۔ اگرچہ عربی، فارسی، بنگالی، ہندوستانی، کناری، ملیالم، سنسکرت، تامل، تلنگی اور ترکی، ملائی زبانوں سے تعلق تھا لیکن ہجے کے فرق اور مقامی اثرات کی وجہ سے ہونے والے تغیرات کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو یہ سب قریب قریب اردو کے حالیہ ادوار میں رائج یا کم از کم مانوس ضرور محسوس ہوتے ہیں۔"

یہ کتاب ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں ایک ہزار کے قریب اصطلاحات کی تشریح انگریزی میں کی گئی ہے۔ سنسکرت، بنگالی، تلنگو، ملیالم، تامل وغیرہ کی ایسی اصطلاحیں جو اردو میں شامل نہیں ہو سکیں بمشکل ایک سو ہیں۔

۱۸۲۸ء میں بنگال ریگولیشنز کلکتہ سے شائع ہوئی جس کی جلد ۲۹ میں اصطلاحات کا اشاریہ شامل ہے۔ اس میں و لکنز ہی سے استفادہ کیا گیا۔ ۱۸۳۲ء میں کلکتہ سے رائج ایچ پیڈنگٹن (Piddingten) نے ہندوستان کی مختلف زبانوں میں پودوں کے ناموں کا انگریزی اشاریہ شائع کیا۔ ۱۸۴۰ء میں جے اوبرائن نے مقامی مالگزاری اصطلاحات اور ان کے انگریزی مترادف آگرہ سے شائع کیے۔ اسی دور میں سپیڈی (Speede) نے Indian Handbook of Gardening شائع کی، جس کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۴۲ء میں کلکتہ سے شائع ہوا اس میں پھولوں کے ہندوستانی نام دیے گئے ہیں۔ ۱۸۴۸ء میں ان کی ایک اور کتاب New Indian Gardener کلکتہ سے شائع ہوئی، اس میں پودوں، درختوں کے مقامی نام دیے گئے ہیں۔

ٹھگوں کی اصطلاحات پر انگریزی میں ایک فرہنگ (مصطلحات ٹھگی سے بھی پہلے) سرولیم ایچ سلیمان نے مرتب کی جو کلکتہ سے ۱۸۳۶ء میں شائع ہوئی۔ Sleeman, Remaseana and Vocabulary of the Peculiar Languages of the Thugs.

۱۸۴۲ء میں ایچ ایچ ولسن کی تجویز پر Glossary of Indian Terms شائع کی گئی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے تمام علاقوں سے اصطلاحی ذخیرے کی فہرستیں طلب کی گئیں۔ ان میں سے پہلی فہرست انڈیا ہاؤس بمبئی کے ریزیڈنٹ مسٹر وارڈن (Warden) نے مرتب کی جس میں اردو اصطلاحات کی انگریزی تشریح کی گئی تھی۔ اسے ولسن کی خواہش پر تمام علاقوں میں تصحیح کے لیے بھیجا گیا۔ ولسن لکھتا ہے کہ اس میں الفاظ قصداً درست کیے بغیر شامل کیے گئے تاکہ "ہندوستانی اہل علم انھیں درست کر سکیں"[۳۱]۔ ایسا ہی ایک ذخیرہ ۱۸۵۰ء میں سی پی براؤن (Charles Philip Brown) کا لغت ضلع ڈکشنری کلکتہ سے

شائع ہوا جس میں کاروباری اصطلاحات رومن الفاظ میں تھیں[۳۲]۔ ۱۸۵۲ء میں یہ مدراس سے شائع ہوا۔ ایسی ہی ایک فہرست رائے بریلی کے کمشنر پیٹرک کارنیگی نے بھی مرتب کی تھی۔ اس کا نام Kutchari Technicalities رکھا گیا۔ اس میں دفاتر، عدالت، مالگزاری، قانون کے علاوہ صنعت و حرفت وغیرہ کے الفاظ بھی جمع کیے گئے تھے اور یہ الہ آباد سے ۱۸۵۳ء میں شائع ہوئی[۳۳]۔ اس کا صرف دوسرا ایڈیشن ۱۸۷۷ء میں الہ آباد ہی سے شائع ہوا جس میں توسیع کی گئی۔ دوسرے ایڈیشن کے دیباچے میں مرتب نے دعویٰ کیا ہے کہ بہت سے الفاظ فوربز، فیلن اور درگا پرشاد کے لغات میں بھی نہیں ملیں گے۔چنانچہ یہ لغت زیادہ جامع ہے۔ صرف قانونی اور دفتری اصطلاحات پر ان کا ایک لغت Terms Carnegy's Vocabulary of Law الہ آباد سے ۱۸۶۵ء میں شائع ہوا۔

اسی طرح کی ایک فہرست شمال مغربی صوبوں کے بورڈ آف ریونیوز کے رکن سرہنری ایلیٹ نے بھی مرتب کی تھی۔ جو آگرہ سے Supplement to Glossary of Indian Terms کے نام سے ۱۸۴۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ سرہنری ایلیٹ نے انڈین پینل کوڈ کا اردو ترجمہ بھی کیا تھا اور ۱۸۴۷ء میں اسے پارلیمنٹ کی منظوری کے لیے بھیجا تھا۔ ان کی اصطلاحات کے لغت پر نظرثانی اور ترمیم جے بمز نے کی اور اسے ۱۸۶۹ء میں دوبارہ لندن سے Memoirs on the Folklore کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس میں ہندوستانی الفاظ حسب روایت رومن اور نسخ ٹائپ میں ہیں اور تشریح انگریزی میں درج ہے[۳۴]۔ ولسن اور فوربز نے بھی اس لغت سے استفادہ کیا تھا۔ اس لغت کا ضمیمہ ۱۸۶۰ء میں ۳۹۶ صفحات میں رڑکی سے بھی شائع ہوا تھا[۳۵]۔ ولسن لکھتا ہے کہ انھوں نے بالائی ہندوستان کے مختلف قبائل، رسوم و رواج، مالیاتی اور زرعی اصطلاحات کو جمع کیا اور اسے گلاسری اور بعد ازاں ضمیمے کے طور پر شائع کیا۔ اس میں مقامی اصطلاحات کی مستند تشریح بھی دی گئی ہے[۳۶]۔

۱۸۵۰ء میں مورلے کا Morley's Analytical Digest شائع ہوا۔ جس میں برصغیر کی سپریم کورٹ کے ان فیصلوں میں آنے والے الفاظ اور مقامی اصطلاحات کا اشاریہ دیا گیا۔ ہا ‌ٔلسن جا ‌ٔلسن میں اس سے استفادہ بھی کیا گیا ہے۔

اسی دور میں ان تمام ماخذ اور ذرائع سے جمع ہونے والا بہت بڑا اصطلاحی ذخیرہ ایچ ایچ ولسن نے شائع کیا۔ اس کے لغت کا نام A Glossary Judicial and Revenue Terms ہے۔ یہ ۱۸۵۵ء میں لندن سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے ڈبلیو ایم ایچ ایلن اینڈ کمپنی نے شائع کیا۔ ۱۹۴۰ء میں اسے کلکتہ سے ایسٹرن لا ہاؤس نے بھی شائع کیا اور ۱۹۸۵ء میں مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد نے اصطلاحات عدلیہ و مالگزاری کے نام سے بھی شائع کیا[۳۷]۔ اس لغت میں اردو کے علاوہ سنسکرت، جنوبی ہند کی زبانوں اور پنجابی، سندھی اور پشتو تک کی اصطلاحات شامل کی گئی ہیں۔ مصنف اردو، ہندی اور ہندوستانی کو

الگ الگ زبانیں قرار دیتا ہے بلکہ اردو میں موجود عربی، فارسی الفاظ کو علیحدہ شمار کرتا ہے۔ اس کے نزدیک اس نے یہ تمام الفاظ جو ۳۶ ہزار ہیں، ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرکاری دستاویزات سے جمع کیے ہیں۔ یہ کام انھوں نے زیادہ تر ہندوستانی پریس ہی میں انجام دیا۔ بک لینڈ لکھتا ہے کہ ولسن نے پریس ہی میں انتقال کیا[۳۸]۔

مصنف کے نزدیک کمپنی کی دستاویزات میں ان اصطلاحات کی تشریح موجود نہیں تھی، اس لیے اکثر اوقات انھیں غلط طور پر پیش کیا جاتا تھا، چنانچہ بمبئی، بنگال اور مدراس سے ایسی اصطلاحات طلب کی گئیں تاکہ انھیں مرتب کیا جائے لیکن خاطر خواہ کام نہ ہوا۔ مصنف لکھتا ہے[۳۹]:

"بعض افسروں نے اپنے ماتحت منشیوں، منصفوں، اور صدر امینوں کے سپرد یہ کام کیا، جنھوں نے فہرست میں خاطر خواہ اضافے کیے۔ بعض لوگوں نے شیکسپیئر کے لغت سے الفاظ لے کر شامل کر دیے۔ ان (منشیوں) میں سے صرف ایک شخص میر شہامت علی نے خاطر خواہ کام انجام دیا تھا۔"

اس لغت کی تدوین میں مصنف نے گلیڈون، روسو اور رابرٹ سن کے لغات سے بھی استفادہ کیا اور مطبوعہ و غیر مطبوعہ ریکارڈ (صدر عدالت کلکتہ، آگرہ، مدراس، بمبئی، شمال مغربی صوبہ جات کے کوئی ۱۸ ہزار صفحات پر مشتمل ریکارڈ، ۱۸۴۶ء سے ۱۸۵۳ء) کو بھی استعمال کیا[۴۰]۔ ہابسن جابسن میں اسے قابل تدوین و تکمیل قرار دیا گیا[۴۱]۔

اس لغت کی بنیادی اہمیت یہ ہے کہ اس میں اردو کے ابتدائی دور کی اصطلاحات کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ اپنے سیاق و سباق، معانی، مفہوم اور تشریحات کے ساتھ مجتمع ہو گیا ہے اور ہمیں اس سے استفادے کا خاطر خواہ موقع فراہم ہوا ہے۔ ۱۸۵۹ء میں ایچ جی ریورٹی کا ایک لغت Thesaurus of English and Hindustani Technical Terms Used in Building & Other Useful Arts کے نام سے ہرٹ فورڈ سے شائع ہوا۔ اس میں فن تعمیر، سائنسی اور دیگر کئی فنون اور پیشوں سے متعلق پانچ ہزار اصطلاحات جمع کی گئی ہیں جو انگریزی اور اردو کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس طرح پیشوں سے متعلق اردو کی اصطلاحات کا یہ ایک جامع ذخیرہ ہمارے سامنے آتا ہے۔

۱۸۶۸ء میں ایچ بیڈن پاول نے پنجاب کی معاشی پیداوار سے متعلق ایک Handbook رڑکی کالج سے شائع کی جس کے ساتھ مقامی اصطلاحات کی طویل فہرست بھی منسلک ہے۔ اسی سال ایف جے واٹسن نے ہندوستان کی معاشی پیداوار اور مصنوعات سے متعلق مقامی اور سائنسی الفاظ کا Index لندن اور کلکتہ سے شائع کیا۔ ہندوستان اور تبت کی جغرافیائی اصطلاحات کا ایک لغت ۱۸۷۰ء میں لندن سے ایچ اے شلاجنٹ ویٹ (Schlagintweit) نے گلاسری کے نام سے شائع کیا۔ اس کی ایک اور کتاب Results of a Scientific Mission مطبوعہ لندن ۱۸۶۳ء میں بھی ایسی جغرافیائی

مقامی اصطلاحات ملتی ہیں۔

۱۸۷۷ء میں لندن سے آربیوان کی ایک کتاب Handbook of Fresh Water Fishes of India شائع ہوئی جس میں ہندوستانی مچھلیوں کے مقامی نام دیے گئے ہیں۔

اسی سال مدراس حکومت کی طرف سے مالگزاری کے افسروں، ججوں اور طلبہ کے لیے ہندوستانی اصطلاحات اور الفاظ کا ایک لغت A Glossary of Indian Terms شائع ہوا۔ اسی دور میں ولسن کے لغت سے استفادہ کرتے ہوئے بمبئی سول سروس کے جارج کلفورڈوائٹ ورتھ نے ایک لغت Anglo-Indian Dictionary مرتب کیا۔ جس میں ایسی ہندوستانی اصطلاحات کی انگریزی میں تشریح کی گئی ہے جو انگریزی دستاویزات میں عام طور پر مستعمل تھیں۔ لغت کے دیباچے میں وہ لکھتے ہیں[۱۲]:-

"میں نے ایسی تمام اصطلاحات نکال باہر کی ہیں، جو انگریزی دستاویزات میں مستعمل نہیں ہیں اور ایسے الفاظ بھی جن کے متبادلات انگریزی میں موجود ہیں۔ مثلاً فرض (Duty) فرمائش (Order)، فروش (Sale)، فرزند (Off Spring)، قصد (Vice)، یہ تمام ولسن کے لغت کے ایک صفحے سے لیے گئے ہیں البتہ ایسے الفاظ لیے گئے ہیں جو انگریزی میں عام طور پر مستعمل ہیں اور ان کے انگریزی مترادفات صحیح طور سے موجود نہیں یا مجبوراً انگریزی میں استعمال کیے جا رہے ہیں۔ مثلاً چٹ، کارکن وغیرہ یا...... پھر دیوی، فصل، عید، منور، شیعہ، سیوا وغیرہ۔"

یہ لغت لندن سے کیگن پال اینڈ کو نے ۱۸۸۵ء میں شائع کیا تھا۔ ۱۹۸۱ء میں لاہور سے سنگ میل نے اسے دوبارہ طبع کیا۔ جس میں غلطی سے پہلے ایڈیشن کا سن اشاعت ۱۸۳۲ء درج ہے جب کہ مرتب نے ولسن کے لغت (۱۸۵۵ء) اور بعض دفتری دستاویزات (۱۸۵۶ء) سے بھی استفادہ کیا ہے[۱۳]۔ لغت میں زیادہ تر اصطلاحات دفتری، قانونی، مذہبی اور ثقافتی نوعیت کی ہیں جو ظاہر ہے کہ دفتری دستاویزات میں استعمال ہوتی تھیں۔ یہ کام ایک ہی شخص کا ہے اور بقول مرتب کسی کی سرپرستی کے بغیر شائع ہوا[۱۴]۔ بعض مقامات پر اسناد کا حوالہ بھی دیا گیا ہے لیکن جہاں کسی کے اقتباس میں تحریف کی گئی ہے، وہاں اس کا حوالہ مفقود ہے۔ بعض اصطلاحات کی نحوی ترکیب بھی کی گئی ہے مثلاً "خدمت گار" میں خدمت عربی لفظ ہے اور لسانی ماخذ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔

انھی دنوں ڈاکٹر ایس ڈبلیو فیلن نے بھی Hindustani English Law and Commercial Dictionary کے نام سے دفتری، قانونی، مالگزاری اور تجارتی اصطلاحات جمع کیں اور انھیں بنارس اور لندن سے ۱۸۷۹ء میں شائع کیا۔ ۱۹۸۰ء میں اس لغت کو بھی لاہور سے سنگ میل نے اردو انگلش کے نام سے دوبارہ طبع کیا ہے۔

اصطلاحی ورثے کے ضمن میں ایک اور لیکن مختلف نوعیت کا کام سپرنگر نے انجام دیا تھا۔ جب اس نے عربی میں سولھویں صدی عیسوی کی کتاب **کشاف اصطلاحات الفنون** از تھانوی مرتب کرائی۔ اس نے اسے ۱۸۶۲ء میں شائع کیا تھا۔ اس میں موجود اصطلاحات اردو میں بھی مستعمل ہیں[۴۵]۔ ان میں علوم و فنون کی اصطلاحیں بھی شامل ہیں۔

ہابسن جابسن Hobson Jobson اس شہرۂ آفاق لغت کا نام ہے جسے دو مستشرقین کرنل سرہنری یول (Henry Yule) اور آرتھر کوک برنل (Arthur Coke Burnell) نے مل کر مرتب کیا اور اینگلو انڈین الفاظ و اصطلاحات کے ایک قاموسی مجموعے کی بنیاد ڈالی۔ اس لغت کی اشاعت کا کام انھوں نے "The Indian Antiquary" نامی تحقیقی مجلّہ میں جلد نمبر۸ شمارہ فروری ۱۸۷۹ء سے قسط وار شروع کیا۔ اس میں صفحہ نمبر ۵۲ سے ۵۴ پر انھوں نے ملائی زبان میں شامل اصطلاحات شامل کی ہیں۔ بعد ازاں بنگالی اور پھر دکھنی جیسے مارچ ۱۸۷۹ء کے شمارہ صفحہ نمبر ۸۳ تا ۸۶ پر۔ یہاں اس کا نام یوں درج ہے۔ Specimen of a Discursive Glossary of Anglo-Indian Terms- ہر اصطلاح کے معنی وماخذ بتانے میں وہ بیسیوں کتابوں اور رسالوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ جون' جولائی' اگست ۱۹۷۹ء کے شماروں میں بھی چلتا ہے۔ ۸۷۰ صفحات پر مشتمل یہ لغت ۱۸۸۶ء میں جان مرے' لندن سے Hobson Jobson : A Glossary of Colloquial Anglo-Indian Phrases کے نام سے شائع کیا۔

ڈاکٹر آغا افتخار حسین کہتے ہیں کہ اشتقاق کے نقطہ نظر سے غالباً" یہ اپنی طرز کی پہلی کتاب ہے۔ اس میں اردو کے وہ الفاظ شامل ہیں جو انگریزوں اور دوسری مغربی قوموں کے ہندوستان کے ساتھ روابط کی وجہ سے مغربی زبانوں میں داخل ہو گئے یا وہاں سے اردو میں آ گئے[۴۶]۔ یول لکھتا ہے کہ فرہنگ میں انتظامیہ سے متعلق اچھی تعداد میں الفاظ موجود ہیں۔ ایسے بہت سے الفاظ ہیں' جن کا تعلق نباتات اور حیوانات سے ہے اور یہ الفاظ ہندوستان سے مغربی زبانوں میں آ گئے ہیں[۴۷]۔

پیش لفظ کے بعد مرتبین نے بائیس فرہنگوں اور لغات کی فہرست دی ہے جو زیادہ تر اصطلاحات پر مشتمل ہیں۔ تاہم ان کے علاوہ بھی سینکڑوں دیگر کتابوں سے حوالے دیے گئے ہیں' ان کی کتابیات بھی درج ہے۔ "ہابسن جابسن" کی وجہ تسمیہ "یا حسنؓ یا حسینؓ" کا نعرہ ہے جو اہل تشیع محرم کے دنوں میں ماتم کے دوران میں بلند کرتے ہیں۔

اس لغت کا استحسان اسی دور میں شروع ہو گیا تھا۔ تنقید اور ترامیم و اضافے تجویز کرنے والوں میں رچرڈ سی ٹیمپل' ڈبلیو سکیٹ' پارٹرج' ولیم کروک اروِن اور پروفیسر ہودی والا اہم ہیں۔ ان کے مقالات جریدہ "The Indian Antiquary" کے مختلف شماروں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

آر سی ٹیمپل نے جلد ۲۷' جنوری ۱۸۹۹ء میں پورٹ بلیر میں مستعمل بعض اینگلو انڈین

اصطلاحات اور الفاظ کا ذکر کیا ہے۔ جو گلابی انگریزی کا باعث بن رہے ہیں[۴۸]۔ چند اور مقالوں میں انھوں نے سترھویں صدی کے ایک مخطوطہ (منقولہ ۷۹-۱۶۶۹ء) میں موجود مقامی ملی جلی اصطلاحات مرتب کر کے شائع کیں۔ یہ اصطلاحات انھوں نے شمارہ جنوری، ستمبر، دسمبر ۱۹۰۳ء میں شائع کیں۔ یہ مسودہ کسی T.B. Asia نے لکھا تھا[۴۹]۔ ایک اور مضمون میں وہ لکھتا ہے کہ اس مخطوطہ کا اصل مصنف Thomas Bowrey ہے۔ وہ مقامی بولیاں جانتا تھا[۵۰]۔ ایک اور مقالے میں ٹیمپل نے کمپنی کے ریکارڈ میں مستعمل چند تجارتی اصطلاحات درج کی ہیں جو ایک صدی بعد بھی انگریزی اخبارات میں استعمال ہو رہی تھیں یہ اینگلو انڈین الفاظ انھوں نے اخبار "Capital" کلکتہ ۱۹۰۲ء سے اخذ کیے۔ ان کے ساتھ ساتھ ہابسن جابسن کا صفحہ نمبر کا حوالہ بھی دیا ہے[۵۱]۔

ہابسن جابسن پر سب سے بڑا کام پارٹرج (Partridge) نے کیا۔ اس نے پورے لغت کے تمام الفاظ کا اشاریہ مرتب کیا اور کہا کہ یہ لغت اس اشاریے کے بغیر استعمال نہیں ہو سکتی[۵۲]۔ چنانچہ اس نے کئی شماروں میں یہ اشاریہ شائع کیا جو الفبائی ترتیب سے ہے۔ یہ اشاریہ جلد ۲۹، ۱۹۰۰ء، جلد ۳۰، ۱۹۰۱ء، جلد ۳۱، ۱۹۰۲ء، جلد ۳۲، ۱۹۰۳ء، جلد ۳۳، ۱۹۰۴ء، جلد ۳۴، ۱۹۰۵ء، میں شائع ہوا۔

ڈبلیو اروِن نے بعض ایسے الفاظ اور اصطلاحات کی ایک فہرست شائع کی جو ہابسن جابسن میں نہیں ملتے۔ انھیں الگ طور پر جلد ۲۹ شمارہ ستمبر ۱۹۰۰ء، شمارہ نومبر ۱۹۰۰ء میں شائع کیا[۵۳]۔

پروفیسر ہودی والا نے جلد ۵۸ اگست ۱۹۲۹ء کے شمارے سے ہابسن جابسن کی بعض غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔ یہ اعتراض ماخذ اور معانی کے تعین کے بارے میں ہے۔ یہ سلسلہ قسط وار شمارہ ستمبر، نومبر ۱۹۲۹ء نیز جلد ۶۰، مئی، جولائی، اگست، ستمبر، نومبر ۱۹۳۱ء، نیز جلد ۶۱، فروری اور مئی ۱۹۳۲ء تک چلا گیا ہے۔

ہابسن جابسن کا دوسرا ایڈیشن ولیم کروک نے ۱۹۰۲ء میں مرتب کیا، جو ۱۹۰۳ء میں طبع ہوا۔ یہ دوبارہ ۱۹۶۸ء میں Routledge نے لندن سے شائع کیا۔ اسی کمپنی نے نیا ایڈیشن ۱۹۸۵ء میں طبع کیا جس پر انتھونی برجیس نے پیش لفظ لکھا ہے۔ طبع نو ۱۹۸۶ء میں ہوئی۔ دوسرے ایڈیشن میں ولیم کروک نے اضافے کیے اور اقتباسات میں موجود الفاظ کا اشاریہ بھی بنایا، جس میں ٹیمپل، سکیٹ، پارٹرج اور اروِن کے کاموں کو شامل کیا۔

تحقیقی مجلّہ انڈین اینٹی کویری (The Indian Antiquary) کے ایڈیٹر رچرڈ سی ٹیمپل نے مقامی بولیوں اور اصطلاحات خصوصاً" پنجاب، کشمیر اور بنگال کے حوالے سے بہت کام کیا۔ جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں انھوں نے پنجاب میں پیپر ماشی کے مصوروں اور نقاشوں کی تجارتی اصطلاحات بلکہ مرموز الفاظ (Code Words) کا ذکر کیا ہے، جو عوامی بولی اور محاوروں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ان عوامی الفاظ کو نئے معانی

پہناتے تھے۵۵۔ ایسا ہی ایک مقالہ انھوں نے دہلی کے دلالوں کی خفیہ زبان کے بارے میں لکھا ہے۔ اس مقالے میں آڑھتی، آڑمت، دستوری، بخشش، خانساماں، خدمت گار جیسی اصطلاحوں کے ساتھ ساتھ وہ دلالوں کے مرموز الفاظ کی تشریح کرتے ہیں جسے "ناک" (بمعنی روپے میں ایک آنہ)، آنکھ (بمعنی روپے میں دو آنہ)، ناک اور آنکھ (بمعنی روپے میں تین آنہ)، وہ اپنی گفتگو/سوداکاری میں یہی الفاظ جملوں کے اندر استعمال کرتے تھے۵۶۔ اس کے علاوہ بھی وہ اپنے جریدے میں مسلسل شذرات اور مقالے تحریر کرتے رہتے تھے۵۷۔

ولیم کروک نے ۱۸۷۰ء میں شمال مغربی صوبوں اور اودھ کی زرعی اور پیشہ ورانہ زندگی اور اصطلاحات کو جمع کیا اور اس کی تسویدی اشاعت کی۔ تنقید اور اصلاح کے بعد اسے ۱۸۷۹ء میں Materials for Rural and Agricultural Glossary کے نام سے الہ آباد سے شائع کیا۔ بہت حد تک مختلف ۱۸۸۸ء میں کلکتہ سے A Rural and Agricultural Glossary کے نام سے شائع ہوا، جس میں شمال مغربی صوبوں اور اودھ کی زرعی اصطلاحات شامل ہیں۔ اس میں ۸۰۵ زرعی اصطلاحات ہیں۔ ان دونوں کو شاہد امین نے ۱۹۸۹ء میں نئی دہلی سے A Glossary of North Indian Peasant Life کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ ۱۸۸۹ء میں The Indian Antiquary میں جے جی ڈ-یلمیرک (Delemerech) نے اردو میں جانوروں کی بولیوں کی فہرست دی ہے۔ وہ ان کی ہندوستان بھر میں یکسانیت اور تواتر کو حیرت سے دیکھتا ہے مثلاً پورے برصغیر میں بلی غرغراتی ہے، بھیڑ ممیاتی ہے، گائے ہنکارتی ہے، گھوڑا ہنہناتا ہے، گدھا رینکتا ہے۔ وغیرہ۔ یعنی ہر جانور کی آواز کے لیے لفظ مخصوص ہے۵۸۔ ۱۸۹۳ء میں جان فرینکس چیٹن ڈین نے ہندوستانی انگریزی، فرانسیسی اور ہسپانوی مکالموں پر مشتمل Medical Phrases پورٹ آف سپین سے شائع کی۔

۱۸۹۷ء میں جی ٹیمپل کا ایک لغت Glossary کے نام سے لندن سے شائع ہوا۔ جس میں ہندوستانی مذہب، رسوم و رواج اور حکومت سے متعلق اصطلاحات جمع کی گئی تھیں۔ ۱۸۹۹ء میں سرجارج واٹ نے کلکتہ سے Dictionary of the Products of India چھ جلدوں میں شائع کی۔ اس میں آخری جلد کے صفحہ نمبر ۱۷ تا ۲۰ میں ہندوستانی، اردو، ہندی الفاظ و اصطلاحات دیے گئے ہیں۔

اسی طرح صوبہ پنجاب میں نسل نگاری کے مہتمم ایچ اے روز نے پنجاب کی مذہبی، دفتری، تکنیکی اور دیگر اصطلاحات جمع کر کے The Indian Antiquary میں شائع کیں۔ یہ اصطلاحات انھوں نے جلد ۳۲، ۱۹۰۳ء، جلد ۳۳، ۱۹۰۴ء، جلد ۳۷، ۱۹۰۹ء، جلد ۳۹، ۱۹۱۰ء، جلد ۴۰، ۱۹۱۱ء، جلد ۴۱، ۱۹۱۲ء، جلد ۵۳، ۱۹۲۴ء، میں شائع کیں۔ انتظامی اور دفتری اصطلاحیں زیادہ تر پہاڑی ریاستوں کولو اور منڈی وغیرہ کی ہیں۔ ان میں سل، کوٹھی جیسے الفاظ بھی ملتے ہیں اور مقامی الفاظ بھی۵۹۔ دسمبر ۱۹۰۹ء سے انھوں نے پنجابی لغت کو جمع کرنا شروع کیا جس

میں انھوں نے پیشہ ورانہ الفاظ اور اصطلاحوں سے آغاز کیا۔ یہ اصطلا حیں ڈسٹرکٹ سیٹلمنٹ رپورٹ اور ملتان و ڈیرہ غازی خان کے گزیٹر، انڈسٹریل مونو گراف اور پنجاب کسٹمری لاء وغیرہ سے لیے ہیں جو عموماً لکڑی، چمڑے، لوہے، زرگری، پارچہ بافی، ریشم، اون وغیرہ کے کام سے متعلق ہیں[۶۰]۔

۱۹۰۸ء میں لیفٹیننٹ کرنل ڈی سی فلوٹ (D.C.Phillot) نے بھی گوبن لال بونرجی کے ساتھ مل کر برصغیر کے پرندوں کے اردو نام اور ان کے انگریزی متبادلات پر مشتمل Hindoostani English Vocabulary of Indian Birds کے نام سے ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے جونل میں شائع کرائی[۶۱]۔ بعد ازاں اسے الگ کراسے کے طور پر بھی شائع کیا گیا۔ یہ جونل کے سلسلہ نمبر چار، شمارہ نمبر ۲، ۱۹۰۸ء میں صفحہ نمبر ۵۵ تا نمبر ۹۷ پر شائع ہوئی۔ اس میں سات سو کے قریب پرندوں کے اردو نام، انگریزی ترجمہ اور لاطینی ٹیکنیکل اصطلاح درج ہے۔ اس کے دیباچے میں مرتب لکھتا ہے[۶۲]:

"دیگر لغات میں پرندوں کے ناموں کا صحیح ترجمہ نہیں ہوا۔ چنانچہ سرجن میجرٹی سی جرڈن (Jerdon) کی کتاب Birds of India سے پرندوں کے اردو ہندی نام حاصل کیے گئے ہیں۔"

اسی جرنل کے شمارہ ۶، ۱۹۱۰ء میں ڈی سی فلوٹ نے اردو، فارسی میں بازداری کے موضوع پر Vocabulary of Technical Falconary Terms شائع کرائی، مسلمانوں کے اس فن پر یہ ایک نادر دستاویز ہے۔ ۱۹۲۲ء میں کلکتہ سے مسز ٹیمپل رائٹ کی کتاب Flowers and Gardens in India کا ساتواں ایڈیشن ڈبلیو برنز کی توسیع کے ساتھ شائع ہوا۔ اس میں باغبانی اور نباتیاتی اصطلاحات پر ہندوستانی ذخیرۂ الفاظ شامل ہے۔ اسی سال گولان کی Indian Vegitable Garden کا چوتھا ایڈیشن کلکتہ سے شائع ہوا جس میں باغبانی اور نباتیاتی اصطلاحات پر بھی ایک باب دیا گیا ہے۔

ہندوستانی ارضیاتی اصطلاحات کا ایک ذخیرہ سرٹی ایچ ہالینڈ نے جیالوجیکل سروے آف انڈیا جلد ۵۷، شمارہ ۱، ۱۹۲۶ء میں ۱۸۴ صفحات پر مشتمل شائع کرایا۔ ۱۹۳۱ء میں حکومت ہند کی طرف سے ہندوستان کے نقشوں پر استعمال ہونے والی مقامی اصطلاحات کی ایک Glossary کلکتہ سے شائع ہوئی۔

بلیٹن آف سکول آف اورینٹل سٹڈیز لندن کے جلد ۸ شمارہ ۲، ۳، ۱۹۳۶ء میں ہندوستانی بولیوں میں پرندوں کے ناموں کی ایک فہرست مرتبہ ای ای جانسٹن شائع ہوئی۔ ۱۹۴۰ء میں امریکی جرنل "Semetic Languages" شکاگو، جنوری ۱۹۴۰ء میں اے این پولیاک نے اسلامی بندوبست اراضی کی اصطلاحات شائع کیں۔ اسی طرح جے این ہولسٹر نے "Luzac's Oriental Religiones Series" نمبر شمار ۸، ۱۹۵۳ء لندن میں اسلامی اصطلاحات شائع کی ہیں[۶۳]۔

۴:۱۱- جدید اصطلاحی ترجمے کا پہلا لغت

انگریزی اردو کے لغات اگرچہ اہل یورپ نے اپنی ضروریات کے تحت مرتب کیے تھے لیکن ان کا ضمنی فائدہ اردو کو پہنچا اور اس میں لغات نویسی اور اصطلاحات سازی کی روایات مستحکم ہوئیں۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ اہل یورپ اور مستشرقین کی لغات سازی کی ابتدائی کوششیں اصطلاحات سازی سے متعلق تھیں۔ عمومی نوعیت کے لغات بہت بعد میں وضع ہوئے۔ ڈاکٹر اے ایچ کوثر نے جس پرتگالی، ہندوستانی، فارسی سہ لسانی لغت کو اردو کا پہلا لغت قرار دیا ہے، وہ دراصل اصطلاحی ذخیرے ہی پر مبنی ہے۔ یہ پرتگالی سے اردو میں اصطلاحی ترجمے یا مترادف کی ایک کوشش ہے۔ یہ لغت ۱۵۹۵ء میں Vocabularium کے نام سے لکھا گیا اور اس کا قلمی نسخہ کنگز کالج لائبریری لندن میں موجود ہے[۶۴]۔

ڈاکٹر ابواللیث لکھتے ہیں کہ یہ لغت ۱۵۹۹ء سے قبل Jeronimo Xavier (جیرو نیمو خاویر، بعض کے نزدیک ژاویرے ہے، جو غلط ہے) نے مرتب کیا تھا اور یہ شخص جہانگیر کے دربار میں حاضر تھا۔ اس کا نسخہ کنگز کالج لندن میں ہے[۶۵]۔ گریرسن نے ایسے ہی ایک پرتگالی لغت کی تاریخ تکمیل ۱۶۳۰ء دی ہے۔ جسے ایک پرتگالی شخص کورج کیجو نے سورت کی بندرگاہ میں مرتب کیا تھا اور سورت ہی میں فرانس کے ایک پادری فرانکسن توردینس نے ۱۷۰۴ء میں ایک لغت لاطینی، ہندی، فرانسیسی اور مور (اردو) میں مرتب کیا تھا[۶۶]۔ ایسی بہت سی کوششیں ابتدائی دور میں ہوئیں۔ لاطینی، دکنی میں ایک لغت ایک اور مصنف اگناشیو ارکامو نے (Agnacio Archamoney) (۱۶۱۵ء- ۳۰ اپریل ۱۶۸۳ء) نے مرتب کیا۔ اس کا قلمی نسخہ سینٹ لزبوا کے کتب خانے میں موجود ہے[۶۷]۔ اسی طرح مختلف اشیاء اور ادویہ پر ایک پرتگالی فارسی، ہندوستانی فہرست بھی اسی دور میں ایک پرتگالی مشنری اوجینو ڑی گورس نے مرتب کی تھی[۶۸]۔

اردو میں پہلا مبسوط لغت اصطلاحات جو آج ہمیں ملتا ہے، فورٹ ولیم کالج کے استاد تھامس روبک (Thomas Roebuck) نے مرتب کیا[۶۹]۔ اسے "عسکری ڈکشنری" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ انگریزی میں اس کا نام An English and Hindoostani Naval Dictionary of Technical Terms and Sea Phrases ہے اور یہ پہلی بار ۱۸۱۱ء میں ہندوستانی پریس کلکتہ سے رومن حروف میں شائع ہوا، پھر لندن سے ۱۸۱۳ء اور ۱۸۱۹ء میں طبع ہوا۔ بعدازاں متعدد بار طبع ہوتا رہا۔ ۱۸۲۴ء میں اسے کارمیکائل سمتھ نے نظرثانی کے بعد لندن سے The Hindustani Interpretor کے نام سے شائع کیا جس کے ساتھ Naval Dictionary شائع کی گئی۔ تیسرا ایڈیشن پیرس اور لندن سے ۱۸۴۱ء میں شائع ہوا۔ بعدازاں اسے بھی جی سال نے نظرثانی کے بعد A Lashkari Dictionary

کے نام سے لندن سے ۱۸۸۲ء میں شائع کیا؎۲۔ ۱۸۸۲ء کا نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ اس میں ایسے الفاظ کا کثیر ذخیرہ ہے جو انگریزی کمانداروں کو میدان جنگ میں اور بارکوں میں ہندوستانی سپاہیوں کے ساتھ بول چال میں کارآمد ہو سکتے ہیں۔لغت کے پیش لفظ میں مرتب لکھتا ہے؎۳:-

"ہم بہت سے مقامی ملازموں کو اپنے جہازوں پر نوکری دیتے ہیں' لیکن ہمارے افسران ان سے خاطرخواہ کام نہیں لے پاتے' اس لیے کہ وہ اپنے احکامات ان ملازموں کو سمجھانے میں ناکام رہتے ہیں۔ اسی مقصد کے لیے یہ لغت مرتب کی گئی ہے۔ اسے زیادہ مفید بنانے کے لیے نہ صرف یہ کہ میں نے ان تمام الفاظ کو جمع کر کے ان کا ترجمہ کروایا ہے بلکہ میں نے خود ذاتی مشاہدے کی بناء پر جو الفاظ یا محاورے عام طور پر جہازیوں کو بولتے اور استعمال کرتے دیکھا ہے' انھیں بھی یک جا کیا ہے اور ان تمام اصطلاحوں کو جمع کیا ہے جو جہاز کے عملے میں رائج ہوتی ہیں۔ اس کام کے لیے میں نے جہاز کے بڑے بڑے افسروں سے رابطہ قائم کیا ہے اور ان سے مدد لی ہے۔"

۵:۱۱۔ عمومی انگریزی' اردو لغات

مستشرقین کے انگریزی اردو لغات اس لیے بھی اہم ہیں کہ باوجودیکہ ان میں روزمرے' ضرب الامثال اور محاورے شامل کیے جانے لگے لیکن ان کا بنیادی ذخیرہ اصطلاحات پر مبنی تھا' جو انھی ماخذوں سے حاصل کیا گیا تھا' جن کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔ اس کا آغاز جے فرگوسن کے لغت (۱۷۷۳ء) کے انگریزی' اردو حصے سے ہوتا ہے۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد ۱۷۹۰ء میں مدراس سے ڈاکٹر ہنری ہیرس کا لغت A Di`ionary of English and Hindoostani شائع ہوا' جو اپنے موضوع پر ایک جامع حوالہ جاتی کتاب ہے۔ گلکرسٹ نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ اس نے ہیرس کے لغت کو ماخذ بنایا ہے۔ یہ پہلی جلد ہے' دوسری جلد کا تذکرہ ہم پہلے ہی کر چکے ہیں۔ ہنری ہیرس کے لغت جلد دوم کے ضمیمے میں فارسی' عربی اور ہندوستانی ادبیات میں مذکور مقامات' شہروں' قصبوں' مردوں اور خواتین کے ناموں کی ایک مرتب فہرست دی گئی ہے۔ اسی سال ڈاکٹر گلکرسٹ کا لغت شائع ہوا۔ تھامس روبک نے بھی اس کی تدوین میں مدد دی تھی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۱۰ء میں ایڈنبرا سے شائع ہوا۔ لغت کا پہلا حصہ ۱۷۸۶ء میں اور دوسرا ۱۷۹۰ء میں کلکتہ سے شائع ہوا' گریرسن ۱۷۸۷ء اور ۱۷۹۶ء لکھتا ہے۔ اس میں انگریزی الفاظ کے معانی اردو رسم الخط میں درج کیے گئے ہیں۔ ۱۷۹۷ء میں پہلی بار لندن سے جارج ہیڈلے کا ایک لغت شائع ہوا۔ ۱۸۰۲ء میں مرزا محمد فطرت دہلوی نے بھی اس لغت کی تصحیح کا کام انجام دیا۔ اس کا حوالہ گریرسن سے بھی ملتا ہے۔ البتہ گلکرسٹ اسے دو کوڑی کی کتاب قرار دیتا ہے

جب کہ کرک پیٹرک اسے مفید کتاب سمجھتا ہے[۴۲]۔ یہ ہیڈلے کے لغت ۱۷۷۲ء ہی کا ایک توسیعی ایڈیشن ہے۔

دیگر متفرق لغات میں ڈی روزریو کا انگریزی' بنگلہ' ہندوستانی ڈکشنری' کلکتہ (۱۸۳۵ء)' جے ٹی تھامسن کا انگریزی اردو ڈکشنری'سیرام پور طبع دوم(۱۸۳۶ء)' کیپٹن رابرٹ شیڈون ڈوبی کا انگلش ہندوستانی ڈکشنری (۱۸۴۶ء)' ناتھے برائس کا لغت کلکتہ (۱۸۷۱ء)ہی اوگڈن کا لغت بمبئی (۱۸۳۷ء)' ہنری گرانٹ کا Vocabulary Anglo Hindoostani کلکتہ (۱۸۵۰ء)' آنون کا لغت انگلش' ہندوستانی' فارسی' مدراس (۱۸۵۱ء)' Vocabulary English and Hindoostani مدراس (۱۸۵۴ء)' ایچ بلوک مین کا لغت کلکتہ (۱۸۷۷ء)' ایف ڈی رائس کا لغت مطبوعہ ستارا (۱۸۷۹ء) قابل ذکر ہیں۔ تا آنکہ ہم ڈاکٹر ایس ڈبلیو فیلن کے لغت Dictionary English Hindoostani تک آپہنچتے ہیں' جو ۱۸۵۸ء میں کراسوں کی صورت میں شائع ہونا شروع ہوا۔ اس میں قانونی اور تجارتی اصطلاحات بھی جمع کی گئیں۔ حامد حسن قادری لکھتے ہیں کہ ۱۸۸۰ء میں فیلن کا انتقال ہو گیا اور ان کے بعد باقی کام ان کے معاونین لالہ فقیر چند' لالہ چرنجی لال' لالہ ٹھاکرداس' لالہ جگن ناتھ اور مسٹر وا ٹلنگ نے پورا کیا اور یہ ۱۸۸۳ء میں مکمل ہوا[۴۳]۔ ۱۹۲۷ء اور ۱۹۳۶ء میں لاہور سے اسے رائے گلاب سنگھ نے بھی شائع کیا تھا۔ ۱۹۳۶ء کے نسخے سے پتا چلتا ہے کہ ڈاکٹر فیلن کی وفات تک حرف ای (E) تک نظرثانی ہو چکی تھی[۴۴]۔ مرکزی اردو بورڈ لاہور نے ۱۹۷۶ء میں اسے دوبارہ شائع کیا۔ یہ ۱۹۶۷ء کے ایڈیشن کی عکسی نقل ہے تاہم اس میں وارث سرہندی سے کچھ اضافے بھی کرائے گئے ہیں جن پر باقاعدہ ستارے کا نشان دیا گیا ہے۔ اصطلاحات کے ترجمے میں فیلن کو جو مدد رائے سوہن لال نے اردو انگریزی لغات میں دی تھی' اس کی جھلک اس لغت میں بھی ملتی ہے۔ جہاں تک مجموعی طور پر اصطلاحی ترجمہ کا تعلق ہے' ڈاکٹر فیلن کے ہاں ہمیں سابقوں' لاحقوں کے علاوہ اصطلاحی ترکیبوں کے ترجمے کا اہتمام بھی ملتا ہے اگرچہ فیلن کے بعد باؤلے کا لغت' لکھنؤ (۱۸۸۸ء)' تھامس کریون کا لغت Royal Dictionary لکھنؤ (۱۸۸۷ء)' تھابرن کا لغت' لکھنؤ (۱۸۹۸ء)'پولاک کا لغت (۱۹۰۰ء)' را بنگ کا لغت' کلکتہ (۱۹۰۵ء) جیسے کئی لغات نظر سے گزرے ہیں[۴۵]؛ ۔لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اصطلاحی ترجمے میں ڈاکٹر فیلن کے بعد کسی نے قابل توجہ کام انجام نہیں دیا۔

۶:۱۱۔ جدید اصطلاحات سازی اور یورپی مصنفین

یورپی مصنفین کا تذکرہ جدید اصطلاحات سازی کے حوالے سے عموماً" سائنس اور طب کی کتابوں سے کیا جاتا ہے۔ انھوں نے ان علوم پر لغات تو ۱۵۹۵ء سے مرتب کرنا

شروع کر دیے تھے لیکن تصنیف و تالیف کے میدان میں ان کی اصطلاحات سازی ہمیں انیسویں صدی کے آغاز میں نظر آتی ہے۔ ۱۸۲۴ء میں پیٹر بر-ٹن کے لندن فارموکوپیا کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ لیکن یہ ترجمہ ہے۔ اسی لیے ہمیں ڈاکٹر پیرسن کی کتاب معدنی زہر کو پہلی کتاب قرار دینا پڑتا ہے، جس میں جدید اصطلاحات کا اردو ترجمہ اصطلاحات کی صورت میں ملتا ہے۔ یہ کتاب جولائی ۱۸۲۶ء میں گورنمنٹ لیتھوگرافک پریس کلکتہ سے شائع ہوئی۔ ڈاکٹر پیرسن ایسٹ انڈیا کمپنی کا ملازم تھا' اس نے بعض مقامات پر اردو مترادفات بھی دیے ہیں مثلاً Vein (ورید)' Nerves (اعصاب)' Infection (پچکاری)' Sulpher (گندھک)' Mercury (پارہ)' Arsenic (زرنیخ)۔ اسی پریس سے اس کی ایک تصنیف بیان سانپ کے بکھ کا ۱۸۳۱ء میں شائع ہوئی[۶۲]۔ اس کی بعض اصطلاحات قابل ذکر ہیں۔ جیسے مسلز (عضلے)' گلینڈز (گلٹیاں)' ابسارنبٹ و سل (جذب کی نلی) وغیرہ۔ یہ کتاب ۱۸۱۹ء میں لکھی گئی تھی[۶۳]۔

ڈاکٹر پیرسن کے ساتھ ساتھ تقریباً انھی تاریخوں میں پیٹر بر-ٹن کی کتاب' ٹری ٹائز آن مینرل پائزنس (Treatise on Mineral Poisons) آتی ہے۔ یہ ۱۵ جولائی ۱۸۲۶ء کو اسی پریس سے شائع ہوئی۔ اس لیے ان دونوں مصنفین کی کتابوں کو اصطلاحات سازی کی اولین کوششیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ دونوں نیٹو میڈیکل انسٹی ٹیوشن کلکتہ کے استاد تھے جو ۱۸۲۴ء میں کلکتہ میڈیکل کالج کا ایک شعبہ تھا' جس میں طب کی تعلیم مقامی زبانوں میں دی جاتی تھی۔ پی بر-ٹن کے بارے میں بنگلہ اخبار سماچار درپن سیرام پور ۶ اگست ۱۸۲۵ء نے ان کی بیس کتابوں کا ذکر کیا ہے[۶۴]۔ مذکورہ کتاب کی بعض اصطلاحات قابل ذکر ہیں جیسے ورید (vein)' اعصاب (Nerves)' مستقیم (Rectum) وغیرہ۔

پی بر-ٹن کی ایک اور کتاب بیان ماہیت اور تاثیر ہوا کا ۱۸۲۹ء میں گورنمنٹ لیتھوگرافک پریس کلکتہ سے شائع ہوئی۔ اس میں ہوا کے پھیلاؤ کے لیے "تخلخل" جیسی اصطلاحات قابل توجہ ہیں۔ کتاب انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانے میں موجود ہے۔

علم تاریخ سے متعلق اصطلاحات ہمیں اردو کے مشہور یورپی شاعر لیوس ڈی کاسٹا کی لب التواریخ میں ملتی ہیں جو کلکتہ سے ۱۸۲۹ء میں تین جلدوں میں شائع ہوئی۔ مرزا احمد طپاں نے مصرعہ تاریخ کہا "ہوئی اتمام کو لب التواریخ" (۱۸۲۸ء)۔

۱۸۳۲ء میں ایک کتاب الادویہ (قلمی) تصنیف ہوئی تھی جس پر جان ولیم ٹیلر نے نظرثانی کی تھی۔ بلوم ہارٹ اسے ایک اور قلمی کتاب خواص الادویہ کے ساتھ یورپی مصنفین کی کتاب قرار دیتا ہے۔ اس میں انگریزی اور لاطینی اصطلاحیں اردو رسم الخط میں ہیں[۶۵]۔

۱۸۳۲ء میں لکھنؤ سے لیفٹیننٹ میلس کی ترجمہ کردہ کتاب علم ہیئت کے طبع ہونے کا علم ہوتا ہے اور ۱۸۳۶ء میں مسٹر جوزف کے رسالہ جر ثقیل کے شائع ہونے کا علم

ہوتا ہے، وہ مسٹر جان (انجینئر) کے صاحبزادے تھے۔ ان کی درسی کتاب مولفہ ۱۸۳۹ء رسالہ علم و اعمال کروی ۱۸۴۱ء میں شائع ہوئی۔ دونوں کتابیں، شمس الامراء کے مطبع سنگی حیدر آباد دکن سے طبع ہوئیں[۸۰]۔ دوسری کتاب میں رتن لعل نے بھی تعاون کیا ہے اور یہ علم ہیئت پر ہے۔ اصطلاحات زیادہ تر فارسی، عربی ہیں، جیسے "علی التوالی فی مابین" "کوکب مسائی" "آلہ دور بین" "طریقۃ الشمس" وغیرہ[۸۱]۔

۱۸۴۳ء میں اسی موضوع پر پادری پار کنسن کی کتاب بحرالحکمت لکھنؤ سے شائع ہوئی چونکہ بحرالحکمت کا مترجم نا معلوم ہے۔ اس لیے یہ کسی یورپی مصنف کی قرار نہیں دی جا سکتی۔اس کا ذکر اگلے باب میں کیا گیا ہے۔

۱۸۴۵ء میں ولیم میکنزی کی کتاب نافع الامراض مطبع سنگی شمس الامراء حیدر آباد دکن سے طبع ہوئی۔ اس میں ادویات کا اشاریہ دیا گیا ہے، بعض اصطلاحوں کو ترجمہ کر لیا گیا جیسے خیسانده (infusion) وغیرہ[۸۲]۔ اگلے سال ۱۸۴۶ء میں اسی مصنف کی ایک اور کتاب رسالہ خلاصۃ الادویہ بھی یہیں سے طبع ہوئی۔ اس میں بھی ادویات کا اشاریہ ۲۸ صفحات میں دیا گیا ہے۔ لاطینی، انگریزی اور اردو مترادفات بھی دیے گئے ہیں، جیسے (لاطینی) پوٹاسی میٹراس، (انگریزی) نیٹریٹ آف پوٹاش، (اردو جسے ہندی لکھا گیا ہے) شورہ۔ اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں قدیم سرمایہ اردو کو بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے "عرق سنا" "گلقند" "کھٹائی" "نیلا تھوتھا" "باسن" (برتن)، "متلاہٹ" "کڑواہٹ" "مروڑا" وغیرہ[۸۳]۔ اسی سال اس کی ایک اور کتاب کفایت العلاج بھی طبع ہوئی۔ میکنزی حیدر آباد کے طبی گودام کے ناظم تھے[۸۴]۔

۱۸۴۵ء میں مسٹر مرے کی کتاب رسالہ تطعیم (ٹیکا لگانے کی کتاب) چھاپہ خانہ صدر جیل خانہ آگرہ سے طبع ہوئی تھی۔ یہ احمد حسن رشیدی کی عربی کتاب کا ترجمہ ہے جو اس سے ۱۱۶ سال پہلے لکھی گئی تھی۔ اس میں اصطلاحات عربی سے در آئی ہیں۔ کتاب کا ایک نسخہ اردو لغت بورڈ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ ۱۸۴۸ء میں مرے کا ایک ترجمہ رسالہ چیچک مطبع سنگی حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ یہ ڈاکٹر میکملن کی کتاب ہے۔ اسی سال ڈاکٹر جیمز ہنری بٹلر نے رسالہ اعمال جراحی از سیموئل کوپر کا ترجمہ مطبع العلوم، دہلی سے شائع کیا۔ جیمز ہنری ایسٹ انڈیا کمپنی کے سرجن تھے[۸۵]۔ کتاب اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ اس میں انگریزی اصطلاحات اردو میں بجنسہ لی گئی ہیں، حاشیے میں ان کے انگریزی ہجے درج ہیں اور معنی کی تشریح بھی کی گئی ہے۔ یوں یہ کتاب اصطلاحات نگاری میں شمار ہوتی ہے۔

۱۸۴۹ء میں فن جراحی کے موضوع پر ڈاکٹر فریڈرک جان موات (Mouat) کی کتاب معین الجراحین (An Atlas of Anatomical Plates) کلکتہ سے شائع ہوئی تھی۔ اس میں بھی انگریزی اصطلاحات بجنسہ لی گئی ہیں۔ منشی نصیرالدین نے اس کام میں ان کی مدد کی تھی۔ ان کی ایک کتاب The Public Medical Services, London ,1878

میں بھی ہندوستانی طبی اصطلاحات کا ضمیمہ منسلک تھا۔
۱۸۵۱ء میں مدراس کے سرکاری سرجن ایڈورڈ (ایڈورڈ) بالفور نے ڈاکٹر کنکو گیسٹ کی کتاب اصول فن قبالت کا ترجمہ کیا اور اسے مدراس ہی سے شائع کیا۔ اس کے ایک صفحے پر انگریزی اور دوسرے پر اردو متن ہے۔ انگریزی اصطلاحات کے عربی، فارسی اور اردو مترادفات دیے گئے ہیں لیکن مروجہ تلفظ کے ساتھ جیسے زچہ کو جچا، زچگی کو جچگی وغیرہ[۹۶]۔
۱۸۵۳ء میں چارلس فنک اور منشی چرنجی لال کی تعلیم النفس اکبر آباد سے اور ۱۸۵۴ء میں جے ڈبلیو بیل کی کتاب بجلی کی ڈاک آگرہ سے شائع ہونے کی اطلاع ملتی ہے۔ دونوں کتابیں اصطلاحات کے حوالے سے قابل ذکر ہیں۔

اسی دور میں صوبہ سرحد میں ولیم میور سیکرٹری صدر بورڈ صوبہ سرحد نے لیفٹیننٹ گورنر کے حکم پر Direction for Revenue Terms کا ترجمہ **ہدایت نامہ عہدہ داران مال ممالکِ مغربی و شمالی** کے نام سے کیا جو ۱۸۵۱ء میں آگرہ سے سکندرہ آرفن پریس سے شائع ہوا۔ اس میں دی گئی اصطلاحات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دفتری و مالگزاری کے اصطلاحی ترجمے میں ولیم میور نے مقامی رائج اصطلاحات ہی کو استعمال کیا، مثلاً بندوبست، پیمائش، حدود بندی، تعلقہ داری، قلم رو، مساحت، معافی، واگزاشت۔

اسی سال (۱۸۵۱ء) میں ولیم میکفرین کی **دستور العمل عدالتِ دیوانی حکومت** اور جارج اسمولٹ فیکن کی **مجموعہ قوانین تعزیراتِ ہند** کا ترجمہ سامنے آتے ہیں۔ آگرہ سے جان پارکس لیڈلی نے رسالہ **علم المعیشت** ۱۸۵۳ء میں طبع کرایا اور ۱۸۵۴ء میں آگرہ ہی سے پروفیسر کیمیا جان ولیم پیل نے مولوی کریم الدین کی مدد سے **آلاتِ طبعی** کا نقشہ مطبع صدر سے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کیا[۹۸]۔

۱۸۵۶ء میں الیگزینڈر فاکنر کا لغت A Dictionary of Commercial Terms بمبئی سے شائع ہوا، جس میں کئی زبانوں میں مترادفات دیے گئے ہیں۔
۱۸۵۷ء میں کلکتہ سے قانون اور تجارتی اصطلاحات کا پہلا انگریزی اردو لغت از ڈاکٹر فیلن An English Hindustani Law and Commercial Dictionary شائع ہوا۔ ۱۸۵۸ء میں اس کا An Abridged ایڈیشن شائع ہوا۔ اردو انگریزی لغت میں تو صرف ابتدائی اردو اندراجات اردو رسم الخط میں ہیں لیکن انگریزی اردو لغت میں تمام مترادفات اردو میں ہیں۔ ۱۸۸۸ء میں لالہ فقیر چند نے اس کا نظرثانی شدہ ایڈیشن رومن حروف میں شائع کیا۔ ۱۸۲۵ء میں جی پی ہیزل گروو کا لغت A vocabulary, English and Hindoostani بمبئی سے شائع ہوا۔ اس میں اسلحہ کے ذخائر کے الفاظ اور عسکری اصطلاحات ہیں۔ ۱۸۶۸ء میں مدراس سے کیپٹن جی ای بورا ڈیل کا لغت بھی اسی نام سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہ بھی فوجی سپاہیوں کے لیے ایک فہرست الفاظ کی حیثیت رکھتا ہے۔ لندن سے جے ایف بلوم ہارٹ نے Military Vocabularies

کے نام سے ایک سلسلہ کتب شائع کرنا شروع کیا۔ اس کی جلد اول ۱۸۹۳ء میں لندن سے شائع ہوئی، جو انگریزی ہندوستانی پر مشتمل تھی[۸۸]۔

انیسویں صدی میں عسکری بول چال اور اصطلاحات کا ایک خاصا بڑا ذخیرہ متعدد کتابوں، فہرستوں اور اشاریوں کی صورت میں بھی نظر آتا ہے مثلاً رابرٹ بیلن ٹائن کی ۱۸۴۰ء میں لندن سے شائع ہونے والی کتابیں، کاکس کی رجمنٹل منشی(لندن ۱۸۴۷ء)، کیمبل کی Hindustani Examination(مدراس ۱۸۶۴ء)، انتھونی واز کی Marine Officer(بمبئی ۱۸۷۹ء)، مسکارین ہس کی Pocket Clossary (لندن ۱۸۸۸ء) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

دسمبر ۱۸۷۳ء میں اردو میں جدید طب کا ایک لغت ہمارے سامنے آتا ہے یہ لغت کلکتہ کے نیو میڈیکل انسٹی ٹیوشن کے ڈاکٹر آر ایف ہچن سن نے Medical Dictionary کے نام سے کلکتہ سنٹرل پریس کمپنی سے شائع کرایا[۸۹]۔ اس میں عام فہم اردو الفاظ کو استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً "شرائین" (Artries)، "باری کی تپ" (Interament fever) وغیرہ۔ اس کا دوسرا ایڈیشن بھی کلکتہ ہی سے ۱۸۸۱ء میں A Glossary of Medical and Medico legal Terms کے نام سے شائع ہوا[۹۰]۔

۱۸۷۴ء میں بمبئی سے کانکنی پر ایک پرتگالی، انگریزی، ہندوستانی لغت Novo Vocabulario از پالو میریا ہومیم کے شائع ہونے کا علم ہوتا ہے[۹۱]۔ ۱۸۸۸ء میں رڑکی کالج سے جے جی میڈلے کے انگریزی اردو لغت A Vocabulary of Common Technical Words کے دوسرے ایڈیشن کے شائع ہونے کی اطلاع ملتی ہے۔ (طبع اول ۱۸۷۵ء)۔ اسی سال Technical Dialogue (طبع اول ۱۸۷۵ء) کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کا علم ہوتا ہے، جس میں انگریزی اصطلاحات کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔

زراعت کے موضوع پر ۱۸۹۱ء میں جے بی فلر کی کتاب **فن زراعت** مطبع افغان پریس، امرتسر سے شائع ہوئی تھی۔ ۸۰ صفحات کی یہ کتاب انجمن ترقی اردو، کراچی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس کے آخری تین صفحات پر فرہنگ دی گئی ہے۔

۱۸۹۵ء میں جی سال اور دیگر مرتبین کی کتاب Anglo Urdu Medical Hand Book، کلکتہ سے شائع ہوئی، جس میں ہندوستانی عسکری اور طبی الفاظ دیے گئے ہیں۔

۱۸۹۵ء ہی میں پیسہ اخبار لاہور سے کومب کی کتاب، فرینالوجی کا ترجمہ علم کاسہ سر کے نام سے از جے جے ڈبلیو راکوئیل شائع ہوا تھا۔ اس میں فارسی، عربی، اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں اور انگریزی سے حتی الامکان گریز کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں دو صفحات میں انگریزی اردو فرہنگ دی گئی ہے۔ کتاب کے اندر بھی دو دو متبادلات درج کیے

گئے ہیں۔ جیسے "فرینالوجی یا علم کاسۂ سر" "اصوق یا بقائے محبت" "خود پسندی یا ناز ذاتی"۔ یہ کتاب اردو لغت بورڈ کے کتب خانے میں ہے۔
۱۸۹۷ء میں کالن ایس و۔لشائن کی کتاب بحر ہوا جو ۱۸۶۷ء میں لکھی گئی، سکندرہ آرفن پریس آگرہ سے طبع ہوئی، اس میں جغرافیائی اصطلاحات ملتی ہیں۔ ہندی اور انگریزی اصطلاحات اس کا خاصا ہیں۔[۹۲]

بیسویں صدی کے آغاز میں بھی ہمیں چند عسکری لغات کا علم ہوتا ہے جو انگریزوں نے مرتب کیے۔ یہ بھی سابقہ عسکری لغات کی طرح فہرستوں کی صورت میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ میجر ایف، آر، ایچ، چیپ مین (Chapman) نے Urdu Reader کے نام سے ۱۹۰۵ء میں بمبئی، شملہ، کلکتہ اور لندن سے بیک وقت ایک کتاب شائع کی، جس میں متن میں موجود عسکری الفاظ کی ایک فہرست بھی شامل ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۱۰ء میں لندن سے شائع ہوا۔ اسی طرح لندن ہی سے این ہیری سن کے لغت Manual of Lashkari Hindustani with Technical Terms and Phrases کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۱۱ء میں شائع ہوا۔اس میں عسکری الفاظ فہرستوں کی صورت میں دیے گئے ہیں۔[۹۳] ۱۹۳۰ء میں لندن سے پیری اور کول کی لشکری ہندوستانی شائع ہوئی۔

۱۹۳۸ء میں کلکتہ سے حکومت کی طرف سے English Roman - Urdu Military Vocabulary شائع ہوئی۔

۱۹۴۳ء میں ایچ ایل فلپس کا ایک عسکری لغت Urdu Military Vocabulary آکسفورڈ سے شائع ہوا۔ ۱۹۴۵ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن طبع ہوا، اس کے ساتھ مطالعاتی مشقیں بھی منسلک ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں اے ڈبلیو کارنیلیس کی کتاب Hospital Conversation کا دوسرا ایڈیشن میسوری سے شائع ہوا کہ جس میں اردو اور انگریزی الفاظ دیے گئے ہیں۔

۱۹۹۱ء میں آئیورلیوس نے ہابسن جابسن کی طرز پر ۱۶۰۰ء سے ۱۹۴۷ء تک کے اینگلو انڈین الفاظ پر مشتمل لغت Sahibs, Nabobs and Boxwalahs بمبئی سے شائع کی ہے یہ شاید آخری لغت ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ ڈاکٹر اے ایچ کوثر، اردو کی علمی ترقی میں سرسید اور ان کے رفقا کا حصہ (۱۹۸۳ء)، ص ص: ۱۴۔

۲۔ بحوالہ: اردو زبان اور یورپی اہل قلم، ص: ۱۳۔

۳۔ بحوالہ: جیلانی کامران، انگریزی زبان و ادب کی تدریس میں قومی زبان کا کردار، اسلام آباد، (۱۹۸۵ء)، ص ص: ۱۶، ۱۷۔

۴- سید علی عباس جلالپوری، روحِ عصر، راولپنڈی (کتاب نما- ۱۹۶۹ء)، ص: ۱۰۷-
۵- محمد عتیق صدیقی، گلکرسٹ اور اس کا عہد، علی گڑھ (۱۹۶۰ء)، ص: ۴۸-
۶- ایضاً، ص: ۴۱-
۷- بحوالہ: ضمیر نیازی، فورٹ ولیم کالج، الکاو، برطانیہ میں اردو نمبر، کراچی، ص: ۸۹-
۸- جیلانی کامران، محولہ بالا، ص: ۱۹-
۹- محمد عتیق صدیقی، محولہ بالا، ص: ۵۵-

10. Grierson,G.A., A Linguistic Survey of India, Vol.9, P:16-
11. Ref. Love, H.D., Vestiges of Madras, London, 1941, P:41-

۱۲- آغا افتخار حسین، یورپ میں اردو، ص: ۶۸، شانتی رنجن بھٹا چاریہ، بنگال کے انگریز مصنفین اور اردو، الکاو، برطانیہ میں اردو نمبر، ص ص: ۱۸۹، ۱۹۱-
۱۳- ایچ ایچ ولسن، اصطلاحات عدلیہ و مالگزاری، Preface، ص: III-
۱۴- بحوالہ: اردو، کراچی، جنوری ۱۹۵۹ء، ص: ۷-

15. Shakespear, John, Urdu-English Dictionary, Lahore (1980)-Appendix-
16. Grierson,G.A., Op.cit, P:20-

۱۷- آغا افتخار حسین، محولہ بالا، ص ص: ۴۳، ۷۵-

18. Duncan Forbes, A Dictionary of Hindustani and English, Lucknow, Utter Pardesh Academy, 1987, Preface-

۱۹- بحوالہ: ثریا حسین، گارسیں دتاسی: اردو خدمات، علمی کارنامے، لکھنؤ (۱۹۸۴ء)، ص ص: ۱۱۹ تا ۱۲۱-
۲۰- مقالات گارساں دتاسی، جلد اول، کراچی (۱۹۴۶ء طبع دوم)، ص: ۲۱۶-
۲۱- بحوالہ: اردو زبان اور یورپی اہل قلم، ص: ۳۴-

22. Fallon, S.W., Urdu-English Dictionary, Lahore(1976), Preface:XVIII-
23. Ibid

۲۴- ولسن، محولہ بالا، ص: IV-
۲۵- سلیم الدین قریشی، اٹھارویں صدی کی اردو مطبوعات، اسلام آباد: (۱۹۹۳ء)، ص: ۴۸ ودیگر-
۲۶- گلیڈون بنگال آرمی سے متعلق تھے، اردو سے زیادہ فارسی کے آدمی تھے- ۱۸۱۳ء میں انتقال کیا-
۲۷- آغا افتخار حسین، محولہ بالا، ص: ۲۹-
۲۸- ولسن، محولہ بالا، دیباچہ، ص: V
۲۹- چارلس ولکنز (۱۷۵۰ء--۱۸۳۵ء) سمرسیٹ ماہم کا رہنے والا تھا، کمپنی میں کلرک بھرتی ہوا اور کلکتے آ گیا، پھر نائب مہتمم کی حیثیت سے مالدا گیا- ۱۷۷۸ء میں طباعت کی طرف راغب ہوا- انڈیا آفس لائبریری کا پہلا لائبریرین بنا- ۱۸۸۵ء میں ہیلی بری کالج میں اورینٹل وزیٹر مقرر

ہوا اور مشرقی مضامین کے زبانی امتحانات میں مددگار مقرر ہوا۔
۳۰۔ چارلس و لکنز، گلاسری، اسلام آباد (۱۹۸۷ء)، دیباچہ از مصطفیٰ علی بریلوی۔
۳۱۔ ولسن، محولہ بالا، دیباچہ، ص: III۔
32. Grierson, Op.cit, P:21-
۳۳۔ آغا افتخار حسین، محولہ بالا، ص: ۷۷۔
۳۴۔ سرہنری ایلیٹ (۱۸۰۸ء۔ ۱۸۵۳ء) ۱۸۲۶ء میں بورڈ آف ریونیو کے سیکرٹری بنے اور ۱۸۴۷ء میں گورنر جنرل کے چیف سیکرٹری ہوئے۔ افریقہ کے شہر گڈہوپ میں انتقال کیا۔ بحوالہ شفقت رضوی، اہل یورپ کی اردو خدمات، **سب رس**، کراچی، جولائی ۱۹۸۲ء، ص: ۳۰۔

Beams, John, ed. Memoirs on the History and Folklore, London 1969, Reprinted, Osnabruk, 1976, Reprinted, Delhi, 1985.

۳۵۔ مولوی ظفرالرحمان دہلوی، فرہنگ پیشہ وراں، جلد اول، پیش لفظ، ص: ط۔
۳۶۔ ولسن، محولہ بالا، دیباچہ ص: IV۔
۳۷۔ کتاب کا مصنف ہوریس ہیمین ولسن (Horace Hayman Wilson) (۲ ستمبر ۱۷۸۶ء۔ ۱۸ مارچ ۱۸۶۰ء) لندن میں پیدا ہوا۔ ۱۷ ستمبر ۱۸۰۸ء میں یہاں مقامی ٹکسال کا سکرٹری ہوا۔ سکہ شناسی میں مہارت پیدا کر کے اس نے ایک کتاب لکھی۔ ۱۸۱۱ء میں ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا سکرٹری ہوا۔ ۱۸۱۸ء میں اسے بنارس بھیجا گیا جہاں اس نے سنسکرت کالج بنارس کی تشکیل جدید کی۔ ۱۸۳۲ء تک کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کا استاد بھی رہا۔ چارلس و لکنز کی وفات پر اسے انڈیا ہاؤس کا سکرٹری بنا دیا گیا۔ کبھی کبھار ہیلی بری کالج میں بھی چلا جاتا۔ زیادہ تر قیام لندن میں رہا۔ ۱۸۴۲ء میں ہولنگ نے "عہد نامہ جدید" کے لیے جو کمیٹی قائم کی تھی، ولسن اس کے مترجمین میں بھی شامل رہا تھا۔

(c.f. Eminent Orientalists' PP: 62-80)

38. Buckland, Dictionary of National Bioeraphy, P:455-

۳۹۔ شہامت علی وہی ہیں جنھوں نے شاہ اسماعیل شہید کی **تقویت الایمان** کا انگریزی ترجمہ کیا اور اسے جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے شائع کیا۔ ولسن اسے اچھا افسر، عالم اور صاحب صلاحیت قرار دیتا ہے۔ محولہ بالا، ص: iii۔
۴۰۔ ایضاً، ص: V۔

41. Yule and Brunell, Hobson-Jobson, P:XV
42. Whitworth, An Anglo-Indian Dictionary, Lahore (1981), Preface, P:XIII-
43. Ibid, P:140-
44. Ibid, Preface: P:X-

۴۵۔ دیکھیے: فصل چہارم۔
۴۶۔ ڈاکٹر آغا افتخار حسین، یورپ میں اردو، ص ص: ۵۱ تا ۵۲۔
وہ ڈکشنری آف نیشنل بایوگرافی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یول ۱۸۲۰ء میں ایڈنبرا میں پیدا ہوا اور ۱۸۵۸ء میں اسے سر کا خطاب اور ستارہ ہند کا اعزاز ملا اور وہ اسی سال فوت ہو گیا۔ سر آرتھر

کوک برن ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا۔ وہ سنسکرت کا عالم تھا۔ ٹیمپل نے اس کا سال وفات جنوری ۱۸۹۴ء درج کیا ہے۔

۴۷۔ ایضاً، ص:۵۶۔

48. Temple, R.C., **Some Technical Terms and Names in Port Blair**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol. XXVII, Jan. 1898, P:26-

49. Temple, R.C., **Some Anglo-Indian Terms from a XVIIth Century Manuscript**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol.XXXII, Jan 1903, P:25, Sep. 1903, P.366, Dec. 1903, P.465- Vol. XXXIII, March 1904, P:85, June, 1904, P:157, Aug. 1904, P:200 Oct. 1904, P:250, Dec. 1904, P:314.

50. Temple, R.C. **Hindustani in the XVII th Century**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol.XXXII May 1903, PP:230-40

51. Temple, R.C., **Survival of Old Anglo-Indian Commercial Terms**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol.XXXVI, Aug. 1907, P:252-

52. Partridge, Charles, **A Complete Verbal Cross-Index to Yule's Hobson Jobson**, *The Indian Antiquary*, Vol.XXIX, Aug. 1900, P:229- Vol. XXX, 1901, Vol., XXXI, 1902, Vol., XXXII, 1903, Vol. XXXIII, 1904. Vol. XXXIV, 1905.

53. Ref. Irvine, W., **Notes on Some Anglo-Indian Words**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol.XXIX,Sep., Nov. 1900-

54. Ref. Hodivala, S.H., **Notes on Hobson Jobson**, *The Indian Antiquary*, Vol. LVIII Aug, Sep, Nov, 1929 and Vol.LX, May July, Aug, Sep, Nov. 1931 Vol. LXI, Feb,. May 1932.

55. Temple, R.C., **The Trade Dialect of the Naqqash or Painters on Papier Mache in the Panjab** *Journal of the Asiatic Society Bengal*, Calcutta, Vol.LIII, PP:1-24.

56. Temple, R.C., **The Delhi Dalal and Their Slang**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol.XIV, June, 1885. P:157-

۵۷۔ رچرڈ کارنک ٹیمپل ۱۵ اکتوبر ۱۸۵۰ء کو الٰہ آباد میں پیدا ہوئے۔ مشرقی تحقیق پر انھوں نے ۳۵ برس کام کیا۔ عام ملازمت، انڈین آرمی اور سول سروس میں کی۔ زیادہ تر پنجاب، کشمیر، بنگال اور برما میں رہے۔ ڈاکٹر فیلن کے لغت Hindustani Proverbs (۱۸۸۵-۸۶ء) میں بھی ہاتھ بٹایا۔ ۱۹۰۴ء میں ریٹائر ہوئے۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے اعزازی نائب صدر

تھے۔ کئی اور انجمنوں کے رکن بھی رہے۔ "The Indian Antiquary" کے ساتھ ۵۲ سال منسلک رہے۔ اس میں پہلا مضمون ۱۸۷۹ء جلد ۸ میں طبع ہوا۔ ۱۸۸۵ء میں شریک مدیر رہے، جنوری ۱۸۹۲ء میں اس کے مالک اور مدیر بنے۔ ۳ مارچ ۱۹۳۱ء کو سوئزر لینڈ میں فوت ہوئے۔ (بحوالہ: مضمون از Oldham، جلد نمبر ۶۰، ۱۹۳۱ء)۔

58. Delemerich, J.G., **On omatepoeia in Hindustani**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol XVIII, July 1889, P:224.

59. Rose, H.A., **Notes on Ancient Administrative Terms & Titles in the Panjab**, *The Indian Antiquary*, Vol.XXXVII, 1909, PP:75,76.

60. Rose, H.A., **Contribution to Panjab Lexicography**, *The Indian Antiquary*, Vol.XXXVII, Dec. 1909, P.360.

۶۱۔ لیفٹیننٹ کرنل ڈی سی فلوٹ سیکرٹری مجلس ممتحنین کلکتہ، جنرل سیکرٹری عربیک سوسائٹی بنگال اور فیلو کلکتہ یونیورسٹی رہا۔ اس نے ہندوستانی دستورالعمل اور محاورات پر بھی اردو میں کتابیں لکھیں۔ کچھ عرصہ کیمبرج یونیورسٹی میں ہندوستانی کا پروفیسر رہا (بحوالہ : آغا افتخار حسین، محولہ بالا، ص: ۷۶)۔

62. Phillot, D.C. and Goban Lal Bonnerjee, **Hindustani-English Vocabulary of Indian Birds**, Calcutta, (1908), P:55 (P:1).

63. Ghani & Abu Lais, **Guide to English-Urdu Dictionaries**, *Oriental College Magazine*, No.115/116, Nov. 1953/Feb. 1954, PP:29-53.

۶۴۔ ڈاکٹر اے ایچ کوثر، محولہ بالا، ص: ۱۵۔

۶۵۔ مقدمہ از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، اردو لغت (تاریخی اصولوں پر)، جلد اول، ص: ف۔

۶۶۔ محمد عتیق احمد صدیقی، محولہ بالا، ص ص: ۴۹، ۵۰۔

۶۷۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، محولہ بالا، ص: ف۔

۶۸۔ ڈاکٹر اے ایچ کوثر، محولہ بالا، ص ص: ۱۵ تا ۲۰۔

۶۹۔ ڈاکٹر آغا افتخار حسین لکھتے ہیں کہ تھامس روبک ۱۷۸۱ء میں تلنگو شائر میں پیدا ہوا۔ ۱۸۰۱ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازم ہو کر برصغیر میں آیا۔ ۱۸۰۵ء میں لندن واپس چلا گیا جہاں سے ۱۸۱۰ء میں واپسی پر اس نے یہ لغت مرتب کیا۔ ۱۸۱۱ء میں فورٹ ولیم کالج میں اسسٹنٹ سیکرٹری کے عہدہ پر تقرر ہوا۔ ۱۸۱۹ء میں فوت ہوا۔ لغت کا چھٹا ایڈیشن ۱۸۸۲ء میں جارج اسمال نے اضافے اور ترامیم کے بعد شائع کیا تھا۔ گلکرسٹ لکھتا ہے کہ لیفٹیننٹ تھامس روبک مدراس ملٹری اسٹبلشمنٹ میں تھے اور فورٹ ولیم کالج کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کے رکن تھے۔ ڈاکٹر ولسن لکھتا ہے کہ رام کمل کے پریس کو چلانے میں کیپٹن روبک بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ڈاکٹر سمیع اللہ کے نزدیک روبک اس شعبے کے اسسٹنٹ پروفیسر تھے۔
دیکھیے : ڈاکٹر آغا افتخار حسین، یورپ میں اردو، ص ص: ۶۸، ۶۹۔

اور ڈاکٹر ولسن کے خط کے لیے دیکھیے : شانتی رنجن بھٹا چاریہ' بنگالی ہندوؤں کی اردو خدمات' کلکتہ ' (۱۹۶۳ء)' نیز : ڈاکٹر سمیع اللہ ' انیسویں صدی میں اردو کے تعلیمی ادارے' سلطان پور (۱۹۸۸ء)۔

70. Grierson,G.A., Op.cit, P:19-

71. Thomas Roebuck, An English and Hindoostanee Naval Dictionary, London (1813) & A Lashkari Dictionary, London (1882), Cover Page-

۷۲۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے : اردو زبان اور یورپی اہل قلم ' ص ص : ۲۵ تا ۲۷' گلکرسٹ' فلالوجی (دیباچہ) اور ڈاکٹر آغا افتخار حسین' یورپ میں اردو' ص ص : ۷۶ تا ۸۲۔

۷۳۔ بحوالہ : حامد حسن قادری' داستان تاریخ اردو' کراچی (۱۹۸۸ء)' ص : ۸۷۔

74. Fallon, S.W., English Hindoostani Dictionary, Lahore: Rai Gulab Singh, 1946, Preface-

۷۵۔ بحوالہ : اردو زبان اور یورپی اہل قلم' ص ص : ۲۵ تا ۴۳' نیز آغا افتخار حسین' محولہ بالا' ص ص : ۲۵ تا ۸۵۔

۷۶۔ شفقت رضوی' مستشرقین کی اردو خدمات' **افکار**' برطانیہ میں اردو نمبر' ص : ۲۳۹۔

۷۷۔ خواجہ حمیدالدین شاہد' اردو میں سائنسی ادب' ص ص : ۵۸۹ ۵۷'۷ ۔

۷۸۔ شانتی رنجن بھٹا چاریہ' بنگال کے انگریز مصنفین اردو' **افکار**' محولہ بالا' ص :۱۸۶۔

۷۹۔ **ایضاً**" ص ص : ۵۸' ۵۹۔

۸۰۔ ڈاکٹر محمد شکیل خان' اردو میں سائنسی و تکنیکی ادب' دہلی' ۱۹۸۸ء' ص : ۴۰۔

۸۱۔ خواجہ حمید الدین شاہد' محولہ بالا' ص ص : ۹۸ تا ۱۰۰۔

۸۲۔ خواجہ حمید الدین شاہد' محولہ بالا' ص : ۱۱۰۔

۸۳۔ ایضاً" ص ص : ۱۰۷ تا ۱۰۸۔

۸۴۔ ڈاکٹر محمد شکیل خان' محولہ بالا' ص : ۴۱۔

۸۵۔ **ایضاً**" ص :۱۳۱' نیز خواجہ حمید الدین شاہد' محولہ بالا' ص ص: ۱۷۲' ۱۷۳۔

۸۶۔ خواجہ حمید الدین شاہد' محولہ بالا' ص ص : ۲۷۶' ۲۷۷۔

۸۷۔ دیکھیے : حامد حسن قادری' داستان تاریخ اردو' ص ص: ۹۰ تا ۹۱۔

88. Grierson,G.A., Op.cit, PP:22,25-

۸۹۔ شانتی رنجن بھٹا چاریہ' محولہ بالا' **افکار**' برطانیہ میں اردو نمبر' ص: ۱۹۴۔

90. Grierson,G.A., Op-cit, PP:24-

91. Grierson,G.A., Op.cit, P;23-

۹۲۔ حمید الدین شاہد' محولہ بالا' ص:۳۰۰۔

93. Grierson, Op.cit, P:26-

بارھواں باب

جدید اصطلاحات کے لیے انفرادی خدمات

(ابتدائی دور)

اردو میں جدید اصطلاحات سازی کی ابتدائی کوششیں اداروں سے پہلے انفرادی سطح پر شروع ہو چکی تھیں۔ اہل یورپ کی آمد اور لغات کے سلسلے میں ان کی کوششوں کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ شاہان اودھ اور شاہان شمس الامراء دکن کی کوششوں کا ذکر کرنے سے پہلے لازم ہے کہ ہم انفرادی طور پر مقامی مصنفین کی کاوشوں کا جائزہ لے لیں۔

۱۲:۱۔ چند ابتدائی اصطلاح ساز

اردو میں جدید علوم و فنون کے موضوع پر کتابیں لکھ کر اصطلاحات سازی کا عمل انجام دینے کا کام انیسویں صدی کے آغاز ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے خلیل علی خان اشک کی کتاب رسالہ کائنات (قلمی) کا سراغ لگایا ہے جو ۱۸۰۲ء میں لکھی گئی۔ اس میں دی گئی اصطلاحات زیادہ تر عربی ہیں۔ البتہ ترکیب میں فارسی اضافت ملتی ہے۔ جیسے قوس قزح، ہالہ ماہ، نقاوہ آفتاب، کشوف زمین، کرہ، زمہریر، ذوات اذناب وغیرہ[۱]۔

سائنس کی قدیم تر معلوم اردو مطبوعہ کتاب خلاصہ علم الارض ہے جو کلکتہ سے ۱۸۲۴ء میں شائع ہوئی تھی اور ایک نامعلوم مقامی مصنف نے لکھی تھی۔ تاہم مقامی مصنفین میں جدید اصطلاحی ترجمے کا آغاز ۱۸۰۳ء میں آگرہ کے منشی سدا سکھ لال کے تراجم قوانین سے ہوتا ہے۔ فن زراعت پر بھی اس مصنف کی ایک کتاب گنگا کی نہر آگرہ سے ۱۸۰۴ء میں شائع ہوئی تھی[۲]۔

۱۸۳۳ء میں عبدالسلام لکھنوی نے جیمز فرگوسن کی فرانسیسی کتاب مفتاح الافلاک کا ترجمہ دارالامارت، کلکتہ سے شائع کرایا۔ دوسری بار اسے شمس الامراء کے مطبع سنگی، حیدر آباد دکن سے ۱۸۴۴ء میں شائع کیا گیا۔ تیسرا ایڈیشن ۱۸۴۶ء میں کلکتہ ہی سے شائع ہوا۔ اگرچہ یہ کتاب نصیرالدین حیدر کی ہدایت پر ترجمہ ہوئی، تاہم انفرادی طور پر کلکتہ سے شائع ہوئی۔ اس میں انگریزی اصطلاحات کو بالکل استعمال نہیں کیا گیا بلکہ ان کا ترجمہ کر لیا گیا ہے۔ جیسے Microscope "شیشہ کلاں بیں"، Gravity "کشش زمین" وغیرہ[۳]۔

۱۸۴۵ء کے قریب آگرے سے رسالہ کیمسٹری کے نام سے کتاب شائع ہوئی، جس کے ایک صفحے پر انگریزی اور دوسرے پر اردو ترجمہ ہے، ۱۸۴۵ء میں یہ حیدر آباد دکن سے

دوبارہ طبع ہوئی۔ اس کی اصطلاحات عام طور پر بجنسہ لی گئی ہیں بعض ترجمہ بھی ہیں، جیسے قوت جاذبہ (Attraction)، کشتہ (Oxide)، شعلہ گیر (Inflammable)[۲]۔

پادری پارکنسن کی مشہور کتاب بحرالحکمت ۱۸۲۸ء میں لکھی گئی اور ۱۸۴۷ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی[۳]۔ یہ کتاب بھاپ کے موضوع پر ہے۔ اس میں بعض انگریزی اصطلاحوں کا ترجمہ کیا گیا ہے مثلاً Steam Engine (دخانی کل)۔ بعض انگریزی اصطلاحیں بجنسہ لی گئی ہیں جیسے سلنڈر، اسکوئر انچ، کیوبک فٹ، ایرپنپ، تھرمامیٹر، اسکیل، پسٹن وغیرہ۔ البتہ تھرمامیٹر کو "تاپ درجہ نما" بھی لکھا گیا ہے۔ طبیعیات کی بعض اصطلاحات عمل تکثیف عمود علی الافق، نقطہ جوش، نقطہ دخان وغیرہ ہیں[۴]۔

اسی موضوع پر ایک اور کتاب بخار کی کل از ایشوری لال، بنارس سے ۱۸۵۵ء میں شائع ہوئی، اس کا انداز بھی بحرالحکمت کا سا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بحرالحکمت بھی مقامی شخص ہی کا ترجمہ ہے۔

اس دور میں ماسٹر رام چندر (۱۸۲۱ء- ۱۸۸۰ء) کی چند کتابیں، طبیعیات کے موضوع پر عجائب روزگار، دہلی ۱۸۴۷ء اور اصولِ علمِ ہیئت، دہلی ۱۸۴۸ء قابل ذکر ہیں۔

اسی طرح کلب حسین کی توصیف زراعت ۱۸۴۸ء، اجودھیا پرشاد اور سیواپرشاد کی اصولِ علمِ طبعی، دہلی ۱۸۴۸ء، سیتل پرشاد کی قانون الطباع (چھاپہ کا فن)، دہلی ۱۸۴۸ء غلام علی کی علم جغرافیہ، کلکتہ ۱۸۵۱ء، قابل توجہ ہیں۔

۱۸۵۳ء میں حکیم قمرالدین کی کتاب منتخب الادویہ شائع ہوئی جو ۱۸۴۴ء میں تصنیف ہوئی تھی۔ اس میں ادویات حروف تہجی کے اعتبار سے ہیں۔ ۱۸۵۶ء میں رام پرشاد کی قواعدِ منتخب شائع ہوئی، جس میں ریاضی کی جدید اصطلاحیں ہیں[۵]۔ ایک اور کتاب جس کی اصطلاحات آگے چل کر پنجاب میں مروج نظر آتی ہیں، مولوی ضیاالدین کی مخزن الطبیعیات ہے جو لاہور سے ۱۸۶۵ء میں شائع ہوئی۔ اسی سال مدراس سے خان جہان خان بہادر کا ترجمہ اصولِ جرِ ثقیل سامنے آتا ہے جس میں عربی فارسی آمیز اصطلاحیں مثلاً روح حامض نمی (Acidgas)، حاقن (Piston) اور منجنیق دوار خرطومی (Jibe Crane) وغیرہ ہیں[۶]۔

اس دور میں لاہور کے مطبع کوہ نور کی خدمات قانونی تراجم کے ضمن میں قابل ذکر ہیں، جو اس مطبع سے شائع ہونے رسالے گنج شایگاں میں فروری ۱۸۵۹ء سے پیش کیے جانے لگے۔ ان تراجم میں دی جانے والی اصطلاحات قابل توجہ ہیں لیکن ان کی کوئی فرہنگ فہرست مرتب نہیں ہو سکی۔ اس رسالے کے شمارے ۱۸۸۴ء تک ملتے ہیں۔

تقریباً اسی دور میں بہاولپور میں اردو دفتری اصطلاحات کا علم ہوتا ہے وہاں ۱۸۶۶ء میں ہفت روزہ صادق الاخبار کا اجراء ہوا۔ ان کی مرکب اصطلاحات کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ عربی، فارسی بلکہ عربی کا اثر زیادہ تھا مثلاً فی الواقعی (Actually)، منجانب (From)،

سائر خرچ (Contingent Expendituie)، انقضائے رخصت Termination)
(of Leave)، زمرہ بدمعاشاں (Gangstors) وغیرہ۹۔
مدراس کے اسکاٹش پریس سے ۱۸۶۳ء میں حلیم سید باقر علی اور سید علی کی کتاب
اصولِ طبابت شائع ہوئی۔ جس کے آخر میں ۶ صفحات ۴۸۵ تا ۴۹۱ میں اصطلاحات
حروفِ تہجی کے اعتبار سے دی گئی ہیں۔ جیسے انڈی اوما (Anden Oma) غدود کی بڑھاؤ یا انا
ٹومی (Anatomy)، علم تشریح۔
اورینٹل ٹرانسلیشن آفس بمبئی کے پہلے مقامی مترجم و نائیک واسودیو نے ۱۸۶۷ء میں
بحریہ کی اصطلاحات کا ترجمہ شائع کیا جس کی بنیادی خصوصیت ترجمہ کی آسان اور سادہ زبان
تھی۔ جس میں ثقیل عربی، فارسی، سنسکرت اور انگریزی الفاظ نہ ہوں[۱۰]۔
۱۸۷۳ء میں آگرہ سے محمد دلاور خان کی کتاب سامانِ آپریشن شائع ہوئی۔ ۶۸
صفحات کی اس کتاب میں انگریزی ہندوستانی میں طبی اصطلاحات اور آلات جراحی کے نام
دیے گئے ہیں
پنجاب سے ۱۸۷۴ء میں وزیر آباد کے مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر منشی احمد شفیع کی دو کتابیں
ہمارے سامنے ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انجمن پنجاب کے دور میں علمی سائنسی
تصنیف و ترجمے کے حوالے سے اصطلاحات سازی کا عمل پنجاب میں بہت دور دور تک
پھیل گیا تھا۔ منشی احمد شفیع تحصیل علوم شرقیہ کے بعد سیالکوٹ میں ملکہ کے رسالہ ہفتم کے
میر منشی تھے۔ انگریزی پڑھنے کے لیے چرچ آف سکاٹ لینڈ مشن سکول سیالکوٹ میں داخل
ہوئے۔ وہاں ان کے استاد پادری جان ٹیلر اور پاٹرسن وغیرہ تھے۔ انھوں نے ۱۸۴۶ء میں
انھیں وزیر آباد کے سکول کا ہیڈ ماسٹر بنا دیا۔ جہاں انھوں نے اردو میں تصنیف و تالیف کا
کام شروع کیا[۱۱]۔ ان کی کتابوں میں عربی، فارسی آمیز اصطلاحات بھی استعمال ہوئی ہیں اور
انگریزی اصطلاحات بھی بعینہٖ لی گئی ہیں۔ تبریدِ احمدی Refershing Beverage کے
موضوع پر لکھی گئی ہے اور ۱۸۷۴ء میں مطبع مفید عام آگرہ سے طبع ہوئی۔ حافظۂ احمدی
نفسیات کے موضوع پر لکھی گئی ہے اور اسی مطبع سے ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں طبع ہوئی ہے۔
اپنی نئی اصطلاحات سازی کے بارے میں خود ہی لکھتے ہیں[۱۲]:-

> "اگرچہ درحقیقت بغرض تصریح مطلب بعض نو تراشیدہ اور مشکل اصطلاحیں استعمال کرنے سے چارہ نہیں ہوا، تاہم نفس الفاظ مصطلح سے معنی عیاں کرنے کی اس قدر کوشش کی ہے کہ ان کے غلط مفہوم ہونے کا خطرہ بہت کم باقی رہا ہے۔"

تبریدِ احمدی میں عربی، فارسی آمیز اور مفرس و معرّب اصطلاحات میں "انجماد"
"مقیاس الحرارت" "نقطۂ منجمدہ" "تصاعد" "تارید" "پلو طارق" قابل توجہ ہیں۔
انگریزی اصطلاحیں زیادہ تر اسی ہیں۔ "فیرن ہیٹ" "تھرمامیٹر" "فلالین" "سلفرک

ایسڈ" وغیرہ۔ تاہم جہاں کیمیاوی مرکبات کا مقامی نام ملا ہے' اسے درج کیا گیا ہے مثلاً "شورہ"[۱۲]۔

حافظ احمدی میں عربی فارسی اصطلاحات زیادہ ہیں۔ مثلاً "تموج" "تمیق" "امعان" "صغرسن" "کبرسن" "زمانہ طفولیت" "مستر" "تخیل" "جوہر بسیط" "تسلسل خیالات" "نقوش متماثل" "حالات متشابہ" "علم جر ثقیل" وغیرہ۔ تاہم کچھ کیمیاوی عناصر مثلاً "ہیڈراجن" "اوکسیجن" وغیرہ بجنسہ لیے گئے ہیں۔

۱۸۷۵ء میں مونگیار سے لالہ بھگوت سہایا نے جنتری شائع کی' جس میں بندوبست اراضی کی انگریزی اردو اصطلاحات ملتی ہیں۔

۱۸۷۹ء میں مطبع انجمن لاہور سے علم حرکت پر اورینٹل کالج کے بابوشاشی بھوشن مکرجی کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ اس میں صفحہ نمبر ۲۴۱ کے بعد چار صفحات پر اصطلاحات دی گئی ہیں۔ ۱۸۷۹ء ہی میں لاہور سے محمد عبدالغفور کی لغت A Complete Dictionary of Terms Used by Criminal Tribes in the Punjab شائع ہوا۔ اس میں ۶۷ صفحات میں اصطلاحات دی گئی ہیں۔ اس پر لائٹنر نے ۱۸۸۰ء میں ایک مفصل تجزیہ بھی شائع کیا۔ اسی سال (۱۸۷۹ء میں) لاہور سے ایک گمنام مصنف کے ایک سائنسی تکنیکی لغت Vocabulary of Technical Terms کی اشاعت کا علم ہوتا ہے' جو ابتدائی ورنیکلر سکول کی کتابوں میں موجود اصطلاحوں پر مشتمل ہے۔ پنجاب سے سائنسی اصطلاحات کا یہ پہلا لغت ہے[۱۴]۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے اس کا نام شیخ انعام علی لکھا ہے اور بابوشاشی بھوشن کی کتاب کو بھی یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کی کوشش قرار دیا ہے[۱۵]۔ ۱۸۸۴ء میں ڈاکٹر محمد شائق کی کیمیا کی کتاب اکسیر الاعظم' کیمیا کے اجسام غیر اعضائی یعنی جمادات' سکندرہ آرفن آگرہ سے شائع ہوئی۔ اس کے صفحات ۳۷۵ سے ۳۸۵ تک اصطلاحات کا اشاریہ دیا گیا ہے' مولوی عبدالحق لکھتے ہیں[۱۶]۔

"بہت دن ہوئے ڈاکٹر محمد شائق نے کیمیا پر ایک کتاب لکھی تھی اور بڑی محنت اور قابلیت سے کیمیائی اصطلاحات کے وضع کرنے کے خاص اصول قائم کیے تھے اور ان اصولوں کے مطابق کیمیاوی اصطلاحیں بنائی تھیں۔ یہ پہلی کتاب تھی جس میں انگریزی کیمیاوی اصطلاحات کے لاحقوں اور سابقوں کے مطابق اردو میں سابقے اور لاحقے معین کر کے اصطلاحات بنانے کو ڈھنگ پر ڈالا تھا۔ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کے سابق رکن چودھری برکت علی مرحوم نے بھی اسی ڈھنگ پر اپنے قاعدے معین کیے تھے۔"

انہی دنوں جوڈیشل سروس پنجاب کے رائے حکم چند کے قانونی تراجم کا علم بھی ہوتا ہے۔ ۱۸۸۲ء میں ملازمت سے مستعفی ہو کر انھوں نے قانونی رسالہ بھی نکالا تھا اور بقول

سید احمد دہلوی Law of Consent کا نہایت عمدہ ترجمہ کیا اور دقیق سے دقیق اصطلاحات کو اردو میں نہایت آسان اور پانی کر دکھایا۔[۱]

۱۸۹۴ء میں مطبع نو لکشور، کانپور سے **امرت ساگر** کا ترجمہ از پیارے لال پنڈت شائع ہوا۔ یہ اس کا طبع چہارم ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے پانچ دس سال پہلے یہ کتاب طبع ہوئی ہو گی۔ اس میں سنسکرت سے اردو میں اصطلاحی ترجمہ صفحہ نمبر ۳۷۷ سے بارہ صفحات میں دیا گیا ہے۔

۱۸۹۴ء میں پنڈت جوالا ناتھ کا تجارتی لغت **Commercial Dictionary** کلکتہ سے شائع ہوا۔ قانون میں اردو سے اردو میں پہلا جدید لغت جلیل الرحمان خان جلیل جالندھری کا **اردو قانونی ڈکشنری** ہے۔ یہ ۱۸۹۳ء میں بلال پریس ساڈھور (انبالہ) سے شائع ہوا۔ ایسا ہی ایک اور لغت کشترا موہن بونیرجی نے **Translator's Friend (Law Terms)** کے نام سے مرتب کیا تھا۔ جس پر پورنا چندر دوتا نے نظرثانی کی تھی اور یہ کلکتہ سے ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا۔ اس میں بنگالی، انگریزی اور رومن اردو میں اصطلاحات دی گئی ہیں۔ اسی سال لاہور سے احمد حسین کا لغت **اصطلاحات قانونی انگریزی اردو** شائع ہوا۔

صنعتی اور حرفتی اصطلاحات پر منشی محبوب عالم کی کتاب **ذخیرۂ صنعت و حرفت** قابل ذکر ہے، جو لاہور سے ۱۸۹۵ء میں شائع ہوئی۔ اسی طرح جغرافیے کے موضوع پر منشی محبوب عالم کی کتاب **اردو انگریزی جغرافیائی اسماء** بھی قابل ذکر ہے، جو ۱۹۲۵ء میں پیسہ اخبار لاہور سے شائع ہوئی۔

معاشیات کے موضوع پر علامہ اقبال کی اصطلاحی خدمات کا ذکر ہم آگے چل کے کر رہے ہیں لیکن پریم چند کی کتاب **معاشیات کے ابتدائی اصول** جو آکسفورڈ یونیورسٹی پریس بمبئی سے ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی، اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ اس کے صفحہ نمبر ۲۷۹ سے ۲۹۰ تک اصطلاحات کا اشاریہ مرتب کیا گیا ہے۔ جو معاشیات کا پہلا اصطلاحی اشاریہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جب کہ معاشیات پر محمد احمد سبزواری کے نزدیک پہلا ترجمہ وے لینڈ کی کتاب پولیٹکل اکانمی کا ترجمہ **اصول علم انتظام مدن** (۱۸۴۵ء) از پنڈت دھرم نرائن ہے[۵۴] اور دہلی سے مرزا سجاد بیگ دہلوی کی **الفہرست** کے مطابق وزیر علی کا ترجمہ، **پولیٹیکل اکانمی**، (۱۸۴۴ء) ہے۔

اس دور میں دو اور ضخیم قانونی لغات قابل توجہ ہیں، جو اردو قانونی ڈکشنری کے نام سے شائع ہوئے۔ یہ شرع محمدی اور دھرم شاستر کا بھی احاطہ کرتے ہیں۔ پہلا مہتاب الدین کا مرتبہ ۱۹۰۸ء میں احمد جان اینڈ کمپنی لاہور اور دوسرا گوردیال بھلہ کا مرتبہ ۱۹۲۶ء میں قوانین ہند، امرتسر سے شائع ہوا۔

درگا پرشاد کے ۱۹۰۵ء میں شائع ہونے والے **قانونی لغت** **Concise Law**

Dictionary کے حصہ اول کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انگریزی اصطلاحات کے لیے اردو کے سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات کو بخوبی استعمال کیا گیا ہے۔ اس حصے میں ضمیمے کے طور پر لاطینی اور اجنبی الفاظ اور جملوں کو الگ طور سے بیان کیا گیا ہے۔ انگریزی حصہ ۳۳۶ صفحات اور تقریباً سولہ ہزار اصطلاحات پر مبنی ہے اور مرتب نے کوشش کی ہے کہ اصطلاح کا ترجمہ اصطلاح ہی سے کیا جائے۔ لاطینی حصہ ۲۵۲ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں سات ہزار سے زائد اصطلاحات کی تشریح بیان کی گئی ہے۔ اس طرح کل ۲۳ ہزار الفاظ و اصطلاحات کے اردو مترادفات دیے گئے ہیں۔ بعض مثالیں ملاحظہ ہوں، مثلاً Actionum کے لیے "نالش"، Acquit کے لیے "فارغ خطی"، Abovenamed "مشارالیہ" "نامبردہ" وغیرہ۔ اس کے پہلے حصے کے بارے میں خود مرتب لکھتے ہیں[19]:-

"مغربی عدلیہ میں رومن قانون بنیادی طور پر لاطینی اصطلاحات اور فقرات پر مبنی ہے۔ انھیں اردو انگریزی دونوں میں ترجمہ کر دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہندوستانی نظائر کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔ اگرچہ ان کا ترجمہ کرنا مشکل ہے، کیونکہ انگریزی ماحول اور ہندوستانی ماحول میں بے حد فرق ہے۔ دونوں کے خیالات، افکار، رسومات، اطوار میں خاصا فرق ہے۔ مثلاً ہیٹ کا ترجمہ "ٹوپی" سے نہیں کیا جا سکتا۔ اس قسم کی اور کئی مثالیں ہیں۔"

۱۹۰۷ء میں آرڈی بھاٹیا کا مرتب کردہ ایک لغت Law Dictionary لاہور سے شائع ہوا جس میں انگریزی اردو اور اردو انگریزی اصطلاحات ۱۲۶ صفحات میں دی گئی ہیں۔

ان دنوں عسکری اصطلاحات سازی پر ایک کام ترجمے کی ایک کتاب میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ لیفٹننٹ کرنل بی اے لک کے حکم پر سام برون کیولری فرنٹیر فورس کی رجمنٹ ۲۲ کی رجمنٹل تواریخ کا ترجمہ پنڈت دیوی دتہ مل، سکول ماسٹر نے کیا، جس پر نظرثانی رسالدار سنت سنگھ نے انجام دی۔ یہ کتاب ۳۱ مارچ ۱۹۱۳ء کو لاہور سے شائع ہوئی۔ اگرچہ یہ لغت تو نہیں لیکن ۱۸۱۱ء میں تھامس روبک کے لغت کے ایک صدی بعد ایک ایسا ترجمہ سامنے آتا ہے، جس میں عسکری اصطلاحات سازی کے لیے ندرت فکر سے کام لیا گیا ہے، مثلاً صف آراستہ (Developed)، بدلی (Relief)، رنگروٹ (Recruit)، دھاوا (Assault)، ہیڈ سلوتری (Head Veterinary)، یہ تو وہ اصطلاحیں تھیں، جن کا چلن فوج میں عام تھا۔ انگریزی کی بعض اصطلاحیں جوں کی توں اردو میں لے لی گئی تھیں۔ بعض اصطلاحیں خاصی دلچسپ ہیں جیسے زیرِ افسری (Under Command)، گھڑ چڑھوں (Mounted Infantry)، بھید لینے والی جماعتیں (Reconnaissance Patrols) وغیرہ[20]۔

اسی دور میں بھوپال کے مولوی محمد مہدی کی رموزِ فطرت، لکھنؤ (جنوری ۱۹۱۲ء) طبیعیات کے موضوع پر سامنے آتی ہے۔ اصطلاحات سازی کا مسئلہ انھیں بھی درپیش تھا۔ لکھتے ہیں کہ افسوس ہماری زبان میں کوئی علمی لغت موجود نہیں۔ انجمن ترقی اردو نے بھی

اس طرف توجہ نہیں دی ہے؛[۱۲] تاہم انھوں نے جو اصطلاحات استعمال کیں، ان کا ماخذ زیادہ تر مرزا مہدی علی خان کوکب کی مقدمات الطبعیات، مولانا ظفر علی خان کا ترجمہ معرکۂ مذہب و سائنس اور مولوی معشوق حسین کی مبادیٔ سائنس ہیں۔ خود بھی کچھ اصطلاحات وضع کیں۔ انھیں (۱۰۶ اصطلاحات کو) شروع میں فہرست کی صورت میں دے دیا ہے۔ زیادہ رجحان عربی ماخذ کی طرف ہے مثلاً خط الثلج (Snow line)، منظار اللون (Spectroscope)، ہوزن الماء (water dust)، زیت الحجر (Petrol)، تفرم (Explosion)، تشمیس (Expose)، تاہم کچھ فارسی تراکیب بھی ہیں، جیسے برق گیر Lightning) (Conductor، برق ران (Dynamo)، بادِ صرصر (Stiff Breeze)، باد صبا Moderate) (Breeze وغیرہ۔

۱۹۳۲ء میں پشاور سے منہاج الدین کی کتاب **ریڈیو وائرلیس ٹیلی گرافی** شائع ہوئی جس کے صفحات ۳۵۳ سے ۳۶۰ پر اصطلاحات دی گئی ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں پیسہ اخبار لاہور سے آل انڈیا ایجوکیشنل لٹریری سوسائٹی کی طرف سے ایک کتاب **اصولِ لغتِ اردوے معلی** شائع ہوئی، اس میں انشاپردازی، منشیانہ اور علمی الفاظ و اصطلاحات تاریخی حوالوں اور تجزیوں کے ساتھ دیے گئے ہیں۔

۱۹۳۹ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس بمبئی سے اصطلاحات کی ایک فہرست List of Technical Terms انگریزی، اردو، مراٹھی اور ہندی میں شائع ہوئی جو ایس ظفر حسین کی تدوین پر مبنی ہے۔ ان دنوں دہلی سے محمد حسن کی کتاب **تشریح الحکمت** شائع ہوئی جس میں طبی اصطلاحات دی گئی ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں دیوان موہندر نرائن کا طبی لغت Mohindar's Medical Dictionary لاہور سے انگریزی اور رومن اردو میں شائع ہوا۔

۱۲:۲۔ معروف اردو ادیبوں کی خدمات

اس دور کے ادیبوں میں سے پنڈت رتن ناتھ سرشار، مرزا رسوا اور سرسید کے رفقاء میں سے ڈپٹی نذیر احمد اور منشی ذکاء اللہ نیز **اردو اخبار** کے مدیر منشی زوار حسین طرار، سید سلیمان ندوی، ابوالمکارم اور ابوالکلام آزاد، عبدالماجد دریا بادی وغیرہ کی خدمات اصطلاحات سازی کے میدان میں قابل ذکر ہیں۔ سرشار بنیادی طور پر ایک مترجم تھے۔ انھوں نے سائنس سے متعلق ایک رسالہ **شمس الضحیٰ** ترجمہ کیا جو ۱۸۷۸ء میں نو لکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس میں بقول چکبست ابر ہوا و برف وغیرہ کی ماہیت کا حال درج ہے۔ اردو اصطلاحی ترجمہ عام فہم اور سلیس الفاظ کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔[۱۳] سرور کی کتاب **فسانۂ عجائب** کا ذکر ہم دسویں باب میں کر چکے ہیں۔

ڈپٹی نذیر احمد نے انگریزی سے اولین ترجمہ ۱۸۵۹ء میں انکم ٹیکس ایکٹ کا کیا تھا جسے

ترجمہ قانونِ انکم ٹیکس کا نام دیا گیا۔ یہ ترجمہ انھوں نے بابو شو پرشاد کے ساتھ مل کر کیا تھا۔ ۱۸۶۰ء میں انڈین پینل کوڈ میں شامل ہوئے۔ اسے مجموعۂ قوانینِ تعزیراتِ ہند کا نام دیا گیا ہے۔ ڈپٹی صاحب نے اس کے اٹھارویں باب کا ترجمہ کیا تھا اور پورے ترجمے کی نظرثانی کا کام بھی انجام دیا۔ ۱۸۶۱ء میں ان کا ترجمہ اصلاح ترجمہ ضابطۂ فوجداری جو دراصل تعزیراتِ ہند کا ضمیمہ ہے گورنمنٹ گزٹ میں شائع ہوا۔ انھوں نے علم ہیئت کی ایک کتاب The Heaven کا ترجمہ بھی سموات کے نام سے کیا جو ۱۸۷۲ء میں شائع ہوئی۔ ان تراجم میں نذیر احمد کی اصطلاح سازی ملاحظہ ہو۔ انھوں نے Combustible Matter کو آتش گیر مادہ اور Explosive Matter کو "بھک سے اڑ جانے والا مادہ" قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک ان کے لیے موزوں لفظ نہیں مل سکا۔ پنڈت کیفی نے بھکاڑول کیا تھا لیکن وہ موزوں نہیں، اس لیے نہ چل سکا۔ ڈپٹی نذیر احمد کی وضع کردہ کئی اصطلاحیں جیسے "خیانتِ مجرمانہ" (Criminal Breach of Trust)، ازالہ حیثیت عرفی (Defamation)، حفاظتِ خود اختیاری (Private Defence)، جرائم خلاف وضع فطری (Unnatural Offences)، استحصالِ بے جا (Wrongful Gain)، قید تنہائی[۲۲] (Solitary Confinement) ابھی تک مستعمل ہیں[۲۳] اور بطور مثال پیش کی جاتی ہیں۔

سرسید کے ساتھیوں میں شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ (اپریل ۱۸۳۲ء۔ نومبر ۱۹۱۰ء) ترجمے اور اصطلاحات سازی کے سلسلے میں قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے اردو کو ان گنت تصانیف دیں۔ ریاضی، سائنس، معاشیات، سیاست، تاریخ، جغرافیہ کے موضوعات پر ان کی کتابوں کی تعداد ۱۴۳ بتائی جاتی ہے[۲۴]۔ بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ تھیں۔ زیادہ تر کتابیں علم ریاضی پر ہیں۔ ان کے علاوہ علوم طبیعیہ کی تاریخ، جغرافیہ علم جغرافیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ریاضی کی اصطلاحات مثلاً "جبر و مقابلہ" "مثلثِ مستوی" "مثلث کروی" "مساحت" "اشکلہ متفرقہ" "جذرا لمکعب" وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کے سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات سے کماحقہ، استفادہ کیا تھا۔ دہلی سے ۱۸۹۴ء میں ان کی کتاب صحیفۂ فطرت طبیعیات کے موضوع پر طبع ہوئی تھی اس کی چند اصطلاحوں: "طیف آزما (Spectro Scope)، زوردار پمپ (Forcing pump)، عکس انداز (Reflector)[۲۵] سے ان کی اصطلاحات سازی کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۸۸۷ء میں مطبع مرتضوی، لکھنؤ سے اودھ اخبار کے معروف مترجم منشی زوار حسین طرار کی کتاب فرہنگِ فرنگ شائع ہوئی۔ اس میں اردو میں انگریزی الفاظ و اصطلاحات کی تشریح کی گئی ہے، جو اردو اخبارات، تراجم، قوانین و احکام اور سرکاری دفاتر میں استعمال ہوتے تھے۔ کتاب ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ انگریزی الفاظ اردو رسم الخط میں لکھے گئے ہیں۔ الفبائی ترتیب بھی اردو کے لحاظ سے کی گئی ہے۔ تقریباً دو ہزار الفاظ اور اصطلاحات کے معانی بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں بھی زیادہ تر تشریحات کی گئی ہیں۔ لیکن کہیں کہیں

متبادل اردو اصطلاحات بھی درج ہیں۔ مثلاً او بجیکشن (عذر، اعتراض)، آڈٹ (جانچنا حساب کا، محاسبہ) آفیشل ایر (سال حسابی، یکم اپریل سے شروع ہوتا ہے)، اتھکس (علم اخلاق)، منیج (اہتمام کرنا)، میوریاٹک ایسڈ (تیزاب نمک)، نیورو لجیا (درد اعصاب)، یونٹ (اکائی)۔ کتاب کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

عبدالماجد دریا بادی، سید سلیمان ندوی، ابوالکارم اور ابوالکلام آزاد کی خدمات کا علم ہمیں الہلال ۱۹۱۳ء میں اصطلاحات پر ہونے والی ایک بحث سے ہوتا ہے[۲۵]۔ یہ بحث مولانا عبدالماجد دریا بادی کی کتاب فلسفۂ جذبات کا ایک باب الہلال میں شائع کرنے سے شروع ہوئی۔ بعد میں اس کتاب کو انجمن ترقی اردو نے شائع کر دیا۔ الہلال نے اس کے ایک اصطلاحاتی ترجمے یعنی Pain اور Pleasure کے لیے "حظ وکرب" کی طرف توجہ دلائی کہ "لذت والم" زیادہ موزوں الفاظ ہیں۔ مولانا دریا بادی نے اس سے اختلاف کیا۔ پھر ایک بحث چھڑ گئی اور یوں سید سلیمان ندوی، ابوالکارم عبدالوہاب، عبداللہ العمادی، اکبرالہ آبادی اور ابوالکلام آزاد نے اصطلاحات سازی کی علمی بحث میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ ان میں سید سلیمان ندوی اور ابوالکلام نے باقاعدہ اصطلاحات سازی میں بھی حصہ لیا۔ سید سلیمان ندوی نے ان عربی اصطلاحات کی فہرست شائع کی جو انگریزی میں مستعمل ہیں[۲۶]۔ اس کے بعد الہلال میں اسمائے علوم کی ایک انگریزی اردو فہرست شائع کی گئی۔ اس کی ایک واضح خصوصیت یہ ہے کہ Ology کے لیے "یات" کی بجائے "علم" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے[۲۷]۔ ابوالکارم عبدالوہاب نے بھی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اسمائے علوم کا ایک ضمیمہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء کے الہلال میں شائع کرایا۔ اسی پر الہلال کی طرف سے شذرہ شائع کیا گیا۔ حیرت کی بات ہے کہ عربی کے داعی ابوالکلام آزاد نے خود عربی سے گریز کا مشورہ دیا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے چند اسمائے علوم کی اصطلاحات وضع کرتے ہوئے اختصار پر زور دیا ہے[۲۸]۔ ابوالکارم نے اسی بحث کے تسلسل میں الہلال کے شمارہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۳ء کے ایک اور شمارے میں اسمائے علوم کی ایک فہرست شائع کرائی ہے۔ اس میں بھی علوم کے لیے "علم" یا "فن" کا لفظ ہی استعمال کیا گیا ہے۔

ادبی دنیا لاہور کے شمارہ جنوری ۱۹۳۵ء میں آرزو جلیلی اور محمد اشرف عالم کے مضامین مصطلحات علمیہ قابل ذکر ہیں۔ قاضی عبدالودود نے آرزو جلیلی کے ترجمہ برائے الیکٹرک فیلڈ "برقی فضا" کو "میدان" پر ترجیح دیتے ہوئے موزوں اور آسان قرار دیا ہے[۲۹]۔

۱۲:۳۔ علامہ اقبال کی اصطلاحی خدمات

اصطلاحات سازی میں علامہ اقبال نے بھی خاطر خواہ خدمات انجام دی تھیں، جنھیں تاریخی لحاظ سے ہمیں ابتدائی دور ہی میں شامل کرنا پڑے گا۔ ان کی اصطلاحی خدمات ان کی پہلی کتاب علم الاقتصاد کے حوالے سے ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب یہ

کتاب لکھی جا رہی تھی تو اس وقت نہ تو انجمن ترقی اردو وجود میں آئی تھی اور نہ جامعہ عثمانیہ کا آغاز ہوا تھا۔ اس دور میں اصطلاحات سازی اہل علم و قلم کی ذاتی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہوتی تھی۔ اس لحاظ سے نوجوان اقبال کی ایسی کوششیں ذاتی کاوش کا ایک عمدہ نمونہ ہیں۔

علامہ کی تصنیف علم الاقتصاد جیسا کہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیق ہے، ۱۹۰۴ء میں کارخانہ پیسہ اخبار لاہور، خادم التعلیم پریس سے طبع ہوئی تھی۔ ۱۹۶۱ء میں اقبال اکادمی پاکستان کراچی کی طرف سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ جس میں کتاب کے مرتب اور اقبال ریویو کے مدیر معاون خورشید احمد نے اصطلاحات کی فرہنگ تیار کی جو کتاب کے آخر میں ضمیمے کے طور پر درج کی گئی ہے۔ ۱۹۷۷ء میں اس کا تیسرا ایڈیشن بھی اقبال اکیڈمی (لاہور) نے شائع کیا[۳۰]۔

اس کتاب کو معاشیات کی اصطلاحات سازی کی بنیادی باضابطہ اور اصولی کوشش قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کی اصطلاحات کو مولانا شبلی کی سند بھی حاصل تھی۔ کیونکہ علامہ نے اپنا مسودہ انھیں بھی دکھایا تھا[۳۱]۔ علامہ اقبال اپنی عام تحریر اور بول چال میں انگریزی اصطلاحیں بجنسہ اور عام طور پر استعمال میں لاتے تھے جس کا علم ہمیں ان کے مکاتیب اور مقالات سے ہوتا ہے لیکن بعض الفاظ کے اصطلاحی مفہوم کے تعین میں انھوں نے اصولی سطح پر بھی بعض اختراعات کی ہیں۔ جنھیں ہم اس دور میں اردو کے قواعدی اور لسانی پہلو سے اضافہ قرار دے سکتے ہیں۔ مثلاً اسی کتاب میں انھوں نے اسم ذات کو اسم صفت کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس کی مثال اس سے پہلے اردو زبان میں ملتی ہے مثلاً "سرمایہ" کو سرمایہ دار، کے معنی میں، "محنت" کو "محنت کار"/"مزدور" کے معنی میں وغیرہ۔ دیباچے میں خود ہی اسی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں[۳۲]:۔

"اگرچہ یہ محاورہ اردو پڑھنے والوں کو غیر مانوس معلوم ہو گا تاہم اس کے استعمال سے ایسی سہولت ہے جس کو بامذاق لوگ خوب محسوس کر سکتے ہیں۔"

یہی نہیں بلکہ انھوں نے اردو کے اصطلاحی مترادفات بھی جابجا استعمال کیے ہیں۔ مثلاً مانگ اور طلب، دستکاری اور محنت، دستکار اور محنتی، نفع اور منافع، ساہوکار اور سرمایہ کار، مالک اور کارخانہ دار۔ یہ لفظی مترادفات جن کے اصطلاحی معانی کم و بیش یکساں ہیں، اس دور میں اصطلاحی استناد کی عدم موجودگی کے باعث عام استعمال ہوتے تھے۔ تاہم ایسے اصطلاحی الفاظ جن کے معانی میں فرق اور امتیاز ہوتا ہے، انھوں نے موزوں طور پر استعمال کیے ہیں۔ پیداوار اور پیدائش جیسے مترادفات کو مختلف معانی میں باندھتے ہوئے لکھتے ہیں[۳۳]:۔

"پیدائش سے مراد فعل کی ہے اور پیداوار سے مراد نتیجہ فعل کی۔ علیٰ ہذاالقیاس۔ لفظ تبادلہ اس کی جگہ استعمال کیا ہے، جہاں ایک شے دوسری شے کے عوض میں دی جائے۔ عربی زبان میں مبادلے کا یہ مفہوم لفظ مناقضہ سے

ظاہر کیا جاتا ہے۔ مگر چونکہ یہ لفظ عام فہم نہیں، اس واسطے میں نے اس کے استعمال سے احتراز کیا۔"

علامہ کی بعض وضع کردہ معاشیات کی اصطلاحیں آج بھی مستعمل ہیں مثلاً تقلیل افادہ (Law of Dimnishing Utility)، قومیانا (Nationalisation)، ساکھ، اعتبار (Credit)، لاگتی قیمت (Cost Price)۔ اصطلاح سازی کی انفرادیت اور موزونیت کے لحاظ سے بھی بعض اصطلاحات قابل توجہ ہیں مثلاً اصل (Capital)، تبادلہ گاہ (Clearing House)، سکہ زنی (Coinage)، جنسی تبادلہ (Barter)، طلب کا لوچ/لچک پذیری طلب (Elasticity of Demand)، عرفی قیمت (Face Value)، سود کاذب (Gross Interest)، معیارِ طلا (Gold Standard)، صنعتیت (Industrialism)، سرعت انتقال (Velocity of Circulation) وغیرہ۔ اپنی اس اصطلاحات سازی کے بارے میں لکھتے ہیں[۴۴]:

"میں نے بعض اصطلاحات خود وضع کی ہیں اور بعض مصر کے عربی اخباروں سے لی ہیں جو زمانہ حال کی عربی زبان میں آج کل متداول ہیں۔ جہاں جہاں کسی اردو لفظ کو اپنی طرف سے کوئی نیا مفہوم دیا ہے، ساتھ اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔"

اگرچہ اس کتاب کے بعد علامہ کے ہاں ہمیں اردو اصطلاحات سازی کا عمل کم نظر آتا ہے لیکن ان کی دیگر تحریروں میں بعض اصطلاحات اور ان کے معانی کے تعین کی عمدہ کوششیں دکھائی دیتی ہیں۔ نفسیات اور تعلیمی امور کے سلسلے میں ان کی بعض اصطلاحیں ان کے مقالہ "بچوں کی تعلیم و تربیت" کے حوالے سے قابل توجہ ہیں[۴۵]۔ مثلاً اضطراری حرکت، میلان، حالت اضطرار، نشوونما، اعصابی قوت، نمو، حس لامسہ، حس بصر، قوت سامعہ، ادراک، رنگ شے، قوت متخیلہ یا واہمہ، قوائے عقلیہ، قوت متمیّزہ، صوراشیا، تصدیق، استدلال، مدرکات، مجرد، نفس ناطقہ وغیرہ۔ ان کے مکاتیب سے بعض سائنسی اصطلاحات کے تراجم بھی ہمارے سامنے آتے ہیں۔ مثلاً علم اعضائے انسانی (Physiology)[۴۶]، بڑھاؤ (Growth) اور گہری شعاعیں (Deep-x- Rays)[۴۷]۔

اصطلاحی تصریحات اور تعین مفہوم کے سلسلے میں لفظ "خودی" پر ان کی بحث مثنوی اسرارِ خودی، مختلف مقالات اور مکاتیب میں بکھری ہوئی ہے۔ اس سے اصطلاحات سازی کے پہلو "تعینِ معانی" کی طرف ہماری توجہ مبذول ہوتی ہے۔ مثنوی اسرارِ خودی ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کے دیباچے میں انھوں نے تصورِ خودی کی وضاحت کی۔ انھوں نے یہ بات واضح کی تھی کہ لفظ خودی ایک اصطلاح کے طور پر عرفانِ نفس کی خاطر استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد تکبر یا غرور ہرگز نہیں تاہم علم اصطلاح کے حوالے سے محمد دین فوق کے ساتھ "مکالمہ" میں یہ دلچسپ وضاحت قابل توجہ ہے۔ لکھتے ہیں[۴۸]:

"ہاں لفظ خودی کے متعلق، ناظرین کو آگاہ کر دینا ضروری ہے کہ یہ لفظ اس نظم میں بمعنی غرور استعمال نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ عام طور پر اردو میں مستعمل ہے۔ اس کا مفہوم محض احساسِ نفس یا تعین ذات ہے۔ مرکب لفظ بے خودی میں بھی اس کا یہی مفہوم ہے۔"

وہ الفاظ اور اصطلاحات کو زیادہ تر انھی معانی میں لیتے تھے، جن میں وہ عام طور پر (متفق علیہ) مستعمل ہوتے تھے۔ لکھتے ہیں کہ حضورؐ رسالت مآب کا یہی طریقہ تھا۔ یہی طریق بحث ابن حزم کا ہے[۳۹]۔ چنانچہ نورالٰہی سے ان کی مراد اس کے عمومی معانی سے ہے اس اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے نذیر نیازی کے نام دسمبر ۱۹۳۰ء کے ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں[۴۰]:۔

"نور محض ایک استعارہ ہے جسے قدیم کتب سماوی میں Pantheistic اغراض کے لیے استعمال کیا گیا ہے یعنی وجود باری کو ہمہ گیر Pervasive ظاہر کرنے کے لیے قرآن نے میری رائے ناقص میں اس قدیم استعارہ کو وجود باری کی Absoluteness پر اشارہ کرنے کے لیے استعمال کیا ہے"۔

علامہ اقبال دوغلی اصطلاح سازی کے مخالف تھے۔ اس کی تصدیق ہمیں خان نیاز الدین خان کے نام ایک مکتوب سے ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں[۴۱]:۔

"انگلستان میں آپ کو معلوم ہے کہ دو ہوس ہیں یعنی ہوس آف کامنز اور ہوس آف لارڈز۔ ہندوستان کے دو ہوسوں کو مجلس عمومی اور مجلس خصوصی کہہ سکتے ہیں یا مجلس عوام یا مجلس خواص۔ بہتر تو یہ ہے کہ انگریزی نام رکھے جائیں کیونکہ دوغلا نام ایسا مشکل سے نکل سکے گا جو سب کو پسند ہو۔ ایرانیوں نے پارلیمنٹ کا ترجمہ مجلس ہی کیا ہے۔"

علامہ کے تخمینی منصوبے کا جو خاکہ میاں محمد شفیع نے پیش کیا ہے۔ اس میں اصطلاحی ترجمے کا قریب المفہوم رجحان ہمارے سامنے آتا ہے مثلاً Limitation کے لیے "قید" Finaliaty کے لیے "اتمام" اسلام میں Priest-hood کے لیے "ملا گری" Visible Activity کے لیے "حقیقت حاضرہ" اس کی اہم مثالیں ہیں[۴۲]۔

اس ساری بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیسویں صدی کے آغاز تک علامہ اقبال سمیت متعدد ادیب اصطلاحی ترجمے سے برسرپیکار رہے اور انھوں نے نہ صرف ایک خاطر خواہ ذخیرہ فراہم کر لیا تھا بلکہ کئی اصولی مباحث بھی سامنے آ چکے تھے۔ تاآنکہ انجمن ترقی اردو وجود میں آئی، جس کی تحریک پر جامعہ عثمانیہ میں مترجمین اور اصطلاحات سازوں کی ایک بڑی کھیپ نے نہ صرف اس عمل کو تیز کر دیا بلکہ دہلی کالج کے اصولوں کے تناظر میں اصطلاحات سازی کے نئے اصول بھی وضع ہوئے اور علم اصطلاحات سازی کی بنیاد بھی رکھی گئی۔ یوں اردو اصطلاحات سازی اپنی تاریخ کے ایک نئے دور میں داخل ہو گئی۔

حوالہ جات:

۱- یہ کتاب خلیل علی خان اشک نے ڈاکٹر جان گلکرسٹ کے ایماء پر مسٹر ہربرٹ ہارنگٹن کے لیے ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۲ء میں لکھی تھی۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے اسے ۱۹۶۵ء میں اردو دنیا' کراچی سے شائع کیا۔ آخر میں فرہنگ الفاظ از ڈاکٹر ناظر حسن زیدی دی گئی ہے۔ فضائے بسیط کے متعلق معلومات پر یہ ایک نادر تصنیف ہے۔ اشک کی 'داستان قصہ امیر حمزہ (۱۸۰۱ء) بھی ذخیرۂ قدیم اصطلاحات کے حوالے سے اہم ہے۔

۲- حامد حسن قادری' داستان تاریخ اردو' ص: ۲۰۳۔

۳- دیکھیے: حمید الدین شاہد' محولہ بالا' ص: ۱۰۳ نیز ڈاکٹر محمد شکیل خان' ص: ۸۳۔

۴- خواجہ حمید الدین شاہد' محولہ بالا' ص ص: ۱۰۵ تا ۱۰۶۔

۵- ڈاکٹر محمد شکیل خان' محولہ بالا' ص: ۹۲۔

۶- خواجہ حمید الدین شاہد' محولہ بالا' ص ص: ۱۳۴ تا ۱۳۷۔

۷- ڈاکٹر محمد شکیل خان' محولہ بالا' ص: ۴۰۔

۸- حمید الدین شاہد' محولہ بالا' ص: ۲۲۷۔

۹- محمد رمضان انور' سابق ریاست بہاولپور میں مستعمل اردو کی دفتری اصطلاحات' اردو نامہ' لاہور' سالنامہ' مارچ' ۱۹۸۳ء' ص ص: ۴۹ تا ۵۱۔

۱۰- بحوالہ' مشرقی ممالک میں قومی زبان کے ادارے' ص ص: ۱۳'۱۴۔

۱۱- منشی احمد شفیع' حافظہ احمدی' آگرہ (۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء) دیباچہ' ص: ۴۔

۱۲- ایضاً" دیباچہ' ص: ۵۔

۱۳- منشی احمد شفیع' تمرید احمدی' آگرہ (۱۸۷۴ء)۔

14. Grierson,G.A.,The Linguistic Survey of India, Vol 9, P:24-

۱۵- ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار' اورینٹل کالج کی تصنیفی روایت کے تین دور' اورینٹل کالج میگزین' شمارہ ۱۹۶' ۱۹۹' ۱۹۷۴ء' ص: ۱۳۹۔

۱۶- مولوی عبدالحق' اردو میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ' ص: ۲۱۔

۱۷- سید احمد دہلوی' محاکمہ مرکزِ اردو' دہلی (۱۹۱۱ء)' ص: ۲۷۔

۱۸- محمد احمد سبزواری' اردو اصطلاحات بنکاری' اخبارِ اردو' اسلام آباد' اکتوبر ۱۹۹۱ء' ص: ۲۶۔

19. Durga Parasad,Concise Law Dictionary, Part One, Preface:PP:I-II-

۲۰- دیکھیے: پاک فوج میں نفاذِ اردو: کرنل غلام جیلانی خان' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۹ء۔

۲۱- رموزِ فطرت: مولوی محمد مہدی (دفتر تاریخ بھوپال)' لکھنؤ: الناظر پریس' جنوری ۱۹۲۶ء' دیباچہ' ص: ۳۔

۲۲- پنڈت برج نرائن چکبست، مضامینِ چکبست، لکھنؤ (انڈین پریس، ۱۹۲۸ء) مضمون پنڈت رتن ناتھ سرشار مطبوعہ کشمیر درپن، مئی ۱۹۰۴ء۔
۲۳- ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، مولوی نذیر احمد دہلوی، لاہور، (۱۹۷۱ء)، ص ص: ۲۰۴، ۲۰۵۔
۲۴- محمد یحییٰ تنہا، سیرالمصنفین، (حصہ دوم)، لاہور (۱۹۲۸ء)، ص: ۲۵۶۔
۲۵- ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری نے اس پر اپنی کتب اردو زبان کی ترقی میں مولانا ابوالکلام آزاد کا حصہ اور ابوالکلام و عبدالماجد (ادبی معرکہ) (۱۹۸۷ء) میں بحث کی ہے۔ نیز اخبارِ اردو ستمبر ۱۹۹۱ء میں "الہلال کی تحریک اصطلاح سازی" کے عنوان سے ایک مقالہ بھی سپرد قلم کیا۔
۲۶- سید سلیمان ندوی، عربی زبان اور علمی اصطلاحات، الہلال، کلکتہ، ۲۷ اگست ۱۹۱۳ء، ص: ۱۲۔
۲۷- عربی زبان اور علمی اصطلاحات، الہلال، کلکتہ، ۳ ستمبر ۱۹۱۳ء، ص ص: ۷ تا ۸۔
۲۸- الہلال کلکتہ، ۱۵- اکتوبر ۱۹۱۳ء، ص ص: ۹ تا ۱۰۔
۲۹- قاضی عبدالودود، تبصرہ "افکار عصریہ"، معیار، پٹنہ، مارچ ۱۹۳۶ء، ص: ۹۰۔
۳۰- ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، لاہور، (۱۹۸۲ء)، ص: ۲۹۔
۳۱- علامہ اقبال، علم الاقتصاد، لاہور (۱۹۷۷ء)، ص: ۳۴۔
۳۲- ایضاً، ص: ۳۳۔
۳۳- ایضاً، ص: ۳۳۔
۳۴- ایضاً، ص: ۳۳۔
۳۵- سید عبدالواحد، مقالات اقبال، لاہور (۱۹۸۲ء)، ص ص: ۳۵ تا ۴۲۔
۳۶- مکاتیبِ اقبال بنام خان نیاز الدین خان، لاہور (۱۹۸۶ء)، ص: ۶۹۔
۳۷- سید نذیر نیازی، مکتوبات اقبال، لاہور (۱۹۷۷ء)، ص: ۱۲۵۔
۳۸- سید عبدالواحد، محولہ بالا، ص: ۱۹۹۔
۳۹- سید نذیر نیازی، محولہ بالا، ص: ۴۴۔
۴۰- ایضاً، ص ص: ۴۰، ۴۱۔
۴۱- مکاتیب اقبال بنام خان نیازالدین خان، ص: ۴۶۔
۴۲- صہبا لکھنوی، اقبال اور بھوپال، کراچی (اپریل ۱۹۷۳ء)، ص ص: ۲۹۷ تا ۲۹۹۔

متفرق اداروں کی کوششیں (ابتدائی دور)

مستشرقین کے ساتھ ساتھ مقامی لوگوں نے بھی جدید اصطلاحات سازی کی بالواسطہ کوششیں شروع کر دی تھیں۔ ان کا آغاز علمی انجمنوں کی صورت میں ہوا اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کے علمی اداروں کی شکل میں پروان چڑھا۔ کلکتہ، لکھنؤ، آگرہ، غازی پور، مظفرپور، شاہجہان پور، دہلی، حیدر آباد، رڑکی اور لاہور اس کے اہم مراکز تھے۔ جہاں علمی انجمنوں کے ساتھ ساتھ بعض انفرادی کوششیں بھی سامنے آئیں۔

۱:۱۳۔ علمی انجمنوں کی خدمات

فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے ساتھ ساتھ اردو میں وضع اصطلاحات کا ایک اہم مرکز لکھنؤ کی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے، جہاں شاہان اودھ نے علمی تراجم کی داغ بیل ڈالی تھی، نواب غازی الدین حیدر (۱۸۱۴ء سے ۱۸۲۷ء تک) نے اپنے علاقے میں سائنسی طرز فکر کے فروغ کے لیے ۱۸۱۴ء میں اسکول بک سوسائٹی قائم کی، جس نے اردو میں کتب کے تراجم کرنا شروع کیے۔ ان کے بعد نواب نصیرالدین حیدر (۱۸۲۷ء۔ ۱۸۳۷ء) نے بھی اسے فروغ دیا۔ یہاں صرف ایک مترجم سید کمال الدین حیدر لکھنوی (عرف محمد امیرالحسن الحسینی) ہی نے ۱۹ کتابوں کا انگریزی سے اردو ترجمہ کیا۔ جس میں طبیعیات، فلکیات، کیمیا، مناظر، مقناطیس، ہوا، حرارت وغیرہ سے متعلق رسائل شامل تھے[۱]۔ مولوی کمال الدین حیدر کے ایک رسالے رسالہ قوتِ مقناطیس مطبوعہ مطبع سلطانی، اودھ کا جائزہ لینے سے پتا چلتا ہے کہ انھوں نے ترجمے میں عربی، فارسی اور مقامی الفاظ کو ترجیح دی ہے۔ مثلاً Artificial Magnet "مقناطیس مصنوعی" Soft Iron "کوفت پذیر لوہا" Fibre "ریشہ" پوری کتاب میں موجود ہے۔ چند انگریزی الفاظ کو بجنسہ رکھا گیا ہے۔ مثلاً الیکٹر-سٹی، کمپاس وغیرہ۔ ان کی اصطلاحیں "انحراف، سوزن مقناطیس، تجربیات، نوم مقراضی فولاد، ضعیف مقناطیس سے ہمیں ان کے عربی فارسی کے ایسے رجحان کا پتا چلتا ہے جو آج بھی اصطلاحی ترجمے میں عام دکھائی دیتا ہے[۲]۔ دوسری کتاب مقاصدِ علوم (۱۸۷۴ء) میں باپٹسٹ مشن پریس کلکتہ سے شائع ہوئی۔ اس میں فارسی اضافت سے اصطلاحیں ملتی ہیں۔

یوں لگتا ہے کہ اس کے بعد سائنٹیفک سوسائٹیوں کا جیسے جال بچھ گیا۔ لکھنؤ

(۱۸۳۱ء)، آگرہ (۱۸۳۳ء)، مدرسہ فخریہ (۱۸۳۴ء)، غازی پور (۱۸۶۴ء)، روہیل کھنڈ، بریلی (۱۸۶۵ء)، مظفر پور بہار (۱۸۶۸ء) اور شاہ جہان پور لٹریری انسٹی ٹیوٹ (۱۸۶۸ء) اور ۱۸۶۳ء میں سرسید کی سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ، وجود میں آئیں۔ جو دہلی کالج (۱۸۴۰ء) انجمن پنجاب (۱۸۶۵ء) پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور (۱۸۶۹ء)، انجمن ترقی اردو (۱۹۰۸ء)، دارا لمصنفین اعظم گڑھ (۱۹۱۳ء)، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن (۱۹۱۴ء) کی صورت میں نتائج پذیر ہوئیں۔

سرسید احمد خان نے سائنٹیفک سوسائٹی کا آغاز ۱۸۶۴ء میں غازی پور سے کیا تھا۔ اس سوسائٹی نے ترجمے کے کام کا آغاز کیا اور صرف ایک ہی سال میں یعنی ۱۸۶۵ء تک آٹھ کتابوں کے ترجمے ہو کر سید احمد خان کے نجی چھاپہ خانہ سے شائع ہوئے۔ ایک ہی سال بعد یہ سوسائٹی علی گڑھ منتقل ہو گئی۔ اس لیے اس سارے ذخیرے کا جائزہ سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ کے حوالے سے ہم آگے چل کر لیں گے۔

ہمارے موضوع سے متعلق انجمنوں میں سے سائنٹیفک سوسائٹی مظفر پور (ضلع بہار) کا قیام ۲۴۔ مئی ۱۸۶۸ء کو عمل میں آیا۔ یہاں سیاسیات، فلکیات، جغرافیہ، جبرو مقابلہ، طبیعیات، معدنیات، علم مثلث اور فن تعمیر پر کتابیں شائع ہوئیں۔ تالیف و ترجمہ کرنے والوں میں سرفہرست رائے سوہن لال مہتمم ہیڈ ماسٹر نارمل سکول پٹنہ کا نام ہے۔ جنھوں نے آگے چل کر وضع اصطلاحات کی بحث میں حصہ لیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سوسائٹی کے اصطلاحی تراجم پر مقامی یا ہندی ماخذوں کے زیادہ اثرات تھے اور رائے سوہن لال کے نظریات کی چھاپ زیادہ تھی۔

شاہ جہاں پور لٹریری انسٹی ٹیوٹ کے اولین صدر آرا ین ساندرس تھے اور اس کا ایک مجلہ **مظہرالعلوم** مطبع محمدی شاہ جہان پور سے چالیس صفحات پر شائع ہوتا تھا، اس کے شمارہ اگست ۱۸۷۰ء، جلد ۲۵ میں شائع شدہ مضامین کے عنوان ملاحظہ ہوں:۔ خمیرہ نائٹروجن، چاند کے قد اور فاصلے کا بیان، اقوال افلاطون، ستمبر ۱۸۷۰ء، جلد کے عنوانات، روشنی کا بیان، ہیئت کا بیان وغیرہ۔

۲: ۱۳۔ مدرسہ فخریہ، حیدر آباد

حیدر آباد دکن کے امراء میں سے امیر کبیر نواب فخرالدین خان شمس الامراء (۱۷۸۰ء تا ۱۸۶۲ء) نے مدرسہ مع رصد گاہ اور دارالترجمہ قائم کر رکھا تھا۔ جس نے ۱۸۳۴ء میں کام شروع کیا۔ ان کے مدرسے کا نام "مدرسہ فخریہ" تھا، جس کے نصاب میں انگریزی سے اردو کتب کے تراجم شامل کیے گئے۔ جب مدرسہ طبابت آگرہ (۱۸۴۵ء) قائم ہوا تو اس میں اسی مدرسے کے فارغ التحصیل طلبہ کی کھپت ہوئی۔ نواب صاحب کو علم ریاضی اور ہیئت سے خاصا شغف تھا۔ ان علوم کے تراجم کے لیے انھوں نے کئی مترجمین ملازم بھی رکھے اور خود

بھی ترجمے کیے۔ ان کے فرزند محمد رفیع الدین خان عمدۃ الملک شمس الامرا ثالث نے بھی اس شوق کو آگے بڑھایا۔ چنانچہ مدرسہ فخریہ کے تراجم سے ضمنی طور پر اصطلاحات سازی کے بیشتر کام سامنے آتے ہیں۔ خواجہ حمیدالدین شاہد لکھتے ہیں کہ ان کے مترجمین نے اکثر انگریزی اصطلاحات اور مترادفات ڈھونڈھ نکالے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب شمالی ہند میں عموماً انگریزی اصطلاحات سے کام لیا جاتا تھا۔ مثلاً Acid کا ترجمہ یہاں "کھٹا" کیا گیا۔ Nitric Acid کو "شورے کا کھٹا" کہا جاتا تھا۔ Hydrostatics کے لیے "علم آب" اور Optics کے لیے "علم انظار" کی اصطلاحیں وضع کی گئیں۔ بعض انگریزی اصطلاحوں کے الفاظ اردو میں نہ ملے تو ان کو اصل شکل میں برقرار رکھا گیا۔ مثلاً Synthesis سنتھیس' Analysis انیلیس' Thermometer تھرمامیٹر' Bonometer بونامیٹر' بعض مقامی اور ہندی الفاظ کی آمیزش سے بھی اصطلاحیں وضع کی گئیں مثلاً تبدیلی پون' موسمی پون (Monsoon)' مہوس (Chemist)۔ تاہم زیادہ تر عربی فارسی اصطلاحیں ہیں۔ کلاں بین (Micro Scope)' متوازی شعاعیں (Parallel Rays)' موصل (Conductor)۔ بلکہ عربی کی نسبت فارسی تراکیب زیادہ تھیں۔ جیسے علم الماء کی بجائے علم آب اور علم الانظار کی بجائے علم انظار۔ لیکن اردو کے حروف اضافت وجار کا بھی خاصا استعمال ملتا ہے۔ جیسے "ہلدی کے پتے کا رس میں بھیگا ہوا کاغذ" (Turmeric Paper)' زبردستی کا پمپ (Pump Force)' ہوا کی بندوق (Airgun)' علم آب کی ترازو (Hydrostatic Balance)۔

خواجہ حمیدالدین شاہد نے اپنی کتاب میں نواب محمد فخرالدین کے تراجم کی فہرست دی ہے۔ رسالہ مختصر جرِ ثقیل (۱۸۳۶ء)' رسالہ کسوراتِ اعشاریہ (۱۸۳۶ء)' رسالہ اصولِ حساب (۱۸۳۶ء)' رسالہ اسطرلاب کروی (۱۸۳۹ء) اور ستۂ شمسیہ (۱۸۴۰ء)' ستۂ شمسیہ چھ رسائل علمِ جرِ ثقیل' علمِ ہیئت' علمِ آب' علمِ ہوا' علمِ انظار' اور علمِ برق پر مشتمل تھے۔ ان کے مترجمین میں میر امان علی دہلوی' غلام محی الدین حیدر آبادی' مسٹر جونس اور مسٹر تنڈرس شامل تھے۔

خواجہ حمیدالدین شاہد لکھتے ہیں کہ علم جر ثقیل میں بعض انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا مثلاً پڈنگ (Pudding)' ایر پمپ (Airpump) وغیرہ۔ علم ہیئت میں فارسی' عربی الفاظ کی بہتات ہے۔ یونانی حروف علامات ریاضی کو برقرار رکھا گیا ہے۔ رسالہ کیمسٹری میں اکثر اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ مثلاً ڈیکاریشن' الیکٹرسٹی' نیٹرک ایسڈ' پلسٹن' سلنڈر۔ جن کا ترجمہ کیا گیا وہ قابل فہم ہیں جیسے رغبت (Attraction)' سیال (Liquid)' ہوائی (Gas)' شعلہ گیر (Inflamable) رسالہ علم آب میں بھی یہی طریق اختیار کیا گیا ہے۔ رسالہ علم ہوا میں اصطلاحی ترجمے میں مقامی عنصر زیادہ نظر آتا ہے مثلاً ہوائی بندوق' بخار کا آلہ' ٹھوس پن' موسمی پون وغیرہ۔ رسالہ علم مناظر میں اس کے

برعکس عربی، فارسی اصطلاحات زیادہ ہیں۔ علم بر قک میں اکثر انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ مثلاً ڈسچارجر، آگزیڈ، الکٹرامیٹر، واٹراسپوٹ، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ستہ شمسیہ اور دیگر رسائل و کتب مدرسہ فخریہ میں اصطلاحات سازی کسی باقاعدہ اصول کے تحت نہیں بلکہ مترجم کی ذاتی پسند، ناپسند کے تحت ہوتی رہی۔ چند دیگر رسائل کی فہرست بھی خواجہ حمیدالدین شاہد نے دی ہے، جس سے پتا چلتا ہے کہ مدرسہ فخریہ میں ۳۷ کے قریب کتابیں ۱۸۷۵ء تک شائع ہوئیں ہیں۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ یہ کتابیں اس زمانے میں مبتدیوں اور عام شائقین کے لیے بہت تھیں۔ ان میں بہت سی اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں جن میں سے کچھ اب بھی کارآمد ہو سکتی ہیں ۔

ستہ شمسیہ کے رسائل ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ء میں ترجمہ ہونا شروع ہوئے اور ۱۸۴۰ء تک مکمل ہوئے اور بہت عرصہ بعد مطبع اسلامیہ مدراس سے طبع ہوئے یعنی جلد اول علم جرالثقیل ۱۳ رمضان ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۷ء) میں، جلد ثانی رسالہ علم ہیئت ۲۹ رمضان ۱۲۷۳ھ میں، جلد ثالث علم آب ۲ رجب ۱۲۷۳ھ میں، جلد رابع علم ہوا ۱۱ شعبان ۱۲۷۳ھ، جلد پنجم علم الانظار، ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۷۴ھ اور جلد ششم علم بر قک، گیال وی نیزم و مقناطیس ۹ رجب ۱۲۷۴ھ میں طبع ہوئی۔ یہ ریورنٹ چارلس کے انگریزی رسالے تھے۔ جو ۱۸۱۸ء میں لندن سے شائع ہوئے تھے۔ ہر رسالے کے شروع میں جو پیش لفظ نواب فخرالدین نے لکھا ہے، اس میں اردو اصطلاحات سازی یا اصطلاحی ترجمے کے بارے میں خود لکھتے ہیں :۔

"بعضے اسماء انگریزی اصطلاح کے جو زبان عربی اور فارسی میں نہ میسر ہوئے، ان کو اسی زبان اصل پر بحال رکھنے میں آیا۔"

ہم دیکھتے ہیں کہ عربی، فارسی انگریزی کے ساتھ ساتھ وہ مقامی الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں۔ عربی اصطلاحوں میں اسم کیفیت کے لیے "یت" کا لاحقہ عام طور پر استعمال کرتے ہیں جیسے جلد اول میں "جسمیت" اور جلد ثانی میں "ممویت" کی اصطلاحیں۔ فارسی میں صیغہ امر کے استعمال سے تراکیب سازی زیادہ کی جاتی ہے جیسے "وار" کا لاحقہ امر استعمال کر کے "علاقہ وار" وغیرہ۔ مقامی الفاظ کو عام طور پر قریب المفہوم اصطلاح وضع کرنے کے لیے استعمال میں لاتے ہیں جیسے Shock کے لیے "جھٹکا" Acid کے لیے "کھٹا" یا Monsoon کے لیے موسمی پون اور Chemist کے لیے "مہوس" وغیرہ۔ انگریزی اصطلاحیں بجنسہ لیتے ہوئے بھی انھیں اردوانے کا عمل جاری رہتا ہے جیسے Discharger کے لیے "ڈشارجر" Galvanism کے لیے "گیال وی نیزم"۔ مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جدید اصطلاحات سازی کی ابتدا کرتے ہوئے مدرسہ فخریہ میں آزادہ روی کے ساتھ امتزاجی رجحان پایا جاتا ہے جو آج بھی اردو میں اصطلاحات سازی کی منزل ہے۔

۳:۱۳۔ اسکول بک سوسائٹی، دہلی کالج

دہلی کالج کا افتتاح تو ۱۸۲۵ء میں ہو چکا تھا، جب ایسٹ انڈیا کمپنی کی سالانہ تعلیمی گرانٹ سے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے لیے جو اصل میں مدرسہ غازی الدین کہلاتا تھا، بقول مولوی عبدالحق پانچ سو روپے سالانہ منظور کیے گئے اور اسے دہلی کالج کا نام دیا گیا۔ جے ایچ ٹیلر جو مقامی مجلس کے سکرٹری تھے، اولین پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۸۲۸ء تک یہ روایتی کالج رہا۔ اس سال سر چارلس منکاف کے حکم سے انگریزی کا شعبہ کھولا گیا۔ ۱۸۳۵ء میں ولیم بینٹنگ کے حکم سے انگریزی ذریعہ تعلیم نافذ ہوا۔ لیکن چار ہی سال بعد لارڈ آک لینڈ نے اس رویے کو ترک کر دیا۔ ۱۸۳۹ء میں فیلکس بتروس پرنسپل مقرر ہوا۔ ۱۸۴۰ء کے اواخر میں اسکول بک سوسائٹی قائم کی گئی جس نے متعدد کتب کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اس کے مترجمین میں مولوی امام بخش صہبائی، مولوی کریم الدین، ڈاکٹر فیلن، ماسٹر رام چندر جی، مولوی سبحان بخش، مولوی احمد علی، مولوی سید محمد باقر، سید کمال الدین حیدر لکھنوی اور مولوی ذکاء اللہ جیسے نامور مترجمین شامل تھے۔ جون۱۸۴۱ء میں بتروس نے اسے نیا نام دیا[9]

Society for the Promotion of Knowledge in India Through the Medium of Vernacular Language، ریاض صدیقی لکھتے ہیں کہ رام چندر کے تقرر، سوسائٹی سے ان کے تعلق کی تفصیلات اور سیدہ جعفر کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ سوسائٹی ۱۸۴۳ء میں قائم ہوئی تھی اور اس شعبے کا نام ورنا کیولرٹرانسلیشن سوسائٹی تھا۔ ۱۸۴۵ء میں ڈاکٹر سپرنگر اس کے روح رواں بن گئے[10]۔

اس سوسائٹی نے اصطلاحات سازی کے اصول بھی وضع کیے، جن پر ہم بحث کر چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سوسائٹی کی طرف سے طبیعیات، معاشیات، تاریخ، فلسفہ اور قانون کی کئی کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ مولوی عبدالحق نے ۱۲۸ کتابوں کی فہرست دی ہے[11]۔

ان میں استعمال ہونے والی اصطلاحات میں مسلمانوں نے عربی فارسی آمیزی اور ہندوؤں نے ہندی اور مقامی زبانوں کے الفاظ کے استعمال پر زور دیا ہے۔ مثلاً رسالہ مقناطیس از کمال الدین حیدر میں جو اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں ان میں عربی فارسی کے رجحان کا اظہار ہوتا ہے۔ جیسے "قوت در مقناطیس" (Strong Magnet)، غرق و انحراف (Dip and Inclination)، جذب و اندفاع (Attraction and Repulsion)۔ میر حسن لکھتے ہیں کہ اس رسالے میں بیشتر اصطلاحات کا ترجمہ کیا گیا۔ صرف محدودے چند انگریزی الفاظ الیکٹرسٹی، کمپاس وغیرہ بجنسہٖ مستعمل ہوئے ہیں[12]۔ جب کہ دوسرے رسالے کتاب حکمت علم طبعی، ترجمہ از پنڈت سروپ نرائن اور شو نرائن (۱۸۴۵ء) کی اصطلاحات "پیچ بیان" "درجات گرمی" "تپش گرمی کی" "جسم کے پوست" وغیرہ میں مقامی اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ تاہم میلان، بخارات، مبدل، وغیرہ عربی الفاظ استعمال ہوئے ہیں[13]۔ مطبع العلوم دہلی سے ۱۸۴۷ء میں شائع ہونے والے رسالہ علم طب میں عربی فارسی کا اثر

زیادہ نظر آتا ہے جیسے مزمن (Chronic)، غیر مزمن (Acute)، امراض ریحیہ (Rheumatics)، مرض متعدی (Contagius) وغیرہ[۱۴]۔

۱۳:۴۔ طبی مدارس کی خدمات

اس دور میں کلکتہ، آگرہ اور حیدر آباد میں قائم ہونے والے طبی مدارس میں بھی تراجم اور اصطلاحات سازی کی خدمات انجام دی گئیں۔ نواب ناصر الدولہ کے آخری زمانے میں مدرسہ طبابت آگرہ ۱۸۴۵ء میں قائم ہوا۔ اس ادارے کے مترجمین نے طب سے متعلق مغربی زبانوں سے اردو میں نصابی کتب کے تراجم شائع کیے جو رومن اردو میں لکھے گئے۔ اس کے بعض تراجم آج بھی اردو بورڈ کے کتب خانے میں محفوظ ہیں[۱۵]۔ اسی طرح کلکتے کے طبی بورڈ کے اصول اصطلاحات کی کوششوں کا ذکر پانچویں باب میں ہم حکومت بنگال کے حوالے سے کر چکے ہیں اور کلکتہ کے نیٹو میڈیکل انسٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹروں کی خدمات کا ذکر گیارھویں باب میں آیا ہے۔ مدرسہ طبابت آگرہ کی ایک کتاب **کمسٹری** از مکند لال ۱۸۸۴ء میں تیسری بار طبع ہوئی۔ اس میں بعض اصطلاحیں قابل توجہ ہیں جیسے "طریقہ وصال عناصر" (Synthesis)، "طریقہ تفریق عناصر" (Analysis)، "مساوی القوہ" (Monads)[۱۶]۔ **رسالہ طب** از سید غلام حسین اور لکشمی رام ۱۸۷۰ء میں تصنیف ہوا اور آگرہ سے تین بار طبع ہوا۔ پہلے باب میں طبی اصطلاحات درج ہیں[۱۷]۔

مدرسہ طبابت حیدر آباد دکن کا قیام ۱۸۴۶ء میں عمل میں آیا۔ ۱۸۵۵ء تک کے سربراہ ڈاکٹر میکملن تھے۔ ان کی کتابوں کا ترجمہ مُرّے (Murray) نے کیا۔ ڈاکٹر میکملن کے بعد ڈاکٹر اسمتھ پرنسپل بنے تو انھوں نے ۱۸۵۶ء میں **رسالہ طب** جاری کیا۔ جو ۱۸۵۸ء تک جاری رہا تھا[۱۸]۔ آگرہ کے طبی پریس سے طبع ہونے والی ایک کتاب **اصول حکمت** ترجمہ از منشی عبدالجلیل محمد پناہ اکبر آبادی قابل ذکر ہے، جو مدرسہ طبابت حیدر آباد کے لیے طبع ہوئی۔ اس میں ترجمہ شدہ اصطلاحیں انگریزی کے ساتھ ہی لکھ دی گئی ہیں جیسے "مقیاس الحرارت"، "تھرمامیٹر"[۱۹]۔

۱۳:۵۔ رڑکی اور مدراس کے انجینئرنگ کالج

انجینئرنگ سے متعلق برصغیر میں قائم ہونے والے کالجوں میں طامسن انجینئرنگ کالج رڑکی سب سے قدیم ہے۔ اس کا قیام ۱۸۴۸ء کو عمل میں آیا۔ یہ کالج اس منصوبے کا حصہ تھا کہ پیشہ ورانہ تعلیم اردو میں دی جائے۔ اس غرض کے لیے ۱۸۷۰ء سے مضمون سے متعلق کتابیں بھی ترجمہ کی جانے لگیں مثلاً **استعمال جر ثقیل**، **بیان لوکار تھم**، **رسالہ درباب پیمائش**، **رسالہ درباب فن نجاری**، **چنائی**، **پیمائش**، **اشیائے تعمیر**، **قواعد حساب متعلقہ انجینئرنگ**، **رسالہ پلوں کے بیان میں**، **مجموعہ سامانِ عمارات**، **مٹی**

کا کام وغیرہ' جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن سے ان میں سے بیشتر دوبارہ شائع ہوئیں۔ اس کے علاوہ انجینرنگ کالج مدراس کی بعض کتابیں بھی مثلاً نقشہ کشی' آبپاشی' تعمیروں کا نظریہ اور تعمیر' سڑکیں وغیرہ بھی جامعہ عثمانیہ سے شائع ہوئیں۔

کتب خانہ مقتدرہ میں موجود رڑکی کالج کی کتاب رسالہ ہفتم درباب پیمائش (Surveying) (۱۸۶۹ء) مؤلف ایف خاریہ برلیس کا جائزہ لینے سے پتا چلتا ہے کہ اس کی اصطلاحات میں عربی' فارسی کا رجحان زیادہ ہے۔ مثلاً وتر' جیب' منطق' مزاحمت' ساقین' تفاوت جیسی مفرد اصطلاحیں اور مماس' نقاط' نقطہ تقاطع' مثلث قائمۃ الزاویہ' کثیرالاضلاع' مربع دائرہ جیسی مرکب اصطلاحیں جن میں "طشت چسپیدہ" جیسی خالص فارسی اور "روک" جیسی خالص اردو اصطلاحیں بھی ملتی ہیں۔ بعض انگریزی اصطلاحیں بھی کثرت سے استعمال ہوئی ہیں۔ مثلاً کمپاس' وائی کیول' لیول' الٹی ٹیوڈ' تھیوڈولائٹ' پینٹی گراف' ڈرائنگ' ورنیر اسکیل' پرلل رولر' کراس شاف' اسکیچنگ وغیرہ۔ ان کے بارے میں کتاب کا مترجم شمبو داس لکھتا ہے:[۲۰]

"اس کتاب میں بعض موقعوں پر الفاظ انگریزی مستعمل پیمائش اس غرض سے لکھے گئے ہیں کہ اول تو بجائے ان کے الفاظ اور با محاورہ اور با معنی نہیں ہیں اور دوسرے یہ کہ یہ "سب اوودرسیروں" اور "سب سرویروں" وغیرہ کو جب کہ یہ ماتحت...... کام کریں گے بذریعہ ان کے گفتگو میں بہت امداد ملے گی۔"

جب کہ کتاب پیمائش حصہ دوم کی اصطلاحات کا جائزہ لینے سے پتا چلتا ہے کہ ان عربی فارسی اصطلاحات کے علاوہ منڈل' چرخ ڈھیری' کانٹا' کھمبا' جیسے مقامی الفاظ بھی استعمال کیے گئے ہیں۔ یہ مقامی الفاظ ہمیں چنائی' مٹی کا کام اور اشیائے تعمیر میں بھی کثرت سے ملتے ہیں[۲۱]۔ یہ کتابیں کتب خانہ جامعہ کراچی میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ گومان کی کتابوں کے تراجم کا چودھویں باب میں جامعہ عثمانیہ کے تحت جائزہ لیا گیا ہے۔

انجینرنگ کالج مدراس کی کتاب آبپاشی کا جائزہ لینے سے پتا چلتا ہے کہ اس پر اصطلاحی اثرات رڑکی کالج ہی کے ہیں۔ ترکیبات میں اردو حروف اضافت "کا کے کی" اور ترجمے میں اکثر مقامی اور ہندی الفاظ کا استعمال عام ہے مثلاً Run off Channel "اخراج کا نالہ" field to field (کھیت وار)' Open Weir (کھلنبد چادر)' Area Etchment (پن بہاؤ رقبہ)۔ تاہم عربی فارسی اصطلاحات بھی ہیں' جیسے water Back (پس آب)' Aqueduct (آبگزر) وغیرہ[۲۲]۔ یہ کتاب مقتدرہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ رڑکی اور مدراس کی ان کتابوں کا تذکرہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے حوالے سے چودھویں باب میں اور تقابلی جائزوں میں بھی کیا گیا ہے۔ رڑکی کالج سے شائع ہونے والے اصطلاحی لغات اور اصطلاحی اشاریوں کا تذکرہ گیارھویں باب میں مستشرقین کے حوالے سے ہو چکا ہے' جن میں جے جی میڈلے کے لغات اہم ہیں۔

۶:۱۳- ریاست جموں و کشمیر

۱۸۵۷ء کے بعد ریاست جموں کشمیر کے مہاراجہ رنبیر سنگھ نے بھی ایک دارالترجمہ قائم کیا۔ یہاں اردو، ہندی، ڈوگری اور پنجابی میں طب، انجنیری اور عسکری ادبیات کے تراجم کیے گئے ہیں۔ ان میں انگریزی اصطلاحوں کو بجنسہ اردو میں تحریر کیا گیا۔ جیسے سلی میشن (Sublimation)، ڈی کاکشن (Dicaction)، سپرٹ (Spirit) وغیرہ[۲۳]۔

۷:۱۳- سائنٹیفک سوسائٹی، علی گڑھ

سرسید احمد خان کی ۱۸۶۳ء میں غازی پور میں قائم کردہ سائنٹیفک سوسائٹی ۶- جون ۱۸۶۴ء کو ان کے ساتھ علی گڑھ منتقل ہو گئی۔ اس موقع پر سرسید نے اپنا مطبع سوسائٹی کی نذر کر دیا۔ یہ سوسائٹی سرسید کی عدم موجودگی میں بھی کام کرتی رہی۔ سوسائٹی کا بنیادی مقصد انگریزی زبان سے عمدہ کتابوں کا اردو ترجمہ کر کے انھیں شائع کرنا تھا۔ ۳ مارچ ۱۸۶۶ء کو سوسائٹی نے انسٹی ٹیوٹ گزٹ بھی شائع کیا۔ جس کا ایک کالم انگریزی اور دوسرا اردو تھا، تاریخ، سیاست، معیشت، سائنس اور آب و ہوا کے موضوعات کے ترجمے کا آغاز کیا گیا[۲۴]۔ سوسائٹی نے تقریباً چالیس کتابیں ترجمہ کروائیں ان میں رسالہ علم فلاحت، رسالہ علم انتظام مدن، رسالہ علم طبیعیات، رسالہ علم آب و ہوا، رسالہ علم آلات، رسالہ علم برق، اقلیدس، جغرافیہ، سیاست مدن، علم مساحت، علم مثلث، الجبرا، نظریہ مساوات، تفرقی احصاء، تکمیلی احصاء، جیسی کتابیں اور گال بریتھ، ٹاڈہنٹر اور برنارڈ سمتھ کی سائنسی اور ریاضی کی کتابوں کے تراجم اصطلاحی لحاظ سے قابل توجہ ہیں[۲۵]۔

رسالہ علم فلاحت رابرٹ اسکاٹ برن کی تصنیف کا ترجمہ ہے۔ یہ ۱۸۶۵ء میں غازی پور بلکہ علی گڑھ سے شائع ہوا۔ ۱۹۰۷ء میں مدرسۃ العلوم علی گڑھ نے دوبارہ طبع کیا۔ اس کے مترجمین میں سرسید احمد خان بھی شامل تھے۔ اس میں صرف کہیں کہیں اردو اصطلاحات ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ مثلاً Nitric Acid کو "شورے کا تیزاب" لکھا ہے۔ البتہ اکثر اصطلاحیں انگریزی سے بجنسہ لے لی گئی ہیں۔ مثلاً جیالوجی، فزیالوجی، سلفیٹ آف سوڈا، سلفیٹ آف امونیا وغیرہ۔ البتہ بعض اردو اصطلاحیں بیانات میں استعمال ہوئی ہیں مثلاً "مرکبات جمادیہ" "اجزائے زمین" وغیرہ۔ آخر میں فرہنگ بھی دی گئی ہے[۲۶]۔

رسالہ علم برق، ۱۸۶۹ء میں علی گڑھ سے طبع ہوا۔ پہلے باب میں تمام اصطلاحات بیان کی گئی ہیں۔ انگریزی اصطلاحیں بہت کم ہیں۔ اکثر ترجمہ کر لی گئی ہیں جیسے برق نما آلہ، انفراج برق، ایصال برق، برق متدیر، محرف، معمول برق، تکاثف و تحلل[۲۷]۔

رسالہ انتظامِ مدن' پروفیسر ناساولیم سینئر کی تصنیف ہے جسے بابو کالی اور رائے شنکرداس نے ترجمہ کیا اور یہ علی گڑھ سے ۱۸۶۵ء میں طبع ہوئی۔ اس کے ابتداء ہی میں اصطلاحات کے ترجمے اور متبادلات دیے گئے ہیں۔ مثلاً Exchange (تبدل)' Economic Wealth (دولت)' Utility (معاوضہ)' Settlement (محتاجوں کا حق امداد خواہی)' Supply (مقدار وصول)۔ اس میں اصطلاحات سازی سے زیادہ محض لفظی ترجمے کی کوشش کار فرما نظر آتی ہے۔

اصولِ سیاستِ مدن' جان اسٹوارٹ مل کی تصنیف ہے' جسے پنڈت دھرم نرائن نے ترجمہ کیا اور یہ ۱۸۶۹ء میں شائع ہوئی۔ یہ ترجمہ بنیادی طور پر دہلی کالج کے لیے ہوا تھا۔ اس میں معاشی اصطلاحات کے تراجم کم و بیش ویسے ہی ہیں' جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے یعنی ترجمے کی کوشش مثلاً Productive Labour (پیدا کرنے والی محنت)' Joint Stock Company (ساجھے کی پونجی کارخانہ یا ساجھے کا کارخانہ)۔ مل کی کتاب کا ایک ترجمہ وزیر علی نے ۱۸۴۴ء میں دہلی سے شائع کرایا تھا جسے دھرم نرائن کے ترجمے پر اولیت حاصل ہے۔

اصطلاحات سازی کے ضمن میں سرسید احمد خان نے بھی بعض تجاویز دی تھیں' جن پر اگرچہ بہت کم عمل ہوا اور شاید الطاف حسین حالی کے سوا کوئی اور مقلد نظر نہیں آتا تاہم سوسائٹی کے حوالے سے ان کا تذکرہ ناگزیر ہے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض اوقات ضرورت یا مجبوری سے غیر زبان کے الفاظ لینا پڑتے ہیں۔ ایسی صنعتیں اور فنون جو اپنے ملک میں نہیں ہوتے اور غیر ممالک سے آتے ہیں تو ان کے ساتھ بہت سے مخصوص الفاظ بھی آجاتے ہیں۔ ایسے لفظ یا اصطلاحیں جو اعلام سے منسوب ہوتے ہیں بجنسہٖ لے لینے پڑتے ہیں۔ دوسری بات انھوں نے یہ کہی ہے کہ بعض غیر زبانوں کے لفظ عظمت اور دلنشینی کی خاطر استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ مثلاً سرسید کے ہاں سویلزیشن' نیچر' کلچر وغیرہ کے الفاظ ملتے ہیں[۲۸]۔ تاہم سرسید کے اس اصطلاحی دخل کے نظریے کا سوسائٹی کی کتابوں پر بہت کم اثر نظر آتا ہے۔ لیکن سوسائٹی نے اصطلاحی ترجمے میں جس سلیقے کا ثبوت دیا' بقول میر حسن "یہی وجہ ہے کہ اس کی وضع کردہ بعض اصطلاحیں یا تو اپنی اصلی حالت میں یا تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اردو میں مستقل طور پر داخل ہو گئیں[۲۹]۔" تاہم بعض سلیس ترجمے ایسے بھی تھے جو رواج نہ پا سکے جیسے Economic Wealth کے لیے "دولت" Exchange' کے لیے تبدیل' Consumption کے لیے صرف/ خرچ وغیرہ۔

۷: ۱۲۔ انجمن پنجاب' لاہور

کلکتہ' دہلی' آگرہ' حیدر آباد کے علاوہ لاہور بھی اس دور میں اہم علمی ادبی مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ ۲۱۔ فروری ۱۸۶۵ء کو لاہور میں جدید علوم کی اشاعت اور فروغ

کے لیے انجمن اشاعت مطالب مفیدہ پنجاب کا قیام عمل میں لایا گیا جسے بعد میں انجمن پنجاب کہا جانے لگا۔ ڈاکٹر لائٹر اس کے صدر چنے گئے ہے۔ یہ انجمن سرکار کے ایما ہی پر قائم کی گئی تھی۔ ٹھیک ایک سال بعد اس انجمن نے تصنیف و ترجمے کا کام شروع کیا۔ ۱۸۶۵ء سے ۱۸۸۰ء تک انجمن کا پندرہ سالہ دور ادبیات اردو کے فروغ کے لیے بہت اہم ہے[۳۱]۔ صرف ۱۸۶۸ء تک رسالہ انجمنِ پنجاب میں ایک سو چالیس مضامین شائع ہو چکے تھے[۳۲]۔

انجمنِ پنجاب نے اردو ہندی تنازع اور اصطلاحات سازی کے اصولوں میں ایک نئی راہ عمل بجھانے کی کوشش کی۔ ۹۔ مارچ ۱۸۶۵ء کے ایک جلسہ عام میں ڈپٹی ہادی حسین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر گجرات نے ایک مضمون پڑھا اور یہ لکھا[۳۳]:۔

"۲۳۔ مارچ کے جلسہ خاص میں دیوان بیج ناتھ نے (جو انجمن پنجاب کی اردو کمیٹی کے سپرنٹنڈنٹ تھے) بتایا کہ انھیں گورنر جنرل نے اس کام پر مامور کیا ہے کہ اردو زبان سے عربی' فارسی الفاظ نکال دیے جائیں تاکہ مقرعہ العملہ جس میں کچہری کے محاورات اور اصطلاحات رکھی گئی ہیں وہ آسان ہو جائے۔ اس پر انجمن میں بڑی بحث ہوئی کہ انجمن یقیناً اس بات کی داعی ہے کہ اردو زبان کو آسان سے آسان بنایا جائے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کی شکل کو مسخ کر دیا جائے۔ لہٰذا انجمن کا فیصلہ ہے کہ اس رسالہ یعنی مقرعہ العملہ کی زبان کو ہرگز نہ بدلا جائے۔ اور اگر حکومت کسی قسم کی تبدیلی چاہتی ہے تو اس کا ایک نمونہ لکھوا کر انجمن کو بھیج دیا جائے تاکہ اس پر بحث کے بعد کسی نتیجے پر پہنچا جا سکے اور ایک ایسا رسالہ تیار کرے جس میں مترادفات موجود ہوں۔ اور اس رسالے کو ہرگز نہ بدلا جائے اور عربی' فارسی اور سنسکرت میں جو اساتذہ کی تصانیف ہیں' ان کے مطالعہ کے شوق کو ہرگز پست کرنے کا قصد نہ کرے کیوں کہ اب اس قسم کے رسالہ جات بہت کم لکھے جاتے ہیں اور اس طرح مقرعہ العملہ کاٹ چھانٹ سے بچ گیا۔ یہ انجمن کا ایک بڑا جرات مندانہ قدم تھا۔"

اگر ہم انجمن کی ترجمہ شدہ کتابوں کا جائزہ لیں تو ان میں پیرزادہ محمد حسین عارف کے تراجم از قسم منطق استقرائی' مفتاح الافلاک' رسالہ سیاستِ مدن' رسالہ علم سکونِ سیالات' علمِ اصولِ قانون' رسالہ علم سیالات وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مزید برآں علمِ طب میں ڈاکٹر عبدالرحیم کی کتابیں مثلاً نیا میٹریکا میڈیکا اور قرابا دینِ رحیمی اپنے اصطلاحی ذخیرے کی بنا پر قابل توجہ ہیں۔ الطاف حسین حالی کی ترجمہ کردہ کتاب مبادیٔ علم جیالوجی ۱۸۸۳ء میں مطبع انجمن پنجاب کی طرف سے طبع ہوئی۔ حالی ان دنوں دہلی میں تھے۔ انھوں نے کیمیاوی اصطلاحوں کا ترجمہ نہیں کیا' تاہم بعض نئی اصطلاحیں

بنائیں جیسے اجسام آلیہ، اجسام غیر آلیہ، حادث مکانی وغیرہ[۳۴]۔

انجمن کا ایک بڑا کارنامہ اورینٹل کالج لاہور کا قیام ہے۔ ڈاکٹر لائٹنز ہی کا دور تصنیف و تالیف اور اصطلاحات سازی کا اہم دور ہے۔ اس دور میں مطبع انجمن پنجاب اور دیگر کئی اشاعتی اداروں سے شائع ہونے والے بہت سے کاموں کی تصنیف و تالیف اورینٹل کالج ہی سے وابستہ اہل علم و قلم نے کی۔ ڈاکٹر عبدالحمید لکھتے ہیں[۳۵]:۔

"اس میں قانون، انجنیری، فوٹوگرافی، مساحت، ریاضی، تاریخ، جغرافیہ، تاریخ فلسفہ اخلاق، خطابت و بلاغت، فقہ اسلامی، فقہ ہنود، عمرانیات، منطق، طبقات الارض، وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی اور لطف یہ کہ اردو زبان میں یہ علوم پڑھائے جاتے تھے۔"

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے اس دور کی تفصیل بیان کی ہے۔وہ لکھتے ہیں[۳۶]:۔

"ان مضامین میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ اس اعتبار سے اورینٹل کالج انیسویں صدی میں صحیح طور پر بیت العلوم کہلاتا تھا۔"

یہ دور ۱۸۷۲ء سے ۱۸۸۴ء تک رہا اور ڈاکٹر لائٹز کے علیحدہ ہوتے ہی اختتام پذیر ہو گیا۔ ایک تحقیقاتی کمیٹی نے ترقی کے بہانے اورینٹل کالج کی تمام کاوشوں کے راستے بند کر دیے۔ ڈاکٹر عبدالحمید نے اس کا ذکر بھی کیا ہے[۳۷]:۔

"اس کمیٹی نے ترقی معکوس کے معنی سمجھانے کے لیے یہ کیا کہ انجنیری کی جماعت کو نیشنل کالج آف آرٹس میں منتقل کر دیا اور ڈاکٹری کے طلبہ کو یہاں سے نکال کر میڈیکل کالج کا راستہ بتایا۔"

اورینٹل کالج کے مصنفین نے ۱۸۷۶ء سے ۱۸۸۸ء تک بہت سی سائنسی کتابوں کے تراجم کیے[۳۸]۔ جو اصطلاحات سازی کے حوالے سے اہم ہیں ان میں سے بیشتر مطبع انجمن نے شائع کیں۔ طبعی علوم میں سکونِ سیالات، از بیسٹ حصہ اول، علم ہیئت از ماٹینگ کے ترجمے پیرزادہ محمد حسین نے کیے، سکونِ سیالات حصہ دوم اور علم النفس و القویٰ از ہملٹن کے ترجمے شیخ انعام علی نے کیے۔ علم سکون از ٹاڈہنٹر، طبعی جغرافیہ از بیلن فورڈ اور سکونِ سیالات از بیلن فورڈ کے ترجمے لالہ آیارام نے، علم حرکت کا ترجمہ بابو شاشی بھوشن مکرجی، برقی مقناطیس کا ترجمہ رگو ناتھ داس نے، علم کیمیا از راسکو، علم طبیعی از بالفور اور تدریسیات علم طبیعی کے ترجمے ڈاکٹر امیر شاہ نے کیے، علم طبقات الارض از ہج، طبعی جغرافیہ از ہج اور مسائل و امثال ریاضی از رگلے کے ترجمے سید دلاور علی شاہ نے کیے۔

انجینرنگ میں ٹاڈہنٹر کی علم المساحت اور رینک کی مسالہ تعمیرات، میجر براونڈرتھ کی جرِ ثقیل کا استعمال کے ترجمے لالہ گنگا رام نے کیے[۳۹]۔

طب میں میڈیکل فیلو ڈاکٹر رحیم خان نے امراض العباد و المیلاد، امراض

الصابین' امراض النسواں' میڈیکل جو رس پروڈنس کے ترجمے کیے۔ مولوی غلام قادر نے ارجوزہ صنابیہ در علم طب کا ترجمہ کیا۔ مولوی غلام مصطفیٰ نے رسالہ تشریح طب اور ادویات مفردات یونانی کے ترجمے کیے۔[۴۰]

علم الاقتصاد میں علم الاقتصاد یا سیاستِ مدن' از فاسٹ کا ترجمہ پیرزادہ محمد حسین نے کیا' تاریخ علم سیاستِ مدن از فاسٹ کا ترجمہ شیخ انعام علی نے کیا علم انتظام مدن از فاسٹ کا ترجمہ پنڈت ہرکشن داس نے کیا' اسی طرح پنڈت دھرم نرائن کی اصولِ سیاستِ مدن بھی اسی دور سے تعلق رکھتی ہے۔[۴۱]

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اسی دور میں شیخ انعام علی نے لغاتِ اصطلاحاتِ فنی (Dictionary of Technical Terms) مرتب کیا اور مولوی نجم الدین کی نجم الامثال بھی اسی دور کی تصانیف ہیں۔[۴۲] گریرسن نے لغات فنی کا سن اشاعت ۱۸۷۹ء قرار دیا ہے اس کا جائزہ ہم بارھویں باب میں لے چکے ہیں۔[۴۳] دیگر کتب میں سے بھی بیشتر کا جائزہ بارھویں اور تیرھویں ابواب میں لیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کوششیں اردو کی جدید اصطلاحات سازی کے ابتدائی دور میں بے حد اہمیت رکھتی ہیں۔

اس انجمن کا ایک اور بڑا کارنامہ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی ہے۔[۴۴] جس نے ۱۹۲۸ء میں اردو اصطلاحات پر مشتمل ایک مجموعہ شائع کیا۔ اس کا ایک نسخہ جامعہ پنجاب کے کتب خانے میں موجود ہے۔ تعلیم' ریاضی' جغرافیہ' کیمیا' طبیعیات' افعال الاعضا اور زراعت پر الگ الگ حصوں میں کوئی پانچ ہزار اصطلاحات ۲۵۱ صفحات میں دی گئی ہیں۔ تعلیمی' ریاضی اور جغرافیائی اصطلاحات میں اگرچہ عربی زبان کی طرف زیادہ رجحان ہے تاہم زرعی اصطلاحات میں مقامی الفاظ شامل کیے گئے ہیں۔ اس طرح کیمیا اور طبیعیات میں انگریزی الفاظ کو استعمال کرنے کا رجحان زیادہ ہے۔ بعض امتزاجی اصطلاحات بھی ملتی ہیں۔ جن میں انگریزی کا زیادہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً "انسولیٹ کیا ہوا" "ہارمونک حرکت" "اسٹاٹک سوئی" "منفی چارج" "سکنڈری رنگ" وغیرہ[۴۵]' جو آج ہمیں مضحک معلوم ہوتے ہیں لیکن اس دور میں جب دکن میں جامعہ عثمانیہ کا کام ابھی جاری تھا' پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کا یہ کام قابل ذکر ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ خواجہ حمید الدین شاہد نے اردو میں سائنسی ادب میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ دیکھیے: ص ص= ۱۲۱ تا ۱۲۳۔

۲۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ نے شاہان اودھ کے دس رسائل کی فہرست دی ہے۔ جنھیں کمال الدین حیدر نے ترجمہ کیا لیکن آگے چل کر رسالہ قوت مقناطیس کو انھوں نے دہلی کالج کی کتاب

ٹھہرایا ہے۔ یہ کتاب بعد ازاں گنج علوم مفیدہ کی طرف سے دوبارہ ۱۸۴۲ء میں طبع ہوئی تھی۔
بحوالہ: ڈاکٹر مرزا حامد بیگ، مغرب سے نثری تراجم، ص ص: ۱۵۵، ۱۵۶۔
۳۔ الطاف حسین حالی، حیاتِ جاوید، جلد اول، ص: ۱۱۹۔
۴۔ آفتاب حسن، اردو ذریعۂ تعلیم اور اصطلاحات، ص: ۳۲۔
۵۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ، محولہ بالا، ص: ۱۸۱۔
۶۔ حمید الدین شاہد، محولہ بالا، ص ص: ۶۶ تا ۶۸ نیز ۸۷، و ۹۱ تا ۹۸۔
۷۔ مولوی عبدالحق، اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ، ص: ۳۰۔
۸۔ نواب محمد فخرالدین، ستہ شمسیہ، کتاب علم جرا لثقیل، مدراس (۱۲۷۳ھ)، ص: ۳۔
۹۔ بحوالہ: مولوی عبدالحق، مرحوم دہلی کالج، دہلی (۱۸۴۵ء)، ص ص: ۱۰ تا ۱۳، ۱۳۲، ۱۴۱۔
۱۰۔ ریاض صدیقی، دہلی کالج، **الکار** برطانیہ میں اردو نمبر، ص: ۱۱۱۔
۱۱۔ ملاحظہ ہو، مرحوم دہلی کالج، ص ص: ۱۴۷ تا ۱۵۳۔
۱۲۔ میر حسن، اردو زبان میں وضع اصطلاحات، محولہ بالا، ص ص: ۲۱۲، ۲۱۳۔
۱۳۔ بحوالہ : مرزا حامد بیگ، محولہ بالا، ص: ۱۵۵۔
۱۴۔ خواجہ حمیدالدین شاہد، محولہ بالا، ص : ۱۷۱۔
۱۵۔ مرزا حامد بیگ، محولہ بالا، ص ص: ۱۵۹، ۱۶۰۔
۱۶۔ خواجہ حمیدالدین شاہد، محولہ بالا، ص ص: ۲۵۶۔
۱۷۔ ڈاکٹر محمد شکیل خان، محولہ بالا، ص :۲۷۱۔
۱۸۔ شفقت رضوی، مستشرقین کی اردو خدمات، **الکار** برطانیہ میں اردو نمبر، ص: ۲۳۸۔
۱۹۔ مزید اصطلاحوں کے لیے دیکھیے : خواجہ حمیدالدین شاہد، محولہ بالا، ص : ۲۵۴۔
۲۰۔ "دیباچہ" از شمبوداس، رسالہ ہفتم درباب پیمائش، روڑکی (۱۸۶۹ء)۔
۲۱۔ سی جے ویل، ترجمہ: محمد رضااللہ دہلوی، پیمائش حصہ دوم، حیدر آباد (۱۹۳۶ء)، ص ص: ۲۹۸ تا ۳۰۳۔ نیز اشیائے تعمیر: گومان/ ترجمہ : محمد اسداللہ، حیدر آباد ۱۹۳۲ء (طبع دوم ۱۹۴۸ء)، رسالہ تعمیر عمارت: گومان/ترجمہ : محمد عظمت اللہ، حیدر آباد، ۱۹۳۲ء، چنائی: بارلو/ترجمہ سید منظور حسین، حیدر آباد: ۱۹۴۱ء/۱۹۴۸ء، مٹی کا کام: بارلو/ترجمہ: منظور حسین، حیدر آباد، ۱۹۳۷ء/۱۹۴۴ء۔
۲۲۔ کرنل ڈبلیو ایم ایلس/ترجمہ: مولوی محمد رضا اللہ، آبپاشی، حیدر آباد دکن: عثمانیہ یونیورسٹی پریس، ۱۹۴۹ء (طبع دوم)۔
۲۳۔ ڈاکٹر مجیب الاسلام، دارالترجمہ عثمانیہ کی علمی و ادبی خدمات، (۱۹۸۸ء)، ص ص: ۱۴۷، ۱۴۸۔
۲۴۔ الطاف حسین حالی، محولہ بالا، ص ص: ۱۲۳ و ۳۲۳۔
۲۵۔ مولوی عبدالحق، حالات و افکار سرسید احمد خان، کراچی (۱۹۷۵ء)، ص ص: ۱۴۰، ۱۴۱۔

۲۶- خواجہ حمیدالدین شاہد، محولہ بالا، ص: ۱۸۲-

۲۷- ایضاً" ص: ۱۸۳-

۲۸- مولوی عبدالحق، ایضاً" ص ص: ۴۶ تا ۴۸-

۲۹- میر حسن، "اردو زبان و وضع اصطلاحات کے مسائل" محولہ بالا، ص: ۴۱۳-

۳۰- صفیہ بیگم، انجمنِ پنجاب، تاریخ و خدمات، کراچی (۱۹۷۸ء)، ص ص: ۱۰۴، ۱۰۵-

۳۱- ایضاً" ص: ۲۰۹-

۳۲- ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، اردو صحافت، **نقوش**، لاہور نمبر، خصوصی شمارہ، لاہور-

۳۳- صفیہ بیگم، محولہ بالا، ص: ۳۹۶-

۳۴- حمیدالدین شاہد، محولہ بالا، ص: ۲۵۶-

۳۵- ڈاکٹر عبدالحمید، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، مختصر تاریخ، **اورینٹل کالج میگزین**، لاہور، شمارہ جشن صد سالہ تاسیس، جلد ۵۰، عدد ۱ تا ۴، شمارہ: ۱۹۶ تا ۱۹۹، ۱۹۷۴ء، ص: ۱۰۹-

۳۶- ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، اورینٹل کالج کی تصنیفی خدمات کے تین دور، **اورینٹل کالج میگزین**، لاہور، شمارہ: ۱۹۶ تا ۱۹۹، ص: ۱۳۱-

۳۷- ڈاکٹر عبدالحمید، محولہ بالا، ص ص: ۱۰۹، ۱۱۰-

۳۸- ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، محولہ بالا، ص ص: ۱۳۴، ۱۳۵-

۳۹- محولہ بالا، ص ص: ۱۳۵، ۱۳۶-

۴۰- محولہ بالا، ص: ۱۳۶-

۴۱- محولہ بالا، ص: ۱۳۸-

۴۲- محولہ بالا، ص: ۱۳۹-

43. Grierson, G.A., The Linguistic Survey of India, Vol.9, P:24-

۴۴- ڈاکٹر سمیع اللہ، انیسویں صدی میں اردو کے تصنیفی ادارے، (۱۹۸۸ء)، ص: ۳۸۶-

۴۵- بحوالہ: اردو اصطلاحات، لاہور (۱۹۲۸ء)-

ہندوستان میں اردو اصطلاحات سازی
(بیسویں صدی میں)

ہندوستان میں اردو اصطلاحات سازی کے جائزے (بیسویں صدی میں) کا دائرہ انجمن ترقی اردو، حیدر آباد دکن اور آزادی کے بعد بھارت میں مختلف اداروں کی خدمات کو محیط ہے، جو پاکستان کے علاوہ انجام دیا گیا، تاہم انجمن کا ذکر کرتے ہوئے پاکستان کا حوالہ ناگزیر ہے۔

۱:۱۴۔ انجمن ترقی اردو کی خدمات

اصطلاحات سازی کو اس کی علمی بنیادوں پر استوار کرنے اور ابتدائی اصطلاحات کو ان کی تکنیکی اور فنی بنیادیں فراہم کرنے میں انجمن ترقی اردو کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اس انجمن کا آغاز انھی دنوں میں ہوگیا تھا، جب علامہ اقبال کی علم الاقتصاد طباعت کے مراحل سے گزر رہی تھی۔ علمی اعتبار سے ہم اسے سرسید کی سائنٹیفک سوسائٹی کی صدائے بازگشت اور دہلی کالج کی باقیات میں استوار قرار دے سکتے ہیں۔ ۱۹۰۰ء میں لکھنؤ میں ایک مجلس تحفظِ اردو قائم ہوئی، جس نے میک ڈونل کے اس حکم کے خلاف احتجاج کیا، جو اس نے سرسید کی وفات کے دو سال بعد ناگری رسم الخط کو لازم کرنے کے سلسلے میں دیا تھا۔ نتیجۃً "علی گڑھ کالج کے معتمد محسن الملک تحفظِ اردو کے کام سے دست کش ہو گئے تو عملاً" سرسید کی کوششیں بھی دم توڑ گئیں۔ البتہ اسی راکھ سے انھوں نے دو تین سال بعد اپنی تعلیمی کانفرنس میں ایک شعبہ علمیہ استوار کیا اور اس کے مقاصد کی صداقت کے لیے انجمن ترقی اردو قائم کی گئی۔ یہ انجمن دہلی کے اجلاس میں جنوری ۱۹۰۸ء میں بنائی گئی۔ اس کے پہلے صدر ٹامس آرنلڈ اور سکرٹری مولانا شبلی نعمانی مقرر ہوئے [۱]۔

۱۹۱۲ء تک انجمن علی گڑھ میں رہی۔ چونکہ اس کے اکثر ارکان حیدر آباد دکن میں تھے، اس لیے عملاً" انجمن کا دفتر بھی حیدر آباد منتقل ہو گیا۔ دسمبر ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۹ء تک حبیب اللہ خان شروانی اس کے سکرٹری رہے۔ ۱۹۰۹ء سے مولوی عزیز مرزا سکرٹری ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں علی گڑھ کے اجلاس میں مولوی عبدالحق کو سکرٹری نامزد کیا گیا۔ چونکہ مولوی صاحب اورنگ آباد میں صدر مہتمم تعلیم تھے، اس لیے انجمن کا دفتر علی گڑھ سے اورنگ آباد منتقل ہو گیا [۲]۔ مولوی صاحب نے جامعہ عثمانیہ سے استعفیٰ دے دیا تو ۱۹۳۸ء میں انجمن کا دفتر

دہلی میں منتقل کر دیا گیا۔ سر تیج بہادر سپرو اس کے صدر مقرر ہوئے۔ مارچ ۱۹۴۸ء میں مولوی صاحب کراچی آگئے اور یہاں انجمن ترقی اردو پاکستان کی داغ بیل ڈالنا شروع کی۔ انجمن ترقی اردو ہند اس سے الگ رہ گئی۔ دونوں انجمنوں کا کوئی انتظامی اور مخصی تعلق باقی نہ رہا۔[۳]

پاکستان میں انجمن کو ۱۹۴۸ء ہی میں رجسٹر کرا لیا گیا اور ۱۹۵۰ء میں اس کی مجلس نظماء نے مولوی عبدالحق کو انجمن کا صدر بھی منتخب کر لیا جو اپنی وفات (۱۹۶۱ء) تک دونوں منصب نبھاتے رہے۔[۴]

بھارت میں انجمن ترقی اردو ہند کا احیاء ۱۹۵۰ء میں ہوا۔ اس سلسلے میں آل احمد سرور نے مولوی ابوالکلام آزاد کی دلچسپی، توجہ اور کوششوں کا اعتراف کیا ہے۔[۵] متعدد افراد اس سے منسلک رہے۔ آج کل ڈاکٹر خلیق انجم اس کے سکرٹری ہیں۔

مولوی عبدالحق کے بعد پاکستان میں اختر حسین انجمن کے صدر اور جمیل الدین عالی معتمد مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۳ء سے قدرت اللہ شہاب اور ان کی وفات کے بعد ۱۹۸۵ء سے نورالحسن جعفری انجمن کے صدر ہیں۔[۶]

اگرچہ کراچی اور دہلی کے علاوہ الہ آباد، علی گڑھ، لاہور اور سرگودھا کی طرح کئی شہروں میں علیحدہ علیحدہ انجمن ترقی اردو موجود رہی لیکن اصطلاحات سازی کے ضمن میں زیادہ تر کام مولوی عبدالحق کی انجمن ترقی اردو (حیدر آباد، دہلی اور کراچی) نے انجام دیا یا قدرے اصطلاحی اشاریوں کی صورت میں علی گڑھ میں ملتا ہے۔

الف۔ اصطلاحات سازی کے لیے انجمن کی عمومی کوششیں:۔

یہاں انجمن کی خدمات پر تفصیلی روشنی تو نہیں ڈالی جا سکتی البتہ اس کے ان کارناموں کا اجمالی تذکرہ ضروری ہے جو اس نے اصطلاحات سازی کے میدان میں انجام دیے۔

انجمن میں اصطلاحات سازی کے بنیادی کام پر توجہ مولوی عزیز مرزا کے دور میں دی گئی۔ رنگون کے ایک تاجر حاجی احمد داؤد نے اس ضمن میں تعاون کی ابتداء کی۔ انھوں نے تین ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا تو اس کام کی داغ بیل ڈالی گئی[۷]۔ بعد ازاں خود مولوی عزیز مرزا نے بھی اصطلاحات سازی کے سلسلے میں اپنا مقالہ لکھا جو ماہنامہ "المعلم" مارچ ۱۹۲۶ء حیدر آباد دکن میں شائع ہوا۔ اس دور میں اصطلاحات سازی کا کتنا کام ہوا، اس پر کوئی وضاحت نہیں ملتی۔ البتہ کتابی اشاریوں کی صورت میں اصطلاحات نگاری مولانا شبلی کے دور میں ہوئی تھی لیکن یہ باقاعدہ اصطلاحات سازی قرار نہیں دی جا سکتی۔ انفرادی مترجمین نے اپنی کتابوں میں اصطلاحات وضع کرنے کا کام کیا ہے جیسے فلسفۂ تعلیم کے مترجم خواجہ غلام الحسنین نے کیا۔ یہ کتاب اسی دور میں شائع ہوئی۔

انجمن کے علمی کاموں کا باقاعدہ آغاز ۱۹۲۰ء میں ہوا، جب مولوی عبدالحق نے ان کے لیے باقاعدہ مجالس بنا کر کام شروع کیا۔ انہی دنوں میں جامعہ عثمانیہ میں اصطلاحات سازی کا

کام ہونے لگا تھا۔ مولوی عبدالحق دونوں میں رہنمائی کا کام انجام دے رہے تھے۔ اس لیے ہم ان دنوں میں انجمن اور جامعہ عثمانیہ کے کاموں کو مشکل ہی سے علیحدہ علیحدہ دیکھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ سید ہاشمی لکھتے ہیں[۸]:۔

"مولوی عبدالحق صاحب نے انجمن کی طرف سے اہلِ علم کی جماعتیں الگ قائم کیں اور ایسی لگاتار محنت و سعی سے جو انہی کا حصہ ہے، مختلف علوم کی اصطلاحات کو مرتب کر کے چھپوایا۔ ان کی کئی بار ترمیم و تصحیح کرائی اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ انجمن کے اجلاسوں میں، دوسرے علمی جلسوں میں، پھر رسالہ **اردو** کے صفحات میں ان علمی اصطلاحات پر جو عالمانہ مباحث اور مقالات شائع ہوتے رہے، انھیں جمع کیا جائے تو ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔"

کتابی اشاریوں کی صورت میں انجمن کی پہلی کتاب **فلسفۂ تعلیم** از ہربرٹ سپنسر، ترجمہ از خواجہ غلام الحسنین بھی قابل ذکر ہے۔ یہ مولانا شبلی کے دور میں طبع ہوئی، جس میں تعلیمی اصطلاحات کا اردو ترجمہ کیا گیا۔ رائے دینے والوں میں علامہ اقبال بھی شامل ہیں، انھوں نے اس ترجمے کی بڑی تعریف کی۔ تیسری بار یہ کتاب اورنگ آباد سے ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔ دوسری کتاب **القمر** مولوی راحت حسین کی تالیف ہے جس میں انھوں نے علم ہیئت سے متعلق کئی اصطلاحات کا ترجمہ کیا۔ دوسری دفعہ یہ ۱۹۱۷ء میں طبع ہوئی[۹]۔ ایک اور کتاب **فلسفۂ جذبات** از مولانا عبدالماجد دریا بادی بھی انہی دنوں شائع ہوئی۔ اس کے ابتدائی ابواب ۱۹۱۳ء میں **الہلال** میں شائع ہوئے تھے جن پر علمی بحث چل نکلی[۱۰]۔

قیامِ پاکستان سے قبل اصطلاحات سازی میں انجمن کے مندرجہ ذیل آٹھ مجموعے شائع ہوئے:۔

۱۔ **فرہنگِ اصطلاحات، علمیہ** (حصہ اول)، اورنگ آباد دکن، ۱۹۲۵ء (متفرق علوم)

۲۔ **اصطلاحاتِ عمرانیات** " " ۱۹۲۵ء

۳۔ **اصطلاحاتِ طبیعیات** " " ۱۹۲۵ء

۴۔ **اصطلاحاتِ کیمیا** " " ۱۹۳۸ء

۵۔ **فرہنگِ اصطلاحاتِ علمیہ** (حصہ دوم) دہلی " " ۱۹۴۰ء (عمرانیات، معاشیات، تاریخ و سیاسیات)

۶۔ " " (حصہ سوم) دہلی " " ۱۹۴۰ء (طبیعیات)

۷۔ **فرہنگِ اصطلاحاتِ پیشہ وراں** (آٹھ جلدیں) دہلی ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۴ء

۸۔ اسٹینڈرڈ انگریزی اردو لغت، مولوی عبدالحق ۱۹۳۷ء

قیامِ پاکستان کے بعد کراچی سے انجمن کی مندرجہ ذیل چھ مطبوعات شائع ہوئیں:۔

۱۔ اصطلاحاتِ علم ہیئت " " ۱۹۴۹ء
۲۔ اصطلاحاتِ جغرافیہ، ابرار حسین قادری، ۱۹۴۹ء
۳۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ بینکاری " " ۱۹۵۱ء
۴۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ کیمیا " " ۱۹۵۳ء
۵۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ پیشہ وراں (پہلی پانچ جلدیں، طبع نو)
۶۔ مصطلحاتِ علوم و فنون عربیہ (۱۹۷۱ء۔ ۱۹۷۸ء)

اصطلاحی اشاریوں کی صورت میں مندرجہ ذیل چودہ کتابیں ہمارے سامنے آتی ہیں:۔ **طبیعیات کی داستان** کراچی (۱۹۵۱ء)، **اضافیت** کراچی (۱۹۵۲ء)، **ہمارے مزدور**، دہلی (۱۹۴۰ء)، **مبادیٔ سائنس**، حیدر آباد (۱۹۴۰ء)، **طبقات الارض**، لکھنؤ (۱۹۴۱ء)، **دیباچۂ صحت**، اورنگ آباد دکن، **ہمارے بنک**، دہلی (۱۹۴۲ء)، **مکالماتِ سائنس**، دہلی (۱۹۴۰ء)، **سیرِ افلاک**، کراچی (۱۹۵۲ء)، **انواعِ فلسفہ**، علی گڑھ (۱۹۵۲ء)، **اطلاقی سماجیات**، علی گڑھ (۱۹۵۲ء)، **سیاسیات کے اصول** (جلد اول) علی گڑھ ۱۹۵۲ء، (دوم) علی گڑھ (۱۹۵۲ء، (جلد سوم) علی گڑھ (۱۹۵۵ء)، **حیوانیات**، دہلی (۱۹۴۲ء)، **ابتدائی جراثیمیات**، کراچی (۱۹۵۶ء)۔

محمد احمد سبزواری کی کاوشیں بھی قابل ذکر ہیں۔ انجمن کے مجلّہ **معاشیات**، کراچی میں فروری ۱۹۵۳ء تا جولائی ۱۹۵۴ء، A تا C ڈیڑھ ہزار کے قریب معاشی اصطلاحات ہیں، جن میں حیدر آبادی رجحان سے گریز ملتا ہے۔ اسی طرح ۱۹۹۱ء میں انجمن کی طرف سے ان کا لغت **اصطلاحاتِ بینکاری** شائع ہوا، جس میں امتزاجی رجحان کی طرف جھکاؤ قدرے زیادہ ہے۔

مزید بر آں جناب جمیل الدین عالی کی سرکردگی میں پینگوئن کے لغات Dictionary of Economics کے تیسرے ایڈیشن ۱۹۸۴ء کو بنیاد بنا کر معاشیات اور بنکاری کی اصطلاحات کا ایک کشاف تیار کیا گیا جو ہنوز قلمی شکل میں محفوظ ہے۔ اس میں اصطلاحات سازی کی بجائے تشریحات اور تعریفات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ بقول جمیل الدین عالی "یہ ان کی نگرانی میں نیشنل بنک کی طرف سے تیار کیا گیا تھا۔"[۱۱]

ب۔ علمِ اصطلاحات سازی کی بنیادیں:

اردو میں علمِ اصطلاحات سازی کی باضابطہ طور پر بنیادیں انجمن ہی نے رکھیں۔ مولوی عزیز مرزا کے مقالہ کے علاوہ وحید الدین سلیم کی کتاب **وضع اصطلاحات** (۱۹۲۱ء) اور مولوی عبدالحق کی کتابیں **اُردو میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ** (۱۹۴۹ء) اور **اردو بحیثیت ذریعۂ تعلیم سائنس** (۱۹۵۱ء) اس ضمن میں خاطر خواہ کوششیں ہیں۔

زیرِ نظر مطالعے میں بھی ان کو بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ مزید بر آں انجمن کا علمی جریدہ سہ ماہی **اردو** بھی قابل ذکر ہے۔ اس میں متعدد ایسے مقالات شائع ہوئے ہیں،

جن کا موضوع اصطلاحات سازی تھا۔ ان میں وحید الدین سلیم کے مقالات اصولِ وضعِ اصطلاحات اپریل ۱۹۲۱ء، اصطلاحاتِ علمیہ جولائی ۱۹۲۲ء، اکتوبر ۱۹۲۲ء، جنوری ۱۹۲۳ء اور جنوری ۱۹۲۹ء، عبدالرحمان بجنوری کے مقالات اصطلاحاتِ علمیہ شمارہ جنوری ۱۹۲۲ء، جولائی ۱۹۲۲ء اور مولوی عبدالحق کے مقالات اصطلاحاتِ علمیہ شمارہ جنوری ۱۹۲۲ء، جولائی ۱۹۲۲ء اور اردو میں علمی اصطلاحات جنوری ۱۹۴۵ء قابل ذکر ہیں۔ ان میں اصطلاحات بھی ہیں اور مباحث بھی دیے گئے ہیں۔

عبدالرحمان بجنوری، وحیدالدین سلیم اور مولوی عبدالحق کے اصولوں اور نظریات پر بھی بحث گزر چکی ہے۔

ج۔ اصطلاحات نگاری (مجموعے اور اشاریے):

انجمن کے اصطلاحی مجموعوں میں فرہنگِ اصطلاحاتِ علمیہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ تین حصوں میں شائع ہوا۔ بعد ازاں عمرانیات، طبیعیات، کیمیا، ہیئت وغیرہ کے مجموعے انہی سے الگ کر کے شائع کیے گئے ہیں۔ اس کی جلد اول ۱۹۲۵ء میں اورنگ آباد دکن سے شائع ہوئی۔ اس میں ہیئت، نباتیات، معاشیات، برطانوی انتظام، دستوری تاریخ، انگریزی تاریخ، یونانی تاریخ، منطق، الجبرا، جیومیٹری (مخروطیات)، ٹھوس جیومیٹری، مثلثات، تفرقی مساوات، شماریات، مابعد الطبیعیات، نفسیات، طبیعیات، سیاسیات، آثار قدیمہ اور حیاتیات کی اصطلاحیں شامل کی گئی ہیں۔ دیباچے میں مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ چونکہ "دارالترجمہ (جامعہ عثمانیہ) کی نظامت بھی انجمن ترقی اردو کے سکرٹری کو تفویض کی گئی" اس لیے یہ مجموعہ دونوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے[۱۲]۔

ان میں ہیئت اور نباتیات کی اصطلاحیں انجمن نے خود مرتب کی تھیں۔ نباتیات کی اصطلاحات حاجی عبدالرحمان خان فرسٹ اسسٹنٹ امپیریل اکنامک بوٹنسٹ پوسا نے مرتب کیں۔ بعد میں دارالترجمہ نے بھی اس فن میں کچھ اصطلاحیں مرتب کیں جو بطور ضمیمہ شامل کی گئی ہیں۔ ان اصطلاحات کی تدوین میں انجمن نے سات اصولوں کو ملحوظ رکھا تھا جن کا اصل الاصول یہ تھا کہ "اصطلاح زبان کے سانچے میں بھی ڈھلی ہو اور فن کے اعتبار سے بھی ناموزوں نہ ہو"۔ چنانچہ اس لحاظ سے انجمن نے: (۱) تمام زبانوں یعنی عربی، فارسی ہندی، ترکی سے مدد لی، (۲) کسی خاص زبان کے قاعدے کی پابندی نہیں کی یعنی اردو صرف ونحو کے مطابق ترکیب سازی کی گئی، (۳) اختصار کو ملحوظ رکھا گیا، (۴) اسماء سے افعال بنائے گئے جیسے برق سے برقانا وغیرہ (۵) سابقہ ذخیرے کو برقرار رکھا گیا، (۶) مروج انگریزی اصطلاحات کو قائم رکھا گیا، (۷) اصطلاحات کے بدلنے پر ترجمے کو بھی بدلنے کی کوشش کی گئی ہے[۱۳]۔

اصطلاحوں کو عام فہم بنانے کے لیے انجمن نے ہندی ترکیبوں کو بخوبی استعمال کیا ہے۔ مثلاً Ostracism کا ترجمہ "دیس نکالا" Autonomy کا "سوراج" Anarchy کا

"تزاج" Combination کا "ملاپ" Triquetrous کا "تدھارا" Tabescent کا "جھری دار" Stuposcus کا "سنیلا" Unicostatos کا "اکرگا" Larva کا "پہلوپ" Pupa کا "منجھ روپ" Asexual کا "اجاتی" Gamosepalous کا "مل پتیا" وغیرہ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مندرجہ بالا ہندی ترکیبات والی اصطلاحیں مروج نہیں ہو سکیں۔ لیکن اس کے باوجود عربی فارسی سے گریز مشکل ہوا۔ مثلاً ریاضی اور فلکیات کی اصطلاحیں دنیا بھر میں عربی سے آئی ہیں۔ زیادہ تر اصطلاحات عمومی الفاظ ہیں جو کئی مضامین میں مشترک ہیں۔ تراکیب میں اردو حروف اضافت (کا، کی، کے) بھی عام طور پر مستعمل ہیں۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ علمیہ کا حصہ اول ۵۱۲ صفحات پر مشتمل ہے جس میں ۱۴ صفحات کا اغلاط نامہ اس کے علاوہ ہے۔ دوسرا حصہ ۱۹۴۰ء میں دہلی سے شائع ہوا، جو ۱۰۵ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں عمرانیات، معاشیات، تاریخ و سیاسیات کی اصطلاحیں شامل ہیں۔ تیسرا مجموعہ بھی ۱۹۴۰ء ہی میں دہلی میں سے ۹۰ صفحات میں شائع ہوا۔ یہ طبیعیات کی اصطلاحوں پر مشتمل ہے۔ ان میں اصطلاحات سازی سے زیادہ اصطلاحی ترجمے پر زور دیا گیا ہے[۱۴]۔ لیکن بعض ترجمے بھی لفظی ہیں مثلاً Abnormal کے لیے "غیر معیاری" جب کہ "غیر متوازن" ہونا چاہیے تھا، اسی طرح Agression کے لیے "جارحیت کی بجائے دراز دستی" وغیرہ۔

ان مجموعوں کی اصطلاحات کو الگ الگ بھی شائع کیا گیا۔ ان میں سے فرہنگِ اصطلاحاتِ کیمیا جو ۱۹۳۸ء میں طبع ہوئی تھی، نظرثانی کے بعد کراچی پاکستان سے ۱۹۶۳ء میں پھر شائع کی گئی۔ پہلی اشاعت میں ۲۳۰۰ اصطلاحیں تھیں جن میں ۳۲۵ کا اضافہ کیا گیا۔ اس کام میں میجر آفتاب حسن صاحب نے بھی انجمن کا ہاتھ بٹایا۔ ان اصطلاحات کی تدوین میں مندرجہ بالا سات اصولوں کے علاوہ بھی چند دیگر اصول پیش نظر رکھے گئے۔ اصل الاصول البتہ وہی رہا کہ اصطلاحات سازی کے لیے ماہرین زبان اور ماہرین فن دونوں کا یک جا ہونا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ: (۱) ہندی، عربی اور ہندی، فارسی ترکیبات کو جائز سمجھا گیا مثلاً بے حد، سمجھ دار، اگالدان، یگانگت، رنگت، تزاجیت وغیرہ، (۲) علوم کے نام کے لیے Logy کی جگہ "یات" کا لاحقہ استعمال کیا گیا۔ Graph کے لیے "نگار" Meter کے لیے "پیما" Scope کے لیے "نما" وغیرہ کے لاحقے استعمال کیے گئے، (۳) اصولِ ترخیم کے تحت دو الفاظ کے مابین حروف حذف کر کے اختصار پیدا کیا گیا۔ مثلاً خشت + مایہ = خشمایہ، خشت + طلا = خش طلا، نرم + آب = نرماب یا ہوا + آمیزہ = ہوا میزہ، (۴) اگر کوئی اصطلاح پہلے کسی اور علم میں بھی مستعمل ہے تو اسے دوسرے علم میں لینے سے گریز نہیں کیا گیا وغیرہ[۱۵]۔ اصطلاحاتِ عمرانیات کی مجلس میں پروفیسر حبیب الرحمان، ڈاکٹر جعفر حسین، پروفیسر ہارون خان شروانی، ڈاکٹر یوسف حسین، پروفیسر وہاج الدین ہیم، سید ہاشمی فرید آبادی، ڈاکٹر انور اقبال قریشی اور مولوی عبدالحق تھے، ڈاکٹر جعفر حسین عمرانیات کے استاد

تھے اور وہ بقول محمد احمد سبزواری حتی الامکان عربی' فارسی کے ثقیل الفاظ سے بوجھل کرنے کے قائل نہ تھے' چنانچہ ان کی طرف سے آتما پوجا (Animism)' آشرم (Asylum)' آکوتی شادی (Exgamy)' بن پرواری (Afforestation) جیسے مترادفات شامل تھے[۱۶]۔

فلکیات جسے فرہنگ اصطلاحات علم ہیئات کا نام بھی دیا گیا ہے' دہلی میں طبع ہوئی تھی جس پر بعد ازاں کراچی (۱۹۴۹ء) کا نام چسپاں کیا گیا۔ اس پر ڈاکٹر رضی الدین صدیقی اور اکبر علی صاحب استاد جامعہ عثمانیہ نے نظرثانی کی تھی۔ یہ وہی اصطلاحات ہیں جو پہلے مجموعے (۱۹۲۵ء) میں شائع ہوئی تھیں' البتہ اب ان پر نظرثانی کر کے نئے تراجم بھی پیش کیے گئے ہیں مثلاً پہلے Aberration of Light کا ترجمہ "انحراف نور"' "مغالطۃ الضو" اور "ضلال اشعاع" کیا گیا تھا' اب "انحرافِ نور" اور "ضلالتِ نور" رہنے دیا گیا۔ Air کے ترجمے میں دوسری بار کرۂ باد کی اصطلاح حذف کر دی گئی[۱۷]۔

اصطلاحاتِ جغرافیہ ایک انفرادی کوشش ہے' جسے پروفیسر ابرار حسین قادری (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے مرتب کیا تھا۔ انھوں نے وحیدالدین سلیم اور مولوی عبدالحق کے اصول اپنے پیش نظر رکھے تھے۔ البتہ حیدر آباد دکن کی اصطلاحات اور اصولوں کو مسترد کیا۔ کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں[۱۸]:

> "حیدر آباد کی اصطلاحات کی ڈکشنری اور بہار گورنمنٹ کی تیار کرائی ہوئی ایک مختصر فہرستِ الفاظِ جغرافیہ بھی استعمال کی مگر ان سے کچھ زیادہ مدد نہ مل سکی......... اہلِ فن کی مصطلحات جو حیدر آباد دکن میں طبع ہوئی ہیں' ان کو بھی دیکھا لیکن وہ اصطلاحات علمی کتابوں میں استعمال نہیں کی جا سکتیں۔"

اصطلاحات سازی میں انھوں نے عربی' فارسی ترکیبات پر زور دیا ہے البتہ "گلیشیر" "ہوری کین" جیسے چند الفاظ انگریزی سے بعینہٖ لیے ہیں' کہیں کہیں ہندی اور مقامی ترکیبات نظر آتی ہیں' مثلاً چنکھاڑ (Fjords)' اکاس (Firmament)' جھکاؤ (Inclination) وغیرہ۔

قیامِ پاکستان کے بعد انجمن کا ایک اہم کارنامہ فرہنگِ اصطلاحاتِ بنکاری ہے' جسے سٹیٹ بنک پاکستان کی مجلس اصطلاحات نے مرتب کیا اور اس پر زاہد حسین صاحب گورنر (بنک دولت پاکستان) کا پیش لفظ اور مولوی عبدالحق کا مقدمہ درج ہے۔ اس کی ضرورت بینک کی سالانہ رپورٹ لکھتے ہوئے پیش آئی' چنانچہ اس کا مسودہ انجمن کے سپرد کیا گیا جس پر مولوی عبدالحق صاحب نے نظرثانی کی۔ ان کی مدد شیخ محمد رفیق (سٹیٹ بنک) اور عظیم احمد (لیکچرار اردو کالج) نے انجام دی[۱۹]۔ چنانچہ اس میں تجارت و مالیات کی مروجہ اصطلاحیں برقرار رکھی گئیں۔ مثلاً "چنگی" وغیرہ۔ بعض الفاظ کی جمع عربی اصول پر بنائی گئی مثلاً "پیشگیات' ادائیات' ارسالیات" وغیرہ۔ اصول ترخیم پر بعض ترکیبات ترجمہ کی گئیں مثلاً طلاخش (طلا + خشت)' Voyage کے لیے سفراب وغیرہ اردو ذخیرۂ اصطلاحات میں

ایک خاطر خواہ اضافہ ہے، جو اسی طرح سفر+ آب کا مرکب ہے۔ Lagan کے لیے تیاب (تہ + آب) وغیرہ۔ ہرجانہ، جرمانہ کی طرح Royality کے لیے مالکانہ وضع کیا گیا ہے۔ سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات سے بھی بعض اصطلاحات لی گئیں جو اب مستعمل نہیں ہو سکتیں مثلاً کرگیری یا کروڑ گیری Custom کے لیے، تشخیص Audit کے لیے، کیونکہ یہ اپنے مخصوص سلطانی دور کی پیداوار ہیں اور اپنا مخصوص پس منظر رکھتی ہیں۔

اصطلاحات نگاری کے ضمن میں فلکیات کی ایک کتاب سیر افلاک قابل ذکر ہے، جسے مرزا محمد رشید (پرنسپل گورنمنٹ کالج کیمبلپور) نے تالیف کیا۔ اس کے صفحہ ۲۲۱ تا ۲۲۸ ستاروں، برجوں، مجموعوں کے انگریزی، عربی اور اردو نام دیے گئے ہیں۔ اردو نام دراصل عربی اصطلاحات کا لفظی ترجمہ ہے۔ مثلاً عقرب (بچھو)، الغول (بھوت) وغیرہ [۲۰]۔ اسی موضوع پر مہ و انجم مصنف مارٹن ڈیوڈسن/ مترجم: ثناء الحق صدیقی، کراچی سے ۱۹۶۱ء میں طبع ہوئی اس میں فرہنگِ اصطلاحاتِ علم ہیئت ہی سے مدد لی گئی ہے البتہ بعض اصطلاحیں انھوں نے خود بھی وضع کی ہیں۔ خود لکھتے ہیں "اگر کسی اصطلاح کا ترجمہ مجھے کہیں سے بھی نہ مل سکا تو میں نے خود کوئی مناسب لفظ لکھ دیا" [۲۱]۔ ان کی اپنی وضع کردہ اصطلاحات میں چند قابل توجہ ہیں۔ ان میں اضافتوں سے گریز ملتا ہے مثلاً دوربین نگاہ والے (Sighted Long)، سورج کا پہلو (Limb of Sun) وغیرہ۔

انجمن ترقی اردو کراچی نے ۱۹۵۶ء میں محمد احمد حامی کی کتاب ابتدائی جراثیمیات شائع کی، جس کے صفحہ ۸۱ تا ۸۶ پر اصطلاحات کا اشاریہ دیا گیا ہے۔ کتابیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف نے انجمن ترقی اردو کی فرہنگِ اصطلاحاتِ کیمیا اور رسالہ سائنس، شمارہ: ۲۴، ۲۵ میں شائع شدہ "فرہنگ اصطلاحات حیاتیات" سے استفادہ کیا تھا [۲۲]۔ ان کی مرتبہ اصطلاحات پر انجمن کا اثر زیادہ نظر آتا ہے۔ Acid کو ترشہ اور Activity کو عاملیت۔ تاہم بعض مقامات پر سائنٹیفک سوسائٹی کے اثرات بھی نظر آتے ہیں جیسے Hemicellulose کے لیے "ہیم سیلولوز" کی اصطلاحات انہی کے امتزاجی رجحان کا اظہار کرتی ہے۔

انجمن ترقی اردو ہند، دہلی نے ۱۹۴۲ء میں محشر عابدی کی کتاب حیوانیات شائع کی تھی، جس کے آخر میں ۲۳ صفحات میں شرح (Glossary) کے نام سے اصطلاحات کی فہرست مرتب کی گئی ہے۔ اس میں مولف کے ذاتی رجحانات نظر آتے ہیں۔ ہوائی خانے (Air sacs)، انسان نما بندر (Anthropoid ape)، خارش کا کیڑا (Itch-insect)، بے ریڑھ حیوان (Invertebrate)، بے خولی گھونگھا (Slug) جیسی اصطلاحیں ان کی تخلیقی سطح کا اظہار کرتی ہیں البتہ بعض نباتاتی اصطلاحات مثلاً انیکٹا، امیبا، اپی لیڈا، ایوگلینا، برنکیوپوڈا، انفی میرا، پوری فیرا جیسے الفاظ بجنسہ استعمال کیے ہیں [۲۳]۔

انجمن ترقی اردو علی گڑھ نے ہارون خان شروانی کی کتاب سیاسیات کے اصول

تین حصوں میں شائع کی۔ حصہ اول اور دوم ۱۹۵۲ء میں اور حصہ سوم ۱۹۵۵ء میں۔ ہر جلد کے آخر میں گیارہ بارہ صفحات میں سیاسی اصطلاحات مرتب کی گئی ہیں۔ ان میں بھی انجمن کے اصولوں کی جھلک ملتی ہے۔ یعنی فارسی، عربی کے ساتھ ہندی ترکیبیں سوراج، نراج وغیرہ کا استعمال۔ لیکن علی گڑھ سے شائع ہونے والی دیگر کتب مثلاً **اطلاقی سماجیات** اور **انواع فلسفہ** (ترجمہ : جعفر حسین) میں عربی، فارسی کا رجحان زیادہ نظر آتا ہے۔ البتہ **اطلاقی سماجیات** (جعفر حسین) میں ہندی آمیز یا مقامی الفاظ کا رجحان بھی قدرے موجود ہے جیسے "تہذیب پالن"، "بازبسائی" یا پھر "کٹھ لڑاؤ گرگا"، "چھتراؤ" وغیرہ۔

انجمن کے اصطلاحی مجموعوں (مطبوعہ و غیر مطبوعہ) کا بیشتر حصہ اردو سائنس بورڈ لاہور کی **فرہنگ اصطلاحات** میں شامل کر لیا گیا۔ خصوصاً" **اصطلاحاتِ جغرافیہ، ہیئت، بنکاری، فرہنگِ اصطلاحات** (مختلف غیر مطبوعہ)۔ ایک اندازے کے مطابق انجمن کا مرتب کردہ یہ ذخیرہ ایک لاکھ سے زائد اصطلاحات پر مشتمل ہے[۲۳]۔ البتہ انجمن کا یہ کام چونکہ جامعہ عثمانیہ کے متوازی ہی ہوتا رہا اور جامعہ کا بھی بہت سا کام اس میں شائع ہو گیا۔

۲:۱۴- جامعہ عثمانیہ کی خدمات

حیدر آباد میں جامعہ عثمانیہ ایک وقیع ادارے کی حیثیت رکھتا ہے اگرچہ چند دیگر ادارے بھی اصطلاحات سازی میں مصروف تھے لیکن انجمن ترقی اردو کے ساتھ ساتھ جس ادارے نے اردو اصطلاحات سازی کے لیے خاطر خواہ کام انجام دیا اور ایک معتدبہ ذخیرہ فراہم کر دیا، وہ جامعہ عثمانیہ کا سررشتہ تصنیف و تالیف و ترجمہ تھا جو ۱۹۱۷ء میں وجود میں آیا۔ اسے مختصر طور پر اور عرف عام میں دارالترجمہ کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر مصطفٰے کمالی نے دستاویزات کے حوالے سے لکھا ہے کہ دارالترجمہ کا آغاز ۲ ستمبر ۱۹۱۷ء کو ہوا۔ لیکن صحیح معنوں میں ۵ اگست ۱۹۱۹ء سے دارالترجمہ کی نظامت کا آغاز رجسٹرار محی الدین نے کیا ۲۸ فروری ۱۹۲۰ء کو حمید احمد انصاری، پر محمد عنایت اللہ، محمد الیاس برنی، ڈاکٹر نظام الدین اور آخر میں ایشور ناتھ ٹوپانے نظامت کے فرائض انجام دیے[۲۴]۔ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۴ء تک مولوی محمد عنایت اللہ دہلوی اس کے ناظم رہے۔ ۱۹۳۵ء میں ان کی جگہ الیاس برنی کا تقرر عمل میں آیا۔ ۱۹۴۰ء میں ڈاکٹر نظام الدین نے کام کرنا شروع کیا جو ۲۳ دسمبر ۱۹۴۸ء تک یہ خدمات انجام دے سکے، اس شعبے نے ۱۹۵۰ء تک پورے انتیس سال اپنی عظیم روایات کو برقرار رکھا۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی نے اس دور کا مبسوط احاطہ کیا ہے، ان کے مطابق شعبہ کا قیام ۱۴ اگست ۱۹۱۷ء کو عمل میں آیا۔ بعد ازاں مولوی عبدالحق اس شعبے کے سربراہ مقرر ہوئے۔ کتابوں کے ترجمے کے لیے مترجمین مقرر کیے گئے۔ مترجمین کی پہلی جماعت میں قاضی محمد حسین، چودھری برکت علی، سید ہاشمی فرید آبادی، محمد الیاس برنی، قاضی تلمذ حسین، مولانا ظفر علی خان، مولانا عبدالماجد دریا بادی، مولانا عبدالحلیم شرر، علامہ عبداللہ

العمادی، سید علی رضا اور خلیفہ عبدالحکیم شامل تھے۔ ۱۹۵۰ء تک ایک سو تیس مترجمین بھرتی ہوئے اور اس مدت میں انھوں نے چار سو کتابوں کے تراجم مکمل کیے[۲۵]۔ بقول ڈاکٹر مجیب الاسلام پہلی بار سائنٹیفک بنیاد پر مترجمین کا تقرر ہوا۔ یعنی مترجم کا ماہر فن اور دونوں زبانوں سے واقف ہونا[۲۶]۔

الف۔ جامعہ عثمانیہ کا طریقِ اصطلاحات سازی:

کتابوں کے ترجمے کے ساتھ ساتھ وضع اصطلاحات کا کام بھی ہوتا تھا۔ یہ کام سررشتہ میں ہر قسم کی اصطلاحات پر ہوتا تھا یعنی فنی اصطلاحات اور عام دفتری الفاظ۔ ابتداء میں یہ طے پایا کہ چودھری برکت علی کے طریقِ تسمیہ پر اہل علم کی آراء حاصل کی جائیں۔ وحید الدین سلیم گو ان کے حامل تھے لیکن پروفیسر محمد عبدالواسع نے عربی پر زور دیا۔ ڈاکٹر سید مصطفےٰ کمال نے روئداد جامعہ عثمانیہ ۱۲ مئی ۱۹۲۰ء کے حوالے سے لکھا ہے کہ کیمیا اور سائنس اور انجینرنگ میں بین الاقوامی اصطلاحات کو برقرار رکھا گیا[۲۷]۔ ایک ادبی ناظر ترجمے میں اصطلاح کے ادبی اور لسانی نقائص کی جانچ پڑتال کرتا رہتا تھا۔ مولانا علی حیدر نظم طباطبائی (حیدریار جنگ) پہلے ادبی ناظر تھے۔ ان کے بعد جوش ملیح آبادی مقرر ہوئے۔ تاہم مولوی عبدالحق اور مولوی وحید الدین سلیم کی موجودگی اطمینان بخش تھی۔ ہر اہم مضمون مثلاً ریاضی، طبیعیات، کیمیا اور معاشیات کے لیے الگ الگ مجالس وضع اصطلاحات مقرر کی گئیں۔ ہر مجلس میں دو قسم کے ارکان ہوتے تھے[۲۸]۔ متعلقہ مضمون کا ماہر اور زبان کا ماہر

مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ "تنہا نہ تو ماہرِ علم صحیح طور پر اصطلاحات وضع کر سکتا ہے اور نہ ماہرِ لسان"۔ ایک کو دوسرے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس اصول پر ہم نے وضع اصطلاحات کے لیے ایسی مجلس بنائی[۲۹]۔ مترجم ان اصطلاحات کی فہرست مرتب کرتے جن کا ترجمہ ضروری ہوتا اور مجلس میں ہر اصطلاح پر بحث ہوتی۔ ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی لکھتے ہیں[۳۰]:۔

"زیرِ ترجمہ انگریزی اصطلاح کی یونانی یا لاطینی اصل پر غور کیا جاتا اور اس کی مناسبت سے عربی، فارسی یا سنسکرت کا کوئی لفظ منتخب کیا جاتا۔ نظرثانی اور غور کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ ابتداء میں کیمیاوی عناصر اور مرکبات کے ناموں کا بھی ترجمہ کرنے کا رجحان پایا جاتا تھا جیسے چودھری برکت علی نے مائین اور تمضین وغیرہ ترجمے پیش کیے۔ ۱۱ فروری اور ۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو نواب عمادالملک سید حسین بلگرامی کی صدارت میں دو اجلاس ہوئے جن میں فیصلہ کیا گیا کہ صرف انھی الفاظ کا ترجمہ کیا جائے جو تعاملات (Processes) اور عام استعمال میں آنے والے مادوں جیسے لوہا، چاندی، وغیرہ کے نام ہوں۔ قطعی فیصلہ ۱۲ مئی ۱۹۲۰ء کو تکنیکی اصطلاحات کی مجلس کے اجلاس میں ہوا۔ امیر جامعہ سر علی امام ایس کے صدر تھے۔ سر اکبر حیدری، سر آموز گلینی، پروفیسر عبدالرحمان خان شریک تھے

ڈاکٹر مجیب الاسلام لکھتے ہیں[۳۲]:-

"اصطلاح بناتے وقت ہر لفظ کو مختلف طریقوں سے پرکھا جاتا تھا' ماہرین اصطلاح کی بناوٹ اور اس کے حسن پر خاص توجہ دیتے تھے جو اصطلاح اردو زبان کے مزاج کے مطابق نہیں ہوتی تھی' اس کو یا خارج کر دیا جاتا تھا' یا اس میں ترمیم کر کے اسے زبان کی ساخت کے مطابق بنایا جاتا۔ اس طرح جو اصطلاح مفہوم کی وضاحت کے ساتھ زبان کی ہیئت کے مطابق ہوتی' وضع اصطلاح کمیٹی اسے اصطلاح کی سند دے دیتی تھی۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ دارالترجمہ عثمانیہ میں سائنٹیفک طریقے پر اصطلاحیں بنائی جاتیں تھیں۔"

ڈاکٹر صاحب کا آخری جملہ زورِ بیان کی حدود میں آتا ہے۔ انھوں نے پروفیسر ہارون خان شروانی سے انٹرویو کے بعد بحث درج کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سائنٹیفک کی بجائے زیادہ زور ادبی تناظر یعنی اصطلاح کے ادبیاتی پس منظر کے حوالے سے ہوتی تھی جسے وہ لسانیاتی حوالہ بھی کہتے ہیں۔ انھوں نے مختلف علوم میں اصطلاحات کا جو جائزہ لیا ہے وہ بھی مترجمین کے عربی' فارسی اور اردو پس منظر اور تبحرِ علمی کو ظاہر کرتا ہے۔ ڈاکٹر احمد حسین نے اصطلاحات کی تعداد ایک لاکھ درج کی ہے' ڈاکٹر مجیب الاسلام نے ان کی تصحیح کرتے ہوئے یہ تعداد ۸۶۵۶۳ درج کی ہے[۳۳]۔ **فرہنگ اصطلاحاتِ جامعہ عثمانیہ** از ڈاکٹر جمیل جالبی (۱۹۹۱ء) میں ۴۲ ہزار اصطلاحیں جمع کی گئی ہیں۔ اس کے دائرہ کار سے **مصطلحات طب' اصطلاحات تدر یسیات** اور **فرہنگ اِصطلاحاتِ جغرافیہ** جیسی چند کتابیں باہر ہیں جنھیں ملا کر کل ساٹھ ہزار کے قریب اصطلاحات بنتی ہیں' **انھیں جلد دوم** میں مرتب کیا گیا ہے۔ یوں جامعہ عثمانیہ کا ذخیرہ ساٹھ ہزار ہی ٹھہرتا ہے۔ جامعہ عثمانیہ کے ریکارڈ کے مطابق مجلس اصطلاحات کے پہلے اجلاس ۱۹۱۷ء سے آخری اجلاس ۱۹۴۶ء تک کل ۶۳۱۴۶ اصطلاحات وضع کی گئی تھیں۔ سائنس (۱۳۱۴۸)' انجینئرنگ (۱۰۰۰۰)' طب (۴۰۰۰۰)' آرٹس (۲۱۷۷)' قانون (۱۸۰۰۰)' تعلیمات (۵۳۷)۔ ڈاکٹر شکیل اسے ۸۹۶۹۳ قرار دیتے ہیں[۳۳]۔ رائے جانکی پرشاد لکھتے ہیں کہ مجلس وضع اصطلاحات نے ۱۹۳۹ء تک تقریباً ۵۵ ہزار اصطلاحات وضع کر لی تھیں[۳۴]۔

میر حسن لکھتے ہیں "کہ ان مجالس میں اصطلاحات باہمی قرار داد اور آپس کی مفاہمت کا نتیجہ ہوتیں۔ اصطلاحات کی صحت و سقم اور اردو کے لیے ان کے قابل قبول ہونے یا نہ ہونے کا اندازہ کالج کی جماعتوں میں تدریس کے دوران ایک حد تک ہو جاتا تھا۔"[۳۵]۔

ڈاکٹر امیر عارفی کے نزدیک دارالترجمہ کے مترجمین نے بڑا لچکدار رویہ اختیار کیا اور دہلی کالج اور سید حسین بلگرامی کے مشوروں پر پوری طرح عمل کیا گیا۔ وہ لکھتے ہیں[۳۶]:-

"جیسے سوڈیم' کلورین اور اسی قسم کے جتنے بھی لفظ سائنس میں استعمال ہوتے ہیں' ان کو بجنسہٖ استعمال کیا گیا ہے اور بعض تو ایسے ہیں کہ تلفظ کی بدولت خود

بخود اردو کا بن گیا جیسے گراموفون، ملغم وغیرہ۔ اس طرح کی ہزاروں اصطلاحیں اردو میں آج بھی رائج ہیں۔ اس طرح کی اصطلاح میں ترجمے کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ ان کی فراخ دلی کا ثبوت ہے۔"

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے نزدیک جامعہ عثمانیہ کی اصطلاحیں عربیت کی حامل تھیں۔ چونکہ اس وقت یہ تصور عام تھا کہ اردو فارسی اور عربی سے استفادہ کر سکتی ہے، اس لیے اصطلاحیں زیادہ تر انھی ماخذ سے لی گئیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ "اس سے عربیت کی لے بڑھ گئی نیز چونکہ اردو کی ہند آریائی میراث کو اور مخلوط صوتیات کو نظرانداز کیا گیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ ترجموں کی زبان ثقیل، بوجھل اور ادق ہو گئی۔"[۳۷] ڈاکٹر مجیب الاسلام کے نزدیک صرف قانون میں ہندی آمیز اصطلاحیں تھی، عربی آمیز اصطلاحوں کا باعث نظم طباطبائی تھے۔[۳۸]

ڈاکٹر عارفی کے نزدیک عربیت آرٹس اور اس کے متعلقہ مضامین میں نہیں تھی۔ کئی اصطلاحوں کا ترجمہ بھی نہیں کیا گیا، زیادہ مشکل میڈیسن، انجینرنگ اور اس سے متعلقہ مضامین کی اصطلاحوں میں پیش آئی، ان میں عربی کا اثر زیادہ ہے[۳۹]۔ مثلاً ماسکہ (Focus)، تکشف (Exposure)، التہاب اللوزہ (Tonsillitis)۔ ان کے آسان اردو مترادف بھی تلاش کیے جا سکتے تھے۔ تاہم خال خال ہندی اثرات بھی ملتے ہیں مثلاً پن جنتر (Bath Water)۔ پون جنتر (Air Bath)۔ اصطلاحات کے ضمن میں اس بات کو مدنظر رکھا گیا کہ ایک لفظ سے دیگر اصطلاحات بھی بن سکتی ہیں۔ مثلاً برق کو لے لیجیے، سابقوں، لاحقوں اور ترکیبی مادوں کا اضافہ کر کے تیرہ سو سے زائد تراکیب اور اصطلاحات بنائی گئیں۔ ڈاکٹر سید مصطفےٰ کمال نے زیادہ واضح انداز میں تجزیہ کیا ہے۔ انھوں نے الیاس برنی کے حوالے سے لکھا ہے کہ وضع شدہ اصطلاحیں تین طرح کی تھیں۔ مجالس اصطلاحات کی منظور کردہ، مترجمین کی ترجمہ شدہ اور مشکوک تراجم۔ انتشار کی کیفیت ان کے نزدیک ۲۷ جولائی ۱۹۳۵ء کی انتقادی کمیٹی کے اجلاس کے بعد رفع ہونا شروع ہوئی۔ ان کے خیال میں ۱۹۳۶ء تک مترجمین کا صوابدید جاری رہی، ۱۹۴۴ء تک سادی کی طرف توجہ دی گئی اور اس کے بعد باقاعدہ سلیس نویسی کے اصولوں کو اپنایا گیا[۴۰]۔ عربی، فارسی، ہندی اور مقامی الفاظ کے رجحانات کا ہم آگے چل کر جائزہ لیں گے۔

ڈاکٹر رضی الدین صدیقی اصطلاحات سازی کے عمل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ بڑا تفصیلی اور طویل ہوتا تھا۔ مفصل بحث کے بعد جاکر کہیں اس کی قبولیت کی منزل آتی تھی۔ ان کے الفاظ میں[۴۱]:

"نہ صرف وضع کردہ اصطلاح کی تکنیکی خوبیوں اور خصوصیات پر غور کیا جاتا بلکہ متعلقہ اصطلاح کی یونانی اور لاطینی اصل اور اس کے ہم معنی عربی، فارسی یا سنسکرت اصل پر بھی بحث ہوتی۔ یہ بھی دیکھا جاتا تھا کہ آیا یہ اصطلاح عربی، فارسی یا دیگر زبانوں کے علماء اپنی تحریروں میں اسی طرح اور انھی معنوں میں

استعمال کرتے ہیں اور یہ بھی کہ کیا اردو میں بھی اس کو اسی صورت میں اختیار کر لیا جائے، یا اس میں مناسب تبدیلی ضروری ہے اور پھر یہ بھی کہ یہ اصطلاح اردو زبان کے مزاج سے مطابقت بھی رکھتی ہے یا نہیں۔ ایک اور اہم بات جو زیرِ بحث آتی وہ یہ ہوتی کہ منتخب اصطلاح مختلف ترکیبوں، مشتقات اور جمع یا واحد کی شکل میں بہ آسانی ڈھالی جا سکتی ہے یا نہیں۔"

دراصل جامعہ عثمانیہ میں اصولی ترکیب سازی کو ہمیشہ ملحوظ رکھا گیا۔ مولوی عبدالحق نے اس سارے عمل کی وضاحت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں[۴۱]:۔

"ہم نے اس وقت تک کسی لفظ کے بنانے کی جرأت نہیں کی، جب تک اسی قسم کی متعدد مثالیں ہمارے پیش نظر نہ رہی ہوں......... اگر کوئی لفظ غیرمانوس یا اجنبی معلوم ہو تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔"

جامعہ عثمانیہ نے اصول اصطلاحات سازی پر بھی ایک کتاب شائع کی تھی۔ یہ چودھری برکت علی کی **طریقِ تسمیہ برائے علم کیمیا** تھی جو ۱۹۱۸ء میں ۱۰۲ صفحات پر شائع ہوئی۔ لیکن اسے ردّ کرنے کے باوجود جامعہ عثمانیہ کا ثقالت اور نامانوسیت کا تاثر ختم نہ ہو سکا۔ الیاس برنی کی سلیس نویسی کی مہم بھی یہ تاثر زائل نہ کر سکی۔

ب۔ جامعہ عثمانیہ کے مجموعہ ہائے اصطلاحات:

اگرچہ جامعہ عثمانیہ میں اصطلاحات سازی کا کام وسیع پیمانے پر ہوا اور کئی متداول علوم و فنون کی اصطلاحات وضع کی گئیں، لیکن بد قسمتی سے بہت کم مجموعے ترتیب دیے جا سکے۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۳ء تک صرف ایک مجموعہ مرتب ہو سکا، جسے **مجموعۂ اصطلاحات** کے نام سے ۱۹۳۶ء میں ۲۱۹ صفحات پر مشتمل شائع کیا گیا۔ اس میں کوئی چار ہزار اصطلاحات مدوّن کی گئی ہیں، اس میں عربی، فارسی، ہندی اور مخلوط ہر قسم کی اصطلاحات کا ایک بڑا ذخیرہ ملتا ہے۔ دیباچے کے آخر میں مولوی عنایت اللہ ناظم شعبہ نے لکھا ہے[۴۲]:۔

"امید کی جاتی ہے کہ اس مجموعے سے نہ صرف جامعہ عثمانیہ کے مترجمین، مولفین کو آئندہ مدد ملے گی بلکہ جس کو بھی ترجمہ کا شوق ہو گا، اس سے فائدہ اٹھا سکے گا اور اس طرح انگریزی علمی کتابوں کے ترجموں میں بھی جہاں تک اصطلاحات سے بحث ہے، ایک قسم کی یکسانیت پیدا ہو جائے گی، جو اردو زبان میں علم کی ترقی کا باعث ہو گی۔"

جامعہ عثمانیہ سے پہلا اور موضوعاتی اصطلاحی مجموعہ ۱۹۲۵ء میں **فرہنگِ اصطلاحاتِ جغرافیہ** (جلد اول) کے نام سے شائع ہوا[۴۳]۔ ابرار حسین قادری نے بھی اپنی اصطلاحات مرتب کرتے وقت اس سے استفادہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ چھ موضوعاتی مجموعے اور شائع ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں سید عبدالواحد کا **اصطلاحاتِ فنِ صحرا** ۴۳ صفحات پر مشتمل شائع ہوا۔ ۱۹۳۶ء میں ایک **مجموعۂ اصطلاحاتِ تدریسیات** ۲۸۲ صفحات پر شائع ہوا۔ ۱۹۳۸ء

میں اصطلاحاتِ ریاضیات (۱۹ صفحات)، مصطلحاتِ طب (جلد اول) ۴۳۴ صفحات جو ڈارلینڈ، اسٹیڈمین اور گولڈ کی طبی اصطلاحات پر مشتمل تھا (صرف پہلی جلد A تا K شائع ہو سکی) اور اصطلاحاتِ علم ہیئت (۱۸ صفحات) شائع ہوئے۔ ان میں سے تدر۔یسیات اور فنِ صحرا کی اصطلاحات جامعہ عثمانیہ کی مرتبہ نہیں تھیں۔ اس طرح گویا جامعہ عثمانیہ نے تین موضوعاتی مجموعے شائع کیے۔ البتہ ان کے علاوہ ۱۹۴۷ء میں ترقیماتِ ریاضی و سائنس کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا گیا، جس میں ریاضی کی علامتیں اور ترقیمات اردو انداز سے مرتب کیے گئے تھے۔ مصطلحاتِ طب ۱۹۴۸ء میں نامکمل شائع ہوا۔ اس میں تشریح، نسیجیات، فعلیات، حیاتی کیمیا، علم الادویہ، طب، طب قانونی، اصول صحت، ارضیات، جراحی، امراض چشم، امراض النساء، امراض الطفال، فنِ قبالت، دندان سازی وغیرہ کی اصطلاحیں شامل ہیں۔ اس کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں کسی اصطلاح کی ذیلی مرکب اصطلاحوں کی وافر مقدار دی گئی ہے۔ عربی، فارسی اور مقامی تمام ماخذوں سے کام لیا گیا ہے۔ البتہ انگریزی ماخذ سے گریز کیا گیا ہے۔ یہ کل بیس ہزار اصطلاحوں کا مجموعہ ہے۔

اصطلاحاتِ فنِ صحرا محکمہ جنگلات سرکار عالی حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔

مجموعہ اصطلاحاتِ تدر۔یسیات (Terms of Pedagogy) ۱۹۴۶ء/۱۳۵۵ف میں عثمانیہ ٹریننگ کالج حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ ۱۹۹۱ء میں اسے اردو سائنس بورڈ لاہور نے فرہنگِ درسیات کے نام سے عکسی طور پر شائع کر دیا ہے۔ اس لغت میں اصطلاحات سازی کے لیے عربی پر انحصار زیادہ ہے تاہم فارسی تراکیب اور صیغہ امر کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ جیسے "جرس گیر" "سوزن کاری" وغیرہ۔ اس کے ساتھ ساتھ خالص اردو اور مقامی عناصر بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے "لگام جوڑ" "جھنجھری اینٹ" "لچھا چرخی" "خشک رُتیاؤ" "جھونکا روک" "لال کرتی" وغیرہ۔ مخلوط اصطلاحیں بھی ملتی ہیں جیسے "باز تکونی" "گیس لیمپ" وغیرہ۔ خالص تعلیمیاتی اصطلاحوں میں کئی مقامات پر مرکب اصطلاح وضع نہیں ہو سکی جیسے "تیر تکے کا طریقہ" (Hit and Miss Method)، گربڑ کے سیکھنے کا طریقہ (Trial and Error Method)۔ لیکن بعض مقامات پر اصطلاحات کی مختلف رنگتوں کو واضح کیا گیا ہے۔ جیسے Open Air Activities "زیرِ سقف مصروفیتیں" اور Self Activity "خود فعلیت" میں "مصروفیتیں" اور "فعلیت" معانی کی دو رنگتوں کو ظاہر کر رہے ہیں۔

ایک اور موضوعاتی کتاب جسے ہم اصطلاحات سازی کی ذیل میں تو قرار نہیں دے سکتے لیکن اس کا تذکرہ اس لیے ناگزیر ہے کہ یہ انگریزی اردو متبادلات کا ایک اہم مجموعہ ہے اور اس لحاظ سے جغرافیائی اسماء کی ذیل میں آتا ہے، یہ ناظم سررشتہ تالیف و ترجمہ مولوی محمد عنایت اللہ دہلوی کی اندلس کا تاریخی جغرافیہ ہے، جو ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی۔ اس میں اندلس کے تقریباً ساڑھے آٹھ سو مقامات کے اصل عربی نام دیے گئے ہیں جو انگریزی

میں کسی اور طرح سے ہیں۔ کتاب اردو الفبائی کی ترتیب سے ہے۔ آخر میں انگریزی کا اشاریہ بھی ہے۔

اصطلاحات کے باقی انبار میں سے کچھ انجمن ترقی اردو نے شائع کیا اور بیشتر ابھی تک تقریباً ڈیڑھ دو سو تراجم میں کتابوں کے اشاریوں کی صورت میں بکھرا ہوا تھا۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں[۴۵]:-

"ایک مدت تک ان اصطلاحوں کی اشاعت کا انتظار رہا۔ انتظار کی ایک حد ہو گئی۔ جب اس طرف سے مایوسی ہوئی تو آخر انجمن ترقی اردو، ہند نے اس بات کا بیڑا اٹھایا اور جامعہ عثمانیہ کے بعض مستعد اور فاضل پروفیسروں کی مدد اور مشورے سے جہاں تک ممکن ہوا، اس کام کو انجام دیا۔ چنانچہ کیمیا، طبیعیات، عمرانیات، تاریخ و سیاسیات کی اصطلاحیں شائع ہو چکی ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ انجمن کے شائع کردہ مجموعوں میں بیشتر کام جامعہ عثمانیہ ہی میں مرتب ہوا تھا، البتہ بہت سی اصطلاحیں انجمن کے دائرہ اشاعت سے بھی باہر رہ گئیں۔ یہ سوا سو کے قریب، ترجمہ شدہ کتابوں کے آخر میں شائع کردہ، اصطلاحی اشاریوں اور فہرستوں کی صورت میں بکھرا ہوا تھا۔ اگرچہ جامعہ عثمانیہ کے تمام تراجم کتب میں اصطلاحات سازی کا عمل ہوا لیکن اصطلاحات نگاری کا کام صرف ایک تہائی کتابوں میں ہو سکا۔ اس سارے ذخیرے کو باہم مربوط کرنے اور اس ورثے کو یکجا کرنے کا بیڑا مقتدرہ قومی زبان نے اٹھایا اور ایک سو چوبیس کے قریب کتابوں کی اصطلاحات الفبائی ترتیب میں **فرہنگِ اصطلاحات جامعہ عثمانیہ** (۱۹۹۱ء) کے نام سے جمع کر دیں[۴۶]۔ اس میں **مجموعۂ اصطلاحات** اور **اصطلاحاتِ ہیئت** کے ساتھ ساتھ انجمن کے **فرہنگ اِصطلاحات ِعلمیہ** کو بھی شامل کر لیا گیا ہے کیونکہ یہ کام بھی جامعہ عثمانیہ ہی ہیں انجام پایا تھا[۴۷]۔ البتہ **اصطلاحاتِ تدر یسیات**، **مصطلحاتِ طب**، **اصطلاحاتِ جغرافیہ** اور **اصطلاحاتِ علم صحرا** وغیرہ اس میں شامل نہیں، انھیں اس کی جلد دوم کی صورت دی گئی ہے۔ جو ۱۹۹۳ء میں سامنے آئی، دوسری جلد میں ان کے ساتھ ساتھ ایسے اشاریے اور فرہنگیں بھی شامل کی گئیں جنھیں سرکارِ عثمانیہ کے دوسرے اداروں نے مرتب کیا اور جامعہ عثمانیہ نے ان کی معیار بندی کی یا کچھ نا مکمل لغات، مسودات اور چند متفرق اشاریے۔ اس مجموعے کی ترتیب و تدوین کے ضمن میں بقول ڈاکٹر جمیل جالبی یہ کہا جا سکتا ہے کہ سقوطِ حیدر آباد کے بعد سے یہ اصطلاحات آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھیں اور یہ روایت کمزور ہونا شروع ہو گئی تھی۔ جب کہ اس کے بعد کوئی ایسا ذریعہ موجود نہ تھا، جو اسے زندہ رکھ سکے۔ جلیل عالی کہتے ہیں کہ یہ فائدہ تو ہوا ہے کہ اب اگر کوئی اردو میں کام کرنا چاہے تو اسے تیار شدہ مواد کی عدم دستیابی کی شکایت ہرگز نہ ہو گی، بقول مسعود قریشی یہ کتاب ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں سے اصطلاحات استعمال بھی ہو سکتی ہیں اور اس کی مدد سے نئی

اصطلاحات وضع بھی کی جا سکتی ہیں۔ رشید امجد اسے اہم علمی حوالہ اور مستقل اہمیت کا حامل قرار دیتے ہیں۔ افتخار عارف کہتے ہیں کہ ڈاکٹر جالبی نے بکھرے ہوئے سامان کو جمع کر دیا ہے[۴۸]۔

ج۔ جامعہ کی مطبوعات اور اصطلاحی اشاریے:

سررشتہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ کی طرف سے شائع شدہ ۴۰۰ کتب میں سے سوا سو کے قریب، جن کی جلدیں اور حصے حذف کر دیں تو نوے کے قریب، کتب ایسی ہیں جن کے آخر میں اصطلاحات کو یکجا کر کے اصطلاحات نگاری کا فریضہ انجام دیا گیا ہے۔ ان میں انفرادی اختلافات بھی نظر آتے ہیں اور حیدر آباد دکن کا مجموعی رنگ یعنی عربیت اور فارسیت بھی، اس لیے یہ مجموعے قابل ذکر ہیں۔ ان کتابوں پر ایک جائزہ مجیب الاسلام نے بھی، اپنے مقالے میں، موضوع وار لیا ہے[۴۹]۔ جس کا لبِ لباب یہ ہے کہ عموماً" عربیت زدہ اصطلاحیں وضع ہوتی تھیں۔ یہ اصطلاحیں مفہوم کی وضاحت کرتی ہیں لیکن ضروری نہیں کہ مستقل ہوں۔ تاریخ کے مضمون میں بہت سی فارسی آمیز اصطلاحیں شامل ہیں، معاشیات میں بھی یہی صورت ہے لیکن اس میں ہندی الفاظ "سکارنا" وغیرہ بھی شامل ہوئے، سیاسیات میں مرکب اور مفرد دونوں طرح کی اصطلاحیں ہیں، فلسفے میں عربی، فارسی اور ملی جلی اصطلاحیں ہیں۔ کچھ اصطلاحیں ہندی میں بھی ہیں۔ نفسیات کی اصطلاحیں مشکل اور نامانوس ہیں۔ ہندی، عربی کی مخلوط اصطلاحیں بھی وضع کی گئی ہیں۔ اخلاقیات میں بکثرت عربی آمیز اصطلاحیں ہیں۔ طبیعیات میں ہندی آمیز اصطلاحیں بھی وضع کی گئی ہیں۔ کیمیا میں فارسی آمیز اصطلاحیں، ہندی اور انگریزی اصطلاحوں کے ساتھ ساتھ ملتی ہیں۔ طب میں عربی اصطلاحیں زیادہ ہیں، فارسی آمیز کم ہیں، انجینرنگ میں ہندی آمیز اصطلاحیں زیادہ ہیں۔ قانون میں انگریزی سے بجنسہ بھی اصطلاحیں ملتی ہیں اور ہندی آمیز بھی۔

سماجی علوم میں پچیس کے قریب ایسی کتب قابل ذکر ہیں جن میں اصطلاحی اشاریے موجود ہیں۔ ان میں فلسفے اور نفسیات کے موضوع پر دس کتابیں ہیں[۵۰]۔ ان میں سے تین مولوی احسان احمد، دو مولوی مرزا محمد ہادی لکھنوی اور دو مولوی معتضد ولی الرحمان کا ترجمہ ہیں۔

مولوی احسان احمد کے ہاں ہمیں مسلمانوں کے سابقہ عربی ذخیرہ الفاظ سے استفادے کا رجحان نظر آتا ہے۔ مرزا ہادی لکھنوی کے ہاں اس کے ساتھ ساتھ وضع و ترکیب کے علاوہ متبادلات کی صورت زیادہ نظر آتی ہے۔ وہ ایک اصطلاح کے کئی متبادلات دیتے ہیں۔ مثلاً Aphasia کے لیے "فتورِ نطق" "فتورِ گویائی"، Grief کے لیے "رنج، غم، حزن"، Emation کے لیے "جذبہ، ہیجان"، Explanation کے لیے "توجیہ، تعلیل، توضیح" وغیرہ۔ وہ اکثر اوقات ترکیب اور فقرے کا ترجمہ اسی طرح ترکیب اور فقرے کی صورت میں کرتے ہیں اور اردو اضافت "کا، کی، کے" خوب استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً Space Perception کے

لیے "مکان کا ادراک"۔ البتہ کہیں کہیں پورے فقرے کو ایک ترکیب کی صورت میں دے دیتے ہیں جیسے Sensation of Qualitative Affinity Between Taste and Smell کے لیے "کیفی مشابہت مزے اور بو میں"۔ ان کی دونوں کتابوں میں یہ صورت عام پائی جاتی ہے۔

مولوی معتضد ولی الرحمان اس کے برعکس اختصار کا رجحان رکھتے ہیں۔ البتہ ان کے ہاں مقامی الفاظ کا استعمال بھی ملتا ہے۔ مثلاً کھلمندن (Valve)، دھڑ (Trunk)، سرتی (Tone)، ترپھلا (Trigeminess)، پوست خشک (Horny Layer)، ٹھنڈک (Coolness) وغیرہ۔

مولوی معشوق حسین، مولوی عبدالباری ندوی، مولوی محمد حسین وغیرہ کے ہاں عربی ورثے سے استفادے اور اختصار کا رجحان ملتا ہے۔ جیسے اجسام دقیقہ (Atomic System) نوامیس عامہ (General Laws)، قوت النفسیہ (Faculty of Soul)۔

عمرانیات، تاریخ، سیاسیات اور معاشیات کے موضوع پر بھی ہمارے سامنے بارہ کتابیں ہیں [۴۸]۔

مترجمین میں مولوی معتضد ولی الرحمان کے علاوہ ڈاکٹر سید عابد حسین، مولوی ظفر علی خان، سید علی رضا، قاضی تلمذ حسین، سید ہاشمی فرید آبادی، مولوی رشید احمد، الیاس برنی اور مولوی عبدالقوی فانی جیسے نادر روزگار افراد نظر آتے ہیں۔

مولوی معتضد ولی الرحمان کا اختصار بلکہ اصطلاح مفرد کا رویہ یہاں بھی برقرار ہے۔ ڈاکٹر عابد حسین البتہ اس میں فارسی ترکیب سازی بلکہ اردو مصادر کے استعمال میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ مثلاً Adapt ساز گاری کرنا، Adaptation ساز گاری، Adoption موالی بنانا، Adopted موالی، Homogenity مختلف النوع ہونا، Homogenous مختلف النوع۔ عمرانیات کے موضوع پر انھوں نے پہلی بار اصطلاحات پیش کی ہیں اور آج بھی ان میں سے بہت سی اصطلاحیں عمرانیات میں استعمال ہو رہی ہیں مثلاً خانگی (Domestic)، نسلیات (Ethnology)، یک زوجی (Monogamic)، چند زوجی (Polygamic)، نظم اجتماعی (Social Order) وغیرہ۔

مولوی ظفر علی اور سید علی رضا کے ہاں ہمیں عربی، فارسی ترکیب سازی ملتی ہیں مثلاً ملازمان شاہی، فرقہ بندی، میر مجلس وغیرہ لیکن مقامی یا ہندی الفاظ سے استفادے کا رجحان نظر نہیں آتا البتہ بعض انگریزی الفاظ مثلاً پیرش (Parish)، ٹکٹ (Stamp) وغیرہ دکھائی دیتے ہیں۔ محمد عبدالقوی فانی کے ہاں بھی ہمیں یہی رجحان نظر آتا ہے۔ اس کے برعکس قاضی تلمذ حسین کے ہاں ہندی اور مقامی الفاظ سے ترکیب سازی ملتی ہیں مثلاً پرکھا پوجا (Ancestor Worship)، نراج (Anarchy)، چنگی (Excise)، سواراج (Homerule)۔

محمد الیاس برنی اس ضمن میں خاصے فراخ دل ثابت ہوئے ہیں۔ وہ نہ صرف سابقہ

ذخیرۂ الفاظ، عربی، فارسی، ہندی، مقامی کو استعمال کرتے ہیں بلکہ انگریزی سے اخذو استفادے کو بھی جائز حد تک درست سمجھتے ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں: بھتہ، الاونس (Allowance)، سالیانہ (Annuity)، ہنڈی، بل (Bill)، کروڑگیری (Customs)، زرامانت، ڈپازٹ (Deposit)، گارنٹی، ضمانت (Guarantee)، بے فنڈ قرضہ (Unfunded Debt)، حکم جوگ (Payable to Order)۔ اس موضوع پر مولوی رشید احمد کا رویہ بھی برنی سے مختلف نہیں لیکن مقامی اور ہندی اصطلاحات قدرے کم استعمال کرتے ہیں جیسے Open Union "کھلی سبھا" جیسی ترکیبیں شاذ ہی نظر آتی ہیں۔ البتہ Coinage "سکہ سازی" اور "تکنیک" کی طرح عربی اور فارسی دونوں طرح سے اصطلاحات وضع کرتے ہیں۔

قانون کے موضوع پر چار کتابیں ہمارے سامنے ہیں[۲۵]۔ ان میں سے دو مولوی سید علی رضا، ایک مولوی عبدالمجید صدیقی اور ایک مولوی میر سیادت علی کا ترجمہ ہیں۔ سید علی رضا کے ہاں ہمیں فارسی انداز میں بڑی بڑی ترکیبیں مثلاً "حلقہ انتخاب کنندگان"، "حق رائے نسبت انتخاب"، "الزام تحریری مصدقہ جوری کلاں"، "رکن مستشار شاہی" وغیرہ ملتی ہیں۔ گویا عربی اور فارسی طریق ترکیب سازی عام ہے۔ مولوی عبدالمجید کے ہاں قانونی ترکیبات اور مقولات کا ترجمہ عام زبان میں ملتا ہے۔ مثلاً "انصاف کیا جائے" (Fiat justici)، "مطلوب حق پہنچے" (Soit Drait Fait) وغیرہ۔ مولوی میر سیادت علی خاں کے ہاں قانونی جملوں کا ترجمہ جملوں کی صورت میں ملتا ہے اور فارسی اضافت کے ساتھ ساتھ اردو اضافت (کا،کی،کے) کا استعمال بھی نظر آتا ہے بعض اسم مجرد کی بجائے وہ اسم مصدر کو ترجیح دیتے ہیں مثلاً Bastardy کے لیے "حرامی ہونا" (حرامی پن کی بجائے)، Absconding کے لیے "روپوش ہو جانا" (روپوشی کی بجائے)، Illegality کے لیے "ناجائز ہونا" (غیر قانونی پن کی بجائے)۔

سائنسی علوم اور اطلاقی فنون میں ہمیں کتابیں اور اصطلاحی اشاریے نسبتاً زیادہ نظر آتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ان علوم میں اصطلاحات سازی کی زیادہ ضرورت تھی۔ چنانچہ ۳۲ کے قریب ایسے اشاریے ہمارے سامنے ہیں۔

علم ہیئت کے موضوع پر دو کتابیں ہیں[۲۶] جن میں سے ایک مولوی شیخ برکت علی کی اور دوسری مولوی نذیرالدین صاحب کا ترجمہ ہیں۔ یہ مجموعے اس لیے بھی قابلِ ذکر ہیں کہ ان میں جامعہ عثمانیہ کے مجموعہ اصطلاحاتِ علم ہیئت سے کہیں کہیں اختلاف نظر آتا ہے۔ مثلاً مولوی شیخ برکت علی نے Aerolite کو "شہاب" اور جامعہ عثمانیہ کے مجموعہ میں "شہابیہ" دیا ہے۔ Annular کو مولوی صاحب نے "چنبریں" اور مجموعہ میں "چنبری" لکھا ہے۔ Vertical کو مولوی صاحب نے "سمتی، انتصابی" قرار دیا ہے جب کہ مجموعہ میں "عمودی اور شاقول سمتی" لکھا ہے۔ یہ امور مولوی صاحب سے مجموعہ تک کے اصطلاحی

ارتقاء کا پتا دیتے ہیں۔ مولوی نذیر الدین کا ترجمہ اس لیے بھی قابل ذکر ہے کہ اس میں ہندی اضافت (کا، کے، کی) اور اردو قاعدے بھی استعمال میں لائے گئے ہیں۔ مثلاً وقت کی مساوات (Equation of Time)، گرہن کے حدود (Eliptic Limits) وغیرہ۔ اسی طرح اردو قاعدہ جمع "حرکتیں" (Motions)، اردو لاحقی ترکیب "ساعت وار" (Horary) -

طبیعیات کے موضوع پر سات کتابیں اور ان کی متعدد جلدیں قابل ذکر ہیں[۵۵]۔ ان میں مولوی عبدالحق خان اور چودھری برکت علی کا حصہ زیادہ ہے جب کہ مولوی محمد نصیر احمد عثمانی، سید عبدالجلیل، مولوی وحیدالرحمان اور مرتینجے راؤ کے نام بھی سامنے آتے ہیں۔

مولوی عبدالرحمان خان کے ہاں انگریزی الفاظ کو بعینہ لے لینے کا رجحان عام ملتا ہے۔ مثلاً Annalatic انلیٹک، Cinematograph سینما ٹوگراف، Kinemacolar کینما کلر، Audion اوڈیون، Anatomy اناٹومی، Diatonic ڈایاٹونک، Diamagnetism ڈایا مقناطیسیت، Kathode کیتھوڈ، Dioptre ڈائی آپٹر (بصریہ) وغیرہ۔ ان کے ہاں دوسرا رجحان اردو اضافت (کا، کے، کی) کا استعمال ہے۔ مثلاً "روپیا کا مستقل" "کام کا بوجھ" "جمود کا معیار اثر" "آثار کا مبدل" "پارے کا ڈورا" "آنکھ کی طاقت" وغیرہ۔ جب کہ انھوں نے سید عبدالجلیل کی اصطلاحات پر نظرثانی بھی کی ہے لیکن وہاں ہمیں "لنگن" "نقطہ جوش" "کھلمندن" "اڑن پیسہ" "بیلن ٹانکا" "دھرہ" جیسے مقامی الفاظ بھی ملتے ہیں۔

کیمیا کے پروفیسر اور کیمیا کی اصطلاحات سازی میں تخلیص کا رجحان رکھنے والے چودھری برکت علی طبیعیات کے مضمون میں مولوی عبدالرحمان سے مختلف نظر آتے ہیں۔ البتہ مجلس وضع اصطلاحات سے کئی جگہ اختلاف کرتے ہیں، جن پر کمیٹی کو بھی صاد کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں[۵۶]:

> "کمیٹی وضع اصطلاحات نے Vertical کا ترجمہ "انتصابی" رد کر کے اس کی بجائے "عمودی" اختیار کیا تھا۔ اس لیے اس سے پہلے کی کتابوں میں "عمودی" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اب کمیٹی نے پھر "انتصاب" کی طرف عود کیا ہے اور یہی قرین صحت بھی ہے۔"

مولوی وحیدالرحمان کے ہاں ہمیں قدرے مقامی اور خالص اردو الفاظ کی طرف رجحان ملتا ہے مثلاً "بال کمانی" "رگڑ" "گھیر" "چل رکتی گھڑی" "اڑپیسہ" "بگاڑ" "مروڑی" جیسے الفاظ کئی تراکیب میں استعمال ہوئے ہیں۔ حیرت ہے کہ مرتینجے راؤ کے ہاں یہ رجحان نظر نہیں آتا۔

کیمیا میں نو کتابیں ہمارے سامنے ہیں[۵۶]۔ ان میں سے دو پر مولوی عبدالرحمان خان نے نظرثانی کی ہے اور چار چودھری برکت علی کا ترجمہ ہیں۔ چودھری صاحب کا نظریہ تسمیہ ہمیں یہاں نظر نہیں آتا لیکن ہندی، مقامی اور خالص اردو کے الفاظ کی تلاش میں انھوں

نے خاطر خواہ محنت صرف کی ہے مثلاً بھرت (Alloy)، سکڑاؤ (Contraction)، قلماؤ (Crystallisation)، گتی چکر (Fly-Wheel)، دھوانسا (Gas -carbon)، گھنڈی دار (Granular)، چپڑ (Lubricant)، پٹواں (Wrought)، گندکیلا پانی (Sulpher water)، سکڑاؤ (Shrinkage)، دھماکو اشیا (Explosives)، ڈھبری (Nut) وغیرہ۔ اسی طرح "شیشہ کی روئی"، "سوڈے کی راکھ" وغیرہ میں اردو اضافت دکھائی دیتی ہے۔

چودھری برکت علی کے نظریۂ تسمیہ کیمیا کے برعکس مولوی محمود احمد خان کے ہاں ہمیں کیمیائی عناصر، مرکبات اور تعاملات کے انگریزی نام اور ترکیبیں ہی نظر آتی ہیں۔ البتہ وہ ان کا امتزاج بعض اردو الفاظ کے ساتھ کر لیتے ہیں مثلاً "آرتھوبورک ترشہ" "آکسی نمک" "ایمونوترشہ" "پیچیدہ بوریٹس" "تربوی معدن" "جست کے ہیلائیڈز" وغیرہ۔

یہی چیز ہمیں قدرے سردار بلدیو سنگھ لیکن خاصی خواجہ حبیب حسن کے ہاں نظر آتی ہے۔ مثلاً خواجہ صاحب تو بہت سے تعاملات کے لیے اردو لفظ سامنے لاتے ہیں۔ جیسے "ایڈول تکثیفیس" "ثالثی ا-مل الکحل" "کیفین کی تالیف" "کاربنی زنجیر" "مالٹوز آب پاشیدگی" "مورفین قلیاسات" وغیرہ۔ ان کے ہاں ترشہ (Acid) اور قلیاسہ (Alkaloid) کے علاوہ باقی کئی مرکباتی جزو انگریزی ہی میں سامنے آتے ہیں مثلاً کیٹون، اتھائیل وغیرہ۔

حیاتی کیمیا اور کیمیائی فعلیات کے موضع پر ہمارے سامنے تین کتابیں ہیں[۵۷]۔ ان میں سے ایک کتاب فعلیات و حیاتی کیمیا کی تینوں جلدیں مختلف افراد نے ترجمہ کی ہیں جن میں ڈاکٹر محمد عثمان، ڈاکٹر غلام دستگیر، ڈاکٹر محمد حسین قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر محمد عثمان، "ترشے" اور "ا-سڈ" جیسے دونوں مترادفات استعمال کرتے ہیں۔ ڈاکٹر غلام دستگیر کے ہاں ہمیں بعض انگریزی اصطلاحات بھی مستعمل نظر آتی ہیں مثلاً ا-سٹیرو کائی نیس" "انزیم" "لیوسل" "کاربو ہائیڈریٹس" وغیرہ۔ جب کہ ڈاکٹر محمد حسین کے ہاں "ترشے" کی بجائے "ا یسڈ" کا استعمال زیادہ ملتا ہے البتہ "ہیموگلوبین" "انزیم" جیسے الفاظ کو وہ بھی بعینہٖ استعمال کرتے ہیں۔ تینوں کے ہاں ہمیں مقامی یا ہندی الفاظ یا ترکیبیں نہیں ملتیں۔

ڈاکٹر مفتی شاہ نواز نے بھی اگرچہ Acid کے لیے "ترشہ" کا لفظ لکھا ہے لیکن کیمیائی حرکیات میں "ا یسڈ" ہی کا لفظ استعمال کیا ہے، نیز ان کے ہاں انگریزی اصطلاحات کا بعینہٖ استعمال قدرے زیادہ نظر آتا ہے۔ وہ Liquar لائکوار، Micro مائکرو، Nucloe نکلیو وغیرہ ہی استعمال کرتے ہیں۔

حیاتیات، نباتیات، حیوانیات اور طب کے موضوع پر ہمارے سامنے بارہ کتابیں ہیں[۵۸]۔ ان میں سے بیشتر ڈاکٹر محمد عثمان، ڈاکٹر محمد حسین، ڈاکٹر غلام دستگیر، ڈاکٹر مفتی شاہ نواز اور کرنل فرحت علی کے تراجم ہیں یا ان کے نظرثانی کردہ ہیں۔ ان میں مذکورہ بالا اصولوں کے علاوہ ہمیں یائے نسبتی و صفاتی زیادہ نظر آتی ہے۔ مثلاً "حشائی" "قدامی" "حجابی"

"جداری" "ضلعی" وغیرہ۔ بصورت دیگر عربی اور انگریزی الفاظ و تراکیب کا استعمال وافر ہے۔
البتہ مبادی نباتیات میں مولوی محمد سعید الدین نے عربی سے زیادہ فارسی اصول ترکیب مثلاً "ناشگفتہ"" "تخمک دان" "گوش نما" "غلافچہ" "مفصل دار" وغیرہ کو زیادہ استعمال کیا ہے۔ یہ طریق مولوی عبدالباری نے عملی نباتیات میں بھی استعمال کیا ہے۔ البتہ ان کے ہاں اردو، فارسی، ہندی ترکیبیں بھی مستعمل ہیں مثلاً "تھیلی بذرہ" "بلور آسا" "بیل ڈورے" "مل پھلا" "گھڑی شیشہ" جیسی تراکیب قابل ذکر ہیں۔
ڈاکٹر حاجی حیدر علی خان مبادی جینیات میں عربی، فارسی تراکیب سے کنارہ کش نہیں ہوتے۔ ان کے ہاں "سقوط" "معترضہ" "فوق القلوی" "شوکہ مشقوقہ" جیسی مغلق تراکیب اور اصطلاحات عام نظر آتی ہیں۔ علم افعال الادویہ میں کیمیاوی اور ادویاتی اسماء انگریزی سے بجنسہٖ لیے گئے ہیں۔
جہاں تک علوم ریاضی و انجینئری کا تعلق ہے، اس ضمن میں جامعہ عثمانیہ نے رڑکی اور مدراس کے انجینئرنگ کالجوں کی کتابیں طبع نو کرنے کے علاوہ (جن کا ذکر ہم پہلے ہی کر چکے ہیں) ریاضی، الجبرا، جیومیٹری، سکونیات، حرکیات، فلزیات، اور تعمیرات پر بعض کتابوں کے تراجم شائع کیے۔
علم ریاضی (بشمول الجبرا، جیومیٹری، حساب) میں ہمارے سامنے بیس کتابیں ہیں[59]۔ ان میں سے زیادہ تر قاضی محمد حسین اور محمد نذیرالدین کے ترجمے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک تالیف مولوی محمد عبدالرحمان خان کی اور ایک ترجمہ مولوی شیخ برکت علی کا ملتا ہے۔ قاضی محمد حسین کے ہاں ہمیں عربیت یعنی یائے نسبتی زیادہ ملتی ہے۔ مثلاً "ہندسیہ" "موسیقیہ" "عمودیہ" وغیرہ۔ اگرچہ فارسی اضافت اور فارسی تراکیب (امر: نما، پیما، دار وغیرہ) بھی ملتے ہیں اور ایسا انداز نذیر الدین کے ہاں بھی ہے لیکن وہاں اردو انداز کی ترکیب مثلاً گرتا ہوا جسم (Falling body)، قوت کے سلسلے (Power series)، استدقاق کا دائرہ (Circle of Convergence)، مبدلوں کا تغیر (Variation of Parameter) بھی نظر آتی ہے۔ فارسی اضافت کے بغیر بھی بعض تراکیب ملتی ہیں مثلاً "مزدوج محور" وغیرہ۔ تاہم یہ کم ہیں۔ اردو کی مصدری ترکیب ہمیں مولوی شیخ برکت علی کے ہاں ملتی ہے مثلاً "تربیع کرنا" ورنہ علم ریاضی میں مقامی، ہندی یا اردو الفاظ پر انحصار مفقود ہے۔
انجینئری پر جامعہ عثمانیہ کے اپنے کالجوں کے لیے ترجمہ کی گئی سولہ کتابیں ہمارے سامنے ہیں جن میں اصطلاحات سازی کا ایک امتزاجی رجحان ملتا ہے۔ یعنی عربی، فارسی، اردو، انگریزی، ہندی اور مقامی زبانوں سے استفادے کا رجحان۔ ان کے علاوہ باقی کتابیں زیادہ تر رڑکی کالج کی طبع نو ہیں، جن کا جائزہ ہم لے چکے ہیں۔
انجینئری کی کتابوں میں[60] سے محمد عزیز الدین کے تین ترجمے، مولوی شیخ برکت علی اور قاضی محمد حسین کے ایک ایک ترجمہ کے علاوہ خان فضل محمد خان کے دو، مولوی محمد

عزیزالرحمان کا ایک، مولوی ضیاالدین انصاری کے تین، مرزا محمد احمد کے دو، محمد عبداللہ حسن کا ایک اور سید دلدار حسین کا ایک ترجمہ شامل ہے۔ محمد نذیر الدین کے ان تراجم میں اردو اضافت (کا کے کی) کا استعمال قابل ذکر ہے۔ مثلاً "اہتزاز کا مرکز"، "مزاحمت کا قانون" وغیرہ، نیز "پچکاؤ"، "چترا"، "پیانہ"، "ڈھلائی"، "دھکا"، "رگڑ"، "تناؤ" جیسے مقامی الفاظ بھی قابل توجہ ہیں۔ یہ رجحان مولوی شیخ برکت علی اور قاضی محمد حسین کے ہاں بھی نظر آتا ہے، خان فضل محمد خان اور محمد عزیز الرحمان نسبتاً عربی، فارسی کی طرف زیادہ جھکاؤ رکھتے ہیں۔ مولوی ضیاالدین انصاری نے ایک واضح راہ دکھائی ہے۔ تکنیکی اور خیاتی اصطلاحوں میں خصوصاً تعاملات (Processes) میں مقامی عنصر سے گریز ناممکن ہے۔ چنانچہ انصاری کے ہاں ہمیں "شکستی فولا" (Breaking load)، "ساختہ گرڈر" (Built up Girder)، "گھل ملانا" (Pudding)، "تعمیری داب روک" (Structure Strut)، "چلاؤ دھرا" (Driving Shaft)، "گرہتھوڑا" (Drop Hammer)، "قطعی بیلن" (Segmental Roller)، "گھومتا قرص" (Rotating Disc)، "فانہ نما پکڑیں" (Wedge Grips)، "کمان ٹیک" (Skew Back) اور "ناپ تختہ" (Gauging Board) جیسی امتزاجی تراکیب ملتی ہیں، جن کا زیادہ تر جھکاؤ مقامی عنصر کی طرف ہے۔ یہی صورت عبداللہ حسن کے ہاں پائی جاتی ہے۔ مثلاً "خم روک"، "ٹھپہ کھنچائی"، "آڑی تراش"، "سرد پھونک"، "کھینچ ڈنڈا"، "کثرت بھٹی"، "گداختنی بھرتیں" وغیرہ بلکہ عبداللہ حسن ترکیب سازی میں کسی تعصب کا خیال رکھے بغیر صرف قریب المفہوم اصطلاحات وضع کرنے کا رجحان رکھتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ خیاتی اور انجینری کی اصطلاحات میں مقامی عنصر کی طرف جھکاؤ بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ جھکاؤ ہمیں گومان کی کتابوں کے تراجم میں بھی ملتا ہے مثلاً چالیس سبق میں گھنڈی، ڈھیری، جھولتا فریم، مروڑی حرکت وغیرہ اصطلاحیں اس امر کا ثبوت ہیں۔

ارضیات کے موضوع پر بھی ہمیں جامعہ عثمانیہ کی کتابیں ملتی ہیں، جن میں مرزا محمد علی بیگ کا ترجمہ خلاصہ طبقات الارض ہند (از ورڈن برگ) ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کے آخر میں ۱۳ صفحات میں جغرافیے اور ارضیات کی اصطلاحیں دی گئی ہیں۔ گومان کی کتابوں کے ترجمے از مرزا محمد احمد اور سید دلدار حسین وغیرہ دراصل رڑکی رسالوں کا سلسلہ ہے، جنھیں جامعہ عثمانیہ سے محض طبع کیا گیا ہے۔

نشریات کے موضوع پر بھی جامعہ عثمانیہ میں اصطلاحات وضع ہوئیں، جو محکمہ نشریات کی طرف سے شائع ہوئیں۔ مجلس اصطلاحات میں مولانا عبداللہ عمادی، ڈاکٹر ایشورناتھ ٹوپا، ڈاکٹر محی الدین قادری اور ڈاکٹر حاجی غلام محمد شامل تھے۔ انھوں نے زیادہ تر پروگرام کی اصطلاحیں وضع کیں۔ شعبہ فنی کی اصطلاحوں کے لیے پروفیسر نصیراحمد عثمانی سے مدد لی گئی ہے۔ جمیل نقوی صاحب کے نزدیک یہ ۱۹۳۹ء کی بات ہے[۷۱]۔ ان میں اہتزاز نگار، ترشہ پیا، صداگیر، تبادل گر وغیرہ سے مولوی وحیدالدین سلیم کے اصولوں کی عکاسی ہوتی ہے۔

البتہ اکثر اصطلاحیں مخلوط قسم کی ہیں، جیسے "چلاؤ مبدل، موج پھندا، غناکار" وغیرہ۔
مجموعی طور پر جامعہ عثمانیہ میں سماجی، طبعی اور ریاضی میں عربی، فارسی اور تکنیکی و نباتی علوم میں مقامی عنصر کی طرف زیادہ جھکاؤ ملتا ہے۔ البتہ ڈاکٹر مجیب الاسلام کی رائے بہت حد تک تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ مترجمین کی انفرادیت بھی جامعہ عثمانیہ کی ترجمہ شدہ کتابوں کی اصطلاحات سازی میں پائی جاتی ہے اور وحیدالدین سلیم کے اصولوں کا زیادہ پرتو نظر نہیں آتا۔

۳: ۱۴۔ حیدر آباد دکن کے دیگر ادارے

حیدر آباد دکن میں انجمن ترقی اردو اور جامعہ عثمانیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے اداروں اور افراد نے اصطلاحات سازی میں براہ راست حصہ لیا۔ یہ کوشش ہمیں انیسویں صدی سے جاری و ساری نظر آتی ہے، جب دکن پر آصف جاہ ثانی میر نظام علی خان کی حکمرانی تھی۔ تاہم اس کا عہد شباب آصف سادس میر محبوب علی خان کے دور میں ہوتا ہے جب علی گڑھ تحریک سے اس کا مضبوط ربط قائم ہوا...... اس کے بعد آصف سابع میر عثمان علی خان مرحوم کے دور میں اس میں وسعت پیدا ہوئی۔ ایک اندازے کے مطابق حیدر آباد دکن کے سارے علمی دور میں سرکاری اور نجی کوششوں کی بناء پر کل ۲۳ ہزار کتابیں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئیں۔ جن میں علمی کتابوں کا تناسب ۸۸ء۸۰ فی صد ہے[۶۲]۔ ظاہر ہے کہ ان بیس ہزار علمی کتب کے لیے لاکھوں اصطلاحات کی ضرورت محسوس ہوئی ہو گی۔ جسے صرف سرکاری سطح پر پورا نہیں کیا جا سکتا۔ اس ضمن میں عثمانیہ ٹرینگ کالج، ادارہ ادبیات اردو، اعظم اسٹیم پریس، مطبع و مکتبہ ابراہیمیہ اور دفتر المسیح جیسے اداروں کی کوششیں قابل ذکر ہیں۔ جامعہ عثمانیہ سے پہلے ستہ شمسیہ اور دیگر کتابوں میں ہمیں اصطلاح سازی کی کوششیں ملتی ہیں لیکن اصطلاح نگاری کی ابتدائی کوششوں کی مثال ہمیں نواب فیاض الدین کی کتاب قطاع کے حاشیوں پر نظر آتی ہے۔علم ریاضی کا یہ رسالہ ۱۸۶۱ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ اصطلاحات کو حاشے پر درج کیا گیا ہے۔ مثلاً "قطاع یا پرکار متناسب" (Sictor)، "خطین اوتار" (Card)، "خطین مقسمہ دائرہ" (Poligun)، "خط عرض بلاد" (Latitude)، وغیرہ[۶۳]۔

یہ وہ دور ہے جب انگریزی اصطلاحات کے ترجمے کی طرف بہت کم توجہ دی گئی تھی۔ انگریزی اصطلاحات کو اردو میں استعمال کرنے کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ بعض لوگ اس سے اردو کے ذخیرہ الفاظ میں وسعت چاہتے تھے۔ اسی دور کی ایک کتاب نسخۂ کیمیا مطبوعہ ۱۸۸۴ء، دارالشفا، حیدر آباد کے مترجم منشی عبدالجلیل محمد پناہ لکھتے ہیں[۶۴]، "اس غرض سے کہ رفتہ رفتہ خود ہماری زبان میں رواج پائیں اور لغت کو وسعت ہو۔"

بیسویں صدی تک اردو میں مستعمل الفاظ کا قانونی لغت از شمس الدین خان

(۱۳۴۷ف /۱۹۳۶ء) حیدر آباد ہی میں ملتا ہے اسے شمس المطابع نے شائع کیا تھا۔ یہ اردو میں مستعمل قانونی الفاظ، مصادر اور اصطلاحات کی تشریح پر مبنی ہے۔ اسی دور میں محمد احمد خان برتر نے ایک قانونی لغت اعظم اللغات کے نام سے مرتب کیا، جسے مکتبہ ابراہیمیہ حیدر آباد دکن نے شائع کیا۔ ان قدیم اصطلاحات کی ذخیرہ بندی کا جائزہ نواب عزیز جنگ ولا کی مصطلحاتِ دکن (۱۹۰۴ء) کے حوالے سے ہم آغاز میں لے چکے ہیں۔ اس کے بعد غیر سرکاری سطح پر مہذب الغات کے مصنف مہذب لکھنوی کا لغت اصطلاحاتِ فن تعلیم [۴۵] ملتا ہے جو پاور پریس حیدر آباد دکن سے بیسویں صدی کے نصف اول میں کہیں شائع ہوا۔ اسی دور میں میر لطف علی عارف ابوالعلائی کی اصطلاحاتِ اسنادی پر مشتمل لغت فرہنگِ عثمانیہ، خورشید پریس حیدر آباد دکن سے ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۹ء میں شائع ہوا۔ موضوعاتی اسماء پر عبدالجلیل نعمانی کی اقسام العلوم کتب خانہ نعمانیہ کی طرف سے شائع ہوئی۔ ۴۸ صفحات پر علوم اور ان کی انواع و اقسام کے نام مع تعریفات دیے گئے ہیں۔ دفتر المسیح حیدر آباد دکن سے ادویات پر لغات کی ایک کثیر تعداد شائع ہوئی۔ مثلاً کتاب الادویہ (تکملہ اور ضمیمہ سمیت) اور لغاتِ طبیہ۔ یہ کتابیں حکیم کبیرالدین نے مرتب کی تھیں۔ اسی طرح سید عبدالرزاق کی برکاتِ عثمانیہ (۱۳۵۰ھ) وغیرہ جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ کتاب عمل امتحان از ڈاکٹر محمد عثمان (۱۹۲۶ء) کا اشاریہ بھی قابل توجہ ہے۔

۱۹۴۵ء میں سرکاری سطح پر نظامت جنگلات کی طرف سے ایک فرہنگ جنگلات، کی طباعت کا علم ہوتا ہے [۴۶] اور اسی دور میں (۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۵ء) مسعود علی محوی نے قانونی مصطلحات و توضیحات [۴۷] مرتب کیں، جنھیں آگے چل کر ان کے بیٹے رشید احمد صدیقی نے کشافِ اصطلاحاتِ قانون کے نام سے مرتب کیا اور مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے شائع کیا۔

جہاں تک اصطلاحات کے کتابی اشاریوں کا تعلق ہے، جامعہ عثمانیہ کے علاوہ عثمانیہ ٹریننگ کالج اور اعظم اسٹیم پریس کی کتابیں اس سلسلے میں قابل ذکر ہیں۔ ان اداروں کی بعض کتابوں میں بطور خاص فرہنگیں مرتب کر کے کتابوں کے ساتھ بطور ضمیمہ لگانے کا اہتمام کیا گیا۔ ایسی چند مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ سلسلہ تراجم عثمانیہ ٹریننگ کالج کے لیے مدارس ثانوی میں ریاضیات کی تدریس کے موضوع پر پروفیسر آربرکلے کی کتاب کا ترجمہ اسی کالج کے لیکچرر عبدالعزیز نے کیا، جسے اعظم اسٹیم پریس کی طرف سے ۱۳۴۶ف میں شائع کیا گیا۔ اس کے آخر میں دو صفحات پر تعلیمی اصطلاحات مرتب کی گئی ہیں۔ ان کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حیدر آباد کی عام روش سے ہٹ کر وضع کی گئی ہیں۔ مثلاً Laboratory Method کے لیے "طریقۂ معمل" کے ساتھ "عملی طریقہ"، Motivating کے لیے "ترغیب پیدا کرنا" Recitation کے لیے "سبق سننا"، Understanding کے لیے "سمجھنے کی باتیں" [۴۸] وغیرہ۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مترجم

نے طلبہ کو نفسِ مضمون سمجھانے کی طرف توجہ دی ہے اور محض مغلق اور مشکل اصطلاحیں استعمال کرنے سے گریز کیا ہے۔اسی کالج کے ایک اور پروفیسر ملک سردار علی کی کتاب تعلیماتی نفسیات ۱۳۴۹ف میں ٹریننگ کالج ہی سے شائع کی گئی۔ جس کے آخر میں دس صفحات میں اردو انگریزی اصطلاحات دی گئی ہیں۔ تمہید میں مصنف لکھتے ہیں کہ زیادہ تر اصطلاحات دارالترجمہ، جامعہ عثمانیہ کی منظورہ استعمال کی گئی ہیں[۹۹]۔ تاہم انھوں نے بعض نئی اصطلاحات بھی وضع کی ہیں جیسے "یاد دلاوے گر" (Mnemonic System)، "بھاگڑ" (Flight)، جیسے الفاظ مقامی انداز میں اور "کاغذ شکنی" (Paper Folding) جیسے غیر تفہیمی الفاظ کے ساتھ ساتھ Apperception کے لیے " اودراک" یعنی perception کے لیے "ادراک" پر ایک "دال" کا اضافہ کیا گیا ہے۔ مقدمہ میں مہدی یار جنگ اس کے بارے میں لکھتے ہیں[۱۰۰]:۔

" Perception ادراک کو کہتے ہیں، مگر اس لفظ میں دو حروف کا اضافہ کر کے Apperception کا لفظ بعض فیلسوفوں نے جو نئے معنی میں استعمال کیا ہے وہ Perception سے مختلف اور زیادہ جامع ہے۔ اس کے لیے ہمارے پاس کوئی اصطلاح نہیں تھی، مگر لفظ ادراک کی دال کو تشدید دے کر "اودراک" بنانے سے ایک طرح سے وہی بات حاصل ہو گئی ہے۔"

اعظم سٹیم پریس سے طبع ہونے والی ایک کتاب سید صمد جعفری کا ترجمہ مقصدِ زندگی (۱۳۶۸ھ) کے آخر میں اصطلاحات اور ادارہ ادبیات دکن کی ایک کتاب (جو اعظم اسٹیم پریس ہی سے شائع ہوئی) ہمارے پھول (۱۹۴۶ء) کے آخر میں پودوں کے نباتاتی ناموں کے ساتھ انگریزی اور ہندوستانی نام دیے گئے ہیں۔ مثلاً Rosa Dome scenar، Rose اور گلاب۔ اس میں تقریباً ڈیڑھ سو نباتات کے اردو نام مرتب ہو کر ہمارے سامنے آتے ہیں۔

۱۹۴۸ء میں مکتبہ ابراہیمیہ حیدر آباد دکن کی طرف سے محمد منیرالدین کی ایک کتاب مکمل ہندسۂ علمی شائع ہوئی، جس کے صفحات نمبر ۱۵۸ سے ۱۶۰ پر انگریزی اردو اصطلاحات مرتب کی گئی ہیں۔ مکتبہ ابراہیمیہ ہی کی ایک اور کتاب نفسیات تعلیمی از محمد عثمان ہے جس کے آخری دس صفحات پر انگریزی اردو اصطلاحات مرتب کی گئی ہیں۔ اسی طرح اس ادارے کی مبادیٔ نفسیات از شیخ عبدالحمید شوق کے آخر میں بھی اصطلاحات دی گئی ہیں۔

ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن ایک ایسا ادارہ ہے جس نے اصطلاحات نگاری کی طرف قدم اٹھایا تھا۔ مختلف کتابوں کے آخر میں اصطلاحی اشاریوں کے ساتھ ساتھ اردو انسائیکلوپیڈیا کی اشاعت کا بیڑا بھی اٹھایا گیا۔ اس پر کام ۱۹۴۱ء میں شروع ہوا۔ سقوطِ حیدر آباد کے باعث پہلی جلد کے صرف ۷۰ صفحات ڈاکٹر زور کی تمہید کے ساتھ شائع ہو سکے[۱۰۱]۔

اس میں اصطلاحی ضروریات کو بخوبی پورا کیا گیا تھا۔ اسی دور میں مدراس کے افسر صحت سید محمد غوث کی دو کتابیں طبی حشریات اور جرثومیات حیدر آباد دکن سے (۱۹۵۳ء میں) طبع ہوئیں۔ ان کے آخر میں بھی فرہنگ اصطلاحات مرتب کی گئیں ہیں۔ ان میں امتزاجی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ انگریزی الفاظ عام طور پر حیاتیاتی لاطینی ناموں میں اختیار کیے گئے ہیں[۱۲۷]۔

جنوبی ہندوستان میں حیدر آباد دکن نے اپنا کردار ادا کر دیا تو اس کی بازگشت پاکستان میں سنی گئی اور اس کے پیش نظر شمالی ہندوستان میں بھی اصطلاحات سازی کی طرف توجہ دی جانے لگی۔ چنانچہ پاکستان اور بھارت میں اصطلاحات سازی کے دبستان کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے جن میں کہیں کہیں ہمیں حیدر آباد دکن کے مزاج (عربیت، فارسیت) سے قدرے انحراف کی کوششیں بھی نظر آتی ہیں اور ان پر حیدر آبادی روح کا پرتو بھی دکھائی دیتا ہے۔

۴: ۱۴۔ بھارت میں اردو اصطلاحات سازی

آزادی سے پہلے شمالی ہندوستان میں دہلی، علی گڑھ اور الٰہ آباد اصطلاحات سازی کے اہم مراکز اور انجمن ترقی اردو، دارا لمصنفین، مسلم یونیورسٹی وغیرہ میں اردو اصطلاحات سازی کا کام دکھائی دیتا ہے لیکن آزادی کے بعد انجمن ترقی اردو کا زیادہ تر کام چونکہ کراچی مرکوز ہو چکا تھا، اس لیے دہلی اور علی گڑھ کی انجمنوں کا تذکرہ ہم پہلے ہی انجمن ترقی اردو کی ذیل میں کر چکے ہیں۔

بھارت کے دیگر اداروں میں ہمیں براہ راست اصطلاحات سازی کا کام ترقی اردو بیورو دہلی میں نظر آتا ہے یا پھر محض اصطلاحات نگاری کے حوالے سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، نیشنل اکادمی دہلی، ہندوستانی اکیڈیمی، الہ آباد، نیشنل پریس ٹرسٹ، دہلی اور نیشنل پریس ٹرسٹ، الہ آباد میں کہیں کہیں کچھ چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ مجموعی طور پر آزادی کے بعد بھارت میں اردو اصطلاحات سازی کا کام بہت کم ہوا۔ محض ترقی اردو بیورو کے آٹھ دس کتابچے اس علمی روایت کو آگے نہیں بڑھا سکتے، جسے حیدر آباد دکن میں جامعہ عثمانیہ اور انجمن ترقی اردو نے بام عروج تک پہنچا دیا تھا۔

الف۔ ترقی اردو بیورو، دہلی:

انجمن ترقی اردو ہند کے بعد بھارت کا دوسرا بڑا ادارہ ترقی اردو بیورو، نئی دہلی ہے۔ اس کا قیام ۱۹۶۹ء میں وزارت تعلیم ہند کے تحت ایک خود مختار ادارے کی حیثیت سے عمل میں آیا۔ پہلے وائس چیرمین پروفیسر محمد مجیب تھے، جن کی نگرانی میں اصطلاح سازی کا کام شروع ہوا[۱۲۸]۔ پروفیسر مسعود حسین خان، شہباز حسین، ابوالفیض سحر اور ڈاکٹر محمد یعقوب بھی اس سے وابستہ رہے۔ ڈاکٹر عصمت جاوید بھی اس ادارے کے ڈائریکٹر رہے۔ آج کل

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم ڈائریکٹر ہیں۔ بیورو نے بارہ کے قریب اصطلاحی مجموعے شائع کیے ہیں۔ جن میں سے دس باقاعدہ فرہنگیں ہیں۔ ان میں تعلیم اور ریاضی کی اصطلاحات کے مجموعے ۸۹-۱۹۸۸ء میں شائع ہوئے ہیں ۲۰؎۔ ڈاکٹر فہمیدہ بیگم نے ان کی ترتیب اشاعت یوں بیان کی ہے ۲۱؎۔ انسانیات (۱۹۸۱ء)، کیمیا (۱۹۸۳ء)، معاشیات (۱۹۸۳ء)، حیوانیات (۱۹۸۴ء)، نباتیات (۱۹۸۴ء)، ادبی اصطلاحات (۱۹۸۶ء)، لسانیات (۱۹۸۷ء)، ریاضیات (۱۹۸۹ء)، فلسفہ، نفسیات و تعلیم (۱۹۸۹ء)۔ ایک اور مجموعہ دراصل علو کتب خانہ کی کتاب میلول ڈیوی کی عشری درجہ بندی ہے جسے سید محمود حسن قیصر امروہوی نے ترجمہ کیا ہے، چونکہ یہ خالص علمی اصطلاحات کی کتاب ہے، اس لیے اسے اصطلاحات سازی میں شمار کر سکتے ہیں۔ نیز سیاسیات (۱۹۸۴ء) اور تاریخ و سیاسیات (۱۹۹۰ء) قابلِ ذکر ہیں۔

ترقی اردو بیورو کے یہ اصطلاحی مجموعے مجالس اصطلاحات نے مرتب کیے ہیں۔ دراصل بیورو نے اپنے قیام کے ابتدائی دور ہی میں ۱۸ کے قریب ایسی مجالس قائم کر دی تھیں ۲۲؎ اور انجمن اور جامعہ عثمانیہ کے کام اور اس طرح کے دیگر سرمائے سے استفادہ کرتے ہوئے کچھ اصول بھی وضع کیے، جن کا جائزہ ہم پہلے ہی لے چکے ہیں۔ بیورو نے یہ رہنما اصول اس لیے بھی وضع کیے کہ بھارت میں ہندی کو سرکاری زبان قرار دیا جا چکا تھا اور اردو پر ہندی کی رنگ آمیزی بڑھنے کا قوی امکان تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں بیورو کے اصولوں میں ہندی ماخذ کی طرف زیادہ رجحان ملتا ہے۔ اگرچہ عملی طور پر اس ماخذ سے زیادہ استفادہ نہ کیا جا سکا۔ تاہم بیورو کی اصطلاحات سازی میں اس ماخذ اور ہندی کے سرکاری زبان قرار دیے جانے کا اثر لازماً پڑا۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ معاشیات (۱۹۸۳ء) میں یہ فرق زیادہ نظر آتا ہے۔ اس فرہنگ کو مرتب کرنے کے لیے ادارے نے مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل کمیٹی مقرر کی۔ جس نے بیس اجلاسوں میں صوری اور معنوی دونوں پہلوؤں سے جائزہ لیا اور اصطلاحات کی معیار بندی کی ۲۳؎۔ پروفیسر علی محمد خسرو، پروفیسر اولاد احمد صدیقی (علی گڑھ)، نجات اللہ خان (علی گڑھ) پروفیسر رحمت علی (جامعہ ملیہ)، محمد خلیق (مرحوم)، محمد سلطان (جامعہ ملیہ)، وحیدالدین خان اور ایم سی سکینہ (فرخ آباد، کالج)، انور صدیقی (جامعہ ملیہ)، نسیم انصاری، پروفیسر عبدالقادر (جامعہ عثمانیہ)، ایم اے گیلانی (جامعہ عثمانیہ)، ڈاکٹر نجم الحسن (علی گڑھ) اور پروفیسر ڈی ڈی نرولا۔

اس کمیٹی کی ترکیب سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے معاشیات کے سات اساتذہ، مالیاتی اداروں کے تین ارکان، انگریزی کا ایک استاد اور جامعہ عثمانیہ کے دو افراد شامل کیے۔ چنانچہ جہاں ایک طرف ہندی آمیزی کا رجحان نظر آتا ہے، وہیں حیدر آبادی رجحانات کا اثر بھی واضح دکھائی دیتا ہے۔ سنسکرت سے البتہ بہت کم استفادہ کیا گیا ہے۔

اس مجموعے میں ساڑھے آٹھ ہزار اصطلاحیں ہیں۔ اکثر ایسی اصطلاحیں دیکھنے میں آتی ہیں جو امتزاجی نمونہ ظاہر کرتی ہیں جیسے "بڑھتی مدت پالیسی" (Incrcasing Terms Policy) یا "تقاربی نارمل پن" (Asymtotic Normality)۔ ان میں عربی، انگریزی، مقامی کا امتزاج ہے۔ سادہ اردو کے نمونے بھی دکھائی دیتے ہیں جیسے "بڑھتی لاگت" "بڑھتا حاصل" اور ہندی کے ساتھ امتزاج بھی جیسے "تلازم ساج" "معاشی آدرش"۔ اسم سے فعل بنانے کے لیے انھیں مجرد کی بجائے مصدری صورت میں وضع کیا گیا ہے جیسے Capitalisation کے لیے "املیانا"۔ بعض انگریزی اصطلاحوں کے ترجمے کیے جا سکتے تھے لیکن نہیں کیے گئے جیسے "سیمپلنگ" (Sampling) اور اس کے مشتقات یا "پرمٹ" (Permit)۔ مشتقات کی صورت میں انگریزی اردو کا امتزاج بھی دکھائی دیتا ہے جو بادی النظر میں مضحکہ خیز ہے جیسے "سیمپل سازی" (Sampling)۔

امتزاجی رجحان کی یہ صورت **فرہنگ اصطلاحاتِ انسانیات** میں بھی نظر آتی ہے۔ اس کی ترکیبی کمیٹی میں شعبہ سماجیات کے تین، سماجی اداروں کے دو اور حیدر آباد دکن سے دو افراد لیے گئے ہیں۔ یہ کمیٹی مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل تھی[۴۸]:۔

"پروفیسر ایس سی دوبے (جامعہ جموں)، ڈاکٹر اوبرائے (جامعہ دہلی)، پروفیسر ضیاالدین احمد (جامعہ پٹنہ)، ڈاکٹر مسز فاطمہ شجاعت (حیدر آباد)، ڈاکٹر عبدالقادر عمادی (حیدر آباد)، ڈاکٹر ایم کے صدیقی (کلکتہ)۔"

اس لغت میں ہندی، سنسکرت سے اصطلاحیں بہت کم وضع ہوئی ہیں۔ "پرکھا پوجا" جیسی مثالوں سے یہ رجحان سامنے نہیں آتا، البتہ امتزاجی تراکیب خاصی ہیں جیسے "ابلونی سیپ" (Abalone Shell) "ایونی بانسری" (Aonian Flute) یا "ٹوٹمی گروہ" (Totem Group) وغیرہ۔

سائنسی اصطلاحات میں عربی فارسی پر انحصار بڑھ گیا ہے۔ تاہم انگریزی سے امتزاجی اصطلاحات یہاں بھی ملتی ہیں، **فرہنگ اصطلاحاتِ کیمیا** (۱۹۸۳ء) ایسی ہی ایک کوشش ہے۔ اس میں ساڑھے پانچ ہزار اصطلاحات ہیں۔ اس کی کمیٹی میں جامعہ عثمانیہ سے صرف ایک رکن ڈاکٹر خلیق الرحمان کو شامل کیا گیا۔ باقی افراد علی گڑھ سے لیے گئے، جن کے نام یہ ہیں[۴۹]:۔

"ڈاکٹر اخلاق الرحمان قدوائی، پروفیسر انتصار حسین، پروفیسر وسیع الرحمان، سید آفتاب احمد زیدی، ڈاکٹر نور اسلام، عبدالماجد صدیقی، ڈاکٹر صلاح الدین، نصیر احمد اور ڈاکٹر سید افتخار علی۔"

ان میں سے آٹھ افراد شعبہ کیمیا سے ہیں اور دو حیاتیاتی کیمیٹری سے لیے گئے ہیں۔ اصطلاحات میں عربی، فارسی رجحان زیادہ نظر آتا ہے۔ البتہ کہیں کہیں امتزاجی تراکیب بھی ملتی ہیں جیسے "کیٹالیزپیا" (Catalase Meter) یا کرومک لوہا (Chromic Iron)۔ عناصر

اور مرکبات کے نام انگریزی سے بجنسہٖ لیے گئے ہیں۔ البتہ Acid کو "ترشہ" اور Base کو "اساس" قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح بعض مرکبات مثلاً Acid Oxide کے لیے "ترشی آکسائڈ" اپنی امتزاجی دھن میں مضحکہ خیز بن گئے ہیں۔ تعاملات کے لیے اردو کے خالص الفاظ "چپکاؤ"، "تیراؤ"، "دکھاؤ"، "ٹھہراؤ" وغیرہ لیے گئے ہیں اور اسماء سے مصادر "ترشانا" (Acidulate)، "عاملانا" (Activate)، "بھرانا" (Buffering) بنائے گئے ہیں۔

یہ امتزاجی رجحان ہمیں فرہنگِ اصطلاحاتِ علمِ حیوانیات (۱۹۸۴ء) میں نظر نہیں آتا۔ اس مجموعے میں پانچ ہزار سے زاید اصطلاحات ہیں اور اس کی کمیٹی کے زیادہ تر ارکان حیدر آباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ کمیٹی مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل تھی:۵۰

"پروفیسر ایس ایم علی، پروفیسر ایس این سنگھ، پروفیسر مسعود عالم، جناب ڈی بہادر، ڈاکٹر ایس ایس قادری۔"

اس کمیٹی نے عربی، فارسی پر زیادہ انحصار کیا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ ایک ہی مترادف اصطلاح دی جائے۔ اردو اضافت (کا، کی، کے) کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔ انگریزی سے امتزاجی اصطلاحیں نہیں بنائی گئیں البتہ فارسی اور مقامی اور ہندی امتزاج سے اصطلاحیں ملتی ہیں۔ جیسے "جھنجھناسانپ" (Rattle Snake)، "چشم ڈنڈی" (Eye Stalk)، "شظی کھانچہ" (Fibular Notch)، "تھیلی مایہ" (Cryphtoplasm) اور "لب دنتی" (Labeodental) وغیرہ۔

فرہنگ اصطلاحاتِ نباتیات ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔ اس میں ہمیں وہی امتزاجی رجحان نظر آتا ہے جو اکثر اوقات مضحک صورت اختیار کر جاتا ہے۔ اس کی کمیٹی میں۵۱ پروفیسر ایم آر سکسینہ، پروفیسر جعفر نظام، پروفیسر ایف این خان اور پروفیسر اے آر ظفر حیدر آباد سے تعلق رکھتے ہیں جب کہ پروفیسر وی پوری میرٹھ اور جناب شاہ علی گلبرگہ سے تعلق رکھتے ہیں اور بیورو کے ڈاکٹر محمد یعقوب اردو کے حوالے سے اس کے رکن ہیں۔ جہاں Chromosome کا ترجمہ "لون جسم" کیا جاتا ہے، وہیں Acrosome کا "راس اکرو سوم" (Acro کا مطلب ہی راس ہے)۔ Agglutinogen کا ترجمہ "اگلوائی نوجن" ہی کو لے لیا گیا ہے۔ Allogamy کے لیے "دگرزواجیت" اور Allogenic کے لیے "الوجنی" کا لفظ لیا گیا۔ اکثر اوقات دو یا دو سے زاید متبادلات جمع کر دیے گئے ہیں جو معیار بندی کے خلاف ہے۔ مثلاً "جوف ثمردار" اور "ثمروہنی"، "بوند یا پوست پارہ"، "انڈوسپرم" اور "ورپروفیسر" اور "درون بیجک"، "جین بدلائی" یا "جینی تبادلہ"۔ انگریزی سے امتزاج کے ساتھ مثال کے طور پر ٹیلوسنٹرک لونیہ (Autosomal) قابل ذکر ہیں، بعض عمدہ ترجمے بھی سامنے آئے ہیں جیسے "کلیانا" (Budding)، "ہم غالب" (Codominant) وغیرہ۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ ادبیات، ۱۹۸۳ء میں طبع ہوئی۔ یہ کام صرف پروفیسر کلیم الدین احمد کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ اسے ایک فرد کی کوشش قرار دیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے

ادبی تنقید کی اصطلاحات کا کشاف تحریر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ۲۰۶ صفحات میں چار ہزار اصطلاحات کا اندراج ہے۔ ابتداء میں ان کا خیال تھا کہ صرف انگریزی ادبی اصطلاحات کے اردو تراجم دیے جائیں مگر بعد ازاں مغربی ادب کی اکثر اصطلاحات کو شامل کر لیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مثالیں اور تشریحات بھی درج کر دی گئی ہیں۔ بقول پروفیسر کلیم الدین احمد: "ہر نقاد اپنے اپنے طور پر ان اصطلاحات کا ترجمہ کر لیتا ہے"[۸۲]۔ چنانچہ ان اصطلاحات کی معیار بندی ضروری ہو گئی تھی لیکن فرہنگ کا جائزہ لینے کے بعد ہم معیار بندی نام کی کوئی شے کم اور تشریحات کا ترجمہ زیادہ دیکھتے ہیں۔ یعنی اصطلاحی مترادفات کی بجائے مفہوم دیا گیا ہے اور اگر کہیں اصطلاح دی بھی گئی ہے تو ان میں سے بیشتر طوالت کا شکار ہیں۔ جیسے Autochthonous کے لیے "آزاد' غیر متعلق خیالات" یا Litotes کے لیے "طنز آمیز ملائم فقرے"' Ideal Spectator کے لیے "بہترین دیکھنے والا"' Epilogue "تقریر کا آخری حصہ" طوالت کی مثالیں ہیں۔ بعض مترادفات مناسب نہیں مثلاً Philology کے لیے "لسانیات" اور Linguistics کے لیے "زبانوں کا سائنس" یا Lineation کے لیے نظم کے حوالے سے "سطور کشی" نامناسب ہے۔ تاہم جہاں تک مفہوم تک رسائی اور وضاحتی تشریحات کا تعلق ہے' پروفیسر صاحب اسے بہ آسانی اردو میں لے آئے ہیں۔ مثلاً Amphibrach کی تشریح میں لکھتے ہیں[۸۳]:۔

"وزن کا وہ سہ ہجائی رکن جس میں دو چھوٹی ہجاؤں کے درمیان ایک بڑی ہجا ہوتی ہے یا ایسا رکن جس میں دو بے تاکید ہجاؤں کے درمیان ایک تاکید دار ہجا ہوتی ہے۔"

اگرچہ اسے ہم اردو میں انگریزی کے حوالے سے ادبی تنقیدی اصطلاحات کا پہلا لغت قرار دے سکتے ہیں' لیکن یہ صرف مغربی ادبیات کے حوالے سے مرتب ہوا۔ ظاہر ہے کسی انگریزی لغت کا ترجمہ ہے۔ مقتدرہ کے کشاف تنقیدی اصطلاحات کے برعکس مقامی اور اردو ادبیات کے حوالے سے اس میں کچھ شامل نہیں کیا گیا۔

جہاں تک اصطلاحات سازی کے اسلوب کا تعلق ہے اور جن انگریزی اصطلاحات کے ترجمے اصطلاحی طور پر درج کیے گئے ہیں' ان میں اردویت کا احساس ہوتا ہے' جس میں بیورو کی مخصوص امتزاجی مضحک صورت حال نہیں پائی جاتی۔ "زٹل قافیہ"' "مختصر طربیہ"' "غیر مسلک قوافی"' "ناگوار تکرار"' "زوداعتقادی"' "انگیزش"' "لفظی فسوں گری"' "منفیت"' "نغمہ شبینہ"' "سہ رکنی سطر"' "بیش تلافی"' "ہجو قبیح"' "متحد النوع" جیسی اصطلاحات کی ترکیب میں ہمیں عربی' فارسی عناصر ایک توازن کے ساتھ نظر آتے ہیں۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ لسانیات ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔ اس سے پہلے حمیداللہ خان یوسف زئی (۱۹۲۸ء) ڈاکٹر گیان چند (۱۹۶۲ء)' عتیق صدیقی (۱۹۷۷ء) اور ڈاکٹر عصمت جاوید (۱۹۸۵ء) کی کوششیں ہمارے سامنے ہیں' جن کا آگے چل کر جائزہ لیا گیا ہے۔ اس فرہنگ کی کمیٹی کے صدر پروفیسر مسعود حسین خان تھے' اراکین میں پروفیسر عبدالعظیم (علی گڑھ)'

پروفیسر گوپی چند نارنگ (دہلی)، پروفیسر عبدالستار دلوی (بمبئی)، پروفیسر عتیق احمد صدیقی (علی گڑھ)، پروفیسر گیان چند جین (حیدر آباد)، ڈاکٹر خلیق انجم (انجمن ترقی اردو ہند)، ڈاکٹر عبدالغفار شکیل (علی گڑھ)، ڈاکٹر محمد ذاکر (جامعہ ملیہ) اور ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ (علی گڑھ) شامل تھے۔ پروفیسر مسعود حسین تعارف میں لکھتے ہیں[۸۴]:۔

"نئے تصورات کے لیے نئی مصطلحات وضع کرنا پڑتی ہیں۔ ایسا کرتے وقت روایت کا دامن چھوڑے بغیر جدت اور ندرت سے کام لیا گیا ہے۔ مجلس نے اپنی وضع کردہ اصطلاحات پر بار بار نظر ڈالی ہے اور وضع اصطلاحات علمیہ کے ان تمام آداب کو ملحوظ رکھا ہے، جو اردو کو ورثے میں ملے ہیں۔"

تقابلی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ عتیق صدیقی اور عصمت جاوید کی اصطلاحات کو ان میں سمو دیا گیا ہے۔ مثلاً Ablation کے لیے "فاصلیت" اور Ablaut کے لیے "ابلاؤٹ" ان کے ہاں ملتا ہے۔ Phoneme کے لیے انھوں نے "فونیم" اور "صوتیہ" لکھا ہے۔ ۲۱۲ صفحات میں تقریباً چھ ہزار اصطلاحات کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ اردو میں لسانیات کی یہ اصطلاحات سازی کی پہلی کوشش تو نہیں لیکن گیان چند (۱۹۶۲ء) اور ڈاکٹر شوکت سبزواری کے اشاریے (۱۹۶۶ء) کے بعد یہ پہلا مبسوط لغت ضرور قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ کمیٹی میں ہندی اور سنسکرت کا رجحان رکھنے والے افراد شامل ہیں، لیکن مجموعی طور پر ان اصطلاحات میں ہمیں یہ رجحان یا بیورو کا عمومی امتزاجی رجحان نظر نہیں آتا۔ البتہ فارسی انداز ترکیب کو زیادہ استعمال کیا گیا ہے جیسے "نقص شناسی" "امر مجہول" "ترکیب صرفی" "توضیحی قواعد" "دندانی صفیریہ" "بنیاد تقابل" "لفظ استقراض" وغیرہ۔

بعض اصطلاحات کے لیے طویل اردو مترادفات وضع ہوئے ہیں۔ مثلاً Paratactic کے لیے "متعلق بہ فقرہ بے عطف" Paroxytone کے لیے "ماقبل موثر تاکید لفظ" Ethmoidal Air Cell کے لیے "ناک کی ہڈی کا ہوائی خلا" Morphoseme کے لیے "صرف معنوی امتزاج" وغیرہ۔ بعض نئی اصطلاحات کو بھی اردو کے دامن میں شامل کیا گیا ہے مثلاً اسماء سے بعض نئے مصادر بھی وضع ہوئے ہیں جیسے حنجریانا (Laryngealization)، اسمیانا (Nominalization) وغیرہ۔ لیکن ان کی مجرد کی بجائے محض مصدری صورتوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

'فرہنگِ اصطلاحاتِ ریاضیات' (۱۹۸۹ء) کی کمیٹی میں حیدر آباد سے پروفیسر افضال احمد، ڈاکٹر محفوظ علی صدیقی، ڈاکٹر ضیاالدین انصاری، علی گڑھ سے شبیر احمد خان غوری، پروفیسر اظہار حسین، ڈاکٹر مرتضیٰ علی قادری اور بیورو سے ڈاکٹر محمد یعقوب عامر شامل ہیں۔ یہ لغت اعلیٰ ثانوی سطح کے لیے مرتب کی گئی ہے، اس لیے اس میں ڈیڑھ ہزار کے قریب اصطلاحیں ہیں۔ اصطلاحات سازی میں عربی، فارسی تراکیب ہی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ہندی ماخذ کہیں نظر نہیں آتا، اس لیے اسے بیورو کے مقاصد سے ہم آہنگ نہیں سمجھا جا سکتا۔

فرہنگِ سیاسیات دراصل معلوماتی انسائیکلوپیڈیا ہے جسے محمد محمود فیض اور حسن علی جعفری نے مرتب کیا ہے۔ یہ ۱۹۸۴ء میں ۲۷۴ صفحات پر شائع ہوا۔ اس میں سات سو کے قریب اصطلاحات دی گئی ہیں۔ چند امتزاجی اصطلاحات بھی نظر آتی ہیں جیسے "استراتیجی ہتھیار""ایجی ٹیشن شورش" وغیرہ۔ مرتبین نے اسے پہلا معیاری لغت قرار دیا ہے[۸۵]۔ لیکن یہ کچھ مبالغہ ہے۔ یہ کتاب اصطلاحی طور پر لغت اصطلاحات کی صف میں شامل نہیں۔

فرہنگِ اصطلاحات فلسفہ، نفسیات اور تعلیم ۱۹۸۸ء میں طبع ہوئی۔ اس کی مجلس کی صدارت ڈاکٹر سید عابد حسین نے کی، جبکہ فلسفہ و عمومی موضوعات کے حوالے سے پروفیسر سید حسن (پٹنہ)، ظفر احمد صدیقی (علی گڑھ)، ڈاکٹر عشرت حسین (علی گڑھ)، ڈاکٹر سلطان علی شیدا (کانپور)، ڈاکٹر عالم اخوند میری (حیدر آباد)، ڈاکٹر مشکور سید (علی گڑھ) اور ڈاکٹر وحید اختر (علی گڑھ) شامل کیے گئے جبکہ علم التعلیم کے حوالے سے ڈاکٹر سلامت اللہ (دہلی)، ڈاکٹر باقر مہدی (دہلی)، پروفیسر ساجدہ زیدی (علی گڑھ)، عبداللہ ولی بخش قادری (دہلی) اور معین الدین (دہلی) شامل کیے گئے۔ اس میں نو ہزار سے زائد اصطلاحات ہیں، جو متذکرہ کے لغت سے کم ہیں۔ تقابلی بحث چوتھے باب میں کی گئی ہے۔

فرہنگ اصطلاحاتِ تاریخ و سیاسیات (۱۹۹۰ء) کی مجلس میں دہلی سے پروفیسر رشید الدین خان، پروفیسر ایم ایس اگوانی، پروفیسر زیڈ ایچ فاروقی، جناب ایم این مینانی، بھوپال سے پروفیسر اے بی لال، علی گڑھ سے پروفیسر کے اے نیازی، ڈاکٹر ایف عثمانی، پروفیسر ایس اے ایچ حقی، جناب ایم اے سلیم خان، الہ آباد سے پروفیسر بی پی سکسینہ اور حیدر آباد سے جناب احسان علی مرزا شامل کیے گئے ہیں۔ اس میں کل آٹھ ہزار اصطلاحیں ہیں جو اتنے وسیع مضامین کے حوالے سے بہت کم ہیں۔ البتہ بعض اصطلاحات کے نئے اور موزوں مترادفات کے حوالے سے یہ لغت اہم ہے۔

انفرادی کوششوں میں قیصر امروہوی کا ترجمہ عشری درجہ بندی قابل ذکر ہے جو مارچ ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا۔ اس میں عربی و فارسی پر زیاہ انحصار کیا گیا ہے کیونکہ مترجم کے نزدیک اردو کا مزاج ہندی کے برعکس اور سنسکرت کی بجائے عربی، فارسی کے زیادہ نزدیک ہے[۸۶]۔ مزید تقابلی بحث چوتھے باب میں کی گئی ہے۔

اصطلاحی مجموعوں کے علاوہ بیورو کی طرف سے بعض کتابوں کے اصطلاحی اشاریے بھی قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے بعض اپنے موضوع پر اصطلاحات سازی کی پہلی کاوش ہیں (مثلاً لسانیات میں) اس قسم کے بائیس اشاریے ہمارے سامنے ہیں[۸۷]۔

لسانیات کے موضع پر ایسی پہلی کوششیں حمید اللہ خان یوسف زئی (۱۹۲۸ء مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے بعد ڈاکٹر گیان چند نے اپنے مضمون "اردو میں صوتیاتی اصطلاحیں" مطبوعہ **قومی زبان** جنوری ۱۹۶۲ء میں کی ہیں، جس میں معنویات اور کثرت تعبیر کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے، تاہم بھارت میں اصطلاحات نگاری کی پہلی کوششیں عتیق احمد صدیقی کی ہیں جو انھوں نے چٹرجی کی کتاب ہند آریائی اور ہندی اور ایچ اے گلیسن کی

کتاب توضیحی لسانیات کا ترجمہ کرتے ہوئے انجام دی- دوسری کتاب کے صفحہ ۵۴۹ سے ۵۸۹ تک چالیس صفحات میں تیرہ سو سے زائد لسانیاتی اصطلاحات وضع کی گئی ہیں- شروع میں پانچ سو کے قریب زبانوں کے نام اور اردو ترجمہ دیا گیا ہے- بعد میں لسانیات اور قواعد صرف و نحو کی اصطلاحیں دی گئی ہیں- ان میں سے بیشتر پہلی بار اردو میں وضع ہوئیں- مثلاً بند صفیری (Affricated)، تعلیقیہ (Affix)، ہکاری (Aspirated)، لہجہ (Accent)، شمولی (Inclusive)، دہرامصوتہ (Diphthong) وغیرہ- لیکن انھوں نے مارفیم (Morpheme) اور فونیم (Phoneme) کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ انھیں بجنسہ اردو میں استعمال کیا ہے- چٹرجی کی کتاب ہند آریائی اور ہندی کے ترجمے میں انھوں نے زبانوں، قوموں اور قبیلوں کے تین سو کے قریب ناموں کا اردو ترجمہ دیا ہے- یہ کتاب ۱۹۷۷ء میں پہلی بار نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا، دہلی کی طرف سے شائع کی گئی تھی- بعد ازاں ترقی اردو بیورو دہلی سے اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا-

قواعد اور لسانیات کی اصطلاحات سازی کا دوسرا کام ڈاکٹر عصمت جاوید کا ہے جو انھوں نے اپنی کتاب نئی اردو قواعد (۱۹۸۵ء) میں انجام دیا ہے- اس کے صفحے ۲۹۴ سے صفحہ نمبر ۳۱۱ تک اردو، انگریزی اور ۳۱۲ سے ۳۲۴ تک انگریزی، اردو اصطلاحات درج کی گئی ہیں- اس کتاب کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے اردو قواعد میں بعض نئے تصورات روشناس کرائے ہیں- چنانچہ ان کے لیے اصطلاحات بھی وضع کی ہیں- مثلاً انھوں نے فونیم کے لیے "صوتیہ" اور مارفیم کے لیے "صرفیہ" کے الفاظ استعمال کیے ہیں- اسی طرح انھوں نے "مطلق موقف" (Absolute Position)، "فاصلی" (Ablative)، "نسبی" (Datire)، "متصل" (conjunctive)، "مدلول" (Referent)، "تھپک وار" (Flapped) "مداخلی" (Intrusive) جیسی نئی اصطلاحات دی ہیں- تاہم وہ بھی بعض انگریزی اصطلاحوں کو بجنسہ لینے پر مجبور ہیں- جیسے وینکوور، فنش، وگوتسی وغیرہ- ان کے ہاں طویل مرکبات بھی ملتے ہیں جیسے "غیر امدادی مفرد اثر" اور "مرکب نما غیر امدادی" وغیرہ-

عتیق صدیقی اور عصمت جاوید کے ہاں ایک بات مشترک ہے کہ انھوں نے بیورو کے عام امتزاجی رویے کو نہیں اپنایا اور نہ ہندی اور سنسکرت کے ماخذوں سے استفادہ کیا ہے، البتہ عربی اور کہیں زیادہ فارسی ترکیبی انداز اپنایا ہے- یہ انداز ہمیں محمد مجیب کی تاریخ فلسفۂ سیاسیات اور عابد حسین کی تاریخ فلسفۂ اسلام میں بھی ملتا ہے- ظاہر ہے یہ کتابیں طبع نو ہیں، البتہ شکیل احمد نے ہماری غذا میں امتزاجی طریق کو اپنایا ہے- مثلاً "محفوظ دالو"، "پروٹین استعداد تناسب"-

ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی کی یورپ کے عظیم سیاسی مفکرین (۱۹۷۷ء) میں بھی عربی، فارسی اصطلاحات ہی ملتی ہیں لیکن نفسیاتِ جنوں (۱۹۷۸ء) میں بعض انگریزی اصطلاحیں جیسے "ایگو" اور "لبائڈو" کو بجنسہ لیا گیا ہے- اس کتاب کا یہ دوسرا ترجمہ ہے- اس سے

پہلے جامعہ عثمانیہ میں ایک ترجمہ ہو چکا ہے۔ رہبر اخبار نویسی از سید اقبال قادر (۱۹۸۹ء)
میں عربی، فارسی الفاظ ہی دیے گئے ہیں۔ اس میں اصطلاحی اشاریے کے علاوہ اخبارات میں
استعمال ہونے والی اصطلاحات کے لیے ایک باب بھی دیا گیا ہے لیکن سوائے قدیم اخباری
اصطلاحوں مثلاً سرخی، چوکھٹا وغیرہ کے تمام جدید اصطلاحیں انگریزی ہی میں بجنسہ دی گئی ہیں
جس سے اصطلاحات سازی کی کوئی خدمت نہیں ہوتی، تاہم پوری کتاب میں آنے والی
اصطلاحات میں تراجم موجود ہیں، جنھیں اشاریے میں دیا گیا ہے۔

ترقی اردو بیورو کے چند مزید اشاریے بھی قابل ذکر ہیں۔ حکیم سید صفی الدین کی
یونانی ادویہ مفردہ اور حکیم محمد مستان کی **علم الادویہ** کا جائزہ تاریخی جائزے کے
ابتدائی حصے یعنی دسویں باب میں لیا جا چکا ہے۔ ریاضی پر مبنی کتابوں میں بھی عربی، فارسی
سے گریز نہیں ملتا۔ البتہ **برقی توانائی** از انجم اقبال میں امتزاجی دھن میں بعض مضحکہ خیز
اصطلاحات وضع ہوئی ہیں، جیسے "جلنا آتش" (Combustion) "چنیدہ پرت" (Selective Film)، "آپسی ترغیب" (Mutual Induction)، "حرحرکیاتی سائیکل" (Thermodynamic Cycle)، "چپچپاں پن" (viscosity)۔ ڈاکٹر عبدالرشید انصاری نے بھی
راست اور متبادل کرنٹ میں ایسی ہی اصطلاحات وضع کی ہیں جیسے "ارضی انڈیکیٹر" (Earth Indicator)، "استمرار گردشہ" (Moment of Inertia)، "پرکھ چارج" (Test Charge)، "تاپ ضریبہ" (Temperature Coefficient)، "سائن لہر" (Sine Wave)، "بھنور کرنٹ" (Eddy Current) وغیرہ۔

دیگر مترجمین کے ہاں ہمیں عربی، فارسی رجحان کی حامل متداول اصطلاحات کے
استعمال کا علم ہوتا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی کے ہاں بھی مندرجہ بالا امتزاجی یا ہندی،
سنسکرت آمیزی کا رجحان نہیں ملتا۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ ترقی اردو بیورو نے
ہندی سنسکرت ماخذوں سے استفادے کا راستہ کھلا رکھا ہے لیکن عملاً اس طرف بہت کم
توجہ دی گئی ہے بلکہ انفرادی توجہ عنقا ہے، تاہم ایک امتزاجی رجحان ضرور سامنے آتا ہے جو
بادی النظر میں رواں اور قاعدہ کے مطابق نہیں ہے لیکن اصطلاحات سازی کا ایک نئی
سمت میں قدم ضرور کہلا سکتا ہے۔

ب۔ دیگر اداروں کی خدمات:

شمالی ہند کے دیگر بہت سے اداروں نے بھی اصطلاحات سازی میں اپنا کردار ادا کیا
ہے۔ ان میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ہندوستانی اکیڈمی الٰہ آباد، نیشنل پریس الٰہ آباد،
دار المصنفین اعظم گڑھ، نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا دہلی، نیشنل اکاڈمی دہلی اور سکریٹریٹ کے علاوہ
کئی نجی اشاعتی ادارے بھی شامل ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر کی خدمات آزادی سے پہلے کی
ہیں اور سوائے نیشنل اکاڈمی دہلی اور بیت الابصار علی گڑھ کے کسی نے بھی مجموعہ
اصطلاحات شائع نہیں کیا۔ اس لیے ہم ان کی خدمات اصطلاحات سازی زیادہ سے زیادہ

اصطلاحات نگاری کی ذیل میں شامل کر سکتے ہیں۔ تاہم بہت سے مصنفین اپنے طور پر ترجمہ کرتے رہتے ہیں، جس کی بناء پر متعدد اصطلاحیں وجود میں آ جاتی ہیں، اگرچہ ۱۹۶۱ء میں کمیشن برائے سائنسی، تکنیکی اصطلاحات قائم کیا گیا، جس کے ذمے ہندی اور دوسری زبانوں میں اصطلاحی فرہنگیں تیار کرنے کا کام تھا اور کوٹھاری ایجوکیشن کمیشن (۶۶-۱۹۶۴ء) نے بھی ہندوستان کی زبانوں کو یونیورسٹی سطح پر ذریعہ تعلیم بنانے کی سفارش کی اور ۱۹۶۸ء میں ہر ریاست کو اس مقصد کے لیے رقم بھی مہیا کی گئی لیکن اردو کے لیے عملاً کوئی کام نہیں ہو سکا[۴۸]۔

نیشنل اکادمی دہلی کی طرف سے ۱۹۶۸ء میں **سیاسی اصطلاحوں کی فرہنگ** کے نام سے ایک مجموعہ اصطلاحات شائع کیا گیا۔ یہ مورس کرانسٹن کی ڈکشنری کا ترجمہ ہے، جسے گوپال متل نے انجام دیا۔ ۱۲۵ صفحات میں کوئی پانچ ہزار اصطلاحات کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

اردو جمالیات کی اصطلاحیں وضع کرنے کا پہلا کام پاکستان کے ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے اپنی تصانیف میں کیا۔ ایسی کتابوں سے تحریک پا کر مارچ ۱۹۸۷ء میں ڈاکٹر محمد انصار اللہ صاحب نے **اصطلاحاتِ جمالیات** میں ان اصطلاحوں کو یکجا کرنے اور ان کی توضیح کرنے کا کام شروع کیا۔ اس میں عمومی کتب کے علاوہ مقتدرہ کی شائع کردہ **کشافِ تنقیدی اصطلاحات**، **اصطلاحاتِ ڈراما**، **تعلیمی اصطلاحات** اور اردو لغت بورڈ کراچی کے **لغت** سے بھی مدد لی گئی[۴۹]۔ لیکن جامعہ کراچی کی **فرہنگِ اصطلاحاتِ فلسفہ** شاید ان کی نظر سے نہیں گزری۔ اصطلاحات اردو ترتیب سے مرتب کی گئی ہیں۔ کہیں کہیں ان کے آگے انگریزی مترادف بھی دیا گیا ہے۔ لیکن انگریزی اشاریہ مفقود ہے۔ اردو کی تقریباً تین سو مستعمل اصطلاحوں کا مفہوم اس میں بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی کتابوں کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔ اسے اصطلاحات نگاری کی ذیل میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

دیگر اداروں کے اصطلاحی اشاریے قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے دارالمصنفین اعظم گڑھ کی کتابیں **مکالمات برکلے** (۱۹۱۹ء)، از عبدالماجد دریا بادی اور **افکارِ عصریہ** از چارلس آر گبسن، ترجمہ: محمد نصیر احمد عثمانی کے اصطلاحی اشاریوں میں متداول اصطلاحات ہی کو استعمال کیا گیا ہے۔ اس پر قاضی عبدالودود نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا[۵۰]:

> "بعض اصطلاحات بہت اچھی ہیں مثلاً "زمین ا-نیکٹ" کے لیے "زمین منظر"،"میڈیم" کے لیے "واسطہ"،"ایٹم" کے لیے "جوہر" لیکن بعض اصطلاحات سے غلط معنی پیدا ہوتے ہیں "ارورا" کا ترجمہ شفق نہیں ہو سکتا۔ بیٹری کو "مورچہ" کہنا مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے "فیلڈ" کا ترجمہ "میدان" مناسب نہیں معلوم ہوتا۔"

اس سلسلے میں انھوں نے آرزو جلیلی کے ترجمہ برائے فیلڈ "فضا" کو موزوں قرار دیا۔ اسی طرح "بیٹری" کو بیٹری ہی پسند کرتے ہیں کیونکہ الیکٹرک بیٹری کو مورچہ نہیں کہا جا

سکتا۔ لڑائی کا مورچہ جس کو انگریزی کی فوجی اصطلاح میں بیٹری کہتے ہیں، برقی بیٹری سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ ان کے نزدیک مترجم نے "الیکٹرو میگنیٹک" کے لیے "برقاطیسی" ترجمہ کیا ہے، جو "برقی مقناطیسی" کی ترخیم ہے، اسے وہ موزوں اور آسان لفظ قرار دیتے ہیں[۱۹]۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے تحفۂ سائنس از فیروزالدین مراد (۱۹۲۱ء)، محمد الیاس برنی کی علم المعیشت (۱۹۲۷ء) اور لسان و مطالعۂ لسان (۱۹۲۸ء) از وٹنے ترجمہ: حمیداللہ خان یوسف زئی کے آخر میں بھی اصطلاحات شائع کی ہیں۔ الیاس برنی کے سادہ اور امتزاجی اسلوب کا جائزہ ہم پہلے ہی لے چکے ہیں۔ البتہ علی گڑھ سے شائع ہونے والی رہنمائے فوٹو گرافی از محمد ابراہیم اس لیے قابل ذکر ہے کہ یہ عکاسی سے متعلق اصطلاحات کو مرتب کرنے کی پہلی کوشش ہے جو مطبع فیض عام سے شائع ہوئی۔ اس کے صفحات ۱۴۹ سے ۱۷۵ تک چھ سو کے قریب اصطلاحات کی فرہنگ دی گئی ہے۔ اسی طرح مکتبہ جامعہ اسلامیہ دہلی کی طرف سے سپرینگر کی کتاب نفسیاتِ عنفوانِ شباب کا ترجمہ از سید عابد حسین قابل ذکر ہے۔ جس کے صفحات ۳۵۹ تا ۴۰۸ پر اصطلاحات کی فہرست دی گئی ہے۔ ڈاکٹر سید عابد حسین نے جامعہ عثمانیہ کے لیے بھی تراجم (مثلاً مبادی عمرانیات) کیے تھے جن کا جائزہ ہم لے چکے ہیں۔ نفسیاتِ عنفوانِ شباب میں ان کی عربی فارسی آمیز اصطلاحات سازی عروج پر ہے۔ طویل مرکب اصطلاحیں قابل ذکر ہیں مثلاً "جنسی معکوسیت" "ابدی جوہر انو ثیت" "نفسی تغیر ترکیبی" وغیرہ۔ بعض اصطلاحیں ایسی ہیں جو آگے چل کر رواج نہ پا سکیں مثلاً Realism کے لیے "واقعہ بنی" Idealism کے لیے "کمال بنی" وغیرہ۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس اور مسلم یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۸۵ء میں لسانیات کے بنیادی اصول از ڈاکٹر اقتدار حسین بھی شائع ہوئی۔ اس کے صفحات ۲۶۴ تا ۲۶۸ میں انگریزی اردو اصطلاحات کے اشاریے دیے گئے ہیں۔ اس میں زیادہ تر عتیق صدیقی کی اصطلاحات کی بازگشت ملتی ہے تاہم بعض ترکیبیں مثلاً "بازتراشی" (Recutting) اور "خوشہ دری" (Anaptyxis) قابل ذکر ہیں۔

ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کی کتابیں تاریخ فلسفۂ سیاسیات (۱۹۳۶ء)، نظام شمسی (۱۹۳۸ء)، عالم حیوانی (۱۹۳۲ء) اور ابتدائی علم الحیات (۱۹۳۵ء) کے اصطلاحی اشاریے بھی قابل ذکر ہیں۔ پہلی کتاب ترقی اردو بیورو نے دوبارہ طبع کی۔

ترقی اردو بیورو کے علاوہ نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا، نئی دہلی کی کتابوں میں استعمال ہونے والی اصطلاحات اور اصطلاحی اشاریے بھی ہماری توجہ اپنی طرف مبذول کراتے ہیں۔ سماجی اصطلاحات کے حوالے سے کنور محمد اشرف کی کتاب ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں (۱۹۷۴ء) قابل ذکر ہے، جس کا ترجمہ قمرالدین نے کیا ہے۔ ان میں "ٹھیک گھڑی" اور "چھتر" کے علاوہ مقامی یا ہندی ماخذ کا استعمال نہیں ملتا۔ یہی رجحان ہمیں حساب اور

الجبرا (۱۹۷۸ء) اور تکملی احصاء از شانتی نارائن (ترجمہ: سید ممتاز علی) ۱۹۷۹ء کی اصطلاحات میں ملتا ہے' البتہ طبیعیات کے بنیادی تصور از آرتھر بیزر/ ترجمہ: احمد وکیل جعفری (۱۹۷۵ء) میں امتزاجی رجحان سامنے آتا ہے۔ مثلاً سلیس پیمانہ (Scale و Celsius)' کاسمک شعاعیں (Cosmic Rays)' برقی کرنٹ (Electric Current)' ایٹمی سپیکٹرن (Atomic Spectra)۔
پاک بھارت کے ۸۶۰۰ پرندوں کے سائنسی اور مقامی ناموں کا علم ہمیں سالم علی (۱۸۹۶ء - ۱۹۸۷ء) اور ڈیلن ریپلے کی کتاب مطبوعہ نئی دہلی ۱۹۸۳ء سے ملتا ہے۔
The compact Handbook of the Birds = O.U.P 2nd ed.1989.

لسانی اصطلاحات کا ایک ذخیرہ ہمیں ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ کی اردو میں لسانی تشکیل (علی گڑھ ۱۹۹۰ء) کے آخری صفحات میں مرتب صورت میں مل جاتا ہے۔ لیکن اس میں انھوں نے کسی جودتِ طبع کا اظہار نہیں کیا۔

مجموعی طور پر بھارت کے دیگر اداروں میں بھی ہمیں عربی' فارسی ماخذوں ہی سے استفادے کا رجحان ملتا ہے۔ خاص طور پر اگر کہیں ہندی' سنسکرت یا انگریزی سے امتزاج کے بعد اصطلاحات وضع کرنے کی کوشش کی گئی تو پھریا تو اسے قبولیت نہیں مل سکی یا اس کی صورت مضحکہ خیز بنائی گئی۔ البتہ لسانیات اور ادبیات کے میدان میں بھارتی اداروں کی خدمات قابل توجہ ہیں۔ ضمنی طور پر لائبریری سائنس میں سے کیٹلاگنگ کی اصطلاحات ایک مجموعے میں ملتی ہیں' جس میں ۱۳ ہندوستانی زبانوں میں مترادفات دیے گئے ہیں' جن میں اردو بھی شامل ہے۔ یہ فرہنگ بنیادی طور پر نیشنل لائبریری کلکتہ کے شعبہ زبان نے جنوری ۱۹۷۱ء میں تیار کی اور بعد ازاں "گلاسری آف کیٹلاگنگ ٹرمز" کے نام سے انڈین ایسوسی ایشن سپیشل لائبریرز اینڈ انفارمیشن سینٹرز' کلکتہ نے ۱۹۷۵ء میں شائع کی[۹۲]۔
حال ہی میں غالب اکیڈمی نئی دہلی نے کمیشن برائے سائنسی و تکنیکی اصطلاحات کے حوالے سے گلاسری آف سائنٹیفک ٹرمز (Glossary of Scientific Terms) شائع کی ہے جو دس بھارتی اور آٹھ غیر ملکی زبانوں میں اصطلاحات کے مترادفات پیش کرتی ہے۔ ان میں ایک اردو بھی ہے۔ کل چھ ہزار اصطلاحوں کے مترادفات پیش کیے گئے ہیں لیکن ستم یہ ہے کہ تمام مترادفات رومن حروف میں دیے گئے ہیں جس سے استعمال کا مقصد فوت ہو جاتا ہے کیونکہ قدرے صوتیاتی اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ مؤلفین نے دعویٰ کیا ہے کہ انھوں نے اصطلاحی تصور کے قریب ترین یعنی قریب المفہوم اصطلاح پیش کی ہے۔ لیکن ان کے ایک ہی صفحے کے جائزے سے بہ آسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں مثلاً Absorptance کے لیے وہ "جذبی قدر" اور Ability کے لیے "قابلیت" کے ساتھ ساتھ "استعداد" بھی دیتے ہیں جو Aptitude کا صحیح ترجمہ ہے[۹۳]۔
ان تمام کوششوں کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بھارت میں اردو اصطلاحات

سازی کا مستقبل مخدوش اور استعمال عملاً" محدود ہے' اس لیے اردو اصطلاحات سازی کا بار زیادہ تر پاکستان میں کی جانے والی کوششوں پر آن پڑا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ بحوالہ: سید ہاشمی فرید آبادی' پنجاہ سالہ تاریخ انجمن ترقی اردو' کراچی (۱۹۵۳ء)' ص ص: ۱۱ تا ۱۳۔

۲۔ ایضاً" ص ص: ۱۴ تا ۱۹ و ۲۰۔

۳۔ ایضاً" ص ص: ۹۲'۹۵'۱۹۶'۲۱۶۔

۴۔ ایضاً" ص: ۲۳۳۔

۵۔ ابو سلمان شاہجہانپوری' ادارے' مجلّہ' **علم و آگہی**' خصوصی شمارہ' ۷۴-۱۹۷۳ء' کراچی' گورنمنٹ نیشنل کالج' ص: ۲۳۶۔

۶۔ ایوب صابر' پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے' اسلام آباد (۱۹۸۵ء)' ص: ۵۔

۷۔ سید ہاشمی فرید آبادی' محولہ بالا' ص: ۱۹۔

۸۔ محولہ بالا' ص: ۲۷۱۔

۹۔ ایضاً" ص: ۲۳۔

۱۰۔ دیکھیے: ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری' الہلال کی تحریک اصطلاح سازی' **اخبارِ اردو**' ستمبر ۱۹۹۱ء' ص ص: ۴۵ تا ۴۸۔

۱۱۔ مقتدرہ قومی زبان' ہیئت حاکمہ کی رودادیں' اسلام آباد (۱۹۸۷ء)' ص: ۴۹۔

۱۲۔ انجمن ترقی اردو' فرہنگ اصطلاحات علمیہ' اورنگ آباد' دکن' (۱۹۲۵ء)' ص: ۳۔

۱۳۔ ایضاً" ص ص: ۳ تا ۴۔

۱۴۔ بشیر احمد' اصطلاحوں کی بناوٹ اور ان کا ترجمہ' **ہماری زبان**' دہلی' ۲۲ جولائی ۱۹۹۰ء' ص: ۱۔

۱۵۔ انجمن ترقی اردو' فرہنگِ اصطلاحاتِ کیمیا (کراچی)' ۱۹۵۳ء' دیباچہ از مولوی عبدالحق' ص ص: IV تا VI۔

۱۶۔ محمد احمد سبزواری' اصطلاحاتِ عمرانیات' **اخبارِ اردو**' اسلام آباد' نومبر ۱۹۹۲ء' ص: ۱۳۔

۱۷۔ فلکیات' کراچی' ۱۹۴۹ء' ص ص: ۱ تا ۳۔

۱۸۔ ابرار حسین قادری' اصطلاحاتِ جغرافیہ' کراچی' ص: ۶۸۔

۱۹۔ انجمن ترقی اردو' فرہنگِ اصطلاحاتِ بنکاری' کراچی (۱۹۵۱ء)' ص: XI۔

۲۰۔ مرزا محمد رشید' سیر افلاک' کراچی (۱۹۵۳ء)' ص: ۲۲۱۔

۲۱- مارٹن ڈیوڈسن' مہ وانجم' کراچی (۱۹۶۱ء)' حرف اول' ص: ۷-
۲۲- محمد احمد حامی' ابتدائی جرا ثیمیات' کراچی (۱۹۵۲ء)' ص: ۸۰-
۲۳- ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری' اردو اصطلاحات سازی (کتابیات)' دیباچہ' ص: ۹-
۲۴- ڈاکٹر مصطفےٰ کمال' حیدر آباد میں اردو کی ترقی (۱۹۹۰ء)' ص ص: ۲۶۵ تا ۲۶۶-
۲۵- ڈاکٹر رضی الدین صدیقی' جامعہ عثمانیہ' کراچی (۱۹۸۴ء)' ص: ۲۳-
۲۶- ڈاکٹر مجیب الاسلام' دارالترجمہ عثمانیہ کی علمی ادبی خدمات' دہلی (۱۹۸۷ء)' ص: ۳۶-
۲۷- ڈاکٹر سید مصطفےٰ کمال' محولہ بالا' ص: ۲۶۹-
۲۸- ڈاکٹر رضی الدین صدیقی' محولہ بالا' ص: ۲۵-
۲۹- مولوی محمد عبدالرحمان خان' رسالہ طبیعیاتِ عملی' جلد اول' حیدر آباد دکن' ۱۹۳۰ء'
مقدمہ از مولوی عبدالحق' ص: ۷-
۳۰- محولہ بالا' ص ص: ۲۵'۲۶-
۳۱- ڈاکٹر مجیب الاسلام' محولہ بالا' ص: ۱۵۹-
۳۱- ڈاکٹراحمد حسین' دارالترجمہ عثمانیہ کی خدمات (مقالہ برائے پی ایچ ڈی) غیر مطبوعہ بحوالہ
ڈاکٹر مجیب الاسلام' محولہ بالا' ص: ۱۹۸-
۳۳- ڈاکٹر محمد شکیل خان' محولہ بالا' ص: ۲۲۰-
۳۴- مجید بیدار' اردو ۱۹۷۹ء (یادگاری مجلّہ)' ص: ۲۲۵-
۳۵- میر حسن' اردو زبان میں وضعِ اصطلاحات کے مسائل' مشمولہ' ترجمہ کا فن اور
روایت' ص: ۲۱۶-
۳۶- ڈاکٹر امیر عارفی' دارالترجمہ عثمانیہ' مشمولہ ترجمہ کا فن اور روایت'
ص ص: ۳۴۰'۳۴۱-
۳۷- ڈاکٹر گوپی چند نارنگ' اصطلاحات سازی' مجلّہ' غالب کراچی' جنوری' مارچ ۱۹۵۶ء-
۳۸- ڈاکٹر مجیب الاسلام' محولہ بالا' ص: ۱۸۹-
۳۹- ڈاکٹر عارفی' محولہ بالا' ص: ۳۴۱-
۴۰- ڈاکٹر سید مصطفےٰ کمال' محولہ بالا' ص ص: ۲۷۰ تا ۲۷۳-
۴۱- ڈاکٹر رضی الدین صدیقی' محولہ بالا' ص: ۲۶-
۴۲- مولوی عبدالرحمان خان' محولہ بالا' مقدمہ از مولوی عبدالحق' ص: ۸-
۴۳- جامعہ عثمانیہ' مجموعۂ اصطلاحات' حیدر آباد (۱۹۳۶ء)' دیباچہ-
۴۴- مملکت حیدر آباد: ایک علمی ادبی اور ثقافتی تذکرہ' ص: ۱۹۲-
۴۵- مولوی عبدالحق' اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ' ص ص: ۵۲'۵۳-
۴۶- مقتدرہ قومی زبان' سالانہ رپورٹ ۸۹-۱۹۸۸ء' اسلام آباد' ۱۹۹۰ء' ص ص: ۱۶'۱۷-
۴۷- ڈاکٹر جمیل جالبی' فرہنگِ اصطلاحاتِ جامعہ عثمانیہ' اسلام آباد' ۱۹۹۱ء' دیباچہ ص: ۵-

۴۸۔ بحوالہ: **اخبارِ اردو** اسلام آباد' اردو اصطلاحات سازی نمبر' ستمبر ۱۹۹۱ء۔

۴۹۔ بحوالہ: ڈاکٹر مجیب الاسلام' محولہ بالا' ص ص: ۱۹۰ تا ۱۹۶۔

۵۰۔ بحوالہ: ۱۔ ول ڈوران' **حکایتِ فلسفہ**' ترجمہ: مولوی احسان احمد (۱۹۴۲ء)

۲۔ کلیمنٹ سی جے ویب' **تاریخ فلسفہ**' ترجمہ: مولوی احسان احمد (۱۹۲۹ء)

۳۔ موسیورینان' **ابنِ رشد و فلسفہ ابنِ رشد**' ترجمہ: مولوی معشوق حسین (۱۹۲۹ء)۔

۴۔ ایچ ڈبلیو بی جوزف' **مفتاح المنطق**' ترجمہ: مولوی مرزا محمد ہادی لکھنوی (بی اے) (۱۹۲۳ء)۔

۵۔ مولوی محمد حسین' **منطق**' مرتبہ: مولوی عبدالماجد دریا بادی (۱۹۱۹ء)۔

۶۔ جان ایس میکنزی' **علمِ اخلاق**' ترجمہ: مولوی عبدالباری ندوی' (۱۹۲۳ء)۔

۷۔ جیمس رولینڈ اینجل' **اصولِ نفسیات**' ترجمہ: مولوی معتضد ولی الرحمان (۱۹۲۷ء)۔

۸۔ جے ایف اسٹورٹ' **مبادیٔ علم النفس**' ترجمہ: مولوی مرزا محمد ہادی لکھنوی (بی اے) (۱۹۲۲ء)۔

۹۔ برنارڈ ہارٹ' **نفسیاتِ جنون**' ترجمہ: مولوی احسان احمد' (۱۹۴۵ء)۔

۱۰۔ ولیم میکڈوگل' **نفسیاتِ عضوی**' ترجمہ: مولوی معتضد ولی الرحمان (۱۹۲۷ء)

۵۱۔ بحوالہ:

۱۔ فرینک ڈبلیو بلیک مار' **مبادی عمرانیات**' ترجمہ: ڈاکٹر سید عابد حسین (۱۹۳۲ء)۔

۲۔ فریڈرک آسٹن روک' **حکومت ہائے یورپ**' ترجمہ: قاضی تلمذ حسین (۱۹۳۲ء)۔

۳۔ مسز فشر' **تاریخ انگلستان**' ترجمہ: مولوی ظفر علی خان/مولوی سید علی رضا (۱۹۲۳ء)۔

۴۔ بیوری' **تاریخ یونان**' ترجمہ: سید ہاشمی فرید آبادی (۱۹۱۹ء)۔

۵۔ اڈورڈ جنکس' **تاریخ سیاسیات**' ترجمہ: مولوی محمد عبدالقوی فانی (۱۹۲۵ء)۔

۶۔ اسٹیفن لیکاک' **علم السیاست**' ترجمہ: قاضی تلمذ حسین (۱۹۲۴ء)۔

۷۔ محمد الیاس برنی' **اصولِ معاشیات**' (۱۹۳۵ء)۔

۸۔ ڈبلیو ٹاسک ہنری' **اصولِ معاشیات**' جلد دوم' ترجمہ: مولوی رشید احمد (۱۹۳۸ء)۔

۹۔ جان اسٹوارٹ مل' **افادیت**' ترجمہ: مولوی معتضد ولی الرحمان (۱۹۲۸ء)۔

۱۰۔ ڈبلیو ایچ مورلینڈ' **مقدمۂ معاشیات**' محمد الیاس برنی (۱۹۲۳ء)۔

۱۱۔ پرمتھ ناتھ بنرجی' **معاشیاتِ ہند**' ترجمہ: محمد الیاس برنی (۱۹۲۴ء)۔

۱۲- جی بی جتھارام' معاشیاتِ ہند' (جلد اول)' مولوی رشید احمد (۱۹۴۰ء)-

۵۲- بحوالہ:

۱- ایف سی مانیگو' تاریخ دستورِ انگلستان' ترجمہ: مولوی سید علی رضا' (۱۹۱۹ء)-

۲- اے ایم چیمبرز' تاریخ دستورِ انگلستان' ترجمہ: مولوی سید علی رضا' (۱۹۲۲ء)-

۳- جارج برٹن اڈمس' تاریخِ دستورِ انگلستان' ترجمہ: مولوی عبدالمجید صدیقی' (۱۹۳۸ء)-

۴- ڈبلیو اے ایم بسٹ' اصولِ قانونِ شہادت' (جلد دوم) ترجمہ: مولوی میر سیادت علی خان' (۱۹۴۴ء)-

۵۳- بحوالہ: ۱- جارج ڈبلیوپارکر' علمِ ہیئت' ترجمہ: محمد نذیرالدین' جلد اول' (۱۹۳۹ء)' جلد دوم' (۱۹۴۰ء)-

۲- سر رابرٹ بال' علمِ ہیئتِ کروی' ترجمہ: محمد نذیر الدین' جلد اول (۱۹۳۹ء)' جلد دوم (۱۹۴۰ء)-

۵۴- بحوالہ: ۱- گریگوری اور ہمز' طبیعیات' ترجمہ: چودھری برکت علی' حصہ اول' (۱۹۱۹ء)' حصہ دوم' (۱۹۲۰ء)-

۲- جے ڈ نکن اور سٹارلنگ' طبیعیات (حرکت) ترجمہ: مولوی محمد نصیراحمد عثمانی' (۱۹۲۸ء)-

" " " (نور) مولوی عبدالرحمان خان (۱۹۲۱ء)-

" " " (برق) " " " ۱۹۲۸ء-

" " " (آواز) " " " ۱۹۲۱ء-

" " " (حرارت) سید عبدالجلیل و مولوی عبدالرحمان' (۱۹۳۰ء)-

" " " (مقناطیسیت) مولوی عبدالرحمان خان' (۱۹۲۴ء)-

" " " (حرکت) محمد نصیر احمد' (۱۹۲۸ء)-

۳- گریگوری اینڈ ہیڈلے' طبیعیات (چھ حصے) ترجمہ: چودھری برکت علی' (۱۹۲۱ء)-

۴- ایلن ومور' طبیعیاتِ عملی' (دو حصے) ترجمہ: مولوی محمد عبدالرحمان' ۱۹۲۱ء-

۵- ایلن و مور' عملی طبیعیات' مولوی وحید الرحمان' (۱۹۳۱ء)-

۶- آرتھر شوسٹر اورلیز' رسالہ طبیعیاتِ عملی (تین حصے) مولوی عبدالرحمان' (۱۹۲۵ء)-

۷- آر اے ہوسٹن' ہندسی مناظر' مرتبنے راؤ' (۱۹۴۵ء)-

۵۵- گریگوری اینڈ ہڈلے' طبیعیات (برق)' حصہ ششم' ترجمہ: چودھری برکت علی' ۱۹۲۱ء ص: ۳۹۲-

۵۶- بحوالہ: ۱- گریگوری اینڈ ہمز' کیمیا' ترجمہ: چودھری برکت علی' طبع رابع'

(۱۹۳۶ء)۔

۲۔ بیلی اینڈ باسر' کیمیا (تین حصے)' ترجمہ: چودھری برکت علی' (۱۹۲۳ء)۔

۳۔ سر جیمز واکر' طبیعی کیمیا' ترجمہ: شیخ فیروز الدین مراد' مولوی عبدالرحمان خان' (۱۹۳۴ء)۔

۴۔ الگزینڈر سمتھ' غیر نامیاتی کیمیا' ترجمہ: چودھری برکت علی' (۱۹۳۸ء)۔

۵۔ آرایم کیون و لینڈر' غیر نامیاتی کیمیا' ترجمہ: مولوی محمود احمد خان' (۱۹۴۸ء)۔

۶۔ جے بی کوہن' نامیاتی کیمیا' ترجمہ: سردار بلدیو سنگھ' (۱۹۲۸ء)۔

۷۔ جے بی کوہن' نامیاتی کیمیا کی درسی کتاب' (دو جلدیں)' ترجمہ: خواجہ حبیب حسن' (۱۹۴۹ء)۔

۸۔ جے بی کوہن' عملی نامیاتی کیمیا' ترجمہ: مولوی حاکم علی/مولوی محمد عبدالرحمان' (۱۹۳۱ء)۔

۹۔ جیمز بروس' عملی کیمیا' ترجمہ: چودھری برکت علی' (۱۹۲۵ء)۔

۵۷۔ بحوالہ: ۱۔ بیلی برٹن' کیمیائی فعلیات' ترجمہ: ڈاکٹر مفتی شاہ نواز/کرنل فرحت علی' (۱۹۳۵ء)۔

۲۔ بیلی برٹن' فعلیات وحیاتی کیمیا' (تین جلدیں)' جلد اول' ترجمہ: ڈاکٹر محمد عثمان' (۱۹۴۵ء)۔

جلد دوم' ترجمہ: ڈاکٹر غلام دستگیر' (۱۹۴۶ء) جلد سوم' ترجمہ: ڈاکٹر محمد حسین' (۱۹۴۵ء)۔

۳۔ ڈبلیو اے بین' شیفر کی تجربی فعلیات' ترجمہ: ڈاکٹر محمد عثمان (۱۹۴۱ء)۔

۵۸۔ بحوالہ: ۱۔ لوسن' مبادی نباتیات (دو جلدیں)' ترجمہ: مولوی محمد سعیدالدین/ڈاکٹر محمد عثمان' (۱۹۴۲ء)۔

۲۔ رائے بہادر کے رنگا چاری' عملی نباتیات' ترجمہ: مولوی محمد عبدالباری' (۱۹۳۸ء)۔

۳۔ ڈاکٹر حاجی حیدر علی خان' مبادی جینیات' (۱۹۳۹ء)۔

۴۔ بولٹن' عمل طب' (چار حصے) ترجمہ: ڈاکٹر محمد عثمان' ڈاکٹر غلام دستگیر' نظر ثانی: ڈاکٹر محمد حسین' طبع پانزدہم (۱۹۴۵ء)۔

۵۔ کننگھم' پریکٹیکل اناٹمی' (تشریح عملی) جلد اول' ڈاکٹر فضل کریم/میجر فرحت علی' (۱۹۳۲ء)' جلد دوم ڈاکٹر مفتی شاہ نواز/کرنل فرحت علی' (۱۹۳۴ء)۔

۶۔ فریڈرک ٹریوز بیرونٹ' جراحی اطلاقی تشریح' ترجمہ: ڈاکٹر غلام دستگیر' (۱۹۳۷ء)۔

۷۔ ایڈورڈ شارپی شیفر' ہسٹالوجی' نسیجیات' ڈاکٹر محمد عثمان/میجر فرحت علی'

(۱۹۳۱ء)۔

۸۔ سرکامنز برکلے، فیربیرن، کلفورڈ وغیرہ، علم الولادت، ترجمہ: ڈاکٹر محمد حسین، ۱۹۳۹ء۔

۹۔ ٹی وائس ایڈن و دیگر، علمِ امراض النساء (دو جلدیں)، ترجمہ: ڈاکٹر غلام دستگیر، (۱۹۴۵ء)۔

۱۰۔ اے و کلاڈورتھ، امراضِ چشم (دو جلدیں)، ترجمہ: ڈاکٹر خورشید حسین/ڈاکٹر محمد عثمان، جلد اول (۱۹۴۰ء) جلد دوم (۱۹۴۱ء)۔

۱۱۔ جے ڈ کسن مان، طبِ قانونی اور سمومیات (دو جلدیں)، ترجمہ: ڈاکٹر محمد حسین، (۱۹۳۷ء)۔

۱۲۔ بی این گھوش، علمِ افعال الادویہ (علم الادویہ اور علم العلاج) ترجمہ: ڈاکٹر محمد حسین، ڈاکٹر غلام دستگیر، (۱۹۴۸ء)۔

۵۹۔ بحوالہ: ۱۔ مولوی محمد عبدالرحمان خان، نصاب ذیلی ریاضی، (۱۹۴۳ء)۔

۲۔ قاضی محمد حسین، جبرو مقابلہ (دو حصے) طبع چہارم، (۱۹۴۸ء)۔

۳۔ برنسائڈ، پیاٹن، مساواتوں کا نظریہ (دو حصے) ترجمہ: محمد نذیرالدین، اول (۱۹۳۴ء)، دوم (۱۹۳۶ء)۔

۴۔ ایڈورڈ، تفرقی مساواتیں، ترجمہ: قاضی محمد حسین، (۱۹۲۳ء)۔

۵۔ پیاجو، تفرقی مساواتیں، ترجمہ: محمد نذیرالدین، (۱۹۳۴ء)۔

۶۔ قاضی محمد حسین، ترسیمات و مساوات، (۱۹۳۳ء)۔

۷۔ جے تیرتھ ساستورکر، ملتف متغیر کے تفاعل، (۱۹۴۷ء)۔

۸۔ جارج اے گبسن، احصاء کا ابتدائی رسالہ (دو حصے)، ترجمہ: قاضی محمد حسین، (۱۹۲۶ء)

۹۔ ہوریس لیب، صغاری احصاء، قاضی محمد حسین، کشن چند، (۱۹۲۹ء)۔

۱۰۔ ہال اینڈ سٹیونز، علمِ ہندسہ (پانچ حصے) ترجمہ: قاضی محمد حسین، (۱۹۴۰ء)۔

۱۱۔ ا۔سکوتھ، علمِ ہندسۂ نظری، ترجمہ: محمد نذیرالدین، (۱۹۳۷ء)۔

۱۲۔ گریس، روزنبرگ، ہندسۂ تحلیلی، ترجمہ: قاضی محمد حسین (۱۹۲۲ء)۔

۱۳۔ لونی، علمِ مثلث مستوی، ترجمہ: قاضی محمد حسین، (۱۹۴۴ء)۔

۱۴۔ ہابسن، علمِ مثلث مستوی، ترجمہ: محمد نذیرالدین، (۱۹۳۶ء)۔

۱۵۔ لونی، علمِ مثلث تحلیلی، (دو حصے) ترجمہ: مولوی شیخ برکت علی (۱۹۲۲ء)۔

۱۶۔ ٹاڈہنٹر، لیتھم، علم مثلث کروی، ترجمہ: محمد نذیرالدین، (۱۹۳۲ء)۔

۱۷۔ کوک شوٹ، والٹرز، ہندسی مخروطات، ترجمہ: قاضی محمد حسین، (۱۹۲۰ء)۔

۱۸۔ چارلس اسمتھ، مخروطی تراشیں، ترجمہ: محمد نذیرالدین، (۱۹۴۱ء)۔

۱۹- ہال اینڈ اسٹیونز' ہندسۂ مجسمات' ترجمہ: قاضی محمد حسین' طبع ثانی' (۱۹۴۳ء)-
۲۰- انسائین پیٹرک' تقدمہ کی مثالیں' ترجمہ: مولوی محمود حسین' (۱۹۴۵ء)-
۶۰- بحوالہ: ۱- جینس' نظری علم الحیل' ترجمہ: محمد نذیرالدین' (۱۹۳۸ء)-
۲- لونی' سکونیات' ترجمہ: خان فضل محمد خان' (۱۹۱۹ء)-
۳- بیسنٹ' رمزے' ماسکونیات' ترجمہ: محمد نذیرالدین' (۱۹۳۱ء)-
۴- لونی' سکونیات اعلیٰ' ترجمہ: مولوی شیخ برکت علی' (۱۹۳۲ء)-
۵- لونی' سکون سیالات' ترجمہ: خان فضل محمد حسین' (۱۹۲۱ء)-
۶- لونی' علم حرکت' ترجمہ: خان فضل محمد خان' (۱۹۲۰ء)-
۷- ہوریس لیمب' حرکیات' ترجمہ: محمد نذیرالدین' (۱۹۴۷ء)-
۸- پیراپوانٹ' مساحت (تین حصے) ترجمہ: مولوی عزیزالرحمان' (۱۹۲۹ء)-
۹- آرتھرمارلے' مضبوطی اشیا (دو حصے)' مولوی ضیاالدین انصاری' حصہ اول (۱۹۳۹ء)' حصہ دوم (۱۹۴۱ء)-
۱۰- ایوارٹ اینڈ ریوز' تعمیروں کا نظریہ اور تجویز' (دو حصے)' مولوی ضیاالدین انصاری' (۱۹۳۸ء)-
۱۱- آسکر فیر' بووی' محکم کنکریٹ کی تجویز (دو حصے)' ترجمہ: مولوی ضیاالدین انصاری' (۱۹۳۶ء)-
۱۲- ای ایل رجیڈ' فلزیات' ترجمہ: محمد عبداللہ حسن' (۱۹۴۱ء)-
۱۳- گومان' انجینری کارخانے کے چالیس عملی سبق' ترجمہ: سید دلدار حسین' (۱۹۳۰ء)- طبع دوم (۱۹۴۸ء)-
۱۴- گومان' حفظانی انجینری کارہائے موریات و مسیلیات' دو جلدیں' ترجمہ: مرزا محمد احمد' (۱۹۳۲ء)-
۱۵- گومان' حفظانی انجینری (آبپاشی) ترجمہ: مرزا محمد احمد' (۱۹۳۴ء)-
۱۶- حرارتی انجنوں کا نظریہ = ولیم انچلے/ ترجمہ: مرزا مہدی علی خان'(۱۹۴۸ء)-
۶۱- جمیل نقوی' جامعہ عثمانیہ کی نثری اصطلاحیں' اخبار اردو' اسلام آباد' مارچ ۱۹۹۱ء-
۶۲- مملکت حیدر آباد' ایک علمی و ادبی اور ثقافتی تذکرہ' عرض مرتب' ص ص: ش' ت-
۶۳- خواجہ حمیدالدین شاہد' اردو میں سائنسی ادب' ص: ۲۲۶-
۶۴- ایضاً" ص: ۲۳۳-
۶۵- مملکت حیدر آباد' ص: ۲۰۱-
۶۶- ایضاً" ص: ۵۱۵-
۶۷- ایضاً" ص: ۵۴۴-
۶۸- آربرٹلے' مدارسِ ثانوی میں ریاضیات کی تدریس' ترجمہ: عبدالعزیز' حیدر آباد دکن

(۱۳۴۶ف)' ص ص: ۳۶۹' ۳۷۰-
۶۹- ملک سردار علی' تعلیماتی نفسیات' حیدر آباد دکن' (۱۳۴۹ف)' ص: ۵-
۷۰- ایضاً" مقدمہ' ص ص: ب' ج-
۷۱- ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری' ادارے' ص: ۲۴۱-
۷۲- بحوالہ: ۱- ڈاکٹر سید محمد غوث' جرثومیات' دفتر المسیح' حیدر آباد دکن' ۱۹۵۳ء-
۲- " " ، طبی حشریات' تاج پریس' حیدر آباد دکن' ۱۹۵۳ء-
۷۳- ترقی اردو بیورو' فرہنگ اصطلاحات انسانیات' نئی دہلی (۱۹۸۱ء)' بحوالہ "پیش لفظ"-
۷۴- ہفت روزہ' ہماری زبان' دہلی: انجمن ترقی اردو ہند' ۲۲ جولائی ۱۹۸۹ء' جلد: ۴۸ شمارہ: ۲۸'
ص: ۵-
۷۵- ڈاکٹر نمیدہ بیگم' ہندوستان میں اردو کا فروغ' سہ ماہی فکرو تحقیق' جولائی تا ستمبر
۱۹۸۹ء' نئی دہلی ترقی اردو بیورو' ص: ۴۱-
۷۶- ترقی اردو بیورو' فرہنگِ اصطلاحات معاشیات' دہلی (۱۹۷۳ء) پیش لفظ: ص: الف-
۷۷- ایضاً" پیش لفظ' ص: ب-
۷۸- ترقی اردو بیورو' فرہنگِ اصطلاحات انسانیات' نئی دہلی' (اکتوبر ۱۹۸۱ء)' پیش لفظ-
۷۹- ترقی اردو بیورو' فرہنگِ اصطلاحات کیمیا' نئی دہلی (۱۹۸۳ء)-
۸۰- ترقی اردو بیورو' فرہنگِ اصطلاحات علم حیوانیات' نئی دہلی (۱۹۸۴ء)-
۸۱- ترقی اردو بیورو' فرہنگِ اصطلاحات نباتیات' نئی دہلی (۱۹۸۶ء)' پیش لفظ' ص: ۱۰-
۸۲- کلیم الدین احمد' فرہنگِ ادبی اصطلاحات' نئی دہلی (۱۹۸۳ء)' ص: پیش لفظ-
۸۳- ایضاً" ص: ۹- اصل انگریزی متن و-بسٹر ڈکشنری کے حوالے سے یہ ہے:

"a metrical foot of three syllables, the middle one long, the first and last short, or the middle syllable accented and the first and last unaccented,"-

۸۴- ترقی اردو بیورو' فرہنگِ اصطلاحات لسانیات' نئی دہلی' (۱۹۸۷ء)' تعارف' ص: ۱۱-
۸۵- محمد محمود فیض' حسن علی جعفری' فرہنگ سیاسیات' نئی دہلی (۱۹۸۴ء) "عرض مرتبین"-
۸۶- میلول ڈیوی' عشری درجہ بندی' نئی دہلی (۱۹۸۵ء)' عرض مترجم' ص: ۱۲-
۸۷- بحوالہ:
۱- ایچ اے گلیسن' توضیحی لسانیات' ترجمہ: عتیق احمد صدیقی (۱۹۷۹ء)-
۲- سنیتی کمار چٹرجی' ہند آریائی اور ہندی' ترجمہ: عتیق احمد صدیقی' (۱۹۸۳ء)-
(طبع اول ۱۹۷۷ء)-
۳- عصمت جاوید' نئی اردو قواعد' (۱۹۸۵ء)-
۴- محمد مجیب' تاریخ فلسفہ سیاسیات' (۱۹۸۲ء)- (طبع اول الہ آباد: ہندوستانی

اکیڈمی، ۱۹۳۶ء)۔

۵- ث ج دوبوئر، تاریخ فلسفہ اسلام، ترجمہ: سید عابد حسین، (جنوری ۱۹۸۳ء)۔

۶- شکیل احمد، ہماری غذا (۱۹۸۲ء)۔

۷- حسین فاروقی، تیمارداری (۱۹۸۹ء)۔

۸- حکیم سید صفی الدین، یونانی ادویہ مصروہ (۱۹۸۶ء)۔

۹- حکیم محمد مستان، علم الادویہ (۱۹۸۵ء)۔

۱۰- محمد خواجہ محی الدین، خالص جیومیٹری اور تحلیلی جیومیٹری (۱۹۷۶ء)۔

۱۱- ڈاکٹر اے کے دیش مکھ اور مسز نور حلیم، علم مثلث مستوی، (۱۹۷۸ء)۔

۱۲- محمد احسن، رشید احمد، الجبرا، (۱۹۷۸ء)۔

۱۳- محمد خواجہ محی الدین، احصاء (ترقی اور تکملی) (۱۹۷۸ء)۔

۱۴- انجم اقبال، برقی توانائی (۱۹۸۲ء)۔

۱۵- ڈاکٹر عبدالرشید انصاری، راست اور متبادل کرنٹ (۱۹۸۱ء)۔

۱۶- پروفیسر رشیدالدین خان، ناوابستگی، ترجمہ: سید محمد مہدی، (۱۹۸۶ء)۔

۱۷- محمد باقر زیدی، تجارت بین الاقوام و مبادلات خارجہ (۱۹۸۵ء)۔

۱۸- ڈاکٹر نجم الحسن، ہندوستانی صنعتوں میں انصرام عملہ (۱۹۸۰ء)۔

۱۹- ڈاکٹر حامداللہ ندوی، ہندوستان اور مشرق وسطی کے تجارتی تعلقات (۱۹۸۵ء)۔

۲۰- برنارڈ ہارٹ، نفسیات جنوں، ترجمہ: عبیدہ زمان (۱۹۷۸ء)۔

۲۱- ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی، یورپ کے عظیم سیاسی مفکرین، (۱۹۷۷ء)۔

۲۲- سید اقبال قادر، رہبر اخبار نویسی (۱۹۸۹ء)۔

88. Satija, M.P., **Indian National Terminology Bank**, *International classification*, 17(3/4) 1990, P.168 ref. *Termnet News*, Vienna No.34/35, 1991, P:73-

۸۹- بحوالہ: محمد انصار اللہ، اصطلاحات جمالیات، علی گڑھ (۱۹۸۷ء)، ص ص: ۶ تا ۹-

۹۰- قاضی عبدالودود، تبصرہ ''افکار عصریہ'' معاصر، پٹنہ، مارچ ۱۹۳۶ء، ص: ۹۰-

۹۱- ایضاً'' ص: ۹۱-

92. Satija,M.P.,**Indian Sources of Library and Information Science Terminology**, *Termnet News*, Vienna, No.34/35, 1991, P:74-

۹۳- دیکھیے: ضمیمے میں **Sample Page of Glossary**

پاکستان کے علمی اداروں کی خدمات

قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی اردو اور اسلام اس ملک کی تقدیر ٹھہرے۔ پاکستان متنوع زبانوں اور بولیوں کا علاقہ ہے۔ اس لحاظ سے بھی رابطے کے لیے اردو کی ضرورت لازم ہے۔ تحریکِ پاکستان میں بھی اردو اسلام کی زبان بن کر ابھری تھی اور قائداعظمؒ نے پلٹن میدان ڈھاکا میں تقریر کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ "پاکستان کی قومی زبان اردو اور صرف اردو ہو گی۔" اس کے بعد پاکستان کے ہر آئین (۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء) میں اردو کو پاکستان کی قومی زبان ٹھہرایا گیا۔ چنانچہ آزادی کے بعد اردو اور پاکستان لازم و ملزوم بن گئے۔

کراچی پاکستان کا پہلا دارالحکومت بنا اور لاہور اردو کا پاکستان میں سب سے بڑا مرکز اور پنجاب کا دارالحکومت ہونے کے ناتے سے بھی اردو کی خدمت کے لیے سرگرم تھا، یہی وجہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی اور لاہور نے سب سے زیادہ خدمات انجام دیں۔ نومبر، دسمبر ۱۹۴۷ء میں منعقد ہونے والی پاکستان تعلیمی کانفرنس میں ذریعۂ تعلیم کے مسئلے کو اہمیت دی گئی اور مشاورتی بورڈ کی روداروں میں اردو اصطلاحات کے مسئلے کا انتہائی گہرائی میں مطالعہ کیا گیا اور سفارشات پیش کی گئیں، چنانچہ سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر اس کا آغاز لاہور میں مجلس زبانِ دفتری کے قیام کے ساتھ ہوا اور اب اس ضمن میں سب سے زیادہ خدمات آئین کے تحت بننے والا ادارہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ادا کر رہا ہے۔ سرکاری، تعلیمی، علمی، ادبی اداروں کے علاوہ علمی انجمنوں اور نجی اشاعتی اداروں کی بھی اصطلاحات سازی اور اصطلاحات نگاری کے ضمن میں اتنی وافر اور متنوع خدمات ہیں کہ ان کے سرسری جائزے کے لیے بھی کئی دفتر درکار ہیں، تاہم ذیل میں ان کا ایک اجمالی تاریخی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۵:۱ – مجلس زبانِ دفتری پنجاب، لاہور

قیامِ پاکستان کے بعد اصطلاحات سازی کا سب سے پہلا ادارہ لاہور میں مجلس زبانِ دفتری کے نام سے قائم ہوا۔ یہ پاکستان کے چند اداروں میں سے ہے جس نے وقتی یا جذباتی انداز میں کام کرنے کی بجائے سنجیدگی سے اپنا کام جاری رکھا اور آج اس کے کھاتے پر

دفتری زبان کے ارتقاء کے علاوہ اصطلاحات سازی کے نظری اور علمی میدانوں میں خاصا بنیادی کام موجود ہے۔

الف۔ مجلس کی تشکیل:

حکومتِ پنجاب نے دسمبر ۱۹۴۹ء میں اس ادارے کو قائم کیا تاکہ یہ ادارہ حکومتِ پنجاب کے سرکاری دفاتر، محکموں اور عدالتوں میں انگریزی کی بجائے اردو کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کرنے کے متعلق ضروری ذرائع اور موزوں طریقِ کار اختیار کرنے پر غور کرے اور اس بارے میں مناسب تجاویز حکومت کو پیش کرے ۔

ابتداء میں مجلس نے اپنا کام مندرجہ ذیل چھ ذیلی مجالس کی تشکیل سے شروع کیا۔ (۱) عدالتی (۲) متعلق بہ طریق کار (۳) فنی (۴) تعلیمی (۵) تجارتی (۶) لسانی۔ حکومت کے تمام محکموں اور عدالتوں سے ایسی ترجمہ طلب انگریزی اصطلاحات کی فہرستیں طلب کی گئیں جو دفتری اور عدالتی کاروبار میں استعمال ہوتی تھیں۔ ان اصطلاحات کے اردو ترجمے کے لیے ستمبر ۱۹۵۰ء میں مجلس کے تحت ایک شعبہ ترجمہ قائم کیا گیا۔ مندرجہ ذیل افراد وقتاً فوقتاً مجلس زبان دفتری کے قابل ذکر چیئرمین رہے[۳]:۔

۱۔ ڈاکٹر جسٹس ایس اے رحمان، ۲۔ جناب معزالدین، ۳۔ جناب ایس غیاث الدین احمد، ۴۔ جناب حسین حیدر، ۵۔ جناب محمد حنیف رامے، ۶۔ جناب ڈاکٹر عبدالخالق، ۷۔ جناب سجاد الحسن، ۸۔ کریم نواز، ۹۔ مہر جیون خان۔

حکیم احمد شجاع مجلس زبانِ دفتری کے معتمد اور (رکن) مقرر ہوئے اور تاحیات ان دونوں حیثیتوں سے کام کیا۔ کچھ عرصہ تک مجلس کا کام تعطل کا شکار رہا تا آنکہ ۱۹۷۱ء کے بعد اسے دوبارہ تشکیل کیا گیا۔ شیخ محمد اسداللہ اس کے معتمد مقرر ہوئے۔ ان کے دور میں لغت کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ سید منصور عاقل، نذیر احمد چودھری، میاں محمد اسلم اور انیس ناگی وقتاً فوقتاً اس کے معتمد رہے۔ خصوصاً سید منصور عاقل کے دور (۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۳ء) میں مجلس کے کاموں میں وسعت پیدا ہوئی۔ نظرثانی کے لیے مجالسِ استناد کا کام تیز کیا گیا۔ ماہنامہ اردو نامہ کا اجرا ہوا اور اس کا سالنامہ شائع ہوا۔ میاں محمد اسلم کے دور (۱۹۸۳ء تا ۱۹۸۸ء) میں اس کے لغت پر نظرثانی ہوئی اور مقتدرہ سے استناد حاصل ہوا۔

ذیلی مجالس استناد میں ڈاکٹر نذیر احمد، سید وقار عظیم، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، ڈاکٹر سید عبداللہ، سید قاسم محمود، سید غلام حیدر، ڈاکٹر برہان الدین احمد فاروقی، پروفیسر احمد سعید، علامہ شبیر بخاری، ڈاکٹر سلیم فارانی، سید امجد الطاف، وغیرہ شامل رہے ہیں۔

ب۔ اصطلاحات سازی کا طریق کار:

۱۹۵۰ء میں قائم ہونے والی مجلس مترجمین کے میر مجلس پروفیسر محمود احمد خان ریٹائرڈ رجسٹرار جامعہ عثمانیہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ان کے ساتھ تین مترجمین مقرر کیے گئے[۴]۔ ترجمے کا طریق کار یہ رہا کہ اصطلاحات کے ترجمے کا کام کسی مترجم کے سپرد کر دیا جاتا۔

تمام ارکان مشترکہ طور پر اس کی نظرثانی کرتے۔ ان اصطلاحات پر مجلسِ استناد غور کرتی۔ بعدازاں یہ سرکاری محکموں اور عدالتوں کو ارسال کی جاتیں۔ جن اصطلاحات پر تنقید ہوتی' ان پر مجلسِ استناد میں دوبارہ غور کر کے مسودہ مجلس زبان دفتری کے اجلاس میں پیش کر دیا جاتا۔ چنانچہ اس طریق کار کے مطابق مجلس نے جو ترجمے منظور کیے' وہ ۱۹۵۱ء سے پچیس اقساط میں طبع کیے جانے لگے۔ ان میں اصطلاحات کی تعداد ۳۵ ہزار تھی۔[۴]

۱۹۷۱ء میں مجلس نے محکمانہ جلدوں کی صورت میں بھی ان اصطلاحات کو گیارہ لغات کی شکل میں شائع کیا۔ ان میں سے ایک کتابچہ عمومی اصطلاحات پر مبنی تھا۔[۵]

۱۹۷۶ء میں ۲۵ کتابچوں پر نظرثانی کر کے انھیں ایک لغت کی صورت میں تجرباتی طور پر شائع کر دیا گیا۔

طریقِ کار میں یہ طے کیا گیا کہ دفتری الفاظ اور دفتروں میں استعمال ہونے والے علمی و فنی الفاظ ہر دو کو اس لغت میں شامل کیا جائے۔ مثلاً تعلیم' زراعت' طب وغیرہ کے محکموں سے ایسے الفاظ بھی لیے گئے جو لامحالہ ان محکموں کے مراسلات میں استعمال ہوتے تھے۔ نیز ہر دو انواع کے الفاظ میں سے بعض کو بلاترجمہ رہنے دیا گیا جیسے متعلقہ اشخاص انھیں بولتے ہیں مثلاً "سٹیشن" اور "ڈپٹی" کے علاوہ ایٹم' پرمٹ' لائسنس وغیرہ۔ کلاسیکی زبانوں عربی' فارسی' ترکی' ہندی سے بھی مدد لی گئی اور محکمے کے ماہرین کو بھی بلایا گیا جو ان اصطلاحوں کو استعمال کرتے تھے۔ مجلس نے اس لغت کو تجرباتی اس لیے قرار دیا کہ "استعمال کے بعد بہت سے الفاظ میں ردوبدل ہو گا اور بہت سے نئے شامل ہوں گے۔[۶]"

پہلے ایڈیشن کے بعد ۱۹۸۱ء میں اس لغت پر نظرثانی کا کام شروع ہوا۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کی سربراہی میں علامہ غلام شبیر بخاری' سید غلام حیدر' جناب محمد نصیب' کام کرتے رہے۔ محمد غفران الجیلی صدر مترجم مجلس زبان دفتری اس ذیلی مجلس کے معتمد تھے۔

نظرثانی کے کام میں مندرجہ ذیل باتیں مدنظر رہیں:[۷]

۱۔ اصطلاحات و محاورات کو آسان بنایا جائے۔

۲۔ اختصار سے کام لیا جائے۔

۳۔ اردو پر انحصار کرتے ہوئے فارسی' عربی جیسی زبانوں کے مشکل الفاظ کو ترک کیا جائے۔

۴۔ دفتری زبان میں استعمال ہونے والی اصطلاحات مزید شامل کی جائیں۔

۵۔ نسخ (ٹائپ) کی بجائے نستعلیق کا استعمال ہو۔

استناد اور معیار بندی کے لیے ۱۹۸۶ء میں یہ مسودہ (مشتمل بر ۳۲٬۷۳۲ اصطلاحات) مقتدرہ قومی زبان کے سپرد ہوا۔ جہاں ۲۲ ستمبر ۱۹۸۶ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۸۷ء تک ۴۵ اجلاسوں میں اختلافی اصطلاحات کو الگ کیا گیا اور ۱۸ جنوری سے ۲ اپریل ۱۹۸۷ء تک ۳۵ اجلاس کر کے اس پر نظرثانی کا کام انجام دیا گیا۔[۸] حتمی معیار بندی کے لیے مقتدرہ کی ایک

مجلس میں معتمد مجلس زبان دفتری میاں محمد اسلم کے علاوہ معین احمد صدیقی' غلام ربانی اگر و' ثمد اظہارالحق' ڈاکٹر تصدق حسین راجا' شکیل احمد منگوری اور ڈاکٹر اعجاز راہی شامل تھے۔[۹]

ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں کہ اگرچہ مجلس کا دائرۂ کار دفتری اصطلاحات تک محدود تھا لیکن اس نے بعض دوسرے علوم و فنون کی مستعمل اصطلاحات بھی شامل کی ہیں۔ ان اصطلاحات میں بھی وحید الدین سلیم کے راہنما اصولوں ہی کو فوقیت دی گئی ہے۔ اصطلاحات کو عام فہم اور قابل قبول بنانے کی کوشش بھی نمایاں نظر آتی ہے۔[۱۰]

ج۔ اصطلاحی مجموعے:

مجلس نے ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۹ء کے مابین گورنمنٹ پرنٹنگ پریس پنجاب لاہور سے دفتری اصطلاحات کی ۲۵ فہرستیں شائع کیں' جو قسط وار شائع ہوتی رہیں۔ ان پر صفحات نمبر نہیں۔ تقریباً ایک ہزار صفحات ہیں۔ ابتداء میں معتمد مجلس زبان دفتری حکیم احمد شجاع کا دو صفحے کا دیباچہ ہے۔ ۱۹۶۲ء تک ہر سال تقریباً ایک فہرست شائع ہوتی رہی۔ اس سال فہرست نمبر ۱۵' ۱۶' ۱۷ شائع ہوئیں۔ ۱۹۶۳ء میں دو فہرستیں نمبر ۱۸' ۱۹ شائع ہوئیں اور ۱۹۶۹ء میں دو فہرستیں ۲۴' ۲۵ شائع ہوئیں۔ ان فہرستوں میں تقریباً ۳۵ ہزار اصطلاحیں تھیں۔

۱۹۷۱ء میں فیصلہ کیا گیا کہ یہ فہرستیں محکمہ وار شائع کی جائیں' چنانچہ محکمہ تعلیم کی اصطلاحات ۹۴ صفحات میں پیش کی گئیں۔ اس میں تقریباً پانچ ہزار علمی و فنی اصطلاحات شائع کی گئی ہیں۔ ان میں انتظامی' تعلیمی سائنسی' سماجی اور نفسیاتی اصطلاحات شامل کی گئیں۔ پیش لفظ میں چیئرمین مجلس زبان دفتری جناب کریم نواز نے لکھا[۱۱]:۔

"حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر محکمہ میں استعمال ہونے والی اصطلاحات اور محاورات پر مشتمل کتابچے شائع کیے جائیں۔ یہ کتابچے ہر محکمہ میں ضخیم لغت کی بجائے اردو متبادل تلاش کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوں گے۔ ان کتابچوں میں صرف انہی اصطلاحات اور الفاظ کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے جو خود انتظامی شعبوں نے مہیا کیے تھے۔"

دیگر دس کتابچے ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئے۔ ان میں محکمہ طباعت و سٹیشنری (۳۰ صفحات= ۵۵۰ اصطلاحات)' محکمہ آبپاشی (۲۷ صفحات= ۶۵۰ اصطلاحات)' محکمہ پولیس و جیل خانہ جات (۱۷ صفحات= ۱۰۰۰ اصطلاحات)' بورڈ آف ریونیو (۶۲ صفحات= ۲۶۰۰ اصطلاحات)' محکمہ صحت (۸۲ صفحات= ۲۳۰۰ اصطلاحات)' محکمہ صنعت و تجارت' ترقی معدنیات (صفحات ۱۹۹= ۶۰۰۰ اصطلاحات)' محکمہ مقامی حکومت (۱۰۲ صفحات= ۲۵۰۰ اصطلاحات) اور محکمہ اطلاعات کے علاوہ دو جلدوں میں عمومی اصطلاحات (General Terms) شائع ہوئیں۔ یہ دونوں جلدیں ۱۱۳۶ صفحات پر مشتمل تھیں' جن میں تقریباً ۲۸ ہزار اصطلاحات شائع کی گئیں۔ ان میں زیادہ تر انتظامی' بندوبست' مالگزاری اور عدالتی اصطلاحات شامل کی گئی ہیں۔

۱۹۷۶ء میں دفتری اصطلاحات و محاورات کی لغت شائع کی گئی۔ اس میں ۴۷۹

صفحات میں تقریباً ۳۵ ہزار اصطلاحات ہیں، جن میں تمام سابقہ فہرستوں اور محکمہ وار اصطلاحوں کو جمع کر دیا گیا۔ آخر میں محکموں اور اداروں کے نام، عہدوں کے نام اور قوانین و قواعد کے نام بھی تقریباً ۵۰ صفحات میں شائع کیے گئے ہیں۔ اصطلاحی انداز امتزاجی ہے۔ تاہم زیادہ تر رجحان عربی اور فارسی مرکبات ہی کی طرف ہے۔ جیسے "تخمینی مالیت" "زائد القدرزر مسکوک" "طلب کنندہ گودام" "تبدیلی عمل انعقاد" "معلی لہٗ" "تصدیق نامہ عطائے قومیت"۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجلس کی اصطلاحات سازی پر حیدر آباد دکنی اثرات زیادہ ہیں۔

اس لغت پر نظر ثانی کر کے جو مسودہ مقتدرہ کے حوالے کیا گیا، اس میں عموماً حیدر آبادی رجحان سے گریز، نیز اصطلاحات کو آسان بنانے کی کوشش کی گئی۔ علاوہ ازیں دیگر مترادفات بھی شامل کیے گئے اور بعض نئے الفاظ بھی شامل کیے گئے۔ مثلاً پہلے ہی لفظ Abacterial کا ترجمہ پہلی اشاعت میں "بے جراثیم"، "جراثیم آزاد" تھا۔ اسے نئے مسودے میں "غیر جرثوی اور جراثیم پاک" درج کیا گیا۔ Abactor کے معنی "مویشی چور" ہیں "رسہ گیر" کا اضافہ کیا گیا۔ Abate کے معنی "ساقط ہونا" کو فعل متعدی "ساقط کرنا" میں تبدیل کر دیا گیا۔

مقتدرہ کی مجلس استناد نے اس مسودے پر نظرثانی کرتے ہوئے بعض مترادفات کی صورت میں تبدیلی کی۔ مثلاً "پرچہ نامزدگی" کو "کاغذات نامزدگی" "فرمائش نامہ" کی بجائے "کتاب احکام" "ترشہ زا" کی بجائے "ترشہ سازی" "کارروائی نامہ" کی بجائے "کتاب کارروائی" "مراسلہ منظوری" کی جگہ "مراسلہ قبولیت" وغیرہ۔ پورے مسودے کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجلس استناد نے زیادہ تر اتفاق کیا ہے یا کہیں کہیں تبدیلی برائے تبدیلی کو پیش نظر رکھا ہے۔ عام طور پر جو تبدیلی کی گئی ہے، اسے ہم غلط تفہیم کی ذیل میں شامل کر سکتے ہیں۔ مثلاً Bivalent کے لیے "دوگرفتہ" درست تھا، اسے "دو عنصری" کر دیا گیا۔ Branch Office کے لیے "شاخ دفتر" کی بجائے "ذیلی دفتر" کیا گیا اور Sub-Office کے لیے کوئی لفظ نہیں چھوڑا۔ Borrowing کے لیے "مستعیر" کی بجائے "مقروض" دیا گیا جو معنی ادا نہیں کرتا۔ Bill of Sale کے لیے "بیع نامہ" کی مستعمل اصطلاح کی بجائے "انتقال نامہ" تجویز کیا گیا۔ Belongings کے لیے "متعلقات" دیا گیا۔ جب کہ "املاک" درست تھا۔ Bill of Exchange کے لیے "مبادلہ ہنڈی" رہنے دیا گیا لیکن Accepter of bill کے لیے "قبول کنندہ بل" کر دیا گیا ہے۔ اس طرح یکسانیت نہیں رہ سکی۔ اسی طرح Accept of Bill کے لیے "ہنڈی سکارنا" کی جگہ "بل منظور کرنا" رکھا گیا۔ Accounting کے لیے "حسابداری" کا ترجمہ موزوں ہے لیکن مجلس استناد نے Accounting of Expenditure کے لیے "حساب نویسی مصارف" اور Accounting of Stock کے لیے "حساب نویسی مال" Accounting of Procedure

کے لیے "طریق کار حساب نویسی" دیا۔ جب کہ ان مثالوں میں "حساب داری" ہی موزوں اور قریب المفہوم تھا۔

تاہم بعض موزوں ترجمے بھی مہیا کیے گئے ہیں مثلاً Accumulation of Income کے لیے "آمدنی کا جمع ہونا" کی بجائے "ارتکاز آمدن"، Brewer کے لیے "بوزہ ساز" کی بجائے "شراب ساز"، Black Sheeps کے لیے مستعمل لفظ "کالی بھیڑیں" اور Bill of Health کے لیے "تصدیق نامہ صحت" کی بجائے "صحت نامہ" موزوں ترجمے ہیں۔

ایسی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس استناد کے سامنے کوئی مخصوص اور واضح اصول نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسودہ مجلس زبان دفتری کے پاس واپس پہنچا تو انھوں نے ایک بار پھر اسے دیکھا اور مجلس استناد سے اتفاق نہ کرتے ہوئے بعض جگہوں پر پہلے معانی ہی رہنے دیے۔ جیسے Accept of Bill کے لیے "ہنڈی سکارنا" بھی شامل کر لیا گیا۔ Accounting کے مرکبات کو "حسابداری" ہی کر دیا گیا۔ تاہم Bivalent کی طرح کئی غلط معانی ان سے بھی چھوٹ گئے ہیں۔ بہت جلد یہ مسودہ طباعت کے لیے بھیج دیا گیا۔ اس میں تقریباً ۳۹ ہزار اصطلاحات شامل تھیں۔ ۱۹۸۹ء میں اسے حکومت پنجاب نے طبع دوم کے نام سے شائع کر دیا۔ چیف سکرٹری پنجاب انور زاہد نے دیباچے میں لکھا[۱۲]:۔

"کوشش کی گئی ہے کہ اس میں انگریزی اصطلاحات و محاورات کے اردو مترادفات کو آسان بنایا جائے۔ ترجمہ زیادہ مشکل نہ ہو بلکہ دفتری استعمال کے لیے اسے عام فہم اور سہل بنایا جائے۔ اصل کام مجلس زبان دفتری کے ہاں ہوا۔ بعد ازاں مقتدرہ قومی زبان میں اس کا استناد کیا گیا اور یہ اس کا طرۂ امتیاز ہے کہ وفاقی ادارے نے اس کے مواد کو سند قبولیت بخشی ہے۔"

د۔ دیگر متعلقہ خدمات:

مجلس زبان دفتری نے سو کے قریب مختلف قواعد و ضوابط بھی ترجمہ کیے۔ اس میں بھی بعض اصطلاحات کا ترجمہ ہوا، جن میں سے کچھ تو لغت میں شامل کر لی گئیں لیکن بیشتر اصطلاحات عموماً قواعد و ضوابط اور قوانین کے تراجم میں موجود ہیں۔ مزید برآں مجلس کی سفارش پر مارچ ۱۹۸۲ء سے ایک جریدہ **اردو نامہ** بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ اس میں لغت کا نظرثانی شدہ مسودہ بھی قسط وار شائع ہوتا رہا ہے۔ نیز دستاویزاتِ پنجاب میں موجود قدیم ریکارڈ کے نمونے، پنجاب اور بہاولپور کی ان دستاویزات میں موجود اصطلاحات کی فہرستیں خصوصاً محمد رمضان انور اور محمد عبدالرفیق جیسے افسرانِ تحقیق کے مقالے، اصطلاحات سازی کے اصول اور طریق کار پر ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، علامہ غلام شبیر بخاری، ڈاکٹر سلیم فارانی، پروفیسر احمد سعید، ڈاکٹر سید عبداللہ جیسے اہل علم کے مقالات شائع ہوتے رہے۔

نمبرا کے تعارف میں جامعہ کراچی کے وائس چانسلر بشیراحمد ہاشمی صاحب نے فرمایا تھا[۱۸]:۔

"اس جریدے میں وہ تمام اصطلاحیں شامل ہیں جو اب تک مجوزہ طریق کار کے مطابق مکمل ہو چکی ہیں۔ اصطلاح میں ترقی کی گنجائش ہر وقت اور ہر تخلیق میں باقی رہتی ہے۔ ممکن ہے کہ آگے چل کر بعض اصطلاحات ان مجوزہ اصطلاحات سے بہتر بن جائیں، لیکن یہ فیصلہ تو صرف رواج ہی کر سکتا ہے اور اسی لیے اس جریدہ کو شائع کیا جاتا ہے کہ ان علمی اصطلاحات کو جو متعدد ارباب علم کی متحدہ کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہیں، استعمال اور قبول عام کی کسوٹی پر پرکھا جا سکے۔"

چنانچہ اس کی اشاعت پر رد عمل ہوا۔ اخبارات، جرائد اور ریڈیو پر تبصرے ہوئے، لوگوں نے ان اصطلاحات کو مشکل، دور ازکار اور ناتمام قرار دیا۔ مثلاً یہ بھی کہا گیا[۱۹]:۔

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ یہ اصطلاحات واقعی رائج بھی ہو جائیں گی اور کچھ مدت بعد کسی فرد یا ادارے کو از سر نو کوئی ایسا ہی ناتمام نمونہ، بصد تامل پیش کرنے کی ضرورت نہ ہو گی۔"

ریڈیو پر بھی تبصرہ ہوا کہ انھوں نے اصطلاحات جوں کی توں استعمال کر لی ہیں اور نئی اصطلاحات وضع نہیں کیں۔ بعض اعتراضات برائے اعتراض تھے۔ چنانچہ ان کا خاطر خواہ جواب میجر آفتاب حسن نے جریدہ نمبر ۲ کے پیش لفظ میں دیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جلد ہی لوگوں کی توجہ اصطلاحات سازی سے منعطف ہو گئی اور شعبے کے مجموعے بلا تبصرہ شائع ہوتے چلے گئے۔

جریدہ کے اب تک ۱۷ شمارے شائع ہوئے ہیں۔ ان میں سے پہلے آٹھ شمارے میجر (ریٹائرڈ) آفتاب حسن کی ادارت میں شائع ہوئے۔ جریدہ نمبر۱۳ اور نمبر۱۷ سید علی عارف رضوی (قائم مقام ناظم) اور جریدہ نمبر۱۴ تا ۱۶ ڈاکٹر اسلم فرخی (ناظم) کی ادارت میں شائع ہوئے۔

جریدہ نمبرا میں وائس چانسلر جامعہ کراچی جناب بشیراحمد ہاشمی "تعارف" اور آفتاب حسن (ناظم اعزازی) کی "تمہید" کے علاوہ **اصول وضع اصطلاحات**، اصطلاحات تاریخ و سیاسیات و عمرانیات، فلسفہ، معاشیات و تجارت، نفسیات، جغرافیہ اور ارضیات، حیوانیات، افزائش حیوانات، کیمیا، وصنائع کیمیا، طب، نباتیات، زراعت و خرد حیاتیات شائع کی گئی ہیں۔ جریدہ نمبر۲ میں آفتاب حسن کے مضمون کے علاوہ مندرجہ بالا موضوعات کی اقساط کے ساتھ اصطلاحات لائبریری سائنس کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جریدہ نمبر۳ میں کراچی یونیورسٹی کے تاریخی فیصلے اردو ذریعۂ تعلیم کے ذکر کے بعد امین الرحمان کی مرتبہ اصطلاحاتِ موسیقی اور مندرجہ بالا اصطلاحات کی ایک قسط شائع کی گئی ہے۔ جریدہ نمبر۴ میں شیخ حیدر ایڈووکیٹ کا مضمون اردو زبان میں قانون کی تعلیم کے امکانات اور

آفتاب حسن کا مضمون اعراب کا استعمال بھی شامل کیے گئے ہیں۔ اس شمارے میں فلسفہ کی اصطلاحات شامل نہیں۔ باقی موضوعات پر قسط موجود ہے۔ جریدہ نمبر۵ میں عبیداللہ قدسی کا مضمون اردو میں عربی اور فارسی کے ترجمے کے علاوہ مندرجہ بالا موضوعات بشمول فلسفہ و بہ اخراج علم کتب داری اصطلاحات دی گئی ہیں۔ چنانچہ جریدہ نمبر۶ میں آفتاب حسن کا مضمون سائنس اور ریاضی کی درسی کتابیں کے علاوہ تاریخ، معاشیات، جغرافیہ، حیاتیات، کیمیا، شماریات اور جواہرات کی اصطلاحات درج ہیں۔ جریدہ نمبر۷ میں تاریخ، معاشیات، نفسیات، جغرافیہ، حیاتیات، حیاتی کیمیا، طب اور شماریات کی اصطلاحیں درج ہیں۔ جریدہ نمبر۸ (۱۹۷۱ء) میں مندرجہ بالا موضوعات کے ساتھ خرد حیاتیات کی اصطلاحیں شامل ہیں جب کہ طب کی اصطلاحات نہیں دی گئیں۔ جریدہ نمبر۹ (۱۹۷۲ء) صرف حیاتیات، نفسیات، معاشیات اور حیاتی کیمیا اور جریدہ نمبر ۱۰ (۱۹۷۳ء) میں معاشیات، نفسیات، حیاتیات اور تاریخ و سیاسیات کی اصطلاحیں شامل ہیں، جریدہ نمبر۱۱ (۱۹۷۴ء) میں حیاتیات، قانون، تاریخ و سیاسیات، جریدہ نمبر۱۲ (۱۹۷۷ء) میں حیاتیات اور قانون، جریدہ نمبر۱۳ (۱۹۸۰ء) میں قانون، جریدہ نمبر۱۴ (۱۹۸۱ء) میں قانون، جریدہ نمبر۱۵ (۱۹۸۲ء) میں ضمیمہ حیاتیات، جریدہ نمبر۱۶ میں نافع معدنی و مطروحات، ساحت اور جریدہ نمبر۱۷ (۱۹۸۵ء) میں حیاتیات کی اصطلاحات شائع کی گئی ہیں۔ ان جریدوں میں شائع شدہ اکثر اصطلاحات اصطلاحی مجموعوں کی صورت میں شائع کر دی گئی ہیں۔ یہ اصطلاحات بیشتر کمیٹیوں کی مرتب صورت میں شائع کی گئی تھیں۔

جریدہ نمبر۱۶ تک ان جریدوں کا سائز بڑا تھا۔ اس جریدے میں زیادہ حصہ اصطلاحات معدنی کا ہے۔ کچھ عرصہ قبل شعبہ تصنیف و تالیف نے معادن سے متعلق ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ نافع معدنی مطروحات کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ اس کتاب میں جو اصطلاحات استعمال کی گئی تھیں، ان کی مکمل فہرست کتاب میں شامل نہیں کی گئی تھی لیکن اب انھیں اس جریدے میں شائع کیا گیا ہے۔ جریدہ نمبر۱۵ میں اصطلاحات ساحت کا ابتدائی حصہ A تا F شائع ہوا تھا، جریدہ نمبر۱۶ میں اس کا آخری جزو G تا Z شائع کیا گیا ہے۔[۲۰]

جریدہ نمبر۱۷، (۱۹۸۵ء میں) تقریباً درمیانے سائز پر شائع ہوا۔ اس میں جناب سید علی عارف کی مرتبہ اصطلاحات حیاتیات جو دراصل کشاف ہیں، شائع کی گئی ہیں۔ یہ پہلی قسط (Aardvark -Acyclic) ہے۔ اس قسط میں شعبے کی شائع کردہ اصطلاحات حیاتیات کی توضیح اور تشریح ہے۔ سید علی عارف رضوی نے اس کام کا آغاز ۱۹۷۰ء میں کیا لیکن وہ اسے جاری نہ رکھ سکے۔ ۷۸-۱۹۷۷ء میں دوبارہ شروع کیا اور ڈھائی تین سو اصطلاحات کا مسودہ تیار کر لیا۔ ڈاکٹر حفیظ الرحمان صدیقی (صدر شعبہ حیوانیات، اردو سائنس کالج، کراچی) نے اس پر نظرثانی کی۔[۲۱]

ج۔ اصطلاحی مجموعے:

شعبے کی کمیٹیوں نے جو کام انجام دیا۔ اس کا اجمالی جائزہ درج ذیل ہے:۔

۱۔ اصطلاحاتِ تاریخ و سیاسیات و ابتدائی فہرست A تا Z شائع ہونے کے بعد نظرثانی شدہ عمرانیات فہرست A تا L شائع کی گئی۔

۲۔ اصطلاحاتِ فلسفہ A تا Z شائع ہو چکی ہیں۔
حرف A کی کچھ اصطلاحات تعریفات کے ساتھ بھی شائع ہوئیں۔

۳۔ اصطلاحاتِ معاشیات و تجارت A تا Z شائع ہو چکی ہیں۔

۴۔ اصطلاحاتِ نفسیات A تا Z شائع ہو چکی ہیں۔ نظرثانی کے بعد A تا G کی فہرستیں دوبارہ شائع کی گئی ہیں۔

۵۔ اصطلاحاتِ جغرافیہ و ارضیات A تا Z شائع ہو چکی ہیں۔ سید علی عارف رضوی نے نظرثانی کی ہے۔

۶۔ اصطلاحاتِ جغرافیہ (حیوانیات اور نباتیات) A تا Z شائع ہو چکی ہیں۔ البتہ جریدہ نمبر ۱۷ میں سید علی عارف رضوی نے مزید اصطلاحات شائع کی ہیں۔

۷۔ اصطلاحاتِ کیمیاوصنائع کیمیا جریدوں میں A سے M تک شائع ہوئی ہیں۔ فرہنگ کیمیا کی اشاعت کے باعث اس سے آگے جریدہ میں طبع نہیں کی گئی۔

۸۔ اصطلاحاتِ طب A تا C اور D کی فہرست کا کچھ حصہ جریدوں میں شائع ہوا ہے۔ اس سے آگے طبع نہیں کی گئیں۔ مسودہ Z تک موجود ہے۔

۹۔ اصطلاحاتِ علم کتب خانہ (لائبریری سائنس) A تا C شائع ہوئی ہیں۔ بعد ازاں کتابی صورت میں A تا Z شائع ہوئیں۔

۱۰۔ اصطلاحاتِ حیاتی کیمیا A تا Z شائع ہو چکی ہیں۔ علی عارف رضوی نے نظرثانی کی ہے۔

۱۱۔ اصطلاحاتِ شماریات A تا Z شائع ہو چکی ہیں۔

۱۲۔ اصطلاحاتِ و محاورات قانون A تا Z کتابی صورت میں شائع ہوئیں۔

۱۳۔ اصطلاحاتِ خردحیاتیات صرف A کی فہرست شائع ہو سکی۔

ان اصطلاحات پر مختلف اہل علم و ماہرین موضوع و زبان کی آراء وصول ہونے کے بعد مختلف علوم کی مندرجہ ذیل فرہنگیں شائع ہوئی ہیں:۔

۱۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ طبیعیات، ریاضیات، فلکیات۔ ۲۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ فلسفہ ۳۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ کیمیا ۴۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ تاریخ و سیاسیات (سائیکلوسٹائل) ۵۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ عمرانیات ۶۔ فرہنگِ اصطلاحات معاشیات، تجارت و بنکاری ۷۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ حیاتیات (دو جلدیں) ۸۔ فرہنگ اصطلاحاتِ شماریات (سائیکلوسٹائل) ۹۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ سیاسیات و عمرانیات ۱۰۔ فرہنگِ علم کتب خانہ ۱۱۔ فرہنگِ اصطلاحات و محاورات

قانون ۱۲- فرہنگِ اسماء العلوم ۱۳- فرہنگِ برقیات ۱۴- دفتری اصطلاحات اور محاورات (سائیکلوسٹائل) ۱۵- فرہنگِ اصطلاحاتِ ارضیات و جغرافیہ ۱۶- فرہنگِ اصطلاحاتِ حیاتی کیمیا۔

ان میں سے فراہنگِ **علم کتب خانہ' قانون' اسماء العلوم' برقیات' حیاتی کیمیا اور ارضیات و جغرافیہ** مقتدرہ قومی زبان کے تعاون سے شائع ہوئیں۔ "دفتری اصطلاحات و محاورات" یہ کہنے کے باوجود کہ مجلس زبان دفتری کی لغت موجود ہے' اس لیے مرتب نہیں کی جائیں گی' اس کے مقابلے میں بلکہ مختلف مرتب کی گئی۔

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ اس شعبے نے پچھلے ۲۵'۲۶ برسوں میں مختلف علوم کی فرہنگوں میں ۴۷ ہزار اندراجات شائع کیے ہیں[۲۲]۔ اگر ان میں مقتدرہ کے تعاون سے شائع ہونے والی باقی فرہنگیں بھی شامل کر لی جائیں تو ان کی تعداد ۷۸ ہزار ہو جاتی ہے اور غیر شائع شدہ اصطلاحات سمیت کوئی ایک لاکھ کے قریب اصطلاحات وضع کی گئیں۔

فرہنگِ اصطلاحات طبیعیات' ریاضیات اور فلکیات کا پہلا ایڈیشن ۱۹۵۹ء میں اور دوسرا ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ پہلی اشاعت میں اصطلاحات کی تعداد پونے سات ہزار کے قریب تھی' دوسری میں یہ بڑھ کر دس ہزار سے زیادہ ہو گئی۔ اس فرہنگ کی تکمیل میں اردو کالج کے اساتذہ جناب بہاالدین' جناب کاظم مہدی' جناب محمد حفیظ الرحمان' جناب عظمت علی خان اور جناب ہارون نجمی نے خاطر خواہ مشورے دیے[۲۳]۔ اس میں بیشتر اصطلاحیں وہی ہیں جو جامعہ عثمانیہ میں مرتب ہوئیں بلکہ ۱۹ویں صدی سے وضع ہونا شروع ہوئیں۔ ان میں حسب ضرورت خفیف سی تبدیلیاں کی گئیں اور قدیم و جدید اصطلاحیں جمع کر دی گئیں۔ جتنی جدید اصطلاحیں ہیں وہ نئی وضع شدہ ہیں[۲۴]۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ فلسفہ ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی[۲۵]۔ اس کی کمیٹی میں ڈاکٹر محمد محمود احمد' استاد شعبہ فلسفہ جامعہ کراچی' انیس الرحمان صاحب استاد فلسفہ جامعہ کراچی' خواجہ آشکار حسین' پرنسپل نبی باغ کالج' عبدالحمید کمال' استاد فلسفہ سندھ مسلم کالج' سید سعید احمد' استاد فلسفہ اردو کالج' مولانا منتخب الحق' استاد عربی کالج جامعہ کراچی شامل تھے۔ اس فرہنگ میں دو ہزار سے زیادہ اصطلاحیں منطق اخلاقیات' جمالیات' مابعدالطبیعیات کی ہیں۔ عربی فارسی کے علاوہ بعض ہندی تراکیب بھی ملتی ہیں مثلاً "سم دکھتا" "پرجاپتی" "سرگیان" وغیرہ۔ اصول نحت سے بھی کام لیا گیا ہے مثلاً "نمائمت" (نما+ مماثمت)۔ طویل عربی مرکب اصطلاحات بھی دی گئی ہیں' جیسے "حجت بالرافع الاا لشخص"۔ اسم سے افعال بھی وضع کیے گئے ہیں۔ جیسے تصورانا' مثالانا وغیرہ۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ کیمیا ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں ساڑھے سات ہزار سے زائد اصطلاحات شامل کی گئی ہیں[۲۶]۔ اس لغت کی خصوصیت "پیا'نما'گر'زا" وغیرہ لاحقوں کا استعمال ہے۔ کیمیاوی مرکبات کے نام بعینہ دیے گئے ہیں۔ بعض مصادر سے اسماء بناتے ہوئے اسم مجرد بھی ملحوظ رکھا گیا۔ مثلاً Amalgamation "ملغمانا" تلغیم" Acid کو

"ترشہ" ہی لکھا گیا ہے۔ فارسی انداز ترکیب زیادہ ملتا ہے مثلاً "تشریقی اثر" "مناظری عامل" وغیرہ لیکن اردو کے مقامی انداز سے بھی مفر نہیں کیا گیا مثلاً "کچ دھاتی تیراؤ" مناظری بڑھوتی' اکساؤ توانائی" امتزاجی اصول کو نسبتاً زیادہ ملحوظ رکھا گیا۔ خصوصاً" انگریزی الفاظ کے ساتھ امتزاج رکھا گیا مثلاً "جزوی پائرائی سودھ" (Partial Pyritic Smelting)' "آبی پینٹ" "پرافین تیل" "پائینگ ترشہ"۔ اصولِ ترخیم کو بھی برتا گیا ہے جیسے ٹھومائع (ٹھوس+ مائع)۔ رنگیر (رنگ+ گیر)' نراب (نرم + آب) وغیرہ۔ انگریزی مصادر سے بھی افعال بنائے گئے ہیں جیسے "ولکانا' ولکاؤ" (Vulcanisation) وغیرہ۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ عمرانیات جولائی ۱۹۷۰ء میں طبع ہوئی۔اسے محمد لطیف (استاد عمرانیات گورنمنٹ کالج لاڑکانہ) اوراحمد حسن (افسرسماجی بہبود پھالیہ) نے مرتب کیا اور صبیح الدین بقائی (صدرشعبہ عمرانیات'جامعہ کراچی) اور ارشد رضوی (استاد شعبہ عمرانیات'جامعہ کراچی) نے نظرثانی کا کام انجام دیا ۲۷۔اس لغت کی بنیادی خصوصیت عربیت ہے۔ خصوصاً" مجرد اسماء میں (-ism)(-ity)(-tion) اور (-ness) کے لاحقوں سے بننے والے مرکبات مثلاً جوہریت' قدامت' انحطاط' تکثر' تنظیم' مشابہت' اشتقاق' انفصال وغیرہ۔البتہ مرکب اصطلاحات کی صورت میں فارسی ترکیب اور اضافت کو استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً "گروہی کام' دورافزائش' "غول پسندی"' وغیرہ۔ ہندی اور سنسکرت کے ماخذوں سے گریز عام ملتا ہے تاہم انگریزی سے چند مرکبات اور اسماء بنائے گئے ہیں جیسے "پمفلٹ بازی (Pumpleteering)' لنچ کرنا (Lynching) سنڈ-کلیت (Syndicalism)" وغیرہ۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ معاشیات' تجارت' بنکاری نومبر ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کے مرتبین میں قاضی محمد فرید (صدرشعبہ معاشیات جامعہ کراچی)' ڈاکٹر ابواللیث صدیقی (صدر شعبہ اردو)' ڈاکٹر احسان رشید (صدر شعبہ معاشیات جامعہ کراچی)' ڈاکٹر اشفاق حسین' عظمت اللہ خان' سید محمد زبیر' ڈاکٹر علی سرور رضوی (اساتذہ شعبہ' معاشیات جامعہ کراچی)' ڈاکٹر محمد عزیز اور ڈاکٹر شرافت علی ہاشمی (اساتذہ ادارہ نظمیات کاروبار' جامعہ کراچی) شریک تھے۔ ضروری ترمیم و اضافہ آنسہ فائزہ صدیقی نے انجام دیا۔ مسودہ کی تیاری میں سید علی عارف رضوی صاحب نے انجمن ترقی اردو اور جامعہ پنجاب کے شائع کردہ لغات بھی استعمال کیے ۲۸۔ اس طرح ہم اسے ایک جامع لغت قرار دے سکتے ہیں۔ "ڈوبن قرض" اور "قرض چکوتی" "دین دار" "خاتمہ بے گار" "گلڈی اشتراکیت" "مختتم تحسیب" "غیر کمفول ڈ-بنچر" جیسی اصطلاحیں امتزاجی رجحان ظاہر کرتی ہیں۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ تاریخ و سیاسیات سائیکلوسٹائل شائع کی گئی تھی جو اس سے پہلے ہمیں گیارہ جریدوں میں شائع شدہ ملتی ہے۔ صرف انہی اصطلاحات کو جمع کر دیا گیا ہے' نظرثانی کا کام ابھی باقی ہے۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ حیاتیات جلد اولِ دسمبر ۱۹۷۲ء میں شائع کی گئی۔ اس میں A

سے L تک کی اصطلاحیں شامل ہیں۔ اس کی کمیٹی میں جامعہ کراچی سے ڈاکٹر محمد افضال حسین قادری، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر سیدذوالفقار حسنین، ڈاکٹر احمد علی انور، ڈاکٹر محمد طفیل، ڈاکٹر سیدحامد محمود، ڈاکٹر سید ارتفاق علی، ڈاکٹر نظام الدین، ڈاکٹر بیگم نسمہ ترمذی، ڈاکٹر رفیق احمد، ڈاکٹر سید مظہرالحق بقائی کے علاوہ ڈاکٹر رحیم اللہ قریشی (محکمہ سمکیات)، ڈاکٹر عبدالرشید مہاجر (ہینسڈاک)، ڈاکٹر احمد سعید خان غوری (محکمہ تحفظ نباتیات)، ڈاکٹر سید مشتاق حسین (اردو کالج)، حفیظ الرحمان صدیقی (اردو کالج)، ڈاکٹر نعیم الحسن نقوی (پی سی ایس آئی آر) شامل تھے۔ اس پورے مسودے پر حفیظ الرحمان صدیقی صاحب نے نظرثانی کی۔[۲۹]

فرہنگِ اصطلاحاتِ حیاتیات جلد دوم جون ۱۹۷۷ء میں شائع کی گئی۔ اس میں M سے Z تک کی اصطلاحیں شامل کی گئی ہیں۔ جزو اول میں بہت سی اصطلاحیں درج ہونے سے رہ گئی تھیں لیکن دوسرے حصے میں یہ اضافے کر دیے گئے۔ جز اول کے اضافے بعد میں جریدہ نمبر۱۵ میں شائع کیے گئے۔ چند اصطلاحات یا مرکبات جو اردو میں بجنسہ شامل کر لیے گئے ہیں، انھوں نے اس خیال سے شامل کیے ہیں کہ "اردو میں ان کو لکھنے میں عملاً" یکسانیت پیدا ہو سکے۔[۳۰]"

اس لغت کی سب سے بڑی خصوصیت امتزاجی رجحان کے علاوہ اسم مصدر اور اسم مجرد میں فرق اور اصول ترخیم کا استعمال ہے۔ مثلاً عام طور پر (tion-) کے لاحقے کے ساتھ لاحقہ مصدری "نا" دیا جاتا ہے لیکن اس لغت میں اسم مصدر صرف فعلی صورت میں دیا گیا ہے۔ مثلاً Macerate کے لیے "زمانا"- Maceration کے لیے "زماؤ" وغیرہ۔ "نما" اور "سا" کے لاحقے عام طور پر (oid-) کے لاحقے کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ اصول نحت کی مثالیں بھی عام ہیں مثلاً تغذالے (تغذیہ+ آلے)، کلازا (کلاں+ زا)، گیرانبان (گیر+انبان)، نریزے (نر+ ریزے)، ثمبرگ (ثمبر+ برگ)، تحتاب (تحت+ آب) وغیرہ۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ شماریات ستمبر ۱۹۷۵ء میں سائیکلوسٹائل کر کے شائع کی گئی۔ یہ جریدہ نمبر۶، ۷، ۸ میں طبع ہو چکی ہے۔ کتابی صورت میں مرتب کرنے سے پہلے ان اصطلاحات پر نظرثانی کی گئی۔ اس کی کمیٹی میں جناب منیراحمد، جناب میاں محمد حنیف، جناب محمد شفیق اور جناب عزیزالدین شامل تھے اور اسے علی عارف رضوی قائم مقام ناظم نے مرتب کر کے شائع کیا۔[۳۱] اردو میں اپنے موضوع پر یہ پہلا لغت ہے۔ Mean، Mode، Median کے تراجم میں امتیاز کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ علی الترتیب اوسط، کثریہ، وسطانیہ کی اصطلاحیں وضع کی گئی ہیں۔ اردو حروف اضافت کا استعمال ترکیبات میں عام ہے، جو بعض مقامات پر زائد معلوم ہوتا ہے، جیسے "صنعتی ضبط کا چارٹ" "پائسن کا انتشار نما" "کھیپ کی صنعت کا تحفظ"۔ اگر ان میں سے "کا" "کے" "کی" نکال دیں تو کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ اصطلاحات سازی میں زیادہ تر عربی، فارسی پر انحصار کیا گیا ہے۔

فرہنگ اصطلاحات و محاورات قانون ۱۹۸۲ء میں کراچی سے کتابی صورت میں شائع کی گئی۔ ۱۹۶۴ء میں اس کے لیے ایک مجلس اصطلاحات قانون تشکیل دی گئی تھی، جس میں جناب شیخ حیدر (سابق پرنسپل سندھ مسلم لا کالج)، جناب مہدی علی صدیقی (جج)، جناب احمد محی الدین انصاری، جناب محمود رضا اور جناب عبدالصمد (وکلاء) کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ اس مجلس کی ہفتہ وار نشستیں جولائی ۱۹۶۴ء سے دسمبر ۱۹۶۵ء تک جاری رہیں۔ تدوین جناب عبدالصمد نے انجام دی۔ ۱۹۷۴ء میں اصطلاحات کا ابتدائی حصہ جریدہ نمبر۱۱ میں شائع ہوا۔ جریدہ نمبر ۱۲، ۱۳ میں بھی کچھ اجزاء شائع کیے گئے۔ اس طرح A سے L تک کی اصطلاحات جریدہ میں شائع ہوئیں۔ ان پر نظرثانی کا کام جناب علی عارف رضوی نے انجام دیا۔ محمد شعیب، شاہد علی خان، انوار احمد خان اور گل رعنا صاحبہ نے ان کے ساتھ تعاون کیا۔ اس لغت کی طباعت کے اخراجات میں مقتدرہ قومی زبان نے تعاون کیا۔[۲۱] ۲۱۲ صفحات میں تقریباً بارہ ہزار اصطلاحات اس میں جمع کی گئی ہیں۔ اصطلاحات سازی پر قدرے حیدر آبادی اثر نظر آتا ہے بلکہ زیادہ تر وہی اصطلاحات جمع کی گئی ہیں جیسے "فک رہن"، "حقیت"، "متضمنات"، "قانون"، "زیر تعویق"، "مدیون ممنوع ادائیگی"، "موہوب لہ"، "موصی لہ" وغیرہ۔ بعض اصطلاحات کا ترجمہ جملے کی صورت میں دیا گیا ہے اور کوئی واضح ترکیب پیش نہیں کی گئی۔ جیسے Barratry کے لیے "مقدمہ بازی کے لیے بھڑکانا"، Wrong Negligence کے لیے "افعال ناجائز مبنی بر غفلت"، Take up a Case کے لیے "کارروائی مقدمہ کا آغاز"، Obvert کے لیے "منطقی دلائل سے معاملہ الٹ دینا"۔ بعض اصطلاحات کافی طویل ہیں۔ مثلاً "ترمیم شدہ مسودہ قانون" (Engrossed Bill)، "وصیتی ہبہ جائداد مابقی" (Residuary Bequest)، "لگان چرائی مویشیاں" (Berbiage)، "اختیار سماعت بہ صیغہ مرافعہ" (Appellate Jurisdiction) وغیرہ۔

فرہنگ اسماء العلوم مرتبہ محمد طارق محمود مارچ ۱۹۸۳ء میں شائع کی گئی۔ اس میں تقریباً ۱۸۰۰ علوم کے انگریزی ناموں کا اردو مترادف دیا گیا ہے۔ سید علی عارف رضوی لکھتے ہیں کہ اس میں بعض علوم کے لیے استعمال اردو اصطلاحیں دی گئی ہیں۔ مثلاً Geology کے لیے "ارضیات" کی اصطلاح عام ہو چکی ہے۔ اس کے باوجود چند اصحاب وہی "علم طبقات الارض" کہنے پر مصر ہیں[۲۲]۔ یہ کتاب بھی مقتدرہ قومی زبان کے تعاون سے شائع کی گئی ہے۔ اس میں علوم کے لیے "یات" کا استعمال خاطر خواہ طور سے کیا گیا ہے۔ ترکیبات زیادہ تر فارسی انداز کی ہیں اور کہیں کہیں دو یا دو سے زیادہ مترادفات بھی دیے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ Philology اور Linguistics کے لیے واضح اور مختلف اصطلاحیں نہیں دے سکے۔ زیادہ سے زیادہ Philology کو "تقابلی لسانیات" کہہ دیا گیا ہے۔ جو Comparative Lingusitics کا ترجمہ ہو سکتا ہے۔ عربی "یات" کے قاعدے پر بعض دلچسپ اصطلاحیں وضع کی گئی ہیں جیسے "جلابیات"، "قانونیات"، "تبلیغیات"،

"تقلیلات" "دندانیات" وغیرہ۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ علم کتب خانہ مرتبہ: زین الدین صدیقی بھی ۱۹۸۳ء میں مقتدرہ کے تعاون سے شائع کی گئی۔ اس پر غنی الاکرم سبزواری اور نسیم فاطمہ جیسے ماہرین علم کتب خانہ نے نظرثانی کی۔ دراصل مرتب زین الدین صدیقی نے ۱۹۶۹ء میں ڈاکٹر عبدالمعید کی نگرانی میں شعبہ علم کتب خانہ میں ایم اے کے لیے ایک تحقیقی مقالے کی جگہ یہ اصطلاحات پیش کیں ۳۴۔ چنانچہ انھوں نے پاکستان اور بھارت میں اس موضوع پر ہونے والے کام، مقالوں، مضامین اور کتابوں سے اصطلاحات کو جمع کیا۔ کتب خانہ کے علاوہ کتاب سازی، کتب فروشی، طباعت، جلد بندی اور کمپیوٹر سے متعلق اصطلاحات بھی شامل کی گئیں۔ غنی الاکرم سبزواری اس کام کے بارے میں لکھتے ہیں ۳۵:۔

"اکثر اصطلاحات خالص اردو طرز پر پیش کی گئی ہیں لیکن بعض اصطلاحات کو دوسری زبانوں ہی کے تعلق سے ویسے ہی اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً "کیٹلاگ، کیٹلاگ سازی وغیرہ۔"

لغت کے سرسری مطالعے ہی سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے مادہ ترکیب اسماء یا اسم+ امرپاس پاس رکھنے یا یائے نسبتی کے استعمال سے مرکبات وضع کیے گئے ہیں جیسے "استرورق" "برقی قلم" "کتاب تکیہ" "اندراجی لفظ" "عکس چھاپ" "شیلف معائنہ" "لوح چھاپ" وغیرہ۔ ترکیبات میں فارسی امراور لاحقے ہوتے ہیں، جیسے "داغ کاری" وقت نویس" "ظل انداز" "کتاب نما" "شبیہ نگاری" وغیرہ۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ برقیات مرتبہ: طارق محمود بھی مقتدرہ کے تعاون سے ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی۔ دیباچے میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ "بعض اصطلاحیں امریکی Slang سے مستعار لی گئی ہیں۔ ایسی متنوع اصطلاحات کے اردو مترادفات وضع کرنا کوئی سہل کام نہ تھا" ۳۶۔ لغت میں اصطلاحات سازی کے لیے امتزاجی طریق کار اپنایا گیا ہے۔ یعنی مجرد اسماء کے لیے مقامی اور اردو انداز کے الفاظ "رساؤ، دکھاؤ" وغیرہ بھی لیے گئے ہیں اور انگریزی الفاظ بھی بجنسہٖ لے لیے گئے ہیں۔ جیسے ایولائٹ (Aeolight)، ٹرایوڈ (Triode)، الگول (Algol) وغیرہ۔ حیدر آبادی اثر اور شعبہ کے اصولوں کی جھلک بھی ملتی ہے جیسے القائمہ، جہ وغیرہ۔ سمت شناس، فزوں گر، قوت نما، منفیرہ، گربال (گربہ+ بال) اور امتزاجی متفرق ترکیبات جیسے "رساؤسیل، رساؤتعاملیت، گمکارہ، تفرقی ریلے، بعید کنٹرول، مزاحمتی بھٹی، شوٹ شور، بستی ہٹاؤ، جالکاری، مقناطیسی آر میچر، مقنار، مائیکروفون" وغیرہ۔ البتہ ہندی اور سنسکرت کی طرف رجحان نظر نہیں آتا۔

شعبہ کی ایک اور کاوش "اصطلاحات دفتری، تجارت، بیمہ و بنکاری ہمارے سامنے ہے۔ یہ ۱۳۵۵ صفحات میں تقریباً چالیس ہزار اصطلاحات پر مشتمل ہے۔ شعبے کی مجلس استناد نے اس پر نظرثانی کی ہے اور یہ نظرثانی شدہ مسودہ مقتدرہ قومی زبان کے کتب خانے میں موجود

ہے۔ نظرثانی کے بعد اصطلاحات کی تعداد ساٹھ ہزار سے اوپر ہو گئی ہے۔ پہلے سائیکلو سٹائل مسودے میں مجلس زبان دفتری کی عمومی اصطلاحات کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ بعدازاں اس میں مجلس کے لغت کے پہلے ایڈیشن' انجمن کے لغت برائے معاشیات و بنکاری اور شعبے کے اپنے لغت معاشیات' تجارت و بنکاری کی اصطلاحات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ یہ کام مجلس نظرثانی و استناد نے انجام دیا ہے۔ اگرچہ شعبے نے اعلان کیا تھا کہ وہ مجلس زبان دفتری کے کام ہی کو استعمال میں رکھے گا اور خود کوئی لغت مرتب نہیں کرے گا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شعبے سے متعلق افراد کو مجلس کا کام تسلی بخش معلوم نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس لغت میں اور مجلس کے لغت میں بنیادی اختلافات نظر آتے ہیں۔ مثلاً شعبے کے لغت میں Accountant کے لیے "حساب دار" کی بجائے "محاسب" کے لفظ کو ترجیح دی گئی ہے۔ عام طور پر بھی شعبے کی اصطلاحات میں فارسی ترکیب کی نسبت عربی تصریف زیادہ ملتی ہے۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ حیاتی کیمیا کو ۱۹۸۹ء میں مقتدرہ کے تعاون سے شائع کیا گیا ہے۔ جامعہ کراچی کے وائس چانسلر ڈاکٹر منظور الدین احمد اس کے "پیش لفظ" میں لکھتے ہیں :-

"حیاتی کیمیا کی اصطلاحات کے سلسلے میں کام برسوں پہلے ماہرین مضمون اور ماہرین زبان کی نگرانی میں کیا گیا تھا' لیکن اس پر نظرثانی اور توسیع کی نوعیت عرصہ دراز تک نہ آسکی تھی۔ اس کے بعد شعبے کے قائم مقام ناظم سید علی عارف رضوی مرحوم و مغفور نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور نہ صرف ذخیرہ اصطلاحات کو وسعت دی بلکہ اس میں بہت سے اضافے بھی کیے۔"

وضع اصطلاحات اور نظرثانی میں تنوع اور آسانی سے کام لیا گیا ہے۔ مثلاً Absolute کے لیے "مطلق" کے ساتھ "بے آب"، "نابیدہ" جیسے مترادفات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ Facial کے لیے "وجہی" کے ساتھ "چہروی"، Ganglioma کے لیے "عقدی سلع" کے ساتھ "عقدی بتوڑی" بھی دیا گیا ہے۔

فرہنگِ اصطلاحاتِ ارضیات و جغرافیہ بھی ۱۹۸۹ء میں مقتدرہ کے تعاون سے شائع ہوئی ہے۔ اسے سید علی عارف رضوی مرحوم نے اپنی بیماری کے باوجود آخری ایام میں مرتب کیا ہے[۳۸]۔ اس میں بھی انھوں نے تنوع سے کام لیا ہے اور ایک سے زیادہ مترادفات دیے ہیں جیسے Accumulation کے لیے "ارتکام" اور "رکمہ" دونوں دیے ہیں۔ البتہ اسم مصدر اور اسم مجرد میں خاص فرق نہیں کیا اور Alloying جیسے الفاظ کے لیے "بھرتیانا" (مصدر) "بھرت کاری" (مجرد) دونوں درج کر دیے ہیں۔ تاہم انھوں نے اصطلاحات کو آسان کرنے اور انھیں اردو سے ہم آہنگ کرنے کی طرف توجہ دی ہے۔ مترادفات دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے چنانچہ "ورقہ دار اور ور تیلا"، "معدن کار اور معدن

ساز" "دباؤ اور بار" "سبزریت اور ریگ سبز" اسی بات کا ثبوت ہیں۔
فرہنگ اصطلاحات حاسبیات از محمد طارق محمود مقتدرہ کے تعاون سے جنوری ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی ہے۔ کمپیوٹر کے موضوع پر یہ پہلا لغت ہے۔ جامعہ کراچی کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں تاہم بعض اصطلاحات اس سے مختلف لیکن عمدہ انداز میں وضع ہوئی ہیں۔ جیسے Hardware "سخت پارہ" اور Software "نرم پارہ" لیکن یہ قریب المفہوم کی بجائے لفظی ترجمہ زیادہ ہیں۔ انگریزی کے کئی الفاظ بجنسہٖ لیے گئے ہیں، جیسے ڈیٹا، چینل، ہیڈ، ڈمپ وغیرہ بلکہ ان سے مخلوط مرکبات بنائے گئے ہیں جیسے ڈمپ گاہ، قلم ہیڈ، فائل گیر، پلگ جوڑ، چونکہ ماہر مضمون کا اس میں دخل نہیں، اس لیے اکثر اصطلاحات کے چلن کا امکان بہت کم نظر آتا ہے۔

ج۔ عملی استعمال اور اصطلاحی اشاریے:

جہاں تک جامعہ کراچی کی وضع کردہ اصطلاحات کا تعلق ہے، انھیں جامعہ کی مطبوعات میں خاطر خواہ طور پر برتا گیا ہے۔ ان تصانیف اور تراجم میں بعض اوقات نئی اصطلاحیں بھی وضع ہوئی ہیں۔ **نفسیات کی بنیادیں، اینگلو امریکا کا خطی جغرافیہ اور پاکستان کے دلچسپ پرندے** اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔

جامعہ کراچی کی پندرہ ایسی مطبوعات ہمارے سامنے ہیں، جن میں اصطلاحی اشاریے مرتب کیے گئے ہیں[۲۹]۔

مبادیٔ نباتیات، الجی، نباتی تشریحات اور تشریح نباتیات میں ہمیں شعبہ کی تیار کردہ اصطلاحات کا استعمال ملتا ہے۔ "بذرہ" "کیسک"، "زائدہ" "التصاق" "مجانبی" جیسی اصطلاحیں مخصوص حیدر آبادی اور کراچی کا انداز ظاہر کرتی ہیں۔ **طبی، سماجی بہبود** (۱۹۶۹ء) میں ٹیکہ انداز (Vaccinator)، غیر ساختہ مشاہدہ (Unstructured Observation) اور معاشر (Social) جیسے الفاظ مصنفین کی جدت طبع ظاہر کرتے ہیں۔ **تشریحات سمتیہ** (۱۹۶۷ء) میں زیادہ تر مفرد لیکن عام فہم الفاظ ملتے ہیں جیسے "اصول، اضافہ، اطلاق" وغیرہ۔

نفسیات کی بنیادیں (۱۹۶۹ء) کا ترجمہ ہلال احمد زبیری نے جہاں شعبے کی وضع کردہ اور حیدر آباد کی پیش کردہ اصطلاحات کو سامنے رکھ کر کیا ہے، وہیں بعض نئی اصطلاحات بھی وضع کی ہیں تاہم ان کا انداز بھی مذکورہ رجحانات سے مختلف نہیں مثلاً آثر (Effector)، احتفاظ (Retention)، جزافی (Random)۔ بعض ترجمے قریب المفہوم معلوم نہیں ہوتے مثلاً "انعکاسی عمل" (Reflex Action) دراصل "اضطرار" ہے۔ "باز شرط سازی" (Reconditioning) دراصل "تشریط نو" کا نام ہے۔ "ایتلاف" (Association) دراصل "تلازم" ہے۔ اس کتاب میں نفسیات کی کوئی سترہ سو اصطلاحات پر مشتمل اشاریہ مرتب کیا گیا ہے جو مختصر لغت کی حیثیت رکھتا ہے۔

اینگلو امریکا کا خطی جغرافیہ (۱۹۷۲ء) میں کوئی دو ہزار سے زائد اصطلاحات کا اشاریہ مرتب کیا گیا ہے۔ جس میں امتزاجی رجحان ظاہر ہوتا ہے مثلاً "کوئلہ معدن پرت" "نالی ساز مشین" "چرنوزی" "سائنیٹ عملیہ" "بہتر ساز پلانٹ" وغیرہ۔ اصول نحت و اختصار سے یہاں خاطر خواہ کام لیا گیا ہے۔ جیسے مرد آب (مردہ + آب) نابیدہ (نا+ آبیدہ)، پیچاب (پیچ + آب)، نشفراز (نشیب + فراز)، گہالہ (گہائی + آلہ)، گاہکل (گاہ + کمل)، پسماندحات (پسماندہ + کچ دھات) نیز چرخاب، میزاب وغیرہ۔

تعارف اخلاقیات (۱۹۸۴ء) مقتدرہ قومی زبان کے تعاون سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے آخر میں انگریزی اردو اور اردو انگریزی اشاریے شامل کیے گئے ہیں۔ ان میں مفرد اصطلاحات نسبتاً زیادہ ہیں۔ تاہم مفرد اور مرکب اصطلاحات میں عربی اور فارسی سے استفادے کا رجحان ہی سامنے آتا ہے۔ سادہ اردو، مقامی اور ہندی الفاظ مفقود ہیں۔

پاکستان کے دلچسپ پرندے (۱۹۸۷ء) مرتبہ: ذکیہ خانم و منظور احمد اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ اس میں حیوانیات کی نئی اسمیہ اصطلاحات وضع کی گئی ہیں۔ چند آخر میں بطور ضمیمہ بھی مرتب کی گئی ہیں لیکن کتاب کے اندر بھی متعدد ایسے ناموں کے انگریزی اردو مترادفات شامل کیے گئے ہیں۔ بیشتر نام وضع ہوئے ہیں۔ جیسے "حلقے دار چھوٹا الو" "سائبیریائی سفید گلا پھلکی" "سیاہ پشت طویل دم ممولا" "طویل ٹانگ باز" "ہمالیائی داڑھی دار گدھ"۔ اصطلاحات سازی کے اس عمل میں مرتبین نے (الف) ہندوستان کی مختلف زبانوں سے نام لے کر جیسے ہنسکیاں، ممولے، چہے، طوطیاں، پدے، ہدہد وغیرہ اور (ب) ان کے شناختی الفاظ کا اضافہ کر کے مثلاً "ہنسنے والی طوطیاں" "کوہی ابابیلیں" "ٹیری چہے" وغیرہ۔ اور (ج) خالصتاً پرندوں کی شکلوں اور فعلوں کی بناء پر نام وضع کیے جیسے "مکھی گیر" "مگس خور" "لٹورے" "سینگ چونچ" وغیرہ اس کے ساتھ ساتھ (د) عربی وفارسی سے نام اخذ کر کے شامل کیے گئے جیسے "نغزاف" "کبیرا لمنقار" وغیرہ۔ مرتبین لکھتے ہیں:۔

> "اس غرض سے دو اصول اپنائے گئے ہیں۔ پہلا اصول تو یہ تھا کہ پرندوں کے تمام بڑے گروہوں کے حتی المقدور وہ نام استعمال کیے جائیں جو ہندوستان میں رائج مختلف زبانوں سے مستعار لے کر اور بولنے والے طبقے میں عام فہم ہیں۔
>
> دوسرا اصول انواع یا ذیلی نواع کے نام رکھتے ہوئے اپنایا گیا۔ اگرچہ ان میں بعض طویل ہیں جیسے "بڑا طویل دم ممولا" "بڑا زاغی طویل دم ممولا"۔

اگرچہ اصطلاحات کے لیے بہت حد تک قاموس الاصطلاحات اور مولوی عبدالحق کے لغت پر انحصار کیا گیا ہے۔ تاہم اصطلاحات سازی کی اس کوشش کو ہم سادہ اور عام فہم اصطلاحات کی طرف ایک اہم قدم قرار دے سکتے ہیں جو شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی کے عام رجحان "عربی فارسی" سے ذرا ہٹ کر ہے۔

آہنی دھات کاری اور پاکستانی لوہ کچدھات کا صنعتی استعمال (۱۹۸۷ء) میں

شعبے کے ان دونوں رجحانات (عربی فارسی اور مقامی عام فہم الفاظ سے استفادہ) کا امتزاج ملتا ہے مثلاً "ہتھوڑی پکیاں" "ٹھوس بھرن" "کتہ" "کچھلی" "بھرائی کڑچھا" ہمیں عام فہم دکھائی دیتے ہیں۔ "بھرتیانا' کلسیانا' جستھانا" وغیرہ ایسے ہی الفاظ سے مصادر بنانے کی کوشش ہیں۔ "ناتوانی شکنجہ' بلند گیر مینار' کثافتی جداگر' بخاراتی دمامہ" دونوں رجحانات کا آمیزہ ہیں۔ کہیں کہیں "احتراق" "برقیرہ" "بدل گریافت" "تحویلی عامل" جیسے عربی فارسی سے استفادے کا رجحان بھی نظر آتا ہے۔ لیکن زیادہ تعداد عام فہم اور مستعمل اصطلاحات و الفاظ کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جامعہ کراچی میں بھی اب اصطلاحات سازی کا رجحان عام فہم' مقامی اور سادہ اردو کی طرف ہو چکا ہے۔ اگرچہ ان کے اپنے اصول بھی عملاً مستعمل ہیں۔

۳:۱۵۔ مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' لاہور

لاہور میں اصطلاحات سازی کا دوسرا بڑا ادارہ جس کے شائع کردہ کاموں نے آئندہ کی اصطلاحات سازی پر خاصا اثر ڈالا' مغربی پاکستان اردو اکیڈمی ہے' جو ایک خود مختار انجمن کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہے۔ اس ادارے کی ۲۵ سالہ روداد کارکردگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ اس کے قیام سے قبل جامعہ پنجاب میں اردو اکیڈمی کے قیام کی تجویزیں شروع ہو چکی تھیں لیکن ڈاکٹر بشیر احمد وائس چانسلر جامعہ پنجاب نے اردو اکیڈمی یونیورسٹی سے باہر قائم کی۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۵۵ء کو اس کا باقاعدہ افتتاح ہوا۔ اس موقع پر ڈاکٹر صاحب نے اکیڈمی کے حسب ذیل مقاصد بیان کیے[۱۶]:۔

۱۔ اردو میں اعلیٰ درجے کی سائنسی کتابوں کی تصنیف و تالیف۔

۲۔ عوام تک سائنس پہنچانا اور انھیں ذہنی طور پر سائنس سے وابستہ کرنا۔

۳۔ اردو ادب کے سرمائے میں اضافہ کرنا اور اسے زندگی کے تمام شعبوں میں ذریعہ اظہار بنانا خصوصاً تعلیم' تجارت اور انتظامی امور کے شعبوں میں۔

اگرچہ بعد میں دیگر مقاصد مثلاً ذریعہ تعلیم' دفتری زبان وغیرہ کی مہم بھی شامل کیے گئے لیکن اردو میں سائنسی کتابوں کی تصنیف و تالیف کے ضمن میں مغربی پاکستان اردو اکیڈمی کی طرف سے کم از کم تین ایسے اصطلاحی مجموعے شائع ہوئے' جن کو آج بھی اہمیت حاصل ہے۔

اکیڈمی کے قیام کے دو برس بعد ڈاکٹر بشیر احمد کا انتقال ہو گیا تو ان کی جگہ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی اکیڈمی کے ڈائریکٹر بنے۔ جنرل سیکرٹری سید عبداللہ تھے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کی وفات کے بعد سے ڈاکٹر وحید قریشی اس کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ ۱۹۶۰ء سے حکومت نے بھی اس ادارے کو مالی امداد دینا شروع کی۔

الف۔ "قاموس الاصطلاحات":

اصطلاحات سازی میں اردو اکیڈمی کا سب سے بڑا کارنامہ قاموس الاصطلاحات کی

اشاعت ہے۔ اسے اسلامیہ کالج پشاور کے صدر شعبہ طبیعیات پروفیسر شیخ منہاج الدین نے بیس سال کی کوششوں سے مرتب کیا۔ وہ پشاور یونیورسٹی کے رجسٹرار بھی تھے۔ اس میں کم و بیش ساٹھ ہزار انگریزی اصطلاحات کے اردو تراجم مہیا کیے گئے ہیں۔ اردو اکیڈمی نے اس کا پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۶۵ء میں اور دوسرا ایڈیشن جون ۱۹۸۲ء میں شائع کیا۔ مرتب کے فرزند شیخ منیرالدین صاحب نے اس کے دیباچے میں ان کی محنت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا[۱۴۴]:-

"شیخ منہاج الدین صاحب نے اردو مترادف اصطلاحات کی تلاش کا کام ۱۹۲۵ء میں شروع کیا، جب انھوں نے اردو میں اپنی کتاب نظریہ اضافیت لکھی۔ اس ضمن میں اصطلاحات بھی جمع کی گئیں۔ ۱۹۴۹ء میں اسلامیہ کالج پشاور سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد انھوں نے ایک اصطلاحی لغت مرتب کرنے کا آغاز کیا۔ ۱۹۵۰ء میں یونیورسٹی سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد انھوں نے اس کام کو پھر سے کرنا شروع کر دیا۔ چیمبر کی ٹکنیکی ڈکشنری، انگریزی، عربی، فارسی اور اردو ڈکشنریوں کے مطالعے سے اس لغت کو مرتب کرنے میں خاصی مدد ملی۔ اس کام کے لیے انھوں نے بیس سال صرف کیے (بارہ جزوقتی اور آٹھ ہمہ وقتی)۔ ۱۹۵۵ء سے ان کی وفات ۲۴ اپریل ۱۹۶۳ء تک انھوں نے روزانہ آٹھ دس گھنٹے اس کام پر صرف کیے اور کئی اردو مترادفات خود بھی وضع کیے۔"

کتابیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتب نے اردو کے سابقہ اصطلاحی ذخیروں میں سے انجمن ترقی اردو کی **فرہنگِ اصطلاحاتِ علمیہ** کے تمام حصوں، **فلکیات، اصطلاحاتِ جغرافیہ** اور **اصطلاحاتِ بنکاری** کو استعمال کیا تھا۔ علاوہ ازیں مجلس زبان دفتری کے لغت اور جامعہ عثمانیہ کے شائع کردہ **مصطلحاتِ طب،** جامعہ کراچی کے شائع کردہ **اصطلاحاتِ فلسفہ** اور **جریدہ نمبر ۱، ۲** کو بھی پیش نظر رکھا۔ عمومی لغات میں ان کا زیادہ تر انحصار مولوی عبدالحق اور فیلن کے علاوہ **فیروز اللغات** وغیرہ پر رہا۔ عربی لغات میں سے **القاموس العصری** اور **المنجد** ان کے استعمال میں رہیں۔ عمومی انگریزی اصطلاحی لغات کے لیے انھوں نے پینگوئن کے **حیاتیات، نفسیات، سیاسیات، جغرافیہ، فنون، سائنس** وغیرہ لغات اصطلاحات کو استعمال کیا۔ مجموعی طور پر **چیمبرز ٹیکنیکی ڈکشنری** ان کے سامنے رہی۔

عام طور پر اس لغت میں انھوں نے تشریح الاعضاء، فعلیات، فلکیات، نباتیات، حیاتیات، کیمیا، طبیعیات، طب، جغرافیہ، ارضیات، موسمیات، ریاضی، انجنری، نفسیات، معاشیات، فلسفہ منطق، اخلاقیات، دینیات، سیاسیات، الکیمیا اور نجوم جیسے ۹۴ علوم کی اصطلاحیں یک جا کی ہیں۔ ان علوم کے نام عام طور پر انگریزی ہی کے مخففات میں ہیں۔ بنیادی طور پر ایک اصطلاحی مادے کی اصطلاحیں درج کرنے سے پہلے اس اصطلاحی مادے،

نیم سابقے یا سابقے کا اندراج بھی کیا گیا ہے اور اس کے معنی بھی درج کیے گئے ہیں۔ انھوں نے ایسے مادوں کو "سابقہ" ہی قرار دیا ہے۔ مرکب اصطلاحوں سے پہلے ان کی ابتدائی مفرد اصطلاح بھی معانی کے ساتھ درج کی گئی ہے۔ بعدازاں اس کے مرکبات کو پیش کیا گیا ہے۔ ہر اصطلاح کے مختلف علوم کے معانی کو ان علوم کے حوالے ہی سے درج کیا گیا ہے۔ مرتب کی اپنی اختراعی و طباعی کا علم جا بجا ہوتا ہے، جس پر فارسی ترکیب کا اثر نمایاں ہے۔ مثلاً "آب بند" اور "کلسیم دار" جیسی ترکیبیں اس سے پہلے ہمیں کہیں نہیں ملتیں۔ اس قسم کی مثالیں زیادہ تر نباتاتی اور حیواناتی ناموں کے ترجمے میں ہیں۔

ڈاکٹر سید عبداللہ اس لغت کی افادیت اور مقام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس سے جامع تر کوئی مجموعہ اردو میں موجود نہیں۔ اس میں نظری سائنس، علم الاقتصاد اور بعض دوسرے علوم کی تقریباً سبھی اہم اصطلاحیں آگئی ہیں[۴۳]۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر بنیادی اصطلاحات اس مجموعے میں شامل ہو چکی ہیں اور بعد کے اصطلاحات سازوں اور اداروں نے اس لغت کو بے دریغ استعمال کیا ہے۔ اردو سائنس بورڈ نے اسی لغت کی بنیاد پر **فرہنگِ اصطلاحات** مرتب کی ہے، جس میں بعض دیگر اداروں کی اصطلاحیں بھی شامل کر کے ان کی تعداد کو تقریباً دوگنا کر دیا ہے۔ لیکن بنیادی اصطلاحیں اسی لغت کا حوالہ رکھتی ہیں۔ مقتدرہ قومی زبان کے اکثر لغات میں بھی اسے اہم ماخذ کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ جیسے **تعلیمی اصطلاحات، اصطلاحاتِ نفسیات، اصطلاحاتِ موسمیات** اور **قومی انگریزی اردو لغت** وغیرہ۔ تن تنہا ایک فرد نے اتنا بڑا ذخیرہ فراہم کر دیا جو یقیناً بہت بڑے ادارے کا کام تھا۔ آج یہ ذخیرہ اردو اصطلاحات سازی کے ایک اہم ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ نیز یہ جامعہ عثمانیہ کے **مجموعہ اصطلاحات** کے بعد پہلے ضخیم مجموعہ اصطلاحات کی حیثیت سے بھی ہمارے سامنے ہے۔

ب۔ "قانونی لغت":

اردو اکیڈمی کا دوسرا بڑا کارنامہ نومبر ۱۹۶۳ء میں **قانونی لغت** کی اشاعت ہے، جسے ڈاکٹر تنزیل الرحمان نے مرتب کیا۔ ۱۹۸۳ء تک اس کے چار ایڈیشن شائع ہو چکے تھے[۴۴]۔ ڈاکٹر نیلن، درگا پرشاد، برتر، جلیل الرحمان وغیرہ کے قانونی لغات پر اس لغت کو اس لیے برتری حاصل ہے کہ ایک تو وہ لغات مختصر ہیں، ان میں معانی کی کوئی سند نہیں، نیز قانون کے علاوہ مالگزاری کی اصطلاحات بھی بیان کی گئی ہیں۔ لیکن اس لغت میں صرف قانونی اصطلاحات اور ان کے جدید مفہوم کو سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ گویا یہ ایک قسم کا کشاف اصطلاحات ہے۔ اس کا مقابلہ صرف رشید احمد صدیقی کے **کشافِ قانونی اصطلاحات** سے کیا جا سکتا ہے جو حیدر آباد دکن میں مرتب ہوا اور اسے مقتدرہ قومی زبان نے شائع کیا۔ اس لغت کی ضرورت کا خیال مصنف کو اس وقت آیا جب وہ ۱۹۵۷ء میں قانونی دستاویزات قابل بیع و شرئی کا ترجمہ کر رہے تھے اور جون ۱۹۵۹ء تک انھوں نے

اصطلاحات کی جمع آوری کا کام ایک حد تک کر لیا تھا۔ جولائی ۱۹۵۹ء میں اردو مترادفات لکھنے کا کام شروع ہوا اور ۱۹۶۱ء تک اسے تیار کر لیا۔ اس لغت کی تحریر و ترتیب میں حیدر آباد دکن کے محمد علی کاظمی صاحب نے ان کے ساتھ خاصا تعاون کیا۔ مولوی عبدالحق صاحب اور جسٹس ایس اے رحمان نے بھی کئی مشورے دیے۔ نیز مہدی علی صدیقی اور سید اختر حسین جیسے قانون دانوں نے بھی دست تعاون دراز کیا اور خالد اسحاق جیسے وکلاء نے بھی اس کا خاصا حصہ دیکھا اور ترامیم کیں[۲۵]۔ پاکستان میں قانونی اصطلاحات سازی کے سلسلے کا یہ پہلا لغت ہے۔

اس لغت میں تقریباً بیس ہزار قانونی اصطلاحات اور فقرات کو جمع کیا گیا ہے۔ پاکستان، بھارت اور انگلستان کی عدالتوں کے حوالے بھی بطور سند دیے گئے ہیں۔ تشریحات میں اصطلاحی مفہوم کی بجائے اس کی وضاحت اور تاریخ بیان کی گئی ہے۔ بعض اوقات مثالیں بھی درج کی گئی ہیں۔ جہاں کہیں دو یا دو سے زیادہ انگریزی اصطلاحیں ایک ہی مفہوم کو پیش کرتی ہیں، انھیں بھی یک جا کر دیا گیا ہے یا ان کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔ بیشتر اصطلاحات کے ساتھ ضمنی اصطلاحات بھی دی گئی ہیں۔ تقریباً دو اڑھائی سو ایسی اصطلاحات بھی ہیں۔ انگریزی کے علاوہ رومن، فرانسیسی اور لاطینی اصطلاحیں بھی دی گئی ہیں اور کہیں کہیں عربی اور فقہی اصطلاحات بھی نظر آتی ہیں۔ اصطلاحات سازی میں عربی اور فارسی دونوں سے مدد لی گئی ہے، تاہم فارسی ترکیبات کا رجحان زیادہ نظر آتا ہے بلکہ کہیں کہیں اردو ترکیب (لاحقہ "والا" یا حرف اضافت "کا، کی، کے" کے حوالے سے) کو استعمال کیا گیا ہے۔ عموماً ایک سے زیادہ اردو مترادفات جمع کیے گئے ہیں جس سے افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔ ہلال احمد زبیری لکھتے ہیں کہ بعض صورتوں میں انگریزی اصطلاح کے لیے متعدد اردو اصطلاحیں وضع ہوئی ہیں۔ اس قاموس میں بھی یہ صورت حال جا بجا نظر آتی ہے[۲۶]۔ مولوی عبدالحق اس لغت کے بارے میں لکھتے ہیں[۲۷]:-

"میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اردو زبان میں ایسا قانونی لغت موجود نہیں۔ اگر انجمن کے حالات اچھے ہوتے تو میں اس کو انجمن کی طرف سے چھاپتا۔"

ج۔ دیگر اصطلاحی خدمات:

اردو اکیڈمی کا تیسرا لغت مقتدرہ قومی زبان کے تعاون سے شائع ہوا۔ یہ کشاف اصطلاحات کیمیا کے نام سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا، جسے ڈاکٹر ایم اے عظیم صدر شعبہ کیمیا، گورنمنٹ کالج، لاہور نے مرتب کیا۔ اس میں کم و بیش تین ہزار انگریزی علمی اصطلاحوں کی اردو تشریحات دی گئی ہیں۔ مرتب لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں علم کیمیا میں استعمال ہونے والی انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ آسان لفظوں میں کر کے اس کے ساتھ ساتھ ان اصطلاحات کی تشریح بھی کر دی گئی ہے تاکہ طلبہ ان کو اچھی طرح ذہن نشین کر

سکیں۔ اصطلاحات کے علاوہ کلیات کیمیا، مختلف مرکبات کی تیاری اور ان کے خواص کی تشریح بھی کر دی گئی ہے[۴۸]۔

دراصل یہ ایک انسائیکلوپیڈیا ہے، جس میں اصطلاحات سازی کا عمل بھی کیا گیا ہے لیکن ان میں طویل ترکیبات اور مرکب اصطلاحوں کے ترجمے پر اکتفا کیا گیا ہے، مثلاً Glass fibre Material "شیشہ ریشوں کے مادے" جن میں اردو اضافت استعمال کی گئی ہے نیز عموماً" امتزاجی ترکیب کو استعمال میں لایا گیا ہے جیسے "نوکلیائی ایندھن"" "نارمل محلول"" "لوہا آکسائیڈ" وغیرہ۔

ایسا ہی ایک اردو انسائیکلوپیڈیا طبیعیات بھی سلسلہ نمبر ۲ کے تحت شائع کیا گیا تھا، جسے پروفیسر حمید عسکری نے کراسوں کی صورت میں مرتب کرنا شروع کیا۔ اس کے پہلے تین کراسے ہی شائع ہوئے جو A سے Air Thermometer تک تشریحی معلوماتی مضامین کے حامل ہیں، انھیں ایک جلد کی صورت دے دی گئی۔ ضمنی طور پر اصطلاحات سازی کا کام بھی انجام پایا جو عنوان کے علاوہ متن میں بھی انجام دیا گیا۔ اس میں امتزاجی انداز پایا جاتا ہے۔ مثلاً ڈسچارج، ہائیڈروجن، منفی پلیٹ، لیڈ سلفیٹ، مثبت پلیٹ وغیرہ[۴۹]۔

جہاں تک اکیڈمی کی مطبوعات میں موجود اصطلاحی اشاریوں کا تعلق ہے، ان میں سے بیشتر اصطلاحات سازی کے ضمن میں قابل توجہ ہیں۔ مثلاً سماجی علوم میں ڈاکٹر سی اے قادر کی اخلاقیات (۱۹۸۴ء)، نفسیات (۱۹۶۵ء)، صنعتی نفسیات (۱۹۷۳ء)، نموئی نفسیات (۱۹۷۴ء)، نفسیاتِ تسویہ (۱۹۷۵ء)، عسکری نفسیات (۱۹۷۵ء)، معاشی نظریے (۱۹۷۶ء) اور معاشرتی نفسیات (۱۹۸۱ء)، میں دی گئی اصطلاحات میں اصطلاحاتِ نفسیات مطبوعہ ادارہ تالیف و ترجمہ جامعہ پنجاب کا پرتو نظر آتا ہے۔ یہی صورت پروفیسر وہاب اختر عزیزی کی کتابوں حیوانیات (مارچ ۱۹۶۵ء)، نباتیات (۱۹۶۸ء)، آسان حیوانات (۱۹۷۱ء)، نباتاتی فعلیات (۱۹۷۲ء) اور اکرام بٹ کی مبادیِ نباتیات (۱۹۶۴ء)، میں نظر آتی ہے۔ سائنسی، تکنیکی علوم میں اردو اکیڈمی کی مطبوعات نظامِ شمسی (۱۹۶۷ء)، سائنسی موضوعات پر مضامین، مسعود بٹ کی جوہری توانائی (۱۹۶۷ء)، لیفٹیننٹ کرنل اعجاز احمد کی الیکٹرانکس کے بنیادی اصول (۱۹۷۰ء)، عبداللہ جان کی آبپاشی (۱۹۷۶ء) میں ہمیں قاموس الاصطلاحات اور جامعہ پنجاب کے لغات کا استعمال زیادہ نظر آتا ہے۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جہاں اردو اکیڈمی نے اصطلاحی مجموعوں کے ذریعے دیگر اداروں کی رہنمائی کی ہے، وہیں اس کے اصطلاحی اشاریوں میں دیگر اداروں کا پرتو بھی دکھائی دیتا ہے۔

۴:۱۵ ۔ جامعہ پنجاب کی اصطلاحی خدمات

قیامِ پاکستان کے بعد اصطلاحات سازی میں جامعہ پنجاب کو جامعہ کراچی کے بعد

دوسرے نمبر پر اہمیت حاصل ہے۔ تاہم اس کے کام مجلس زبان دفتری اور مغربی پاکستان اردو اکیڈمی کے بعد منظر عام پر آئے۔ اس کا علمی آغاز ۱۹۵۰ء میں اورینٹل کالج لاہور میں انجمنِ اردو پنجاب یونیورسٹی کے حوالے سے ہمیں ملتا ہے[۵۰]۔ ۱۹۵۲ء میں یونیورسٹی بک ایجنسی سے خواجہ عبدالحمید کی منطقِ استخراجیہ شائع ہوئی جس کے صفحات ۱ تا ۲ میں منطق کی اصطلاحیں دی گئی ہیں۔ لیکن یونیورسٹی کی طرف سے اصطلاحات سازی کا باقاعدہ آغاز ۱۹۶۲ء میں ادارہ تالیف و ترجمہ کے قیام سے ہوا[۵۱]۔ تاہم اس کا پہلا لغت کہیں ۱۹۶۶ء میں منظر عام پر آسکا۔

انجمن اردو کے مقاصد میں اصطلاحات سازی شامل تھی۔ چنانچہ اس نے بہت سی فہرستیں مرتب کر لیں، فنون لطیفہ اور جمالیات کی اصطلاحوں کو سب سے پہلے لیا گیا۔ موسمیات کی اصطلاحات پر مقالہ بھی اسی انجمن کے اجلاس میں سبط نبی نقوی ڈائریکٹر محکمہ موسمیات نے پڑھا۔ تاہم ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے فنون لطیفہ سے متعلق چند اصطلاحات پر ترجے اورینٹل کالج میگزین کے چند شماروں میں شائع کرا چکے تھے[۵۲]۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جامعہ پنجاب میں اصطلاحات سازی کا آغاز اورینٹل کالج سے ہوا۔

الف۔ ادارہ تالیف و ترجمہ کا قیام:

اس ادارے کے محرک پروفیسر حمید احمد خاں تھے۔ اس وقت وہ اسلامیہ کالج کے پرنسپل تھے۔ انھوں نے ۱۵ دسمبر ۱۹۶۱ء کو وائس چانسلر کو اردو ذریعہ تعلیم اپنانے کے لیے کوئی موثر قدم اٹھانے کے لیے خط لکھا۔ چنانچہ ان کی تجویز پر پروفیسر حمید احمد خان چانسلر نے ۱۳ فروری ۱۹۶۲ء کو پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ میں اس کی تحریک پیش کی اور یہ ادارہ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں وجود میں آیا[۵۳]۔

اس ادارے کا نام Urdu Development Board رکھا گیا۔ اس مجلس کے صدر نشین ایس اے رحمان، کنوینر پروفیسر حمید احمد خان مقرر ہوئے۔ ان کے علاوہ مجلس کے ارکان میں چھ نامور صاحبان علم میاں بشیر احمد، ڈاکٹر سید عبداللہ، مولانا غلام رسول مہر، مولانا صلاح الدین احمد، ڈاکٹر نیاز احمد، ڈاکٹر نذیر احمد شامل کیے گئے۔ پروفیسر حمید احمد خان ناظم مقرر ہوئے ارکان کی تعداد آگے چل کر چودہ ہو گئی۔ ان میں ڈاکٹر سید عبداللہ، پروفیسر محمود احمد خان اور پروفیسر سید وقار عظیم مستقل ارکان تھے۔ باقی پروفیسر ایم ایم شریف، ڈاکٹر رفیق احمد خان، سید امتیاز علی تاج، سید شمشاد وحید، ڈاکٹر قاضی سعید الدین احمد، اور ڈاکٹر غلام یاسین نیازی وغیرہ تھے[۵۴]۔

سید ضیا احمد رضوی لکھتے ہیں کہ ادارے نے پہلے سائنسی اصطلاحات پر کام شروع کیا لیکن یہ اطلاع ملنے پر کہ یہ کام مرکزی اردو بورڈ کر رہا ہے، انھوں نے اپنا دائرہ کار معاشرتی علوم تک محدود کر لیا۔

ادارے کا پہلا لغت اصطلاحاتِ معاشیات کے نام پر ۸ ہزار اصطلاحات پر مبنی

۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔ دوسرے مرحلے پر سیاسیات کی اصطلاحات سازی کا کام شروع ہوا۔ دو برس بعد ساڑھے بارہ ہزار اصطلاحات پر مبنی اصطلاحاتِ سیاسیات کا استناد ہوا۔ اس کے بعد چار برس میں اصطلاحات نفسیات اور اطلاقی نفسیات کے نام سے ۷۶۷۸ اصطلاحات وضع کی گئیں۔ اصطلاح سازی کے متفرق کام بعض کتابوں کے لیے بھی کیے گئے مثلاً کپڑے اور بافتنی اشیا (۴۰۷)' غذا اور غذائیت (۷۶۸)' اور پرورش اطفال (۱۲۹۸) جیسی کتابوں کے لیے مرکزی اردو بورڈ کی اعانت کی گئی۔ ڈاکٹر نذیر احمد کی کتاب حیوانیات (حصہ اول کے لیے ۴۷۲) اور محمد حنیف خان کی شماریات (حصہ اول و دوم کے لیے) کے لیے اصطلاحات وضع کی گئیں۔ ان کے علاوہ منطق کی ۹۵۸ اصطلاحات پر کام ہوا جو شائع نہ ہو سکیں[۵۵]۔

یکم جنوری ۱۹۷۱ء سے سید وقار عظیم کے بعد ڈاکٹر سید عبداللہ اس ادارے کے ناظم مقرر ہوئے۔ انھوں نے اصطلاحات سازی کی بجائے براہ راست کتب لکھوانے کا سلسلہ شروع کیا۔ جس کے ضمنی نتیجے میں اصطلاحاتی اشاریے وجود میں آئے مثلاً فولاد سازی' سوئی گیس اور اس کا مصرف' نظریہ گروپ' اضافیت کا نظریہ خصوصی' ہم ربطی کیمیا' لسونت مادے وغیرہ۔ تاہم ان کے دور میں قاموسِ نباتیات' اصطلاحاتِ کیمیا اور اصطلاحاتِ طبیعیات شائع ہوئیں۔ ۱۹۸۶ء میں ادارے کی نگرانی سید امجد الطاف کے سپرد ہوئی اور ۲۵ فروری ۱۹۸۷ء سے ڈاکٹر سہیل احمد خان کو اس کا ناظم مقرر کیا گیا۔

ب۔ ادارہ تالیف و ترجمہ کی خدمات:

اصطلاحات سازی کے میدان میں ادارہ تالیف و ترجمہ نے سات لغات اور تقریباً تیس کتب (اصطلاحی اشاریوں) کی صورت میں خدمات انجام دیں۔ جن میں سے کچھ کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ منطق وغیرہ کی اصطلاحات شائع نہ ہو سکیں۔ تاہم ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۵ء تک اس ادارے نے مندرجہ بالا خاطر خواہ خدمات انجام دیں۔ چونکہ اس دور میں ڈاکٹر سید عبداللہ اس ادارے میں موجود تھے' اس لیے لامحالہ اس پر ان کے نظریات اور مغربی پاکستان اردو اکیڈمی کی چھاپ نظر آتی ہے۔

اصطلاحاتِ معاشیات ستمبر ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔ چھ افراد کی مجلس استناد مقرر ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد پروفیسر محمود احمد خان' ڈاکٹر سید عبداللہ' سید وقار عظیم اور بعد ازاں پروفیسر عبدالشکور احسن پر مشتمل مجلس استناد نے کام کیا[۵۶]۔ دیگر ارکان مجلس استناد میں ڈاکٹر ایس ایم اختر (صدر شعبہ معاشیات) اور جناب عبدالحمید صدیقی (ماہر مضمون) شامل ہوئے۔ اس مجلس نے ۸۹ نشستوں میں دفتر کی مرتب کردہ بارہ ہزار اصطلاحات میں سے ۷۸۲۱ کو مستند قرار دیا جو کتابی صورت میں شائع کر دی گئیں۔ استناد کے وقت جامعہ عثمانیہ اور جامعہ کراچی کے کام کو بھی پیش نظر رکھا گیا اور معاشیات کے اساتذہ کی تصانیف کو بھی۔ اس

ضمن میں سید وقار عظیم لغت کے دیباچے میں لکھتے ہیں[۵۷]:۔

"مجلس استناد کی یہ کوشش رہی ہے کہ اردو کی اصطلاح محض انگریزی کی اصطلاح کا ترجمہ ہونے کی بجائے ایک طرف تو اس علمی مفہوم کو واضح کر سکے جو اس اصطلاح کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری طرف اردو کے مزاج سے ہم آہنگ ہو۔"

تاہم ان کے نزدیک ان کی صحت اور افادیت کی کسوٹی تجربہ ہے۔ ان اصطلاحات کے مطالعے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں عربیت سے زیادہ فارسی پر انحصار کیا گیا ہے اور سابقہ ذخیرے میں سے "ہنڈی، عندالطلب، مرافعہ، تسکیک، زرگیری، مدیون، انفکاک" جیسے الفاظ ہی شامل کیے گئے ہیں۔ البتہ "تنقیح" (Audit) کی بجائے "محاسبہ" اور "محاسب" (Accountant) کی بجائے "حساب دار" اصطلاحیں استعمال کر کے حیدر آباد اور کراچی کے رجحانات سے قدرے اختلاف کیا گیا اور یوں اصطلاحات کو "آسان" بنانے کی ایک شعوری کوشش سامنے آئی ہے۔

اصطلاحاتِ سیاسیات (۱۹۶۸ء) اگرچہ مرکزی اردو بورڈ کی طرف سے شائع ہوئی لیکن اس کا ذکر ادارہ تالیف و ترجمہ جامعہ پنجاب ہی کے نام سے کرنا مناسب ہے۔ دراصل اس شعبے نے یہ اصطلاحات مرتب کر کے شائع کرنے کے لیے بورڈ کے حوالے کر دی تھیں۔ سید وقار عظیم کی نگرانی میں پروفیسر محمود احمد خان، ڈاکٹر عبدالحمید، ڈاکٹر منیرالدین چغتائی اور عبدالشکور احسن پر مشتمل مجلس استناد نے ۱۶۹ نشستوں میں اس کی بارہ ہزار اصطلاحوں کا استناد کیا۔ پروفیسر حمیداحمد خان، ڈاکٹر سید عبداللہ اور ڈاکٹر محمد بشیر سے بھی مشورہ کیا گیا اور جامعہ عثمانیہ، نیز جامعہ کراچی کے کاموں کو بھی پیش نظر رکھا گیا[۵۸]۔

اصطلاحاتِ نفسیات (جون ۱۹۷۱ء) اور **اصطلاحات اطلاقی نفسیات** (جون ۱۹۷۲ء) دراصل ایک ہی کوشش ہے جو دو حصوں میں یکے بعد دیگرے اشاعت پذیر ہوئی۔ ان کے ماہرین میں ڈاکٹر محمد اجمل، پروفیسر ڈاکٹر غلام جیلانی اور پروفیسر چودھری عبدالقادر (سی اے قادر) شامل تھے۔ البتہ اطلاقی نفسیات میں پروفیسر محمد سعید شیخ کو شامل کیا گیا تھا۔ اصطلاحات نفسیات کی مجلس نے ۱۷ جون ۱۹۶۶ء سے ۳ اکتوبر ۱۹۶۸ء تک ۲۸۵ نشستوں میں نفسیات کی ایک سے زیادہ کتب سامنے رکھ کر متبادلات تجویز کیے۔ اس دوران میں اطلاقی نفسیات کی اصطلاحوں کے متبادلات بھی تجویز کر دیے گئے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے خاص طور پر اصطلاحات پر اعراب لگوائے تاکہ انھیں پڑھنے میں وقت نہ ہو[۵۹]۔

اصطلاحاتِ اطلاقی نفسیات میں پہلی کتاب کی بعض اصطلاحات حذف کرنے کی کوشش کی گئی تھی تاکہ تکرار نہ ہو۔ پھر بھی بعض اصطلاحات دونوں میں ملتی ہیں۔ اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کا استعمال نفسیات کی دونوں شاخوں میں یکساں طور پر ہوتا ہے[۶۰]۔

دونوں کتابوں میں ہمیں عربیت اور فارسیت کا یکساں رجحان نظر آتا ہے تاہم بعض اسم اور متعلقات فعل میں اردو متعلقات' حروفِ ربط اور اضافتیں شامل کی گئی ہیں جیسے "حسی طور پر" "شہوانی طور پر"' "فقرے دار زبان"' "جملے کی لمبائی"' "شکل اور زمین کی علیحدگی"' "جوابی عمل کا اخفا" وغیرہ۔ فارسی' عربی اضافتیں بھی ہیں جو کہیں کہیں بلاوجہ دے دی گئی ہیں جیسے "سوالنامہ افشائے ذات"' "توافق بالذات"' "علم الاساطیر" وغیرہ۔ طویل اصطلاحی ترکیب سازی کا رجحان عام ملتا ہے۔ جیسے "مجموعہ علامات بعدار تجاج" (Postconcussion Syndrom)' "گٹھیا نما التہاب مفصل" (Pneumatoid Arthritis)' " فاترالذہن مبتلائے کمتری" (psychopathic Inferior)' "عدالت قضایائے خانگی" (Domestic Court) وغیرہ۔

قاموسِ نباتیات (جون ۱۹۷۷ء) پروفیسر وہاب اختر عزیز کی مرتب کردہ ہے جس میں دو ہزار کے قریب اصطلاحات ہیں۔ اسے ہم کشاف اصطلاحات کی ذیل میں شمار کر سکتے ہیں کیونکہ "اس میں مغربی اصطلاحات کے اردو مترادفات کے علاوہ ان کے مفاہیم بھی صراحت سے بیان کیے گئے ہیں[۱۲]۔" لیکن اکثر مترادفات بھی محض اردو مفہوم کا اظہار کرتے ہوئے ملتے ہیں جیسے Abiogenesis کا ترجمہ "خود رونسل" کیا گیا ہے۔ کہیں کہیں اصطلاحات بعینہٖ لے لی گئی ہیں جیسے Cyanophyceae "سیانوفائیسی"' Dead-nettle "ڈیڈ نیٹل"' Decurrent "ڈیکرنٹ" وغیرہ۔ جب کہ ان میں سے بیشتر کے اردو مترادفات مل سکتے تھے یا وضع ہو سکتے تھے جیسے Parchment' Temperature' Sperm' Order وغیرہ کے لیکن انھیں اردو میں آرڈر' سپرم' ٹمپریچر اور پارچمنٹ ہی لکھا گیا ہے۔ دراصل اس کتاب میں اصطلاحات سازی کی کوشش نہیں کی گئی جو اردو مترادفات بہ آسانی مل گئے' انھیں لے لیا گیا اور باقی محض اردو رسم الخط میں لکھ دیے گئے۔

سائنسی لغات کے سلسلے کی پہلی کڑی اصطلاحاتِ کیمیا (جون ۱۹۸۵ء) ہے جسے ادارے کے سینئر ریسرچ افسر سید ضیا احمد رضوی نے مرتب کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے وضع اصطلاحات کے اصول و ضوابط پر مشتمل ایک مختصر سا دیباچہ بھی شامل کیا ہے۔ اس مجموعے میں علم کیمیا کی تقریباً پانچ ہزار اصطلاحات کے اردو مترادفات دیے گئے ہیں۔ اپنے مضمون میں رضوی صاحب نے زیادہ تر وحیدالدین سلیم کی وضع اصطلاحات کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ مختلف گروہوں کے نقطہ ہائے نظر' زبانوں کے خاندانوں کا ذکر' مشترک اصول' فرہنگِ آصفیہ کا تجزیہ' مفرد' مرکب اصطلاحوں کے اصول' نیم لاحقوں اور نیم سابقوں کا ذکر' مرکبات کی قسمیں' اصول نحت کا ذکر یہ سب کچھ مولوی صاحب کے ہاں موجود ہے جس کا جائزہ ہم دوسرے باب میں لے چکے ہیں۔ لیکن پورے مضمون میں جامعہ پنجاب کے اصولوں یا اس کتاب میں استعمال کیے گئے اصولوں کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا[۶۲]۔ ہمیں جو بنیادی اصول کار فرما نظر آتا ہے' اس میں سرفہرست "مترادفات کا ذخیرہ" ہے یعنی

اب تک جو مترادفات وضع ہوئے' ان سب کو یا ان میں سے بیشتر کو جمع کر دیا گیا ہے۔ جیسے Abration کے لیے چار مترادفات' "خراش' حک' گھساؤ' خراشیدگی"' Absorbents کے لیے تین مترادفات "جاذب' جاذب چیزیں' عروق جاذب"' Alkaloid کے لیے "قلیاسا' قلیا' قلیانما"' Alpha Rays کے لیے "الفا شعاعیں' الفاشعاعیں"' Maltose کے لیے "مالٹ شکر' قند شعیر' شکر شعیر' مالٹوس"' Still کے لیے "اچل' کھڑا' انبیق' آلہ کشید" 'Partial کے لیے "جزئی' جزوی' ادھورا"' Isotonic کے لیے "ہم ولوج' ہم طناب' ہم سرایت" وغیرہ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرتب نے جامعہ عثمانیہ' انجمن ترقی اردو' جامعہ کراچی اور پروفیسر منہاج الدین کے وضعی الفاظ کو یک جا کر دیا ہے۔ جیسے Explosive کے لیے "دھماکو' انفجاری' شعلہ گیر" ان ماخذوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس کتاب کو ہم اصطلاحات سازی سے زیادہ اصطلاحات نگاری کی ذیل میں شامل کر سکتے ہیں۔

اصطلاحاتِ طبیعیات (۱۹۸۶ء) بھی اسی قبیل کا لغت ہے۔ اسے بھی کسی مجلس استناد نے معیار بندی کے عمل سے نہیں گزارا۔ اس میں کم بیش دس ہزار اصطلاحات ہیں' جن میں سے بعض ریاضی' فلکیات' ارضیات اور کیمیا کی اصطلاحیں ہیں[۴۳]۔ اگرچہ دیباچہ میں مرتب نے اصول بیان کرنے کی کوشش کی ہے' جو دراصل **اصطلاحاتِ کیمیا** کے پیش لفظ ہی کا خلاصہ ہیں۔ تاہم ان کے مرتب کردہ لغات کو اصطلاحات نگاری کے حوالے سے ایک ذخیرے کی حیثیت حاصل ہے' جسے بنیاد بنا کر معیار بند اصطلاحات سازی کی سمت پیش رفت کی جا سکتی ہے۔

جہاں تک ادارے کی دیگر اصطلاحی خدمات کا تعلق ہے۔ ان میں دو کتابوں **پرورشِ اطفال** اور **خاندانی تعلقات** اور **غذا اور غذائیت** (۱۹۸۴ء) کے لیے کی گئی اصطلاحات سازی زیادہ اہم ہے۔ دونوں کتابیں مرکزی اردو بورڈ لاہور نے شائع کیں۔ **پرورشِ اطفال** میں ہمیں عربی ترکیب کا رجحان قدرے کم ملتا ہے بلکہ عربی الفاظ میں فارسی اضافت اور ترکیب پر زیادہ زور دیا گیا ہے جیسے "احشاء مزاج" یا "اختباطِ عظمت"۔ **غذا اور غذائیت** میں کراچی اور جامعہ عثمانیہ کے اثرات ملتے ہیں۔ مثلاً ترشہ (Acid)' ضد جسمہ (Antibody)' فشار خون (Blood Perssure)' بوزہ ساز (Brewer) اس کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

دیگر اصطلاحی اشاریوں میں خصوصی طور پر کیمیا' ریاضی اور کیمیائی ٹکنالوجی کے مضامین میں شائع کردہ کتابوں کی اصطلاحات قابل ذکر ہیں۔ ان میں بھی ڈاکٹر محمد ظفر اقبال' ڈاکٹر فضل کریم اور ڈاکٹر عبدالبصیر پال اور خالدلطیف میر کی خدمات اہم ہیں۔ پروفیسر سی اے قادر کی ایک کتاب **صنعتی معاشریات** بھی شائع ہوئی۔ جس میں اصطلاحات سازی کا کام نظر آتا ہے' لیکن کیمیائی و تکنیکی موضوعات ادارہ تالیف و ترجمہ جامعہ پنجاب کا طرۂ امتیاز ہیں۔

کیمیا میں ڈاکٹر محمد ظفر اقبال کی ہم رَبطی کیمیا (مئی ۱۹۷۳ء۔ اس میں ڈاکٹر نصیر احمد بھی شریک تھے)، مرکزائی کیمیا (جون ۱۹۷۴ء)، کیمیائی بندوساخت (مئی ۱۹۷۷ء) اور حیاتی و غیر نامیاتی کیمیا کے روابط (جون ۱۹۸۵ء۔ اس میں حافظ عبدالاحد بھی شریک تھے) قابل ذکر ہیں۔ ان کی اصطلاحات سازی پر جامعہ عثمانیہ اور جامعہ کراچی کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں مثلاً "حرارت زا" اور "سرعت گر" "برقناطیس" "پارگی" اور "معیار اثر" اس کا ثبوت مہیا کرتی ہیں لیکن اس کے ساتھ کہیں کہیں انھوں نے امتزاجی طریق بھی اپنایا ہے جیسے "بائیو کیمیا" آربیٹال جوہری" وغیرہ جب کہ ایٹم کی ساخت میں ڈاکٹر شفیق حسین نے امتزاجی ترکیب سے گریز کیا ہے۔

ریاضی میں پروفیسر خالد لطیف میر بھی امتزاجی ترکیب کے خلاف ہیں لیکن اضافیت کا نظریۂ خصوصی (مارچ ۱۹۷۳ء) اور ویکٹر اور ٹینسر (جون ۱۹۷۸ء) میں "ٹینسر" ویکٹر پوٹینشل" وغیرہ کے الفاظ بجنسہٖ لیتے ہیں۔ ان کی یہ روایت پروفیسر عبدالمجید کی کتاب نظریہ گروپ (جون ۱۹۷۳ء) میں نسبتاً زیادہ ملتی ہے اور وہ "آٹو مارفزم" "فیکٹر" "ڈومین" اور "انڈیکس" جیسی ترجمہ پذیر اصطلاحات کو بھی بجنسہٖ لیتے ہیں۔ جب کہ ڈاکٹر عبدالبصیر پال کے شماریاتی میکانیات (مئی ۱۹۷۴ء) اور تجاذب اور سیاروی حرکت (جون ۱۹۷۶ء) میں ضرورت سے زیادہ امتزاج کی طرف چلے گئے ہیں۔ مثلاً جوفی ریڈی ایشن (Cavity Radiation)، زاویائی فریکوئنسی (Angular Frequency)، الیکٹران گیس (Electron Gas)، تھرموڈائنامک توازن (Thermodynamic Equilibrium) جیسی مضحکہ خیز ترکیبیں وضع کی گئی ہیں۔

کیمیائی ٹکنالوجی میں ڈاکٹر فضل کریم نے نسبتاً بہتر انداز اختیار کیا ہے اور امتزاجی ترکیب میں مقامی اور سادہ اردو کے الفاظ مثلاً "بھرت، بھڑکاؤ، تختانا، بھرتیاؤ، تختاؤ، پھونک پن، رساؤ، کُدھات" وغیرہ کا استعمال عام ہے۔ "گند آب ریز" "لفاف زدہ پٹی" "مقلب چٹانیں" "تختاؤ پذیر" "ناقابل چیلنج" "آلائے سٹیل" "پتواں لوہا" جیسی ترکیبوں میں عربی، فارسی، انگریزی، اردو اور مقامی الفاظ کی ترکیب کاری عام ملتی ہے۔ ان کی کتابیں دھاتیں اور ان کے استعمالات (اگست ۱۹۷۹ء)، فونڈری ٹکنالوجی (فروری ۱۹۷۵ء)، فولاد سازی (۱۹۷۳ء۔ ڈاکٹر آئی ایچ خاں اور ڈاکٹر محمد منشا ان کے ساتھ شریک تھے) اور سٹین لیس سٹیل (جون ۱۹۷۸ء) میں ان کی مثالیں عام ملتی ہیں۔ دراصل ٹکنالوجی کی اصطلاحات سازی میں تعاملات اور طریقوں کے بیان میں مقامی عنصر اور اردو کے سادہ الفاظ زیادہ اور بہتر طریق پر استعمال ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ ذوالفقار احمد کی کتاب پاکستان کی معدنی دولت (جون ۱۹۷۸ء)، عبداللہ جان کی کتاب فولادی کنکریٹ (نومبر ۱۹۷۹ء)، ڈاکٹر محمد ظفر اقبال کی کتاب زنگ نگاری (جون ۱۹۸۲ء)، ڈاکٹر نذیر رومانی کی کتاب سوئی

گیس اور اس کا مصرف (مئی ۱۹۷۳ء) اور ڈاکٹر سعید احمد بھٹی کی کتاب مرکزائی اشعاع اور زراعت میں ان کی اہمیت (جون ۱۹۷۶ء) میں یہی صورت حال ملتی ہے
البتہ ڈاکٹر رومانی کے ہاں ڈاکٹر پال کی طرح انگریزی کے ساتھ امتزاجی ترکیبیں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً "مرکز گریز کمپریسر" "آلی گیس ہولڈر" وغیرہ۔

ج۔ جامعہ پنجاب کے دیگر ادارے:

اصطلاحات سازی کے میدان میں جامعہ پنجاب کے دیگر ادارے بھی سرگرم رہے۔ ان میں یونیورسٹی اورینٹل کالج، اردو دائرہ معارف اسلامیہ اور ادارہ تعلیم و تحقیق قابل ذکر ہیں۔

یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ سب سے پہلے اصطلاحات سازی کا کام یہیں شروع ہوا، جس کا ذکر ہم ادارہ تالیف و ترجمہ کے ذکر سے پہلے کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کالج کے اساتذہ ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر سہیل احمد خان کے نام بھی ہمیں اصطلاحات سازی کے میدان میں ملتے ہیں۔ اسی کالج کے ڈاکٹر مولوی محمد شفیع نے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ یہ انسائیکلوپیڈیا چونکہ لائیڈن کے مطبوعہ انگریزی نسخے کے ترجمے کی بنا پر مرتب ہوا ہے، اس لیے ضمنی طور پر اس میں بھی اصطلاحات کا کام انجام پایا۔ اس سے "عالم اسلام، اسلامی عقائد و تصورات اور اسلامی علوم و فنون کے بارے میں مستند معلومات کا ذخیرہ میسر آ گیا ہے"[۶۴] اور یوں اسلامی اصطلاحات کا بھی ایک خاصا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔ ادارہ تعلیم و تحقیق میں اگرچہ براہ راست تو اصطلاحات کا کوئی کام نہیں کیا گیا لیکن اس کے اساتذہ اور فاضلین کی انجمن نے اپنے طور پر اصطلاحات سازی میں قابل ذکر کام انجام دیا ہے۔ خصوصاً تعلیمی اصطلاحات سازی کے ضمن میں جامعہ عثمانیہ کے بعد اس ادارے نے قابل قدر کام کا آغاز کیا۔ تعلیمی تحقیق اور اس کے اصول و مبادی (جنوری ۱۹۷۸ء) میں ڈاکٹر احسان اللہ خان نے تعلیمی اصطلاحات مرتب کر کے اس کام کا آغاز کیا۔ تقریباً اڑھائی سو کی تعداد میں پہلی بار اس موضوع پر اصطلاحات ہمارے سامنے آتی ہیں۔ اس میں Data کے لیے "معطیات" "Hypothesis" کے لیے "فرضیہ" Assumption کے لیے "مفروضہ" Dissertation کے لیے "حاصلِ مطالعہ" کی معیار بندی قریب المفہوم ہونے کی بنا پر کی گئی ہے۔ ۱۹۷۹ء میں انجمن فاضلین نے ایک تعلیمی لغت مرتب کرنے کا آغاز کیا جو اس کے رسالے **تعلیمات** میں قسط وار شائع ہونا شروع ہوا۔ بعد ازاں اس کام میں سائنٹیفک سوسائٹی پاکستان نے بھی تعاون کیا اور بالآخر مقتدرہ قومی زبان نے اس لغت کی تدوین کا کام اپنے ہاتھ میں لیا[۶۵]۔ اس کے ابتدائی مرتبین پروفیسر منور ابن صادق، پروفیسر خادم علی ہاشمی اور چودھری محمد دین ظفر تھے۔ ماہنامہ **تعلیمات** کے شمارہ اپریل ۱۹۷۹ء میں اس کی پہلی، مئی جون ۱۹۸۹ء میں دوسری اور جولائی ۱۹۷۹ء میں تیسری قسط شائع ہوئی۔ پہلی

قسط کے آغاز میں اسے "ادارہ تحقیق و اشاعت لاہور" کا کارنامہ قرار دیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ تعلیمی لغات تعلیمات میں A سے شروع کر کے مسلسل اور سائینٹفک سوسائٹی کراچی کے رسالے جلید سائنس میں Z سے شروع کر کے بہ ترتیب معکوس قسط وار شائع کی جا رہی ہے"[۴۵] لیکن جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ مقتدرہ کی اشاعت میں ادارہ تحقیق و اشاعت کا کوئی ذکر نہیں اور پروفیسر منور ابن صادق ادارہ تعلیم و تحقیق کے استاد اور ماہنامہ **تعلیمات** اس ادارے کی انجمن فاضلین کا رسالہ تھا' بجا طور پر ادارہ تعلیم و تحقیق کے حوالے سے اس کا ذکر کیا جانا چاہیے۔ ادارہ تحقیق و اشاعت ۱۹۸۰ء میں ادارہ تعلیمی تحقیق کے نام سے وجود میں آیا۔ اس کے تذکرے میں ایسا کوئی حوالہ نہیں ملتا[۴۶]۔ تعلیمات میں A 'Posteriori سے آغاز کر کے تین قسطوں میں Activities, Coodinate تک اصطلاحات درج کی گئی ہیں۔ اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا اور اس کام کو مقتدرہ نے اپنے ذمے لے لیا۔ اس کا جائزہ سولھویں باب میں مقتدرہ کی ذیل میں لیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر جامعہ پنجاب نے نہ صرف سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات سے استفادہ کیا بلکہ اصطلاحات سازی کے عمل کو آسان تر کرنے کے لیے نئی راہیں بھی اختیار کیں۔ نہ صرف اس کے اداروں' بلکہ اساتذہ اور انجمنوں نے بھی اصطلاحات سازی کے عمل میں خاطر خواہ حصہ لیا۔

۵:۱۵۔ اردو سائنس بورڈ' لاہور

وفاقی وزارت تعلیم کی ایک قرارداد کے مطابق ۲۴ مئی ۱۹۶۲ء کو اردو کی ترقی کے لیے ایک "مرکزی اردو بورڈ" کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے سرپرست صدر پاکستان تھے اور مجلس نا ئمین کے صدر جسٹس ایس اے رحمان کو مقرر کیا گیا' کرنل مجید ملک بورڈ کے ڈائریکٹر بنائے گئے۔ اس کے مقاصد میں سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں اردو کی کمی کو دور کرنا سب سے اہم تھا۔ ۱۹۸۲ء میں اس ادارے کا نام بدل کر اردو سائنس بورڈ رکھا گیا۔ کرنل مجید کے بعد اے ڈی اظہر اور محمد حنیف رامے بھی کچھ عرصہ کے لیے ڈائریکٹر بنے۔ ۱۹۶۷ء سے اشفاق احمد اس کے ڈائریکٹر ہوئے[۴۷] جو ۱۹۸۹ء میں ریٹائر ہوئے اور ۱۹۹۰ء میں دوبارہ ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔

اردو سائنس بورڈ کا بنیادی کام سائنس میں درسی و تکنیکی کتب کی تیاری ہے۔ اس کی ذیل میں بورڈ نے کئی دوسرے کام بھی شائع کیے' جس میں حوالہ جاتی کتابیں' لغات اور انسائیکلوپیڈیا بھی شامل ہیں۔ اس کام کے لیے بورڈ نے کئی دوسرے اداروں سے تعاون اور اشتراک کیا جن میں اردو اکیڈمی بہاولپور' زرعی یونیورسٹی فیصل آباد' ادارہ تالیف و ترجمہ جامعہ پنجاب اور مقتدرہ قومی زبان شامل ہیں۔ چنانچہ اصطلاحات سازی کے میدان میں بھی ایک وافر ذخیرہ بورڈ نے فراہم کر دیا۔ اس کام کا جائزہ ہم دو حوالوں سے لے سکتے ہیں۔ اول

مکمل اصطلاحی لغات کے جائزے سے اور دوم مطبوعات کے اصطلاحی اشاریوں سے۔ ان میں سے چونکہ **اصطلاحاتِ زراعت**، **فرہنگ بیطاری**، **اصطلاحاتِ علوم اراضی**، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے تعاون سے اور **اصطلاحات سیاسیات**، **غذا اور غذائیت** اور **پرورش اطفال** کی اصطلاحات ادارہ تالیف و ترجمہ جامعہ پنجاب کے تعاون سے وضع کی گئی ہیں، اس لیے ان کا جائزہ ان اداروں کے مقام پر لیا گیا ہے۔ باقی لغات اور اصطلاحی اشاریوں کا جائزہ حسب ذیل ہے۔

الف۔ اصطلاحی مجموعے:

اس حوالے سے ہم اردو سائنس بورڈ کے کاموں کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک عمومی اردو لغات جو قدیم اردو ذخیرہ اصطلاحات بھی لیے ہوئے ہیں۔ ان میں فیلن پلیٹس، فوربز وغیرہ کے قدیم اردو، انگریزی و انگریزی اردو لغات کی اشاعت نو شامل ہے، جس کا جائزہ ہم گیارھویں باب کے ابتدائی حصے میں لے چکے ہیں، دوسرے حصے میں اصطلاحات سازی اور اصطلاحات نگاری کے وہ کام ہیں جو اس ادارے ہی میں انجام پائے۔ ان میں **طبی لغت**، **فرہنگ اصطلاحات**، **زرعی انسائیکلوپیڈیا** اور **انسائیکلوپیڈیا برائے علم کیمیا** قابل ذکر ہیں۔ ۲۸ فروری ۱۹۸۹ء کو اردو سائنس بورڈ کی مجلس انتظامیہ نے دو نئے منصوبوں **انسائیکلوپیڈیا سائنسی اور فنی لغت** اور **کیمیائی عناصر** کی منظوری بھی دی۔[۹۹] یقیناً یہ بھی مفید منصوبے ثابت ہوں گے۔

جہاں تک وضع اصطلاحات کا تعلق ہے، اردو سائنس بورڈ کے کاموں میں سب سے اہم لغت **طبی لغت** کی نامکمل صورت میں نظر آتا ہے، جو دراصل انفرادی کوشش ہے۔ اس کے مرتب حکیم محمد شریف جامعی اپنی کتاب **ماہیت الامراض** کی وجہ سے معروف ہیں۔ ان کی اصطلاحات سازی کی صلاحیتیں اس کتاب میں بھی سامنے آتی ہیں۔ تاہم انھوں نے **طبی لغت** میں انھیں بام عروج کو پہنچایا۔ یہ لغت A تا C کی تقریباً بیس ہزار اصطلاحات، اردو مترادفات اور تشریحات پر مشتمل ہے جو مارچ ۱۹۷۵ء میں ۱۱۰۰ صفحات پر شائع ہوا۔ اگلی جلد مرتب اور شائع کرنے کا پروگرام بیان کیا گیا ہے۔ اس کا باقی مسودہ **فرہنگِ اصطلاحات** میں شامل کر لیا گیا ہے، لیکن اس کے انداز میں نہیں۔

لغت کی ترتیب میں ہر اصطلاح کا اشتقاق درج کرنے کے بعد اس کے معنی دیے گئے ہیں۔ بعد ازاں انہی معانی سے اردو اصطلاح وضع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، پھر دیگر اردو مترادفات اور معنوی تشریحات دی گئی ہیں۔ نیز اس اصطلاح سے بننے والی دیگر اصطلاحات کا اندراج کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ ایک قابل قدر کوشش ٹھہرتی ہے۔ مثلاً Cytophilic دو مادوں Cyto بمعنی "خلیہ" یا "سلول" اور Philein یعنی (to Lowe) بمعنی "پسندیدن یا اِلف" پر مشتمل ہے۔ اس سے اردو اصطلاحیں وضع ہو سکتی ہیں: (۱) "خلیہ پسند" (۲) "سلول پسند" (۳) "سلول اِلفی" (۴) "اِلف خلوی"۔ ان میں سے پہلی تین اصطلاحیں

لغت میں درج ہیں۔ اس لحاظ سے اردو اصطلاحات سازی کے لیے یہ ایک رہنما کتاب بن سکتی ہے اور اسے ہم "اصطلاحیات" کا غماز قرار دے سکتے ہیں۔

مرتب کے مطابق "کوشش کی گئی ہے کہ قریب الفہم اصطلاحات کو جگہ دی جائے۔ عربی فارسی اصطلاحیں مجبوراً شامل کی گئی ہیں" ۷۶ لیکن ہمیں عربی، فارسی الفاظ اور ترکیب ہی زیادہ نظر آتی ہیں جن میں سے بیشتر نامانوس ہیں۔ بعض مقامات پر انھوں نے مقامی عنصر کو بے جوڑ انداز سے شامل کرنے کی کوشش بھی کی ہے جیسے "دبلاپا" کا لفظ "الی عصبی عضلی دبلاپا" میں یا "کھوکھل" کا لفظ "امامی حیزومی کھوکھل" میں۔ بعض انگریزی اصطلاحوں کو بجنسہ بھی قبول کیا گیا ہے اور معرّب صورت میں اور کئی جگہ امتزاجی ترکیب میں بھی لیکن ایسی صورت میں یکسانیت برقرار نہیں رہ سکی۔ مثلاً Pericardial کے لیے "گرد قلبی" لیکن Peritoneal کے لیے "بار یطونی" (معرب صورت) ہے جو عدم یکسانیت کا اظہار کرتی ہے۔ اکثر اوقات انھوں نے ایک سے زیادہ اردو مترادفات دیے ہیں جیسے Buccula کے لیے "لغد" اور "غبغب" یا Calyces کے لیے "کووس، کاسات، فناجین، اکامیم، کمامات" یا Calorimeter کے لیے "حرارت پیما، مقیاس حرارت، مسحار، مسحر، مقیاس حر" وغیرہ یا Anaphylaxis کے لیے "بیش حفظ، بیش نگہداری، فرط وقایہ، استہداف" وغیرہ۔ تاہم آئندہ استعمال میں وہ عربی یا معرّب اصطلاح کو ترجیح دیتے ہیں جیسے مندرجہ بالا میں "غبغب، اکامیم، مقیاس حرارت، استہداف" وغیرہ۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ استناد سے پہلے ایسے لغات مرتب کیے جائیں۔ اردو سائنس بورڈ کا یہ لغت اگر پورے طور سے شائع ہو جائے تو عمل اصطلاحات سازی میں اس کی رہنما حیثیت کبھی ختم نہ ہو سکے گی۔

اردو سائنس بورڈ کی دوسری بڑی کوشش **فرہنگِ اصطلاحات** ہے، جو دراصل اصطلاحات نگاری کا بڑا اور جامع منصوبہ ہے اور سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات کو مجتمع کرنے کی ایک اہم کوشش ہے اور یوں یہ اصطلاحات سازی کے عمل کے لیے آئندہ کی ایک اہم اور عمدہ بنیاد بن گیا ہے۔ لغت کے مرتبین اشفاق احمد اور محمد اکرام چغتائی نے کئی برس کی کوشش کے بعد اسے مئی ۱۹۸۴ء میں پیش کیا۔ انھوں نے **قاموس الاصطلاحات** از منہاج الدین کی جامعیت کو محدود ٹھہراتے ہوئے اردو کے "تمام ذخیرۂ اصطلاحات" کو جمع کرنے کی طرف توجہ دی ہے۔ "مقدمہ" میں اس کی توجیہہ کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے ۷۷:-

> "ہماری کوشش رہی ہے کہ آج تک اردو میں اصطلاحات کے جس قدر بھی ترجمے ہوئے ہیں، وہ سب کے سب اس میں شامل ہو کر یک جا ہو جائیں اور اس سے استفادہ کرنے والے مختلف قاموسوں کی تلاش اور مختلف لغتوں کی ورق گردانی سے آزاد ہو جائیں۔"

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس میں مختلف مترادفات کثیر تعداد میں ملتے ہیں۔ جہاں تک ان

کی معیار بندی اور استناد کا تعلق ہے، اس کے بارے میں مرتبین کا خیال ہے کہ یہ تو ان کے چناؤ، ان کے استعمال اور ان کے متفقہ طور پر بار بار استعمال سے ہو گا لیکن اگر چناؤ کو فوری طور پر مصدقہ قرار دینے کی ضرورت لاحق ہوئی تو یہ کام مقتدرہ قومی زبان سرانجام دے گا، جو اس کے اختیار اور دائرہ کار سے تعلق رکھتا ہے[۴۲]۔

اس لغت میں ۱۹۱۳ دو کالمی صفحات پر تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار انگریزی اصطلاحات کے اردو مترادفات دیے گئے ہیں، جو **قاموس الاصطلاحات** سے تقریباً دو گنا ہیں۔ تاہم اس میں بنیادی طور پر **قاموس** ہی کو سمویا گیا ہے اور اندراجات کا انداز بھی وہی برقرار رکھا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بورڈ کی اپنی مطبوعات اصطلاحات (سیاسیات، زراعت، طبی، پیٹاری) کو بھی سمویا گیا ہے لیکن **طبی لغت** کا سا انداز اختیار نہیں کیا گیا، جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔

مغربی پاکستان اردو اکیڈیمی کے **لغاتِ طب**، جامعہ پنجاب کے لغات اصطلاحات (معاشیات، نفسیات، اطلاقی نفسیات) انجمن ترقی اردو کے مطبوعہ لغاتِ اصطلاحات (جغرافیہ، پیشہ وراں، علم ہیئت، بنکاری اور غیر مطبوعہ ضخیم مسودہ)، جامعہ کراچی کے فرہنگِ اصطلاحات (طبیعیات، ریاضی و فلکیات، کیمیا، حیاتیات، قانون) کے علاوہ **مجلہ** کے ۹ شمارے اور مجلس زبان دفتری کی لغت کی اصطلاحات بھی شامل کی گئی ہیں۔

اگرچہ مرتبین نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ چند ایک ذرائع غیر معروف بھی تھے، بہت سوں کے نام کتابیات میں آگئے ہیں، باقی چھوڑ دیے گئے ہیں[۴۳]۔ تاہم اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ نہ صرف انجمن کے کئی لغات بلکہ جامعہ عثمانیہ کے ذخیرۂ اصطلاحات اور اس وقت تک طبع یا شائع ہونے والے مقتدرہ کے ذخیرے اور دیگر اداروں کی اصطلاحات کا ایک وافر ذخیرہ اس لغت میں شامل نہیں ہو سکا۔ اگر اسے بھی شامل کر لیا جاتا تو ایک محتاط اندازے کے مطابق اصطلاحات کی تعداد اڑھائی لاکھ ضرور ہو جاتی ہے اور اگر بعد میں شائع ہونے والی اصطلاحات بھی یک جا کی جائیں تو اردو اصطلاحات کی تعداد تین لاکھ تک جا پہنچتی ہے۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ **فرہنگ اصطلاحات** میں اردو کے ذخیرۂ اصطلاحات کا پچاس فی صد تک جمع کیا جا چکا ہے۔

اگرچہ مرتبین نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اصطلاحات کی جمع آوری کے ساتھ ساتھ انھوں نے نظرثانی بھی کی ہے اور ماہرین سے استفادہ بھی کیا ہے اور اس طرح اصطلاحات سازی کے عمل میں بھی شریک ہوئے لیکن لغت کے جائزے کے بعد نظرثانی کا یہ عمل من پسند انتخاب (Pick and Choose) کا عمل زیادہ نظر آتا ہے۔ مثلاً ابتدائی اصطلاحات ہی کو لیجیے۔ Aardvark میں "مورخور" اور Aaron's Rod میں "تبو صیر" بلاوجہ حذف کر دیے گئے ہیں۔ اسی طرح Abam Hulaeral میں "بدر منقالہ" کے ساتھ ساتھ "بدر منقالی" کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے جو اسم کو صفت کی صورت دینے کی کوشش ہے۔ اس نظرثانی اور

ع- سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ' حیدر آباد:

اس بورڈ کی طرف سے بھی ہمیں ایسی کوششوں کا علم ہوتا ہے۔ مثلاً مبادیاتِ طبیعیات ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی۔ اس کی دونوں جلدوں کے آخر میں اصطلاحی اشاریے مرتب کر دیے گئے ہیں۔ ان اصطلاحات پر حیدر آبادی اثرات واضح طور پر ملتے ہیں۔ مثلاً "ترشہ"' "بادبما"' "ترسیم"' "مرکز مائل"۔

ف- نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد/کراچی

یہ ایک ایسا ادارہ ہے جس نے اصطلاحات سازی میں ضمنی طور پر خدمات انجام دی ہیں۔ ان میں چند علمی کتابیں ہیں جن کے اصطلاحی اشاریے قابل ذکر ہیں[۹۱]۔ قاضی قیصر الاسلام کے ہاں فلسفے کے بنیادی مسائل (۱۹۷۶ء) میں ہمیں فلسفے کی اصطلاحات میں عربی' فارسی رجحانات ہی ملتے ہیں' البتہ بعض ترکیبوں میں وہ اردو حروف اضافت (کا' کی' کے) کا استعمال کرتے ہیں۔ ان کی اصطلاحات میں ہمیں تصوف کی اصطلاحات بھی الگ ملتی ہیں۔ جن کے انگریزی مترادفات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ یہ ایک قابل ذکر کوشش ہے۔ مثلاً "ذوقِ صحیحہ" کے لیے انھوں نے Genuine Intuition کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ اس طرح اصطلاحاتِ تصوف کی معیار بندی میں انگریزی مترادفات سے مدد ملنے کا امکان بڑھ گیا ہے۔ کتاب کے صفحہ ۵۶۷ سے ۵۹۷ تک کوئی ایک ہزار اصطلاحات کا خاطر خواہ ذخیرہ فراہم کر دیا گیا ہے۔ عمرانیات میں مسز فرخ جاوید نے بہ آسانی فراہم ہو جانے والی اصطلاحات پیش کی ہیں۔ البتہ عمرانی اصطلاحات میں "گوت بیاہ" کی ایک آدھ اصطلاح کے علاوہ ہمیں کوئی خاص اضافہ نظر نہیں آتا۔ جمالیات میں ڈاکٹر نصیر احمد کے رجحانات کا ذکر ہم پہلے ہی کر چکے ہیں جو عربی' فارسی آمیزی سے عبارت ہے۔ البتہ نیشنل بک فاؤنڈیشن کا دوسرا کام برقیات پر اصطلاحات کا ہے جو اس ادارے نے دو کثیر جلدی کتابوں کی اشاعت کے ضمن میں کیا[۹۲]۔ برقی رَو پانچ حصوں میں اور الیکٹرانکس چھ حصوں میں ہے' انگریزی اصطلاحات کا اردو میں زیادہ استعمال ملتا ہے۔ بعض ایسی اصطلاحات بھی ہیں جو بہ آسانی اردو میں ترجمہ ہو سکتی ہیں یا ان کے مشتقات:"ا-ننگ"' "کوسائن"' "تھرد"' "سکیل" وغیرہ۔

ق- جامعہ بہاؤالدین زکریا' ملتان:

اس جامعہ نے بھی مقتدرہ کے تعاون سے دو کتابیں شائع کی ہیں' جن کے اصطلاحی اشاریوں کی بناء پر اسے بھی ہم اس ضمن میں شامل کر سکتے ہیں[۹۳]۔ ان اصطلاحات پر ہمیں جامعہ پنجاب کا اثر زیادہ نظر آتا ہے۔ مثلاً "تیزاب" اور "تیزابیت" کی اصطلاحیں' "ہائیڈروجنی پیمانہ"' "ارتعاش" وغیرہ۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض انگریزی سے امتزاجی تراکیب مثلاً "کوانٹم نمبر"' "اسپیر پیمائی"' "پروٹان باش" یا "پروٹان پاشیدگی" وغیرہ بھی نظر آتی ہیں۔

ک۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد:

اصطلاحی اشاریوں کے حوالے سے اوپن یونیورسٹی کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ اگرچہ کم و بیش اس کی زیادہ تر مطبوعات میں اصطلاحی اشاریے مرتب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن وضع اصطلاحات کے حوالے سے دفتری اردو، جنرل سائنس، معاشیات، تعلیم، ابلاغیات اور کتاب داری کے شعبے قابل ذکر ہیں۔ دفتری اردو برائے انٹرمیڈیٹ پہلی کتاب ہے جس میں اسی موضوع پر اصطلاحات وضع کی گئیں۔ اس کے رابطہ کار ڈاکٹر صدیق شبلی تھے اور تحریر میں بخشی بختیار علی (فیصل آباد) اور حافظ محمد یعقوب ہاشمی (آزاد کشمیر) شریک تھے۔ حیدر آباد دکن کے برعکس اس کی اصطلاحات میں "آسان" یعنی مانوس الفاظ کی طرف زیادہ رجحان ملتا ہے۔ خصوصاً ترکیب سازی میں فارسی انداز کو زیادہ اختیار کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں مجلس زبان دفتری کے لغت سے استفادہ بھی کیا گیا ہے۔ تاہم کہیں کہیں اس سے اختلاف بھی کیا گیا ہے۔ عہدوں کے نام انگریزی ہی میں رکھے گئے ہیں[۹۴]۔ بعض اصطلاحی اضافے قابل توجہ ہیں مثلاً "سفرانہ" (T.A)، "کیفیت نامہ" (Statement)، "تبصرہ نویسی" (Noting) "جزوی مسل" (Partial) وغیرہ۔ جنرل سائنس میں مقامی اور انگریزی الفاظ کا خاطر خواہ استعمال ملتا ہے۔ "اکلاؤ" (Corrosion)، "پروگرامنگ"، "گندخور حیوانات"، "مینٹل"، "پیراکو" (پلا بنکٹن) وغیرہ[۹۵]

معاشیات میں انٹر کی سطح تک مستعمل اصطلاحات مثلاً "حاجات"، "افادہ"، "قدر"، "حدِ مختتم"، "طلب"، "لچک" وغیرہ ملتی ہیں۔ لیکن معاشیات پاکستان بی اے کی سطح پر اس کے ساتھ ساتھ انگریزی اصطلاحات مثلاً "سبسڈی"، "فیلو"، "نیوٹرینٹ"، "فنڈ"، "پلاننگ" وغیرہ ملتی ہیں[۹۶]۔ تعلیم، ابلاغیات اور کتابداری کے بی اے کی سطح کے کورسوں میں بعض نئی اردو اصطلاحات وضع کی گئی ہیں اور بعض مقامات پر انگریزی اصطلاحات ہی کا استعمال عام ہے۔ مثلاً تناظراتِ تعلیم برائے بی ایڈ (۱۹۸۷ء) میں بعض نئے تصورات کے لیے اصطلاحیں وضع کی گئیں جیسے "جستجوئی طریقہ" (Inquiry Method)، "شراکتی تدریس" (Team Teaching)، "تکمیلی رویہ" (Terminal Behavior)، "محدودیت" (Limitation)، "جز قدمی تدریس" (Programmed learning)، "اقسام بندی" (Typology)، "ماحصل" (Out put) وغیرہ بعض انگریزی الفاظ سے بھی ترکیب سازی کی گئی جیسے "مائیکرو تدریس"، "کمپیوٹر ایجوکیشن" وغیرہ۔ ترقیاتی صحافت (۱۹۸۸ء) اور رپورٹنگ (۱۹۸۸ء) میں بھی بعض نئے تصورات کے لیے اصطلاحات وضع کی گئیں، مثلاً اعتباریت (Realiability) ذخیرۂ اطلاعات (Morgue) وغیرہ۔ رپورٹنگ (۱۹۸۸ء) اور ابلاغ عامہ (۱۹۸۸ء) میں تمثیل ماڈل (Analog Model)، "پوشیدہ ذرائع" (Clandistine means)، "رمزکاری" (Encode)،

بین الشخصی ابلاغ" (Inter-personal communication)، "سامع مزاج" (Receiver oriented) وغیرہ۔ تدوینِ کتب(۱۹۸۸ء) میں بھی بعض نئی اصطلاحات وضع ہوئی ہیں۔ ان میں امتزاجی اصطلاحات بھی شامل ہیں اور انگریزی سے بجنسہٖ لی گئی اصطلاحات بھی، جیسے "گیلی پروف، حتمی پروف، صفحاتی پروف، پلیٹ سازی، بلیکٹ، سلنڈر، موڑائی، نمونہ سز، کتابی ڈیزائن مربع بے چینڈا (Square serif)، نشان زدگی (Mark up)، طباعتی تناظر(Lay out) سطربندی (Inter-Liner spacing) وغیرہ۔

علم کتب خانہ میں دو کتب خدماتِ کتب خانہ (۱۹۸۸ء) اور وسائلِ کتب خانہ (۱۹۸۸ء) میں بھی بعض نئی اصطلاحات سامنے آتی ہیں۔ مثلاً برگ کاری (Lamination)، حروف نویسی (Lettering)، مناقلہ کاری (Reprography)، منظم کتابیات (Systematic Bibliography) تاہم باقی اصطلاحات کا زیادہ تر کشاف اصطلاحات کتب خانہ از محمود الحسن و زمرد محمود شائع کردہ مقتدرہ قومی زبان (۱۹۸۵ء) سے استفادہ کیا گیا ہے جس کا حوالہ جا بجا دیا گیا ہے۔

دیگر اطلاقی علوم میں سے غذا اور غذائیت (۱۹۸۸ء) میں ملی جلی اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں یعنی کہیں انگریزی اور کہیں اردو کی مستعمل اصطلاحیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے علوم کتابداری کی اصطلاحات کا زیادہ تر حوالہ محمود الحسن و زمرد محمود کے کشافِ اصطلاحاتِ کتب خانہ ہی سے ملتا ہے جس کا تذکرہ مقتدرہ کے جائزے میں کیا گیا ہے۔ البتہ ان کا ایک اور مجموعۂ اصطلاحات موضوعی سرخیاں سائیکلو سٹائل صورت میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اس میں اصطلاحات سازی کا عمل ضروریاتِ کتب خانہ کے حوالے سے ملتا ہے۔ ۶۰۷ صفحات کے اس مسودے میں تقریباً دس ہزار موضوعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں کم و بیش ایک چوتھائی اصطلاحات بھی ہیں۔ جہاں مرتب نے بہت سی مستند اول صورتوں کو استعمال کیا ہے وہیں بعض مقامات پر اصطلاحات سازی سے بھی کیا ہے۔ مثلاً بعض ترجمے صحیح مفہوم نہیں دے سکتے جیسے "آزمائش صلاحیت" (Aptitude testing) جو "آزمائش استعداد" ہے۔ "دستاویزات کاری" جو دراصل "دستاویزات نگاری" یا "تخشیہ نگاری" ہے۔ Terminology کے لیے "اصطلاحات" اور Lexicography کے لیے "علم المصطلحات" دیا گیا ہے جبکہ پہلے لیے "علم یا مجموعہ اصطلاحات سازی" اور دوسرے کے لیے "لغات نگاری" درست ہے۔ بعض مقامات پر انگریزی الفاظ ہی استعمال کر لیے گئے ہیں جبکہ انکا ترجمہ یا اردو متبادل موجود ہے جیسے ایئرکنڈیشننگ، لینیئر، پروگرامنگ، ہاؤسنگ وغیرہ۔ بعض مقامات پر انگریزی سے امتزاجی ترکیب بنائی گئی ہے جو انگریزی کے بغیر بھی بن سکتی تھی۔ جیسے "بنڈل سازی"، "گرافک طریقے"، "کنٹریکٹ و تصریحات" وغیرہ۔ اسم مجرد کی بجائے اسم مصدر کا استعمال عام ہے جیسے "ٹھنڈا کرنا" (Cooling)، "باندھنا" (Packing)، "خشک کرنا" (Drying)۔ یہ کتاب

۱۹۹۳ء میں زمرد محمود، محمود الحسن کے نام سے شائع ہو گئی ہے۔

ل۔ وفاقی وزارتِ تعلیم، اسلام آباد نے بھی اصطلاحات سازی کے میدان میں قدم رکھا ہے۔ پروفیسر عبدالرؤف نوشہروی لکھتے ہیں[۹۷]:۔

"حکومتِ پاکستان نے "کری کولم ونگ" میں چاروں صوبوں کے ماہرین فن کو دس پندرہ روز کے لیے یک جا بٹھا کر ان سے وضع اصطلاحات کا کام لیا۔ راقم الحروف نے بھی اس مشق میں حصہ لیا۔ مگر بعد میں ان کا کیا بنا کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ شاید مسودات اب مقتدرہ کے کام آئیں۔"

چنانچہ یہ اصطلاحات مقتدرہ قومی زبان ہی نے ۱۹۸۵ء میں شائع کیں، جن کا مسودہ ۱۹۸۰ء میں تیار ہو گیا تھا۔ اسے جون ۱۹۸۴ء میں ایک نظر پھر سے دیکھنے کے بعد مقتدرہ کی طرف سے ۱۹۸۵ء میں بطور "تسویدی اشاعت" طبع کیا گیا[۹۸]۔ نظر ثانی کی مجلس میں میجر آفتاب حسن، ڈاکٹر ایس ایم ایچ ترمذی، ڈاکٹر مسز نسیمہ ترمذی، ڈاکٹر اسلم فرخی، ڈاکٹر آصف علی قاضی، پروفیسر محمد انور بھٹی، ڈاکٹر مسز پروین شاہد، پروفیسر خادم علی ہاشمی اور جناب تاج محمد شامل تھے[۹۹]۔ اس لغت میں سابقہ تمام رجحانات (ہندی سنسکرت سے قطع نظر) سامنے آتے ہیں۔ مثلاً عربی، فارسی، مقامی، انگریزی و امتزاجی وغیرہ۔ Acid کے لفظ اور اس کے مشتقات ہی کی مثال لے لیں جیسے "ترشہ، تیزاب، ترشی چٹان، ترشاؤ، ترشانا، ا۔سٹک ترشہ، ترشیت وغیرہ۔ اسی طرح "ہنسی آور گیس" اور "کلکٹ ترشہ" جیسی مثالوں سے ایسے امتزاجی رجحان کا علم ہوتا ہے۔ اس مجموعے میں کئی نئی اصطلاحات کا اضافہ بھی ہوا ہے لیکن انھیں بارھویں جماعت تک استعمال ہونے والی اصطلاحات تک محدود رکھا گیا ہے اور اس کی اشاعت کا مقصد پاکستان بھر کی سائنسی درسی کتب میں اصطلاحی یکسانیت پیدا کرنا ظاہر کیا گیا ہے[۱۰۰]۔

م۔ قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کی طرف سے اصطلاحات سازی کے کام میں قدرے حصہ لیا گیا ہے اس کے قومی ادارہ نفسیات کی طرف سے افتخار احمد کی کتاب تعلیمی اور نفسیاتی آزمائشیں کے اشاریے میں تعلیمی نفسیاتی اصطلاحات ملتی ہیں۔ لیکن مرکب اصطلاحوں میں "کا، کی، کے" کا استعمال عام ہے۔

ن۔ دیگر علمی انجمنوں اور اداروں میں سے سائنٹفک سوسائٹی پاکستان، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی اور ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ سائنٹفک سوسائٹی پاکستان ۱۹۲۳ء سے کراچی میں کام کر رہی ہے۔ اس کا زیادہ تر کام شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی کو تعاون فراہم کرنے سے متعلق ہے اور عملی طور پر اصطلاحات کے استعمال کی کوششوں پر مبنی ہے اس کے جریدہ جدید سائنس میں ۱۹۵۶ء تا ۱۹۵۷ء میں عظمت علی خان کی مرتبہ "ارضیات کی اصطلاحات" اور ۱۹۸۲ء میں تعلیمی اصطلاحات قسط وار شائع ہوتی رہیں جو ادارہ تعلیم و تحقیق کی انجمنِ فاضلین کے رسالے تعلیمات میں بھی

شائع ہوتی رہیں اور بعد میں مقتدرہ سے کتابی صورت میں سامنے آئیں۔ یہی صورت ایجوکیشنل کانفرنس کی ہے۔ اس کی مطبوعات میں عملاً" اصطلاحیں وضع و استعمال ہوئیں لیکن اصطلاحی اشاریے نہیں دیے گئے۔ ہمدرد فاؤنڈیشن نے بھی کئی ایسی کتب شائع کی ہیں خصوصاً طبی امور میں علم الابدان جیسی کتابیں، جن میں وضع و استعمال اصطلاحات نظر آتا ہے، اصطلاحات نگاری کے حوالے سے ہمدرد کی ایک کتاب نباتی مفردات از حکیم کبیر الدین (۱۹۸۱ء) قابل ذکر ہے، جس میں نباتیات کے مقامی لاطینی ناموں کے علاوہ پورے متن میں کیمیائی و حیاتیاتی اصطلاحی مترادفات ملتے ہیں۔ نباتات اردو الفبائی ترتیب سے ہیں۔

۷ : ۱۵۔ عسکری اصطلاحات سازی

جنرل ہیڈ کوارٹرز راولپنڈی نے پاکستان بننے کے کچھ عرصہ بعد فوج میں اردو اصطلاحات رائج کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۱۹۵۲ء میں اس مقصد کے لیے مجلس وضع اصطلاحات قائم کی گئی۔ بریگیڈیئر گلزار احمد اس کے بانی تھے۔ وہ لکھتے ہیں[۱]:۔

" عسکری اصطلاحات کو اردو زبان میں منتقل کرنے کی کوشش سے پہلی بار میرا تعارف ۱۹۴۹ء میں ہوا ...... جب بعض عسکری اصطلاحات کے تجویز شدہ تراجم پر میری رائے پوچھی گئی۔"

۱۹۵۲ء میں جنرل ہیڈ کوارٹر میں Translation Experts Committee میں بریگیڈیئر صاحب کو صدر نشین کے فرائض سونپے گئے۔ وہ پانچ سال تک اس منصب پر فائز رہے[۲]۔ ان کا کام فوج کے لیے اصطلاحات وضع کرنا تھا۔ دو مترجم کسی یونٹ میں چلے جاتے اور وہاں استعمال ہونے والی انگریزی اصطلاحات کو دیکھتے، پھر ہر انگریزی اصطلاح کے لیے دو چار اردو متبادل اصطلاحیں تجویز کرتے۔ شعبہ تراجم یہ وضاحت کرتا کہ ان اردو الفاظ کو کن مستند اساتذہ نے استعمال کیا ہے۔ یہ تمام اصطلاحات مجلس وضع اصطلاحات کے سامنے پیش کی جاتیں۔ دس پندرہ روز بعد مجلس کا اجلاس ہوتا اور ان اصطلاحوں پر غور ہوتا تھا[۳]۔ ایک بریگیڈئر اور ایک لیفٹیننٹ کرنل[۴]، ایوب صابر نے تین بریگیڈیئر کے علاوہ متعلقہ شعبے کے عہدے دار بھی شریک بیان کیے ہیں۔ یہ عہدے دار اکثر این سی او سطح کے ہوتے۔ اردو اصطلاح اکثر ایسی چنی جاتی جس میں انگریزی کا اصل مفہوم ہوتا۔ اس بنیادی اصطلاح سے دیگر مشتق اصطلاحیں بھی وضع کی جائیں۔ مثلاً Tactics کے لیے تدبیرات کا لفظ چنا گیا۔ اسی مناسبت سے "تدبیراتی منصوبہ" وغیرہ[۵]۔ بریگیڈیئر صاحب لکھتے ہیں کہ بعض اوقات ایسے الفاظ بھی بطور اصطلاح چنے جاتے جن کا اصل موضوع سے کوئی تعلق نہ ہوتا تھا۔ مثلاً گولی نشانے پر بیٹھنے کے لیے انگریزی Bull's Eye کا ترجمہ مقامی لفظ "گل زری" قبول کیا گیا۔ یا "ٹارگٹ" کے لیے مستعمل لفظ "ٹارگیٹ"۔ تمام الفاظ ہفتوں کی صورت میں شائع کیے جاتے[۶]۔

۱۹۵۲ء میں ان اصطلاحوں کو جمع کرکے اسے ایک کتابچے کی صورت میں شائع کیا گیا۔ ۱۹۷۲ء میں اس پر نظرثانی کی گئی۔ تاہم جامع لغت کی ضرورت ہنوز باقی تھی۔ جس مقصد کے لیے ناظم تربیتی اشاعت و اطلاعات کو صدر نشین مقرر کر کے ایک مجلس قائم کی گئی، جس نے چار برس تک مسلسل کام کر کے ایک انگریزی اردو عسکری لغت مرتب کر دیا جو ۱۹۸۲ء میں راولپنڈی سے شائع ہوا^{۸۸}۔

اس لغت میں قاموس الاصطلاحات اور دفتری اصطلاحات و محاورات کی لغت سے بھی استفادہ کیا گیا۔ ڈاکٹر فیلن اور مولوی عبدالحق کے عمومی لغات بھی کام میں لائے گئے۔ تاہم عربی، فارسی مقامی اور انگریزی عناصر کے امتزاج کو بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے۔ جیسے "خود زاکتائی مشین"" "خود کار بھرائی کنندہ"" "غیر رِ ہمتمل خدمت"" "ریڈیوزد اشارہ گاہ " وغیرہ۔ اکثر اوقات لفظی ترجمے سے گریز کیا گیا ہے جیسے Zero length lending کے لیے "اٹھان تکنیک"" Close Support کے لیے "مخصوص امداد" یا Hair pin bend کے لیے "چمٹا موڑ"۔

اردو میں تشریحی عسکری لغت یا کشاف کی صورت میں ابجدی ترتیب سے ایک لغت پاکستان آرمی جرنل میں شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ جسے آرمی ایجوکیشن کور کے لیفٹیننٹ کرنل غلام جیلانی خان نے لکھنا اور مرتب کرنا شروع کیا ہے۔ انھوں نے اس میں صرف تدبیراتی اصطلاحوں کو شامل کیا ہے اور مارچ ۱۹۸۸ء کے شمارے میں اس کی پہلی قسط شائع کی ہے۔ جون ۱۹۸۹ء تک اس کی چھ اقساط شائع ہو چکی تھیں، جو ہمارے سامنے ہیں۔ اس میں بنیادی رجحان انگریزی الفاظ کو بجنسہٖ لینے کا ہے، خواہ ان سے مشتقات نہ بن سکیں۔ جیسے "ایرڈراپ"" "ایجوکیشن پوائنٹ" وغیرہ۔ بعض ایسے الفاظ بھی لیے گئے ہیں، جن کے مناسب اردو ترجمے موجود تھے۔ مثلاً "لوڈنگ نیٹ" "انتظامی نیٹ" یا "افرادی مینجمنٹ"" "ریزرو حالت"" "تخلیقی ٹروپس"" "آف لوڈ کرنا"" "لوکیٹ کرنا"" "انگیج کرنا"" "غیر آ ہشتل"" "انٹر سیپٹ کرنا"" وغیرہ^{۸۹} ۔ جو نہ صرف غیر علمی بلکہ انتہائی مضحکہ خیز ہیں۔ دراصل انھوں نے عسکری روزمرہ کو اردو اصطلاحات سازی میں استعمال کرنے کی کوشش کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اسے زیادہ وقیع اور علمی بنانے کے لیے عربی، فارسی الفاظ کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔ اس پر میجر امیر افضل خان کے مراسلے میں اس جملے میں موزوں تبصرہ کیا گیا ہے "روزمرہ استعمال والی اردو عسکری اردو نہیں"۔^{۹۰} ۔ اگرچہ انھوں نے یہ بات روزمرہ زبان کے بارے میں کہی ہے لیکن یہ روزمرہ عسکری زبان پر بھی صادق آتی ہے۔

جون ۱۹۹۳ء تک اس کی ۲۲ ویں قسط شائع ہو چکی ہے۔ مرتب کا نام بھی بدل گیا ہے (محمد سعید احمد) اور مقصد "تشریح" قرار دیا گیا ہے (ایڈیر نوٹ) لیکن "پیرامیٹر دفاع"" "نقلی مائن فیلڈ"" "مقررہ رسی سپلائی" جیسے الفاظ جاری ہیں۔

جہاں تک عسکری اصطلاحی اشاریوں کا تعلق ہے، بریگیڈیر گلزار احمد اس میں سرفہرست ہیں۔ ان کی کتابوں امیر تیمور (۱۹۵۶ء)، جنگ: میکاولی سے ہٹلر تک (۱۹۶۳ء) اور دفاع پاکستان کی لازوال داستان (۱۹۶۸ء) میں نہ صرف عسکری اصطلاحات کا استعمال ملتا ہے بلکہ ان کی عسکری اصطلاحات سازی کا ارتقائی سفر بھی نظر آتا ہے۔ ابتدائی دونوں کتابوں میں تو ہمیں ان کے عسکری اصطلاحات کے پہلے کتابچے کا پرتو ملتا ہے، جس میں عساکر میں استعمال ہونے والے لفظی بگاڑ کو باقاعدہ اصطلاح کی صورت دی گئی ہے۔ مثلاً "فیر"، "رفل"، "نفری" وغیرہ اور انھیں سے مشتقات بنائے گئے ہیں مثلاً "اچٹتا فیر"، "کاٹتا فیر"، "کل رفل"، "رفلچی"، "نفری طاقت" وغیرہ۔ بعض الفاظ اصول نحت کے تحت بھی بنائے گئے مثلاً برقتازی (Blitzkrieg)، گارود (Ammunition)۔ بعض اصطلاحات علمی غور و فکر کا پتا دیتی ہیں، جیسے "استخبارات" (Intelligence) "اقدام" (Operation)، "پس قدمی" (With-drawl)، "پن طاقتی" (Hydraulic) "تدبیرات، تزویرات، حرکی جنگ، حرکتی جنگ۔" "دفاعیہ" (Defensive)، "رنجک" (Charge)، "صیانت" (Security) "اجباری" (Conscript)، "اعزامی" (Expenditionary)، "وحدت" (Unit)۔ اسماء سے افعال بنانے کی کوشش بھی ان کے ہاں ملتی ہے جیسے "رنجک" سے "رنجکانا" (to explode) "عسکر" سے "عسکرانا" (To militrize)۔ تاہم جب ہم ان کی تیسری کتاب پاکستان کی لازوال داستان پر نظر ڈالتے ہیں تو جہاں ہمیں "استخبارات، تدبیرات، تزویرات، اقدام" وغیرہ کا مسلسل استعمال ملتا ہے، وہیں "گارود" کی بجائے "ایمونیشن" اور "پس قدمی" کی بجائے "پس نشینی"، "دفاعیہ کی جگہ "دفاعی" کے الفاظ ملتے ہیں۔

اگر ہم بریگیڈیر گلزار احمد سے کرنل غلام جیلانی تک کا ارتقائی جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان بنتے ہی ایک رد عمل اور اورینٹل تعلیم کے باعث عربی، فارسی کو ایک اہم ماخذ کی حیثیت حاصل تھی، جو بریگیڈیر صاحب کی تیسری کتاب میں قدرے پیچھے ہٹتا اور انگریزی الفاظ کے استعمال کی صورت میں بڑھتا نظر آتا ہے جبکہ عسکری لغت (۱۹۸۲ء) میں یہ اسماء کی حد تک اور کرنل غلام جیلانی کے آنے تک افعال کی حد تک استعمال میں لانے کی کوشش میں تبدیل ہوتا چلا جاتا ہے۔

۱۵:۸۔ چند انفرادی اور نجی اداروں کی خدمات

پاکستان بنتے ہی سرکاری کوششوں کے ساتھ ساتھ بعض علمی شخصیات نے انفرادی طور پر بھی اصطلاحات سازی کے میدان میں خدمات انجام دیں، جن کی اشاعت بھی انفرادی طور پر کی یا پھر نجی اشاعتی اداروں نے ان کی نشر و اشاعت میں حصہ لیا۔ گو ان افراد کی خدمات سرکاری اداروں سے بھی سامنے آتی رہی ہیں لیکن نجی اداروں کی طرف سے شائع

ہونے والی ایسی کوششوں کو انفرادی کوششیں ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایسے افراد میں علاؤالدین اختر، سید قاسم محمود، صوفی گلزار احمد، محمد اسلام، محمد انعام اللہ، زرینہ خانم، دلشاد کلانچوی، اور پروفیسر وہاب اختر عزیز وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں، جنھوں نے باقاعدہ لغات مرتب کیے۔ ان کے علاوہ بعض نجی اداروں کی طرف سے ایسے لغات یا اصطلاحی کام پیش کیے گئے، جن میں مکتبہ نوائے وقت، لاہور، قومی کتب خانہ، لاہور، فیروز سنز لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، مکتبہ فرینکلن لاہور اور اس سے وابستہ ادارے اور کرسچین سٹڈی سنٹر راولپنڈی قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی کتب کے اصطلاحی اشاریے ہمارے سامنے آتے ہیں جو اصطلاحات سازی کی خاطر خواہ کوششوں کے نقیب ہیں۔ دلشاد کلانچوی نے ۱۹۵۲ء میں دانشکدہ، بہاولپور سے **اصطلاحاتِ معاشیات مع تشریحات** شائع کیا۔ اصطلاحات میں عربی فارسی رجحان ہی ملتا ہے۔ سید قاسم محمود نے **فرہنگِ معاشیات** مرتب کی جسے ۱۹۶۰ء میں شیش محل کتاب گھر کی طرف سے شائع کیا گیا۔ اس میں ہمیں حیدر آباد دکن کے رجحانات سے قدرے اور وہی انحراف نظر آتا ہے جو بعد میں جامعہ پنجاب میں اختیار کیا گیا۔ گویا اسے ہم ادارہ تالیف و ترجمہ جامعہ پنجاب کا نقیب قرار دے سکتے ہیں۔ یہ لغت اردو ابجدی ترتیب سے ہے۔

جون ۱۹۷۰ء میں انھوں نے شیش محل کتاب گھر ہی کی طرف سے **انسائیکلوپیڈیا معلومات** قسط وار شائع کرنا شروع کیا، جس میں لامحالہ اصطلاحات سازی کا عمل انجام دیا جانے لگا۔ اس میں شائع ہونے والی اصطلاحات پر ردِ عمل بھی ہوا۔ مثلاً میجر آفتاب حسن نے "آب سلطانی" پر اعتراض کیا اور کہا کہ اسے "ماء الملوک" ہونا چاہیے۔ اس پر بحث تیسرے باب میں گزر چکی ہے۔ ۱۹۷۲ء تک "آ" کی جلد مکمل ہو چکی تھی، جو ایک تعطل کے بعد ۱۹۷۶ء میں **شاہکار انسائیکلوپیڈیا** کے نام سے مکتبہ شاہکار کی طرف سے ترمیم واضافے کے بعد شائع کی گئی۔ اس میں بعض اصطلاحات کو اردو میں لانے کی عمدہ کوشش کی گئی ہے۔ جیسے "آئیکوپیٹرکس" یا "آژی" (Aegean)، "آزٹک" (Aztec)، "آرم" (Arum) وغیرہ۔ ۱۹۸۸ء میں کراچی سے شاہکار بک فاؤنڈیشن کی طرف سے **انسائیکلوپیڈیا سائنس** کے سلسلے کے تحت فلکیات اور ایجادات پر دو جلدیں سامنے آئی ہیں۔

صوفی گلزار احمد نے ان دنوں جب وہ لاہور میں شعبہ فلسفہ کے استاد تھے، **فرہنگِ نفسیات** مرتب کی تھی، جسے ۱۹۶۱ء میں ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور نے شائع کیا۔ انہی دنوں دور ایوبی کے شریف کمیشن نے اس امر کی یقین دہانی کرائی تھی کہ بہت جلد تعلیم قومی زبان میں دی جانے لگے گی اور ایک بورڈ علم و فنون کی اصطلاحات وضع کرنے کے لیے قائم کیا جائے گا۔ چنانچہ نجی سطح پر اس بورڈ کے مجوزہ قیام کے لیے تعاون کرتے ہوئے یہ لغت بھی مرتب کیا گیا[۱۱]۔ صوفی گلزار احمد کے اس کام میں ان کے والد صوفی غلام مصطفےٰ تبسم نے خاطر خواہ مدد فرمائی تھی۔ نیز ڈاکٹر محمد اجمل اور پروفیسر شجاعت بخاری صاحب نے اس

طریقِ کار کے باوجود یہ لغت عام علمی استفادے اور ترجمے کی ضرورت کے اہم مجموعے کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

تیسری اہم کوشش **زرعی انسائیکلو پیڈیا** (۱۹۸۹ء) ہے' اس میں وضع اصطلاحات کا کام تو نہیں ہوا' البتہ اصطلاحات کی جمع آوری کے بعد ہم اسے اصطلاحات نگاری کی ایک ضمنی کوشش ضرور قرار دے سکتے ہیں کیونکہ اس میں ایسے الفاظ شامل کیے گئے ہیں جو اردو' پنجابی' سندھی' بلوچی' پشتو' براہوئی اور کشمیری میں زراعت سے متعلق ہیں۴۲ اور پہلے سے مستعمل ہیں۔ چونکہ بنیادی مقصد زرعی عنوانات پر معلومات بہم پہنچانا ہے لیکن الفبائی ترتیب کے باعث ضمنی طور پر اصطلاحات نگاری کی عمدہ کوشش بن گئے ہیں اور اردو کے زرعی ذخیرۂ اصطلاحات کو یک جا کرنے کی نیز ایک (مجموعے کی صورت میں)اہم مجموعے کی صورت میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اس میں زرعی عنوانات کے علاوہ حیوانات' مویشی' نباتات' فصلوں' بیماریوں' دیہی معاشرت کے اہم عنوان پر مشتمل تین ہزار کے قریب اصطلاحات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ **اصطلاحاتِ پیشہ وراں** کی طرح اسے بھی بلاشبہ اردو میں اپنی نوعیت کا پہلا کام قرار دیا جا سکتا ہے۔ چونکہ اس کے مرتب مختار خاں اور ان کے معاونین نجف علی خاں' نعمت علی' عبدالرؤف خاں راؤ' ایم اکرم قاضی' محمد افضال خاں رانا' اور عمر فاروق کا تعلق زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے ہے' اس لیے علمی لحاظ سے اسے ایک سند کی حیثیت حاصل ہے۔ قلمی معاونین میں یونس ادیب' آغا اشرف وغیرہ بھی شامل ہیں' جنھوں نے زبان و بیان کے لحاظ سے بھی اسے دیکھا ہے۔

چوتھی کوشش بھی اگرچہ **انسائیکلو پیڈیا برائے کیمیا** (۱۹۹۰ء) ہے۔ لیکن اس کی دو جلدوں میں ۸۰۰ عنوانات کی تشریح بیان کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے بیشتر اصطلاحات ہیں اور متن میں بھی کئی اصطلاحات در آئی ہیں۔ پروفیسر حافظ عبدالرؤف نے اسے یونس اعوان اور جمیل احمد صاحب کے تعاون سے مرتب کیا ہے۔ پہلی جلد ۱۹۸۹ء میں منظر عام پر آئی ہے۔ بادی النظر میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اصطلاحی تراجم میں سہل پسندی سے کام لیا گیا ہے۔ جن اصطلاحات کا ترجمہ بہ آسانی مل گیا' انھیں لے لیا گیا اور کہیں Acid کے لیے تیزاب' کہیں ترشہ اور کہیں ایسڈ ہی استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی یکسانیت کا خیال نہیں رکھا گیا۔ جہاں ترجمہ نہیں ملا وہاں یا تو انگریزی لفظ ہی لے لیا گیا جیسے فیز (Phase)' امینیشن (Amination)' کاپر (Copper) وغیرہ اور کہیں ترکیب یا اصطلاح میں ترجمے کی بجائے کھلا ترجمہ کر دیا گیا جیسے Abrasive کے لیے خراشندہ کی بجائے خراشی اشیاء اور Dehydrogination کے لیے ۴۳ "ہائیڈروجن ربائی کی بجائے "ہائیڈروجن کا اخراج" وغیرہ۔ یوں یہ مجموعہ اصطلاح سازی کے حوالے سے زیادہ معتبر ثابت نہیں ہوتا۔

ب۔ اصطلاحی اشاریے:

اصطلاحات سازی' اصطلاحات نگاری اور اصطلاحات کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اردو

. سائنس بورڈ کی مطبوعات میں بھی اصطلاحات سازی کی جو خدمات انجام دی جاتی رہیں، وہ ان میں سے بیشتر کے اشاریوں میں بھی انجام دی گئیں۔ ان میں سے ۳۶ کتب کے اشاریے ہمارے سامنے ہیں، جو زیادہ تر طبیعیات، ریاضی، حیاتیات، حیوانیات، نباتات، غذائیات، نفسیات اور ابلاغیات کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان میں سے تین کتب **کپڑے اور بافتنی اشیا، غذا اور غذائیت اور پرورشِ اطفال اور خاندانی تعلقات** کے لیے اصطلاحات سازی کا کام ادارہ تالیف و ترجمہ، جامعہ پنجاب نے انجام دیا تھا، جس کا ذکر ہم نے اس ادارے کے تحت کیا ہے۔ باقی اشاریوں میں ہمیں مصنفین کے انفرادی تجربات ملتے ہیں۔ البتہ ان سے اردو سائنس بورڈ کے رجحان "انگریزی کا بجنسہٖ استعمال" بھی جھلکتا ہے۔

طبیعیات کے میدان میں پروفیسر حمید عسکری اور علی ناصر زیدی کی کتابیں ہمارے سامنے ہیں[۴۵]۔ عسکری کے ہاں ہمیں سادہ اصطلاحات کے رجحان کے ساتھ ساتھ انگریزی سے امتزاجی رجحان عام ملتا ہے جیسے "مطلق ٹمپریچر" "مرکب پنڈولم" "مرکب نیو کلیس" "مالی کیول وزن" "مزاحمتی تھرمامیٹر" "شارک اثر" "جذبی سپیکٹرم"۔ بعض ایسے انگریزی الفاظ بھی وہ بجنسہٖ لے لیتے ہیں جن کا بہ آسانی اردو متبادل استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً "پیرا بولا" "کورائیڈ" "ڈایا فرام" "ای پیس" "فوکس" "پوٹانشل" "فری کوئنسی" "اوسی لیٹر" وغیرہ۔ دیگر اردو اصطلاحات میں ان کے ہاں سادگی اور عام اردو الفاظ سے استفادے کا رجحان ملتا ہے۔ پروفیسر علی ناصر زیدی کے ہاں یہ رجحان نسبتاً زیادہ ہو جاتا ہے جیسے گھوڑی (Bridge)، سریلا وقفہ (Consonant Interval)، رنگی پیانہ (Scale Chromatic)، کان کا ہتھوڑا (Malus) وغیرہ۔

ریاضی میں چار کتابوں کے اشاریے ہمارے سامنے ہیں[۴۶]۔ ڈاکٹر بی اے سلیمی اور ڈاکٹر محمد یوسف کے ہاں ہمیں حمید عسکری کے رجحانات ہی ملتے ہیں البتہ انگریزی کی امتزاجی اصطلاحات قدرے کم ہیں۔ مثلاً "میٹرکس" یا "نارمل" کو مرکبات میں ملایا گیا ہے۔ محمد افضل قاضی اور سید مختار حسین نے اس امتزاجی رجحان سے گریز کیا ہے۔ محمد حنیف میاں نے شماریات میں البتہ انگریزی اصطلاحات کو بعینہٖ استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔

حیاتیات (حیوانیات اور نباتات) میں ہمارے سامنے چودہ کتابیں ہیں، ان میں پروفیسر محمد اشرف ملک کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ ان کی پانچ کتابوں میں معتدبہ تعداد میں اصطلاحات دی گئی ہیں[۴۷]۔ جیسا کہ پہلے بھی جائزہ لیا جا چکا ہے، پروفیسر صاحب اردو میں انگریزی اصطلاحات کو رائج کرنے کے زیادہ حامی نظر آتے ہیں۔ "البومین، ٹریڈ وفالیٹا، آرچی کارپ، فنجائی، ہمنوسپرم" جیسی بے شمار انگریزی اصطلاحات ان کے ہاں ملتی ہیں۔ تاہم جہاں انھوں نے اردو اصطلاحات استعمال کی ہیں، وہاں سادہ اصطلاحات کی طرف رجحان عام ہے۔ مثلاً "جل تھلیے، بغلی، کلیاؤ، سنجوگ، کھانچہ دار، دوندہ، پکی لکڑی" وغیرہ۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ان کی تمام مطبوعات میں اصطلاحات کی یکسانیت نظر آتی ہے۔ مثلاً "ہواباش"

"دو برگہ" یا "دگر زوجیت" مقام مطبوعات میں موجود ہیں۔

دیگر مصنّفین میں سے سید نعیم الحسن نقوی، وقار احمد زبیری، ڈاکٹر نسیمہ ترمذی اور امتیاز احمد کے ہاں ہمیں جامعہ کراچی کے اثرات ہی نظر آتے ہیں۔ مثلاً "زائیدی" "نوات" "ترشہ" "وصلہ" "بافت" "دموی" "جوف" "لونی" جیسے الفاظ اور "گر"، "زا" "گیرا" "نما" جیسے لاحقوں کا استعمال اس امر کی گواہی دیتا ہے[۴۷]۔ تاہم ایک رجحان ان کے ہاں بھی مشترک ہے اور وہ ہے مخصوص حیاتیاتی اصطلاحات کے لاطینی ناموں کا اردو میں بجنسہ استعمال۔

ان کے برعکس ڈاکٹر احمد علی کے ہاں اردو اضافت (کا، کی، کے) کا استعمال قدرے زیادہ ملتا ہے، لیکن باقی اصطلاحات میں یہ دیگر مصنّفین کے ہم نوا ہیں۔ عبدالوہاب خان اور ڈاکٹر عبدالرشید مہاجر ہر ماخذ اور رجحان کی حامل اصطلاحیں استعمال کرتے نظر آتے ہیں۔[۴۹]

بورڈ کی ایک اور کتاب ڈاکٹر محمد رمضان مرزا کی **پاکستان میں تازہ پانی کی مچھلیاں** (۱۹۹۰ء) اس لیے بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس میں پہلی بار پاکستانی مچھلیوں کے مقامی اور اردو نام بھی شامل کیے گئے ہیں۔ تاہم اس میں جہاں مقامی نام نہیں مل سکے، لاطینی نام ہی اردو رسم الخط میں لکھ دیے گئے ہیں۔ اسی طرح **ادویات میں کام آنے والے پودے** از فضل حسین (۱۹۹۰ء) میں بھی پودوں کے لاطینی ناموں کے ساتھ اردو کے مقامی نام درج ہیں۔

غذائیات کے موضوع پر دو مزید کتابیں ہمارے سامنے ہیں[۴۸]۔ ان میں بعض ایسی انگریزی اصطلاحات کا اردو میں استعمال عام ملتا ہے جو بہ آسانی ترجمہ ہو سکتی تھیں۔ مثلاً "اسملڈ" "اوپیک" وغیرہ۔ تاہم دیگر اصطلاحات میں ہمیں **غذا اور غذائیت** کی اصطلاحات سے استفادے کی جھلک نظر آتی ہے۔

فنی کتب میں محمد بشیر کی **ٹرانسسٹر کے کرشمے** (۱۹۷۰ء) اور **ٹرانسسٹر کے تجربات** (۱۹۷۴ء) میں زیادہ تر انگریزی الفاظ کا استعمال ہی سامنے آتا ہے۔

ابلاغیات میں مسکین حجازی کی **فنِ ادارت** (فروری ۱۹۷۶ء) اور مہدی حسن کی **ابلاغِ عامہ** (۱۹۶۸ء) قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں بھی انگریزی الفاظ کا زیادہ استعمال ہی سامنے آیا ہے مثلاً "ایڈیشن، آف دی ریکارڈ، کیچ لائن، پرنٹر، اعبارگو، ہاکر، ہینڈ آوٹ"۔ بشریات کے موضوع پر مسز مجیدہ صابر کی کتاب **علم انسانیات کی اصطلاحیں** بھی قابلِ ذکر ہیں، جن میں اکثر اصطلاحوں اور انگریزی الفاظ کے ایک سے زیادہ مترادفات ملتے ہیں۔

اردو سائنس بورڈ کی ایک کتاب **پاکستان میں جنگلی حیات** (۱۹۹۱ء) بھی قابلِ ذکر ہے، کیونکہ اس میں جانوروں کے لاطینی اور انگریزی ناموں کے مقابل میں مقامی اور اردو نام بھی جمع کیے گئے ہیں۔ مرتبین کی یہ محنت قابلِ داد ہے۔

۶:۱۵- چند علمی و تعلیمی اداروں کی خدمات

یوں تو متعدد علمی و تعلیمی اداروں نے اصطلاحات سازی میں قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں، تاہم ان میں مجلس ترقی ادب لاہور، اردو اکیڈمی بہاولپور، حکومت صوبہ سرحد، سول سروس اکیڈمی لاہور، جامعہ زرعیہ فیصل آباد، اردو سائنس کالج کراچی، پنجاب اور سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور وفاقی وزارتوں کی کوششیں قابلِ ذکر ہیں۔

الف۔ مجلس ترقی ادب، لاہور:

اس ادارے کا کام اگرچہ اصطلاحات سازی نہیں بلکہ ادبیات کی اشاعت تھا[۸۱]، لیکن ضمنی طور پر اس کی مطبوعات میں ادب، فلسفہ، نفسیات اور سائنس کے موضوعات پر اصطلاحی اشاریے ملتے ہیں۔ ادبی اصطلاحات کے موضوع پر اصطلاحی اشاریے کی صورت میں محمد ہادی حسین کے ترجمہ مغربی شعریات (۱۹۶۸ء) میں ہمیں چند اصطلاحات ملتی ہیں جن میں بعض اصطلاحات کے تراجم موزوں نہیں مثلاً Atom کے لیے "سالمہ" یا Connotation کے لیے تعبیری کی بجائے "تضمینی معنی" اور Identity کے لیے "ہم ذاتی" وغیرہ۔ تاریخ جمالیات (فروری ۱۹۶۳ء) میں ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے پہلی بار اس موضوع پر اصطلاحات وضع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا زیادہ تر رجحان عربی، فارسی کی طرف ہے بلکہ فلسفے میں اردو کے اصطلاحی ورثے کو استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عربی لاحقہ "یت" اور فارسی اندازِ ترکیب کے زیادہ قائل نظر آتے ہیں۔ افکارِ حاضرہ (۱۹۶۲ء) کے ترجمے میں محمد بن علی وہاب نے فارسی امر اور لاحقہ ترکیبی "پذیر" یا "گاہ" کا زیادہ استعمال کیا ہے۔ ان پر کراچی اور حیدر آباد کے اثرات بھی ملتے ہیں۔ یہی صورت حال تجزیۂ نفس (۱۹۶۳ء) کے ترجمے میں شجاعت بخاری اور سائنس سب کے لئے (۱۹۶۰ء) کے ترجمے میں آفتاب حسن نے اختیار کی ہے۔ موخر الذکر میں اصطلاحی ذخیرے کی خاصی بڑی مقدار ہے جو صفحہ ۱۰۵۵ سے ۱۱۱۸ تک دی گئی ہے۔ خلا کی تسخیر (جون ۱۹۶۳ء) میں پروفیسر حبیب اللہ نے بھی کچھ ایسا ہی طریق کار اختیار کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ "بھرت"، "گھاؤ"، "دھماکو" اور "ہوائیاں" جیسے سادہ مقامی اردو الفاظ کا استعمال بھی کیا ہے۔

طب کے میدان میں البتہ مجلس ترقی ادب نے اصطلاحات سازی کا ایک بہت بڑا کام شائع کیا ہے۔ لیکن اس میں اصطلاحی اشاریہ موجود نہیں اور تمام اصطلاحیں اس کی دونوں جلدوں میں ہر صفحے پر انگریزی اردو متبادلات کی صورت میں موجود ہیں۔ یہ کتاب حکیم محمد شریف جامعی کی ماہیت الامراض ہے جس کا حصہ اول، مارچ ۱۹۶۳ء اور حصہ دوم جون ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب ان کے معرکۃ الآرا طبی لغت شائع کردہ اردو سائنس بورڈ لاہور کی بنیاد بنی اور اس سے بہت پہلے سامنے آتی ہے۔ اس میں انھوں نے زیادہ تر انحصار عربی ماخذ پر کیا ہے اور جن الفاظ کا ترجمہ نہیں ہو سکا، انھیں بجنسہٖ لے لیا ہے۔ خود

لکھتے ہیں کہ آسان انگریزی اصطلاحات کی جگہ دیگر زبانوں کے ثقیل الفاظ کے استعمال سے گریز کیا ہے[۸۲] - ان کے ماخذوں میں مخزن الجواہر قابل ذکر حیثیت رکھتی ہے، تاہم انھوں نے بہت سی اصطلاحات خود بھی وضع کی ہیں اور انھیں قریب المفہوم بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس مجموعے میں تقریباً دس ہزار اصطلاحیں موجود ہیں۔

ڈاکٹر سلیم اختر کی نفسیاتی تنقید (جون ۱۹۸۶ء) میں بھی اصطلاحی اشاریے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ تاہم انھوں نے ایک اصطلاح کے لیے کئی مقامات پر خود بھی دو دو الفاظ استعمال کیے ہیں جیسے Association کے لیے "تلازم" اور "تلازمہ" دونوں دیے گئے ہیں۔

مجلس کے جریدے صحیفہ میں بھی متعدد مقالات شائع ہوتے رہے ہیں، جن میں اردو اصطلاحات پر مباحث پیش کیے گئے ہیں۔

ب۔ اقبال اکادمی:

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کی ایک اور کتاب اقبال اور جمالیات ہے جسے جنوری ۱۹۶۴ء میں اقبال اکادمی (کراچی، لاہور) نے شائع کیا ہے۔ اس میں صفحہ ۴۰۹ سے ۴۲۵ تک انگریزی اردو اصطلاحات دی گئی ہیں۔ اقبال اور مابعد الطبیعیات (ترجمہ: ڈاکٹر شمس الدین صدیقی) کی طرح ان دونوں کتابوں کا اصطلاحی رجحان عربی فارسی کی طرف ہے۔

ج۔ اردو اکیڈمی بہاولپور:

یہ ایک اور ادارہ ہے، جس نے طبی اصطلاحات کا ایک لغت شائع کر کے اس میدان میں خدمات انجام دی ہیں[۸۳]۔ حکیم غلام نبی کی کتاب لغات طب اکتوبر ۱۹۶۶ء میں مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور کے تعاون اور نگرانی میں شائع ہوئی۔ مرتب نے غلام جیلانی مرحوم کی مخزن الجواہر سے بھی استفادہ کیا تھا[۸۴] - ظاہر ہے کہ اس کے اثرات لازم تھے۔ چنانچہ قدیم عربی، فارسی ورثے کے ساتھ ساتھ مقامی الفاظ خصوصاً نباتی اور حیواناتی ناموں میں کثرت کے ساتھ ملتے ہیں۔ بلکہ ترکیب میں بھی فارسی اضافت اوریائے ترکیبی و نسبتی کو عربی طریق پر ترجیح دی گئی ہے۔ جیسے "ناسور شگافی" "افراط حیض" "آلودی کاشت" "رطوبت بلوریہ" وغیرہ۔ عام طور پر ایک ہی اردو مترادف دینے کی کوشش کی گئی ہے لیکن اگر کوئی دوسرا مترادف موجود ہو یا وضاحتی ضرورت ہو تو دوسرے مترادفات دینے سے گریز نہیں کیا گیا۔ عموماً" دوسرا مترادف عام فہم زبان میں سے ہوتا ہے جیسے "صراع" کے ساتھ "درد سر" "نبض" "امتلا" کے ساتھ "غلبہ" بھی دیے گئے ہیں۔ اسم مصدر کو عام طور پر اسم مجرد پر ترجیح دی گئی ہے۔ مثلاً سخت ہو جانا، ڈھیلا ہو جانا، جما دینا کو "خلط" "استرخاء" اور "تثبیت" کے ساتھ درج کیا گیا ہے جب کہ یہ مقام صرف اسم مجرد یا اسم کیفیت کا تھا۔

د۔ حکومت صوبہ سرحد:

حکومت صوبہ شمالی مغربی سرحد کی طرف سے ۱۹۵۲ء میں تجارتی اصطلاحات سے متعلق معلومات شائع کی گئیں۔ اس میں صوبے کی اہم قابل برآمد اشیاء کا تذکرہ کیا گیا اور یہ

معلومات محکمہ تجارت حکومت پاکستان کو ارسال کی گئیں، جنھیں حکومت پاکستان نے کراچی سے ۱۹۵۳ء سے مزید معلومات اور اصطلاحات کے ساتھ Glossary of Trade Terms کے نام سے شائع کیا۔

ر۔ سول سروس اکیڈمی، لاہور:

سول سروس اکیڈمی لاہور کے ڈائریکٹر جنرل عنایت اللہ کی ادارت میں انتظامی امور کے اردو رسالہ **نظم و نسق** ۱۹۸۰ء کے چار شماروں میں ہمیں دفتری اصطلاحات بھی ملتی ہیں۔ ان چند الفاظ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں دیگر دفتری لغات سے قدرے اختلاف کیا گیا ہے۔ مثلاً Functionary کے لیے "اہلکار" Section کے لیے "شعبہ" Submitted for Orders کے لیے "برائے حکم" وغیرہ[۸۵]۔

س۔ جامعہ زرعیہ، فیصل آباد:

اس ادارے نے بھی اردو اصطلاحات سازی میں خاطر خواہ خدمات انجام دی ہیں۔ اگرچہ اس کی زیادہ تر کتابیں اردو سائنس بورڈ نے شائع کی ہیں لیکن ان کی وضع اصطلاحات، ترتیب و تدوین چونکہ جامعہ ہی نے انجام دی ہے۔ اس لیے ان کا ذکر جامعہ ہی کی ذیل میں کرنا ضروری ہے۔

جامعہ زرعیہ، فیصل آباد کا مقام اردو سائنس بورڈ کے مقام سے ہم آہنگ ہے۔ اس کے تین لغاتِ اصطلاحات اردو سائنس بورڈ ہی نے شائع کیے ہیں لیکن چونکہ انھیں وضع کرنے اور مرتب کرنے کا کام جامعہ زرعیہ نے انجام دیا ہے، اس لیے اردو سائنس بورڈ کے حوالے سے ان کا جائزہ مناسب نہیں، البتہ جامعہ زرعیہ کے اساتذہ اور ماہرین نے بورڈ کے لیے جو کام انجام دیا ہے، اس کا جائزہ بورڈ کے تحت لیا گیا ہے۔ **اصطلاحاتِ زراعت** جامعہ زرعیہ کا پہلا لغت ہے جو اس جامعہ کے شعبہ اردو کی نگرانی میں ہوا اور مئی ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔ جناب شیخ ممتاز حسین نے جناب اختر حسین (ایڈیٹر) اور نعمت علی اختر (اسسٹنٹ ایڈیٹر) کے ساتھ مل کر اور ڈاکٹر سید عبداللہ کے تعاون سے اس کام کو انجام دیا۔ اگرچہ یہ لغت شیخ صاحب کی زندگی میں تو شائع نہ ہوا لیکن اسے ان کے کارنامے کی حیثیت سے اشاعت حاصل ہوئی۔ مولفین نے کوشش کی ہے کہ اس لغت میں زراعت سے متعلقہ علوم مثلاً حیوانیات، نباتیات، حیاتی کیمیا، زرعی انجینئری، زرعی معاشیات اور دیہی معاشیات وغیرہ کی اصطلاحیں بھی شامل کر لی جائیں۔ بعض روز مرہ زندگی کے اور معاشرتی الفاظ اصطلاحوں میں شامل کر لیے گئے ہیں[۸۶]۔ لغت میں جس بھی قسم کے اردو مترادفات مل سکے ہیں، (انگریزی، عربی، فارسی، ہندی اور مقامی) انھیں شامل کر لیا گیا ہے۔ اگر مترادفات دستیاب نہیں ہوئے تو مفہوم کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اکثر اوقات چار پانچ مترادفات بخوبی مل جاتے ہیں۔ گویا اس لغت کی زراعت کے مفاہیم کے حوالے سے معیار بندی باقی ہے۔ ۸۰۴ صفحات میں کوئی ۳۲ ہزار انگریزی اصطلاحات اور ان کے اردو

مترادفات جمع کر دیے گئے ہیں۔

اس لغت سے ہمیں جامعہ کے دیگر منصوبوں مثلاً دیہی معاشریات، پیطاری اور علم الارض کی ترتیب و تدوین کا علم ہوتا ہے۔ ان میں سے فرہنگِ پیطاری اپریل ۱۹۷۶ء میں، اصطلاحاتِ علم الارض ۱۹۸۹ء میں شائع ہوئے۔ دونوں کشاف کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بقول اشفاق احمد "مولفین نے اس امر کو پیش نظر رکھا ہے کہ اصطلاح کے بنیادی مفہوم اور اردو زبان کے مزاج میں ہم آہنگی رہے اور مترادف محض انگریزی اصطلاح کا لفظی ترجمہ ہو کر نہ رہ جائے"[۴۷]۔ ان لغات میں بھی ایک سے زیادہ اور مذکورہ رجحانات کے حامل مترادفات شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ اصطلاحات زراعت کے لغت میں شامل نہیں البتہ اصطلاحاتِ علم الارض کے علاوہ پہلے دونوں مجموعوں کی اصطلاحات اردو سائنس بورڈ کے فرہنگِ اصطلاحات میں شامل کر لی گئی ہیں۔ اصطلاحاتِ دیہی معاشریات (مئی ۱۹۸۸ء) میں نظری اور علمی ہر دو قسم کی عمرانیات کی اصطلاحیں جمع کر دی گئی ہیں۔ اس میں معیار بندی کا فقدان نظر آتا ہے جیسے Social کے لیے عمرانی، سماجی اور معاشرتی کے الفاظ میں سے ہر سہ بعد استناد حسب خواہش استعمال کیے گئے ہیں۔

ص۔ وفاقی اردو سائنس کالج، کراچی:

یہ اس لحاظ سے قابلِ ذکر ہے کہ اس کی اردو مطبوعاتِ سائنس میں اصطلاحی اشاریے مرتب کیے گئے ہیں، جن میں اصطلاحات سازی کا خاطرہ خواہ کام بھی انجام پایا ہے۔ خصوصاً کیمیا اور حیاتیات یعنی نباتیات اور حیوانیات کے موضوعات قابل ذکر ہیں۔ کیمیا میں ہمارے سامنے چار کتابیں ہیں[۴۸]۔ پہلی کتاب سید ضیاء الدین محمود اور ارشد حسین صدیقی کی عملی کیمیا (غیرنامیاتی) ہے جو ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی۔ اس کے صفحہ ۱۳۶ سے ۱۴۲ تک اردو انگریزی اصطلاحات دی گئی ہیں۔ دوسری کتاب بھی سید ضیاء الدین محمود کی عملی کیمیا ہے جو ۱۹۸۵ء میں شائع ہوئی۔ ان پر زیادہ تر اثر انجمن اور حیدر آباد دکن ہی کا ہے۔ تیسری کتاب پروفیسر اعجاز احمد اور ڈاکٹر قمرالحسن کی عملی کیمیا ہے جو ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔ یہ اس لحاظ سے قابلِ توجہ ہے کہ اس میں قدرے انحراف کیا گیا ہے۔ مثلاً Reading کیلیے "پڑھائی" اور Rinse کے لیے "کھنگالنا" کراچی کے عام رجحان سے مختلف ہیں۔ چوتھی کتاب کو حیاتیات کے حوالے سے بھی دیکھا جانا چاہیے۔ یہ ڈاکٹر ولی اور وسیم احمد کی ابتدائی حیاتی کیمیا ہے، جو ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں زیادہ تر انگریزی اصطلاحات کو بعینہٖ استعمال کیا گیا ہے مثلاً اکن تھوزز (Acanthosis)، تھریونین (Threonine) وغیرہ۔ حیاتیات میں ہمارے سامنے ایک کتاب ڈاکٹر خورشید علی خاں کی اصول خرد حیاتیات ہے جو ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔ اس میں ایک توازن ملتا ہے۔ مثلاً "لوئی جسم"، "گاؤ چیچک"، "کشتی خصوصیات"، "پھلی دار"، "پاش آہر" وغیرہ۔ نباتیات کے

موضوع پر بھی ایک کتاب ملتی ہے، عملی نباتیات (۱۹۸۳ء) جس کی جلد اول وقارالحق نے تحریر کی اور جلد دوم ممتاز ظہیر اور طارق علی نے تحریر کی، اس میں بھی توازن کی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً "حلقہ دار"، "ناشگافت"، "سوئی نما"۔ البتہ اردو حرف اضافت (کا، کی، کے) لمبی ترکیبوں میں ملتے ہیں جیسے "لحا کے اطراف خشب" یا "پتی کا قاعدہ" وغیرہ۔ حیوانیات کے موضوع پر دو کتابیں ہمارے سامنے ہیں[۴۹]۔ طفیلیات از ڈاکٹر بلقیس فاطمہ (۱۹۸۴ء) میں طویل جملے خاصی تعداد میں ملتے ہیں جیسے Ireits کے لیے "آنت کے آخری حصوں میں خرابی" یا Meta Trasis کے لیے "ایک حصہ یا عضو سے دوسرے تک پہنچنا"۔ اسم مجرد یا اسم کیفیت کی بجائے انھوں نے اسم مصدر کی علامت "ہونا"، "کرنا" وغیرہ کو زیادہ استعمال کیا ہے۔ دوسری کتاب ڈاکٹر منظور احمد کی حیوانی کردار (۱۹۸۲ء) ہے۔ جس میں اکثر لاطینی حیوانی نام بعینہ ملتے ہیں، تاہم بعض ترجمے خاصے دلچسپ اور موزوں ہیں جیسے "سُوراخیے" (Foraminifera)، "دہن پارے" (Mouth Parts) وغیرہ۔

وفاقی اردو سائنس کالج کے علاوہ "اردو کالج" کراچی کی طرف سے بھی ایک کتاب دساتیر عالم از پروفیسر محمد خلیل اللہ ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی تھی جس کے صفحہ ۴۰۹ سے ۴۸۲ تک ایک ہزار سے زاید اصطلاحات سیاسیات شائع ہوئی ہیں۔ ان میں عربی، فارسی کی طرف رجحان زیادہ ہے۔ تاہم سیاسی اصطلاحات مرتب کرنے کی یہ اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے۔

ط۔ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور:

اس بورڈ کی طرف سے ایک اصطلاحی مجموعے کی اشاعت کا علم ہوتا ہے۔ ابتداء میں ٹیکسٹ بک بورڈ نے اردو اصطلاحات کی حوصلہ افزائی کی لیکن ۱۹۶۸ء میں جب ثانوی سطح پر سائنس اور ریاضی کی کتابیں مغربی پاکستان ٹیکسٹ بک بورڈ نے شائع کیں تو اس کے ماہرین نے اردو اصطلاحات کو یکسر نظر انداز کر کے انگریزی اصطلاحات کو اردو رسم الخط میں لکھنا شروع کر دیا۔ پروفیسر خادم علی ہاشمی لکھتے ہیں کہ "Inequalities" کو "انکوالٹیاں" لکھ کر اصطلاح سازی کا کام بے مقصد ہو کر رہ گیا"[۵۰]۔ بعد میں جب ٹیکسٹ بک بورڈ صوبوں میں تقسیم ہوا تو اگرچہ یہ روش جاری رہی لیکن پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نے اردو اصطلاح سازی کی طرف توجہ دی۔ سائنسی و فنی اصطلاحات کی اردو لغت کا مسودہ جولائی، اگست ۱۹۷۹ء میں سائنسی اور فنی اصطلاحات کی تشکیل کے لیے منعقدہ کار گاہ (ورکشاپ) میں پہلی سے بارھویں جماعت تک کے لیے تیار ہوا۔ اس کی خصوصیات میں مقامی عنصر کو استعمال کرنا اور اس سے افعال بنانا قابل ذکر ہیں مثلاً "دھونک"، "سخانا"، "ڈھبری"، "کیرا" وغیرہ۔ اگرچہ بمشکل دو سو اصطلاحات وضع ہوئیں لیکن اس سے پنجاب بورڈ کے رجحانات کا علم ہوتا ہے۔

مسودے کی درستی میں ہاتھ بٹایا[۱۱]۔ اس میں تقریباً نو سو اصطلاحات' اردو مترادفات اور تشریحات بیان کی گئی ہیں۔ سید قاسم محمود کی طرح یہاں بھی دکن اور کراچی کے انداز سے قدرے انحراف کیا گیا ہے۔ مثلاً یائے نسبتی' فارسی انداز ترکیب اور مقامی عنصر کے ساتھ ترکیب سازی جیسے "تناسلی عشقیت' شدت بصری' بے عکسی فکر' حرکی عصب' غبی پن" وغیرہ۔ کہیں کہیں مولوی عبدالحق کے لغت سے استفادہ بھی نظر آتا ہے جیسے "رنگندھا پن"' "ہیجانِ اولیہ" وغیرہ۔

محمد اسلام نے **جدید اصطلاحاتِ معاشیات مع تشریح** مرتب کی' جس کی جلد اول ۱۹۷۶ء میں ۲۳۸ صفحات میں مرکزِ فروغِ علوم لاہور نے شائع کیا۔ اس جلد میں A سے C تک کی اصطلاحات کے اردو مترادفات اور تشریحات بیان کی گئی ہیں۔ مرتب کی وفات کے باعث یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ تقریباً انہی دنوں ریڈیو ٹیکنیشن محمد انعام اللہ نے **ٹیکنیکل ڈکشنری ریڈیو و دیگر انجینئرنگ** کے نام سے مرتب کی جسے نیشنل بک سٹال کی طرف سے شائع کیا گیا۔ اس میں اردو مترادفات کی بجائے انگریزی اصطلاح کو اردو رسم الخط میں دے کر اس کے معانی کی تشریح کی گئی ہے۔ "کیتھوڈرے' چوک' کوائل' الیکٹروڈز" وغیرہ اور تشریحات میں بھی انہی الفاظ کو محض اردو عبارت میں دیا گیا ہے۔ بہت سی ٹیکنیکی مطبوعات میں یہ انداز عام طور پر اختیار کیا جاتا ہے۔ مثلاً "سٹیپ اپ ٹرانسفارمر' وہ ٹرانسفارمر جو وولٹیج کو بڑھاتا ہے۔ سیکنڈری ٹرنز' پرائمری ٹرنز کے مقابلے میں زیادہ ہونے کی وجہ سے"[۱۲]۔ یہاں اس اسلوب پر بحث کی گنجائش تو نہیں تاہم یہ انگریزی اصطلاحات کو بجنسہٖ بلکہ تمام تر اردو میں لے لینے کے رجحان کا لغت ہے۔ اس میں الفاظ کی جمع' فعلی صورت' تعاملات اور دیگر مشتقات بھی انگریزی ہی میں رہنے دیے گئے ہیں' جو غیر علمی صورت قرار دیے جا سکتے ہیں۔ تاہم آخر میں اصطلاحی فرہنگ بھی دی گئی ہے۔ جس میں عام طور پر مقامی الفاظ "ڈھبری"' "رانگ"' "سنڈاسی"' "گھن"' "جھنڈی"' وغیرہ بھی دیے گئے ہیں' جو اس کی علمی افادیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

نفسیات کا ایک اور لغت **فرہنگِ نفسیات** نومبر ۱۹۸۲ء میں کفایت اکیڈمی' کراچی کی طرف سے شائع کیا گیا۔ جسے زرینہ خانم' گورنمنٹ سیفیہ کالج کراچی نے مرتب کیا۔ یہ لغت صرف نفسیات تک محدود نہیں بلکہ اس میں عمرانیات' طب اور تعلیم اور سائنس کی متعلقہ اصطلاحات بھی شامل کی گئی ہیں۔ مرتب نے دعویٰ کیا کہ اصطلاحات کی ثقالت سے بچنے کے لیے قابلِ فہم تشریح کی جائے۔ ان کا یہ دعویٰ کہ "کوئی لغت ایسی مرتب نہ ہو سکی جو ان اصطلاحات کی مختصراً وضاحت بھی کرے"[۱۳] محلِ نظر ہے کیونکہ صوفی گلزار احمد کا لغت موجود ہے اور یہ بھی کہ ان کے لغت میں ثقیل اصطلاحات بھی ہیں جیسے "تثلیث"' "دلبیس حس"' "اجتبار"' "تعویق"' "انخفاض"' وغیرہ عربی مرکبات۔ ان کے بارے میں ڈاکٹر عبدالقادر (شعبہ فلسفہ' کراچی) نے لکھا ہے کہ "وہ رفتہ رفتہ متروک ہو جائیں گی جو روانی

سے تحریر میں سا نہیں سکتیں، وہ بھی وقت کے ساتھ مشکل بدل کر مستعمل ہو جائیں گی"[۱۴]
اس لغت میں تقریباً چار ہزار اصطلاحات کے اردو مترادفات اور معنوی تشریح دی گئی ہے۔ اگرچہ زیادہ تر مترادفات عربی، فارسی پر مشتمل ہیں لیکن اس لغت کی سب سے بڑی خصوصیت دیگر مستعمل الفاظ سے اختلاف ہے۔ مثلاً کجروی (Aberration) کی بجائے "کج رہی" "اضطرار (Reflex) کی بجائے "انعکاس" "کثیر زوجی (Polygamy) کی بجائے "چند زنی" وغیرہ۔ اردو مترادفات کی تلاش میں ہندی اور مقامی عنصر کو بھی استعمال کیا گیا ہے، جیسے "دن سپنا" "مرن فکر" "دن بھتنا" "کالبد" وغیرہ جو اردو میں عام طور پر مستعمل ہیں۔ مولوی عبدالحق کے لغت سے مخصوص الفاظ "رتوندی" "دلوندی" وغیرہ بھی لیے گئے ہیں۔ ایک اور قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ انگریزی الفاظ کو بہت کم اردو میں لیا گیا ہے۔

ڈاکٹر محمد اسلم خاکی کا کشاف اصطلاحاتِ فقہ لاہور سے فروری ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔ اس میں اسلامی اصطلاحات کی تشریح کی گئی ہے۔ لسانیات کے اصطلاحی اشاریے اردو لسانیات (۱۹۶۶ء) از ڈاکٹر شوکت سبزواری پر بحث گزر چکی ہے۔ ملتان کے پروفیسر وہاب اختر عزیز کے لغاتِ اصطلاحات مغربی پاکستان اردو اکیڈمی اور ادارہ تالیف و ترجمہ جامعہ پنجاب کے حوالے سے بیان ہو چکے ہیں۔ ان کے دو تین مزید لغات لاہور سے اظہر پبلشرز نے ۱۹۸۸ء کے قریب شائع کیے ہیں۔ ان میں سے ایک طبی لغت ہے اور دوسرا سائنسی اصطلاحات پر مشتمل ہے۔ طبی لغت میں تقریباً آٹھ ہزار اصطلاحات ہیں، جن میں تشریح الاعضا، فعلیات، امراضیات، کیمیا، حیاتیات، جرثومیات، جینیات، علم الادویہ اور دیگر متعلقہ علوم کی اصطلاحات شامل ہیں۔ اردو مترادفات تمام ماخذوں سے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور بقول مرتب "جہاں مترادفات مل نہیں سکے وہاں کوشش کی گئی ہے کہ ایک ہی لفظ وضع کیا جا سکے[۱۵]" چنانچہ جہاں انھوں نے دیگر ماخذوں سے مترادفات جمع کیے ہیں، ان کی تعداد خاصی ہے۔ بعض اوقات یہ تعداد چار تک جا پہنچتی ہے۔ کہیں کہیں واحد لیکن آسان مترادف مثلاً "ہلکی ہاضم دوا" وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں مرتب نے وضع کیا ہے، ورنہ اصطلاحات عام طور پر عربی، فارسی ترکیب ہی کی صورت میں ہیں۔ سائنسی لغت میں فلکیات، نباتیات، کیمیا، ریاضی، طبیعیات، حیاتیات وغیرہ کی اصطلاحات شامل کی گئیں بلکہ بقول مرتب "نئی اہم سائنسی عنوانات اور اصطلاحات بھی شامل کی گئی ہیں۔"[۱۶] شروع میں ایسی امدادی اصطلاحات کی فہرست بھی دی گئی ہے، جو مفہوم بیان کرنے کے لیے استعمال کی گئی ہیں۔ مرتب نے کسی خاص اصول کی پیروی نہیں کی، اگر ترجمہ میسر نہیں تو انگریزی اصطلاح ہی درج کر دی گئی ہے یا پھر بعض اصطلاحات کے تراجم سہل پسندی کے باعث نہیں دیے گئے۔ جیسے "پروٹین" "پھمٹس" "سٹینڈرڈ" وغیرہ۔ مفاہیم کی تشریح انگریزی اور اردو میں دی گئی ہے۔

اسی ادارے (اظہر سنز پبلشرز) نے حیاتیات کا ایک اور لغت بھی شائع کیا ہے، جسے

صلاح الدین اور خواجہ مختار رسول نے مرتب کیا ہے۔ اس میں بھی انگریزی اصطلاحات کی تشریح کے لیے جو اردو اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں، انھیں شروع میں درج کر دیا گیا ہے۔[۱۱۷] لیکن یہ غیر ابجدی ترتیب سے ہیں۔ تاہم اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں انگریزی الفاظ کو بعینہٖ لینے کی بدعت نہیں کی گئی اور زیادہ تر مفرد اصطلاحیں ہی پیش کی گئی ہیں۔

جہاں تک دیگر اشاعتی اداروں کا تعلق ہے ان میں سب سے پہلے مکتبہ نوائے وقت لاہور نے دفتری اصطلاحات سازی کا کام انجام دیا۔ پاکستان بننے کے بعد جہاں مجلس زبان دفتری کا قیام عمل میں آیا، وہیں مکتبہ نوائے وقت نے بھی ان اصطلاحات کو پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ ان کا کتابچہ **ہماری قومی زبان کی دفتری اصطلاحات**، اسی دور میں شائع ہوا، جو ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں شعبہ مامورین (انتظامیہ)، حسابات اور امورِ عامہ کے ساتھ ساتھ شعبہ ہائے وزارت کے ناموں کے اردو مترادفات دیے گئے ہیں۔ یہ الفاظ ہفت روزہ قندیل لاہور میں قسط وار شائع ہوتے رہے تھے، جنھیں ترمیم کے بعد کتابچے کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتابچہ ۱۹۵۱ء میں کبھی شائع ہوا تھا کیونکہ پیش لفظ میں بیان کیا گیا ہے کہ حکومتِ پنجاب نے ۱۴ اگست ۱۹۵۰ء سے اضلاعی دفاتر کی تمام خط و کتابت اردو میں کرنے کے احکام صادر فرما دیے ہیں۔[۱۱۸] چنانچہ اس مقصد کے لیے یہ کتابچہ شائع کیا گیا ہے۔ ان اصطلاحوں کو بعد ازاں مجلس زبان دفتری کے لغت میں استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً تصدیق ظہری (Endorsement)، نشان مراسلہ (Despatch Number)، محاسب (Accountant)، ہرکارہ (Dak Runner)، مسودہ برائے منظوری پیش ہے (D.F.A)، (Submitted) وغیرہ۔ انھی سے متعلقہ اصطلاحات بنکاری بھی مکتبہ نوائے وقت ہی کی شائع کردہ کتاب **آسان بنکاری** از امین انجم میں بھی پیش کی گئی ہیں جو ۱۹۵۵ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کے صفحات ۱۱۶ تا ۱۳۲ پر اصطلاحی اشاریہ پیش کیا گیا ہے۔ ۱۹۴۸ء میں کتاب منزل لاہور کی طرف سے حزب اللہ کی کتاب **تحلیل نفسی** شائع ہوئی، جس میں اصطلاحاتِ نفسیات قابل ذکر ہیں۔ قومی کتب خانہ لاہور کی طرف سے جنوری ۱۹۵۷ء میں پروفیسر علاؤالدین اختر کی کتاب **ابتدائی تعلیمی نفسیات** شائع کی گئی ہے جس کے آخر میں ۱۷ صفحات میں انگریزی، اردو فرہنگ شامل کی گئی ہے۔ اگرچہ مصنف نے کہا ہے کہ انھوں نے انجمن ترقی اردو کی اصطلاحات استعمال کی ہیں تاہم اس نے ان سے کئی جگہ اختلاف بھی کیا ہے۔ جیسے Colourblindness کے لیے "رنگندھاپن" کی بجائے "رنگ کوری"، Emotion کے لیے "جذبات" کی بجائے "ہیجانات"، Sentiments کے لیے "عواطف" کی بجائے "جذبات" اور Complex کے لیے "خبط" کی بجائے "الجھن"۔ بعض اصطلاحیں وضع کے اعتبار سے درست نہیں جیسے Necrophilia کے لیے "نعشی جنسی کشش" اور Sadism کے لیے "ایذادہی" وغیرہ۔

فیروز سنز لاہور نے **اردو انسائیکلوپیڈیا** (طبع اول ۱۹۶۲ء، طبع دوم ۱۹۸۴ء) کے ذریعے

بھی ضمنی طور پر اصطلاحات نگاری میں خاصی خدمات انجام دی ہیں۔ اسے سید سبط حسن، احمد ندیم قاسمی، حسن عابدی، نصیر وارثی وغیرہ نے مرتب کیا تھا۔ اس میں بعض انگریزی اصطلاحات کو بجنسہٖ بھی لیا گیا ہے جیسے پائیوریا، ڈیونیٹر، مسٹرڈ گیس وغیرہ[۱۹]۔ ڈاکٹر عبدالروف کی کتاب جدید تعلیمی نفسیات (طبع اول ۱۹۶۶ء، چودھواں ایڈیشن ۱۹۷۶ء) میں دی گئی اصطلاحات میں مقامی عنصر کا استعمال زیادہ نظر آتا ہے مثلاً "بالک پن" "بن مانگا" "بھگوڑا پن" وغیرہ۔ اس ادارے کی ایک اور کتاب کوالٹی کنٹرول (۱۹۸۸ء) میں اس موضوع پر پہلی بار اصطلاحات سازی کا عمل کیا گیا ہے جس میں مقتدرہ قومی زبان کی وضع کردہ اصطلاحات کو ماخذ بنایا گیا ہے۔ خصوصاً سائنسی و تکنیکی اصطلاحات'اصطلاحات خیات' اصطلاحات ریاضی[۲۰]۔ لیکن اس استعمال میں مصنف کامران موسیٰ نے اپنی ذاتی پسند کا خیال رکھا ہے۔ مثلاً Diagram Effect کے لیے "خاکہ اسباب" کی نامکمل اصطلاح استعمال کی ہے جسے "خاکہ اسباب و علل" ہونا چاہیے تھا یا Ethics کے لیے "اخلاقیات" کی بجائے "آداب" یا Frequency Table کے لیے "جدول تعدد" کی بجائے "گنتی کا ٹیبل" اختیار کیا ہے، کوالٹی کنٹرول کے لیے کہیں کہیں "نگرانی معیار" بھی استعمال کیا گیا ہے۔

ایک اور بڑے اشاعتی ادارے شیخ غلام علی اینڈ سنز نے بھی ضمنی طور پر اصطلاحات کی اشاعت میں اپنا کردار ادا کیا ہے بلکہ یہ کردار مکتبہ فرینکلن کی مدد سے بہت سے اداروں نے انجام دیا ہے۔ مکتبہ فرینکلن لاہور کا مرتبہ اردو جامع انسائکلو پیڈیا (۱۹۸۷ء، ۱۹۸۸ء)، شیخ غلام علی اینڈ سنز نے شائع کیا ہے، اس میں بنیادی کام مولانا غلام رسول مہراور مولانا حامد علی خان کا ہے۔ البتہ مولوی عبدالحق، سید ہاشمی فرید آبادی، علی ناصر زیدی، میجر آفتاب حسن، پروفیسر سی اے قادر کے علاوہ بہت سے مقامی اہل علم بھی شامل ہیں جس کی بنا پر اس میں اکثر رجحانات کا امتزاج ملنا چاہیے تھا۔ اس کام کا آغاز ۱۹۵۹ء میں ہوا اور اصطلاحات کے لیے قاموس الاصطلاحات کو بنیاد بنایا گیا[۲۱]۔ شیخ غلام علی کی شائع کردہ تعلیم اور نفسیات سے متعلق ایک کتاب عبدالحی علوی کی تعلیمی نفسیات (طبع اول ۱۹۴۹ء) میں تعلیمی نفسیاتی اصطلاحات کی فرہنگ دی گئی ہے جو سادہ اور قابل قبول ہیں۔ اسے پاکستان میں تعلیمی علوم کی اصطلاحات کا نقش اول قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایک اور کتاب مظہر دنیائے عجائب میں (۱۹۶۹ء) ترجمہ ڈاکٹر محمد انیس عالم میں فلسفہ اضافیت اور سائنسی اصطلاحات کی زیادہ تر مروجہ اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز ہی کی شائع کردہ کتاب نظام کتب خانہ (طبع اول ۱۹۷۸ء) از الطاف شوکت اس موضوع پر اہم کتاب کی حیثیت رکھتی ہے، جس میں تشریح اصطلاحات کے عنوان سے ایک باب شامل کیا گیا ہے۔ جس میں اصطلاحات سازی کے لیے انفرادی خدمات انجام دی گئی ہیں۔ مثلاً Uniform title کے لیے "یکساں عنوان" Book support کے لیے "کتابی پشتہ"،

Catch word کے "نظر گیر" انہی کے وضع کردہ معلوم ہوتے ہیں' جو طلبہ کے کثرت استفادہ کے باعث بعد ازاں رائج ہوتے چلے گئے۔ اگرچہ بعض اردو تراجم موزوں نہیں مثلاً Analytical کے لیے "تجزیاتی" کی بجائے "تجزیہ" Joint Author کے لیے "شریک مصنف" کی بجائے "مشترک مصنف" Cover Title "سرورقی عنوان" کی بجائے "عبوری عنوان" وغیرہ۔ اسی ادارے کی ایک اور کتاب عجائبات کیمیا مترجم محمد فاروق کے صفحات ۱۰۸ تا ۱۱۲ پر مروجہ اصطلاحات ہی درج کی گئی ہیں۔

مکتبہ فرینکلن کے تعاون سے دیگر ناشرین مثلاً مقبول اکیڈمی' کلاسیک وغیرہ نے جو کتابی اصطلاحی اشاریے شائع کیے' ان میں سے بیشتر میں مروجہ اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً مقبول اکیڈمی کی شائع کردہ مصنوعی سیارچے اور فضائی جہاز (۱۹۶۶ء)' جس کا ترجمہ علی ناصر زیدی نے انجام دیا اور اخلاقی زندگی کا نظریہ (۱۹۶۴ء)' جس کا ترجمہ میاں عبدالرشید نے انجام دیا۔ ایک اور کتاب آسمان کی سیر (۱۹۶۲ء) جس کا ترجمہ محمد سعید نے انجام دیا۔ اسی طرح کلاسیک لاہور کی شائع کردہ کتابوں' مستقبل کا انسان ترجمہ سید قاسم محمود (۱۹۵۹ء)' سورج کی پیدائش اور موت ترجمہ: فاروق احمد صدیقی (۱۹۶۲ء) اور زمین کی سرگزشت (۱۹۶۲ء) میں مروجہ اصطلاحات ہی استعمال کی گئی ہیں۔

علی بک ڈپو کراچی کی شائع کردہ محمد فائق کی کتب مسائل نفسیات (طبع اول ۱۹۶۲ء)' اور اختباری نفسیات (۱۹۶۳ء) میں ہمیں جامعہ کراچی کے عام رجحانات کی حامل اصطلاحیں ہی نظر آتی ہیں۔ تاہم کچھ اصطلاحات سازی کا عمل بھی دکھائی دیتا ہے مثلاً "سماجیانا" (Socialization)۔ احسن برادرز لاہور کی کتاب جدید علم اور عہد حاضرہ کا انسان ترجمہ: (محمد سعید ۱۹۵۶ء) اور سنگم پبلشرز لاہور کی کتاب سماج کا ارتقا از حکیم اللہ میں سماجی اصطلاحات کی فہرستیں ملتی ہیں۔ اسی طرح کتاب منزل لاہور کی کارل مارکس اور اس کی تعلیمات از شیر جنگ (۱۹۴۵ء) اور اردو مرکز لاہور کی اقتصادی ترقی کے تجرباتی سانچے' ترجمہ: صوفی گلزار (۱۹۶۵ء) میں معاشیات کی اصطلاحوں کے اشاریے قابل ذکر ہیں۔

لسانیات کے میدان میں ڈاکٹر شوکت سبزواری کی کتاب اردو لسانیات مکتبہ تخلیق ادب' کراچی نے ۱۹۶۶ء میں شائع کی تھی۔ اس میں اصطلاحات سازی کا ایک منفرد انداز ملتا ہے۔ مثلاً انھوں نے Ablative کے لیے "من" سے "منی"' Accent کے لیے "نقرہ (ضرب)" Dental کے لیے "دنتی" Glottal کے لیے "کنٹھی" جیسی اصطلاحیں وضع کی ہیں۔ وہ Phoneme کے لیے "صوتیہ"' Diphthong کے لیے "مرکب صوتیہ" اور Vowel کے لیے "مصوتہ" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں' جو دیگر لسانیاتی اصطلاحات سازی سے مختلف ہیں۔ بعض مقامات پر وہ ہندی اصطلاحیں بھی مترادف کے طور پر استعمال کرتے

ہیں جیسے "مجورہ" کے ساتھ ساتھ "گھوش وت"، "مخرج" کے ساتھ "ستھان"، "اضافیہ" کے ساتھ "اپ سرگ"، "سرور" کے ساتھ "سم ورت" وغیرہ۔

جہاں تک سائنسی موضوعات کا تعلق ہے، اردو اکیڈمی سندھ کراچی نے ۱۹۶۵ء میں میجر آفتاب حسن کا ترجمہ روشنی کیا ہے شائع کیا، جس کے ساتھ اصطلاحی اشاریہ موجود ہے، کتابستان پبلشنگ کمپنی لاہور نے محمد اشرف ملک کی کتاب **نباتیات (حصہ اول)** شائع کی جس کے صفحات ۳۲۱ تا ۳۳۸ پر اصطلاحی اشاریہ موجود ہے۔ اس میں "کرن شکلا"، "انمل پھلا"، "کناؤ سر"، "پولن تھیلی" جیسے مقامی عنصر کی حامل اصطلاحات قابل توجہ ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب **البیرونی اور جغرافیۂ عالم** مطبوعہ ادارہ تصنیف و تحقیق پاکستان، کراچی (جولائی ۱۹۸۰ء) میں ان اصطلاحات کے انگریزی متبادل قابل ذکر ہیں جنھیں مولانا نے استعمال کیا۔ مثلاً "اقالیم السبعہ"، "البیتہ الکروی" وغیرہ۔ تکنیکی علوم میں ایس ایم آصف کی کتاب **سروے اور لیولنگ** حصہ دوم، کراچی (مارچ ۱۹۷۸ء) بھی قابل ذکر ہے۔ اس میں انگریزی الفاظ، ان کا اردو تلفظ اور اردو ترجمہ دیا گیا ہے، جن پر رڑکی مینوئل کا زیادہ اثر ہے۔ ایک اور تکنیکی کتاب **الیکٹرک موٹر ریوائنڈنگ** از چودھری محمد اشرف جسے کول ریز پبلشرز لاہور نے شائع کیا ہے، اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ اس میں کسی اصطلاح کا اردو ترجمہ نہیں دیا گیا۔ یہ رجحان اکثر اردو تکنیکی کتب میں پایا جاتا ہے۔ **طب یونانی میں گھریلوادویہ اور عام معالجہ** کی کتاب (۱۹۸۳ء) از امرالفضل و محمد عبدالرزاق کا اصطلاحی اشاریہ بھی قابل ذکر ہے، جسے کراچی سے افریشیا پرنٹنگ پریس نے شائع کیا ہے۔ اسی طرح سعید احمد رفیق کی کتاب **تاریخ جمالیات** (۱۹۷۲ء) قابل توجہ ہے، جسے کوئٹہ سے قلات پبلشرز نے شائع کیا۔ اس کے آخر میں چار صفحات پر مشتمل اصطلاحی اشاریہ شائع کیا گیا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر محمد یوسف کی کتاب **الجبرا** یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور نے شائع کی ہے، جس کے صفحات ۲۰۷ تا ۲۱۰ پر اصطلاحی اشاریہ دیا گیا ہے۔

دفتری تجارتی امور میں نوید پبلی کیشنز لاہور کی کتابیں قابل ذکر ہیں۔ **دفتری طریقہ کار** از خادم حسین (مارچ ۱۹۸۲ء)، **اصول تجارت** از خادم حسین (اکتوبر ۱۹۸۲ء) اور **نظام بنکاری** از منظور الحسن، خادم حسین میں اصطلاحات پر ابواب مختص کیے گئے ہیں۔ ان میں مستعمل اردو انگریزی اصطلاحات مثلاً "اعانتی ہنڈی"، "افراطِ زر"، "بیچک"، "اعلامیہ"، "بل آف لیڈنگ"، "ٹینڈر"، "درشنی بل"، عند الطلب ہنڈی"، "فرسودگی"، "ایجنٹ" وغیرہ کی تشریحات بیان کی گئی ہیں۔

علم کتابداری میں محمد زبیر کی کتاب **کیٹلاگ سازی**، سعید کمپنی کراچی (۱۹۷۷ء)، محمد اسلم کی **درجہ بندی اور تنظیم کتب خانہ** اسلامک بک سروس لاہور (۱۹۸۳ء) غنی الاکرم سبزواری کی **درجہ بندی**، کراچی، ادارہ فروغ کتب خانہ جات (۱۹۸۰ء)، نسیم فاطمہ کی **علم کتب خانہ و اطلاعات**، ادارہ فروغ کتب خانہ جات (۱۹۸۵ء) اور سید جمیل احمد رضوی

کی لائبریری شپ کی عمرانی بنیادیں (جسے بعد ازاں ۱۹۸۷ء میں مقتدرہ نے بھی شائع کیا) اصطلاحی اشاریوں کے لیے قابل ذکر ہیں، ان کا تقابلی مطالعہ ہمیں اصطلاحی ارتقاء، وسعت اور گیرائی کا پتا دیتا ہے۔ ایک کتاب **خاندانی منصوبہ بندی** کراچی (انجمن خاندانی منصوبہ بندی) از ڈاکٹر محمد عبد الحی میں اگرچہ اصطلاحات کا صرف ایک صفحہ دیا گیا ہے لیکن اس میں "جنسی وظیفہ"، "امومت"، "نسلیاتی عارضہ" اور "نسلیاتی مصلحتیں" ہمیں اصطلاحات سازی کا پتا دیتی ہیں۔

اشتہاریات کے موضوع پر پہلی کتاب **اشتہارات** از ایس ایم معین قریشی قمر کتاب گھر کراچی (نومبر ۱۹۸۷ء) قابل ذکر ہے۔ اسی ادارے نے شماریات کے موضوع پر سید آل احمد کی **تعلیمی نفسیات و شماریات** (طبع اول ۱۹۷۱ء) شائع کی تھی جس میں فرہنگ شماریات اور تعلیمی نفسیاتی اصطلاحات کا اشاریہ شائع کیا گیا ہے۔

سنگ میل پبلی کیشنز لاہور کی طرف سے شائع کردہ کتاب **تاریخ پاکستان، قدیم دور** از یحییٰ امجد میں تاریخ اور عمرانیات کی متعدد اصطلاحات کا صفحات ۵۵۳ سے ۵۲۶ تک ایک وسیع اشاریہ دیا گیا ہے، جس میں اختلافی اور انفرادی اصطلاحات سازی کا عمل انجام دیا گیا ہے مثلاً Anthropology کو "انسانیات" اور Anthropoid کو "انسان نما مانس" Australopithecus کو "آسٹریلو مانس" اور Animism کو "مظاہر پرستی" قرار دے کر دیگر اصطلاحی عمل سے قدرے انحراف کیا گیا ہے۔

پاکستان اسٹیل کراچی کی طرف سے ایک کتاب **پاکستان اسٹیل میں میکانکی آلات** (۱۹۸۸ء) از یاسین افضال / ترجمہ: حسین حسنی شائع ہوئی ہے، جس میں انگریزی آلات کا نام اور اصطلاحات اردو میں وضع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے بارے میں یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ یہ تراجم اس قدر بے ساختہ ہیں کہ ان کی طرف ذہن منتقل ہی نہ ہوتا تھا اور معلوم نہ تھا کہ یہ الفاظ اردو میں تکنیکی اصطلاحات کے طور پر استعمال ہو سکتے ہیں[۱۲۲]۔ مترجم لکھتے ہیں کہ بعض الفاظ تو ہم نے ان کی اصل حالت ہی میں لے لیے ہیں مثلاً پنسل، کاپی، سمن، ٹکٹ، رائفل، کار، کالج وغیرہ۔ اس کتاب کا ترجمہ بھی حتی الامکان انہی خطوط پر کرنے کی کوشش کی گئی ہے[۱۲۳]۔ حتی الامکان انگریزی اصطلاح بجنسہ لینے سے گریز کیا گیا ہے، البتہ اس کا ترجمہ اگر جملے کی صورت اختیار کر گیا ہے تو اسے لے لیا گیا ہے جیسے "ٹوٹ پھوٹ کی روک تھام" (Failure Proofness) یا "زیر مرمت پرزوں کا منفرد مجموعہ" (Repair Assembly)۔

۱۹۸۹ء میں لاہور سے کامیاب بک ڈپو نے Kamyab's New Medical Dictionary شائع کی ہے۔ اگرچہ اس میں انگریزی میں تشریح دی گئی ہے لیکن اردو میں اصطلاحی مفہوم بھی بیان کیا ہے۔ یہ بھی اصطلاح سازی کی ایک طرح کی کوشش ہے جس میں اردو اضافت استعمال ہوئی ہے جیسے "انتڑیوں کی پتھری"، "ناف کی ہرنیا"، "گندگی

سے محفوظ" وغیرہ۔ حق محمد کی اسلامی اصطلاحات (۱۹۸۷ء) بھی قابل ذکر ہے۔
انھی دنوں سعد پبلی کیشنز کراچی سے ایک کتاب بچوں کا آرٹ اور اس کا تدریس از عبدالحق شائع ہوئی ہے جس کے آخر میں آٹھ صفحات میں آرٹ کی اردو انگریزی اصطلاحیں ہیں، ان میں بیشتر انگریزی اصطلاحات مثلاً "ا۔پلیک، پلاسٹین، سرریل ازم" وغیرہ کو بجنسہ لیا گیا ہے۔

نفسیات کے موضوع پر نگارشات لاہور کی طرف سے ۱۹۸۸ء میں راہ ساز از فاخر حسین شائع ہوئی جس میں منفرد اصطلاحیں زیادہ ملتی ہیں۔ اسی سال لاہور سے نعمان بن عزیز نے ڈاکٹر تنزیلہ ملک کی کتاب پھلواری شائع کی جسے ہم پھولوں، پودوں، جھاڑیوں کے ناموں کا کشاف کہہ سکتے ہیں۔ اس میں ان کے مقامی نام بھی دیے گئے ہیں۔ ۱۹۸۹ء میں قائداعظم لائبریری باغ جناح لاہور کی طرف سے دکتور محمود الطحان کی اصطلاحات حدیث کا اردو ترجمہ از محمد سعد صدیقی شائع ہوا ہے۔ اصطلاحات المحدثین کی طرح یہ بھی علم حدیث کی ایک کتاب ہے، جس میں سو سوا سو اصطلاحاتِ حدیث پر بحث کی گئی ہے۔

تعلیم بالغاں اور تعلیم مسلسل کے موضوع پر راقم نے رسالہ تعلم مسلسل، اسلام آباد شمارہ نمبر ۴، ۵، ۱۹۸۹ء اور نمبر ۱۳، ۱۹۹۱ء میں یونیسکو کی اصطلاحات کو اردو کا جامہ پہنایا تھا، جو کتاب خواندگی یا تعلیم مسلسل (۱۹۹۲ء پاکیڈ اسلام آباد) میں بطور باب شامل کی گئی ہیں۔ ان کے ساتھ مباحث بھی ہیں، جن میں تعلیمی اصطلاحی انتشار کا ذکر کیا گیا ہے اور اسکے حل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

اس مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ انفرادی اور نجی سطح پر پاکستان میں اصطلاحات سازی کی خاطر خواہ کوششیں کی گئی ہیں۔ اگر ان تمام کوششوں کو یکجا کیا جائے تو اردو کے اصطلاحی ذخیرے میں قابل ذکر اضافہ ممکن ہے۔ بلکہ بعض موزوں اردو مترادفات محض یکجا مرتب نہ ہونے کی صورت میں قارئین اور مصنفین کی نظر سے اوجھل ہیں اور یوں استعمال میں نہیں آرہے۔

۱۵:۹۔ مسیحی اصطلاحات سازی

مسیحی اردو اصطلاحی ذخیرہ کا جائزہ ہم دسویں باب میں لے چکے ہیں تاہم اردو میں مسیحی اصطلاحات سازی میں باقاعدہ کوششیں رومن کیتھولک بائیبل کے اردو مترجم فادر لائبروس پیٹرس نے برصغیر میں اپنی آمد (۱۹۳۶ء) کے ساتھ ہی شروع کر دی تھیں۔ مئی ۱۹۶۰ء میں فادر لی پیشیا نسین نے ۱۳۰ صفحات پر مشتمل Christian Terminology شائع تھی، جس میں مرتب نے لکھا ہے کہ یہ دراصل فادر پیٹرس کے کام پر مبنی ہے[۱۲۴]۔

اس سے پہلے ایک کوشش پروٹسٹنٹ چرچ نے بھی کی تھی۔ ۱۹۴۰ء کے قریب علی گڑھ کے ہنری مارٹن سکول میں ڈاکٹر سویٹ مین نے ایک ایسی فہرست مرتب کی تھی، جس پر

ڈاکٹر براؤن اور پادری خورشید عالم (نارروال) نے نظرثانی کی- ۱۹۵۱ء میں یہ فہرست ڈینس کلارک نے دیگر کلیساؤں میں بھجوائی- ۱۹۵۳ء میں پادری دولامل اور پادری ینگ نے اسے مکمل کیا- لیکن یہ ترجمہ کہیں کھو گیا[۱۲۵]-

پادری پیٹرس کا موجودہ کام ۱۹۷۶ء میں راولپنڈی سے کرسچن سٹڈی سنٹر نے پادری جان سلومپ سے مرتب کرانے کے بعد شائع کیا- پادری پیٹرس نے ۱۹۶۴ء سے ستمبر ۱۹۷۳ء تک کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فہرستوں کو ملا کر مرتب کر لیا تھا- اس میں ساڑھے چار ہزار اصطلاحات تھیں- پادری سلومپ نے نظرثانی کے بعد ان کی تعداد ساڑھے چار ہزار تک پہنچا دی- اس ترتیب میں دو مسلمان نظرثانی کنندگان حسن مسعود (وفات ۱۰ جون ۱۹۷۴ء) اور ڈاکٹر غلام سرور (پروفیسر ایمریٹس زبان فارسی جامعہ کراچی) بھی شامل رہے[۱۲۶] - جہاں تک اردو متبادل اصطلاحات کا تعلق ہے، مرتبین نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ انھیں "لاطینی ثقافت سے عربی ثقافت میں منتقل ہونا پڑا ہے"[۱۲۷] - اگرچہ اردو میں پرتگالی الفاظ "بپتسمہ، کلیسیا، گرجا، پادری" وغیرہ آئے ہیں لیکن اردو میں عربی کا عمل دخل اسی طرح ہے، جیسے یورپی زبانوں پر لاطینی کا، چنانچہ اردو میں عربی اور اس کے بعد فارسی کے بغیر گزارا نہیں- اسی لیے مسلم معاشرے میں رہنے والے عیسائیوں اور یہودیوں کو عربی اور فارسی الفاظ کو مذہبی مقاصد کے لیے استعمال کرنا پڑا- چنانچہ اس لغت کے مرتبین لکھتے ہیں[۱۲۸] :-

> "ہم کو بہ تشکر اعتراف کرنا چاہیے کہ مسلمانوں کی مذہبی اصطلاحات نے عربی، فارسی اور اردو میں مسیحی استعمال کی راہ ہموار کر دی ..... ہم ان کی بنیادوں پر تعمیر کر سکتے ہیں- عیسائیوں کے پاس کوئی ایک مذہبی زبان نہیں لیکن ہر زبان کو مقدس روح کے حوالے سے استعمال میں لایا جا سکتا ہے-"

اس لغت کی تیاری میں انھوں نے اردو لغت بورڈ، مولوی عبدالحق، شیکسپئر، پلیٹس، فوربز اور جامعہ کراچی کے لغات کو استعمال کیا ہے اور اسلامی اصطلاحات کے ساتھ تقابل کے لیے اردو دائرہ معارف اسلامیہ اور کشاف اصطلاحات الفنون (تھانوی) کو بھی استعمال کیا ہے-

اس لغت کی بنیاد Dictionary of Christian Church, by F.M and F.A Livingston, London (O.U.P),1974. پر رکھی گئی ہے- مرتبین کے خیال میں انھوں نے عیسائی اصطلاحات کے اردو متبادلات دیتے ہوئے اسلامی تصورات کے پیش نظر ایسے الفاظ دینے کی کوشش کی ہے جن سے اسلام کے ساتھ التباس پیدا نہ ہو- مرتبین لکھتے ہیں[۱۲۹] :- "اس حقیقت کے علی الرغم کہ اردو کی مذہبی اور دینی اصطلاحیں زیادہ تر عربی فارسی سے آئی ہیں، مدیران نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان الفاظ کے اسلامی معانی شامل نہ کیے جائیں-" لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ لغت میں اسلامی تصورات کا ترجمہ بلکہ اکثر اسلامی تصورات سے مماثل اصطلاحوں کو استعمال کیا گیا ہے- جس سے مسیحی تصورات

واضح نہیں ہوتے "تفسیر معنوی" یا "عارفانہ تعبیر" (Anagoge)، "الکریم" (All-Bountiful)، "السمیع" (All-Hearing) "العلیم، الخبیر" (All-Knowing)، البصیر (All-seeing)، الحمد اللہ" (Alleliua) وغیرہ۔ اسی طرح دیگر اصطلاحوں میں بھی عربی بلکہ اسلامی اصطلاحات سے استفادہ عام ہے: "عفو، وجود مطلق، تنزیہ، ملائکہ، مناظر" وغیرہ۔فارسی اضافت سے ترکیبات بھی ملتی ہیں، جیسے "اشتہائے عقلی" "مجلس عامہ" اور اردو اضافت سے بھی ملتی ہیں جیسے "خدا کے لیے" "جو ہر واحد کے متعلق" "اٹھانے کا ہدیہ" "صدر راہب کا زمانہ تولیت"۔ بعض مقامات پر اصطلاحی ترکیب وضع کرنے کی بجائے جملے کی صورت میں ترجمہ دے دیا گیا ہے۔ جیسے Abiogenesis کے لیے "خودزائی کا نظریہ" Christianization کے لیے "مسیحی رنگ دینا" Domicile کے لیے "مستقل سکونت کی جگہ" وغیرہ۔ تاہم ان امور کے علی الرغم اس لغت کو ہم مسیحی دینا کا اردو میں اب تک ایک جامع ترین انگریزی اردو لغت قرار دے سکتے ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔ مجلس زبان دفتری پنجاب: ایک تعارف، اسلام آباد (۱۹۸۵ء)، ص: ۲۔

۲۔ مندرجہ ذیل اہل قلم وقتاً فوقتاً اس کے رکن رہے۔

۱۔ جناب ایس ایم اکرام، ۲۔ جناب حافظ عبدالمجید، ۳۔ جناب محمد عبدالمجید، ۴۔ جناب ایس ایم شریف، ۵۔ سید نور احمد، ۶۔ سید امتیاز علی تاج، ۷۔ جناب ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر، ۸۔ جناب میاں عبدالعزیز، ۹۔ جناب اے ایس بخاری، ۱۰۔ جناب سی ایل سندر داس، ۱۱۔جناب حکیم احمد شجاع، ۱۲۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، ۱۳۔ جناب یو کرامت، ۱۴۔ جناب بی اے ہاشمی، ۱۵۔ ڈاکٹر عبدالغنی اصغر، ۱۶۔ جناب مہدی حسن، ۱۷۔ جناب تاج محمد خیال، ۱۸۔ جناب نورالحسن ہاشمی، ۱۹۔ جناب منظور الٰہی، ۲۰۔ جناب منیر حسین، ۲۱۔ پروفیسر حمید احمد خان، ۲۲۔ جناب جاوید حکیم قریشی، ۲۳۔ ڈاکٹر نذیر احمد، ۲۴۔ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، ۲۵۔ جناب احمد ندیم قاسمی، ۲۶۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، ۲۷۔ سید وقار عظیم، ۲۸۔ اشفاق احمد، ۲۹۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، ۳۰۔ فتح محمد ملک، ۳۱۔ پروفیسر محمد عثمان، ۳۲۔ سید قاسم محمود، ۳۳۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، ۳۴۔ پروفیسر مرزا محمد منور.........

بحوالہ: دفتری اصطلاحات و محاورات کی لغت، لاہور: مجلس زبان دفتری پنجاب، ۱۹۷۶ء، دیباچہ، ص: الف۔

۳۔ مجلس زبان دفتری: ایک تعارف، ص: ۴۔

۴۔ دفتری اصطلاحات و محاورات کی لغت (۱۹۷۶ء)، ص: الف۔

۵- مجلس زبان دفتری: ایک تعارف' ص: ۶-
۶- دفتری اصطلاحات و محاورات کی لغت' (۱۹۷۶ء)' پیش لفظ' ص: و' ز-
۷- دفتری اصطلاحات و محاورات کی لغت' طبع دوم (۱۹۸۹ء)' پیش لفظ' ص: ۱-
۸- سالانہ رپورٹ ۱۹۸۶ء-۱۹۸۷ء' اسلام آباد (مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۷ء)'
ص ص: ۳۳' ۳۴-
۹- ایضاً" ص ص: ۱۲۳' ۱۲۴-
۱۰- انور سدید' اردو میں وضع اصطلاحات کا عمومی جائزہ' **محفل**' لاہور' اگست ۱۹۸۸ء'
ص: ۲۹-
11. Official Language Committee,Education Department Terms, Lahore (1971) Preface, II.
۱۲- دفتری اصطلاحات و محاورات کی لغت' لاہور' طبع دوم (۱۹۸۹ء)' دیباچہ' ص: ۱-
۱۳- ان مقالات سے مقالہ زیرِ نظر میں بھی استفادہ کیا گیا ہے- آخر میں دیکھیے: کتابیات-
۱۴- طارق محمود' جامعہ کراچی میں اردو' اسلام آباد (۱۹۸۶ء)' ص: ۷ تا ۹-
۱۵- ایضاً" ص: ۱۱-
۱۶- جریدہ نمبر۱' کراچی (شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ)' "تمہید" از ناظم اعزازی-
۱۷- ڈاکٹر انور سدید "اردو میں وضع اصطلاحات کا عمومی جائزہ' **محفل**' لاہور' جولائی ۱۹۸۸ء'
ص: ۵۰-
۱۸- جریدہ نمبر۱' محولہ بالا' تمہید-
۱۹- جریدہ نمبر۲' کراچی (شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ) "کچھ اپنے متعلق" ص: ۲-
۲۰- بحوالہ: جریدہ نمبر۱۶' مرتبہ: ڈاکٹر اسلم فرخی' کراچی (جون ۱۹۸۳ء)' دیباچہ-
۲۱- بحوالہ: جریدہ نمبر۱۷' مرتبہ: سید علی عارف رضوی' کراچی (۱۹۸۵ء)' گزارش ص: ز-
۲۲- فرہنگِ اصطلاحاتِ برقیات' مرتبہ: طارق محمود کراچی (۱۹۸۴ء) حرف آغاز' ص: الف-
۲۳- فرہنگِ اصطلاحاتِ طبیعیات' ریاضیات' فلکیات' کراچی (۱۹۶۹ء)' "تعارف" اشاعت اول' ص: ل-
۲۴- ایضاً" ص: ک-
۲۵- فرہنگِ اصطلاحاتِ فلسفہ' "تمہید" ص: د-
۲۶- فرہنگِ کیمیا' کراچی (۱۹۶۸ء)' "تمہید" ص: و-
۲۷- فرہنگِ اصطلاحاتِ عمرانیات' کراچی (جولائی ۱۹۷۰ء)' تمہید' ص: ز-
۲۸- فرہنگِ اصطلاحاتِ معاشیات' تجارت' بنکاری' کراچی (نومبر ۱۹۷۲ء)' تمہید' ص: ز-
۲۹- فرہنگِ اصطلاحاتِ حیاتیات (جز اول)' کراچی (دسمبر ۱۹۷۲ء)' تمہید' ص ص: ذ' ز-
۳۰- فرہنگِ اصطلاحاتِ حیاتیات (جزو دوم)' کراچی (جون ۱۹۷۷ء)' تمہید-
۳۱- فرہنگِ اصطلاحاتِ شماریات' کراچی (ستمبر ۱۹۷۵ء)' تمہید' ص: الف-

۳۲- فرہنگ اصطلاحات و محاورات قانون' کراچی (۱۹۸۲ء)' تعارف' ص ص: ج' د-
۳۳- محمد طارق محمود' فرہنگ اسماء العلوم' کراچی (مارچ ۱۹۸۳ء)' پیش لفظ' ص ص: الف' ب-
۳۴- زین صدیقی' فرہنگ اصطلاحات علم کتب خانہ' کراچی (۱۹۸۳ء)' تعارف' ص: VIII-

۳۵- ایضاً" ص: IX-
۳۶- طارق محمود' فرہنگ اصطلاحات برقیات' کراچی (۱۹۸۴ء)' حرف آغاز' ص: ب-
۳۷- سید علی عارف رضوی' فرہنگ اصطلاحات حیاتی کیمیا' کراچی (۱۹۸۹ء)' پیش لفظ-
۳۸- سید علی عارف رضوی' فرہنگ اصطلاحات ارضیات و جغرافیہ' کراچی (۱۹۸۹ء)' "پیش لفظ"-
۳۹- بحوالہ:

۱- عبدالرشید مہاجر' مبادئ نباتیات' کراچی (۱۹۶۲ء)-
۲- روسو' معاہدہ عمرانی یا اصول قانون سیاسی' ترجمہ: محمود حسین' کراچی (۱۹۶۴ء)-
۳- حسن الدین احمد' تشریحات سمتیہ' کراچی' (۱۹۶۷ء)-
۴- سید معین الدین' الجی' کراچی (ستمبر ۱۹۶۸ء)-
۵- گیر یکس بورنگ' لانگ فیلڈ اور پورٹرولڈ' نفسیات کی بنیادیں' ترجمہ: ہلال احمد زبیری' کراچی (۱۹۶۹ء)-
۶- اجمل احمد' امجد علی جعفری' طبی سماجی بہبود' کراچی (جولائی ۱۹۶۹ء)-
۷- عبدالرشید مہاجر' نباتی تشریحات' کراچی (اکتوبر ۱۹۶۹ء)-
۸- لیتھوین ایسو' تشریح نباتیات' کراچی (۱۹۷۱ء)-
۹- لنگڈن وہائٹ' فرینکو' میک نائٹ' اینگلو امریکا کا خطی جغرافیہ' کراچی (۱۹۷۲ء)-
۱۰- جے آر ہکس' قدر اور سرمایہ' کراچی' (۱۹۷۵ء)-
۱۱- ای ایچ کار' بین الاقوامی تعلقات' ترجمہ: م' رحسان' کراچی (۱۹۸۱ء)-
۱۲- ولیم للی' تعارف اخلاقیات' ترجمہ: محمد احمد سعید' کراچی' (۱۹۸۴ء)-
۱۳- میکیاولی' بادشاہ' ترجمہ: محمود حسین' کراچی (۱۹۸۵ء)-
۱۴- ذکیہ خانم و منظور احمد' پاکستان کے دلچسپ پرندے' کراچی (۱۹۸۷ء)-
۱۵- ڈاکٹر ارشاد احمد خان آفریدی' ڈاکٹر سید مشتاق اسماعیل' آہنی ڈھلائی اور پاکستانی لوہ کچدھات' (۱۹۸۷ء)-

۴۰- ذکیہ خانم' منظور احمد' پاکستان کے دلچسپ پرندے' کراچی (۱۹۸۷ء)'

"تعارف" ص ص: ۵٬۶۔

۴۱۔ ایوب صابر٬ پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے٬ ص: ۳۶۔

۴۲۔ شیخ منہاج الدین٬ قاموس اصطلاحات٬ لاہور (۱۹۸۲ء)٬ دیباچہ (انگریزی)٬ ص: ۱۔

۴۳۔ ایضاً٬ دیباچہ طبع دوم٬ ص: ۱۔

۴۴۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۱ء میں اکیڈمی نے اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۷۲ء میں فیڈرل لا جیل کیشنر نے شائع کیے۔

۴۵۔ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمان٬ قانونی لغت٬ لاہور (۱۹۸۳ء)٬ مقدمہ مولف٬ ص ص: ب٬ج٬ر۔

۴۶۔ ہلال احمد زبیری٬ "سماجی علوم کا ترجمہ: مسائل اور مشکلات"٬ روداد سیمینار اردو زبان میں ترجمے کے مسائل٬ اسلام آباد٬ ص: ۱۳۵۔

۴۷۔ ایضاً٬ ص: د (تاریخ ۲۹ مارچ ۱۹۶۱ء)۔

۴۸۔ ایم آے عظیم٬ کشاف اصطلاحات کیمیا٬ لاہور٬ (۱۹۸۶ء)٬ دیباچہ٬ ص: ۱۔

۴۹۔ حمید عسکری٬ اردو انسائیکلوپیڈیا طبیعیات٬ لاہور (سلسلہ نمبر۲)٬ ص ص: ۱۱۴٬۱۱۵۔

۵۰۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی٬ چند اصطلاحات کے ترجمے٬ اورینٹل کالج میگزین٬ لاہور٬ اگست ۱۹۵۱ء٬ ص: ۷۰۔

۵۱۔ ایوب صابر٬ پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے٬ ص: ۴۳۔

۵۲۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی٬ محولہ بالا٬ ص ص: ۷۰٬۷۱ (مزید دیکھیے: چوتھے باب میں فنون لطیفہ کے حوالے سے جائزہ)۔

۵۳۔ اصطلاحات معاشیات٬ لاہور (۱۹۶۶ء)٬ "پیش لفظ" ص ص: الف٬ب۔

۵۴۔ ایضاً٬ ص ص: الف٬ب۔

۵۵۔ ڈاکٹر سہیل احمد خان (ناظم ادارہ) نے اپنے ایک خط میں راقم کو بتایا کہ منطق پر تھوڑا سا کام ہوا تھا جو اب موجود نہیں ہے۔

۵۶۔ اصطلاحات معاشیات٬ "پیش لفظ"٬ ص: ج۔

۵۷۔ ایضاً٬ ص: د۔

۵۸۔ ادارہ تالیف و ترجمہ٬ جامعہ پنجاب٬ اصطلاحات سیاسیات٬ لاہور (۱۹۶۸ء)٬ پیش لفظ٬ ص: ۲۔

۵۹۔ اصطلاحات نفسیات٬ لاہور (۱۹۷۱ء)٬ "پیش لفظ"٬ ص: د۔

۶۰۔ اصطلاحات اطلاقی نفسیات٬ لاہور (۱۹۷۲ء)٬ "پیش لفظ"٬ ص: الف۔

۶۱۔ وہاب اختر عزیز٬ قاموس نباتیات٬ لاہور (۱۹۷۷ء)٬ "پیش لفظ"٬ از ڈاکٹر سید عبداللہ۔

۶۲۔ بحوالہ: ضیا احمد رضوی٬ "چند باتیں۔ وضع اصطلاحات کے بارے میں"٬ اصطلاحات کیمیا٬ لاہور (۱۹۸۵ء)٬ ص ص: ۵ تا ۱۳۔

۶۳- ضیا احمد رضوی، اصطلاحات طبیعیات، لاہور (۱۹۸۶ء)، دیباچہ، ص: الف-
۶۴- ایوب صابر، محولہ بالا، ص: ۱۰-
۶۵- سید باقر حسین نقوی، اردو میں اصطلاح سازی کی تاریخ، اردو نامہ، مارچ ۱۹۸۳ء، ص: ۷۲-
۶۶- ماہنامہ تعلیمات، لاہور: انجمن فاضلین ادارہ تعلیم و تحقیق، جامعہ پنجاب، اپریل ۱۹۷۹ء، ص ۹۵-
۶۷- دیکھیے: ایوب صابر، محولہ بالا، ص ص: ۱۶۸ تا ۱۷۰- و ۳۲۳ تا ۳۲۴-
۶۸- ایوب صابر، محولہ بالا، ص ص: ۱۹، ۲۰-
۶۹- اردو سائنس بورڈ، روداد، لاہور: (پہلی روداد مطبوعہ اپریل ۱۹۸۹ء)-
۷۰- بحوالہ: حکیم محمد شریف جامعی، طبی لغت، لاہور (مارچ ۱۹۷۵ء)، تعارف، ص: ۵-
۷۱- اشفاق احمد، محمد اکرام چغتائی، فرہنگ اصطلاحات، لاہور (مئی ۱۹۸۴ء)، "مقدمہ" ص: ۶-
۷۲- ایضاً، ص: ۷-
۷۳- ایضاً، ص: ۶- مزید دیکھیے: چوتھا باب-
۷۴- مختار خاں، زرعی انسائیکلوپیڈیا، لاہور (جنوری ۱۹۸۹ء)، ابتدائیہ، ص: ۶-
۷۵- الف: پروفیسر حمید عسکری کی کتب:
۱- مادے کے خواص (جولائی ۱۹۶۵ء)-
۲- حرارت، (اپریل ۱۹۶۶ء)-
۳- ہندسی روشنی (ستمبر ۱۹۶۸ء)-
۴- طبیعی روشنی (۱۹۶۹ء)-
۵- جدید طبیعیات (جنوری ۱۹۷۰ء)-
ب: پروفیسر علی ناصر زیدی، آواز، (ستمبر ۱۹۶۷ء)-
۷۶- الف: بی اے سلیمی، نظریہ سیٹ، (۱۹۶۹ء)-
ب: ڈاکٹر محمد یوسف، ریاضیاتی طریقے، (جولائی ۱۹۷۲ء)-
ج- محمد افضل قاضی، سید مختار حسین، مبادی سمتیات، (جون ۱۹۷۳ء)-
د: محمد حنیف میاں، شماریات، (۱۹۶۷ء)-
۷۷- پروفیسر محمد اشرف ملک کی کتابیں:
۱- بے تخم نباتیات، (ستمبر ۱۹۶۸ء)-
۲- فنجائی اور مشابہ پودے، (جون ۱۹۷۰ء)-
۳- ٹریڈ وفائیٹا، (فروری ۱۹۷۱ء)-
۴- برائیوفائیٹا، (اکتوبر ۱۹۸۱ء)-

۵- جمنو سپرم' (جون ۱۹۸۵ء)۔

۷۸- بحوالہ: ۱- ڈاکٹر نعیم الحسن نقوی' ریگستانی ٹڈی کا ہضمی نظام' (۱۹۶۹ء)۔

۲- ڈاکٹر نعیم الحسن نقوی' مولسکا' (۱۹۷۱ء)۔

۳- ڈاکٹر سید نعیم الحسن نقوی' ڈاکٹر سید عامر' خامرے' (ستمبر ۱۹۸۸ء)۔

۴- وقار احمد زبیری' عالیہ اے کا نیوڈر میٹا' (۱۹۷۱ء)۔

۵- شہزاد الحسن چشتی' پوری فیرا' (نومبر ۱۹۸۰ء)۔

۶- ڈاکٹر نسمہ ترمذی' قشریہ' (جون ۱۹۶۹ء)۔

۷- امتیاز احمد' حشریات' (جون ۱۹۷۱ء)۔

۷۹- بحوالہ: ۱- ڈاکٹر احمد علی' امراضی خرد حیاتیات (جنوری ۱۹۶۹ء)۔

۲- ڈاکٹر عبد الرشید مہاجر' جینیات' (جنوری ۱۹۷۱ء)۔

۳- عبد الوہاب خان' افزائش حیوانات' (۱۹۶۹ء)۔

۸۰- ڈاکٹر اسرار الحق' ہماری غذا' لاہور' (جون ۱۹۷۵ء)۔ اور اعجاز اسلم قریشی' تغذیہ و غذائیات حیوانات' (۱۹۶۹ء)۔

۸۱- مجلس ترقی ادب کو ۱۹۵۰ء میں محکمہ تعلیم پنجاب نے "ترجمہ" کے نام سے قائم کیا۔ ۱۹۵۸ء میں اسے موجودہ نام ملا۔ اس کا زیادہ تر کام کلاسیکی ادب کی اشاعت ہے۔

۸۲- محمد شریف جامعی' ماہیت الامراض' لاہور (۱۹۶۸ء)' عرض حال' ص:x

۸۳- اردو اکیڈمی بہاولپور میں ۱۹۵۹ء میں قائم ہوئی۔ اس وقت سے اس کے سکرٹری مسعود حسن شہاب دہلوی (مرحوم) رہے۔ اب تک اس ادارے نے تیس کے قریب مطبوعات پیش کی ہیں۔

۸۴- حکیم غلام نبی' لغات طب' بہاولپور (اکتوبر ۱۹۶۶ء)' گزارش' ص ص:۵۔

۸۵- عام استعمال کے چند دفتری الفاظ' نظم و نسق' لاہور' شمارہ نمبر ۱' ۱۹۸۰ء' ص ص: ۶۹ تا ۷۱۔

۸۶- بحوالہ: شیخ ممتاز حسین' اصطلاحات زراعت اور علوم متعلقہ' لاہور (مئی ۱۹۷۳ء)' "پیش لفظ"۔

۸۷- فرہنگ بیطاری' لاہور (اپریل ۱۹۷۶ء)' پیش لفظ از اشفاق احمد۔

۸۸- بحوالہ: ۱- سید ضیاالدین محمود' ارشد حسین صدیقی' عملی کیمیا (غیر نامیاتی)' (۱۹۸۴ء)

۲- سید ضیا الدین محمود' عملی کیمیا' (۱۹۸۵ء)۔

۳- اعجاز احمد' ڈاکٹر قمر الحق' عملی کیمیا' (۱۹۸۶ء)۔

۴- ڈاکٹر ایم اے ولی' وسیم احمد' ابتدائی حیاتی کیمیا' (۱۹۸۳ء)۔

۸۹- بحوالہ: ۱- ڈاکٹر بلقیس فاطمہ مجیب' طفیلیات (حصہ اول)' (۱۹۸۴ء)۔

۲- ڈاکٹر منظور احمد' حیوانی کردار' ۱۹۸۲ء۔

۹۰۔ خادم علی ہاشمی' درسی اصطلاحات' **اخبارِ اردو**' ستمبر ۱۹۹۱ء' ص:۷۷۔
۹۱۔ بحوالہ: الف: قاضی قیصر الاسلام' **فلسفے کے بنیادی مسائل**' (۱۹۷۶ء)۔
ب: سز فرخ جاوید' **عمرانیات**' (۱۹۷۹ء)۔
ج: ڈاکٹر نصیر احمد' جمالیات (قرآن حکیم کی روشنی میں)' (۱۹۸۴ء)۔
۹۲۔ بحوالہ: ۱۔ **برقی رو** (پانچ حصے)' (۱۹۷۶ء)۔
۲۔ **الیکٹرونکس** (چھ حصے)' (۱۹۸۰ء)۔
۹۳۔ بحوالہ: ۱۔ ڈینارو' اے آر' **مبادیاتِ برقی کیمیا**' ترجمہ: ڈاکٹر ریاض الحق عارف' حافظ عبدالاحد' ۱۹۸۷ء۔
۲۔ ڈینارو' اے آر' **اساسیاتِ قدری کیمیا**' ترجمہ: ڈاکٹر ریاض الحق عارف' حافظ بدرالدین احمد' ۱۹۸۸ء۔
۹۴۔ بحوالہ: **دفتری اردو**' (۱۹۸۰ء) طبع سوم "کورس کا تعارف"۔
۹۵۔ **جنرل سائنس**' انٹرمیڈیٹ' (۱۹۸۳ء)۔
۹۶۔ بحوالہ: ۱۔ **معاشیات انٹرمیڈیٹ** (۱۹۸۱ء)۔
۲۔ **معاشیات پاکستان**' بی اے (۱۹۸۰ء)۔
۹۷۔ پروفیسر عبد الرؤف نوشہروی' قومی زبان میں سائنسی علوم کی تدوین اور اصطلاحات کا مسئلہ' **کائنات** (اردو میں سائنسی تدریس نمبر)' کراچی: وفاقی گورنمنٹ اردو سائنس کالج' ص:۲۷۸۔
۹۸۔ مجلس اصطلاحات' وفاقی وزارت تعلیم' سائنسی و تکنیکی اصطلاحات' تسویدی اشاعت' اسلام آباد' طبع اول ۱۹۸۵ء' عرض ناشر ص:الف۔
۹۹۔ **ایضاً**" طبع دوم' جولائی ۱۹۸۶ء۔
۱۰۰۔ **ایضاً**" طبع دوم جولائی ۱۹۸۶ء۔ پیش لفظ ص:الف۔
۱۰۱۔ بریگیڈیر گلزار احمد' بری فوج میں عسکری اصطلاحات کے تراجم اور نفاذ اردو کی کوشش' **اخبارِ اردو**' اسلام آباد' مئی ۱۹۸۹ء' ص: ۱۱۔
۱۰۲۔ بریگیڈیر گلزار احمد' **قومی زبان کا نفاذ چند دشواریاں**' اسلام آباد (۱۹۸۴ء)' ص: ۲۔
۱۰۳۔ ایوب صابر' محولہ بالا' ص: ۴۹۔
۱۰۴۔ محولہ بالا' **اخبارِ اردو**' ص:۱۱۔
۱۰۵۔ ایوب صابر' محولہ بالا' ص: ۴۹۔
۱۰۶۔ محولہ بالا' **اخبارِ اردو**' ص: ۱۲۔
107. Ref. English Urdu Military Dictionary, 1982 "Preface"
۱۰۸۔ بحوالہ: **پاکستان آرمی جرنل**' راولپنڈی: اپریل ۱۹۸۸ء انگریزی اردو عسکری لغت' ص ص: ۶۸ تا ۷۵۔
۱۰۹۔ **ایضاً**" جون ۱۹۸۹ء' ص: ۹۳۔

۱۱۰- صوفی گلزار احمد، **فرہنگ نفسیات**، لاہور (۱۹۶۱ء) "پیش لفظ" از محمد اسلم، ص: ۸-

۱۱۱- ایضاً، "دیباچہ" از مرتب، ص: ۱۰-

۱۱۲- محمد انعام اللہ، **ٹیکنیکل ڈکشنری**، لاہور (س ن)، ص: ۵۴-

۱۱۳- زرینہ خانم، **فرہنگ نفسیات**، کراچی (نومبر ۱۹۸۲ء)، "پیش لفظ" از مرتب، ص: ۷-

۱۱۴- "ایضاً" "تعارف" از ڈاکٹر عبد القادر، ص: ۵-

115. Wahab Akhtar Aziz, **Gem Pocket Medical Dictionary**. Lahore, Preface, P:4-

116. Wahab Akhtar Aziz, **Gem Pocket Medical Dictionary**, Lahore, Preface, P:4-

117. Salah ud Din and, Kh Mukhtar Rasul, **Gem Dictionary of Biology**, Lahore, P:1

۱۱۸- **ہماری قومی زبان کی دفتری اصطلاحات**، لاہور، (س ن) پیش لفظ، ص: ۲-

۱۱۹- بحوالہ: **اردو انسائیکلوپیڈیا**، لاہور (۱۹۸۴ء)-

۱۲۰- بحوالہ: کامران موسیٰ، **کوالٹی کنٹرول**، لاہور (۱۹۸۹ء)-

۱۲۱- بحوالہ: **اردو جامع انسائیکلوپیڈیا**، لاہور (جلد اول ۱۹۸۷ء)، حرف اول-

۱۲۲- ماہنامہ **قومی زبان**، کراچی، اکتوبر ۱۹۸۹ء ص: ۸۲-

۱۲۳- محمد یاسین افضال، **پاکستان اسٹیل میں میکانکی آلات کی مرمت و دیکھ بھال کا طریقہ کار**، ترجمہ: حسین حسینی، کراچی، (۱۹۸۸ء)-

124. Pieterse, Liberius, **English-Urdu Christian Terminology**, ed. John Slomp, Rawalpindi:(1976), History of this Dictionary, P:IX.

125. **Ibid**, P:IX-

126. **Ibid**, P:X.XI-

127. **Op.cit**, "Theological and Linguistic Background", P:XVI-

128. **Op.cit**, P: XIX, XX

129. **Op,cit**, P:VII

مقتدرہ قومی زبان کی اصطلاحی خدمات

اردو اصطلاحات سازی کے تاریخی ارتقاء کے جس منطقی نتیجے پر ہم پہنچے ہیں' وہ یہ ہے کہ اردو میں اصطلاحات سازی کا عمل چونکہ زیادہ تر ترجمے پر مبنی ہے اور اس میں متعدد رجحانات پائے جاتے ہیں' جن کی بناء پر اصطلاحی انتشار واقع ہو رہا ہے' اس لیے ایک ایسے ادارے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے' جو مرکزی طور پر اردو اصطلاحات کے چلن کا معیار مقرر کرے' تمام اصطلاحات کی جمع بندی کر کے اور ان کو سند عطا کر کے اردو کو اس اصطلاحی انتشار سے بچائے۔ اس پر بحث معیار بندی اور استناد کی ذیل میں گزر چکی ہے۔

پاکستان میں مقتدرہ قومی زبان ایسے ایک ادارے کی طرف ہماری توجہ مبذول کرتا اور یوں ہماری امیدوں کا مرکز ٹھہرتا ہے۔ تاہم اپنے جائزے میں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ابھی تک مقتدرہ نے اس سمت واضح اور مربوط انداز میں قدم نہیں اٹھایا۔ اگرچہ اس سلسلے میں کہا گیا ہے کہ مقتدرہ کی وضع کردہ اور معیار بند اصطلاحات کو پاکستان میں واحد معیاری حیثیت حاصل ہونی چاہیے اور اس ضمن میں دیگر ادارے جو بھی اصطلاحات وضع کریں' انھیں معیار بندی کے لیے مقتدرہ کے پاس آنا چاہیے اور اس ضمن میں مجلس زبان دفتری اور اردو سائنس بورڈ نے پیش رفت بھی کی ہے لیکن ابھی اس میں بہت سے اقدامات کی ضرورت ہے[1]۔

۱:۱۶ – قیام' مقاصد اور دائرہ کار

پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء کی رو سے پاکستان کی قومی زبان اردو ہے اور اس مقصد کے لیے سفارشات مرتب کرنے اور مطالعاتی مواد تیار کرنے کے لیے مقتدرہ قومی زبان کا قیام کابینہ کی قرار داد نمبر ۲۷۵/سی ایف/۱۹۷۹ء کی رو سے ۴ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو عمل میں آیا۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اس کے پہلے صدر نشین مقرر ہوئے اور اس کا دفتر کراچی میں قائم ہوا[2]۔ ڈاکٹر صاحب اپنی وفات ۲۱ جنوری ۱۹۸۱ء تک اس کے صدر نشین رہے۔ اس کے بعد مقتدرہ کے معتمد جناب میجر آفتاب حسن قائم مقام صدر نشین کے فرائض انجام دیتے رہے[3]۔ ڈاکٹر وحید قریشی ۷ اپریل ۱۹۸۳ء سے ۷ اکتوبر ۱۹۸۷ء تک مقتدرہ کے صدر نشین رہے۔ ان کے دور میں ۱۹۸۳ء ہی میں مقتدرہ کا دفتر اسلام آباد منتقل ہوا۔ اس کے علمی

شعبے قائم ہوئے[۴]، اصطلاحات سازی اور ترجمے پر سیمینار منعقد ہوئے، اصطلاحات سازی پر کتابیں شائع کی گئیں اور اصطلاحات کے لغات کی اشاعت کا آغاز ہوا۔

۱۷ نومبر ۱۹۸۷ء سے مقتدرہ کی ذمہ داریاں ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب کے سپرد ہوئیں۔ ان کے دور میں مقتدرہ کی خدمات (خصوصاً" اصطلاحات سازی) کو عالمی سطح پر بھی تسلیم کیا جانے لگا[۵]۔

مقتدرہ کے مقاصد میں بالواسطہ اصطلاحات سازی کا کام شامل ہے۔ پہلے ہی مقصد "پاکستان میں قومی زبان کی حیثیت سے فروغ اردو کے وسائل اور ذرائع پر غور اور ضروری اقدامات"[۶] میں ضمنی طور پر لیکن بنیادی حیثیت میں اصطلاحات سازی اور اس کی معیار بندی شامل ہو جاتی ہے۔ تیسرے مقصد میں "لغات اور دیگر مطالعاتی مواد کی اشاعت" میں یہ بات زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں کہ مقتدرہ نے اصطلاحات سازی کے سلسلے میں مندرجہ ذیل جہات میں پیش قدمی کی ہے[۷]:-

اول: مختلف علوم و فنون کی اصطلاحات سازی اور ان کی اشاعت۔

دوم: وضع اصطلاحات کے لیے رہنما اصولوں کی ترتیب و تشکیل نو۔

سوم: وضع اصطلاحات کے اداروں میں ربط و تعلق اور ارتکاز عمل۔

اس دائرہ ء کار کو متعین کرنے کے لیے مقتدرہ نے آغاز ہی میں ایک ذیلی مجلس اصطلاحات و لغات مقرر کر دی تھی۔ جس کے داعی ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی اور اراکین ڈاکٹر حفیظ الرحمان صدیقی (اردو سائنس کالج کراچی)، عظمت علی خان (مجلس تحقیقات سائنس، کراچی)، سید علی عارف رضوی (شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ) جامعہ کراچی، نعیم الحسن نقوی (جامعہ کراچی) اور خادم علی ہاشمی (لاہور) تھے۔ اس مجلس کے ذمے اہم ترین کام یہ تھا کہ اب تک اصطلاحات کے سلسلے میں جو کچھ نہیں ہوا، اسے پورا کرنے کا انتظام کیا جائے۔ نیز اصطلاحات میں یکسانیت پیدا کی جائے[۸] چنانچہ مقتدرہ نے موجود کتب اصطلاحات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ۱۳۹ کتب پہلے سے موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مقتدرہ نے اپنی معیار بند اصطلاحات کو حتمی قرار دینے اور پاکستان میں واحد مستند اصطلاح قرار دینے کے اختیار کا مطالبہ شروع کر دیا اور کہا گیا کہ اس کے بغیر مقتدرہ کی کارکردگی صحرائی دریا کی طرح عدم قبولیت کے ریگزار میں گم ہو کر رہ جائے گی[۹]۔

اس کے ساتھ ساتھ مقتدرہ نے بہت سے ایسے موضوعات کی نشاندہی کی جن میں ابھی اصطلاحات سازی کا عمل نہیں ہوا، مثلاً فن تعمیر، کمپیوٹر سائنس، فوٹوگرافی وغیرہ۔ اس کے ساتھ ساتھ اصطلاحات سازی کے عمل کو تین سمتوں میں آگے بڑھایا گیا۔ یعنی (۱) علوم و فنون کی اصطلاحات سازی، (۲) ان کے مفاہیم کو متعین کرنے کے لیے تشریحی لغات "کشاف اصطلاحات" اور (۳) اس سارے ذخیرہ ء اصطلاحات کو مجموعی طور پر ایک

"اصطلاحی بینک" کی صورت میں مجتمع کرنے کی کوشش تاکہ اس سے آئندہ معیار بندی میں مدد لی جا سکے[۱۰]۔

۲:۱۶۔ علم اصطلاحات سازی کے لیے کوششیں

انجمن ترقی اردو اور مجلس زبان دفتری کے بعد مقتدرہ قومی زبان نے علم اصطلاحات سازی کو استوار کرنے کے لیے خاطر خواہ خدمات انجام دی ہیں۔ ان میں اصطلاحات سازی اور استناد کے لیے اصولوں کا تعین، مذاکروں، مباحثوں کا انعقاد اور کتابچوں، کتابوں کی اشاعت شامل ہے۔

مقتدرہ کے آغاز ہی میں اس بات کو محسوس کر لیا گیا تھا کہ ایک اہم مسئلہ مختلف علوم کی اصطلاحات میں یکسانیت برقرار رکھنے کا ہے[۱۱]۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے مقتدرہ میں مجالس استناد قائم کی گئیں لیکن ان کا آغاز کرنے سے پہلے مجلس منتظمہ کے فیصلے کے مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۸۴ء کو جملہ مجالس کا ایک مشترک اجلاس بلایا گیا[۱۲] جس میں ڈاکٹر سید عبداللہ نے وضع و استناد اصطلاحات کے بارے میں لیکچر دیا۔ یہ رہنما اصول مقتدرہ میں علم اصطلاحات سازی کی بنیادیں رکھنے کے لیے نقطہء آغاز ٹھہرے۔ انھیں "دفتری زبان اور وضع استناد و اصطلاحات" کے نام سے اخبارِ اردو کی اشاعت دسمبر ۱۹۸۴ء میں شائع کیا گیا۔ بعد ازاں علیحدہ کتابچے کی صورت میں بھی ۱۹۸۵ء میں شائع کر دیا گیا۔ اس میں وضع اصطلاحات کے گیارہ اصول بیان کیے گئے ہیں جن کا ذکر ہم اصولی جائزے میں کر چکے ہیں۔ اصولی طور پر اردو کو باوقار علمی زبان بنانے کی طرف توجہ دی گئی۔ استناد اور اس سلسلے میں قوت نافذہ (اتھارٹی) کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا اور آخر میں یہ بھی کہا گیا کہ اصطلاح کے بارے میں سرا سر غلط خیال پھیل گیا ہے کہ اصطلاح آسان ہونی چاہیے[۱۳]۔

اردو میں ذخیرہء اصطلاحات کا جائزہ لینے کے لیے **اردو اصطلاحات سازی (کتابیات)** ۱۹۸۴ء میں شائع کی گئی، جسے ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری نے مرتب کیا اور سید جمیل احمد رضوی نے اس پر نظرثانی کی۔ اس کے مقدمہ میں مرتب نے اردو میں اصطلاحات سازی کی تاریخ کا ایک مبسوط جائزہ لیا اور اصطلاحات سازی کے کم و بیش چار رجحانات (عربی، فارسی و سابقہ ذخیرہ انگریزی، امتزاجی اور ناصاف ذہن کے رجحانات) کا جائزہ پیش کیا ہے۔ اس کتابیات میں ۱۳۴ لغات اصطلاحات اور ۳۲۰ کتابی اصطلاحی اشاریوں کا حوالہ دیا گیا جو کم و بیش نصف ذخیرہ اصطلاحات کا احاطہ کرتا ہے۔ اردو میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی کوشش ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی کتابیات بھی مرتب کرا کے شائع کی گئیں تاکہ اردو کی ان بنیادی زبانوں کے ذخیروں کا جائزہ بھی سامنے آ سکے[۱۴]۔

اردو اصطلاحات نگاری (کتابیاتی جائزہ) از ڈاکٹر عطش درانی مقتدرہ سے ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں ۲۶۳ لغات اور ۴۶۲ فرہنگوں اور اشاریوں کی فہرست شامل

ہے۔ اردو اصطلاحات سازی کا جو مبسوط جائزہ راقم نے مقالہ پی ایچ ڈی میں لیا تھا' اس کا خلاصہ بھی اس میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے پیش لفظ میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ تحقیق کی گنجائش ہمیشہ باقی رہتی ہے اور ایسی فہرستیں نئی معلومات کے ساتھ بار بار مرتب ہوتی رہیں تو علمی کام آگے بڑھتے رہتے ہیں۔

سابقہ اصطلاحات ساز اداروں میں سے جامعہ کراچی اور مجلس زبان دفتری کے تعارف' طریق کار اور خدمات کے حوالے سے دو پمفلٹ بھی شائع کیے گئے۔ مقتدرہ قومی زبان کے اپنے طریق اصطلاحات سازی اور معیار بندی و استناد کا جائزہ بھی لیا گیا۔ چنانچہ شکیل احمد منگوری کا ایک پمفلٹ **مقتدرہ قومی زبان اور اصطلاح سازی** (۱۹۸۷ء) شائع کیا گیا۔اس میں انفرادی اور اجتماعی اصطلاح سازی کا جائزہ لیا گیا لیکن انفرادی طور پر صرف دو لغات کا حوالہ دیا گیا اور اجتماعی طور پر صرف مالیاتی اور دفتری محکموں اور عہدوں کے لغات کا ذکر کیا گیا ہے' مجلس زبان دفتری کے جریدے **اردو نامہ** اور مقتدرہ کے جریدے **اخبارِ اردو** میں شائع ہونے والے مضامین اور مقالات کے انتخابات بھی ۱۹۸۸ء میں شائع کیے گئے' جن میں اصطلاحات سازی سے متعلق مقالات کی ایک معتدبہ تعداد شامل ہے۔

اخبارِ اردو میں علم اصطلاحات سازی کے مباحث کا آغاز ثاقب رزمی کے مضمون "اردو زبان میں تزاجیت" مطبوعہ مارچ ۱۹۸۲ء سے ہوتا ہے' جس کا جواب ہلال احمد زبیری نے ایک مفصل مقالے مطبوعہ مئی ۱۹۸۲ء میں دیا اور اس پر مزید مضمون وارث سرہندی نے جولائی ۱۹۸۲ء میں شائع کیا۔ اس جریدے میں میجر آفتاب حسن' ڈاکٹر نصیراحمد ناصر' ڈاکٹر سید عبداللہ' ڈاکٹر رضی الدین صدیقی' ڈاکٹر صدیق شبلی اور بریگیڈیر گلزار احمد کے مقالات بھی طبع ہوئے' جن کا ذکر ہم بار بار کرتے آئے ہیں۔ مئی ۱۹۸۲ء کے ایک شمارے میں عرفان علی یوسف کا ایک مضمون "اشتہارات کا ترجمہ۔ رہنما اصول" قابل ذکر ہے' جس میں اہم اصطلاحات کی ایک فہرست بھی دی گئی ہے۔ ان اصطلاحات کی ایک اہم خصوصیت مقامی عنصر کا زیادہ سے زیادہ استعمال ہے جیسے "کھیپ" "پچ رنگا فرش" "جوڑنا" "چنگی" "کباڑ" وغیرہ۔ ستمبر ۱۹۹۱ء میں **اخبارِ اردو** کا "اصطلاحات سازی نمبر" شائع کیا گیا۔ اس کے بعد کے متعدد شماروں میں بھی اصطلاحات سازی پر مضامین شائع ہوئے۔

نہ صرف یہ کہ اردو کے سابقہ اور موجودہ طریق اصطلاحات سازی پر غور کیا گیا بلکہ دیگر ممالک میں بھی اصطلاحات سازی کے عمل کا جائزہ لیا گیا۔ اس ضمن میں عربی' فارسی کتابیات کے ساتھ ساتھ مشرقی اور مغربی ممالک میں ہونے والی لسانی پیش رفت سے خود کو باخبر اور ملحوظ رکھ کر اور وضع و استناد کے ان تجربات سے استفادہ کر کے مقتدرہ کے منصوبوں کو بہتر اور موثر بنانے کی طرف بھی پیش رفت کی گئی۔ چنانچہ اس ضمن میں **اخبارِ اردو** میں ڈاکٹر محمد ریاض' محمد طاہر منصوری اور راقم کے مقالات شائع کیے جاتے رہے' جنھیں بعد ازاں **مشرقی ممالک میں قومی زبان کے ادارے** کے نام سے ۱۹۸۳ء میں ایک

پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا گیا' اس میں ملائشیا' ایران' مصر' اردن کے لسانی اداروں کا جائزہ لیا گیا اور اصطلاحات سازی میں ان کی خدمات بیان کی گئیں' بعدازاں ان میں بمبئی (بھارت)' دمشق (شام)' مراکش کے اداروں کا اضافہ کیا گیا اور میاں بشیر احمد کا ترکی کے ادارے پر مطبوعہ مضمون بھی شامل کر کے ۱۹۸۵ء میں کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ یہی صورت مغربی ممالک میں ترجمے کے قومی اور عالمی مراکز (۱۹۸۶ء) کے پمفلٹ کے طور پر سامنے آئی۔ جس میں عالمی اصطلاحات ساز اداروں کا حوالہ بھی دیا گیا۔

عالمی طریق اصطلاحات سازی کے جائزے کے ضمن میں ڈاکٹر محمد ریاض کی کتاب ایران میں قومی زبان کے نفاذ کا مسئلہ (مشکلات اور حل) (۱۹۸۸ء) بھی شائع کی گئی' جو مشرقی ممالک کے جائزے ہی کا ایک تسلسل قرار دی جا سکتی ہے۔ مزید بر آں ۱۹۸۷ء سے ۳۲ کے قریب ایسے عالمی مراکز کے ساتھ مقتدرہ نے رابطہ کیا جہاں ترجمے اور اصطلاحات سازی کا عمل انجام دیا جاتا ہے[۱۶]۔ عالمی تنظیم برائے معیار بندی اصطلاحات وارسا' ٹرم نیٹ (بین الاقوامی اصطلاحی رابطے) وی آنا' انفوٹرم (بین الاقوامی مرکز معلومات برائے اصطلاحات) وی آنا اور کمیشن برائے یورپین کمیٹی کے شعبے اصطلاحات و کمپیوٹر' لکسمبرگ سے علم اصطلاحات سازی اور معیاری ذخیرہ اصطلاحات سازی کی معلومات کا تبادلہ ہوا ہے۔ ان پر مبنی جائزہ رپورٹ عالمی مراکز ترجمہ و اصطلاحات تیار کی گئی ہے[۱۷]۔ اس طرح مقتدرہ اور دیگر اصطلاحات ساز اداروں کے آئندہ کاموں میں یقیناً استفادے کی صورت پیدا ہو گی۔

علم اصطلاحات سازی کے لیے دوسری کوششیں مذاکرات/سیمیناروں کی صورت میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ اس ضمن میں مقتدرہ نے ایسے سیمینار منعقد کرائے ہیں جن کو بعد ازاں کتابی صورت میں بھی پیش کیا گیا' ایک "اصول ترجمہ" اور دوسرے "اصطلاحات سازی" کے موضوع پر۔ پہلا سیمینار "اردو زبان میں ترجمے کے مسائل" کے نام سے یکم دسمبر ۱۹۸۵ء کو منعقد ہوا جو تین دن جاری رہا۔ اس کی پانچ نشستوں میں سائنسی' معاشی' سماجی' ادبی' صحافتی اور فنی تراجم کے مسائل پر گفتگو ہوئی اور مقالات پڑھے گئے۔ اصطلاحات خصوصاً" بین الاقوامی اصطلاحات کا مسئلہ بڑی شدت سے زیر بحث آیا۔ اس سیمینار میں بریگیڈیر گلزار احمد' ڈاکٹر غلام علی الانا' مظفر علی سید' طارق محمود' ڈاکٹر مرزا حامد بیگ' ڈاکٹر محمد ظفر اقبال' ہلال احمد زبیری' پروفیسر نیاز عرفان' ڈاکٹر محمد صدیق شبلی' ڈاکٹر سجاد باقر رضوی' شان الحق حقی' اور ڈاکٹر مسکین حجازی نے مقالے پڑھے اور پروفیسر رشید امجد' ڈاکٹر اسلم فرخی' ڈاکٹر سہیل احمد خان' پروفیسر محمد انور بھٹی' ڈاکٹر معین الرحمان' انتظار حسین اور پروفیسر جیلانی کامران نے تبصرے پڑھے۔ ۱۹۸۶ء میں ان مقالات' تبصروں اور مباحث کو روداد کی صورت میں شائع کیا گیا[۱۸]۔ دوسرا سیمینار "اصول وضع اصطلاحات" پر تھا' جو ۴'۵ فروری ۱۹۸۶ء کو منعقد ہوا۔ اس میں بھی مندرجہ ذیل اہل علم نے مقالات پیش کیے'

جن میں جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمان، شان الحق حقی، ڈاکٹر سی اے قادر، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، ڈاکٹر معین الدین عقیل، ڈاکٹر انور سدید، ڈاکٹر سلیم اختر اور راقم شامل ہیں۔ چند مقالات **تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات** کی صورت میں ۱۹۸۶ء میں شائع کیے گئے۔ ان میں قانون، معاشیات، دفتری، فطری سائنس کے موضوعات کے علاوہ اصولی مباحث بھی پیش کیے گئے۔ تبصرہ کرنے والوں میں یوسف رجا چشتی، ڈاکٹر طاہر تونسوی، ڈاکٹر محمد سلیم اختر، حکیم مسعود برکاتی، جمیل آذر، کرنل غلام سرور، ڈاکٹر شاہدہ ریاض، ڈاکٹر شیر محمد زمان اور جناب شریف کنجاہی شامل تھے[۱۹]۔

ان کوششوں، کتابوں اور مذاکروں کی روشنی میں مقتدرہ نے اصول وضع اصطلاحات پر جامع کتاب بھی مرتب کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا جو اکثر رودادوں میں ملتا ہے لیکن ابھی تک اس کی کوئی صورت سامنے نہیں آسکی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے **فرہنگِ اصطلاحاتِ جامعہ عثمانیہ** اور **قومی انگریزی اردو لغت** کے دیباچے میں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔

۳:۱۶۔ مقتدرہ کا طریق اصطلاحات سازی

مقتدرہ میں بھی جامعہ عثمانیہ ہی کی طرح انفرادی اور اجتماعی، نجی اور ادارہ جاتی یعنی ہر طریق پر اصطلاحات سازی کا کام انجام دیا جاتا رہا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں[۲۰]:۔

"ابتدائی کام میں مقتدرہ نے بالعموم مولوی وحیدالدین سلیم کے رہنما اصولوں ہی کو اپنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ ان اصولوں کے زیر عمل اصطلاحات ڈراما، موسمیات، حسابداری، مختصر اصطلاحات دفتری، سائنسی و تکنیکی اصطلاحات، اصطلاحات ریاضی اور مساحت میں زبان کے مروجہ اسلوب کو استعمال کرنے اور آسان اصطلاحات وضع کرنے کی کاوش نظر آتی ہے۔ علمی اصطلاحات کا بین الاقوامی، علاقائی اور صوبائی زبانوں سے استفادے کا رجحان بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ خوبی کی بات یہ ہے کہ اصطلاح سازوں نے انگریزی اصطلاحات کی تفریس یا تعریب کی تھوڑی کوشش تو کی ہے۔ تاہم جہاں مشکل اصطلاحات کو آسانی سے مروج اردو میں ڈھالا جا سکتا ہے، وہاں تخلیقی اپج سے کام لینے میں کوتاہی نہیں برتی گئی۔"

جیسا کہ ہم آگے چل کر جائزہ لیں گے، مقتدرہ میں ابھی اصطلاحات سازی کے واضح اصول نظر نہیں آتے۔ اصطلاحات ساز فرد یا جماعت نے اپنی پسند و ناپسند ہی کو معیار ٹھہرایا ہے۔ تاہم ایک بات طے ہے کہ مقتدرہ میں اصطلاحات سازی چار مرحلوں میں انجام دی جاتی رہی ہے[۲۱]:۔

۱۔ وضع اصطلاحات، ۲۔ نظرثانی، ۳۔ حتمی نظرثانی، ۴۔ استناد یا معیار بندی

اگر ان مرحلوں میں ایک اور مرحلے تدوین کو بھی شامل کر لیا جائے جو بیشتر لغات میں

طے ہوا ہے اور نظرثانی و حتمی نظرثانی کو ایک ہی مرحلہ سمجھا جائے جو عموماً" ایک ہی نظر آتا ہے تو بھی مقتدرہ میں اصطلاحات سازی چار ہی مرحلوں میں انجام پاتی ہے' یہ چاروں مرحلے ہمیں صرف دفتری امور سے متعلق اصطلاحات میں نظر آتے ہیں۔ شکیل منگوری اس عمل کو سائنسی عمل سے تشبیہ دینے میں حق بجانب نہیں۔ وہ لکھتے ہیں "جہاں اصطلاح اس وقت تک زندہ رہنے کی استعداد حاصل نہیں کر سکتی' جب تک اسے عوام الناس کی سطح پر قبولیت حاصل نہ ہو' وہیں یہ بات بھی غلط نہیں ہے کہ کوئی بھی اصطلاح اس وقت تک سند حاصل نہیں کر سکتی جب تک علماء اس کی توثیق نہ کر لیں۔"[۲۳] چنانچہ اس عمل کے لیے مقتدرہ نے علماء کی خدمات حاصل کیں' جن میں ماہرین مضمون/ ٹیکنوکریٹ بھی شامل تھے۔ اس قسم کے عمل سے مقتدرہ کے پچاس ساٹھ میں سے صرف چار کے قریب اصطلاحی مجموعے گزرے مثلاً **محکموں اور اداروں کے نام' وفاقی و صوبائی عہدوں کے نام' اصطلاحات کسٹم اور اصطلاحات حسابداری**۔ تاہم یہ بات بجا ہے کہ پہلی بار مقتدرہ نے اصطلاحات متعلقہ شعبے کے ماہرین سے تیار اور نظرثانی کرانے کی طرف توجہ دی۔ اگر ہم مقتدرہ کے لغات اصطلاحات اور ان کی مجالس استناد کی تشکیل پر نظرڈالیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ ان میں بیشتر تعداد ماہرین مضمون کی ہے۔ بلکہ پہلی بار مقتدرہ ہی نے نچلی اور درمیانی سطح کے افراد مضمون یعنی مستریوں/ ٹیکنیشنوں اور دفتری اہلکاروں کو شامل کیا ہے مثلاً **تعلیمی اصطلاحات' اصطلاحات فنیات اور اصطلاحات حسابداری** میں ایسے افراد ہمیں نظر آتے ہیں۔

مقتدرہ میں بعض اصطلاحی مجموعے افراد نے نجی طور پر یا بطور علمی منصوبہ مرتب کیے اور انھیں کسی دوسرے فرد کی نظرثانی کے بعد شائع کیا گیا۔ مثلاً **اصطلاحاتِ بیمہ' کشافِ اصطلاحاتِ کتب خانہ' کشافِ اصطلاحاتِ سیاسیات' اصطلاحات ڈراما' اصطلاحات و کشافِ موسمیات' اصطلاحاتِ طباعت و ترسیم' کشافِ اصطلاحاتِ حیوانیات**۔ اس عمل کو شکیل منگوری نے اس طرح بیان کیا ہے[۲۴]:

> "کسی ایک ماہر کی مرتبہ لغت کی شعبے کے ماہر سے نظرثانی کرائی جاتی ہے۔ نظرثانی کے وقت زیادہ اختلاف ظاہر نہ ہوں تو کتاب شائع کر دی جاتی ہے۔ اگر اختلاف زیادہ ہوں تو اسے مجلس استناد میں یا اسی صیغہ خاص کے ماہرین کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا ہے۔"

مجالسِ استناد کی ترتیب پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ مقتدرہ اپنی وضع کردہ اصطلاحات کی سند متعلقہ شعبے کے ماہرین سے حاصل کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ان مجالس میں لسانیات کے ماہرین بھی شرکت کرتے ہیں تاکہ وضع کردہ اصطلاحات میں کسی قسم کا سقم باقی نہ رہے[۲۵] اور ساتھ ہی ساتھ مقتدرہ کے اپنے ملازمین بھی اس میں شریک ہوتے ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مقتدرہ کا یہ عمل بمشکل چار مجموعوں میں ہمارے سامنے آتا ہے۔

۱۹۸۹ء میں **قومی انگریزی اردو لغت** کی معیار بندی کے لیے جو مجلس استناد تشکیل دی جاتی ہے، اس میں زیادہ تر زبان و ادب ہی کے افراد شامل ہیں[۲۵]۔

ڈاکٹر انور سدید نے مقتدرہ کی اصطلاحات سازی کو کشادہ نظری، وسیع الظرفی اور آزادہ روی کا نام دیا ہے جو وہ **اصطلاحاتِ ڈراما**، **اصطلاحاتِ موسمیات**، **اصطلاحات حسابداری** اور **اصطلاحاتِ مساحت** کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کا تجزیہ یوں کیا جا سکتا ہے[۲۶]:۔

> "سرفراز شاہد نے مروجہ الفاظ سے اصطلاحات کے متبادل تلاش کرنے کی کاوش کی ہے۔ مسعود احمد چیمہ بالعموم معانی کے قریب پہنچنے کی سعی کرتے ہیں۔ سید علی عارف رضوی نے مقامی طور پر مستعمل اصطلاحات کو رائج کرنے کے منصوبے پر عمل کیا ہے، ڈاکٹر محمد اسلم قریشی کے ہاں عربی اور فارسی زبان کے ذخیرے سے استفادے کا رجحان نمایاں ہے۔"

اس پر بحث ہم آگے چل کر کریں گے، البتہ ہم یہ بات وثوق سے کہہ سکتے ہیں اور جیسا کہ ہم مجلس زبان دفتری کے لغت پر مقتدرہ کی مجلس استناد کے حوالے سے کہہ چکے ہیں کہ مقتدرہ کی مجالس استناد کے سامنے کوئی واضح اصول نہیں رہے اور جسے ڈاکٹر انور سدید نے آزادہ روی کا نام دیا ہے، وہ دراصل متفرق روی یا ذاتی پسند و ناپسند کا مسئلہ ہے۔ صرف **قومی انگریزی اردو لغت** ۱۹۹۲ء کے سلسلے میں پہلے سے طے شدہ چند اصول نظر آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ اصطلاحی لغت نہیں، البتہ اس میں اصطلاحات شامل ہیں۔

۴:۱۶۔ اصطلاحی مجموعے اور اشاریے

مقتدرہ نے قیام سے ۱۹۹۲ء تک کے بارہ تیرہ برسوں میں کوئی ساٹھ کے قریب اصطلاحی مجموعوں پر کام انجام دیا ہے۔ ان مطبوعات میں سے چند لغات دیگر اداروں کے تعاون اور اشتراک کی پالیسی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جامعہ کراچی، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی اور وفاقی وزارت تعلیم کے تعاون سے شائع کیے گئے ہیں، جن کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ باقی مطبوعات میں سے چند طبع نو، ایک دکنی دور کے قدیم مسودے کی اشاعت اور زیادہ تر نئے منصوبوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مقتدرہ کے مطبوعہ لغات کو ہم **مختصر اصطلاحات دفتری** کے علاوہ بہ آسانی چار گروہوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:۔

الف: طبع نو یا قدیم مسودات کی اشاعت
ب: انفرادی منصوبے (نظرثانی کے ساتھ یا اس کے بغیر)
ج: اجتماعی منصوبے (نظرثانی کے ساتھ لیکن استناد کے بغیر)
د: مجالس استناد کے معیار بند منصوبے۔

مقتدرہ میں اصطلاحات سازی کا کام اس بنیاد پر شروع کیا گیا تھا کہ مقتدرہ اپنے ذمے وہ کام لے جو دوسروں نے نہیں کیا یا دوسرے عام طور پر نہیں کر سکتے یا پھر دوسروں نے جو کام کیا ہے اس میں اصلاح و ترمیم کی ضرورت ہو تو اسے انجام دے[۲۷] اور یہ اس منصب تک پہنچا کہ اصطلاحات بنانے والے ادارے کم سے کم ہوں اور یہ اختیار ایک ہی ادارے کو حاصل ہو[۲۸]۔

جہاں تک **مختصر اصطلاحاتِ دفتری** (۱۹۸۱ء) کی اشاعت کا تعلق ہے، یہ دراصل مجلس زبان دفتری ہی کے لغت کا اختصار ہے، جسے قومی زبان کے نفاذ کے عمل کو فوری طور پر جاری کر دینے کے لیے دو تین ہزار اہم دفتری اصطلاحات کا مختصر مجموعہ شائع کرنے کی خاطر مرتب کیا گیا۔ اس میں کہیں کہیں اشد ضرورت کے تحت تبدیلیاں بھی کی گئیں۔ اس میں ساڑھے تین ہزار اصطلاحات کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے[۲۹]۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۴ء میں شائع کیا گیا۔ لطف کی بات ہے کہ اس مختصر لغت میں فوری دفتری ضرورت کی بعض اصطلاحات مثلاً Note (کیفیت نامہ)، File (مسل)، Green note (سبز کیفیت نامہ)، Explanation (جواب طلبی)، Tender (ٹنڈر، پیش کش) موجود نہیں۔

الف۔ طبع نو یا قدیم مسودات:

اس سلسلے کے تحت سابقہ ذخیرۂ اصطلاحات کو شائع کرنے کی طرف مقتدرہ نے خاطر خواہ توجہ دی۔ چنانچہ سب سے پہلے ولسن کی **اصطلاحات عدلیہ و مالگزاری** (۱۹۸۵ء) اور چارلس و کلنز کی **گلاسری** (۱۹۸۷ء) کو طبع کیا گیا۔ مولوی فیروز الدین ڈسکوی کے **لغاتِ فیروزی** میں سے **مختصر قانونی اصطلاحات** (اردو) کو الگ کر کے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا گیا ہے، اور تقریباً ۳۶ صفحات میں کوئی آٹھ سو کے قریب اردو اصطلاحات اور ان کے معانی کی تشریح درج کی گئی ہے، البتہ کہیں کہیں ان کے انگریزی مترادفات بھی دیے گئے ہیں۔ چنانچہ ایسی مستعمل اردو اصطلاحات، جو ذخیرہ اردو زبان میں شامل ہو چکی ہیں، اس لغت کے ذریعے سامنے آتی ہیں۔ طبع نو کے ان لغات کا جائزہ گیارھویں باب میں لیا جا چکا ہے۔

حیدر آبادی دور میں مرتب ہونے والے قانونی مسودے کو مقتدرہ نے املا کی تدوین اور درستی کے بعد **کشافِ قانونی اصطلاحات** کے نام سے تین جلدوں میں ۱۹۸۷ء، ۱۹۸۸ء میں شائع کیا۔ حیدر آباد دکن کے جائزے میں ہمیں پتا چلتا ہے کہ مسعود علی محوی نے قانونی اصطلاحات کا ایک مسودہ تیار کیا تھا۔ اسے ان کے صاحبزادے رشید احمد صدیقی نے پایہ تکمیل کو پہنچایا بلکہ یہ حقیقت ہے کہ زیادہ تر کام انہی کا ہے لیکن اس سارے کام کو صرف رشید احمد صدیقی کا کام قرار دینا مناسب نہیں جیسا کہ خلیل یوسف صدیقی نے اس کے دیباچے میں کہا ہے۔ ان کے نزدیک[۳۰]:

"قانونی اصطلاحات کے باضابطہ ترجمے کا کام انھوں نے ۱۹۴۷ء سے شروع

کیا...... ۱۹۵۷ء تک روزانہ چار گھنٹے اور ۱۹۵۷ء سے ۱۹۷۷ء تک روزانہ دس گھنٹے اور ۱۹۸۸ء کے بعد بھی کئی بار مصنف نے ان مسودات کو پڑھا۔"

پہلے یہ مسودہ اردو سائنس بورڈ کے پاس رہا' پھر مقتدرہ قومی زبان نے اسے شائع کرنے کی پیش کش کر دی۔ رشید احمد صدیقی ۱۹۵۸ء میں پاکستان آئے اور ۱۹۸۰ء میں وفات پائی۔ اس مسودے کی اشاعت ان کی وفات کے بعد ہو سکی۔ ہمیں علم ہے کہ حیدر آباد دکن میں مسعود علی محوی کا کئی جلدوں کا ایک مسودہ زیرِ تدوین تھا۔ اس لیے گمان غالب یہی ہے کہ رشید احمد صدیقی نے اسی مسودے کو آگے بڑھایا ہو گا۔ اس مسودے کی تدوین ابتداء میں ڈاکٹر انعام الحق جاوید اور بعد ازاں راقم نے انجام دی تھی۔ اس طرح مسودے کو دیکھنے کا موقع بھی ملا جس کے ابتدائی حصوں پر مسعود علی محوی کا نام ملتا ہے لیکن بعد میں صرف رشید احمد صدیقی کا نام موجود ہے۔ اس لغت میں نہ صرف انگریزی اصطلاحات کے اردو مترادفات دینے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ حوالوں کے ساتھ ان کے معانی بھی متعین کیے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ایک مستند کتاب حوالہ بھی ٹھہرتی ہے۔ ۱۷۶۰ صفحات میں کوئی بارہ ہزار اصطلاحات وضع کی گئی ہیں۔ اگرچہ "حقیت"' "اقطاع"' "تنقیح"' "استمرار"' "میقات"' "نظائر"' "مکسوبہ"' "نالش"' "بیع" جیسے الفاظ سے حیدر آبادی اثر نظر آتا ہے لیکن زیادہ تر اصطلاحیں ایسے مستعمل الفاظ سے وضع کی گئی ہیں' جو آج بھی پاکستانی عدالتوں میں رائج ہیں جیسے "سمن' حکم' ڈگری' وارنٹ' ناکابندی' تاکیدی' فردجرم' نزاع لفظی' خلاصہ کارروائی" وغیرہ۔ البتہ اسم مجرد کی بجائے یہاں اسم مصدر ہی نظر آتا ہے۔ جیسے Abduction کے لیے "بھگا لے جانا" یا Vouchsafe کے لیے "مہربانی کرنا" یا Unfeudation کے لیے "قابض کرانا" وغیرہ۔

حیدر آباد دکن کے سابقہ سرمایے کو یک جا کرنے کے لیے بھی مقتدرہ نے ایک قدم اٹھایا ہے اور **مجموعۂ اصطلاحات** کے ہمراہ کوئی سوا سو کے قریب اصطلاحی اشاریوں میں موجود تمام اصطلاحات کو یک جا کر کے **فرہنگِ اصطلاحاتِ جامعہ عثمانیہ** کے نام سے مرتب کیا گیا ہے۔ جس کا ذکر ہم حیدر آباد دکن کی ذیل میں کر چکے ہیں۔ یہ ۱۹۹۱ء میں شائع ہوا۔ اس میں ۴۲ ہزار اصطلاحات جمع کی گئی ہیں۔ اس کی دوسری جلد ۱۹۹۳ء میں اشاعت پذیر ہوئی اس میں باقی ماندہ مجموعوں اور حیدر آباد کے دیگر محکموں کی اصطلاحات شامل کی گئی ہیں' جو ۳۰ ہزار کے قریب ہیں۔ مثنیٰ اصطلاحات نکال کر دونوں جلدوں میں حیدر آباد دکن کا کل ساٹھ ہزار اصطلاحیں جمع کردی گئی ہیں۔

ب۔ انفرادی منصوبے (نظرثانی کے ساتھ یا اس کے بغیر):

انفرادی منصوبوں میں مقتدرہ کی کوئی بارہ تیرہ مطبوعات اب تک سامنے آئی ہیں۔ ان کا آغاز ڈاکٹر محمد اسلم قریشی کے **اصطلاحاتِ ڈراما** (۱۹۸۴ء) سے ہوتا ہے۔ اس پر نظرثانی جناب سید اظہار کاظمی نے کی تھی جو ریڈیو پاکستان کی معروف شخصیت تھے۔ ڈاکٹر

صاحب کا مقالہ ڈاکٹریٹ چونکہ ڈرامے ہی پر تھا' اس لیے ڈرامے کی اصطلاحات کے مفہوم کو سمجھنے اور بیان کرنے میں ہم انھیں سند کی حیثیت دے سکتے ہیں۔ تاہم بعض مقامات پر ان سے اختلاف بھی کیا جا سکتا ہے مثلاً انھوں نے Contracted Word کو "مخفف لفظ" قرار دیا ہے جو "مختصر لفظ" کا مفہوم رکھتا ہے۔ اسی طرح Comic Mime کے لیے "مذاقیہ نقل" دراصل "مزاحیہ اداکاری" کا مفہوم بیان نہیں کر پائی۔ وہ بعض اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کر پائے تو اس کا مفہوم جملے کی صورت میں درج کر دیا ہے۔ اسم مجرد کو اسم مصدر کی صورت میں بیان کرنا ان کے ہاں بھی ملتا ہے جیسے Personification کے لیے "قالب میں ڈھلنا" وغیرہ۔ ان کا اصطلاحات سازی کا رجحان اگرچہ عربی' فارسی ذخیرے سے استفادے کا ہے لیکن زیادہ عربی ترکیب کی طرف نہیں' وہ فارسی بلکہ اردو اضافت (کا'کی' کے) کے ساتھ ترکیب وضع کرتے ہیں نیز یائے نسبتی کا استعمال بھی ان کی تراکیب میں عام ہے۔

کشافِ تنقیدی اصطلاحات (جولائی ۱۹۸۵ء)' ابوالاعجاز حفیظ صدیقی کا مرتبہ اور ڈاکٹر آفتاب احمد خاں کا نظرثانی کردہ ہے۔ اس میں ادبی اور تنقیدی اصطلاحیں اور ان کی تشریحات بلکہ قاموسی معلومات درج ہیں۔ البتہ کسی اصطلاح کی معنوی حدود کے بارے میں اہل فکرو نظر کے اختلاف کو زیادہ پیش کرنے کی بجائے اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ ابتداء میں اردو الفبائی ترتیب میں اصطلاحات اور ان کے انگریزی مترادفات مع تشریحات دی گئی ہیں۔ آخر میں انگریزی اردو فہرست اصطلاحات دی گئی ہے اگرچہ انھوں نے مستعمل اردو اصطلاحات کو استعمال کرنے کی کوشش کی ہے لیکن بعض اوقات دو مختلف اصطلاحوں کے لیے ایک ہی اردو مترادف دیا ہے' جو موزوں نہیں۔ جیسے Agrophobia' Acrophobia اورClaustrophobia کے لیے "ترسناکی" Argumentation اور Argumentative کے لیے "استدلالیہ" Realism اور Reality دونوں کے لیے "حقیقت پسندی" اسی طرح Romantic کے لیے کہیں "رومانی" اور کہیں "رومانوی" استعمال کیا گیا ہے۔

دفتری ترکیبات' محاورات اور فقرات کی لغت (۱۹۸۵ء) مجیب الرحمان مفتی نے مرتب کی۔ اس میں مختلف وفاقی محکموں اور دفاتر کی مراسلت سے جملے اور ترکیبات یکجا کی گئیں۔ اس کے علاوہ بھارت کی ایسی مطبوعات بھی سامنے رکھی گئیں۔ مجیب الرحمان مفتی وفاقی حکومت کے ایک اعلیٰ افسر تھے' اس لیے ان کا دفتری تجربہ بھی وسیع ہونے کے سبب اس لغت کی ترتیب و تدوین خاطر خواہ انداز میں ہوئی۔ اگرچہ انھوں نے زیادہ تر مجلس زبانِ دفتری کے لغت کو استعمال کیا لیکن عملی استعمال کے سبب اسم مجرد' اسم مصدر' تصورات اور مفاہیم اپنی اپنی حدود میں استعمال کیے ہیں' البتہ انھوں نے ایک سے زیادہ اردو مترادفات دیے ہیں' جنھیں مختلف جملوں میں مثالاً استعمال کیا گیا ہے۔ ۳۱۴ صفحات میں تقریباً دس ہزار اصطلاحات دی گئی ہیں۔ جملوں میں اصطلاحی استعمال کتاب کے ابتدائی نصف

حصے میں ملتا ہے، باقی نصف میں صرف ترکیبات ہی دی گئی ہیں، جملے بہت کم ملتے ہیں۔ اس طرح لغت میں یکسانیت نہیں رہ سکی۔

اصطلاحات موسمیات (۱۹۸۴ء) اور اس کا **کشاف** (۱۹۸۶ء) سرفراز شاہد صاحب نے مرتب کیے ہیں۔ جن میں کوئی ایک ہزار طبعی، کیمیائی، نباتیاتی اور دیگر متعلقہ موسمیاتی اصطلاحات دی گئی ہیں۔ پاکستانی محکمہ موسمیات میں استعمال ہونے والی تقریباً تمام اصطلاحات بھی شامل کرلی گئی ہیں[۲۲]۔ ڈاکٹر انور سدید نے ان کی اصطلاحات سازی کو برجستہ بھی قرار دیا ہے اور "ستگم، گدلاپن، تیراؤ پھوار" وغیرہ کا حوالہ بھی دیا ہے[۲۳]۔ اس کے ساتھ ترکیبی اور مرکب اصطلاحوں میں بھی وہ ایسا ہی عمل کرتے ہیں جیسے "ضد سائیکلون" "خطی جھکڑ" "گرشا ہے" "نا قائم فضا" "ہم رنگی" "فیر کی قوت" "قینچ زور"۔

اصطلاحاتِ مساحت (۱۹۸۵ء) سید علی عارف نے مرتب کی تھیں۔ ان پر ڈاکٹر انور سدید نے نظر ثانی کا کام انجام دیا تھا اور ڈاکٹر رضی الدین صدیقی اور عطاالله صاحب (انجینئر، پشاور) نے ماہرانہ رائے بھی دی تھی۔ چونکہ اصطلاحی تراجم میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اس لیے مرتب اور نظرثانی کنندہ کے درمیان بھی اختلاف رائے پیدا ہوا۔ سید علی عارف رضوی کا رجحان شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی ہی کا ہے، جس سے اختلاف کرتے ہوئے بعض مقامات پر ڈاکٹر انور سدید نے انھیں آسان بنانے کی سفارش کی مثلاً "لونی" کی بجائے انھوں نے "رنگی" "متعلقات" کی بجائے "لوازمات" "رسائی پذیر" کے ساتھ ساتھ "قابل رسائی" "تناقض" کی بجائے "فرق" "گھڑی خلاف" کی جگہ "مخالف ساعتی" وغیرہ۔ تاہم بعض اختلاف برائے اختلاف ہیں جیسے "بالائی" کی بجائے "فوقانی" "زیریں" کی بجائے "تحتانی" "صحت" کی بجائے "درستی" "قدر" کی بجائے "قیمت" "خاکہ" کی بجائے "نقشہ"۔ لیکن کئی مقامات پر انھوں نے عربی کی بجائے فارسی ترکیب کی سفارش کی جیسے "مسطر" کی بجائے "سطر کش" "ظلیل" کی بجائے "ظل اندازی" "النہاریہ" کی بجائے "النہاری"۔ یہی وجہ ہے کہ مقتدرہ نے اس ایڈیشن کو آئندہ معیار بندی کے ساتھ مشروط کر دیا۔

کشافِ اصطلاحاتِ سیاسیات (دو جلدیں ۱۹۸۵ء اور ۱۹۸۶ء) اور **کشافِ اصطلاحاتِ تاریخ** (۱۹۸۸ء) محمد صدیق قریشی نے مرتب کے اور مقتدرہ نے انھیں تسویدی اشاعت (ڈرافٹ ایڈیشن) کے طور پر شائع کیا ہے کیونکہ ان کی قبولیت اور عدم قبولیت کا فیصلہ عام استعمال کے بعد کی گئی ہیں۔ مرتب نے، متداول ماخذوں کو استعمال کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ ان میں اپنی سوچ اور غور و فکر کو بھی شامل رکھا ہے۔ مثلاً Diplomacy کے لیے "سیاست کاری"، Cpoyright کے لیے "حق چھاپ" و Folks Five کے لیے "پانچ پنجہ" وغیرہ اسی تصور کا نتیجہ ہیں۔ دونوں لغات میں دوہرے اندراجات بھی شامل ہیں۔

کشافِ اصطلاحاتِ کتب خانہ (۱۹۸۵ء) محمود الحسن اور زمرد محمود کا مرتبہ ہے' جس پر نظر ثانی سید جمیل احمد رضوی نے انجام دی ہے۔ تینوں اسی پیشے سے وابستہ ہیں۔ اس سے پہلے مقتدرہ کے تعاون سے جامعہ کراچی نے بھی علم کتابداری کی اصطلاحات کا ایک لغت شائع کیا تھا۔ یہ اصطلاحی کشاف کی حیثیت رکھتا ہے' جس میں اردو اصطلاحات کی ترتیب سے مفاہیم بیان کیے گئے ہیں۔ آخر میں انگریزی اردو اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔ اس لغت میں اصطلاحات سازی کے متداول ماخذوں ہی کو استعمال کیا گیا ہے۔ البتہ بعض مقامات پر خصوصاً" ترکیبی نسبت اور اضافت میں انفرادی انداز اختیار کیا گیا ہے' جیسے Title کے ساتھ بننے والی تراکیب میں "عنوانی" Library کے ساتھ بننے والی تراکیب کے آخر میں "کتب خانہ" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ کئی انگریزی الفاظ کو بعینہٖ لیا گیا ہے جن کا ترجمہ بہ آسانی سے ہو سکتا تھا۔ مثلاً "آڈیو" اور اس کے مرکبات "ڈائریکٹر"، "فائل" وغیرہ۔ معنی کی مناسبت سے ناموزوں اصطلاحات بھی دی گئی ہیں' جیسے Journal کے لیے "موقت الشیوع"۔ ڈاکٹر ممتاز علی انور کے نزدیک ایسا دراصل عربی مفہوم نہ جاننے کے سبب ہے۔[۴۳]

اصطلاحاتِ بیمہ کاری (۱۹۸۶ء) کو ماہرِ لسانیات ڈاکٹر سہیل بخاری نے مرتب کیا اور ماہر بیمہ کار جناب احمد حفیظ ملک نے اس پر نظرثانی کی۔ اس طرح اس میں ماہر زبان اور ماہر مضمون یک جا ہوئے۔ اسے ترتیب دینے میں انگریزی کی مستعمل اصطلاحات کو بجنسہٖ لینے اور عربی' فارسی کا رجحان بروئے کار آیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ترکیب سازی میں اردو حروف جار و عطف و اضافت استعمال کیے گئے ہیں۔ مثلاً Above Normal کے لیے "معمول سے زیادہ" Label کے لیے "نام کی پرچی" Insurance کے لیے "بیمے کا ٹکٹ" وغیرہ۔

اصطلاحاتِ فنونِ طباعت و ترسیم (۱۹۸۸ء) مرتبہ ڈاکٹر محمود الرحمان پر پہلی نظر ثانی سید علی عارف رضوی نے کی اور حتمی نظرثانی پرنٹنگ کارپوریشن کے ڈائریکٹر جناب علمدار رضا نے انجام دی[۴۴]۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ "اسے پایہ تکمیل کو پہنچانے کے لیے براہ راست کاریگروں سے بھی رابطہ کیا گیا ہے تاکہ ایسے الفاظ و اصطلاحات جو وہ استعمال کرتے ہیں' فرہنگ میں شامل کیے جا سکیں"[۴۵]۔ اس میں تقریباً دو ہزار اصطلاحات شامل کی گئی ہیں۔ تاہم کئی اہم اصطلاحات یا اصطلاحی مفاہیم اس میں شامل ہونے سے رہ گئے ہیں جیسے Form کے لیے "فرما" Registeration بمعنی "یکسانیت" "یا اثبات" اور Folio کے لیے "دوہرا" (سائز) اور "صفحہ" یا ٹائپو گرافی کی اصطلاحات جیسے Serif Square یا ترسیمی (گرافک) ڈیزائن کی اصطلاحیں جیسے Thumbnail Impression یا کاغذوں کے سائز "ڈیمائی" وغیرہ یا جلد سازی کی بعض اصطلاحات جیسے Back، Cloth، Straw Board وغیرہ جو عام طور پر مستعمل ہیں۔ اسی طرح بعض مفاہیم کے لیے

غیر موزوں الفاظ دیے گئے ہیں جیسے Copy Holder کے لیے "مسودہ گیر" کی بجائے "نسخہ بردار"، Folio کے لیے "صفحہ" کی بجائے "ورقہ" وغیرہ۔ جلد سازی کی اصطلاحات کا ایک خاصا بڑا ذخیرہ رفعت گل کی کتاب اسلامی فن تجلید (۱۹۸۹ء) میں بھی دیا گیا ہے۔ اس کے اشاریے میں صفحات ۸۸ تا ۱۱۸ میں جلد سازی سے متعلقہ کوئی چھ سو انگریزی اصطلاحات کے اردو مترادفات دیے گئے ہیں۔ اس علم سے متعلق یہ تعداد جامع تر ہے، اس لیے اس کتاب کو ہمیں اصطلاحی لغات میں شامل کرنا پڑے گا۔ عام طور پر اس میں مقامی اور کاریگروں کی مستعملہ اصطلاحات کو پیش کیا گیا ہے لیکن کہیں کہیں تراکیب وضع بھی کی گئی ہیں جن میں امتزاجی رجحان جھلکتا ہے جیسے "مواصلت استری کتان"، "آہنی ڈھوک"، "بندشی سلائی"، "واصل سوت" وغیرہ۔

کشافِ اصطلاحات اسلامی قانون (فقہ و اصول فقہ) از ڈاکٹر ساجد الرحمان صدیقی ۱۹۹۱ء میں دو جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ اس میں قدیم و جدید اصطلاحات کو یک جا کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ انگریزی متبادلات دینے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ ساتھ ہی مستند حوالوں کے ساتھ تشریح و تعریف بھی درج کی گئی ہے۔ اردو میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی کوشش ہے۔ سجاد ظفر عرفانی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس لغت میں "اصطلاحات کی تشریح سادہ اور آسان زبان میں کی گئی ہے"[۲۶] مولف نے نظرثانی کے بعد اسے ایک ہی جلد میں ساڑھے تین ہزار اصطلاحات تک پہنچا دیا ہے۔

کشافِ اصطلاحات حیوانیات از پروفیسر وہاب اختر عزیز بھی ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی ہے۔اس پر ڈاکٹر منظور احمد نے نظرثانی کی ہے۔اس میں متفرق رجحانات نظر آتے ہیں یعنی یکسانیت اور معیار بندی نہیں کی گئی۔کہیں انگریزی اور کہیں اردو مترادفات مستعمل ہیں۔خصوصاً تشریحات میں انگریزی الفاظ عام ہیں جب کہ ان کے اردو مترادفات بھی دیے گئے ہیں۔جیسے "فیٹل حالت میں دل کے انٹر آریکولر سیپٹم میں ایک سوراخ (Foramin Ovale)" اکثر لاطینی اصطلاحات بجنسہ لی گئی ہیں اور کہیں کہیں اردو ترجمہ بھی۔

اصطلاحاتِ طب از ڈاکٹر اختر امرتسری (۱۹۹۴ء)۔ اس پر مسعود احمد برکاتی نے نظرثانی کی ہے۔ اس میں عمومی طبی اصطلاحات ہیں۔ تاہم یہ ایک مختصر لغت ہے۔

کشافِ اصطلاحاتِ لسانیات (۱۹۹۴ء) از ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان اپنے موضوع پر پہلا ضخیم اور جامع لغت ہے۔ اس میں مؤلف نے اردو کے سابقہ اصطلاحی کام کو بھی شامل کیا ہے اور نئی اصطلاح سازی بھی کی ہے۔ مثلاً Phoneme کا متبادل سابقہ ذخائر میں "صوتیہ" ملتا ہے لیکن انھوں نے "نطقیہ" استعمال کیا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک "صوتیات" Phonemies" کے لیے ہے اور Phonics کے لیے "نطقیات" استعمال ہونا چاہیے لیکن وہ Causal کے لیے "علتی" کی بجائے "سببی" اور Dialectical کے لیے "بولوی" استعمال کرتے ہیں۔ اسم سازی ان کے ہاں بھی مصدری ہے جیسے "جنجریانا، جنکیانا، اسمیانا"

وغیرہ لیکن وہ ان کی مجرد صورت وضع نہیں کر پائے جیسے "حنجرہ سازی، حنک سازی، تسمیہ کاری" وغیرہ اس لغت میں نہیں ملتے۔

ج۔ اجتماعی منصوبے (نظرثانی کے ساتھ لیکن استناد کے بغیر):

مقتدرہ نے تین ایسے اجتماعی منصوبے مکمل کرائے، جنھیں نظرثانی اور حتمی نظرثانی کے مرحلوں سے گزارا گیا۔ انھیں ذیلی مجالس اصطلاحات نے مرتب کیا لیکن ان کی معیار بندی کے لیے مجالس استناد کا قیام عمل میں نہ آیا۔ تعلیم اور نفسیات کی ذیلی مجالس دسمبر ۱۹۸۱ء اور ریاضی کی ذیلی مجلس ۱۹۸۲ء میں تشکیل کی گئی تھی۔ ان میں سے **تعلیمی اصطلاحات** کا مسودہ ۱۹۸۲ء میں مکمل ہو کر مقتدرہ کو مل گیا[۳۷]۔ اردو میں اس سے پہلے جامعہ عثمانیہ نے **مجموعہ اصطلاحات تدریسیات** شائع کیا تھا لیکن اب تعلیمی تدریسی اصطلاحات کا ذخیرہ وسیع ہو چکا ہے، چنانچہ انجمن فاضلین، ادارہ تعلیم و تحقیق کے جریدے "تعلیمات" میں پروفیسر منور ابن صادق اور ان کے ساتھیوں نے ایک لغت قسط وار شائع کرنا شروع کیا۔ جس کا ذکر ہم پچھلے باب میں کر چکے ہیں۔ بعد ازاں مقتدرہ قومی زبان نے یہ منصوبہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پروفیسر منور ابن صادق کے علاوہ ملک امیرالدین احسن (مزنگ ہائی سکول، لاہور)، چودھری محمد دین ظفر (نیا مدرسہ سکول اچھرہ، لاہور)، نسرین زہرا (جونیئر ماڈل سکول گلبرگ، لاہور)، مسعود صدیقی (ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور)، پروفیسر خادم علی ہاشمی (مرکز تحقیق و ترقی نصاب، لاہور) اور راقم اس کے ارکان تھے۔ مقتدرہ کا یہ پہلا لغت ہے جس کی مجلس میں عملی میدان کے لوگ یعنی سکولوں کے اساتذہ بھی پروفیسروں، ماہرین تعلیم اور ماہرین زبان کے ساتھ شریک تھے۔ اس مجلس نے اپنا کام جون ۱۹۸۲ء میں مکمل کیا۔ بعد ازاں اسے ڈاکٹر مختار احمد بھٹی، ڈاکٹر شوکت علی صدیقی اور ڈاکٹر مشتاق احمد گوراہا جیسے ماہرین تعلیم اور ڈاکٹر محمد اجمل اور زیڈ اے انصاری جیسے ماہرین نفسیات و فلسفہ نے دیکھا[۳۸]۔

ذیلی مجلس نے انجمن فاضلین کے کام پر بھی نظرثانی کی اور اس سے کئی اصطلاحات میں اختلاف بھی کیا۔ مثلاً Abacist کے لیے "بالفریمی حساب دان" کی بجائے "گنتاری حساب دان"، Abacus کے لیے "بالفریم" کی بجائے "گنتارا"، Alphabet Method کے لیے "ہجائی طریقہ" کی بجائے "ابجدی طریقہ"، Cognitive کے لیے "علمی" کی بجائے "وقوفی" وغیرہ۔ اسی طرح بعض نئی اصطلاحات بھی شامل کی گئیں جیسے Academic اور Aesthetic Ability وغیرہ۔

اس لغت میں **قاموس الاصطلاحات** اور **فرہنگ اصطلاحات** کے ساتھ ساتھ جامعہ کراچی، جامعہ پنجاب اور مجلس زبان دفتری کے لغات استعمال میں لائے گئے تھے۔

ان اصطلاحات پر ایم اے ایجوکیشن کے ایک مقالہ نگار نے ۱۹۸۸ء میں ادارہ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب کے دیگر اساتذہ کی آراء جمع کیں تو بیشتر میں اسے وقت کی اہم ضرورت قرار دیا گیا۔ البتہ یہ بھی کہا گیا کہ[۳۹]:

"اس کتاب میں موجود اصطلاحات کا اردو ترجمہ انگریزی کے مقابلے میں سمجھنے میں مشکل محسوس ہوتا ہے..... اگرچہ ان اصطلاحات کی تعداد مقداری لحاظ سے بہت حد تک کفالت کر سکتی ہے اور اساتذہ کو مناسب متبادل اردو الفاظ کے چناؤ میں اور ایک ہی معنی میں استعمال کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب اساتذہ کے لیے ایک اہم کتاب ثابت ہو سکتی ہے...... اگر ہر موضوع پر الگ سے اصطلاحات درج کی جاتیں تو زیادہ بہتر تھا۔ بعض ترجموں میں اصلاح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ساتھ ہی ان کی تعریفیں بھی درج کی جائیں تو یہ کتاب بے حد مفید ثابت ہو سکتی ہے۔"

اصطلاحاتِ فنیات (۱۹۸۵ء) کی ذیلی مجلس بھی دسمبر ۱۹۸۱ء میں تشکیل کی گئی تھی، جس کے اراکین میں محمد اسلم خان پوپلزئی (ناظم مرکز آلات تعلیم، لاہور)، خادم علی ہاشمی، پروفیسر محمد شفیع مرزا (شعبہ صنعتی فنون ادارہ تعلیم و تحقیق لاہور)، نجی محمد (گورنمنٹ کالج ٹیکنالوجی لاہور)، خالد رشید (گورنمنٹ کالج برائے تعلیم سائنس لاہور)، محمد حمید نواز (شعبہ صنعتی فنون، ادارہ تعلیم و تحقیق لاہور) اور راقم شامل تھے۔ اس مجلس نے اپریل ۱۹۸۴ء میں اپنا کام پایہ تکمیل کو پہنچایا۔ بعد ازاں اسے محمد اسلم خاں پوپلزئی، خادم علی ہاشمی، پروفیسر محمد شفیع مرزا اور پروفیسر نجی محمد نے نظرثانی کے بعد مرتب کیا۔ چونکہ اس پر کوئی نظرثانی کی مجلس مقرر نہ کی گئی، اس لیے مقتدرہ نے اسے تسویدی اشاعت کے طور پر پیش کیا۔ اس میں جہاں فنیات کی سابقہ وضع کردہ اصطلاحیں استعمال کی گئیں، وہیں بعض نئی اردو اصطلاحات بھی وضع کی گئیں، جن کے لیے مستریوں اور عملی استعمال کرنے والے کاریگروں سے بھی مشورے کیے گئے مثلاً Adjustment Strip کے لیے "فانہ پتری"، Canvas Belt کے لیے "کرمچی پٹہ"، Close fit کے لیے "بٹھاؤ"، Green Sand کے لیے "رالی ریت"، Strut کے لیے "تھم" وغیرہ۔ ذیلی مجلس کے سامنے بعض ایسے تعاملات بھی آئے جن کے لیے موزوں لفظ موجود نہ تھا تو انھوں نے اس سے افعال وضع کرنے کی کوشش بھی کی جیسے Beat down کے لیے ٹھٹھیرنا (اس کا مطلب ہے برتن کا کوٹ کوٹ کر پیندا نکالنا۔ یہ پیشہ رکھنے والے ٹھٹھیرے کہلاتے ہیں)۔ اسی طرح Keying کے لیے "کلیدنا"، Knurle کے لیے "کنگرانا" وغیرہ۔ اصطلاحات سازی کے لیے تقریباً تمام رجحانات سے استفادہ کیا گیا، ان میں مقامی اور انگریزی الفاظ سے استفادہ بھی شامل ہے البتہ جدید ہندی اور سنسکرت سے استفادے کا رجحان نہیں ملتا۔

اصطلاحات ریاضی (۱۹۸۴ء) کے لیے ذیلی مجلس ۱۹۸۲ء میں تشکیل کی گئی تھی جس کے اراکین میں ڈاکٹر ناظم حسین زیدی (جامعہ کراچی)، ڈاکٹر آصف قریشی (جامعہ کراچی)، راشد کمال انصاری (اردو سائنس کالج) شامل تھے۔ انھوں نے ۲۱ مارچ ۱۹۸۲ء سے لے کر جون ۱۹۸۳ء تک اس کام کو مکمل کیا۔ اس پر نظرثانی لاہور میں محمد انور بھٹی (شعبہ فلکیات

جامعہ پنجاب)' ڈاکٹر خالد لطیف میر (شعبہ ریاضی جامعہ پنجاب) اور پروفیسر خادم علی ہاشمی پر مشتمل مجلس نے انجام دی۔ حتمی نظرثانی ڈاکٹر رضی الدین صدیقی نے انجام دی۔ انھوں نے بعض مقامات پر مسودے سے اختلاف کیا۔ بعض مقامات پر اختلاف برائے اختلاف ہے جیسے "استدقاق/تقارب"، "قلیل ترین/کم ترین"، "کثیف/گنجان"، "معیار/کسوٹی" وغیرہ۔ لیکن بعض مقامات پر یہ اختلاف قواعدی لحاظ سے اصطلاحی ترکیب کو درست بناتا ہے جیسے "مجرد عدد" کی بجائے "تجریدی عدد" یا "متلازم الجبرا" کی بجائے "ا۔تلافی الجبرا" "موسیقی حیطہ" کی بجائے "ہم آہنگ محیط"، "گراف" کی بجائے "ترسیم"، "متماثل" (Congruent) کی بجائے "متطابق"، "ارتباط" (Correlation) کی بجائے "ہم ربطی"۔ اصطلاحات سازی میں عام طور پر عربی' فارسی سے استفادہ کیا گیا تاہم فارسی ترکیب کو اولیت دی گئی ہے۔ اصطلاحات پر جامعہ کراچی اور حیدر آباد دکن کی اصطلاحات کا اثر زیادہ نظر آتا ہے۔

د۔ مجلس استناد کے معیار بند منصوبے:

دفتری اصطلاحات سے متعلق بعض اصطلاحی مجموعوں میں مقتدرہ نے مجالس استناد کے ذریعے معیار بندی کی کوشش بھی کی۔ لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ طریق کار کوئی زیادہ سود مند ثابت نہ ہوا' چنانچہ چار پانچ مجموعوں کے بعد اسے ترک کر دیا گیا۔

مقتدرہ کی طرف سے مجالس استناد کا قیام ۱۹۸۴ء میں عمل میں آیا اور بیک وقت چار کے قریب مجالس قائم کی گئیں۔ اس تعداد سے ظاہر ہے کہ یکسانیت مفقود ہو گئی اور کئی مختلف انداز کے مجموعے سامنے آئے۔ ان مجالس کی رہنمائی کے لیے ۲۰ ستمبر ۱۹۸۴ء کو ڈاکٹر سید عبداللہ سے لیکچر دلایا گیا' بعد ازاں دیگر مجالس استناد بھی وضع کی گئیں۔

پہلا مسودہ **درجہ بندی چارٹ** (مالیاتی) تھا' جس پر نظرثانی کے بعد مجلس استناد نے تقریباً ستر اجلاسوں میں چھ ہزار سے زائد اصطلاحات کی معیار بندی ایک سال میں انجام دی۔ اس میں ڈاکٹر آفتاب احمد خان' جناب قمرالدین صدیقی' جناب خالد عمر فاروقی اور جناب مجیب الرحمان مفتی جیسے دفتری و انتظامی افراد شامل تھے' پروفیسر کرم حیدری' ڈاکٹر سعداللہ کلیم اور شریف کنجاہی زبان و لسانیات کے حوالے سے شریک تھے۔ راقم اور بعد ازاں ڈاکٹر انعام الحق جاوید اور آخر میں ڈاکٹر اعجاز راہی مقتدرہ کے نمائندے کی حیثیت سے شامل تھے۔ یہ مسودہ طبع نہیں ہوا۔

اصطلاحات، حسابداری و محاسبی (۱۹۸۵ء) کا مسودہ اے جی پی آر کے جناب مسعود احمد چیمہ نے مرتب کیا تھا۔ ان اصطلاحات پر محمد ابن الحسن' سید شوکت کاظمی' محمد اظہار الحق اور محمد نصیر احسن نے نظرثانی کی اور یوں یہ پانچوں افراد محکمہ حسابات سے عملی طور پر منسلک تھے۔ ان پر ڈاکٹر آفتاب احمد خاں کی سربراہی میں مجلس استناد نے معیار بندی

کا کام شروع کیا۔ خالد عمر فاروقی کی جگہ نذیر احمد صاحب (جائنٹ سکرٹری کابینہ ڈویژن) نے شرکت کی۔ البتہ ڈاکٹر سعداللہ کلیم اس مجلس میں شامل نہ تھے اور مقتدرہ کی نمائندگی راقم نے کی۔ اس مجلس نے کوئی بیس اجلاسوں میں اس پر نظرثانی کا کام انجام دیا۔ اس میں بھی اسم مصدر کا بے جا استعمال ہمیں نظر آتا ہے۔ مثلاً Abolition (ختم کرنا)، Withdrawl (نکلوانا) وغیرہ۔ بقول ڈاکٹر انور سدید لغوی معنی کی یعنی قریب المفہوم اصطلاحات دی جاتی ہیں، لیکن انھیں نامانوس قرار نہیں دیا جا سکتا۔ انگریزی الفاظ کو لینے کا رجحان بھی کم ہے، اگرچہ اس میں اصطلاحات کی تعداد بھی تھوڑی ہے یعنی بمشکل بارہ تیرہ سو اصطلاحات ہیں تاہم اسے ایک کامیاب کوشش ضرور قرار دیا جا سکتا ہے۔

دوسری مجلس استناد نے ۲۰ نومبر ۱۹۸۴ء سے **محکموں اور اداروں کے نام** پر کام شروع کیا اور ۲۳ جنوری ۱۹۸۵ء تک اسے مکمل کر لیا۔ اس میں مختار مسعود (صدر)، ابن الحسن، مختار علی خاں اور پروفیسر نیاز عرفان محکموں کی نمائندگی بھی کرتے تھے اور ممتاز مفتی بطور ادیب اور ڈاکٹر صدیق خان شبلی صدر شعبہ اردو کی حیثیت سے شامل تھے۔ اس مجلس کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ ترکیبی مادوں کا تھا، جن کے مترادفات آغاز ہی میں مقرر کر لیے گئے جیسے Branch (شاخ)، Division (قسمت/ڈویژن)، Wing (سرشعبہ/ونگ)، Directorate (نظامت)، Sector (ذیلی شعبہ)، Inspectorate (نظارت)، Section (صیغہ)، Bureau (بیورو)، Cell (گھر)، Commission (ماموریہ/کمیشن)۔ ہسپتالوں، درسگاہوں اور بینکوں کے لیے Department کا ترجمہ "شعبہ" ہی رہنے دیا گیا۔ ترکیبوں میں کسرہ اضافت نہ پڑھنے کے لیے وقفہ (') لگا دیا گیا۔ جیسے "محکمہ' دھماکہ خیز اشیاء"، "شعبہ' نفسیاتی امراض"۔ انگریزی کے عام فہم اور رواں لفظ مثلاً کمیٹی، بورڈ، ڈپو، کونسل وغیرہ کو بعینہ لے لیا گیا۔ بعض اوقات انگریزی نام بھی بطور متبادل آتا ہے جیسے "اسٹیشن ماسٹر" وغیرہ[۱۴]۔

وفاقی اور صوبائی عہدوں کے نام دو حصوں میں طبع ہوئی، حصہ اول ۱۹۸۵ء میں اور حصہ دوم ۱۹۸۷ء میں۔ دوسری مجلس استناد ہی نے اس کی معیار بندی بھی کی۔ اس مجلس کے اجلاس جلد اول کے لیے ۲۹ جنوری سے ۳۰ اپریل ۱۹۸۵ء تک اور جلد دوم کے لیے نومبر ۱۹۸۵ء سے مئی ۱۹۸۶ء تک جاری رہے۔ اگرچہ انھوں نے بعض امور طے کر لیے لیکن کہیں کہیں ان سے انحراف بھی کیا۔ جیسے General کے لیے "اعلیٰ" کو استعمال کیا گیا لیکن کہیں کہیں یہ ترجمہ Chief کے لیے بھی استعمال کیا گیا۔ بعض عہدوں میں Chief اور General دونوں موجود ہیں، ان کے لیے Chief کا ترجمہ "کبیر" دیا گیا جیسے Accountant General کے لیے "حسابدار اعلیٰ"، اور Chief Accountant کے لیے "حسابدار کبیر"۔ کئی مقامات پر Chief کے لیے "سربراہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسے Deputy Chief (نائب سربراہ)۔ "کبیر کا لفظ" Senior کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔

بعض مقامات پر Head کے لیے "صدر" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ معروف انگریزی اصطلاحات کو بھی بجنسہ لیکن دوسری ترجیح کے طور پر لیا گیا ہے جیسے "کمشنر" "سکرٹری" وغیرہ۔

اصطلاحاتِ کسٹم (۱۹۸۸ء) کا ترجمہ حسین احمد شیرازی (ڈپٹی کلکٹر) نے انجام دیا تھا۔ اسے تیسری مجلس استناد نے دیکھا جس کے صدر عرفان احمد امتیازی (چیرمین مرکزی محاصل بورڈ) تھے۔ دیگر اراکین میں ڈاکٹر ایس ایم زمان' غلام ربانی آگرو اور شریف کنجاہی صاحب ماہرین زبان کی حیثیت سے اور جناب عبدالخالق اعوان (جائنٹ سکرٹری وزارت اطلاعات) محکمہ جاتی رکن کی حیثیت سے شامل تھے۔ مقتدرہ کی طرف سے معاونت ڈاکٹر اعجاز راہی نے کی[۴۳]۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس کے سامنے کوئی واضح اصول نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسم مجرد کی جگہ اسم مصدر کی غلطی عام طور پر ملتی ہے جیسے Commencement کے لیے "آغاز کرنا" Intraceability کے لیے "لاپتہ ہونا" Deficiency کے لیے "کم ہو جانا" Clearance کے لیے "چھڑانا" اور Detention کے لیے "تحویل میں رکھنا" وغیرہ۔ جہاں تک قربت مفہوم کا تعلق ہے' اس کے لیے یہ مجموعہ قابل ذکر ہے۔ مثلاً صرف کسٹم ہی میں Clear کے معنی "چھڑانا" اور Land کے معنی "اتارنا" ہو سکتے ہیں جو یہاں درج ہیں۔

جہاں تک مقتدرہ کی دیگر مطبوعات میں اصطلاحی اشاریوں کا تعلق ہے' ان میں سے اردو میں عدالتی فیصلہ نویسی اور منتخب عدالتی فیصلے (۱۹۸۹ء) اور کیبجھر جھمیل اور اس کے جھنگے' (۱۹۹۰ء) کے اشاریے قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر میں جہاں مروجہ اردو اصطلاحات کو انگریزی کا مترادف ٹھہرایا گیا ہے' وہیں وہ مفہوم بھی مراد لیا گیا ہے جو فیصلے کے متن میں ہے[۴۴]۔ مثلاً Bar (رکاوٹ) کے "بار" (پیشہ قانون) کے معنی نہیں لیے گئے۔ Authority کے لیے "مقتدرہ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ Endorse کے لیے "اندراج کرنا"۔ Manifest کے لیے "واضح" وغیرہ۔ دوسری کتاب ڈاکٹریٹ کے مقالے کا ترجمہ ہے' جس میں جامعہ کراچی کے اثرات نظر آتے ہیں۔

سید جمیل احمد رضوی کی دو کتابوں لائبریرین شپ کی عمرانی بنیادیں (۱۹۸۷ء) اور لائبریری سائنس اور اصول تحقیق (۱۹۸۷ء' ۱۹۹۲) کے اشاریے بھی قابل توجہ ہیں۔ پہلی کتاب ترجمہ ہے جسے ۱۹۸۰ء میں لائبریری ایسوسی ایشن نے لاہور سے شائع کیا تھا۔ دوسری کتاب کی دو طباعتیں مقتدرہ ہی نے کی ہیں۔

اصطلاحاتِ ریڈیو از مسعود قریشی اخبار اردو میں مئی تا دسمبر ۱۹۹۱ء کے شماروں میں قسط وار شائع کی گئی ہیں۔ یہ براڈ کاسٹنگ سے متعلق فنی الفاظ ہیں۔ ایک اور کتاب پاکستان کے عام پودے (درخت اور جھاڑیاں) از عترت الزہرا' طلعت واصف قابل ذکر ہے' جو ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں پودوں کے ناموں کے علاوہ ان کے حصوں'

بیماریوں وغیرہ کی اصطلاحات بھی جمع کی گئی ہیں۔ بعض اصطلاحات غلط درج ہیں جیسے "کمامہ" کی بجائے "اکمامہ"۔ بعض پودوں کے ناموں کا ترجمہ نہیں ملا تو جنسی نام کے ساتھ ولایتی کا لفظ لگا کر یہ کمی پوری کی گئی ہے۔ اصطلاحیں ملے جلے انداز میں ہیں۔ **اخبارِ اردو** شمارہ فروری ۱۹۹۰ء میں فہمیدہ مرزا اور محمد اسلم الوری نے کمپیوٹر کی چند اصطلاحات اور ان کا کشاف شائع کیا ہے، جو وضع اصطلاحات سے زیادہ ترجمہ اصطلاحات کا کام ہے **اصطلاحات محاسبہ و کارکردگی** از مسعود چیمہ بھی **اخبارِ اردو** شمارہ اپریل ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی ہیں۔ **اصطلاحاتِ ماحولیات** از عبیداللہ بیگ شمارہ مارچ ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی ہیں۔

۱۶:۵۔ دیگر منصوبے اور متفرق امور

مقتدرہ میں ۱۹۸۹ء میں **قومی انگریزی اردو لغت** کے علاوہ کئی اصطلاحی منصوبے زیرِ طبع تھے۔ **اصطلاحاتِ مالیات، اصطلاحاتِ ابلاغیات، اصطلاحاتِ آبکاری و بکری ٹیکس، کشافِ اصطلاحاتِ نفسیات، کشافِ اصطلاحاتِ ریڈیو، کشاف اصطلاحاتِ ٹی وی** اور **کشافِ جدید اصطلاحات سائنس** اور **کشافِ سائنسی و تکنیکی اصطلاحات** کے مسودے فنی تدوین کی منزل پر تھے۔ ان کے علاوہ **معجم دفتری، کشافِ اصطلاحاتِ دفتری، کشافِ تعلیمی اصطلاحات، کشافِ اصطلاحاتِ حیاتیات** اور **کشافِ اصطلاحات معانی و بیان و بدیع** کے منصوبے زیرِ تکمیل تھے[۴۵]۔

نیز بہت سے ایسے منصوبے ہیں جن پر کام کا آغاز ہوا لیکن وہ نامکمل رہ گئے۔

ذیلی مجلس ترجمہ نے سائنسی اصطلاحات کے ایک جامع فرہنگ کے منصوبے پر عملدرآمد شروع کیا جو مکمل نہ ہو سکا[۴۶]۔

قومی زبان کے نفاذ کے لیے ایک **جامع لغت برائے دفتری اصطلاحات** کا ذکر کیا گیا، جو تیاری کے بعد نظر ثانی کے مرحلے گزر رہی تھی[۴۷]۔ ہمارے خیال میں یہ وہی مسودہ ہے جو جامعہ کراچی نے مرتب کیا تھا اور مقتدرہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ **اصطلاحاتِ ابلاغِ عامہ** کے مسودے کی تکمیل اور نظر ثانی کی اطلاع بھی ملتی ہے اور یہ کام جامعہ کراچی کے زکریا ساجد صاحب کو تفویض کیا گیا[۴۸]۔ پشاور میں ڈاکٹر عطاءاللہ کی سرکردگی میں علوم انجنیری (میکانی، برقی، سول) کی اصطلاحات پر کام شروع کرنے کی اطلاع بھی ملتی ہے۔ اسی طرح حیاتیات کی اصطلاحات میں حرف B تک اور بحریات کی اصطلاحات میں ۱۴۰۰ تک اور کیمیا کی اصطلاحات حرف A میں ۱۱۵۰ تک اصطلاحات تیار کرنے کی اطلاعات ملتی ہیں[۴۹]۔

۱۹۸۴ء میں **اصطلاحاتِ ابلاغِ عامہ، کمپیوٹر سائنس، بحریات، فوٹوگرافی** اور **کشافِ اصطلاحات فلسفہ** کے منصوبے زیرِ تدوین ہونے کی اطلاع ملتی ہے[۵۰]۔

۱۹۸۵ء میں ان میں **کشافِ اصطلاحاتِ ٹرانسپورٹ** اور **کشافِ حیاتی کیمیا** کا

اضافہ بھی ہوتا ہے[۳۴]۔ ۱۹۸۶ء میں ان میں کشافِ اصطلاحات معاشیات بھی شامل نظر آتی ہے۔ کشاف سائنسی و تکنیکی اصطلاحات ۱۹۹۳ء میں طبع ہوا۔

۱۹۸۷ء میں مجلس زبان دفتری پنجاب کے تیار کردہ دفتری لغت پر مقتدرہ کی مجلس استناد کا کام مکمل ہونے کی نوید ملتی ہے، جس پر سات ماہ صرف ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اصطلاحات بحریہ کا استناد بھی مکمل ہوا[۳۵] جو معیار بندی کے بعد جی ایچ کیو کو واپس لوٹا دیا گیا۔ اس سال انفرادی اور اجتماعی کھیلوں کی اصطلاحات بھی زیر تدوین تھیں۔ ۱۹۸۸ء میں سائنسی علامات، ترقیمات اور ہندسے زیر طبع تھے[۳۶]۔ کمپیوٹر سائنس کے موضوع پر فرہنگ اصطلاحات حاسبات جامعہ کراچی نے مقتدرہ کے تعاون سے شائع کی ہے۔ سائنسی علامات و ترقیمات اور ہندسے ۱۹۹۰ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اگر مقتدرہ کے اصطلاحی کاموں میں اس کے قومی انگریزی اردو لغت (۱۹۹۲ء) کو بھی شامل کر لیا جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ اس کی بنیاد چونکہ ویبسٹر ڈیلکس ایڈیشن ۱۹۸۶ء پر رکھی گئی ہے، جس میں اصطلاحات کو اہمیت دی گئی ہے، اس لیے اس لغت میں اصطلاحات کا بیشتر ذخیرہ آ گیا ہے۔ ایک عمومی لغت ہونے کے باوجود اس میں اڑھائی سو سے زیادہ علوم و فنون کی اصطلاحات شامل ہیں۔ کوشش کی گئی ہے کہ اصطلاحات کا اردو مترادف دیا جائے۔ بعض اوقات قدیم سرمایہ اردو سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اور پاکستان کی علاقائی زبانوں کے الفاظ بھی استعمال میں لائے گئے ہیں۔ انگریزی کے بعض لاطینی نام بجنسہ لیے گئے ہیں۔ عمومی رجحان امتزاجی رہا ہے۔

اصطلاح سازی میں لفظی مشتقات کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے مثلاً ایٹم سے ا۔ٹمیت (Atomsim) اور ا۔ٹمیانا (Atomize) یا کبالا (Cabala) سے کبالیت (Cabalism) اور کبالیتی (Cabalistic) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر عبدالمالک عرفانی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جدید الفاظ و اصطلاحات کا ترجمہ کرتے ہوئے اگر اردو کا کوئی لفظ پہلے سے موجود نہیں تو نئے الفاظ بنانے کے اصولوں کے مطابق نیا اردو لفظ بنا لیا گیا ہے[۳۷]۔

جہاں اصطلاحی تراجم کیے گئے ہیں، وہ قابل ذکر ہیں، خاص طور پر طویل اصطلاحوں کے تراجم جن میں سلاست اور قربتِ مفہوم پر توجہ دی گئی ہے جیسے Thyridopteryx Epheneraeformis (کم حیات دھند کہ چیونٹی)، Physostigma Venenosuna (زیرہ گیر مسموم)، Gypsophila Paniculata (گچ پسند خوشے دار) یا Nesokia Bendicota (کیسہ دار مورخور)۔ اس لغت میں نئی لفظ سازی (Neologism) بھی قابل توجہ ہے۔ جیسے نقشاب (Water mark) سکڑ لفاف (Shrink-wrap)، نج کاری (Privatization)، معلومات بندی (Data Processing)، ترنا (Float)، گرمابہ (Geyser)، خوناب (Serum)، یک گیر (Autoecious) پس زنی (Back lash) نمل فشانی (Anting)، کمڑیلا (Araneiform)، دھونک ٹانکا (Blow Torch) ا۔ٹمیانا (Atomize)، ایٹم پاش

(Atomizer)، گرتاؤ (Seasoning)، خشکاؤ (Drying)، جھری اندازی (Tread)، ترشاٹا
تکناٹا (Acerhate)، ترشاؤ (Acidosis) وغیرہ۔

ہیئتِ حاکمہ کی روداد ۱۹ ستمبر ۱۹۸۴ء سے اتنا پتا چلتا ہے کہ جمیل الدین عالی صاحب نے مقتدرہ کو **اصطلاحاتِ اقتصادیات** کا مسودہ فراہم کرنے کا وعدہ کیا، جو ان کی نگرانی میں نیشنل بنک کی طرف سے تیار کیا گیا تھا۔ انھوں نے یہ مسودہ مقتدرہ کو بطور عطیہ دینے کا وعدہ کیا تھا[۵۵]۔ پشاور میں ڈاکٹر عطاءاللہ سے رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا[۵۶]۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ باقی منصوبے پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکے۔ ۹۰-۱۹۸۹ء کی رپورٹ میں زیرِ غور منصوبوں میں **اصول اردو اصطلاحات سازی**، **علم اصطلاحات سازی**، اور **کتابیات اردو اصطلاحات** جیسی نظری کتابوں کے ساتھ ساتھ **پٹرولیم**، **طباعت**، **صنعتی فنون**، **کیمیا**، **فلسفہ**، **سماجی علوم**، **پاکستانی پیشوں** کی اصطلاحات اور دنیا کے **پیشہ ورول منصبوں**، **عہدوں کے نام** کے موضوعات پر نئے منصوبوں کا ذکر بھی ہے، جو خوش آئند بھی ہے اور نئے تقاضوں سے ہم آہنگ بھی ہے[۵۷]۔ کتابیات کا منصوبہ **اردو اصطلاحات نگاری** کے نام سے ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا ہے۔

۱۹۹۲ء میں مقتدرہ میں قانون کے ایک جامع کشاف نیز سائنس اور ٹیکنالوجی کے ایک ایک جامع کشاف کے زیرِ تدوین ہونے کی نوید بھی ملتی ہے[۵۸]۔

مقتدرہ کے عزائم میں یہ بات نظر آتی ہے کہ تمام سابقہ ذخیرہ اصطلاحات کو جمع کر کے اور معیار بندی کے اصول مقرر کر کے انھیں یک جا مرتب کیا جائے، اصطلاحی بینک بنایا جائے اور انھیں کثیر جلد **جامع قاموس اصطلاحات** کی صورت میں شائع کیا جائے، جس میں کم و بیش چار لاکھ اصطلاحات موجود ہوں[۵۹]۔ یہ تعداد یونیسکو کی سفارش کردہ تعداد یعنی تین سے چار لاکھ کے مطابق ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو میں اگر اصطلاحی ذخیرہ جمع کر لیا جائے تو تمام علمی، سائنسی، فنی، تکنیکی امور اردو میں بہ آسانی بیان کیے جا سکتے ہیں اور اس لحاظ سے اردو میں اصطلاحات کی کوئی کمی نہیں[۶۰]۔

حوالہ جات:

۱۔ سالانہ رپورٹ (۱۹۸۷ء-۱۹۸۸ء)، اسلام آباد (۱۹۸۸ء): مقتدرہ قومی زبان، ص: ۳۱۔
۲۔ بحوالہ: مقتدرہ قومی زبان: ایک تعارف، اسلام آباد (۱۹۸۴ء)، ص: ۱۔
۳۔ بحوالہ: ارمغان مقتدرہ، اسلام آباد (۱۹۸۷ء)، ص: ۴۔
۴۔ سالانہ رپورٹ، (۱۹۸۷ء-۱۹۸۸ء) "حرف آغاز" ص: ۱۱۔
۵۔ ایضاً" ص: ۱۱۔
۶۔ مقتدرہ قومی زبان: ایک تعارف، ص: ۵۔

۷۔ ڈاکٹر انور سدید "اردو میں وضع اصطلاحات" ماہنامہ **محفل**' لاہور' اگست ۱۹۸۸ء' ص: ۳۲۔
۸۔ سالانہ رپورٹیں (۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۵ء)' ص: ۷۶۔
۹۔ ایضاً" ص: ۱۶۲۔
۱۰۔ سالانہ رپورٹ' (۱۹۸۷ء۔ ۱۹۸۸ء)' ص: ۱۹۔ و۔ سالانہ رپورٹ' (۱۹۸۹ء۔۔۔ ۱۹۹۰ء)' ص: ۱۹۔
۱۱۔ سالانہ رپورٹیں (۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۵ء)' اسلام آباد (۱۹۸۶ء) "رپورٹ ۱۹۸۱ء تا ۱۹۸۲ء"' ص: ۱۲۱۔
۱۲۔ ہیئت حاکمہ کی روودادیں' اسلام آباد (۱۹۸۷ء)' ص: ۴۹۱۔
۱۳۔ بحوالہ: ڈاکٹر سید عبداللہ' "وضع و استناد اصطلاحات" اسلام آباد (۱۹۸۴ء)۔
۱۴۔ ملاحظہ ہو:

الف: ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری' اردو اصطلاحات سازی (کتابیات)' اسلام آباد (۱۹۸۴ء)۔

ب: محمد طاہر منصوری' عربی اصطلاحات سازی (کتابیات)' اسلام آباد (۱۹۸۵ء)۔

ج: سید عارف نوشاہی' ڈاکٹر مہر نور محمد' فارسی اصطلاحات سازی (کتابیات)' اسلام آباد (۱۹۸۵ء)۔

۱۵۔ دیکھیے: الف۔ مجلس زبان دفتری پنجاب ایک تعارف' ۱۹۸۵ء'۔
ب۔ جامعہ کراچی میں اردو' طارق محمود' ۱۹۸۶ء'۔
۱۶۔ سالانہ رپورٹ' (۱۹۸۷ء۔ ۱۹۸۸ء)' ص: ۲۳۔
۱۷۔ سالانہ رپورٹ (۱۹۸۸ء۔ ۱۹۸۹ء)' ص: ۲۴۔
۱۸۔ بحوالہ: اعجاز راہی' روداد سیمینار اردو زبان میں ترجمے کے مسائل' اسلام آباد (۱۹۸۶ء)' ص: ۷۔
۱۹۔ سالانہ رپورٹ (۱۹۸۵ء۔ ۱۹۸۶ء)' اسلام آباد (۱۹۸۷ء)' ص ص: ۴۸'۴۹۔
۲۰۔ ڈاکٹر انور سدید' محولہ بالا' ص: ۳۲۔
۲۱۔ شکیل احمد منگلوری' مقتدرہ قومی زبان اور اصطلاحات سازی' اسلام آباد (۱۹۸۷ء)' ص: ۱۴۔
۲۲۔ ایضاً" ص: ۱۷۔
۲۳۔ ایضاً" ص: ۱۳۔
۲۴۔ ایضاً" ص: ۲۰۔
۲۵۔ بحوالہ: سالانہ رپورٹ (۱۹۸۸ء ۔ ۱۹۸۹ء)' ضمیمہ "مجالس استناد"۔
۲۶۔ ڈاکٹر انور سدید' محولہ بالا' ص: ۳۳۔
۲۷۔ ہیئت حاکمہ کی روودادیں (۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۶ء)' اسلام آباد (۱۹۸۷ء)' ص: ۱۷۹۔

۲۸- ڈاکٹر سید عبداللہ، محولہ بالا، ص: ۸-

۲۹- سالانہ رپورٹیں (۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۵ء)، ص: ۱۲۴-

۳۰- بحوالہ: رشید احمد صدیقی، کشاف قانونی اصطلاحات، اسلام آباد (۱۹۸۷ء)، "دیباچہ" ص: ۷-

۳۱- سرفراز شاہد، اصطلاحات موسمیات، اسلام آباد (۱۹۸۴ء)، پیش لفظ، ص: ۳-

۳۲- ڈاکٹر انور سدید، محولہ بالا، ص: ۳۳-

۳۳- بحوالہ: ڈاکٹر ممتاز علی انور، اردو زبان میں لائبریری سائنس کی اصطلاحات، پاکستان لائبریری بلیٹن، ۱۹۸۹ء، ص: ۴-

۳۴- شکیل منگوری، محولہ بالا، ص: ۱۳-

۳۵- ڈاکٹر محمود الرحمان، اصطلاحات فنون طباعت و ترسیم، "پیش لفظ" ص: ۵-

۳۶- سجاد ظفر عرفانی، کشاف اصطلاحات اسلامی قانون، نوائے قانون، اسلام آباد، جنوری ۱۹۹۲ء، ص: ۴۲-

۳۷- بحوالہ: سالانہ رپورٹیں، ص: ۱۲۱-

۳۸- بحوالہ: تعلیمی اصطلاحات، اسلام آباد (۱۹۸۵ء)، عرض ناشر-

۳۹- فرخ مجید، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کا مطالعہ، تعلیمی خدمات کے حوالے سے، لاہور (ستمبر ۱۹۸۸ء)، مقالہ برائے ایم اے ایجوکیشن، ص: ۱۱۵-

۴۰- شکیل احمد منگوری، محولہ بالا، ص: ۱۸-

۴۱- بحوالہ: مسعود احمد چیمہ، اصطلاحات حسابداری و محاسبی، اسلام آباد (۱۹۸۵ء)، "پیش لفظ"-

۴۲- بحوالہ: محکموں اور اداروں کے نام، اسلام آباد (۱۹۸۵ء)، "پیش لفظ" ص ص: ا تا ج-

۴۳- حسین احمد شیرازی، اصطلاحات کسٹم، اسلام آباد (۱۹۸۸ء)، بحوالہ: "ابتدائیہ"-

۴۴- ڈاکٹر عبدالمالک عرفانی، اردو میں عدالتی فیصلہ نویسی اور منتخب عدالتی فیصلے، اسلام آباد (۱۹۸۹ء)، ص: ۳۲۳-

۴۵- بحوالہ: سالانہ رپورٹ (۱۹۸۸ء- ۱۹۸۹ء)، ص: "ضمیمہ جات"-

۴۶- بحوالہ: سالانہ رپورٹیں (۱۹۷۹ء- ۱۹۸۵ء) ص: ۸۰-

۴۷- بحوالہ: ایضاً، ص: ۸۶-

۴۸- ایضاً، ص: ۹۲-

۴۹- ایضاً، ص ص: ۱۲۲، ۱۲۳-

۵۰- ایضاً، ص ص: ۱۸۲ تا ۱۸۳-

۵۱- ایضاً، ص ص: ۲۰۷، ۲۰۹-

۵۲- سالانہ رپورٹیں (۱۹۸۶ء- ۱۹۸۷ء)، ص: ۱۵-

۵۳- سالانہ رپورٹ (۱۹۸۷ء- ۱۹۸۸ء)' ص: ۴۰-

۵۴- ڈاکٹر عبدالمالک عرفانی' اردو زبان کی تاریخ کا ایک بے مثال کارنامہ' **نوائے قلنون'** اسلام آباد' اکتوبر ۱۹۹۲ء' ص: ۴۵-

۵۵- ہیئت حاکمہ کی روودادیں' ص ص: ۴۹۴'۴۹۵۔

۵۶- ایضاً، ص: ۴۹۸-

۵۷- سالانہ رپورٹ' (۱۹۸۹- ۱۹۹۰ء)' ص: ۶۰-

۵۸ - سالانہ رپورٹ (۱۹۹۱ء - ۱۹۹۲ء)' ص: ۸

۵۹- سالانہ رپورٹ (۱۹۸۸ء- ۱۹۸۹ء)' ص: ۲۰- و سالانہ رپورٹ (۱۹۸۹ء- ۱۹۹۰ء)' ص ص: ۱۸ تا ۱۹- سالانہ رپورٹ (۱۹۹۰ء- ۱۹۹۱ء) ص ص: ۱۸-

۶۰ - مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے:

-ڈاکٹر عطش درانی' لغات و اصطلاحات میں مقتدرہ کی خدمات' (۱۹۹۳ء)-
نیز اردو اصطلاحات نگاری (کتابیاتی جائزہ) (۱۹۹۳ء)'
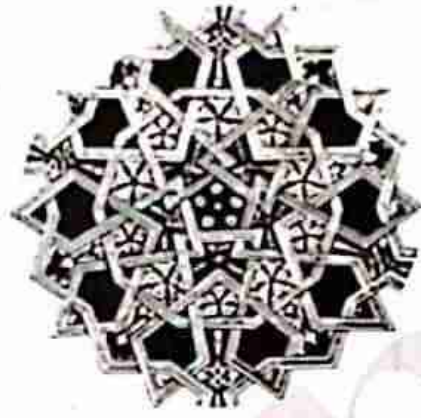
ضمیمہ جات

۱ : مجموعہ ھائے اصطلاحات (اعداد و شمار)

۲ : اصطلاحات طبیعیات کا تقابلی چارٹ

۳ : اصطلاحات علم کیمیا اور حیاتیاتی کیمیا کا تقابلی چارٹ

۴ : نمونہ گلاسری غالب اکیڈمی نئی دھلی

۵ : یوربین ماھرین اصطلاحات کے مراسلے

۶ : اُردو انگریزی اصطلاحات (اشاریہ)

۷ : انگریزی اُردو اصطلاحات (اشاریہ)

۸ : کتابیات

۹ : اشاریہ (شخصیات و ادارہ جات)

۱۰ : انگریزی خلاصہ۔

ضمیمہ نمبرا

(الف)

مجموعہ ہائے اصطلاحات

(اعداد و شمار)

موضوعات	مکمل لغات	اشاریے	کل
کل مجموعے:	۳۰۱	۴۸۱	۷۸۲
جامع لغات:	۳۵	۴	۳۹
ادبیات، لسانیات، فنون لطیفہ:	۸	۱۳	۲۱
مذہبی و دینی اصطلاحات:	۱۴	۳	۱۷
سماجی و تعلیمی علوم:	۴۱	۱۲۰	۱۶۱
تعلیم	۴	۶	۱۰
فلسفہ	۲	۲۳	۲۵
نفسیات	۴	۲۹	۳۳
انسانیات/عمرانیات	۹	۱۴	۲۳
سیاسیات	۴	۱۸	۲۲
معاشیات	۱۵	۲۵	۴۰
تاریخ	۳	۵	۸
سائنس (طبعی)	۳۸	۱۳۹	۱۷۷
عمومی سائنس	۸	۸	۱۶
طبیعیات	۶	۵۶	۶۲
کیمیا	۷	۲۲	۲۹
ریاضی/شماریات	۵	۳۵	۴۰
فلکیات	۳	۱۱	۱۴
ارضیات/جغرافیہ	۹	۷	۱۶
سائنس (حیاتیاتی، طبی، زرعی)	۵۹	۱۰۰	۱۵۹
حیاتیات	۱۴	۱۳	۲۷
نباتیات	—	۱۹	۱۹
حیوانیات	—	۱۸	۱۸
طب	۳۷	۴۱	۷۸

زراعت	۸	۹	۱۷
نیاتی، انجینئری، ہنرمندی	۲۵	۴۴	۶۹
عمومی ٹکنیکل، نیاتی	۱۲	۴۴	۵۶
مخصوص شعبہ جات	۱۳	-	۱۳
دفتری و قانونی:	۵۸	۱۳	۷۱
دفتری	۲۷	۸	۳۵
قانونی	۳۱	۵	۳۶
پیشہ ورانہ علوم:	۲۳	۴۵	۶۸
صحافت/ابلاغیات	۴	۸	۱۲
کتابداری	۷	۱۰	۱۷
عسکریات	۱۲	۲۱	۳۳
خانہ داری	-	۶	۶

۷۷۷ لغات و اشاریے + ۵ (ازاں ۳ لسانی و معاشی اشاریے + ۲ قانونی و اسلامی لغات): ۷۸۲

(ب)

شماریاتی جائزہ

حسب ذیل جائزہ شماریاتی اصولوں کے استعمال کے بعد تخمیناً" پیش کیا جا رہا ہے۔
(فرہنگ اصطلاحات کی پہلی سو اصطلاحات کے ساتھ دیگر فرہنگوں کا تقابلی جائزہ لیا گیا۔
اس شماریاتی تخمینے میں غلطی کا امکان ۵ سے ۱۰٪ تک ہے۔)

نمبر شمار	لغت/ادارہ	تعداد اصطلاحات (ہزاروں میں)	عدم شمولیت کے باعث فی صد اضافہ (تخمیناً)	کل ذخیرہ اصطلاحات
۱۔	فرہنگ اصطلاحات (اردو سائنس بورڈ)	۱۲۰	٪۱۰۰	۱۲۰
۲۔	قاموس الاصطلاحات (اردو اکیڈمی)	۶۰	٪۱۰	۶
۳۔	طبی اصطلاحات و دیگر اشاریے (اردو سائنس بورڈ)	۳۳	٪۳۳	۱۱
۴۔	فرہنگ اصطلاحات جامعہ عثمانیہ و انجینئرنگ کے کالج وغیرہ (جلد اول، دوم) مقتدرہ قومی زبان)	۷۲	٪۱۶	۱۲
۵۔	دفتری الفاظ و محاورات کی لغت (مجلس زبان دفتری)	۳۵	٪۱۵	۵
۶۔	مقتدرہ کے متفرق لغات	۲۰۰	٪۲۰	۴۰
۷۔	پاکستانی جامعات، ترقی اردو بورڈ و دیگر اداروں کے لغات۔ (بیشتر "فرہنگ اصطلاحات" میں شامل ہیں	۶۶۰	٪۱	۶۶
۸۔	کتابی اشاریوں میں موجود (غیر مرتب)	۵۰	٪۱۰	۵
				۲۶۵
۹۔	زیر تکمیل (متوقع) ۹۳-۱۹۹۲ء	۲۵۰	٪۱۰	۲۵
				۲۹۰

موجودہ اصطلاحات = اڑھائی لاکھ سے زائد۔
متوقع موجود اصطلاحات = تین لاکھ کے قریب۔

ضمیمہ نمبر۲

اصطلاحات طبیعیات PHYSICS کا تقابلی چارٹ

English	French	Spanish	Italian	Dutch	German
مفرد اصطلاحیں					
Absolute	Absolue	Absoluta	Assoluta	Absolute	Absoluter
Dew	Rosee	Rocio	Rugiada	Dauw	Tau
Heat	Chaleur	Calor	Colare	warmte	warme
Solar	Solaire	Solar	Solare	Zonne	Sonne
Solid	Corps Solide	Cuerpo Solido	Corpo Splido	Vast Lichaan	Festkorper
Vacuum	Vide	Vacio	Vuoto	Luchledig/Vacuum	Luftleere/Vakum
Calorimetry	Calorimetrie	Calorimetria	Calorimetria	Calorimetrie	Kalorimetrie Warmemessung

English	French	Spanish	Italian	Dutch	German
Centrifugal	Centrifuge	Centrifugo	Centrifugo	Centrifugal	Zentrifugal
Infrared	Infrarouge	Infarrojo	Infrarosso	Infrarood	Ultrarot
Mach Wave	Onde de Mach	Onda de Mach	Onda di Mach	Mach golf	Mache sche welle
Ultrafiltration	Ultrafiltration	Ultrafiltracion	Ultrafiltrajione	Ultrafilfiltratie	Ultrafiltration
مرکب اصطلاحیں					
Fieldlens	Lentille de champ	Lente de camps	Lente de canpo	Veldlens	Feld Linse
Ferro	Ferro	Ferro	Ferro	Ferro	Ferro
electric	electrique	electrico	elettrico	elektrish	elektrisch
مشتق / سابقہ لاحقہ اصطلاحیں					
Desensitization	Densensibilisation	Densibilizacion	Densibilizzazione	Densensibilisatie	Desensibilsierung
Development	Developpement-	Desarrollo	Sviluppo	Ontiwikkeling	Entwicklung
Non-metal	Metalloide	Metaloide	Metalloide	Niet-Metaal	Nichtmetall
Renormalization	Renormalisation	Renormalizacion	Rinormalizzazione	Hernormalisatie	Renormierung

Source: Clason, W.E., **Elsevier's Dictionary of General Physics.** (English/French/Spanish/Italian/Dutch/German)
Amsterdam = Elsevier Scientific Publishing Co . 1962.

ضمیمہ نمبر۳: اصطلاحات علم کیمیا (CHEMISTRY) اور حیاتیاتی کیمیا (BIO CHEMISTRY) کا تقابلی چارٹ

English	French	Spanish	Italian	German
عناصر				
Aluminium	Aluminium	Alumini	allumini	Aluminiom
Carbon	Carbone	Carbono	Carbonio	Kohlenstoff
Copper	Cuiver	Cobre	Rame	Kupfer
Nitrogen	Azote	Nitrogen	Azoto	Stickstoff
Oxygen	Oxygene	Oxigeno	Oxigeno	Sawrstoff
Phosphorus	Fosfore	Fosforo	Fosforo	Phosphory/ Leuchtschirmsu- bstanzen
مرکبات				
Potassium	Potassium	Potasio	Potassio	Kalium
Sodium	Sodium	Sodio	Sodio	Natrium
Aluminium Bromide	Bromuire d,aluminium	Bromuro aluminco	Bromuro di aluminico	Aluminium Borhydrid
Carbon dioxide	Bioxyde de Carbone	dioxide de carobono	Biosside di Carbinie	Kohlendioxyd
Copper lactate	Lactate de cuivre	Lectato de cobre	Lattato di rame	Kupferlactat
Nitrogen Peroxide	Per oxyde d, Azote	Peroxido de nitrogeno	Perossido di azoto	Stick Stoffdioxyd
Oxidized Bitumen	Bitume Oxyde	Betum soplado	Bitum Ossidato	Geblasens- Bitumer
Phosphorous Acid	Acide Phosphoreuse	acido fosforoso	Acido Fosforose	Phosphorigsaure

English	French	Spanish	Italian	German
Potassium Chloride	Chlorure de Potassium	Cloruro de Potasio	Cloruro Potassio	[illegible]
Sodium Nitrate	Nitrate de sodium	Nitrato sodico	Nitrato di sodio	Natriumnitrat;chi- lesalheter
مفرو اصطلاحیں				
Alumina	Alumine	Alumina	Allumina	Tonerde
Fusion	Fusion	Fusione	Schmelzun[illegible]	
Plastics	Plastiques	Plastico	Materia Plasstica	Kumstofle Schutzmasse Abdeckmiltel
Smoke	fumee	hummo	fumo	rauch
مرکب اصطلاحیں				
Alumina Blancfixe	Blanc fixe d'alumine	Blonco fijo de alumina	Biance fisso di alllumina	Aluminium blancfixe
Backwashing	reextraction	Ree fraccion	Riestrazione	Ruch waschung
By-Product	Produit secondaore/ Sous-product	Subproducto/ Producto secumario	Prodotto secondario/ Sottoprodotto	Nebenprodukt
Dip Plating	Depot au trempe	Depositr porin mersion	Deposito perimmersione	Eintauch plattierung
Nitrogen fixation	Azotation	Fijacion de el nitrogeno	Assimilazione dell, Azote	Bindung des Atmospharischen
Phosphate rock	Rocke Phosphatee	Roca de Fosfato	Fosforite	Calciumphet
Potash Bulbs	Appareil apotasse	Recipiente para solucion Potasica	Apparato per potassa	Kaliapparat
Soda - lime	Caaux Sodee	Cal sondada	Celce sodate	Natronkalk

Dorian, A.F., **Elsevier's Distionary of Chemistry, (Including Terms from Bio-chemistry).** (English/French/Spanish/Italian/German), Amsterdam; Elsevier Science Publishers, 1983.

GLOSSARY - GHALIB ACADEMY, NEW DELHI ضمیمہ نمبر ۳

German	Japanese	Persian	Russian
Waechs Chussel	Soroban	Chartaka	Abak
			Schyoty
Abbe Beleucht	Abbe Shu	Chagal	Kondensa
unefs Adparol	Ko Renzu	Indehs-Abbe	tor,Yonn
			koctAbbe
Abbe Ref-	Abie no	Inkesar	Refracto
raktometer Abbe	Kussel-Sukee	sanj-e-Abbe	metre
			Abbe
Brechengsabw-	Shusa	Kajravi	Abirratsiya
eichung			
Abirrung des	Kokosa	Inheraf	Abirrat-
lichetes		e-noor	siya Sveta
Leistungs	Noryoku	Tawanai	Spacob
fahigkeit		Istedad	mostch
Abuntzung		Mason,	Adam
			Takkamal
Abszisse	Ozahyo	Arz	Os abstsiss
			Absissa
Absolute	Kihon	Mutlaq	Apsalyoutny
	(Zettai)tanino		
Absolute	Zettai	Wahidha-e-	Apsalyotnaya
			Yidinitsa
Masseinheit	tani	motalagh	
Absorbieren	Suikomu	Jazb	Pagla
			Shyatch
Absorber	Kyushuso chi	Jazb	Paglatee
		konindeh	til,Apsorhir
Absorptions	Kyushiritsu	Qabliat-	Coefit--
ver mogen		e-jazb	sient poglo
			shyeniya

English	Urdu	Arabic	Chinese	French
Abacus	Gintara	Mehesba	Shuan phan	Abaque
Abbe Condenser	Abbe Muksila	Muksif Abbe	Tiang Dong-chi	Condenseur d'Abbe
Abbe Refractometer	Abbe inetafpaima	Miqyas-Abbe	Zhe she si	Refractometred Abbe
Abberration	Kajravi	Inhiraf	Xiang Chai	Abberration
Abbreation of light	Noori Kajravi	Alzaigh Alzoui	Kuang de xiang chai'	Aberration de lalumiere
Ability	Qabliat Istedad	Qydrat	Neng li	Aptitudes
Abrasion	Ghisau	Takkal	Mo shi	Broutage
Abscissa	Masqtua	Albnuad alsainee	Hengtsuo piao	Abscisse
Absolute	Mutlaq	Mutlaq	Jue tui	Absolue
Absolute Units	Mutlaq Ikaiyan	Alwahe datulmutlaq at	tue tui tamwei	Unite-e solue
Absorb	Jazb	Emtas,Jazb	Xi shou	Absorber
Absorber	Jazbkar Jazbkuninda	Mass Massas	Xi shou chi -	Absorbeur
Absorptance	Jazbiqadr	Aamil-ul imtesas	Xi shoupl	Facterur 'd absorption

ضمیمہ نمبر ۵

COMMISSION
OF THE
EUROPEAN COMMUNITIES

Luxembourg, 1988/12/08
JG/pf - 432/88

Specialized Department
Terminology and Computer
Applications
Luxembourg

Mr. Attash Durrani

Dear Sir,

Thank you for your letter of 31.10.1988.

My Department, Terminology and Computer Applications, with its main seat in Luxembourg, also has a branch for the Brussel's sector.

It is responsible for the development of computer tools for the whole Translation Directorate in Brussels and Luxembourg. The task comprises:

- the setting up of work stations for translators, giving access to text bases for translation, terminology and documentation data bases and even machine translation as translation aids.
  The secreterial staff will be equipped in the same way;
- the development of machine translation from French and English into English, French, German, Dutch and Italian;
- the setting up of automated documentation data bases for translators;
- the publication of multilingual thematic glossaries;
- the development of the Eurodicautom Terminology Data Bank which is in fact the centrepiece of our activities.

We have to serve the translation divisions in Brussels and Luxembourg, one for target language, 18 in all.

Our terminology bank is used by all EC institutions with an average of more than 2 000 queries per day. It is also used by the UN-agencies in Vienna, the Dutch and Swiss Government administrations and many others. It can also be used by any user all over the world linked to the EC-server ECHO via the public network. Eurodicautom contains 460 000 concepts and more than 110 000 abbreviations.

My Department also publishes a Bulletin, Terminologie et Traduction, with 3 or 4 issues a year.

I look forward to hearing from you.

Yours truly,

J. GOETSCHALCKX
Adviser

Infoterm

Affiliated to ON (Austrian Standards Institute)
Heinestraße 38 Wien 2 Austria

International Information Centre for Terminology
Centre International d'information pour la Terminologie
Internationales Informationszentrum für Terminologie

Postal address: Österreichisches Normungsinstitut (ON)
Postfach 130 A-1021 Wien (Austria)

Mr. Atiesh DURRANI
Dept. of Compilation
National Language Authority

16 D (West) F 6/1
Islamabad
Pakistan

Your reference / Your date	Our reference	Our date
	850/nl/hu	1989 01 16

Subject

Exchange of terminological publications

Dear Mr Durrani,

Thank you very much for your letter of 1988 11 02 which was forwarded to us by the Unesco offices in Paris.

For this purpose we dispatch to you a number of documents which would be of interest to you. In order to secure a continuous flow of terminological information we would recommend you to consider the possibility of becoming a TermNet Member (for details see enclosed invitation letter).

I look forward to a fruitful co-operation.

Enclosures

Yours sincerely,

Mag. Wolfgang Nedobity, Dip. Lib.
Deputy Director of Infoterm

du: A Pakistan
A Exchange contracts

Infoterm

TermNet

INTERNATIONAL NON PROFIT ASSOCIATION

International Network for Terminology . Réseau International de la terminologie . Internationales Terminologienetz
P.O. Box 130, A-1021 Vienna (Austria)

Mr Aftash DURRANI, Aide
Dept. of Compilation
National Language Authority

16 D (West) F 6/1
Islamabad
PAKISTAN

Your reference/date:
ga/tr
Our reference/date: 1989 01 18

Subject:
TermNet membership; TermNet publications

Dear Mr Durrani,

In this connection it is certainly of interest to you to receive information on the International Network for Terminology (TermNet). TermNet has been in existance since the 1970s as a loose network of collaboration between institutions, organizations active in the field of terminology with the International Information Centre for Terminology (Infoterm) acting as focal point. This network has been restructured into an international non-profit organization. Its statutory organs and the TermNet Secretariat were established on 12 December 1988 (enclosure 1).

The objectives of TermNet are explained in the documentation enclosed (enclosure 2). To achieve these objectives TermNet prepares publications, organizes meetings, congresses, seminars, etc.

Among others, TermNet publishes the journal TermNet News in which we report on the activities of TermNet and its Members as well as on the international developments in the field of terminology in general. If you would like to subscribe to this journal, please return the enclosed form to us. We would also be pleased to publish information on your activities in the field of terminology in TermNet News.

We are looking forward to hearing from you.

Yours sincerely,

Christian Galinski
Executive Secretary

du: A 1NH

Telephone: (0222) 26 75 35-
Telefax: (0222) 21 63 272
Telex: 115960 onorm a

Secretariat:
Heinestrasse 38
A-1020 Vienna (Austria)
Office hours: 9 a.m. - 4 p.m.

ul. Filtrowa 54/58 p. I
02-057 Warszawa, Poland
tel. 25-88-81, 25-85-21
Account: Bank PKO SA II O
No 5.01031-157-81-7870-25319
Warszawa, ul. Kredytowa 3

International Organization for Unification of Terminological Neologisms – IOUTN
affiliated with UN, DPI
World Bank of International Terms – WBIT
affiliated with IOUTN

Our ref: 257/89
Your ref: Y/505/86/A

Warsaw 02 August 1989.
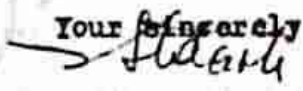
Dear Mr. Attash Durrani,

Thank you for your letter of March 16, 1989. Please find enclosed publications and information about our organization as required.

Unfortunately, for the moment we have not on stock the publication "The Road to transnationalization of Terminology".

Awaiting further exchange of publication,

Yours sincerely
[signature]

Zygmunt Stoberski
President IOUTN

۵۵۲

Infoterm

Affiliated to ON (Austrian Standards Institute)
Heinestraße 38 Wien 2 Austria

International Information Centre for Terminology
Centre International d'Information pour la Terminologie
Международный информационный центр по терминологии
Internationales Informationszentrum für Terminologie

Ed address: Österreichisches Normungsinstitut (ON) Postfach 130 A-1021 Wien (Austria)

Dr. Allash Durrani
Deputy Director
National Language Authority
(Cabinet Division)

Islamabad.
PAKISTAN

Our reference 850/km/na 1991 11 25

Publication of your thesis

Dear Dr. Durrani,

We acknowledge receipt of your letter of 10 Nov. 1991 addressed to Mr Galinski concerning the possibility of publishing an abstract of your thesis in one of our journals. We'll gladly accept this offer and will include your contribution in the next regular issue of our Journal TermNet News; a reprint of your paper will certainly be forwarded to you in due course.

We very much look forward to close collaboration in the future.

Yours sincerely,

Encl.

Magdalena Krommer-Benz, M. A.

cc: A Pakistan
Exchange

Dariusz Gąsior
UNIWERSYTET IM. A. MICKIEWICZA
INSTYTUT JĘZYKOZNAWSTWA
ADAM MICKIEWICZ UNIVERSITY
INSTITUTE OF LINGUISTICS
ul. Marchlewskiego 128 61-874 Poznań
POLAND

Poznań, dnia ______________ 19 ____

Poznań, May 27, 1989

Mr. Atish Darani
Muqtadara Qaumi Zuban
Huqumat Pakistan
Kabina Division
Blue Area
ISLAMABAD Pakistan

Dear Sir,

"Assalom Aleykum", I hope my letter will find you in good mood and high spirit. Yesterday I received from Warsaw the materials on terminology for you. They are very interesting. Thanks to you I have learned that we had such an organization here in Poland. I hope you will get the materials quick and in good conditions. If you need anything more from Poland just write to me. I will do my best.

Remember me, please, to your collegues.

With best regards

Dariusz Gąsior

Germanic and Slavic Languages
and Literatures
(216) 672-2290

1993-05-09

Mr. ATTASH DURRANI
BUREAU OF TRANSLATION (TERMINOLOGY)
NATIONAL LANGUAGE AUTHORITY
16-D BLUE AREA
ISLAMABAD, PAKISTAN

Dear Mr. Durrani,
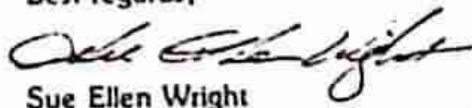
I am sending you information on the ASTM Terminology Symposium and on the ATA Conference, both of which will take place in early October of 1993 in Philadelphia, Pennsylvania, USA. If there is any way that you can attend these activities, I am sure that they would be of interest to you. You might conceivably be able to make contact with other Arabic specialists in the ATA who would be interested in terminology exchange or mutual terminology research projects.

I might specifically suggest that you contact the following colleague who has asked about the possibility of just such exchange.

Mark Juditz
P.O. Box 7693
Austin, TX 78713
USA

I regret that you did not include your fax number on your fax. Consequently, I must reply by standard mail.

Best regards,

Sue Ellen Wright
Vice Chair, ANSI-Z39, TC37

Standardizing and Harmonizing Terminology: Theory and Practice.

In every branch of science, technology, the arts, and business, terminologies are growing more complex. Harmonized vocabularies have become essential to efficient communication within any organization, between a firm and its customers, and among experts in every field of knowledge. The translation of technical terms and the retrieval of documents rely on standardized terminologies.

Harmonized terminologies are produced when technical specialists agree on usages of terms that are devoid of multiple meanings or ambiguities. Terminology harmonization is important within individual disciplines, between closely related disciplines, and across linguistic and cultural boundaries.

This symposium addresses the methods that may be used by standardizers, retrieval specialists, technical writers, and translators in focusing on precise concept designation and term definitions, as well as in finding the most appropriate term equivalents for technical concepts. Both the theory and the practice of harmonizing terminologies are addressed in several papers. A Round table Discussion is scheduled that will permit direct participation by all who attend the symposium.

ضمیمہ نمبر ۶

اردو، انگریزی اصطلاحات (اشاریہ)

ابتدائیہ	Initialism	تعریفی الفاظ	Descriptors
استناد	Standardization	تصریف	Inflection
اسم استفادی	Benefactive Noun	تصور	Concept
اسم عمل	Action Noun	تصوریات	Conceptology
اسم فاعل	Agentive Noun	تعامل	Process
اسم مفعول	Objective Noun	تعلیقے	Affixes
اسم مکان	Locative Noun	تعمیماتی	Generic
اسم نظیری	Analogical Noun	تعینی رکن	Determining Factor
اسم واقعہ	Factitive Noun	تلازم	Association of Ideas
اشتقاقیات	Etymology	جدید الفاظ سازی	Neologism
اصطلاح	Term	حرف صحیح	Consonent
اصطلاحات سازی	Terminology	خارجی	Entrinsic
اصطلاحات نگاری	Terminography	داخلی	Intrinsic
اصطلاحیات	Terminological Science	ذخیرہ (معلومات)	Data Bank
اصطلاحیہ	Vedethe	سابقہ	Prefix
اصول تشکیل	Designation	ساق	Stem
باز گیری	Retrieval	سرنامیہ	Acronym
بیانیہ نوٹ	Scope Note	صرفیہ	Morpheme
بین الاقوامیت سازی	Internationalization	ضابطہ	Code
تخصیصاتی/نوعی	Specific	ضابطہ بندی	Coding
ترکیبی مادہ	Root Word	عالمگیر کاری	Transnationalization
تشکیلات	Designations	علم اصطلاح	Terminology Science

Terminology	مجموعہ اصطلاحات	Conceptology	علم تصورات
Narrow Term	محدود اصطلاح	Knowledge Management	علمی انتظام
Abbreviation	مخفف	Knowledge Engineering	علمی انجینئری
Compound	مرکب	Convention	قرارداد
Thesaurus	معجم	Dicautom	تربیہ لغت
Sementics	معنویات	Athority	قوت نافذہ
Standardization	معیار بندی	Polysemy	کثیر لغویت
Neologism	نو لفظیت	Keywords	کلیدی الفاظ
Neologism	نئی الفاظ کاری	Folk Etymology	لوک اشتقاق
Broader Term	واضح اصطلاح	Suffix	لاحقہ
Monovalent	یک گرفتہ	Verbal Visual Image	لفظی بصری تصور/تمثال
Monosemy	یک معنویت	Root	مادہ
Synonymy	ہم معنویت	Related Term	متعلق اصطلاح
Homonymy	ہم نامیت	Illustration	مثال

ضمیمہ نمبر ۷

انگریزی، اردو اصطلاحات (اشاریہ)

Abbreviation	مخفف	Broader Term	واضح اصطلاح
Affixes	تعلیقے	Code	ضابطہ
Acronym	سرنامیہ	Coding	ضابطہ بندی
Action Noun	اسم عمل	Compound	مرکب
Agentive Noun	اسم فاعلی	Concept	تصور
Analogical	اسم نظیری	Conceptology	تصوریات/علم تصورات
Association	تلازم	Consonent	حرف صحیح
Authority	قوت نافذہ	Convention	قرار داد
Benefactive Noun	اسم استفادی	Data Bank	ذخیرہ (معلومات)

Descriptions تصریحی الفاظ
Designation اصول تشکیل
Designations تشکیلات
Determining Factor تعینی رکن
Dicautom تسریہ لغت
Etymology اشتقاقیات
Entrinsic خارجی
Factitive Noun اسم واقعہ
Folk Etymology لوک اشتقاق
Generic تعمیمائی
Homonymy ہم نامیت
Illustration مثال
Inflection تصریف
Initialism ابتدائیہ
Internationalization بین الاقوامیت سازی
Intrinsic داخلی
Key words کلیدی الفاظ
Knowledge Engineering علمی انجینئری
Knowledge Management علمی انتظام
Knowledge System علمی نظام
Locative Noun اسم مکان
Monosemy یک معنویت
Monovalent یک گرفتہ
Morpheme صرفیہ
Narrow Term محدود اصطلاح

Neologism جدید الفاظ سازی/نئی الفاظ کاری/نو لفظیت
Ojective Noun اسم مفعول
Personified مشخص
Polysemy کثیر معنویت
Prefix سابقہ
Process تعامل
Related Term متعلق اصطلاح
Retrieval باز گیری
Root مادہ
Scope Note بیانیہ نوٹ
Sementics معنویات
Specific تخصیصاتی/نوعی
Standardization معیار بندی/استناد
Synonymy ہم معنویت
Term اصطلاح
Terminography اصطلاحات نگاری
Terminology اصطلاحات سازی، مجموعہ اصطلاحات
Terminology Science اصطلاحیات، علم اصطلاح
Thesaurus معجم
Transnationalization عالمگیر کاری
Vedethe اصطلاحیہ
Verbal Visual Image لفظی بصری تصور/تمثال

دورانِ طباعت میں بعض ناگزیر مباحث' جگہ کی کمی کے باعث' متعلقہ صفحات میں شامل نہ ہو سکے تھے۔ چند نئی معلومات بھی ایزاد کرکے انھیں الگ سے طبع کیا جارہا ہے۔ زحمت کی معذرت کے ساتھ کہ اگر انھیں متعلقہ صفحہ پر شامل سمجھا جائے تو یہ چند حروف مزید وضاحت کر پائیں گے۔

صفحہ نمبر ۳۲۱' تیسرے پیرا گراف "اردو میں بہت سا ذخیرہ.." سے قبل۔

فارسی اور اردو کے نصاب ناموں میں اگرچہ اردو اصطلاحات ملتی ہیں مگر ابھی انھیں لغات کے حوالے سے تسلیم نہیں کیا گیا' تکنیکی اصطلاحات تو بہت دور کی بات ہے۔ تاہم ڈاکٹر مسعود ہاشمی نے ان میں ایسی اصطلاحوں کے شمول کا جائزہ لیا ہے' جن کی اس قسم کے تدریسی نصاب ناموں میں قطعاً" گنجائش نہ تھی۔ وہ خالقِ باری اکرم مولفہ میاں جی محمد اکرم (سن تالیف ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۱ء مطبع مصطفائی لکھنؤ ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء) کے حوالے سے اصطلاحوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں' "یہاں تک کہ اغلام بازی کی اصطلاحات بھی بعض اہم نصاب ناموں میں شامل کر دی گئی تھیں"۔ [۱] دکن کے نصاب ناموں میں البتہ نصیر الدین ہاشمی نے بعض اصطلاحی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ [۲]

صفحہ نمبر ۳۲۳' دوسرے پیرا گراف "ان صوفیانہ اصطلاحات کے...." سے قبل۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے شاہ معین الدین حسین علی (وفات ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) کے رسالے فتوح المعین کا ذکر کیا ہے' جو فارسی رسالے جام جہاں نما کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں انھوں نے اردو اصطلاحات تصوف استعمال کیں اور ان کا کشاف کیا۔ یہ غالباً" رجب ۱۱۷۴ھ / فروری ۱۷۶۱ء کے بعد لکھی گئی [۳]۔ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ چودھویں سے اٹھارویں صدی عیسوی تک اردو میں تصوف کی اصطلاحات کے بیان کا اسلوب نہیں بدلا۔

صفحہ نمبر ۳۲۹' دوسرے پیرا گراف "اردو میں ادبیات کے" سے قبل۔

دکن کے نصاب ناموں میں بعض ایسے لغاتی نصاب نامے ملتے ہیں' جن میں سے چند ادبی اصطلاحوں سے متعلق ہیں' مثلاً رسالہ در لغت عروض (سن تالیف ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۶ء کتابت ۱۲۳۸ھ)۔ مثال ملاحظہ ہو۔ التقطع فی بحر الرمل [۴]:۔

سب سخنور کو ہے بحر رمل کا اشتیاق
اس خوش تر بحر میں ڈوبا ہوا ہے نامور

فوج لشکر رسم نیزہ چوب لکڑی موئی بال
سنگ پتھر ریت بالو سیم روپا وار گھر

صفحہ نمبر ۲۲۳' پہلے پیرا گراف ہی میں "لیکن ان اصطلاحات کا تشریحات" سے قبل۔

مورلینڈ لکھتا ہے کہ دور سلاطین میں پہلے سے عمومی استعمال میں آنے والے الفاظ واضح فنی اصطلاحوں کے طور پر اختیار کر لیے گئے تھے..... یہ فنی اصطلاحیں بعض صورتوں میں صدیوں تک باقی رہا کرتیں اور بعض صورتوں میں تبدیل ہوتی رہتی تھیں ۵۔

صفحہ نمبر ۲۲۴' تیسرے پیرا گراف "مغل عہد میں جو دفتری اصطلاحات..." سے قبل۔

ان اصطلاحات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف مقامی اصطلاحات عام طور پر مستعمل تھیں، جیسے بنجارا' بٹائی' چوتھ' دھارا' کروہ وغیرہ بلکہ یورپی زبانوں مثلاً پرتگالی ("گریم") وغیرہ سے بھی اصطلاحات دفتری استعمال میں آچکی تھیں ۶۔

صفحہ نمبر ۲۳۶' تیسرے پیرا گراف میں "مزید برں ایسے لغات" سے قبل۔

نصیر الدین ہاشمی نے دکن میں ایک قلمی سائنسی لغت کا پتا چلایا ہے جو ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۶ء میں لکھا گیا۔ یہ فرہنگ اصطلاحات سائنس کے نام سے ہے' اس میں انگریزی' فارسی' عربی مترادفات الفبائی صورت میں دیے گئے ہیں مثلاً ۷۔

"پانی (واٹر)' آب فارسی' عربی میں ماء اردو میں پانی کہتے ہیں ....
یخ (SNOW)۔ برف اور یخ میں یہ فرق ہوتا ہے کہ برف غبار کی مانند برستی ہے اور یخ گداختہ کی مانند' سنگ کی مانند ہو جاتا ہے۔"

صفحہ نمبر ۳۶۵ چوتھے پیرا گراف "زراعت کے موضوع پر....." سے قبل۔

باڈلے کا لغت (۱۸۸۱ء) The Popular Dictionary اگرچہ ہندوستانی انگریزی اور انگریزی ہندوستانی کا عمومی لغت ہے لیکن لکھنؤ سے ۱۸۸۹ء میں اس کے دوسرے ایڈیشن میں مذہبی اصطلاحات کا اضافہ کیا گیا اور ضمیمے میں تجارتی انگریزی اصطلاحات کے اردو متبادلات دیے گئے۔ بعض بہت اہم اور قابل توجہ ہیں جیسے ;Secretary (میر منشی' حضور نویس)' voucher (تصدیق سند)' Trader (تجار' سوداگر)' Trade Union (اتفاق پیشہ) وغیرہ ۸۔

صفحہ نمبر ۵۰۰ دوسرے پیرا گراف "ایک اور بڑے اشاعتی ادارے..." سے قبل۔

فیروز سنز لاہور سے ۱۹۹۳ء میں شائع ہونے والی کتاب Land and Life in Sindh Pakistan از مشتاق الرحمان بھی قابل توجہ ہے کہ اس کی گلاسری میں سندھ کی مستعمل اصطلاحات کے انگریزی مترادفات بیان ہوئے ہیں۔ ان میں زیادہ تر اردو میں بھی مستعمل ہیں جیسے اجرک، اوطاق، ببول، بارانی، بستی، بازار، چاہی، چرخی وغیرہ ۹۔

صفحہ نمبر ۵۰۴ دوسرے پیرا گراف "انھی دنوں سعید پبلی کیشنز..." سے قبل۔

اورینٹل بک سوسائٹی لاہور کے ۱۹۹۳ء کے قریب شائع کردہ سائنسی و تکنیکی، طب اور تجارتی لغات میں اس قسم کی کوئی کوشش نظر نہیں آتی ۱۰۔

حوالہ جات:

۱۔ ڈاکٹر مسعود ہاشمی، اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، جولائی ستمبر ۱۹۹۳ء، ص ص = ۳۱، ۳۲۔

۲۔ بحوالہ: نصیر الدین ہاشمی، اردو مخطوطات کتب خانہ آصفیہ، حیدر آباد دکن: مطبع ابراہیمیہ، جلد اول، ۱۹۶۱ء۔

۳۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد دوم حصہ دوم، لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۸۴ء، ص: ۱۰۴۲۔

۴۔ نصیر الدین ہاشمی، محولہ بالا، ص: ۳۶۰

۵۔ ڈبلیو ایچ مورلینڈ، مسلم ہندوستان کا زراعتی نظام، (ترجمہ: جمال محمد صدیقی)، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۴ء ص: ۱۳۔

۶۔ مورلینڈ، ایضاً، (گلاسری)، ص ص: ۳۱۸ تا ۳۲۰۔

۷۔ نصیر الدین ہاشمی، محولہ بالا، ص: ۳۶۰۔

8. B.H. Badley, The Popular Dictionary, Lucknow, 1881. IInd Revised Ed 1889. Reprint. Lahore: Brothers Publishers, 1993. (Append I.Business Terms).

9. Mushtaqur Rehman. **Land and Life in Sindh Pakistan**, Lahore Ferozsons, 1993-(Glossary).

10. (i) **The New Popular Oxford Elementary Scientific and Technical Dictionary**.(ii) **Medical Dictionary**.(iii) **Dictionary of Business** Lahore: Oriental Book Society.
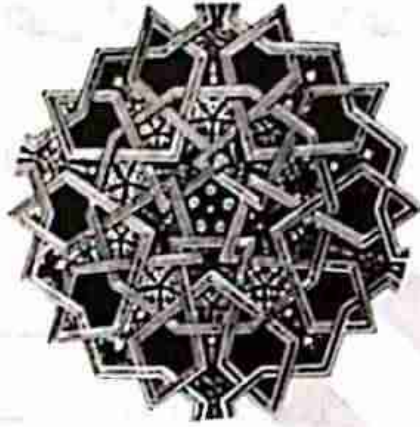
ضمیمہ نمبر۲

کتابیات

حصہ اول: کتبِ ماخذ ۵۶۲

۱۔ اردو، عربی، فارسی کتب: ۵۶۲

الف: اصول و مسائلِ اصطلاحات سازی و ترجمہ ۵۶۲

ب: لسانیات، تنقید و دیگر علمی امور ۵۶۳

۲۔ انگریزی کتب: ۵۶۹

حصہ دوم: مقالات

۱۔ اردو مقالات ۵۷۳

۲۔ انگریزی مقالات ۵۷۷

حصہ سوم: اصطلاحات نگاری: ۵۸۴

حصہ اول: کتبِ ماخذ

۱۔ اردو، عربی، فارسی کتب

الف: اصول و مسائل اصطلاحات سازی و ترجمہ:

۱۔اردو اصطلاحات سازی (کتابیات): ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۴ء۔

۲۔ اردو اصطلاحات نگاری (کتابیاتی جائزہ): ڈاکٹر عطش درانی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۳ء۔

۳۔ اردو بحیثیت ذریعہ تعلیم سائنس: ڈاکٹر مولوی عبد الحق، کراچی: انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۱۹۵۱ء۔

۴۔ اردو ذریعہ تعلیم اور اصطلاحات: آفتاب حسن، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، طبع دوم، مارچ ۱۹۶۵ء۔

۵۔ اردو زبان میں الفاظ سازی: ڈاکٹر سہیل بخاری، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء۔

۶۔اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ: مولوی عبدالحق، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۳۹ء۔

۷۔ اردو میں اصطلاحات سازی کی کوششوں کا جائزہ: عطش درانی، مقالہ پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور، ۱۹۸۹ء (غیر مطبوعہ)۔

۸۔اردو میں سائنسی و علمی اصطلاحات: آفتاب حسن، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۶۵ء۔

۹۔ اصول لغت اردوئے معلے: آل انڈیا ایجوکیشنل لٹریری سوسائٹی، لاہور: پیسہ اخبار، ۱۹۳۵ء۔

۱۰۔ ایران میں وضع اصطلاحات کے اصول: ڈاکٹر سرور محمد، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء۔

۱۱۔ پاکستان میں اردو کا مسئلہ: ڈاکٹر سید عبداللہ، لاہور: مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۷۶ء۔

۱۲۔ تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات: مرتبہ: اعجاز راہی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، جون ۱۹۸۶ء۔

۱۳۔ ترجمہ: روایت اور فن: مرتبہ: نثار احمد قریشی/ نظر ثانی: محمد شریف کنجاہی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، جون ۱۹۸۶ء۔

۱۴۔ ترجمے کا فن اور روایت: ڈاکٹر قمر رئیس، دہلی: تاج پبلشنگ ہاؤس، جون ۱۹۷۶ء۔

۱۵۔ روداد سیمینار، اردو زبان میں ترجمے کے مسائل: مرتبہ: اعجاز راہی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء۔

۱۶۔ سائنس اور ریاضی کی درسی کتابیں: آفتاب حسن، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، (طبع سوم) ۱۹۸۴ء۔

۱۷۔ سرگزشت الفاظ: مولوی احمد دین، لاہور: شیخ مبارک علی، ۱۹۳۲ء۔

۱۸۔ طبی لغت نویسی کے مبادیات: حکیم محمد اجمل خان/ ترجمہ: محمد رضی الاسلام ندوی، علیگڑھ: اسلامک بک ہاؤس۔

۱۹- طریق تسمیہ برائے علم کیمیا: چودھری برکت علی، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۱۸ء۔
۲۰- عربی اصطلاحات سازی (کتابیات): محمد طاہر منصوری، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء۔
۲۱- فارسی اصطلاحات سازی (کتابیات): سید عارف نوشاہی، ڈاکٹر سرنور محمد، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء۔
۲۲- کشاف اصطلاحات الفنون: محمد اعلیٰ بن علی تھانوی، طہران: مکتبہ خیام و شرکا، ۱۹۶۸ء (عربی، فارسی)۔
۲۳- کیفیہ: پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۵۸ء۔
۲۴- مغرب سے نثری تراجم: ڈاکٹر مرزا حامد بیگ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، مئی ۱۹۸۸ء۔
۲۵- مقتدرہ قومی زبان اور اصطلاح سازی: شکیل احمد منگلوری، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء۔
۲۶- منتخبات اخبار اردو: مرتبہ: ڈاکٹر معین الدین عقیل، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء۔
۲۷- منتخبات اردو نامہ (مجلس زبان دفتری پنجاب، لاہور): مرتبہ: ڈاکٹر معین الدین عقیل، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء۔
۲۸- منشورات: پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی، دہلی: ۱۹۳۰ء۔
۲۹- وضع اصطلاحات: مولوی وحید الدین سلیم، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۵ء۔
۳۰- وضع و استناد اصطلاحات: ڈاکٹر سید عبد اللہ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۳ء۔

ب: لسانیات، تنقید و دیگر علمی امور:

۳۱- آب حیات: محمد حسین آزاد، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۵۷ء۔
۳۲- ابجد العلوم: نواب صدیق حسن خان، لاہور: المکتبۃ القدوسیہ، ۱۹۸۳ء (عربی)۔
۳۳- اٹھارویں صدی کی اردو مطبوعات (توضیحی فہرست): سلیم الدین قریشی، اسلام آباد، مقتدرہ، قومی زبان، ۱۹۹۳ء۔
۳۴- ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ: ڈاکٹر سید عبد اللہ، لاہور: مجلس ترقی ادب، نومبر ۱۹۶۷ء۔
۳۵- ادبی رابطے، لسانی رشتے: آئی آئی قاضی/ترجمہ: الیاس عشقی، حیدر آباد سندھ، پاکستان: مجلس ادب، ۱۹۷۶ء۔
۳۶- اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ: ڈاکٹر سلیم اختر، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء۔
۳۷- اردو حریفہ میکالے: الف الحراث، لاہور: مکتبہ دین و دنیا، ۱۹۵۹ء۔
۳۸- اردو زبان اور یورپی اہل قلم: عطش درانی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء۔
۳۹- اردو زبان کا ارتقاء: ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈھاکا: نئی پریس، ۱۹۵۶ء۔
۴۰- اردو زبان کی قدیم تاریخ: عین الحق فرید کوٹی، لاہور: اورینٹ ریسرچ سنٹر (دوسرا ایڈیشن) ۱۹۷۹ء۔
۴۱- اردو، سندھی کے لسانی روابط: ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، (طبع سوم) مارچ ۱۹۸۷ء۔
۴۲- اردو شاعری میں مستعمل تلمیحات و مصطلحات: ڈاکٹر سید حامد حسین، بھوپال: بھوپال بک ہاؤس، ۱۹۷۷ء۔
۴۳- اردو صرف و نحو: ڈاکٹر اقتدار حسین، نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، مارچ ۱۹۸۵ء۔
۴۴- اردو قواعد: ڈاکٹر شوکت سبزواری، کراچی: مکتبہ اسلوب، ۱۹۸۲ء۔

۴۵۔ اردو کا روپ: ڈاکٹر سہیل بخاری' لاہور: آزاد بک ڈپو' مارچ ۱۹۷۱ء۔
۴۶۔ اردو کی علمی ترقی میں سرسید اور ان کے رفقائے کار کا حصہ: ڈاکٹر اے ایچ کوثر' کراچی: لائبریری پروموشن بیورو' ۱۹۸۳ء۔
۴۷۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر): کراچی: ترقی اردو بورڈ' ۱۹۷۷ء جلد اول (الف مقصورہ)۔
۴۸۔ اردو لسانیات: ڈاکٹر شوکت سبزواری' کراچی: مکتبہ تحقیق ادب' ۱۹۶۶ء۔
۴۹۔ اردو نثر کا آغاز و ارتقا (۱۹ویں صدی کے اوائل تک): ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ' کراچی: کریم سنز پبلشرز' ۱۹۷۸ء۔
۵۰۔ اردو میں سائنسی ادب: خواجہ حمید الدین شاہد' کراچی: ایوان اردو کتاب گھر' ۱۹۶۹ء۔
۵۱۔ اردو میں سائنسی و تکنیکی ادب: ڈاکٹر محمد شکیل خان' دہلی: ۱۹۸۸ء۔
۵۲۔ اسلوب: سید عابد علی عابد' لاہور: مجلس ترقی ادب' دسمبر ۱۹۷۱ء۔
۵۳۔ اصول انتقاد ادبیات: سید عابد علی عابد' لاہور: مجلس ترقی ادب' ۱۹۶۹ء۔
۵۴۔ اعلیٰ تعلیم میں اردو کی حیثیت: ڈاکٹر سید عبداللہ' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۵ء۔
۵۵۔ اغراض و مقاصد' کارگزاری: کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ' جامعہ کراچی' مارچ ۱۹۷۸ء۔
۵۶۔ افکار و اذکار: ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی/ مرتبہ: ہلال احمد زبیری' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۱ء۔
۵۷۔ اقبال اور بھوپال: صہبا لکھنوی' کراچی۔ اقبال اکادمی پاکستان' اپریل ۱۹۷۳ء۔
۵۸۔ القاموس الفقہی' لغت و اصطلاحا": مولف: سعدی ابو حبیب' کراچی: ادارہ القرآن۔
۵۹۔ المعجم الموحد الشامل المصطلحات الفنیہ الہندسیہ والتکنولوجیاوالعلوم (انگلیزی' فرانسی و عربی): کویت: موسسہ الکویت للتقدم العلمی (الاجلدین)' ۱۹۸۶ء (عربی)۔
۶۰۔ المنجد (عربی' اردو): کراچی: دارالاشاعت' جنوری ۱۹۶۰ء (عربی)۔
۶۱۔ المورد: منیر بعلبکی' بیروت: دارالعلم للملائن' (۲۱واں ایڈیشن) ۱۹۸۷ء' (عربی)۔
۶۲۔ المورد القریب: (قاموس جیب انکلیزی' عربی): تالیف: منیر بعلبکی' بیروت: دارالعلم للملائن' ۱۹۶۸ء (عربی)۔
۶۳۔ انجمن پنجاب: تاریخ و خدمات: صفیہ بیگم' کراچی: کفایت اکیڈمی' ۱۹۷۸ء۔
۶۴۔ انگریزی زبان و ادب کی تدریس میں قومی زبان کا کردار: جیلانی کامران' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۵ء۔
۶۵۔ انیسویں صدی میں اردو کے تصنیفی ادارے: ڈاکٹر سمیع اللہ' سلطان پور (بھارت): اکتوبر ۱۹۸۸ء۔
۶۶۔ ایران میں قومی زبان کے نفاذ کا مسئلہ (مشکلات اور حل): ڈاکٹر محمد ریاض' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۸ء۔
۶۷۔ بابائے اردو مولوی عبد الحق' حیات و خدمات: شہاب الدین ثاقب' کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان' ۱۹۸۵ء۔
۶۸۔ باغ و بہار: میرامن' لاہور: مجلس ترقی ادب۔

۶۹۔ پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے: پروفیسر ایوب صابر، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء۔

۷۰۔ پاکستانی قومیت کی تشکیل نو: ڈاکٹر وحید قریشی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۴ء۔

۷۱۔ پراچین اردو: سید شبیر علی کاظمی، کراچی: مکتبہ اسلوب، ۱۹۸۳ء۔

۷۲۔ پنجاب میں اردو: حافظ محمود شیرانی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، (طبع پنجم)، ۱۹۸۸ء۔

۷۳۔ پنجاہ سالہ تاریخ انجمن ترقی اردو: سید ہاشمی فرید آبادی، پاکستان: انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۳ء۔

۷۴۔ بنگالی ہندوؤں کی اردو خدمات: شانتی رنجن بھٹاچاریہ، کلکتہ: ۱۹۳۲ء۔

۷۵۔ تاریخ ادب اردو (جلد اول): ڈاکٹر جمیل جالبی، لاہور: مجلس ترقی ادب، جولائی ۱۹۷۵ء۔

۷۶۔ تاریخ ادب اردو: رام بابو سکسینہ/ترجمہ: محمد حسن عسکری، لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس۔

۷۷۔ تمہید احمدی: منشی احمد شفیع، آگرہ: مطبع مفید عام، ۱۸۷۴ء/۱۲۹۱ھ۔

۷۸۔ تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، نومبر ۱۹۸۲ء۔

۷۹۔ تلخیص الاردو: سید ہاشمی فرید آبادی، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۵۳ء۔

۸۰۔ تنقید اور تجربہ: جمیل جالبی، کراچی: مشتاق بک ڈپو، ۱۹۶۷ء۔

۸۱۔ تنقیدی اشارے: آل احمد سرور، لکھنؤ: ۱۹۶۳ء۔

۸۲۔ تہذیب الفروق: الشیخ حسین، بیروت: دارالمعارفہ، س ن (عربی)۔

۸۳۔ جامع العلوم: قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری، بیروت: موسسہ الاعلمی للمطبوعات، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء۔ (عربی)۔

۸۴۔ جامعہ عثمانیہ: ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی، محمد ابراہیم، کراچی: بہادر یار جنگ اکادمی، جون ۱۹۸۴ء۔

۸۵۔ جامعہ کراچی میں اردو: طارق محمود، اسلام آباد: مقتدرہ قومی، زبان ۱۹۸۶ء۔

۸۶۔ حافظ احمدی: منشی احمد شفیع، آگرہ: مطبع مفید عام، ۱۸۷۴ء/۱۲۹۳ھ۔

۸۷۔ حالات و افکار سرسید احمد خان: مولوی عبدالحق، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۵ء۔

۸۸۔ حیات جاوید: الطاف حسین حالی، لاہور: ہجرہ انٹرنیشنل لمیٹڈ، ۱۹۸۴ء۔

۸۹۔ حیدر آباد میں اردو کی ترقی، تعلیمی اور سرکاری زبان کی حیثیت سے: ڈاکٹر سید مصطفیٰ کمال، حیدر آباد دکن: شگوفہ پبلی کیشنز، دسمبر ۱۹۹۰ء۔

۹۰۔ خطبات گارساں دتاسی: کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۹ء۔

۹۱۔ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کی علمی خدمات اور اردو زبان پر اس کے اثرات: ڈاکٹر مجیب الاسلام، دہلی: مارچ ۱۹۸۷ء۔

۹۲۔ داستان تاریخ اردو: حامد حسن قادری، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ (تیسرا ایڈیشن) ۱۹۶۶ء۔

۹۳۔ دریائے لطافت: انشاء اللہ خان انشا/ ترجمہ: برجموہن دتاتریہ کیفی: اورنگ آباد دکن: ۱۹۳۵ء۔

۹۴۔ دکن میں اردو: نصیر الدین ہاشمی، حیدر آباد دکن: مکتبہ ابراہیمیہ، (بار دوم) ۱۹۳۶ء۔

۹۵۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کی تصانیف، مسودات، مقالات: لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۸۲ء۔
۹۶۔ رجمنٹل تواریخ: پنڈت دیوی دتہ مل، لاہور: یونین سٹیم پریس، ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء
۹۷۔ رسالہ کائنات: خلیل علی خان اشک/ مرتبہ: ڈاکٹر عبادت بریلوی، کراچی: اردو دنیا، ۱۹۶۵ء۔
۹۸۔ زبان: مرزا سلطان احمد، لاہور: مرغوب ایجنسی، ۱۹۲۳ء۔
۹۹۔ رپورٹ پاکستانی زبانوں میں تراجم کی قومی ورکشاپ (منعقدہ لاہور ۲۴ تا ۲۸ اگست ۱۹۸۶ء: لاہور: نیشنل بک کونسل پاکستان، ۱۹۸۸ء۔
۱۰۰۔ روداد سیمینار۔ قومی زبان کی ترقی میں صوبوں کا حصہ: مرتبہ: اعجاز راہی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ستمبر ۱۹۸۵ء۔
۱۰۱۔ سالانہ رپورٹ (۸۶۔ ۱۹۵۸ء): اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان: ۱۹۸۷ء۔
۱۰۲۔ سالانہ رپورٹ (۸۷۔۱۹۸۶ء): اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان: ۱۹۸۷ء۔
۱۰۳۔ سالانہ رپورٹ (۸۸۔۱۹۸۷ء): اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان: ۱۹۸۸ء۔
۱۰۴۔ سالانہ رپورٹ (۸۹۔۱۹۸۸ء): اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان: ۱۹۸۹ء۔
۱۰۵۔ سالانہ رپورٹ (۹۰۔۱۹۸۹ء): اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان: ۱۹۹۱ء۔
۱۰۶۔ سالانہ رپورٹ (۹۱۔۱۹۹۰ء): اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان: ۱۹۹۲ء۔
۱۰۷۔ سالانہ رپورٹ (۹۲۔۱۹۹۱ء): اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان: ۱۹۹۳ء۔
۱۰۸۔ سالانہ رپورٹ (۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۵ء): اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء۔
۱۰۹۔ سائنٹیفک سوسائٹی پاکستان: ایک جائزہ: سید حامد محمود، کراچی: (پمفلٹ)۔
۱۱۰۔ ستہ شمسیہ: نواب فخرالدین، مدراس: مطبع اسلامیہ، ۱۲۷۳ھ تا ۱۲۷۴ھ۔
۱۱۱۔ سرسید اور ان کے رفقاء: ڈاکٹر سید عبداللہ، لاہور: مکتبہ کارواں، ۱۹۶۰ء۔
۱۱۲۔ سیرالمصنفین (حصہ دوم): محمد یحییٰ تنہا، لاہور: شیخ مبارک علی، ۱۹۲۸ء۔
۱۱۳۔ سرسید کا علمی کارنامہ: قاضی احمد میاں خان جوناگڑھی، کراچی: آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۶۳ء۔
۱۱۴۔ شمس البیان فی مصطلحات الہندوستان: مرزا جان طپش دہلوی/ مرتبہ: عابد رضا، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، (طبع دوم) ۱۹۷۹ء۔
۱۱۵۔ صحافتی زبان: ڈاکٹر مسکین علی حجازی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، جون ۱۹۷۵ء۔
۱۱۶۔ صحت کتب مقدسہ: ارچ ڈیکن پادری برکت اللہ، لاہور: ریلیجس بک سوسائٹی۔
۱۱۷۔ فرہنگ آصفیہ: مولوی سید احمد دہلوی، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، (طبع دوم) ۱۹۸۷ء۔
۱۱۸۔ فرہنگ علمی و فنی: روبرت قوطانیان، تہران: انتشارات بہار (فارسی)۔
۱۱۹۔ فرہنگ علمی و فنی: علی کیہانی، تہران: انتشارات پیروز، ۱۳۵۳ھ، (فارسی)۔
۱۲۰۔ فرہنگ فزیک، ترجمہ: فرہنگ زکائی: تہران: انتشارات و کتابفروشی (چاپ سوم)، ۱۹۷۸ء۔
۱۲۱۔ فرہنگ فنی دانشگاہی (آلمانی۔ فارسی): نادر گلستانی، تہران: انتشارات علمی، آبان، ۲۵۳۶ ش (فارسی)۔

۱۲۲- فقہ اسلامی اور دورِ جدید کے مسائل: مجیب اللہ ندوی' لاہور: دارالکتاب: فروری ۱۹۸۲ء-

۱۲۳- فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات: ڈاکٹر عبیدہ بیگم' لکھنؤ: نصرت پبلشرز' ۱۹۸۳ء-

۱۲۴- فہرست صدیق بک ڈپو لکھنؤ: لکھنؤ: صدیق بک ڈپو' ۱۹۴۰-

۱۲۵- فی ثوبتہ الجدید: مصطفے احمد زرقا' دمشق: کلیتہ الحقوق' جامعہ دمشق' ۱۹۶۳ء (عربی)-

۱۲۶- قاموس الکیمیا (انجلیزی- عربی): کویت: موسوعۃ الکویت العلمیہ' ۱۹۸۳ء (عربی)-

۱۲۷- قواعد اردو: ڈاکٹر مولوی عبدالحق' دہلی: اعجاز پبلشنگ ہاؤس' ۱۹۸۳ء-

۱۲۸- قومی انگریزی اردو لغت: اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۹۲ء-

۱۲۹- قومی زبان کا نفاذ' چند دشواریاں: بریگیڈیئر گلزار احمد' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۳ء-

۱۳۰- قومی زبان کے بارے میں اہم دستاویزات: ڈاکٹر غلام حسین ذو الفقار' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۵ء-

۱۳۱- گارسیں دتاسی: اردو خدمات' علمی کارنامے: ثریا حسین' لکھنؤ: اترپردیش اردو اکادمی' ۱۹۸۴ء-

۱۳۲- گلکرائسٹ اور اس کا عہد: محمد عتیق صدیقی' علی گڑھ' ۱۹۶۰ء-

۱۳۳- لسان العرب' ابن منظور' قم (ایران): نشر ادب الحوزہ' ۱۴۰۵ھ' (عربی)-

۱۳۴- لغت نامہ رواشناسی: دکتر محمود منصور' دکتر پری رخ دادستان' دکتر مینا راد' تہران: خانہ ملی' اردی بہشت' ۲۵۳۶ ش-

۱۳۵- لغات و اصطلاحات میں مقتدرہ کی خدمات: ڈاکٹر عطش درانی' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۹۳ء-

۱۳۶- مبادیات نفسیات: کرامت حسین' لاہور: ایم آر برادرز' ۱۹۷۸ء-

۱۳۷- مجلس زبان دفتری' پنجاب' ایک تعارف: اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۵ء-

۱۳۸- مجلہ مجمع اللغتہ العربیہ بدمشق: المجلد السادس والستون' اکتوبر ۱۹۹۱ء' جنوری ۱۹۹۲ء-

۱۳۹- محاکمہ مرکز اردو: سید احمد دہلوی: دہلی' شمسی پریس' ۱۹۱۱ء-

۱۴۰- مرحوم دہلی کالج: ڈاکٹر مولوی عبدالحق' اورنگ آباد (دکن): انجمن ترقی اردو' ۱۹۳۲ء-

۱۴۱- مشرقی ممالک میں قومی زبان کے ادارے: عطش درانی و دیگر' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۵ء-

۱۴۲- مصطلحات اردو: محمد اشرف علی اشرف' لکھنؤ: مطبع نامی' ۱۸۹۰ء-

۱۴۳- مضامین چکبست: برج نرائن چکبست' لکھنؤ: انڈین پریس' ۱۹۲۸ء-

۱۴۴- معجم المصطلحات العلمیہ و الفنیہ والہندسیہ (انگلیزی' عربی): احمد شفیق الخطیب' بیروت: الجامعہ الامریکیہ' مکتبہ لبنان (الطبع السادسہ)-

۱۴۵- معجم لغۃ الفقہا: (عربی- انگلیزی): محمد رواس قلعہ جی' حامد صادق قنیبی' کراچی: ادارہ القرآن و العلوم الاسلامیہ-

۱۴۶- مغربی تصانیف کے اردو تراجم: مولوی میر حسن' حیدر آباد دکن: ۱۳۳۹ھ-

۱۴۷- مغلوں کا نظام مالگزاری: نعمان احمد صدیقی/ ترجمہ: ڈاکٹر ایس بی ہودی' نئی دہلی: ترقی اردو بیورو

۱۹۷۷ء۔

۱۴۸۔ مقالات اقبال: سید عبدالواحد معینی، لاہور: آئینہ ادب، (باردوم)۱۹۸۴ء۔

۱۴۹۔ مقالات حافظ شیرانی (جلد اول): مرتبہ حافظ محمود شیرانی، لاہور: مجلس ترقی ادب، جنوری ۱۹۶۶ء۔

۱۵۰۔ مقالات گارساں دتاسی (جلد اول):کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، (طبع دوم) ۱۹۶۴ء۔ (طبع اول ۱۹۴۳ء)۔

۱۵۱۔ مقتدرہ قومی زبان، ایک تعارف: اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۴ء۔

۱۵۲۔ مقتدرہ قومی زبان کی خدمات کا جائزہ، تعلیمی خدمات کے حوالے سے: فرخ جاوید: (مقالہ برائے ادارہ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب)، لاہور: ستمبر ۱۹۸۶ء۔ (غیر مطبوعہ)۔

۱۵۳۔ مقدمہ تاریخ زبان اردو: ڈاکٹر مسعود حسین خان، لاہور: ۱۹۶۶ء۔

۱۵۴۔ مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خان: لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۶ء۔

۱۵۵۔ مکارم اخلاق: شمس العلما مولوی محمد ذکا اللہ دہلوی، لاہور: مجلس ترقی ادب، اکتوبر ۱۹۶۷ء۔

۱۵۶۔ مکتوبات اقبال: سید نذیر نیازی، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، باردوم، اکتوبر ۱۹۷۷ء۔ (بار اول، ستمبر ۱۹۵۷ء)۔

۱۵۷۔ مملکت حیدر آباد:ایک علمی ادبی اور ثقافتی تذکرہ: کراچی: بہادر یارجنگ اکادمی، (بار اول ستمبر ۱۹۵۷ء)

۱۵۸۔منافع الاعضاء: حکیم خواجہ رضوان احمد، کراچی: دارالتالیفات، ۱۹۸۰ء۔

۱۵۹۔ مولوی نذیر احمد دہلوی: ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، لاہور: مجلس ترقی ادب، نومبر ۱۹۷۱ء۔

۱۶۰۔ مہذب اللغات: کرم لکھنوی، کراچی: انجمن محافظ اردو، جون ۱۹۸۱ء۔

۱۶۱۔نظر اور نظریے: آل احمد سرور، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔

۱۶۲۔ نفسیاتی تنقید: ڈاکٹر سلیم اختر، لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۸۶ء۔

۱۶۳۔ نقوش سلیمانی: سید سلیمان ندوی، اعظم گڑھ، مطبوعات معارف، ۱۹۸۰ء۔

۱۶۴۔ نئی اردو قواعد: عصمت جاوید، دہلی: ترقی اردو بیورو (طبع دوم)، دسمبر ۱۹۸۵ء۔ (اصطلاحات)۔

۱۶۵۔ وحید الدین سلیم، حیات و خدمات: سنظر عباس نقوی، علی گڑھ: مسلم یونیورسٹی، ۱۹۶۵ء۔

۱۶۶۔ ہدایت نامہ، عہدہ داران مال، ممالک مغربی اور شمالی، مجریہ ممالک مذکور:ترجمہ: ولیم میور، آگرہ: سکندر آرفن پریس، ۱۸۵۱ء۔

۱۶۷۔ ہند آریائی اور ہندی: سنیتی کمار چٹرجی/ ترجمہ: عتیق احمد صدیقی، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۳ء۔

۱۶۸۔ ہندوستانی مخزن المحاورات: منشی چرنجی لال، دہلی: مطبع محب ہند، ۱۸۸۶ء۔

۱۶۹۔ ہندوستانی لسانیات: ڈاکٹر محی الدین قادری زور، لاہور: مکتبہ معین الادب، ۱۹۶۱ء۔

۱۷۰۔ ہندی اردو تنازع: ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن ۱۹۸۸ء۔

۱۷۱۔ہیئت حاکمہ کی رودادیں (۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۶ء): مرتبہ: ارشد قریشی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء۔

یورپ میں اردو: ڈاکٹر آغا افتخار حسین، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۷ء۔

۱۷۳۔ یورپ میں تحقیقی مطالعے: ڈاکٹر آغا افتخار حسین، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء۔

ب۔ انگریزی کتب

174. Abdul Haq.Dr.,**The Standard English Urdu Dictionary** Karachi: Anjumani Tarraqi-e-Urdu,(Pakistan), Fourth Ed 1985-

175. Abu Ghazaleh,Talal,**The Abu-Ghazaleh English-Arabic Dictionary of Accountancy**, London: MacMillan Press Ltd., 1978-

176. Ahmad,Z.A.,**National Language for India (A symposium)**, Allahabad: Kitabistan Series No. 1,1941-

177. Ali, Salim and S. Dillon Ripley, **Compact Handbook of the Birds of India and Pakistan**, 2nd ed : New Delhi O.U.P., 1989 (Ist. Ed. 1983)

178. Anthonmy,L.J.,**Information Sources in Engineering**, London: Butter Worths, 1985-

179 - Association for Terminology and Knowledge Transfer (GTW), & Infoterm, Preliminary Programme TKE 93, Cologne, (FRG) 25-27 August 1993.

180. Athar Ali, M., **The Apparatus of Empire : Awards of Ranks, Offices, Titles to The Mughal Nobility 1574-1658**, New Delhi : O.U.P, 1985.

181. Baroomand,A.A. Kawossy, **English Persian Dictionary**, Tehran: Piroz Printing and Publication House, 1363-

182. Baugh, Albert C. and Thomas Cable, **A History of the English Language**, London: Routledge Kegan Pall, 1980-

183. Bevan, Stanley C., S.John Gregg and Angela Rosseinsky, **Concise Etymological Dictionary of Chemistry**, London: Applied Science Publishers, Ltd. 1976-

184. Buckland,**Disctionary of Indian Biography**, (London:- 1906), Lahore: Sange meel, 1985-

185. Chaballe, L.Y., L.Masug and J.P.Vandenberghe, **Elsevier's Oil and Gas Dictionary**, Amsterdam: Elsevier Scientific Publishers, 1980-

186. Clason,W E., **Elsevier's Dictionary of General Physics (English)/ French/ Spanish/ Italian/ German)**, Amsterdam: Elsevier Scientific Publishing Co., 1962-

187. Commission of European Communities, **Thesaurus**

Guide, Luxemberg: Gesellschaft far Information and Dokumentation, and Amsterdam: Elsevier Science Publishers, 1985-

188. COTSOWES, **Recommendations for Terminology Work**, Berne: (Swiss), Federal Chancellery, 1990-

189. Dil, Anwar S.(ed.), **Language Structure and Translation**, Essays by Eugene A. Nida, Stanford, California, 1975-

190. Dorian, A.F., Elsevier's **Dictionary of Chemistry (Including terms from Biochedmistry) (English/Spanish/Italian/German)**, Amsterdam: Elsevier: Science Publishers, 1983-

191. Dorland, William Alexender, **Dorland's Illustrated Medical Dictionary**, Philadelphia: W.B. Sanders Co.,1981-(26th ed.)-

192. Dyme,Eleamor,D.(Ed)., **Subject and Information Analysis**, New York:Marcel Dekker Inc. 1985-

193. **Emminent Orientalists, Indo, European, American**, Madras: G.A.Natson and Co., 1922-

194. **Encyclopaedia Brittanica, Propaedia**, Vol.10, Chicago: 1980.

195. **Encyclopaedia of Library and Information Science**, New York"Marcel Dekker Inc., 1981-

196. Felber, H., **Terminology Manual**, Paris: UNESCO, 1984-

197. Fallon, Dr.S.W., **Urdu-English Dictionary**, Lahore, Central Urdu Board, July 1976,(Reprint 1979 Ed.)-

198. Fishman, Joshua A.(Ed.), **Reading in the Sociology of Language**, The Hague: Mouton Publishers, (4th ed.) 1977-

199. Fixale, Jack, **Trends in Linguistics**, (Monograph:29), Berlin: Walter de Gruyter and Co.Mouton Publishers, 1985-

200. Forbes, Duncan, **A Dictionary of Hindustani and English and English and Hindustani**, Lakhnow: Utter Pardesh Academy,1987,(Reprint of 1866 and 1857 ed.)-

201. Geddie, William, (ed.) **Chamber's Twentieth Century Dictionary**, N.Y. 1959,(1901)-

202. Gilchrist, John Borthwick, **Hindustani Philology**, London: Kingsbury Parley and Allen, 1810-

203. Grey, Peter, **The Dictionary of the Biological Sciences**, New York: Van Nostrand Co., 1967-

204. Grierson, G.A., **The Linguistic Survey of India**, Vols 9. Calcutta, 1916-

205. Grierson, G.A., **The Imperial Gazetter of India**, Vol.1, Oxford:1909-

206. Haeseryn, Dr. R., **FIT Newsletter**, International Federation of Translators, VII (1988),Nos. 2-3,Heiverdstraat, Belgique, 1988-

207. Hitti, Yousaf K., **Hitti's English Arabic Medical Dictionary**, Beruit: American University, 1967-

208. **Inforterm**, (Leaflet), Wien: Austria, 1988-

209. IOUTN, **First National Symposium for Transnationalization of Terminology (Concept Term Definition and their Significance in Terminology) -13-14 April 1985**, Warsa: World Bank of International Terms, 1985-

210. ISO/TC 37, **Terminology (Principles and Coordination)**, Wien:Austria, ISO Secretariat, 1988-

211. Jalili, Mahmood, (Ed.),**The Unified Medical Dictionary (English- Arabic)**, Baghdad: Iraqi Academy Press, 1973-

212. Lewis, Ivor, **Sahibs, Nabobs and Boxwallahs,: A Dictionary of The Words of Anglo-India**, Bombay : O.U.P, 1991.

213. Love, H.D., **Vestiges of Old Madras**, London: 1941-

214. Manning, Mathew, The **Standard Periodical Dictionary**, New York: Oxbridge Communication, Inc., 1988-

215. Mitra, Rajendralal, **A Scheme for the Rendering of European Scientific Terms into the Vernacular of India**, Calcullta, 1877-

216. Nasr, S. Hussain, **An Annotated Bibliography of Islamic Science**, 2 vols, Lahore: Suhail Academy, 1985.(First ed.,1975)-

217. Nasr, Z., **The Dictionary of Economics and Commerce, (English/ French/ Arabic)**, London: MacMillan Press Ltd., 1980-

218. Nida, Eugene, A., **Language Structure and Translation**, Stanford, California: Stanford University Press, 1975-

219 Oddy, R.N. and Others, **Information Retrieval Research**, London: Butter worths, 1981-

Scanned by CamScanner

220 Onions, C.T., (Ed.),**The Oxford Dictionary of English Etymology**, London: O.U.P., 1969.

221. **The Oxford English Dictionary**, Vols.XII, XI, X, Oxford: O.U.P., 1978.

222. Parker, C.C., and R.V. Turley,(ed.), **Information Sources in Science and Technology**, London: Butter worths, 1986.

223. Pei, Mario and Frank Gaynor Little field, **Dictionary of Linguistics**, Totowa, New Jersey; Adam and Co., 1980.

224. Platts, John T.,**A Dictionary of Classical Hindi and English**, London: O.U.P., 1974, (Reprint of 1930 and 1884 ed.).

225. Reid, E.E., **Chemistry Through the Language Barrier**, Baltimore: John Hoppins Press, 1970.

226. Sarton, George, **Six Wings**, Indiana University Press 1957.

227. Shakespear, John, **Dictionary Urdu English and English-Urdu**, Lahore: Sang meel Publications, 1986 (Reprint of 1834 ed.).

228. Shabana Mahmud, **Urdu Language and Literature, (Bibliography)**, London: Mansell Publishing House Ltd.1992.

229. Snell, Barbara M., **Translating and the Computer**, Amsterdam: North-Holland.

230. Stedman,Thomas Latterop,**Stedman's Medical Dictionary**, (23rd ed.), Baltimore: The Williams and Wickins Co. 1979.

231. Stoberski, Z., **The Road to Transnationalization of Terminology**, Warsa: IOUTN, 1989.

232. Subramanyam, Krishana, **Scientific and Technical Information Resources**, New York: Marcel Dekky Inc. 1981.

233. Tarachand, Dr., **The Problem of Hindustani**, Allahabad: Indian Periodical Ltd., 1944.

234. Walford, A.J. and Screen, J.E.O.(ed.), **A Guide to Foreign Languages Courses and Dictionaries**, (3rd Ed.), London Library Association, 1977.

235. Weatherall, M., **Scientific Method**, London: The English Universities Press Ltd., 1968.

236. **Webster's Comprehensive Dictionary**, (Encyclopedic

Edition), Chicago, J.G.: Ferguson Publishing Co. 1982 (Same 1986 ed.)-

حصہ دوم: مقالات

الف۔اردو، عربی، فارسی۔

۲۳۷۔ اردو اصطلاحات: پروفیسر انور رومان، اخبار اردو، اسلام آباد، ستمبر ۱۹۹۰ء۔

۲۳۸۔ اردو اصطلاحات، ایک جائزہ: وارث سرہندی، اخبار اردو، اسلام آباد، ستمبر ۱۹۹۰ء۔

۲۳۹۔ اردو اصطلاحات سازی، ایک مطالعہ: سید غلام شبیر بخاری، اردو نامہ، لاہور، سالنامہ، مارچ ۱۹۸۳ء۔

۲۴۰۔ اردو اصطلاحات سازی: مقبول الٰہی، اخبار اردو، اسلام آباد، ستمبر ۱۹۹۰ء۔

۲۴۱۔ اردو اصطلاحات کی تاریخ: سید باقر حسین نقوی، اردو نامہ، لاہور، سالنامہ، مارچ ۱۹۸۳ء۔

۲۴۲۔ اردو اصطلاح سازی اور عربی، فارسی الفاظ: ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، اردو نامہ، لاہور، اکتوبر ۱۹۸۲ء۔

۲۴۳۔ اردو اور پاکستان، دنیا کی دفتری زبانوں کے تناظر میں: عطش درانی، اخبار اردو، اسلام آباد، اکتوبر ۱۹۸۸ء۔

۲۴۴۔ اردو اور علاقائی زبانوں کا رشتہ: ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو نامہ لاہور، سالنامہ، مارچ ۱۹۸۳ء۔

۲۴۵۔ اردو زبان کی تاریخ کا ایک بے مثال کارنامہ: ڈاکٹر عبدالمالک عرفانی، نوائے فنون، اسلام آباد، اکتوبر ۱۹۹۳ء۔

۲۴۶۔ اردو زبان کی ترقی کا پیش نظر، انگریزی اور تراجم کے حوالے سے: ڈاکٹر عطش درانی اخبار اردو، اسلام آباد، دسمبر ۱۹۹۱ء، (حصہ دوم)، جنوری ۱۹۹۲ء۔

۲۴۷۔ اردو زبان کی توسیع: سید باقر حسین، ماہ نو، کراچی، نومبر ۱۹۵۳ء۔

۲۴۸۔ اردو زبان کی ہیئت اور مزاج: پروفیسر احمد سعید، اردو نامہ، لاہور، سالنامہ، مارچ ۱۹۸۳ء۔

۲۴۹۔ اردو زبان میں اصطلاحی انتشار: وارث سرہندی، اخبار اردو، کراچی: جولائی ۱۹۸۲ء۔

۲۵۰۔ اردو زبان میں لائبریری سائنس کی اصطلاحات: ڈاکٹر ممتاز علی انور پاکستان لائبریری بلیٹن، کراچی: دسمبر ۱۹۸۹ء۔

۲۵۱۔ اردو زبان میں تراجیت: ثاقب رزمی، اخبار اردو، کراچی: مارچ ۱۹۸۳ء۔

۲۵۲۔ اردو زبان میں تراجیت: عرفان علی یوسف، اخبار اردو، کراچی، مئی ۱۹۸۲ء۔

۲۵۳۔ اردو زبان میں تراجیت: بلال احمد زبیری، اخبار اردو، کراچی، مئی ۱۹۸۲ء۔

۲۵۴۔ اردو شاعری اور فلکی اصطلاحات: ولی حمزہ نازش، صحیفہ، لاہور، شمارہ: ۱۳۱، جنوری مارچ ۱۹۹۳ء۔

۲۵۵۔ اردو صحافت: ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، نقوش، لاہور نمبر، لاہور۔

۲۵۶۔ اردو فرہنگ نویسی کا تحقیقی جائزہ: ڈاکٹر محمد ضیا الدین، مجلہ غالب نمبر، دہلی، جنوری ۱۹۸۸ء۔

۲۵۷۔ اردو کا نفاذ اور تکمیلی مراحل: ڈاکٹر خیال امروہوی، اردو نامہ لاہور، سالنامہ، مارچ ۱۹۸۳ء۔

۲۵۸۔ اردو کی لسانی ترقی: نظیر شرقی، ہمایوں، لاہور، جولائی ۱۹۵۱ء۔

۲۵۹۔ اردو کے ابتدائی تراجم اور نفسیات کی اصطلاح: ڈاکٹر سلیم اختر، صحیفہ، لاہور، جولائی، اگست

۱۹۸۳ء۔

۲۶۰۔ اردو لغات کی تدوین اور اہل یورپ : عطش درانی' اردونامہ' لاہور' سالنامہ' مارچ ۱۹۸۳ء۔

۲۶۱۔ اردو لغات و اصطلاحات کی تدوین میں مستشرقین کا حصہ : ڈاکٹر عطش درانی' مجلہ تحقیق' جامعہ پنجاب' لاہور' جلد نمبر ۱۴' شمارہ نمبر ۱' ۲' ۱۹۹۳ء۔

۲۶۲۔ اردو میں اصطلاح سازی : ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری' اخبار اردو' اسلام آباد' فروری ۱۹۸۳ء۔

۲۶۳۔ اردو میں اصطلاح سازی کا عمل : شان الحق حقی' اخبار اردو' اسلام آباد' ستمبر ۱۹۹۱ء۔

۲۶۴۔ اردو میں پیشہ وروں کی اصطلاحات کا ذخیرہ : ڈاکٹر عطش درانی' اخبار اردو' اسلام آباد' ستمبر ۱۹۸۳ء۔

۲۶۵۔ اردو میں تعلیمی اصطلاحات کا جائزہ : ڈاکٹر عطش درانی' تعلیمی زاویے' لاہور' اکتوبر ۱۹۹۳ء' تعلیم مسلسل' اسلام آباد' نمبر ۲۶' ۱۹۹۲ء اخبار اردو' اسلام آباد' مارچ ۱۹۹۳ء۔

۲۶۶۔ اردو میں دخیل الفاظ : مولوی عبدالحق' اردو' کراچی' جولائی ۱۹۳۹ء۔

۲۶۷۔ اردو میں دفتری اصطلاحات کا منظرنامہ' ڈاکٹر عطش درانی' اخبار اردو' اسلام آباد' جولائی ۱۹۹۳ء۔

۲۶۸۔ اردو میں سائنسی تعلیم : اشفاق احمد' اردو نامہ' لاہور' اکتوبر ۱۹۹۳ء۔

۲۶۹۔ اردو میں صوتیاتی اصطلاحیں : ڈاکٹر گیان چند' قومی زبان' کراچی' جنوری ۱۹۶۲ء۔

۲۷۰۔ اردو میں عسکری اصطلاحات : ڈاکٹر عطش درانی' اخبار اردو' اسلام آباد' اکتوبر ۱۹۹۳ء۔

۲۷۱۔ اردو میں علاقائی الفاظ کا استعمال۔ چند تجاویز' سجاد الحسن' اردونامہ' لاہور' اگست ۱۹۸۳ء۔

۲۷۲۔ اردو میں علمی اصطلاحات : مولوی عبدالحق' اردو' اورنگ آباد' دکن' جنوری ۱۹۳۵ء۔

۲۷۳۔ اردو میں علمی تراجم : ڈاکٹر مرزا حامد بیگ' روزنامہ نوائے وقت' راولپنڈی' ۱۴ ستمبر ۱۹۸۳ء۔

۲۷۴۔ اردو میں قانونی اصطلاحات کا جائزہ : ڈاکٹر عطش درانی' نوائے قانون' اسلام آباد' دسمبر ۱۹۹۲ء اخبار اردو' اسلام آباد' فروری ۱۹۹۳ء۔

۲۷۵۔ اردو میں مسیحی اصطلاحات: ڈاکٹر عطش درانی۔ اخبار اردو' اسلام آباد' جون ۱۹۹۳ء۔

۲۷۶۔ اردو میں وضع اصطلاحات : ڈاکٹر نصیر احمد ناصر' اخبار اردو' اسلام آباد' جنوری ۱۹۸۳ء۔

۲۷۷۔ اردو میں وضع اصطلاحات کا عمومی جائزہ :ڈاکٹر انور سدید' محفل' لاہور' جولائی ۱۹۸۸ء' اگست ۱۹۸۸ء۔

۲۷۸۔ اردو میں وضع اصطلاحات کا مسئلہ : سجاد الحسن' اردونامہ' لاہور' جون ۱۹۸۵ء۔

۲۷۹۔ اردو ناگری بحث' اضلاع شمال و مغرب و اودھ : رشید احمد سالم' معلوف' علی گڑھ' جلد اول' اپریل ۱۸۹۹ء۔

۲۸۰۔ اشتہارات کا ترجمہ : عرفان علی یوسف' اخبار اردو' کراچی' مئی ۱۹۸۳ء۔

۲۸۱۔ اصطلاحات اور ان کی تفہیم : ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی' اردونامہ' کراچی' مارچ ۱۹۸۳ء۔

۲۸۲۔ اصطلاحات سازی : ڈاکٹر گوپی چند نارنگ' غالب' کراچی' جلد: ۲' شمارہ: ۱ تا ۵' جنوری تا مارچ

۱۹۷۶ء۔

۲۸۳۔ اصطلاحات سازی' نوعیت اور حدود (جدید انداز کے حوالے سے) : ڈاکٹر عطش درانی' اخبار اردو' اسلام آباد' ستمبر ۱۹۹۱ء۔

۲۸۴۔ اصطلاحات علمیہ : ابوالکارم عبدالوہاب' الہلال' کلکتہ' ۱۷ دسمبر ۱۹۱۳ء۔

۲۸۵۔ اصطلاحات علمیہ : عبدالرحمان بجنوری' اردو' اورنگ آباد دکن' جنوری ۱۹۲۲ء' جولائی ۱۹۲۲ء۔

۲۸۶۔ اصطلاحات علمیہ : وحید الدین سلیم' اردو' اورنگ آباد دکن' جولائی ۱۹۲۲ء' اکتوبر ۱۹۲۲ء' جنوری ۱۹۲۳ء' جنوری ۱۹۲۹ء۔

۲۸۷۔ اصطلاحات عمرانیات : محمد احمد سبزواری' اخبار اردو' اسلام آباد' نومبر ۱۹۹۳ء۔

۲۸۸۔ اصطلاحات کا اردو ترجمہ اور اس کے لسانی تقاضے : پروفیسر افضل علوی' اردو نامہ' لاہور' اگست ۱۹۸۳ء۔

۲۸۹۔ اصطلاحات کا پس منظر: جابر علی سید' صحیفہ' لاہور' اپریل ۱۹۶۳ء۔

۲۹۰۔ اصطلاحات کا مسئلہ : سلیم فارانی' آموزش' لاہور' اصطلاحات نمبر مارچ' ۱۹۵۰ء۔

۲۹۱۔ اصطلاح کا مفہوم : عطش درانی' علامت' لاہور' فروری ۱۹۹۱ء۔

۲۹۲۔ اصطلاحوں کی بناوٹ اور ان کا ترجمہ : بشیر احمد' ہماری زبان' دہلی' ۲۲ جولائی ۱۹۹۰ء۔

۲۹۳۔ اصطلاحات کا مکتب فکر: ڈاکٹر عطش درانی' اخبار اردو' اسلام آباد' دسمبر ۱۹۹۳ء۔

۲۹۴۔ اصطلاحی غور و فکر: سلیم فارانی' آموزش' لاہور' ۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۰ء۔

۲۹۵۔ اصطلاحی میدان میں انجمن ترقی اردو کی خدمات کا جائزہ : ڈاکٹر عطش درانی' قومی زبان کراچی' جنوری ۱۹۹۳ء۔

۲۹۶۔ اصول وضع اصطلاحات : آفتاب حسن' اخبار اردو' نومبر ۱۹۸۱ء۔

۲۹۷۔ اصول وضع اصطلاحات : مولوی عبدالحق' سائنس' کراچی' ۲۴(۲)' ۱۹۵۳ء۔

۲۹۸۔ اطلاقی علوم میں اصطلاحات سازی کے مسائل : عطش درانی' بزم دانش' لاہور' جلد نمبر ۱' شمارہ ستمبر ۱۹۸۹ء۔

۲۹۹۔ التعریف و النقد معجم موسوعی وثائقی : دکتور صالح الاشتر' مجلہ مجمع اللغتہ العربیہ بدمشق' دمشق : الجز الاول' جنوری ۱۹۹۳ء (عربی)۔

۳۰۰۔ الفاظ کا مطالعہ : ڈاکٹر سہیل بخاری' اوراق' لاہور' ۱۹۶۶ء۔

۳۰۱۔ الندوۃ الاولی للذخیرۃ اللغویہ العربیہ : دکتور یحییٰ میر علم' مجلہ مجمع اللغتہ العربیہ بدمشق' دمشق : الجزالاول' اکتوبر ۱۹۹۱ء (عربی)۔

۳۰۲۔ الہلال کی تحریک اصطلاح سازی : ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری' اخبار اردو' اسلام آباد' ستمبر ۱۹۹۱ء۔

۳۰۳۔ انجمن ترقی اردو کا فرض : مولوی محمد عزیز مرزا' المعلم' حیدر آباد دکن' جلد سوم' نمبر۹' اردی بہشت ۱۳۳۶ف/مارچ ۱۹۲۶ء۔

۳۰۴- انٹرویو- ڈاکٹر جمیل جالبی سے : سحر صدیقی' حرمت' اسلام آباد' ۱۴ تا ۲۰ فروری ۱۹۸۸ء۔

۳۰۵- انٹرویو- ڈاکٹر جمیل جالبی سے :' اخبارِ اردو' اسلام آباد' دسمبر ۱۹۸۸ء۔

۳۰٦- انگریزی زبان کا پڑھانا : ترجمہ : محمد عظمت اللہ خان' المعلم' حیدر آباد دکن جلد سوم' شمارہ ۱۰' ۱۱' ماہ خوردا' ۱۳۳٦ ف/ اپریل' مئی ۱۹۳٦ء۔

۳۰۷ انگریزی میں اردو الفاظ : عبدالقادر سروری' الکلو' کراچی : برطانیہ میں اردو ایڈیشن۔

۳۰۸- اوراق پارینہ : قاضی عبدالودود' معاصر' پٹنہ' مئی ۱۹۳٦ء۔

۳۰۹- اورینٹل کالج' پنجاب یونیورسٹی' مختصر تاریخ : ڈاکٹر عبدالحمید' اورینٹل کالج میگزین' لاہور' جلد نمبر ۵۰' شمارہ ۱۹٦ تا ۱۹۹' ۱۹۷۴ء۔

۳۱۰- اورینٹل کالج کی تصنیفی روایت کے تین دور : ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار' اورینٹل کالج میگزین' لاہور' جلد نمبر ۵۰' شمارہ' ۱۹٦ تا ۱۹۹' ۱۹۷۴ء۔

۳۱۱- ایران میں اصطلاح سازی : سید عارف نوشاہی' اخبارِ اردو' اسلام آباد' اپریل ۱۹۸۴ء۔

۳۱۲- بری فوج میں عسکری اصطلاحات کے تراجم اور نفاذ اردو کی کوشش : بریگیڈیئر گلزار احمد' اخبارِ اردو' اسلام آباد' مئی ۱۹۸۹ء۔

۳۱۲/۱- بریگیڈیر گلزار احمد کا نثری اسلوب : ڈاکٹر عطش درانی' اردو ادب' اسلام آباد' اپریل ۱۹۹۳ء۔

۳۱۳- بنگال کے انگریز مصنفین اور اردو : شانتی رنجن بھٹا چاریہ' الکلو' کراچی' برطانیہ میں اردو ایڈیشن۔

۳۱۵- پاکستانی عدالتیں اور زبان اردو : محمد عبدالرحیم' قومی زبان' کراچی' مئی جون ۱۹٦۲ء۔

۳۱٦- پنڈت رتن ناتھ سرشار : پنڈت برج نرائن چکبست' کشمیر درپن' مئی ۱۹۰۴ء۔

۳۱۷- تبصرہ "افکار عصریہ" : قاضی عبدالودود' معاصر' پٹنہ' مارچ ۱۹۳٦ء۔

۳۱۸- تعلیم بالغاں یا تعلیم مسلسل' اصطلاحی انتشار کا ایک جائزہ : عطش درانی' تعلیم مسلسل' اسلام آباد' شمارہ نمبر ۴/۵' ۱۹۸۹ء۔

۳۱۹- جدید عربی میں انگریزی اصطلاحات کی تعریب : بیگم راشدہ تمکین' اردو نامہ' لاہور' سالنامہ' مارچ ۱۹۸۳ء۔

۳۲۰- حادثہ پنجاب : آفتاب حسن' سائنس' کراچی' جلد نمبر ۲۴' شمارہ ۳'۴' ۱۹۵۳ء۔

۳۲۱- حیدر آباد دکن میں انگریزی الفاظ و اصطلاحات کا دفتری استعمال : سید داؤد الحسن گیلانی' اردو نامہ' لاہور : مارچ ۱۹۸۳ء۔

۳۲۲- درسی اصطلاحات : خادم علی ہاشمی' اخبارِ اردو' اسلام آباد' ستمبر ۱۹۹۱ء۔

۳۲۳- دستاویزات پنجاب میں اردو کے قدیم نمونے : عبدالرفیق' اردو نامہ' لاہور فروری ۱۹۸۳ء۔

۳۲۴- دفتری زبان اور وضع و استناد اصطلاحات : ڈاکٹر سید عبداللہ' اخبارِ اردو' اسلام آباد' دسمبر ۱۹۸۴ء۔

۳۲۵- دفتری زبان کی تدریس - جوانب و مناہج : ڈاکٹر سلیم فارانی' اردو نامہ' لاہور' مارچ ۱۹۸۳ء۔

۳۲۶۔ دوغلی زبان : آفتاب حسن، روزنامہ جنگ، کراچی، ۲۶ فروری ۱۹۸۶ء۔

۳۲۷۔ دہلی کالج : ریاض صدیقی، الفکر، کراچی، برطانیہ اردو ایڈیشن۔

۳۲۸۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، شیخ الجامعہ کراچی سے انٹرویو : نصیرا اعظم، اخبارِ اردو، اسلام آباد، اکتوبر ۱۹۸۵ء۔

۳۲۹۔ ذریعہ تعلیم کی بحث : حافظ سید اصغر حسین بخاری، ہفت روزہ مکتب، اسلام آباد، جلد ۲، شمارہ ۴۱، ۱۰ تا ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء۔

۳۳۰۔ زبان دفتری کے ترجمے کے نفسیاتی تقاضے : پروفیسر احمد سعید، اردونامہ، لاہور، مئی ۱۹۸۳ء۔

۳۳۱۔ سابق ریاست بہاولپور میں مستعمل دفتری اصطلاحات : محمد رمضان انور، اردو نامہ، لاہور، سالنامہ، مارچ ۱۹۸۳ء۔

۳۳۲۔ سائنس کی زبان : آفتاب حسن، جلعد سائنس، کراچی، مارچ، اپریل ۱۹۸۳ء۔ و مئی، جون ۱۹۸۳ء۔

۳۳۳۔ سائنسی اصطلاحات کا مسئلہ : فیاض احمد، ہمایوں، لاہور، ستمبر ۱۹۵۳ء۔

۳۳۴۔ شمس العلماء مولوی ذکا اللہ کی سائنسی خدمات : خواجہ حمید الدین شاہد، سب رس، کراچی، دسمبر ۱۹۸۰ء۔

۳۳۵۔ طب فرشتہ : سید ابو ظفر ندوی، معارف، اعظم گڑھ، دسمبر ۱۹۴۳ء۔

۳۳۶۔ عام استعمال کے چند دفتری الفاظ : نظم و نسق، جلد نمبر ۱، شمارہ ۱ تا ۴، ۱۹۸۰ء۔

۳۳۷۔ عدالتی اور مالگزاری کی اصطلاحات کا ایک قدیم لغت : عطش درانی، اردو نامہ، لاہور، مئی ۱۹۸۳ء۔

۳۳۸۔ عربی اصطلاحات سازی کا تکنیکی جائزہ : ڈاکٹر عطش درانی، فکر و نظر، اسلام آباد، اپریل، جون ۱۹۹۳ء۔

۳۳۹۔ عربی زبان اور علمی اصطلاحات : مولانا سید سلیمان ندوی، ہفت روزہ الہلال، کلکتہ، ۲۷، اگست ۱۹۱۳ء۔

۳۴۰۔ عربی زبان اور علمی اصطلاحات (اسمائے علوم): ہفت روزہ الہلال، کلکتہ، ۳ ستمبر ۱۹۱۳ء۔

۳۴۱۔ عربی زبان اور علمی اصطلاحات : ابوالمکارم عبدالوہاب، ہفت روزہ الہلال، کلکتہ، ۱۵، اکتوبر ۱۹۱۳ء۔

۳۴۲۔ علمی اصطلاحات کے اردو ترجمے : ڈاکٹر شوکت سبزواری، ماہ نو، کراچی، مارچ ۱۹۶۳ء۔

۳۴۳۔ علمی انجینئری، اصطلاحات سازی کا جدید انداز : ڈاکٹر عطش درانی، اخبارِ اردو، اسلام آباد، اگست ۱۹۹۳ء۔

۳۴۴۔ علمی مصطلحات دیسی زبانوں میں : سید حسین بلگرامی، اردو، اورنگ آباد دکن، جنوری ۱۹۲۱ء

۳۴۵۔ فارسی اصطلاحات سازی : ایک مختصر تکنیکی جائزہ : ڈاکٹر عطش درانی، دانش، اسلام آباد، شمارہ ۲۹، ۳۰، ۱۹۹۳ء۔

۳۴۶۔ فرہنگ اصطلاحات جامعہ عثمانیہ : (مذاکرہ) : اخبارِ اردو، اسلام آباد، ستمبر ۱۹۹۴ء۔

۳۴۷۔ فن ترجمہ' اصول و مبادی : عطش درانی' اخبار اردو' اسلام آباد' جنوری ۱۹۸۵ء۔

۳۴۸۔ فن ترجمہ کے اصول و مبادی : محمد غفران الجلیل' اردو نامہ لاہور' سالنامہ' مارچ ۱۹۸۳ء۔

۳۴۹۔ قومی زبان میں سائنسی علوم کی تدریس اور اصطلاحات کا مسئلہ : پروفیسر عبدالرؤف نوشہروی' کائنات' کراچی' اردو میں سائنسی تدریس نمبر' ۱۹۸۹ء۔

۳۵۰۔ کچھ اصطلاح سازی کے بارے میں : ڈاکٹر قاضی عبدالقادر' اخبار اردو' اسلام آباد' ستمبر ۱۹۹۴ء۔

۳۵۱۔ کچھ اصلاح لغت کے بارے میں : نیاز عرفان' اردو نامہ لاہور' اپریل ۱۹۸۳ء۔

۳۵۲۔ کیمیاوی عناصر اور ان کی اردو علامتیں : عبدالحبیب صدیقی' قومی زبان' کراچی' فروری ۱۹۸۲ء۔

۳۵۳۔ مائل دہلوی کا ایک اہم تاریخی قطعہ : محمد اکرام چغتائی' فنون لاہور' اکتوبر ۱۹۶۶ء۔

۳۵۴۔ مجلس زبان دفتری اور وضع اصطلاحات : محمد رفیق اثری' ہفت روزہ چٹان' لاہور : ۲۲ فروری ۱۹۵۴ء۔

۳۵۵۔ مسائل و مباحث : اخبار اردو' کراچی : ستمبر ۱۹۸۲ء۔

۳۵۶۔ مستشرقین کی اردو خدمات : شفقت رضوی' الکلز' کراچی' برطانیہ میں اردو ایڈیشن۔

۳۵۷۔ میجر آفتاب حسن بطور اصطلاح ساز: ڈاکٹر عطش درانی۔ اخبار اردو ' اسلام آباد' مئی ۱۹۹۳ء۔

۳۵۸۔ نظم و نسق عامہ کے مفہوم کا تاریخی جائزہ : ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ' نظم و نسق' لاہور' جلد ۱' شمارہ ۳'۴' ۱۹۸۰ء۔

۳۵۹۔ نئے الفاظ : برج موہن دتاتریہ کیفی' اردو نامہ' لاہور' سالنامہ' مارچ ۱۹۸۲ء۔

۳۶۰۔ وضع اصطلاحات' حقائق اور تجاویز : نیاز عرفان' اخبار اردو' اسلام آباد' ستمبر ۱۹۹۱ء۔

۳۶۱۔ وضع اصطلاحات علمیہ : ڈاکٹر عبدالرحمان بجنوری' اردو' اورنگ آباد دکن' جولائی ۱۹۳۲ء۔

۳۶۲۔ وضع اصطلاحات کی ملی بنیاد : علامہ غلام شبیر بخاری' اردو نامہ لاہور' مارچ ۱۹۸۲ء۔

۳۶۳۔ ہندوستان میں اردو کا فروغ : ڈاکٹر فہمیدہ بیگم' سہ ماہی' فکر و تحقیق' دہلی : ترقی اردو بیورو' جولائی و ستمبر ۱۹۸۹ء۔

۳۶۴۔ یورپی سائنس میں عربی اصطلاحات : ڈاکٹر محمد سعود' سیارہ ڈائجسٹ' لاہور : چودہ صدیاں نمبر' فروری تا مارچ ۱۹۸۱ء۔

ب۔ انگریزی مقالات

365. Achava-Amrung,P., Terminology as an Academic Criteria, *NEOTERM*, Warsa, No.13/16, 1991-

366. Akulenko, Vabrij, A Typology of Terms and Possibilities of their International Standardization, *NEOTERM*, Warsa, No.13/16, 1991-

367. Budin,G.,Galinski, Nedobity & Thaler,R.,Terminology and Knowledge Processing,*INFOTERM*,Vienna, No.1.,

1988.

368. Churchil, S.J.A., Makhzan ul Advlyeh, *The Indian Antiquary*, Calcutta,Vol.XVIII, Nov, 1988-

369. Daniul Haq, M., Use of Technical Terminologies: the Case of Bangladesh, *NEOTERM*, Warsa, No.13/16,1991-

370. Dawidowiez,Aleksander,The Prospects of Standardization and Transfer of Scientific Terminology, *NEOTERM*, Warsa, No.7/8, 1987-

371. Delmerich, J.G., On Omatepoeia in Hidustani, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol.XVIII, July, 1889-

372. Didaoui,M.,Problems of Arabic Terminology of Scientific and Legal Character, *Termnet News*, Vienna, No,.34/35, 1991-

373. Diniejko, Anderzej. Standard Terminology for International Communication, *NEOTERM*, Warsa, No.7/8, 1987-

374. Durrani,Attash,Dr.,Transnationalization of Terms in Urdu and the Role of World Bank of International Terms, *NEOTERM*, Warsa, No.13/16, 1991-

375. Fathykova, Liya, A functional Approach to the Study of Terms, *NEOTERM*, No.13/16, 1991-

376. Felber, Helmet, Theory of Terminology, Terminology work and Terminology Documentation, *INFOTERM*, Vienna, No.1, 1979-

377. Felber, H., The Vienna School of Terminology, *INFOTERM*, Vienna, No.10, 1979-

378. Felber, H., International Standardization of Terminology, *INFOTERM*, Vienna, No.1, 1980-

379. Felber, H., Some Basic Issues of Terminology, *INFOTERM*, Vienna, No.4, 1981-

380. Febler, H., The General Theory of Terminology and Terminography, *INFOTERM*, Vienna, No.9, 1991-

381. Febler, H., The General Theory of Terminology: A Theoretical Basis, *NEOTERM*, Warsa No.9, 1982-

382. Febler, H., Trends in Terminology, *INFOTERM*, Vienna, No.5, 1984-

383. Felber, H., Adrian Manu, W. Nedobity, Standardized Vocabularies, Preparation, Structure, Function, *INFOTERM*, Vienna, No.4, 1981-

384. Galinski, Christian, **Terminology and Information Knowledge Management**, *INFOTERM*, Vienna, No.13, 1986-

385. Galinski, C., **Terminology 1990**, *Termnet News*, Vienna, No.24, 1989-

386. Galinski, C., and W. Nedobity, **Terminological Data Bank as a Management Instrument**,*INFOTERM*,Vienna, No.6, 1986-

387. Ghani, A.R. and Dr. Abu Lais Siddiqi, **Guide to English-Urdu Diction-aries and Glossaries of Technical Terms**, *Oriental College Manazine*, Lahore: No.115/116, Nov. 1953 to Feb 1954-

388. Grynyov, Sergey, **Some Problems in Terminology Internationalization**, *NEOTERM*, No.13/16, 1991-

389. Heliel, M.H., **Towards the Standardization of Linguistic Terminology in the Arab World**, *Termnet News*, Vienna No.34/35, 1991-

390. Heliel, M.H., **The Arab World**, *Termnet News*, Vienna, No.36/37, 1992-

391. Hodivala,S.H., **Notes on Hobson-Jabson**, *The Indian Antiquary*,Calcutta, Vol LVIII, Aug., Sep., Nov., 1929 to Vol. LX, May, July, Aug., Sep., Nov., 1931 Vol. LXI, Feb., May, 1933.

392. Irvine, W., **Notes on Some Anglo-Indian Words**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol XXIX, Aug. 1900-

393. Khayat, M.H., **Medical Terminology in the Arab World**, *Termnet News*, Vienna, No.34/35, 1991-

394. Korbski, Tadeuz, **Unification of Scientific Terminology**, *NEOTERM*, Warsa, No.1, 1986-

395. Mansoori, R., **Iran**,*Termnet News*, Vienna, No.36/37, 1992-

396. Mari, S., **Terminology Works in Subject Fields: The DBP Experience**, *Termnet News*, Vienna, No.34/35, 1991-

397. Nedobity, W., **Key to International Terminology**, *INFOTERM*, Vienna ,No.13, 1981-

398. Nedobity,W., **Conceptology and Semantics**, *INFOTERM*,Vienna, No.1, 1983-

399. Nedobity, W., **New Developments in Terminography**

INFOTERM, Vienna, No.10, 1988-

400. Nundo Lal Dev, **Geographical Dictionary of Ancient and Medieval India**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol XLVIII, Suppl. 1919-

401. Oldham, **Note on Richard C.Temple**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol. LX, 1931-

402. Patridge, Charles, **A Complete verbal Cross-Index to Yule's Hobson-Jobson**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol.XXIX, Aug.1900- To. Vol. XXX, Vol. XXXI, Vol. XXXII. Vol. XXXIII, Vol. XXXIV, 1905.

403. Petrova, Tatiana, **A View on the Ontological Nature, of the Terms**, *NEOTERM*, Warsa, No.13/16, 1991.

404. Rose, H.A., **Notes on Ancient Administrative Terms and Titles in the Punjab**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol.XXXVI, March, 1908-

405. Rose, H.A., **Contribution to Panjabi Lexicography**,*The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol.XXXVII, Dec.1908-

406. Sager, J.C., **International Scientific Terminology: Prospects and Limitation**, *NEOTERM*, Warsa, No.1, 1984-

407. Satija, M.P., **Indian Sources of Library and Information Science Terminology**, *Termnet News*, Vienna No.34/35, 1991-

408. Serebryakova, Irina, **On Ambiguous Terms in Scientific Texts**, *NEOTERM*, Warsa, No.13/16, 1991-

409. Sial, N.M. and Ghani, A.R., **On a Need for a Comprehensive Multilingual Dictionary of Pakistani Plant Names**, *Paskistan Journal of Forestry*, Vol.3, No.1, 1953-

410. Stoberski,Zygmunt,**The World wide Process of Internationalization of Scientific Terminology**, *NEOTERM*, Warsa, No.1,1984-

411. Stoberski, Z., **International Scientific Terminology**, *NEOTERM*, Warsa, No.2, 1985-

412. Stoberski, Z., **Theory and Practice of Internationalization of Terminology**, *NEOTERM*, Warsa, No.5, 6, 1987-

413. Stoberski, Z., **Dangers stemming from Standardization before its Transnationalization of Terminology**, *NEOTERM*, Warsa, No.9,10, 1988-

414. Svenonius, Elaine, **Design of Controlled Vocabularies** in Kent, Allen's, **Encyclopedia of Library and Information Science**, New York: Marcel Deckers, 1990, Vol.45-

415. Tasiemski, Michal, **Internationalisms in Media and Everyday Life**, *NEOTERM*, Warsa, No.13/16, 1991-

416. Temple,Richard C., **The Trade Dialect of the Naqqash or Painters on Paper Mache in the Punjab and Kashmir**, *Journal of the Asiatic Society of Bengal*, Calcutta, Vol. VIII-

417. Temple,R.C., **The Delhi Dalal and Their slang**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol.XIV, June, 1885-

418. Temple,R.C., **The Devil Worship of the Tuluvas**, *The Indian Antiquary*, Vol. XXIII, Jan.1894-

419. Temple,R.C., **Some Technical Terms and Names in Port Blair**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol. XXVII, Jan. 1898-

420. Temple, R.C., **Some Anglo Indian Terms from a XVIIth Century MSS.**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol XXXII, Jan, 1903- Sep.1903, Dec 1903; Vol. XXXIII, March, June, Aug., Oct., Dec., 1904.

421. Temple, R.C., **Hindustani in the XVIIth Century**, *The Indian Antiquary*, Vol XXXII May, 1903-

422. Temple, R.C., **Survival of Old Anglo-Indian Commercial Terms**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol XXXVI, Aug, 1907-

423. Temple, R.C., **Multiple Origin of Technical and Commercial Terms**, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol.LI,Nov, 1922-

424. **Terminology Interchange Format**, *Termnet News*, Vienna, No.40, 1993.

425. Thackeva, L.B., **Some Tendencies in the Development of Terminology on the International Level**, *NEOTERM*, Warsa, No.13/16, 1991-

426. Yule, H.and A.C. Burnell, **Specimen of a Discursive Glossary of Anglo Indian Terms**, *The Indian Antiquary*, Vol.XIII,July.1879-

حصہ سوم اردو اصطلاحات نگاری

مجموعہ ہائے اصطلاحات (لغات و اشاریے)

مکمل لغات — الف: جامع لغات

۱- اربعہ عناصر (انگریزی، عربی، فارسی، اردو) لکھنؤ: ۱۸۸۱ء-
۲- اردو اصطلاحات: پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی، لاہور: ۱۹۲۸ء-
۳- اصطلاحاتِ علمیہ: مولوی عبد الحق، ادو، اورنگ آباد دکن، (طبیعیات)، جنوری ۱۹۲۱ء، سکونیات، اپریل ۱۹۲۱ء، (الجبرا) اکتوبر ۱۹۲۱ء، (نباتیات) جنوری ۱۹۲۲ء، (نفسیات) جولائی ۱۹۲۲ء-
۴- جریدہ نمبر ۱: آفتاب حسن، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، تاریخ و سیاسیات، عمرانیات، فلسفہ، معاشیات، نفسیات، جغرافیہ، ارضیات، حیوانیات، کیمیا، طب، نباتیات، زراعت، خرد حیاتیات وغیرہ کی اصطلاحات، س، ن-
۵- جریدہ نمبر ۲: آفتاب حسن، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، س، ن-
۶- جریدہ نمبر ۳: آفتاب حسن، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، س، ن-
۷- جریدہ نمبر ۴: آفتاب حسن، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی، س، ن-
۸- جریدہ نمبر ۵: آفتاب حسن، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، س، ن-
۹- جریدہ نمبر ۶: آفتاب حسن، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، س، ن-
۱۰- جریدہ نمبر ۷: آفتاب حسن، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، س، ن-
۱۱- جریدہ نمبر ۸ آفتاب حسن، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۷۱ء-
۱۲- جریدہ نمبر ۹: آفتاب حسن، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۷۲-
۱۳- جریدہ نمبر ۱۰: آفتاب حسن، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۷۳ء-
۱۴- جریدہ نمبر ۱۱: آفتاب حسن، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۷۴-
۱۵- جریدہ نمبر ۱۲: آفتاب حسن، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۷۷ء-
۱۶- جریدہ نمبر ۱۳: علی عارف رضوی، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۸۰ء-
۱۷- جریدہ نمبر ۱۴: علی عارف رضوی، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۸۱ء-
۱۸- جریدہ نمبر ۱۵: ڈاکٹر اسلم فرخی، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۸۲ء-
۱۹- جریدہ نمبر ۱۶: ڈاکٹر اسلم فرخی، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۸۲ء-
۲۰- جریدہ نمبر ۱۷: علی عارف رضوی، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۸۵ء-
۲۱- خزائن اللغات (ہندوستانی، فارسی، عربی، سنسکرت، انگریزی، ترکی): شاہ جہاں بیگم کی فرمائش پر مرتبہ، بھوپال: ۱۸۸۶ء، (دو جلدیں)-
۲۲- فرہنگِ اصطلاحات (تین جلدیں): لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۴ء- (علاوہ ازیں مختلف کراسے)-
۲۳- فرہنگِ اصطلاحات جامعہ عثمانیہ: ڈاکٹر جمیل جالبی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، فروری ۱۹۹۱ء- (حصہ دوم) ۱۹۹۳ء-
۲۴- فرہنگِ اصطلاحاتِ علمیہ (پہلا حصہ): اورنگ آباد دکن: انجمن ترقی اردو، ۱۹۲۵ء-
۲۵- فرہنگِ اصطلاحاتِ علمیہ (دوسرا حصہ): نئی دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۰ء-

۲۶- فرہنگ اصطلاحات ملیہ (تیسرا حصہ) " " : ۱۹۴۳ء-
۲۷- فرہنگ فرنگ: منشی زوار حسین طرار، لکھنؤ: مطبع بستان مرتضوی، ۱۸۸۷ء-
۲۸- قاموس الاصطلاحات: پروفیسر شیخ منہاج الدین، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۸۲ء-
۲۹- مجموعۂ اصطلاحات: حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۶ء-
۳۰- مفید عام: سید نصرت علی (اہم اور مفید الفاظ و اصطلاحات کا لغت) (انگریزی اردو)، شاہجہانپور، ۱۸۸۲ء-

31. **A Vocabulary of Common and Technical Words in English and Urdu:** J.G. Medley, Roorkee; 2nd Ed. 1875, 1888.

32. **Air Lexicon, New Vocabulary:** (Eng/Urdu/Hindi), New Delhi: All India Radio(4 Vols.).

33. **Hobson-Jobson:** Yule, H. and Burnell, A.C., London: Routledge Kegan Paul, 1986(First Ed. 1886), 2nd Ed. by John Murray, 1903, reprint in 1968, Routledge, 1985, 1986).

34. **Index of Local and Scientific Terms Regarding Economic Products and Projects in India:** F.J.Watson, Calcutta and London, 1868.

35 **Probationar's Help to language (Hindustani and Persian),** Munshi Abdul Rashid, Lucknow, 1895.

جزوی اشارے:

۳۶- اردو انسائیکلوپیڈیا: فیروز سنز، لمیٹڈ، (طبع دوم) ۱۹۸۶ء-
۳۷- اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، (دو جلدیں) مدیر اعلیٰ: مولوی حامد علی خان، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۷-۱۹۸۸ء-
۳۸- انسائیکلوپیڈیا معلومات (جلد اول): لاہور: شیش محل کتاب گھر، ۱۹۷۰ء تا ۱۹۷۲ء-
۳۹- شاہکار سائنس انسائیکلوپیڈیا (جلد اول فلکیات): کراچی: شاہکار بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۶ء-۱۹۸۷ء-

ب: ادبیات و لسانیات، فنون لطیفہ

مکمل لغات:

۴۰- اردو میں صوتیاتی اصطلاحیں: ڈاکٹر گیان چند، قومی زبان کراچی: جنوری ۱۹۶۲ء-
۴۱- اصطلاحات ڈراما: ڈاکٹر محمد اسلم قریشی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۴ء-
۴۲- اصطلاحات زبان و قواعد: عتیق احمد صدیقی، اخبار اردو، اسلام آباد، اکتوبر ۱۹۸۴ء-
۴۳- رموز شعر و سخن: شیخ رفیع الدین احمد رفیع، ۱۹۶۵ء-
۴۴- فرہنگ ادبی اصطلاحات: پروفیسر کلیم الدین احمد، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۳ء-
۴۵- فرہنگ اصطلاحات لسانیات: نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء-
۴۶- کشاف اصطلاحات لسانیات: ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۴ء- (جنوری میں زیرِ طبع)
۴۷- کشاف تنقیدی اصطلاحات: ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء-

جزوی اشاریے:

۴۸- اردو لسانیات: ڈاکٹر شوکت سبزواری' کراچی' مکتبہ تخلیق ادب' ۱۹۶۶ء۔
۴۹- اصول لغت اردوئے معلیٰ: آل انڈیا ایجوکیشنل لٹریری سوسائٹی' لاہور: پیسہ اخبار' ۱۹۳۵ء۔
۵۰- توضیحی لسانیات: ایچ اے گلیسن / ترجمہ: عتیق احمد صدیقی' نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۷۹ء ضمیمہ (زبانوں کے نام)۔
۵۱- جدید آہنگ تخلیق: زوار حسین' ملتان: ادارہ طرح نو' ۱۹۶۸ء۔
۵۲- چند اصطلاحات کے ترجمے: ڈاکٹر ابواللیث صدیقی' اورینٹل کالج میگزین' لاہور' اگست ۱۹۵۱ء نیز اگست ۱۹۵۲ء۔
۵۳- سٹیج کی چند اہم اصطلاحات: منظر شہاب' قند' مردان/ ڈراما نمبر ۱۹۶۱ء۔
۵۴- شعر و قافیہ: صوفی وارثی میرٹھی' نظر ثانی: مظفر وارثی' لاہور: مکتبہ عالیہ' ۱۹۹۱ء' (طبع اول' لاہور: ۱۹۵۲ء)۔
۵۵- لسان و مطالعہ لسان: ڈبلیو ڈی وٹنے / ترجمہ: حمید اللہ خان یوسف زئی' علی گڑھ: مسلم یونیورسٹی پریس' ۱۹۲۸ء۔
۵۶- لسانیات کے بنیادی اصول: ڈاکٹر اقتدار حسین خاں' علی گڑھ ایجوکیشنل بک ہاؤس' ۱۹۸۵ء۔
۵۷- مغربی شعریات: ترجمہ: ہادی حسین' لاہور: مجلس ترقی ادب' ۱۹۶۸ء۔
۵۸- نئی اردو قواعد: عصمت جاوید' دہلی: ترقی اردو بیورو' (طبع دوم) دسمبر ۱۹۸۵ء۔
۵۹- ہند آریائی اور ہندی: سنیتی کمار چٹرجی / ترجمہ: عتیق احمد صدیقی' دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۸۳ء (طبع اول ۱۹۷۷ء)۔

ج: مذہبی و دینی اصطلاحات

مکمل لغات:

۶۰- اسلامی لغت' عبدالمجید بھٹی' لاہور: ہونہار بک ڈپو' ۱۹۴۸ء۔
۶۱- اصطلاحات الفنون مع تذکرۃ المولفین: مولوی محمد عابد نعیم' فیصل آباد: مکتبہ دارالعلوم فیض محمدی۔
۶۲- اصطلاحات المحدثین: سلطان محمود' ملتان: اثری ادارہ نشر و اشاعت' ۱۹۶۹ء۔
۶۳- اصطلاحات حدیث: دکتور محمود الطحان / ترجمہ: محمد سعد صدیقی' لاہور: قائد اعظم لائبریری' ۱۹۸۹ء۔
۶۴- اصطلاحات صوفیا: خواجہ شاہ محمد عبد الصمد' دہلی: دلی پرنٹنگ پریس' ۱۹۲۹ء- طبع دوم' لاہور: مکہ بکس۔
۶۵- اصطلاحات الصوفیہ مع رسالہ نسبۃ السرمدیہ: کمال الدین ابی الغنائم عبدالرزاق' لاہور: الارشاد' ۱۹۷۴ء (طبع اول بمبئی: س ن)۔
۶۶- اصطلاحات صوفیہ: خواجہ شمس الدین' حیدر آباد دکن: ۱۹۴۰ء۔
۶۷- تبصرۃ الاصطلاحات الصوفیہ: سید اکبر حسینی' گلبرگہ (دکن): کتب خانہ روضتین' ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء۔
۶۸- سِرِّ دلبراں: شاہ سید محمد ذوقی' کراچی: محفل ذوقیہ' ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۲ء- طبع دوم ۱۹۶۸ء' طبع سوم ۱۹۸۰ء۔

۶۹- لغاتِ کتاب مقدس: مسز ماتھر / نظر ثانی: پادری ایم شیرنگ، مرزا پور: مرزا پور پریس، ۱۸۷۵ء (رومن اردو)۔

۷۰- مصطلحاتِ علوم و فنونِ عربیہ: محی الدین غازی اجمیری، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۷۸-۱۹۷۶ء۔

71. Glossary Hindustani and English to the Old Testament and Psalms, Cotton Mather, London, 1861.

72. English-Urdu Christian Terminology: Pieterse, J.V, Libericus, Ed. by John Slomp, Rawalpindi: Christian Study Centre, 1976.

جزوی اشاریے:

۷۳- التعرف لمذہب التصوف، امام کلاباذی / ترجمہ: پیر محمد حسن، لاہور: المعارف، ۱۹۷۱ء۔ طبع دوم ۱۹۷۸ء۔

۷۴- خضر راہ: قیوم خضر، پٹنہ، ۱۹۸۲ء۔ مختصر قاموس تصوف۔

۷۵- صد میدان: خواجہ عبد اللہ انصاری ہروی / ترجمہ: حافظ محمد افضل فقیر، لاہور: اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۷ء۔

د: سماجی و تعلیمی علوم

تکمیل لغات:

(تعلیم)

۷۶- اصطلاحاتِ فنِ تعلیم: مہذب لکھنوی، حیدر آباد دکن: پاور پریس۔

۷۷- تعلیمی اصطلاحات: اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء۔

۷۸- فرہنگِ اصطلاحاتِ فلسفہ، نفسیات اور تعلیم: نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۹ء۔

۷۹- مجموعۂ اصطلاحات تدریسیات: حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۶ء۔

(فلسفہ)

۸۰- اصطلاحاتِ جمالیات: ڈاکٹر محمد انصار اللہ، علی گڑھ: بیت الابصار، ۱۹۸۷ء۔

۸۱- فرہنگ اصطلاحاتِ فلسفہ: کراچی: جامعہ کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، ۱۹۶۲ء۔

(نفسیات)

۸۲- اصطلاحاتِ اطلاقی نفسیات: لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ، جامعہ پنجاب، ۱۹۶۱ء۔

۸۳- اصطلاحاتِ نفسیات: لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ، جامعہ پنجاب، ۱۹۷۱ء۔

۸۴- فرہنگِ نفسیات: زرینہ خانم، کراچی: کفایت اکیڈمی، ۱۹۸۲ء۔

۸۵- فرہنگِ نفسیات: صوفی گلزار احمد، لاہور: ملک دین محمد اینڈ سنز، ۱۹۶۱ء۔

(انسانیات / عمرانیات)

۸۶- اصطلاحاتِ سماجی تحفظ: ایس ایم معین قریشی، اخبارِ اردو، اسلام آباد، مئی ۱۹۸۴ء۔

۸۷- اصطلاحاتِ سماجی تحفظ: مسعود احمد چیمہ، اخبارِ اردو، اسلام آباد، جولائی ۱۹۸۴ء۔

۸۸- اصطلاحاتِ عمرانیات: محمد احمد سبزواری، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۴ء۔

۸۹- اصطلاحاتِ مردم شماری و مطالعہ آبادی: مسعود احمد چیمہ، اخبارِ اردو، اسلام آباد، اپریل ۱۹۹۲ء۔

۹۰۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ عمرانیات: اورنگ آباد دکن: انجمن ترقی اردو، ۱۹۲۵ء۔
۹۱۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ عمرانیات: محمد احمد حسن لطیف، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۷۰ء۔
۹۲۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ انسانیات: نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۱ء۔
۹۳۔ اصطلاحاتِ دیہی معاشریات: لاہور: اردو سائنس بورڈ، جنوری ۱۹۸۸ء۔
۹۴۔ اصطلاحاتِ ماحولیات: عبید اللہ بیگ، اخبار اردو اسلام آباد، مارچ ۱۹۹۳ء۔

(سیاسیات)

۹۵۔ اصطلاحاتِ سیاسیات: جامعہ پنجاب، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۸ء۔
۹۶۔ سیاسی اصطلاحوں کی فرہنگ: مورس کرانسٹن / ترجمہ: گوپال مل، نئی دہلی: نیشنل اکاڈمی، ۱۹۶۸ء۔
۹۷۔ فرہنگِ سیاسیات: محمد محمود فیض، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۴ء۔
۹۸۔ کشافِ اصطلاحاتِ سیاسیات: محمد صدیق قریشی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، (جلد اول)، ۱۹۸۵ء (جلد دوم)، ۱۹۸۶ء۔

(معاشیات)

۹۹۔ اصطلاحاتِ بینکاری: محمد احمد سبزواری، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۱ء۔
۱۰۰۔ اصطلاحاتِ بیمہ کاری: ڈاکٹر سہیل بخاری / نظر ثانی: محمد حفیظ ملک، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، مئی ۱۹۷۶ء۔
۱۰۱۔ اصطلاحاتِ معاشیات: لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ، جامعہ پنجاب، ۱۹۶۶ء۔
۱۰۲۔ اصطلاحاتِ معاشیات: پروفیسر دلشاد کلانچوی، بہاولپور: دانشکدہ، ۱۹۵۲ء۔
۱۰۳۔ جدید اصطلاحاتِ معاشیات: محمد اسلام، لاہور: مرکز فروغ علوم، ۱۹۷۶ء۔
۱۰۴۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ بنکاری: کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۵۱ء۔
۱۰۵۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ معاشیات: نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۳ء۔
۱۰۶۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ معاشیات، تجارت، بنکاری: کراچی: جامعہ کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، ۱۹۷۲ء۔
۱۰۷۔ فرہنگِ معاشیات: سید قاسم محمود، لاہور: شیش محل کتاب گھر، ۱۹۶۰ء۔
108. A Dictionary of Commercial Terms: Alexander Faulkner, Bombay, 1856.
109. Commercial Hindustani: Pandit Jwala Nath, Calcutta, 1892, 2nd Ed. Calcutta: 1902.
110. Dictionary of the Economic Products of India: Sir George Watt, (6 Vols.), Calcutta, 1899.
111. Glossary of Trade Terms, *Karachi* : Deptt. of Trade Promotion, Pakistan, 1953.
112. Handbook of Economic Products of the Punjab: Baden H. Powell, Roorkee : 1868.
113. Information Regarding Trade Terms: NWFP: Deptt. of

Commercial Intelligence, 1952.

(تاریخ)

۱۱۴۔ فرہنگ عثمانیہ المعروف اصطلاحات اسنادی: میر لطیف علی عارف ابو العلائی، حیدر آباد دکن: خورشید پریس، ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۹ء۔

۱۱۵۔ کشاف اصطلاحات تاریخ: محمد صدیق قریشی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء۔

جزوی اشاریے:

(تعلیم)

۱۱۶۔ بچوں کا آرٹ اور اس کی تدریس: عبید الحق، کراچی: سعد پبلی کیشنز، س۔ن۔

۱۱۷۔ تعلیمی تحقیق اور اس کے اصول و مبادی: ڈاکٹر احسان اللہ خان، لاہور: بک ٹریڈرز، ۱۹۷۸ء۔ طبع دوم: نگارشات، لاہور، ۱۹۹۳ء۔

۱۱۸۔ مناظرات تعلیم: (بی ایڈ) اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۸۷ء (متفرق)۔

۱۱۹۔ خواندگی یا تعلیم مسلسل: ڈاکٹر عطش درانی، اسلام آباد: ادارہ خواندگی و تعلیم مسلسل، ۱۹۹۲ء۔

۱۲۰۔ سائنس اور اس کی تدریس: (سی ٹی) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۸۸ء۔

۱۲۱۔ مدارس ثانوی میں ریاضیات کی تدریس: آر برکلے / ترجمہ: عبد العزیز، حیدر آباد دکن: ٹریننگ کالج، اعظم اسٹیم پریس، ۱۳۴۶ھ۔

(فلسفہ)

۱۲۲۔ ابن رشد و فلسفہ ابن رشد: موسیو رینان / ترجمہ: معشوق حسین خان، حیدر آباد دکن: شعبہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۹ء۔

۱۲۳۔ اخلاقیات: پروفیسر ڈاکٹر سی اے قادر، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، مارچ ۱۹۸۴ء (طبع اول ۱۹۶۱ء)۔

۱۲۴۔ اخلاقی زندگی کا نظریہ: جان ڈیوی / ترجمہ: میاں عبد الرشید، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۶۴ء۔

۱۲۵۔ افکار حاضرہ: سی ایم جوڈ / ترجمہ: محمد بن علی وہاب، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۶۴ء۔

۱۲۶۔ اقبال اور جمالیات: نصیر احمد ناصر، کراچی: نصیر احمد ناصر، کراچی: اقبال اکادمی، ۱۹۶۴ء۔

۱۲۷۔ اقبال کی مابعد الطبیعیات: ڈاکٹر عشرت حسن انور / ترجمہ: ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، لاہور: اقبال اکادمی (طبع اول ۱۹۷۷ء) طبع دوم ۱۹۸۸ء۔

۱۲۸۔ انواع فلسفہ: پروفیسر ولیم ارنسٹ ہاکنگ / ترجمہ: جعفر حسین خان، علی گڑھ: انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۲ء۔

۱۲۹: تاریخ جمالیات: سعید احمد رفیق، کوئٹہ: قلات پبلشرز، ۱۹۷۲ء۔

۱۳۰: تاریخ جمالیات (جلد دوم): نصیر احمد ناصر، لاہور: مجلس ترقی ادب، فروری ۱۹۶۳ء۔

۱۳۱: تاریخ فلسفہ: کلیمنٹ سی جے ویب / ترجمہ: احسان احمد، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۹ء۔

۱۳۲۔ تاریخ فلسفہ اسلام: ث ج دو بوئر / ترجمہ: سید عابد حسین، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، جنوری ۱۹۸۴ء۔

۱۳۳۔ تعارف اخلاقیات: ولیم للی / ترجمہ: سید محمد احمد سعید، کراچی: جامعہ کراچی بہ اشتراک مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد: ۱۹۸۴ء۔

۱۳۴۔ جمالیات (قرآن حکیم کی روشنی میں): ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، اسلام آباد: نیشنل بک

فاؤنڈیشن، ۱۹۸۴ء۔
۱۳۵۔ حکایتِ فلسفہ: ول ڈوران / ترجمہ: مولوی احسان احمد، حیدر آباد دکن: تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲ء۔
۱۳۶۔ علم اخلاق: جان ایس میکنزی / ترجمہ: مولوی عبدالباری، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۳ء۔
۱۳۷۔ فلسفہ کی پہلی کتاب: ریپوپارٹ / ترجمہ: ڈاکٹر میر ولی الدین، حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ و اعظم گڑھ: دارالمصنفین۔
۱۳۸۔ فلسفے کے بنیادی مسائل: قاضی قیصرالاسلام، کراچی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۶ء۔
۱۳۹۔ مفتاح المنطق (منطق استخراجی): ایچ ڈبلیو بی جوزف / ترجمہ: مولوی مرزا محمد ہادی، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۳ء۔ حصہ دوم (منطق استقرائی) ۱۹۲۳ء۔
۱۴۰۔ مقصد زندگی: سید صمد جعفری، حیدر آباد دکن: اعظم اسٹیم پریس، ۱۳۶۸ھ۔
۱۴۱۔ مکالماتِ برکلے: برکلے / ترجمہ: عبدالماجد دریابادی، اعظم گڑھ: دارالمصنفین ۱۹۱۹ء۔
۱۴۲۔ منطقِ استخراجیہ: خواجہ عبدالحمید، لاہور: یونیورسٹی بک ایجنسی، ۱۹۵۲ء۔
۱۴۳۔ منطق (استخراجی و استقرائی): مولوی عبدالماجد (مرتب)، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۱۹ء۔
۱۴۴۔ ناتیست: شاہد حسین رزاقی، حیدر آباد دکن: نفیس اکیڈمی، ۱۹۴۴ء۔

(نفسیات)

۱۴۵۔ ابتدائی تعلیمی نفسیات: پروفیسر علاؤالدین اختر، قومی کتب خانہ، لاہور: جنوری ۱۹۵۷ء۔
۱۴۶۔ اختباری نفسیات: محمد فائق، کراچی: غضنفر اکیڈمی، ۱۹۸۲ء۔ (طبع اول، کفایت اکیڈمی، کراچی، ۱۹۶۳ء، طبع سوم ترمیمی ایڈیشن، ۱۹۷۰ء)۔
۱۴۷۔ اصولِ نفسیات: جیمس رولینڈ اینجل / ترجمہ: مولوی معتضدولی الرحمان، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۷ء۔
۱۴۸۔ اصولِ نفسیات: پروفیسر عبدالحی علوی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، اپریل ۱۹۸۷ء۔
۱۴۹۔ تجزیۂ نفس: برٹرنڈ رسل / ترجمہ: شجاعت حسین بخاری، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء۔
۱۵۰۔ تحلیل نفسی: حزب اللہ، لاہور: کتاب منزل، ۱۹۴۸ء۔
۱۵۱۔ تعلیمیاتی نفسیات: ملک سردار علی، حیدر آباد دکن: ٹریننگ کالج، ۱۳۴۹ف۔
۱۵۲۔ تعلیمی اور نفسیاتی آزمائشیں: افتخار احمد، اسلام آباد: قائداعظم یونیورسٹی، ۱۹۸۷ء۔
۱۵۳۔ تعلیمی نفسیات: عبد الحیٔ علوی، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، طبع اول ۱۹۴۹ء۔ طبع پنجم ۱۹۸۰ء۔
۱۵۴۔ تعلیمی نفسیات و شماریات: سید آل احمد، کراچی، قمر کتاب گھر، طبع اول ۱۹۷۱ء۔ طبع دوم ۱۹۷۴ء (فرہنگ شماریات، فرہنگ تعلیمی و نفسیات اصطلاحات)۔
۱۵۵۔ جدید تعلیمی نفسیات: ڈاکٹر عبدالرؤف، لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، چودھواں ایڈیشن ۱۹۷۶ء۔
۱۵۶۔ راہ سازی: فاخر حسین، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۸ء۔
۱۵۷۔ صنعتی نفسیات: پروفیسر ڈاکٹر سی اے قادر، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، (طبع اول مئی ۱۹۷۳ء) طبع دوم ۱۹۸۱ء۔

۱۵۸- عسکری نفسیات: چودھری عبد القادر' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' ۱۹۷۵ء-
۱۵۹- مبادئ علم النفس: جے ایف اسٹوارٹ / ترجمہ: مرزا محمد ہادی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۲ء-
۱۶۰- مبادئ نفس: شیخ عبد الحمید شوق' حیدر آباد دکن: مکتبہ ابراہیمیہ-
۱۶۱- مسائل نفسیات: محمد فائق' کراچی: غضنفر اکیڈمی' ۱۹۸۱ء' (طبع اول' علی بک ڈپو کراچی' ۱۹۶۳ء)
۱۶۲- معاشرتی نفسیات: چودھری عبد القادر' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' (طبع اول) ۱۹۷۳ء (طبع دوم) ۱۹۸۱ء-
۱۶۳- مقصدِ زندگی: الفرڈ ایڈگر / ترجمہ: سید صمد حسین جعفری' حیدر آباد دکن: اعظم اسٹیم پریس' ۱۳۶۸ھ-
۱۶۴- نفسیات- پروفیسر چودھری عبد القادر' لاہور' مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' ۱۹۶۵ء' طبع چہارم نومبر ۱۹۷۷ء-
۱۶۵- نفسیاتِ عنفوانِ شباب' اسپرینگر / ترجمہ: سید عابد حسین' دہلی: مکتبہ جامعہ اسلامیہ-
۱۶۶- نفسیاتِ تعلیمی: محمد عثمان' حیدر آباد دکن: مکتبہ ابراہیمیہ-
۱۶۷- نفسیاتِ جنون: برنارڈ ہارٹ / ترجمہ: مولوی احسان احمد' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۵ء-
۱۶۸: نفسیاتِ جنون: برنارڈ ہارٹ / ترجمہ: عبیدہ زمان' نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' جولائی ۱۹۷۸ء-
۱۶۹- نفسیاتِ تسویہ: ڈاکٹر سی اے قادر' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' اگست ۱۹۷۵ء-
۱۷۰- نفسیاتِ عضوی: پروفیسر ولیم میکڈوگل / ترجمہ: مولوی معتضد ولی الرحمان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۷ء-
۱۷۱- نفسیات کی بنیادیں: ایڈون گر یکس بورنگ' ہربرٹ سڈنی لانگفلڈ' ہیری پورٹ ولڈ / ترجمہ: ہلال احمد زبیری' کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ' جامعہ کراچی' ۱۹۶۹ء-
۱۷۲- نفسیاتی تنقید: ڈاکٹر سلیم اختر' لاہور: مجلس ترقی ادب' جون ۱۹۸۶ء-
۱۷۳- نموئی نفسیات: پروفیسر ڈاکٹر سی اے قادر' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' جولائی ۱۹۷۴ء-

(عمرانیات)

۱۷۴- ابتدائی سماجی انسانیات: فاطمہ شجاعت' حیدر آباد دکن: انجمن ترقی اردو' ۱۹۵۶ء-
۱۷۵- اطلاقی سماجیات: ڈاکٹر جعفر حسین' علی گڑھ: انجمن ترقی اردو (ہند)' ۱۹۳۴ء-
۱۷۶- افکارِ عصریہ: چارلس آر گبسن / ترجمہ: محمد نصیر احمد عثمانی' اعظم گڑھ: احسن برادرز' ۱۹۵۶ء-
۱۷۷- جدید علم اور عصرِ حاضر کا انسان: ڈاکٹر ہیربی کانٹ / ترجمہ: محمد سعید' لاہور: احسن برادرز' ۱۹۵۶ء-
۱۷۸- ڈیموگرافی: (بی اے) اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' ۱۹۸۸ء-
۱۷۹- سماج کا ارتقا: کلیم اللہ' لاہور: سنگم پبلشرز لمیٹڈ-
۱۸۰- صنعتی معاشریات: چودھری عبد القادر' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ جامعہ پنجاب' ۱۹۷۷ء-
۱۸۱- طبی' سماجی بہبود: اجمل احمد و امجد علی جعفری' کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ' جامعہ کراچی' ۱۹۶۹ء-
۱۸۲- علم انسانیات: مسز مجیدہ صابر' لاہور: اردو سائنس بورڈ' ۱۹۹۰ء-

۱۸۳۔ عمرانیات: مسز فرخ جاوید' اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن' ۱۹۷۹ء۔
۱۸۴۔ مبادی عمرانیات: فرینک ڈبلیو بلیک مار/ ترجمہ: ڈاکٹر سید عابد حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳۲ء۔
۱۸۵۔ مستقبل کا انسان: پروفیسر لورین آئزے/ ترجمہ: سید قاسم محمود' لاہور' کلاسیک' ۱۹۵۹ء۔
۱۸۶۔ معاشریات: پروفیسر ڈاکٹر سی اے قادر' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' ۱۹۷۴ء۔
۱۸۷۔ معاشرتی نظریے: چودھری عبد القادر' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' ۱۹۷۶ء۔

(تاریخ)

۱۸۸۔ انقلابی یورپ یعنی تاریخ یورپ: ایچ مورس اسٹیفنس / ترجمہ: مولوی حسن عابد جعفری' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۶ء۔
۱۸۹۔ تاریخ انگلستان: آرابلابی کلے (مسز فشر) / ترجمہ: مولوی ظفر علی خان' مولوی سید علی رضا' حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۳ء۔
۱۹۰۔ تاریخ پاکستان (قدیم دور)' یحییٰ امجد' لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز' ۱۹۸۹ء۔
۱۹۱۔ تاریخ یونان: اڈولف ہولم / ترجمہ: محمد ہارون خان شیروانی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' جلد اول ۱۹۲۷ء' جلد دوم ۱۹۳۴ء' جلد سوم ۱۹۳۶ء' جلد چہارم ۱۹۳۷ء۔
۱۹۲۔ تاریخ یونان: پروفیسر بیوری/ ترجمہ: مولوی ہاشمی فرید آبادی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ ۱۹۹۱ء۔

(سیاسیات)

۱۹۳۔ بادشاہ: نکولو میکیاویلی / ترجمہ: محمود حسین' کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ' جامعہ کراچی' ۱۹۸۵ء' فہرست اسماء۔
۱۹۴۔ بین الاقوامی تعلقات: ای ایچ کار / ترجمہ: م ر حسان' کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی' ۱۹۸۱ء۔
۱۹۵۔ تاریخ دستور انگلستان: اے ایم چیمبرز / ترجمہ مولوی سید رضا علی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۲ء۔
۱۹۶۔ تاریخ دستور انگلستان: ایف سی مانٹیگو / ترجمہ: مولوی سید علی رضا' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ۔ ۱۹۱۹ء۔
۱۹۷: تاریخ دستور انگلستان: جارج برٹن اڈمس / ترجمہ: مولوی عبد المجید صدیقی' حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳۸ء/ ۱۳۴۷ف۔
۱۹۸۔ تاریخ سیاسیات: پروفیسر اڈورڈ جنکس / ترجمہ: محمد عبد القوی فانی' حیدر آباد: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۵ء۔
۱۹۹۔ تاریخ فلسفہ سیاسیات: محمد مجیب' نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۷۴ء طبع دوم ۱۹۸۲ء۔ (پہلا اڈیشن ہندوستانی اکیڈمی' الہ آباد ۱۹۳۶ء)۔
۲۰۰۔ حکومت ہائے یورپ (حصہ اول) فریڈرک آسٹن اوگ / ترجمہ: قاضی تلمذ حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳۵ء۔
۲۰۱۔ دساتیر عالم: پروفیسر محمد خلیل اللہ' کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف' اردو کالج' ۱۹۶۱ء۔
۲۰۲۔ رسالہ انتظام مدن: ناساؤ سینئر/ ترجمہ: بابو کالی رائے شنکرداس' علی گڑھ: سائنٹیفک

سوسائٹی، ۱۸۶۵ء۔
۲۰۳۔ سیاسیات کے اصول (حصہ اول، دوم): ہارون خان شیروانی، علی گڑھ: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۵۲ء۔
۲۰۴۔ سیاسیات کے اصول (حصہ سوم): ہارون خان شیروانی، علی گڑھ: ترقی اردو ہند، ۱۹۵۵ء۔
۲۰۵۔ علم السیاست: اسٹیفن لیکاک / ترجمہ: قاضی تلمذ حسین، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۴ء۔
۲۰۶۔ کتابچہ شہری دفاع نمبرا: کراچی: وزارت امور داخلی، جولائی ۱۹۵۲ء۔
۲۰۷۔ معاہدۂ عمرانی یا اصول قانون سیاسی: روسو / ترجمہ: محمود حسین، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف ترجمہ، جامعہ کراچی: ۱۹۶۴ء۔
۲۰۸۔ ناوابستگی: پروفیسر رشید الدین خان / سید محمد مہدی، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، جنوری مارچ ۱۹۸۶ء۔
۲۰۹۔ ہندوستان کا نیا دستور حکومت: کشن پرشاد کول، الہ آباد: ہندوستانی اکیڈمی، ۱۹۳۷ء۔
۲۱۰۔ یورپ کے عظیم سیاسی مفکرین: ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی، دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۷۷ء۔

(معاشیات)

۲۱۱۔ آسان بنکاری: امین انجم، لاہور: مکتبہ نوائے وقت، ۱۹۵۵ء۔
۲۱۲۔ اصولِ تجارت: خادم حسین، لاہور: نوید پبلی کیشنز، اکتوبر ۱۹۸۲ء۔
۲۱۳۔ اصولِ قانون معاشیات: ڈبلیو اے ایم سٹ / ترجمہ: ڈاکٹر میر سیادت علی خان، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۸ء۔
۲۱۴۔ اصولِ معاشیات (جلد دوم): ایف ڈبلیو ولی ہنری ٹاسک / ترجمہ: مولوی رشید احمد، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۸ء۔
۲۱۵۔ اصولِ معاشیات: مولوی محمد الیاس برنی، حیدر آباد دکن: سررشتہ، تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۵ء۔
۲۱۶۔ افادیت: جان سٹوارٹ مل / ترجمہ: معتضد ولی الرحمان، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۸ء۔
۲۱۷۔ اقتصادی ترقی کے تجرباتی سانچے: جمیز ڈی کالڈ ووڈ، ہیرولڈ جے بین وینو / ترجمہ: گلزار احمد، لاہور: اردو مرکز، ۱۹۶۵ء۔
۲۱۸۔ تجارت بین الاقوام و مبادلات خارجہ: محمد باقر زید، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۵۸ء۔
۲۱۹۔ تاریخ معاشیات: ڈاکٹر کیلس انگرام / ترجمہ: مولوی رشید احمد، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲ء۔
۲۲۰۔ رسالہ علم المعیشت: جان پارکس لیڈلی، آگرہ: ۱۸۵۳ء۔
۲۲۱۔ علم الاقتصاد: شیخ محمد اقبال، کراچی: اقبال اکادمی، ۱۹۶۱ء۔
۲۲۲۔ علم المعیشت: محمد الیاس برنی، علی گڑھ: مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۲۷ء۔
۲۲۳۔ قدر اور سرمایہ: جے آر ہکس، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی، ۱۹۷۵ء۔
۲۲۴۔ کارل مارکس اور اس کی تعلیمات: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی، ۱۹۷۵ء۔
۲۲۵۔ مبادلات: جان اے ٹاڈ / ترجمہ: مولوی رشید احمد، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ

جامعہ عثمانیہ۔

۲۲۶۔ معاشیات، انٹرمیڈیٹ: اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۸۱ء۔

۲۲۷۔ معاشیات پاکستان: اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۸۱ء۔

۲۲۸۔ معاشیات کے ابتدائی اصول: پریم چند، بمبئی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۶ء۔

۲۲۹۔ معاشیاتِ ہند: پرمتھ ناتھ بنرجی / ترجمہ: مولوی محمد الیاس برنی، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۴ء۔

۲۳۰۔ معاشیاتِ ہند (جلد اول): جی بی جتھا رام و ایس جی بیری / ترجمہ: مولوی رشید احمد، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۰ء۔

۲۳۱۔ معیشت الہند: محمد الیاس برنی، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، ۱۹۲۹ء۔

۲۳۲۔ مقدمہ معاشیات: ڈبلو ایچ مورلینڈ / ترجمہ: مولوی محمد الیاس برنی، حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۳ء۔

۲۳۳۔ نظام بنکاری: منظور الحسن، خادم حسین، لاہور: نوید پبلی کیشنز، ستمبر ۱۹۸۲ء۔

۲۳۴۔ ہمارے بینک: محمد احمد سبزواری، دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)، ۱۹۴۲ء۔

۲۳۵۔ ہندوستان اور مشرق وسطی کے تجارتی تعلقات: ڈاکٹر حامد اللہ ندوی، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، جنوری مارچ ۱۹۸۵ء۔

ر: سائنسی علوم (طبعی، کیمیاوی، ریاضی و فلکیاتی)

مکمل لغات:

(عمومی سائنس)

۲۳۶۔ سائنسی اور فنی اصطلاحات کی اردو لغت کا مسودہ: لاہور: پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، جولائی اگست ۱۹۷۹ء۔

۲۳۷۔ سائنسی و تکنیکی اصطلاحات: اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع اول ۱۹۸۴ء، طبع دوم ۱۹۸۸ء۔

۲۳۸۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ طبیعیات، ریاضیات، فلکیات: آفتاب حسن، کراچی: جامعہ کراچی، ۱۹۶۹ء۔

۲۳۹۔ کشافِ سائنسی و تکنیکی اصطلاحات: محمد اسلام نشتر، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۳ء۔

240. Gem Dictionary of Science (Phy.Chem. Math): Wahab Akhtar Aziz, Lahore:Azhar Publishers.n.d.

241. List of Technical and Scientific Terms, (English and Urdu), Madras: Govt. Press, [1947].

242. List of Technical Terms :(S.Ẓafar Hussain), Bombay, O.U.P. 1939.

243. Vocabulary of Technical Terms used in Elementary School Books, Sh.Inam-ul-Haq, Lahore, 1879.

(طبیعیات)

۲۴۴۔ اردو انسائیکلوپیڈیا طبیعیات: حمید عسکری، لاہور: پاکستان اردو اکیڈمی، سلسلہ نمبر ۲۔

۲۴۵۔ اصطلاحات طبیعیات: اورنگ آباد دکن: انجمن ترقی اردو، ۱۹۲۵ء۔

۲۴۶۔ اصطلاحاتِ طبیعیات: سید ضیا احمد رضوی' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ' جامعہ پنجاب' ۱۹۸۶ء۔
۲۴۷۔ اصطلاحات موسمیات: سرفراز شاہد' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۴ء۔
۲۴۸۔ فرہنگ اصطلاحات علمیہ (طبیعیات): نئی دہلی: انجمن ترقی اردو' ۱۹۴۰ء۔
۲۴۹۔ کشاف اصطلاحات موسمیات: سرفراز شاہد' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۶ء۔

(کیمیا)

۲۵۰۔ انسائیکلو پیڈیا برائے کیمیا: حافظ عبدالاحد' لاہور: اردو سائنس بورڈ' (جلد اول A تا K) ۱۹۸۹ء' جلد دوم (L تا Z)' ۱۹۹۰ء۔
۲۵۱۔ اصطلاحات کیمیا: دہلی: انجمن ترقی اردو' ۱۹۳۹ء۔
۲۵۲۔ اصطلاحات کیمیا: سید ضیا احمد رضوی' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ' جامعہ پنجاب' ۱۹۸۵ء۔
۲۵۳۔ فرہنگ اصطلاحات کیمیا: کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان' ۱۹۵۳ء۔
۲۵۴۔ فرہنگ اصطلاحات کیمیا: کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ' جامعہ کراچی' ۱۹۶۸ء۔
۲۵۵۔ فرہنگ اصطلاحات کیمیا: نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۸۳ء۔
۲۵۶۔ کشاف اصطلاحات کیمیا: ڈاکٹر ایم اے عظیم' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' بہ اشتراک مقتدرہ قومی زبان' اسلام آباد' ۱۹۸۶ء۔

(ریاضی / شماریات)

۲۵۷۔ اصطلاحات ریاضی: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۴ء۔
۲۵۸۔ اصطلاحات ریاضیات: حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۸ء۔
۲۵۹۔ شماریاتی جدول: منیر احمد و محمد حنیف میاں' کراچی: جامعہ کراچی' ۱۹۶۵ء۔
۲۶۰۔ فرہنگ اصطلاحات ریاضیات (اعلیٰ ثانوی سطح کے لیے) نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۸۹ء۔
۲۶۱۔ فرہنگ اصطلاحات شماریات: کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ' جامعہ کراچی' ۱۹۷۵ء۔

(فلکیات)

۲۶۲۔ اصطلاحات علم ہیئت: حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۸ء۔
۲۶۳۔ فرہنگ اصطلاحات علم ہیئت: دہلی / کراچی: انجمن ترقی اردو' ۱۹۴۹ء۔
۲۶۴۔ فرہنگ علم ہیئت: مرزا محمد ہادی' سہ ماہی **اردو**' اورنگ آباد' دکن' جنوری' اپریل' جولائی ۱۹۲۴ء۔

(ارضیات / جغرافیہ)

۲۶۵۔ اردو انگریزی جغرافیائی اسماء: منشی محبوب عالم' لاہور: پیسہ اخبار' ۱۹۲۵ء۔
۲۶۶۔ اصطلاحات جغرافیہ: ابرار حسین قادری' کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان' ۱۹۴۹ء۔
۲۶۷۔ فرہنگ اصطلاحات ارضیات و جغرافیہ: سید علی عارف رضوی' کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ' جامعہ کراچی' بہ اشتراک و تعاون مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۰ء۔
۲۶۸۔ فرہنگ اصطلاحات جغرافیہ (جلد اول): حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۵ء۔
۲۶۹۔ ہمدرد اصطلاحات جغرافیہ: مس بیلا سوہن لال' نئی دہلی: مہر دین اینڈ سنز' ۱۹۶۵ء۔

270. Geographical Dictionary of Ancient and Medieval India: Nundolal Dev, *The Indian Antiquary,* Calcutta, Vol. XLVIII

Suppl, 1919.

271. Glossary of Geographical Terms From India and Tibet: H.A., Schlagintiweit, London, 1870.

272. Glossary of Vernacular Terms Used in the Survey of India Maps: Calcutta, 1931.

273. Indian Geological Terminology: Sir, T.H., Holland, *"Memoirs Geological Survey of India"* vol.57, No.1, 1926.

جزوی اشاریے:

(عمومی سائنس)

۲۷۴- تحفۂ سائنس: فیروز الدین مراد' علی گڑھ: مسلم یونیورسٹی بک ڈپو' ۱۹۲۱ء-

۲۷۵- ترقیمات ریاضی و سائنس: حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۱ء-

۲۷۶- جنرل سائنس انٹرمیڈیٹ: اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' ۱۹۸۳ء-

۲۷۷- سائنس کے چند پہلو: سی وی رامن / ترجمہ: سید تحسین' دہلی: پبلی کیشنز ڈویژن اولڈ سکرٹریٹ' ۱۹۶۱ء-

۲۷۸- سائنس سب کے لیے: لانسے ہو گبن / ترجمہ: آفتاب حسن' لاہور: مجلس ترقی ادب' ۱۹۶۰ء-

۲۷۹- سائنسی موضوعات پر مضامین: لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی-

۲۸۰- مبادی سائنس: مولوی معشوق حسین خان' اورنگ آباد دکن: انجمن ترقی اردو' ۱۹۱۰ء-

۲۸۱- مکالمات سائنس: محمد نصیر احمد عثمانی' دہلی: انجمن ترقی اردو ہند' ۱۹۳۰ء-

(طبیعیات)

۲۸۲- آواز: پروفیسر علی ناصر زیدی' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' ستمبر ۱۹۶۷ء-

۲۸۳- اضافیت: ڈاکٹر رضی الدین صدیقی' کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان' ۱۹۵۲ء-

۲۸۴- اضافیت کا نظریہ خصوصی: خالد لطیف میر' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ' دانشگاہ پنجاب' مارچ ۱۹۷۳ء-

۲۸۵- ایٹم اور ایٹم بم: این درید' ای این داس / ترجمہ: محمد فضل الدین قریشی' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' ۱۹۵۰ء-

۲۸۶- ایٹم اور ایٹمی توانائی: لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' ۱۹۶۳ء-

۲۸۷- ایٹم سے ایٹم بم تک: ایم ایچ مسعود بٹ' لاہور: مکتبہ تکنیک' ۱۹۶۰ء-

۲۸۸- ایٹم کی ساخت: ڈاکٹر شفیق حسین' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ دانشگاہ پنجاب' مئی ۱۹۷۳ء-

۲۸۹- برقی توانائی: انجم اقبال' نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۸۲ء-

۲۹۰- جدید طبیعیات: پروفیسر حمید عسکری' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' جنوری ۱۹۷۰ء-

۲۹۱- جوہری توانائی: ایم ایچ مسعود بٹ' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' ۱۹۶۷ء-

۲۹۲- حرارت: پروفیسر حمید عسکری' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' اپریل ۱۹۶۶ء-

۲۹۳- حرکیات: ہوریس لیمب / ترجمہ: محمد نذیر الدین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' پانچواں ایڈیشن' ۱۹۴۷ء-

۲۹۴- ذرہ اور استوار اجسام کا علم حرکت: ایس ایل لونی / ترجمہ: مولوی شیخ برکت علی' حیدر آباد

دکن: جامعہ عثمانیہ '۱۹۳۸ء۔
۲۹۵۔ راست اور متبادل کرنٹ: ڈاکٹر عبد الرشید انصاری' نئی دہلی: ترقی اردو بیورو '۱۹۸۱ء۔
۲۹۶۔ رسالہ طبیعیات عملی: سر آرتھر شوسٹر' سی ایچ لیز/ ترجمہ: محمد عبد الرحمان خان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' جلد اول ۱۹۲۰ء۔ جلد دوم '۱۹۲۰ء' جلد سوم '۱۹۲۱ء۔
۲۹۷۔ رسالہ علم برق: علی گڑھ: سائنٹیفک سوسائٹی '۱۸۶۹ء۔
۲۹۸۔ روشنی کیا ہے: بیولا ٹینہام دیر اسٹل مین / ترجمہ: میجر آفتاب حسن ' کراچی: اردو اکیڈمی سندھ '۱۹۶۵ء۔
۲۹۹۔ رموز فطرت: مولوی محمد مہدی ' لکھنؤ: الناظر پریس ' جنوری ۱۹۲۶ء۔
۳۰۰۔ رہنمائے فوٹوگرافی المعروف بہ اصول مصوری: محمد ابراہیم ' علی گڑھ: مطبع فیض عام۔
۳۰۱۔ سکونِ سیالات: ایس ایل لونی/ ترجمہ: قاضی محمد حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ '۱۹۲۱ء۔
۳۰۲۔ سکونیات (انٹرمیڈیٹ): ایس ایل لونی / ترجمہ: خان فضل محمد خان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ '۱۹۱۹ء۔
۳۰۳۔ سکونیات اعلیٰ: ایس ایل لونی/ ترجمہ: مولوی شیخ برکت علی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ '۱۹۳۲ء۔
۳۰۴۔ شماریاتی میکانیات: ڈاکٹر عبد البصیر پال' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ' دانشگاہ پنجاب' مئی ۱۹۷۴ء۔
۳۰۵۔ طبیعیات (حصہ اول): (میٹرک) گریگوری اینڈ سمنز/ ترجمہ: چودھری برکت علی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ '۱۹۱۹ء۔
۳۰۶۔ طبیعیات (حصہ دوم): (میٹرک) گریگوری اینڈ سمنز/ ترجمہ: چودھری برکت علی' حیدر آباد دکن: طبع رابع ۱۹۳۵ء' سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ '۱۹۲۰ء۔ طبع ثالث ۱۹۳۵ء۔
۳۰۷۔ طبیعیات (حصہ سوم): گریگوری اینڈ سمنز/ ترجمہ: چودھری برکت علی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ '۱۹۱۹ء۔
۳۰۸۔ طبیعیات (حصہ اول): گریگوری اینڈ ہڈلے / ترجمہ: چودھری برکت علی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ '۱۹۱۹ء۔
۳۰۹۔ طبیعیات (حصہ دوم): گریگوری اینڈ ہڈلے/ ترجمہ: چودھری برکت علی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ '۱۹۲۰ء۔
۳۱۰۔ طبیعیات (حصہ سوم): گریگوری اینڈ ہڈلے/ ترجمہ: چودھری برکت علی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ '۱۹۲۰ء۔
۳۱۱۔ طبیعیات (حصہ چہارم): گریگوری اینڈ ہڈلے / ترجمہ: چودھری برکت علی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ '۱۹۲۰ء۔
۳۱۲۔ طبیعیات (حصہ پنجم): گریگوری اینڈ ہڈلے / چودھری برکت علی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ '۱۹۲۰ء۔
۳۱۳۔ طبیعیات (حصہ ششم): گریگوری اینڈ ہڈلے / ترجمہ: چودھری برکت علی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ '۱۹۲۱ء۔
۳۱۴۔ طبیعیات' آوازۃ جے ڈنکن والیس جی اسٹار لنگ/ ترجمہ: محمد عبد الرحمان' حیدر آباد دکن:

سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۱ء۔

۳۱۵۔ طبیعیات' برق: جے ڈ کن و ایس جی اسٹارلنگ / ترجمہ: محمد عبدالرحمان' حیدر آباد دکن: سر رشتہ تالیف ترجمہ جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۸ء۔

۳۱۶۔ طبیعیات' حرارت: جے ڈ کن و ایس جی اسٹارلنگ / ترجمہ: سید عبدالجلیل / محمد عبدالرحمان خان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف ترجمہ جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳۰ء۔

۳۱۷۔ طبیعیات' حرکت: جے ڈ کن و ایس جی اسٹارلنگ / ترجمہ: محمد نصیر احمد' حیدر آباد دکن: سر رشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۸ء۔

۳۱۸۔ طبیعیات' مقناطیسیت: جے ڈ کن و ایس جی اسٹارلنگ / ترجمہ: محمد عبدالرحمان خان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۴ء۔

۳۱۹۔ طبیعیات نور: جے ڈ کن و ایس جی اسٹارلنگ / ترجمہ: محمد عبدالرحمان خان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۱ء۔

۳۲۰۔ طبیعیات عملی: (اول) ایس ایچ ایلین و ایچ مور / ترجمہ: محمد عبدالرحمان خان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' جلد اول ۱۹۲۱ء۔ جلد دوم ۱۹۲۲ء' جلد سوم ۱۹۲۲ء۔

۳۲۱۔ طبیعیات کی داستان: محمد نصیر احمد عثمانی' کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان ۱۹۴۵ء۔

۳۲۲۔ طبیعیات کے بنیادی تصورات: آرتھر بیزر / ترجمہ: احمد وکیل جعفری' نئی دہلی: نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا' ۱۹۷۵ء۔

۳۲۳۔ طبیعی روشنی: پروفیسر حمید عسکری' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' طبع اول ۱۹۶۹ء۔' طبع دوم ۱۹۸۸ء۔

۳۲۴۔ طبیعیاتی کائنات: سید محمد علی خان' حیدر آباد دکن: ادارہ ادبیات اردو' ۱۹۴۳ء۔

۳۲۵۔ طبیعی مناظر: مولوی محمد عبدالرحمان خان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳۹ء۔

۳۲۶۔ علم حرکت: بابو شاشی بھوشن مکرجی' لاہور: مطبع انجمن' ۱۸۷۹ء۔

۳۲۷۔ علم حرکت: ایس ایل لونی / ترجمہ: خان فضل محمد خان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۰ء۔

۳۲۸۔ عملی طبیعیات ایچ ایس ایلن اور ایچ مور / ترجمہ: مولوی وحید الرحمان' حیدر آباد دکن: سررشتہ' تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' (دو حصے)' ۱۹۳۱ء۔

۳۲۹۔ کتاب الطبیعیات (جلد دوم): محمد نصیر احمد عثمانی نیو تنوی' حیدر آباد دکن: انتظامی پریس' ۱۹۳۸ء۔

۳۳۰۔ مادے کے خواص: پروفیسر حمید عسکری' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' جولائی ۱۹۶۵ء۔

۳۳۱۔ ماسکونیات: ڈبلیو ایچ بیعنٹ اور اے ایس ریمزے / ترجمہ: محمد نذیر الدین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳۱ء۔

۳۳۲۔ مبادیات طبیعیات: حیدر آباد: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ' ۱۹۸۰ء۔

۳۳۳۔ مظہر دنیائے عجائب میں (نظریہ اضافیت و قدرت آسان زبان میں): جارج گیمو / ترجمہ: ڈاکٹر محمد انیس عالم' لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز' (طبع دوم) ۱۹۶۹ء۔

۳۳۴۔ معرکۂ مذہب و سائنس: ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر / ترجمہ: ظفر علی خان' لاہور: پنجاب سٹیم

پریس ۱۹۱۰ء۔

۳۳۵۔ نظری علم الحیل: جے ایچ جینس / ترجمہ: محمد نذیر الدین، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۸ء۔

۳۳۶۔ نظریہ اضافیت: منہاج الدین، امرتسر: روز بازار الیکٹرک پریس، ۱۹۲۵ء۔

۳۳۷۔ ہندسی روشنی: پروفیسر حمید عسکری، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ستمبر ۱۹۶۸ء۔

(کیمیا)

۳۳۸۔ ابتدائی حیاتی کیمیا: ڈاکٹر ایم اے ولی، وسیم احمد، کراچی: وفاقی گورنمنٹ اردو سائنس کالج، ۱۹۸۳ء۔

۳۳۹۔ اساسیات قدری کیمیا: اے آرڈینارو / ترجمہ: ڈاکٹر ریاض الحق طارق، حافظ بدر الدین احمد، ملتان: ادارہ تالیف و ترجمہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی و اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء۔

۳۴۰۔ اکسیر الاعظم: کیمیائی اجسام غیر اعضائی یعنی جمادات: محمد شائق، آگرہ: سکندرہ یتیموں کا چھاپہ خانہ، ۱۸۸۴ء۔

۳۴۱۔ حیاتی و غیر نامیاتی کیمیا کے روابط: ڈاکٹر محمد ظفر اقبال، حافظ عبد الاحد، لاہور: تالیف و ترجمہ، جامعہ پنجاب، ۱۹۸۵ء۔

۳۴۲۔ طبیعی کیمیا: سر جیمز واکر / ترجمہ: شیخ فیروز الدین مراد / مولوی محمد عبد الرحمان خان، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، حصہ اول ۱۹۲۸ء، حصہ دوم ۱۹۳۴ء۔

۳۴۳۔ عجائبات کیمیا: ایر ایم فریمن / ترجمہ: محمد فاروق، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز۔

۳۴۴۔ عملی کیمیا: پروفیسر اعجاز احمد، ڈاکٹر قمر الحق، کراچی: وفاقی گورنمنٹ اردو سائنس کالج، ۱۹۸۶ء۔

۳۴۵۔ عملی کیمیا (غیر نامیاتی): سید ضیا الدین محمود، ارشد حسین صدیقی، کراچی: وفاقی اردو سائنس کالج، ۱۹۸۴ء۔

۳۴۶۔ عملی کیمیا: سید ضیا الدین محمود، کراچی: وفاقی گورنمنٹ اردو سائنس کالج، ۱۹۸۵ء۔

۳۴۷۔ عملی کیمیا: جیمز بروس، ہری ہارپر / ترجمہ: چودھری برکت علی، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۵ء۔

۳۴۸۔ عملی نامیاتی کیمیا: جولیس بی کوہن / ترجمہ: مولوی حاکم علی / مولوی عبد الرحمان خان، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۱ء۔

۳۴۹۔ غیر نامیاتی کیمیا: الگزینڈر سمتھ / ترجمہ: چودھری برکت علی، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۸ء۔

۳۵۰۔ غیر نامیاتی کیمیا، آر ایم کیون نیز لینڈر / ترجمہ: مولوی محمود احمد خان، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۸ء۔

۳۵۱۔ کیمیا (تیسرا حصہ): بیلی اینڈ باسر / ترجمہ: چودھری برکت علی، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۳ء۔

۳۵۲۔ کیمیا: گریگوری اینڈ سمنز / چودھری برکت علی، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، طبع رابع ۱۹۳۶ء۔

۳۵۳۔ کیمیاوی سامان حرب: لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۶۸ء۔

۳۵۴۔ کیمیائی بند و ساخت: ڈاکٹر محمد ظفر اقبال' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ' دانشگاہ پنجاب' مئی ۱۹۷۷ء۔
۳۵۵۔ مبادیات برقی کیمیا: اے آر ڈینارو/ ترجمہ: ڈاکٹر ریاض الحق طارق' حافظ عبدالاحد' ملتان: بہاءالدین زکریا یونیورسٹی و اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۷ء۔
۳۵۶۔ مرکزائی کیمیا: ڈاکٹر محمد ظفر اقبال' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ' دانشگاہ پنجاب' جون ۱۹۷۴ء۔
۳۵۷۔ نامیاتی کیمیا: جولیس بی کوہن/ ترجمہ: سردار بلدیو سنگھ' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۸ء۔
۳۵۸۔ نامیاتی کیمیا کی درسی کتاب: جے بی کوہن/ ترجمہ: ڈاکٹر خواجہ حبیب حسن' حیدر آباد دکن' سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' حصہ اول ۱۹۴۵ء' حصہ دوم ۱۹۴۸ء۔
۳۵۹۔ ہم ربطی کیمیا: ڈاکٹر محمد ظفر اقبال' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ' دانشگاہ پنجاب: مئی ۱۹۷۳ء۔

(ریاضی/ شماریات)

۳۶۰۔ احصاء (ترقی اور عملی): محمد خواجہ محی الدین' نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ' ۱۹۷۸ء۔
۳۶۱۔ احصاء کا ابتدائی رسالہ: جارج اے گبسن/ قاضی محمد حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ (حصہ اول) ۱۹۲۶ء۔ (حصہ دوم) ۱۹۲۸ء۔
۳۶۲۔ الجبرا: ڈاکٹر محمد یوسف' پشاور: یونیورسٹی بک ایجنسی' س ن۔
۳۶۳۔ الجبرا: محمد احسن و رشید احمد' نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۷۸ء۔
۳۶۴۔ تشریحات سمتیہ: حسن الدین احمد' کراچی: جامعہ کراچی' ۱۹۶۷ء۔
۳۶۵۔ ترسیمات و مساوات درجہ دوم کا جبریہ اور ترسیمی حل: قاضی محمد حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' طبع دوم ۱۹۳۳ء۔
۳۶۶۔ تفرقی مساواتیں: ایڈورڈ/ ترجمہ: قاضی محمد حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۳ء۔
۳۶۷۔ تفرقی مساواتیں: ایچ ٹی ایچ پیاجو/ ترجمہ: محمد نذیر الدین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۴ء۔
۳۶۸۔ تقدمہ کی مثالیں: انسائین پیٹرکی/ ترجمہ: مولوی محمود حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۵ء۔
۳۶۹۔ عملی احصا: شانتی نارائن/ ترجمہ: سید ممتاز علی' نئی دہلی: نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا' ۱۹۷۹ء۔
۳۷۰۔ جبر و مقابلہ: ہال اینڈ نائٹ/ ترجمہ: قاضی محمد حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' (حصہ اول) ۱۹۴۸ء۔
۳۷۱۔ جبر و مقابلہ: ہال اینڈ نائٹ/ ترجمہ: برکت علی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ (حصہ دوم) ۱۹۴۸ء۔
۳۷۲۔ حساب اور الجبرا: نئی دہلی: نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا (تیسرا حصہ) ۱۹۷۸ء۔
۳۷۳۔ خالص جیومیٹری اور تحلیل جومیٹری: محمد خواجہ محی الدین' نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' اکتوبر ۱۹۷۶ء۔
۳۷۴۔ ریاضیاتی طریقہ: ڈاکٹر محمد یوسف' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' جولائی ۱۹۷۲ء۔
۳۷۵۔ شماریات: محمد حنیف میاں' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' ۱۹۶۷ء۔

۳۷۶۔ صفاری احصاء: ہورس لیمب/ ترجمہ: قاضی محمد حسین و کشن چند' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ (حصہ اول)'۱۹۲۹ء۔ (حصہ دوم)۱۹۲۹ء(حصہ سوم)۱۹۳۰ء۔

۳۷۷۔ علم مثلث تحلیلی: لونی/ ترجمہ: چودھری برکت علی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' (حصہ دوم)'۱۹۲۲ء۔

۳۷۸۔ علم مثلث کروی: آئی ٹاڈ ہنٹر/ ترجمہ: محمد نذیر الدین' حیدر آباد دکن: سررشتہ و تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ۔ ۱۹۳۲ء۔

۳۷۹۔ علم مثلث مستوی: ای ڈبلیو ہا بسن/ ترجمہ: محمد نذیر الدین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳۶ء۔

۳۸۰۔ علم مثلث مستوی: ڈاکٹر اے کے دیش مکھ اور مسز نور حلیم' نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۷۸ء۔

۳۸۱۔ علم مثلث مستوی: لونی/ ترجمہ: قاضی محمد حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' (حصہ اول)'۱۹۳۶ء۔

۳۸۲۔ علم ہندسہ: ہال اینڈ اسٹیونز/ ترجمہ: قاضی محمد حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۰ء۔

۳۸۳۔ علم ہندسہ نظری: ای ایچ ایسکوتھ/ ترجمہ: محمد نذیر الدین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳۷ء۔

۳۸۴۔ مبادیٔ سمتیات: محمد افضل قاضی' سید مختار حسین' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' جون ۱۹۷۳ء۔

۳۸۵۔ مساواتوں کا نظریہ: ایس ڈبلیو برنسائڈ' اے ڈبلیو پانٹن/ ترجمہ: محمد نذیر الدین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' (حصہ اول)' ۱۹۳۴ء۔ (حصہ دوم)۱۹۳۶ء۔

۳۸۶۔ مکمل ہندسہ عملی: محمد منیر الدین' حیدر آباد دکن: مطبع مکتبہ ابراہیمیہ' ۱۹۲۸ء۔

۳۸۷۔ ملتف متغیر کے تفاعل: جے تیرتھ ساستورکر' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۷ء۔

۳۸۸۔ نصاب ذیلی ریاضی: محمد عبدالرحمان خان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' (حصہ اول)'۱۹۳۶ء۔ (حصہ دوم) ۱۹۴۳ء۔

۳۸۹۔ نظریہ سیٹ: ڈاکٹر بی اے سلیمی' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' ۱۹۶۹ء۔

۳۹۰۔ نظریہ گروپ: عبدالمجید' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ دانشگاہ پنجاب' جون ۱۹۷۳ء۔

۳۹۱۔ ویکٹر اور ٹینسر: خالد لطیف میر' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ' پنجاب یونیورسٹی' جون ۱۹۷۸ء۔

۳۹۲۔ ہندسہ تحلیلی: گریس اینڈ روزن برگ' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۲ء۔

۳۹۳۔ ہندسہ مجسمات: ہال اینڈ اسٹیونز/ ترجمہ: قاضی محمد حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۰ء۔ طبع ثانی ۱۹۴۳ء۔

۳۹۴۔ ہندسی مناظر: آر اے ہوسٹن/ ترجمہ مرتنجے راؤ' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۵ء۔

(فلکیات)

۳۹۵۔ آسمان کی سیر: کلن اوبلو/ ترجمہ: محمد سعید' لاہور: مقبول اکیڈمی بہ اشتراک فرینکلن پبلی

کیشنز' لاہور: ۱۹۶۳ء۔

۳۹۶۔ تجاذب اور سیاروی حرکت: ڈاکٹر عبدالبصیر پال' لاہور: دانشگاہ پنجاب' جون ۱۹۷۶ء۔

۳۹۷۔ خلا کی تسخیر: پروفیسر حبیب اللہ خان' لاہور: مجلس ترقی ادب' ۱۹۶۳ء۔

۳۹۸۔ سورج کی پیدائش اور موت: جارج گیمو/ ترجمہ: فاروق احمد صدیقی' لاہور: کلاسیک' ۱۹۶۲ء۔

۳۹۹۔ سیر افلاک یعنی چاند' سورج اور تاروں کا حال: مرزا محمد رشید' کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان' ۱۹۵۲ء۔ (ستارے جن کے عربی نام اب تک رائج ہیں۔)

۴۰۰۔ علم ہیئت: جان ڈبلیو پارکر/ ترجمہ: شیخ برکت علی' نظر ثانی: محمد عبدالرحمان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۰ء۔

۴۰۱۔ علم ہیئت کروی: سر رابرٹ بال/ ترجمہ: محمد نذیر الدین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' (حصہ اول)' ۱۹۳۹ء۔ (حصہ دوم)' ۱۹۴۰ء۔

۴۰۲۔ مصنوعی سیارچے اور فضائی جہاز: ڈیوڈ ڈیٹس/ ترجمہ: علی ناصر زیدی' لاہور: مقبول اکیڈمی' ۱۹۶۶ء۔

۴۰۳۔ مہ و انجم: مارٹن ڈیوس/ ترجمہ: ثناالحق صدیقی' کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان' ۱۹۶۱ء۔

۴۰۴۔ نظام شمسی: لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' ۱۹۶۷ء۔

۴۰۵۔ نظام شمسی: گورکھ پرشاد/ ترجمہ: شیخ بکو' الہ آباد: ہندوستانی اکیڈمی' ۱۹۳۸ء۔

(جغرافیہ/ ارضیات)

۴۰۶۔ البیرونی اور جغرافیہ عالم: مولانا ابو الکلام آزاد' کراچی: ادارہ تصنیف و تحقیق پاکستان' جولائی ۱۹۸۳ء۔

۴۰۷۔ اندلس کا تاریخی جغرافیہ: محمد عنایت اللہ' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۲۷ء۔ (طبع دوم) اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' (۱۹۸۶ء)۔

۴۰۸۔ اینگلو امریکا کا خطی جغرافیہ: سی لینگڈن وہائٹ/ ایڈن جے فوسیکو' شام ایل میک نائٹ/ کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ' جامعہ کراچی' ۱۹۷۲ء۔

۴۰۹۔ خلاصہ طبقات الارض ہند: وریڈن برگ/ ترجمہ: مرزا محمد علی بیگ' حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳۱ء۔

۴۱۰۔ زمین کی سرگزشت: جارج گیمو/ ترجمہ: سید علی ناصر زیدی' لاہور: کلاسیک' ۱۹۶۳ء۔

۴۱۱۔ طبقات الارض: مرزا مہدی علی خان کوکب: لکھنؤ: انجمن ترقی اردو' ۱۹۱۶ء۔

412. Results of a Scientific Mission: H.A. Schlagintweit, London, 1863.

س۔ سائنسی علوم (حیاتیاتی' طبی' زرعی)

مکمل لغات:

• (حیاتیات)

۴۱۳۔ فرہنگ اصطلاحات حیاتیات (دو حصے)' کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ' جامعہ کراچی' جلد اول ۱۹۷۲ء' جلد دوم ۱۹۷۷ء۔

۴۱۴۔ فرہنگ اصطلاحات حیاتیات' انجمن ترقی اردو' سائنس' کراچی' شمارہ ۲۴' ۲۵۔

۴۱۵۔ فرہنگ اصطلاحات حیاتی کیمیا: سید علی عارف رضوی' کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ' جامعہ کراچی' بہ اشتراک مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد: ۱۹۸۹ء۔
۴۱۶۔ فرہنگ اصطلاحات حیوانیات: نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۸۴ء۔
۴۱۷۔ کشاف اصطلاحات حیوانیات: دہاب اختر عزیز' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۹۱ء۔
۴۱۸۔ فرہنگ اصطلاحات نباتیات: نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۸۶ء۔
۴۱۹۔ قاموس نباتیات: دہاب اختر عزیز' لاہور: شعبہ تالیف و ترجمہ' جامعہ پنجاب' ۱۹۷۷ء۔
۴۲۰۔ پاکستان کی جنگلی حیات: ڈاکٹر مرزا اظہر بیگ' ڈاکٹر عبدالعلیم چوہدری' پروفیسر محمد شریف خاں' پونم جبیں چودھری' شاہین حمید' لاہور: اردو سائنس بورڈ' ۱۹۹۱ء۔
۴۲۱۔ پاکستان کے عام پودے: (درخت اور جھاڑیاں): عترت الزہرا طلعت واصف' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۹۱ء۔
۴۲۲۔ پھلواری (بیج سے بہار تک): ڈاکٹر تنزیلہ ملک' لاہور: نعمان بن عزیز (۱۹۸۸ء)۔

423. **English Index to The Plants of India:** H.Piddington, Calcutta: Thackers, 1832.

424. **Gem Dictionary of Biology:** Salah-ud-Din and Khawaja Mukhtar Rasul, Lahore: Azhar Publishers.

425. **Hindoostani English Vocabulary of Indian Birds:** D.C. Phillot and Goband Lal, Calcutta; RASB, 1908.

426. **Index to The Native and Scientific Names of Indian Plants:** J.F. Watson, London, Calcutta, 1868.

(طب)

۴۲۷۔ الفاظ ادویہ: نورالدین محمد عبداللہ / ترجمہ: فرانسس گلیڈون' کلکتہ: ۱۷۹۳ء۔
۴۲۸۔ اصطلاحات ادویہ: پروفیسر فضل الرحمان' دہلی: طبی دارالترجمہ و تالیف' ۱۹۳۳ء۔
۴۲۹۔ اصطلاحات طب: ڈاکٹر اختر امرتسری' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۹۴ء (جنوری میں زیر طبع)۔
۴۳۰۔ اصطلاحات ویدک: ٹھاکردت شرما' لاہور: دیش اپکارک بک ڈپو' ۱۹۱۸ء۔
۴۳۱۔ اصطلاحات یونانی: ٹھاکردت شرما' لاہور: دیش اپکارک بک ڈپو' ۱۹۲۰ء۔
۴۳۲۔ بحرالجواہر: محمد حسنین علی / ترجمہ: ڈاکٹر چیتن شاہ ڈاکٹر صاحب دتا مل' امرتسر: میڈیکل پریس' ۱۸۷۸ء۔
۴۳۳۔ برکات عثمانیہ' مخزن الادویہ: سید عبدالرزاق اینڈ کو کیمسٹ' حیدر آباد دکن: اعظم اسٹیم پریس' ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء۔
۴۳۴۔ تالیف شریف: (Indian Meteria Medica)' محمد شریف خان / انگریزی ترجمہ: جی پلے فیر' کلکتہ' ۱۸۳۳ء۔
۴۳۵۔ تسہیل اللغات: ہا (چار جلدیں)' محمد نجم الغنی رامپوری' لاہور مطبع پیسہ اخبار۔
۴۳۶۔ تشریح الحکمت: محمد حسن' دہلی: س۔ن۔
۴۳۷۔ تکملہ کتاب الادویہ: حکیم کبیرالدین' حیدر آباد دکن: دفتر المسیح۔
۴۳۸۔ خزانۃ الادویہ (چار جلدیں): محمد نجم الغنی رامپوری' لکھنؤ: مطبع منشی نو لکشور۔ س ن۔
۴۳۹۔ خزائن الادویہ (آٹھ جلدیں): محمد نجم الغنی رامپوری' لاہور: مطبع پیسہ اخبار' ۱۹۲۶ء۔

۴۴۰۔ سامانِ آپریشن: محمد دلاور خان، آگرہ، ۱۸۷۳ء۔

۴۴۱۔ طبی لغت: حکیم محمد شریف جامعی، لاہور: اردو سائنس بورڈ، مارچ ۱۹۷۸ء (اے تا سی)۔

۴۴۲۔ طبی کتابچہ: حکیم کبیر الدین، حیدر آباد دکن: دفتر المسیح۔

۴۴۳۔ کتاب الادویہ: (جلد اول: کلیات ادویہ)، (جلد دوم: مخزن المفردات): حکیم کبیر الدین، حیدر آباد دکن: دفتر المسیح۔ (مع ضمیمہ)۔

۴۴۴۔ لاثانی لغات الادویہ: پنڈت ٹھاکر دت شرما، مرتبہ: ڈاکٹر خورشید احمد یوسفی، لاہور: ملک بک ڈپو، ۱۹۸۶ء (طبع اول لاہور: دلیش اپکارک بک ڈپو، ۱۹۳۶ء)۔

۴۴۵۔ لغاتِ امراضِ چشم: نیاز عرفان، مطبوعہ اخبار اردو، اسلام آباد، ستمبر ۱۹۹۰ء۔

۴۴۶۔ لغاتِ طب: حکیم غلام نبی، بہاولپور: اردو اکیڈمی و لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۶۶ء۔

۴۴۷۔ لغاتِ طبی کاہنی: حکیم دیوان کاہن چند: لاہور: لال اسٹیم پریس۔

۴۴۸۔ لغاتِ طبیہ: حکیم کبیر الدین و حکیم فیروز الدین، حیدر آباد دکن: دفتر المسیح۔

۴۴۹۔ لغاتِ قطبیہ فی اصطلاحات ادویہ: مولوی عبد الوہاب، لکھنؤ: مطبع نامی، ۱۹۱۰ء۔

۴۵۰۔ مخزن الجواہر: حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی خان، لاہور: طبی کتب خانہ، ۱۹۲۳ء۔

۴۵۱۔ مخزن المفردات معروف بہ جامع الادویہ: ڈاکٹر سید فضل علی، دہلی۔

۴۵۲۔ مصطلحاتِ طب: اسٹیڈمین و گولڈ، ڈارلینڈ، حیدر آباد دکن: سررشتہ تصنیف و تالیف ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۸ء۔ (جلد اول)۔

۴۵۳۔ مصطلحاتِ طبیہ: حکیم سید ہدایت الحسن رضوی مربانی، آگرہ اردو پریس۔

۴۵۴۔ مقالاتِ احسانی: احسان علی خان، کانپور: ۱۸۷۴ء۔

455. A Catalogue of Indian Medical Plants and Drugs: John Fleming, *Asiatic Researches*, 11, 1810.

456. A Vocabulary of Names of Various Parts of The Body and Medical Technical Terms: P.Breton, Calcutta, 1827.

457. Gem Pocket Medical Dictionary: Wahab Akhtar Aziz, Lahore: Azhar Publishers.

458. Kamyab's New Medical Dictionary: Lahore : New Kamyab Book Depot, 1989.

459. Materia Medica of Hindoostan and Artisans and Agriculturists: W. Ainslie, Madras, 1813.

460. Medical Dictionary: Dr.R.F. Hutchinson, Calcutta: Central Press Co., 4 Dec. 1873, (2nd ed. 1881 A Glossary of Medical and Medicolegal Terms).

461. Medical Phrases Book, Hindustani, English, French and Spanish), John Franks Chittenden, Port of Spain: Govt. Primary Printing Press, 1893.

462. Mohindar Medical Dictionary: Diwan Mohindar Narain, Lahore: 1940.

463. The London Pharmacopia: P.Breton, London, 1824.

(زراعت)

۴۶۴۔ اصطلاحاتِ زراعت: شیخ ممتاز حسین 'لاہور: مرکزی اردو بورڈ' ۱۹۷۳ء۔
۴۶۵۔ اصطلاحاتِ علم اراضی: زرعی یونیورسٹی 'فیصل آباد: لاہور: اردو سائنس بورڈ' ۱۹۸۹ء۔
۴۶۶۔ اصطلاحاتِ فن صحرا: سید عبدالواحد 'حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۵ء۔
۴۶۷۔ زرعی انسائیکلوپیڈیا: مرتبہ: مختار خان 'لاہور: اردو سائنس بورڈ' جنوری ۱۹۸۹ء۔
۴۶۸۔ فرہنگِ بیطاری: لاہور: مرکزی اردو بورڈ' ۱۹۷۶ء۔
۴۶۹۔ فرہنگ جنگلات: حیدر آباد دکن: نظامت جنگلات سرکار عالی' ۱۹۴۵ء۔

470. Materials for a Rural Agricultural Glossary of the North Western Provinces and Oudh, William Crooke (Drafted. 1970), Allahabad, 1879, (Then) A Rural and Agricultural Glossary for the N.W. Provinces and Oudh, 1888, Re-ed. by Shahid Amin, A Glossary of North Indian Peasant Life, New Delhi: O.U.P, 1989.

471. Glossary of Technical and Vernacular Terms-Irrigation in India: Simla: Central Board, 1934, 1941.

جزوی اشاریے:

(حیاتیات)

۴۷۲۔ ابتدائی علم الحیات: سنت پرشاد ٹنڈن 'الہ آباد: نیشنل پریس' ۱۹۴۵ء۔
۴۷۳۔ اصول خرد حیاتیات: ڈاکٹر خورشید علی خان' سید اقبال عالم 'کراچی: وفاقی گورنمنٹ اردو سائنس کالج' ۱۹۸۳ء۔
۴۷۴۔ اطلاقی خرد حیاتیات: ڈاکٹر خورشید علی خان' سید اقبال عالم 'کراچی: وفاقی گورنمنٹ اردو سائنس کالج' ۱۹۸۴ء۔
۴۷۵۔ جینیات: ڈاکٹر عبدالرشید مہاجر 'لاہور: مرکزی اردو بورڈ' جنوری ۱۹۷۱ء۔
۴۷۶۔ خامرے: ڈاکٹر سعید نعیم الحسن نقوی' ڈاکٹر سید محمد عامر 'لاہور: اردو سائنس بورڈ' ستمبر ۱۹۸۸ء۔
۴۷۷۔ شیفر کی تجربی فعلیات: ڈبلیو اے ہین / ترجمہ: ڈاکٹر محمد عثمان' حیدر آبادِ دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' طبع ششم ۱۹۴۱ء۔
۴۷۸۔ علم حیات: عطاالحق 'لاہور: فیروز سنز لیمیٹڈ' ۱۹۵۳ء۔
۴۷۹۔ فعلیات و حیاتی کیمیا (جلد اول): ڈبلیو ڈی ہیلی برٹن' آر جے ایس میکڈ اول / ترجمہ: ڈاکٹر محمد عثمان' حیدر آباد: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۳۶واں ایڈیشن ۱۹۴۵ء۔
۴۸۰۔ فعلیات و حیاتی کیمیا (جلد دوم): ڈبلیو ڈی ہیلی برٹن' آر جے ایس میکڈ اول / ترجمہ: ڈاکٹر غلام دستگیر' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' ۳۶واں ایڈیشن ۱۹۴۶ء۔
۴۸۱۔ فعلیات و حیاتی کیمیا (جلد سوم): ڈبلیو ڈی ہیلی برٹن' آر جے ایس میکڈ اول / ترجمہ ڈاکٹر محمد حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۳۶واں ایڈیشن ۱۹۴۵ء۔
۴۸۲۔ بھنبھیر جھیل اور اس کے جھینگے: ڈاکٹر وقار احمد زبیری' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان'

۱۹۹۰ء۔

۴۸۳۔ کیمیائی فعلیات: ڈبلیو ڈی بیلی برٹن/ترجمہ: ڈاکٹر شاہ نواز/کرنل فرحت علی، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۵ء۔

۴۸۴۔ مبادی جینیات: ڈاکٹر حیدر علی خان، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۹ء۔

(نباتیات)

۴۸۵۔ ادویات میں کام آنے والے پودے: ایس فضل حسین، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۰ء۔

۴۸۶۔ الجی: سید معین الدین، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ستمبر ۱۹۶۸ء۔

۴۸۷۔ برائیوفائیٹا: محمد اشرف ملک، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، اکتوبر ۱۹۸۱ء۔

۴۸۸۔ بے تخم نباتیات (حصہ اول): محمد اشرف ملک، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ستمبر ۱۹۶۸ء۔

۴۸۹۔ پودے اور ان کی زندگی: محمد سعید الدین، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۴۲ء۔

۴۹۰۔ تشریح نباتیات: کیتھرین ایسو، کراچی: شعبہ تصنیف تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۷۱ء۔

۴۹۱۔ ٹیریڈوفائیٹا: پروفیسر محمد اشرف ملک، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، فروری ۱۹۷۱ء۔

۴۹۲۔ عملی نباتیات (حصہ اول): وقار الحق، کراچی: وفاقی گورنمنٹ اردو سائنس کالج، ۱۹۸۳ء۔

۴۹۳۔ عملی نباتیات (حصہ دوم): ممتاز ظہیر، طارق علی، کراچی: وفاقی گورنمنٹ اردو سائنس کالج، ۱۹۸۳ء۔

۴۹۴۔ عملی نباتیات: رائے بہادر رنگا چاری/ترجمہ: محمد عبدالباری، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۸ء۔

۴۹۵۔ فنجائی اور مشابہ پودے: محمد اشرف ملک، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، جون ۱۹۷۰ء۔

۴۹۶۔ مبادی نباتیات (حصہ اول): ایم اکرام بٹ، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۶۴ء۔

۴۹۷۔ مبادی نباتیات: لوسن/ترجمہ: عبدالرشید مہاجر، کراچی: شعبہ تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۶۴ء۔

۴۹۸۔ مبادی نباتیات (جلد دوم): لوسن/ترجمہ: محمد سعید الدین/نظر ثانی: ڈاکٹر محمد عثمان خان، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۲ء۔

۴۹۹۔ نباتیات (حصہ اول): محمد اشرف ملک، لاہور: کتابستان پبلشنگ کمپنی۔

۵۰۰۔ نباتیات: پروفیسر وہاب اختر عزیز، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، طبع اول ۱۹۶۴ء۔ (طبع دوم) ۱۹۶۸ء۔

۵۰۱۔ نباتاتی فعلیات: وہاب اختر عزیز، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، مئی ۱۹۷۲ء۔

۵۰۲۔ نباتی تشریحات: عبدالرشید مہاجر، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی: اکتوبر، ۱۹۶۹ء۔

۵۰۳۔ ہمارے پھول: محمد سعید الدین، حیدر آباد دکن: ادارہ ادبیات دکن/اعظم اسٹیم پریس، ۱۹۴۶ء۔

(حیوانیات)

۵۰۴۔ آسان حیوانیات: پروفیسر وہاب اختر عزیز، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۷۱ء۔

(جانوروں کی فہرست)

۵۰۵- افزائش حیوانات: عبدالوہاب خان' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' ۱۹۶۹ء-

۵۰۶- پاکستان کے دلچسپ پرندے: ذکیہ خانم' منظور احمد' کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ' جامعہ کراچی' ۱۹۸۷ء-

۵۰۷- پاکستان میں تازہ پانی کی مچھلیاں: ڈاکٹر محمد رمضان مرزا' لاہور: اردو سائنس بورڈ' ۱۹۹۰ء' فہرست اقسام-

۵۰۸- پوری فیرا: شہزادالحسن چشتی' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' نومبر ۱۹۸۰ء-

۵۰۹- تغذیہ و غذائیات حیوانات: اعجاز اسلم قریشی' مرکزی اردو بورڈ' ۱۹۶۹ء-

۵۱۰- حشریات: امتیاز احمد' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' ۱۹۷۱ء-

۵۱۱- حیوانیات (حصہ اول): پروفیسر محمد رمضان مرزا' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' مارچ ۱۹۶۵ء-

۵۱۲- حیوانیات: محشر عابدی' دہلی: انجمن ترقی اردو ہند' ۱۹۳۲ء-

۵۱۳- حیوانی کردار' بنیادی تشریحات: ڈاکٹر منظور احمد' کراچی: وفاقی گورنمنٹ اردو سائنس کالج' ۱۹۸۲ء-

۵۱۴- ریگستانی ٹڈی کا ہضمی نظام: ڈاکٹر سید نعیم الحسن نقوی' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' ۱۹۶۹ء-

۵۱۵- طبی حشریات: ڈاکٹر سید محمد غوث' تاج پریس' حیدر آباد دکن' ۱۹۵۳ء-

۵۱۶- طفیلیات (حصہ اول): ڈاکٹر بلقیس فاطمہ مجیب' کراچی: وفاقی گورنمنٹ اردو سائنس کالج' ۱۹۸۴ء-

۵۱۷- عالم حیوانی: برجیش بہادر' الہ آباد: ہندوستانی اکیڈمی' ۱۹۳۲ء' (آخر میں ۴۹ پلیٹوں میں حیوانات کی تصویریں اور نام دیے گئے ہیں)-

۵۱۸- عالیہ اے کانیوڈرمینا: وقار احمد زبیری' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' ۱۹۷۱ء-

۵۱۹- قشریہ: ڈاکٹر نسیمہ ترمذی' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' جون ۱۹۶۹ء-

۵۲۰- مولکا: ڈاکٹر سید نعیم الحسن نقوی' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' ۱۹۷۱ء-

521. Handbook of The Freshwater Fishes of India: R. Beevan, London, Reeve, 1877.

(طب)

۵۲۲- ابتدائی جراثیمیات: محمد احمد حامی' کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان' ۱۹۵۶ء-

۵۲۳- اصول طبابت: حکیم سید باقر علی و سید علی' مدراس: اسکاٹش پریس' ۱۸۶۰ء-

۵۲۴- اصول فن قبالت: ڈاکٹر جی ڈی کنگویسٹ/ ترجمہ: عیڈورڈ بالفور' مدراس: ۱۸۵۲ء-

۵۲۵- اعمال جراحی: سیموئل کوپر/ ترجمہ: ڈاکٹر جیمز ہنری' دہلی: مطبع العلوم' ۱۸۴۸ء-

۵۲۶- امراض چشم: چارلس ایچ اے' و کلاڈور تھ/ ترجمہ: خورشید حسین و ڈاکٹر محمد عثمان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' طبع ہفتم' جلد اول ۱۹۴۰ء' جلد دوم ۱۹۴۱ء-

۵۲۷- امراض خورد حیاتیات: ڈاکٹر احمد علی انور' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' جنوری ۱۹۶۹ء-

۵۲۸- امرت ساگر: ترجمہ: پیارے لال پنڈت' کانپور: مطبع منشی نول کشور' ۱۸۹۲ء' (طبع چہارم)' فرہنگ ادویات (سنسکرت اردو)-

۵۲۹- پریکٹیکل اناٹمی یعنی تشریح عملی (جلد اول): کننگھم/ ترجمہ: ڈاکٹر فضل کریم/ میجر فرحت

علی، مفتی شاہ نواز، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲ء۔
۵۳۰- پریکٹیکل اناٹمی یعنی تشریح عملی (جلد دوم): مصنف/ترجمہ: مفتی شاہ نواز/کرنل فرحت علی، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۴ء۔
۵۳۱- تیمارداری: حسین فاروقی، دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۹ء۔
۵۳۲- جراحی اطلاقی تشریح: سر فریڈرک ڈیوڈ، بیرونٹ/ترجمہ: ڈاکٹر غلام دستگیر، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، آٹھواں ایڈیشن ۱۹۳۷ء۔
۵۳۳- جرثومیات: ڈاکٹر سید محمد غوث، حیدر آباد دکن: دفتر المسیح ۱۹۵۲ء۔
۵۳۴- جمنوسپرم: پروفیسر محمد اشرف ملک، لاہور: اردو سائنس کالج، جون ۱۹۸۵ء۔
۵۳۵- دیباچہ صحت: ڈاکٹر لطافت حسین خان، اورنگ آباد دکن: انجمن ترقی اردو۔
۵۳۶- رسالہ خلاصۃ الادویہ: ولیم میکنزی، حیدر آباد دکن: مطبع سنگی، شمس الامراء، ۱۸۴۶ء۔
۵۳۷- رسالہ طب: سید غلام حسین اور لکشمی رام، آگرہ: ۱۸۷۰ء۔
۵۳۸- طب قانونی و سمومیات: جے ڈکسن مان/ترجمہ: ڈاکٹر محمد حسین، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، چھٹا ایڈیشن ۱۹۳۷ء۔
۵۳۹- طب یونانی میں گھریلو ادویہ اور عام معالجہ کی کتاب: امر الفضل و محمد عبدالرزاق، کراچی: افریشیا پرنٹنگ پریس، ۱۹۸۳ء۔
۵۴۰- علم افعال الادویہ (علم الادویہ اور علم العلاج): بی این گھوش/ترجمہ: ڈاکٹری، الف، محمد حسین اور ڈاکٹر غلام دستگیر، ۱۹۴۸ء۔
۵۴۱- علم الادویہ: حکیم محمد مستان علی، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، (حصہ سوم) جنوری مارچ ۱۹۸۵ء۔
۵۴۲- علم الولادت: سرکامنز برکلے/ترجمہ: ڈاکٹر محمد حسین، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، (جلد دوم) ۱۹۳۹ء۔
۵۴۳- علم امراض النساء: ٹی واٹس ایڈن و کیتھیرٹ لاکیئر/ترجمہ: ڈاکٹر غلام دستگیر، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، (دو جلدیں) ۱۹۳۹ء، چوتھا ایڈیشن ۱۹۴۵ء۔
۵۴۴- علم کاسہ سر: کومب/ترجمہ: جے ڈبلیو راکوئیل: لاہور: مطبع خادم التعلیم پنجاب، ۱۸۹۵ء۔
۵۴۵- عمل احتقان (انجکشن): ڈاکٹر محمد عثمان، ڈاکٹر محمد جمال الدین، حیدر آباد دکن: دفتر المسیح، طبع اول دسمبر ۱۹۲۶ء، طبع دوم ۱۹۳۴ء۔
۵۴۶- عمل طب (ٹیلرز پریکٹس آف میڈیسن): ای پی پولٹن/ترجمہ: ڈاکٹر محمد عثمان، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، (حصہ اول) ۱۹۳۷ء، (حصہ دوم) ۱۹۴۱ء، (حصہ سوم) ۱۹۴۳ء، (حصہ چہارم) ۱۹۴۵ء۔
۵۴۷- قلب: ڈاکٹر سید اسلم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء (طبع اول)۔
۵۴۸- کتاب العین: ڈاکٹر عطاء اللہ بٹ، علی گڑھ: طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی۔
۵۴۹- ماہیت الامراض: حکیم محمد شریف جامعی، لاہور: مجلس ترقی ادب (حصہ اول) ۱۹۶۳ء۔ (حصہ دوم) ۱۹۶۸ء۔ (اشاریہ موجود نہیں)۔
۵۵۰- مفردات ویدک: حکیم صوفی شاہزادہ میرزا احمد اختر گورگانوی دہلوی، دہلی: مطبع مجتبائی، دسمبر ۱۹۱۰ء (ضروری اصطلاحات ویدک سنسکرت۔ اردو)۔
۵۵۱- نافع الامراض: ولیم میکنزی، حیدر آباد دکن: مطبع سنگی، شمس الامراء، ۱۸۴۵ء۔

۵۵۲- **نباتی مفردات:** حکیم نعیم الدین زبیری' کراچی: ہمدرد اکیڈمی-

۵۵۳- **نسیجیات:** سرایڈورڈ شارپی شیفر/ ترجمہ: ڈاکٹر محمد عثمان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' (حصہ اول)۱۹۳۱ء- (حصہ دوم)۱۹۳۱ء-

۵۵۴- **یونانی ادویہ مصردہ:** حکیم سید صفی الدین علی' نئی دہلی: ترقی اردو بیورو'۱۹۸۶ء-

555. **An Atlas of Anatomical Plates of Human Body:** Fred J. Mouat, Calcutta, 1849.

556. **Anglo Urdu Medical Hand Book:** G.Small and Others (Francis & Mrs.Ñash), Calcutta: Educational Publication, 1945.

557. **Doctor's Guide to Hindustani** A.T. Shahani, Calcutta: Educational Publication, 1945.

558. **Hospital Conversations:** A.W. Cornelius, 2nd Ed. Messoorie : 1945.

559. **Lascar Hindustani for ship-Surgeons:** S.C. Parry, London: [1930], 48 P.

560. **The Public Medical Services:** *(with vocabulary of* **Hindustani Medical Terms),** London: 1878.

561. **The Regimental Moonshi (For Asstt. Officers and Asstt. Surgeons):** Edward Thomas Cox, London, 1847.

562. **Thirty Five Years in East:** J.M. Honigberger, London, 1852.

(زراعت)

۵۶۳- **آبپاشی:** کرنل ڈبلیوایم ایلس/ ترجمہ: مولوی محمد رضا اللہ' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ طبع دوم۱۹۴۹ء-

۵۶۴- **آسان آبپاشی:** عبداللہ جان' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' اکتوبر۱۹۷۶ء-

۵۶۵- **تربیت الصحرا یعنی رسالہ علم جنگلات:** ایم جیکسن/ ترجمہ: پنڈت پران ناتھ د کشنی' لکھنؤ : مطبع منشی نول کشور' ۱۹۱۰ء-

۵۶۶- **رسالہ علم فلاحت:** رابرٹ اسکاٹ برن/ ترجمہ: سرسید احمد خان و دیگر' علی گڑھ: مدرستہ العلوم' ۱۹۰۷ء-

۵۶۷- **مرکزائی اشعاع اور زراعت میں ان کی اہمیت:** ڈاکٹر احمد سعید بھٹی' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ دانشگاہ پنجاب' جون۱۹۷۶ء-

568. **Flowers and Gardens in India:** Mrs. Temple Wright, Calcutta; Thackers, 1922.

569. **Golan's Indian Vegitable Garden:** Calcutta, 4th Ed. Thackers, 1922.

570. **Indian Hand Book of Gardening:** Speede, 2nd Ed. Calcutta, 1842, Then New Guide, 1948-50 (2 vols).

571. **New Indian Gardener,** Speede, Calcutta, 1848.

ص: نفسیاتی، انجینئری و ہنرمندی کی اصطلاحات

مکمل لغات

(عمومی، تکنیکی، نفسیاتی)

۵۷۲۔ اصطلاحات نفسیات: اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء۔

۵۷۳۔ بازاری زبان و اصطلاحاتِ پیشہ وراں: محمد منیر لکھنوی، کانپور: مطبع مجیدی، ۱۹۲۹ء، کلکتہ: حاجی محمد سعید، ۱۹۳۰ء۔

۵۷۴۔ فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں: مولوی ظفر الرحمان، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، جلد اول ۱۹۳۹ء، (طبع دوم) کراچی (پاکستان): ۱۹۷۵ء۔

۵۷۵۔ فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں: مولوی ظفر الرحمان، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، جلد دوم، ۱۹۴۰ء، (طبع دوم) کراچی: ۱۹۷۶ء۔

۵۷۶۔ فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں: مولوی ظفر الرحمان، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، جلد سوم ۱۹۴۰ء، (طبع دوم) کراچی: ۱۹۷۷ء۔

۵۷۷۔ فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں: مولوی ظفر الرحمان، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، جلد چہارم، ۱۹۴۱ء، (طبع دوم) کراچی: ۱۹۷۸ء۔

۵۷۸۔ فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں: مولوی ظفر الرحمان، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، جلد پنجم، ۱۹۴۱ء، (طبع دوم) کراچی: ۱۹۷۹ء۔

۵۷۹۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ پیشہ وراں: مولوی ظفر الرحمان، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، جلد ششم، دہلی، ۱۹۴۲ء۔

۵۸۰۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ پیشہ وراں: مولوی ظفر الرحمان، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، جلد ہفتم، دہلی، ۱۹۴۳ء۔

۵۸۱۔ فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں: مولوی ظفر الرحمان، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، جلد ہشتم، دہلی، ۱۹۴۴ء۔

۵۸۲۔ ہندوستانی اصطلاحات: ایچ ایم ایلیٹ، آگرہ: ۱۸۴۵ء۔

583. Contribution to Punjab Lexicography: H.A. Rose, *The Indian Antiquary*, Calcutta, Vol.XXXVII-1909.

(مخصوص شعبہ جات)

۵۸۴۔ اصطلاحات فنون طباعت و ترسیم: ڈاکٹر محمود الرحمان، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء۔

۵۸۵۔ اصطلاحاتِ مساحت: اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء۔

۵۸۶۔ ٹیکنیکل ڈکشنری برائے ریڈیو: محمد انعام اللہ، لاہور: نیشنل بک سٹال۔

۵۸۷۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ برقیات طارق محمود، کراچی: جامعہ کراچی بہ اشتراک مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء۔

۵۸۸۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ حاسبیات (کمپیوٹر): محمد طارق محمود، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، جامعہ کراچی، جنوری ۱۹۹۱ء

۵۸۹- کمپیوٹر کی چند اصطلاحیں: فہمیدہ مرزا، محمد اسلم الوری، مطبوعہ اخبار اردو اسلام آباد: فروری ۱۹۹۰ء۔
۵۹۰- لغت اصطلاحات فن تعمیر: عقیل عباس جعفری، اخبار اردو اسلام آباد، فروری ۱۹۹۱ء۔
۵۹۱- مصطلحات ٹھگی، مرزا محمد علی اکبر آبادی، کلکتہ: لیتھوگرافک چھاپہ خانہ، ۱۸۳۹ء۔
۵۹۲- نجم الامثال: محمد نجم الدین، دہلی: ۱۸۷۶ء- طبع چہارم، لاہور: پیسہ اخبار، ۱۹۲۵ء۔

593. Indian Architectural Terms: Coomara Swami, *Journal of American Oriental Society*, Sep. 1928.

594. The Delhi Dalals and Their Slang, R.C.Temple, The Indian Antiquary, Vol. 15, 1886.

595. Theasaurus of English and Hindustani Technical Terms Used in Building and Other Useful Arts and Scientific Manual of Words and Phrases in the Higher Branches of Knowledge. H.G. Raverty, Hertford, 1859.

596. Vacabulary of Technical Faleonary Terms in Urdu, Persian and Arabic: Phillott, D.C. *Journal of Asiatic Society Bengal*, No.6, 1910.

جزوی اشاریے:

۵۹۷- آسان فولادی کنکریٹ: عبداللہ جان، لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۹ء۔
۵۹۸- آہنی دھات کاری اور پاکستانی لوہ کچ دھات کا صنعتی استعمال: ڈاکٹر ارشد خان آفریدی، ڈاکٹر سید مشتاق اسماعیل، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۸۷ء۔
۵۹۹- اشیائے تعمیر: سی ای ڈی گومان/ ترجمہ: محمد اسد اللہ، حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲ء، طبع دوم ۱۹۳۸ء۔
۶۰۰- الیکٹرانکس (چھ حصے): اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۰ء۔
۶۰۱- الیکٹرانکس کے بنیادی اصول: اعجاز احمد، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۷۰ء۔
۶۰۲- الیکٹرک موٹر ریوائنڈنگ (حصہ دوم): چودھری محمد اشرف، لاہور: کول ریز پبلشرز اینڈ بکسیلرز۔
۶۰۳- انجینئرنگ کارخانے کے چالیس عملی اسباق: ترجمہ: ایم ایس دلدار حسین، حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۰ء۔
۶۰۴- برقی رو (پانچ حصے): اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۶ء۔
۶۰۵- پاکستان اسٹیل میں میکانکی آلات: یٰسین افضال/ ترجمہ: حسین حسنی، کراچی: پاکستان اسٹیل، (۱۹۸۸ء)۔
۶۰۶- پاکستان کی معدنی دولت: ذوالفقار احمد، لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، جون ۱۹۷۸ء۔
۶۰۷- پاکستان کے ایندھن کے وسائل: ڈاکٹر محمد صادق علی احمد، باسط حسن، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۹ء۔

۶۰۸- پیمائش (حصہ دوم): سی جے ویل/ ترجمہ: محمد رضا اللہ دہلوی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳۶ء۔

۶۰۹- تعمیروں کا نظریہ اور تجویز: ایوارٹ اینڈ ایوز/ ترجمہ: مولوی ضیاء الدین انصاری' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' حصہ اول ۱۹۳۸ء۔ حصہ دوم ۱۹۴۱ء

۶۱۰- ٹرانسسٹر کے تجربات: محمد بشیر' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' ۱۹۷۴ء۔

۶۱۱- ٹرانسسٹر کے کرشمے: محمد بشیر' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' ۱۹۸۰ء۔

۶۱۲- چنائی: جی ٹی بارلو/ ترجمہ: سید منظور حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۱ء/ ۱۹۴۸ء۔

۶۱۳- حرارتی انجنوں کا نظریہ: ولیم انچلے/ ترجمہ: مرزا مہدی علی خاں' حیدر آباد دکن' سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۸ء۔

۶۱۴- حفظانی انجینیری' آب رسانی: سی ای وی گومان/ ترجمہ: محمد احمد مرزا' سررشتہ' تالیف و ترجمہ: جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۴ء۔

۶۱۵- دھاتیں اور ان کے استعمالات: ڈاکٹر محمد فضل کریم' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ' جامعہ پنجاب' اگست ۱۹۷۹ء۔

۶۱۶- ذخیرہ صنعت و حرفت: منشی محبوب عالم' لاہور: پیسہ اخبار پریس' ۱۸۹۵ء۔

۶۱۷- رسالہ تعمیر عمارت: سی ای وی گومان/ ترجمہ محمد عظمت اللہ/ محمد احمد مرزا' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳۲ء' طبع دوم ۱۹۴۷ء۔

۶۱۸- رنگ نگاری: ڈاکٹر محمد ظفر اقبال' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ' پنجاب یونیورسٹی' جون ۱۹۸۲ء۔

۶۱۹- سٹین لیس سٹیل: ڈاکٹر فضل کریم' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ' جامعہ پنجاب' جون ۱۹۷۸ء۔

۶۲۰- سروے اور لیولنگ (حصہ دوم): ایس ایم آصف' کراچی: ۱۹۶۹ء' طبع دوم مارچ ۱۹۷۸ء۔

۶۲۱- سڑکوں کی تعمیر کے جدید طریقے: تجمل حسین قریشی و جلیل الرحمان' لاہور: روڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ' ۱۹۶۷ء۔

۶۲۲- سڑکیں: ڈبلیو بی ہوزڈن/ ترجمہ: غلام محمد خان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳۱ء۔

۶۲۳- سوئی گیس اور اس کا مصرف: ڈاکٹر محمد نذیر رومانی' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ جامعہ پنجاب' مئی ۱۹۷۳ء۔

۶۲۴- فلزیات: ای ایل رھیڈ/ ترجمہ: محمد عبداللہ حسن' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' ۱۹۴۱ء۔

۶۲۵- فولاد سازی: ڈاکٹر فضل کریم' ڈاکٹر آئی ایچ خان' ڈاکٹر محمد منشاء' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ' دانشگاہ پنجاب' ۱۹۷۳ء۔

۶۲۶- فونڈری ٹیکنالوجی: ڈاکٹر فضل کریم' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ' پنجاب یونیورسٹی' فروری ۱۹۷۵ء۔

۶۲۷- فولادی کنکریٹ: عبداللہ جان' لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ' پنجاب یونیورسٹی' نومبر ۱۹۷۹ء۔

۶۲۸- کارہائے منوریات و میلیات: گو مینٹ/ ترجمہ: محمد احمد مرزا' حیدر آباد دکن: ۱۹۳۲ء۔

۶۲۹۔ ماقوائیات: کرنل ایچ ڈی لو/ ترجمہ: محمد نعمت اللہ/ مولوی محمد رضا اللہ' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' طبع ثانی' ۱۹۳۴ء۔

۶۳۰۔ مٹی کا کام: جی ٹی بارلو/ ترجمہ: سید منظور حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳ے' ۱۹۳۴ء۔

۶۳۱۔ محکم کنکریٹ کی تجویز (نظریہ): آسکر فیبر' پی جی بودی/ ترجمہ: مولوی ضیاء الدین انصاری' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' (جلد اول) ۱۹۳۶ء۔

۶۳۲۔ مخروطی تراشیں: چارلس اسمتھ/ ترجمہ: محمد نذیر الدین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳۱ء۔

۶۳۳۔ مساحت: پیرا پوائنٹ/ ترجمہ: محمد عزیز الرحمان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' جلد اول ۱۹۲۹ء۔

۶۳۴۔ مضبوطی اشیاء: آرتھر مارلے/ ترجمہ: مولوی ضیاء الدین انصاری' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' (جلد اول) ۱۹۳۹ء' جلد دوم ۱۹۴۱ء۔

۶۳۵۔ نجاری: جے جی میڈل/ ترجمہ: للت موہن مکرجی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' دو جلدیں ۱۹۳۱ء۔

۶۳۶۔ نقشہ کشی: ای ایچ ڈی وی اٹکنسن/ ترجمہ: سید عبدالرحمان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ' ۱۹۳۲ء۔

۶۳۷۔ ہمارے مزدور: محمد عبدالقادر' دہلی: انجمن ترقی اردو ہند' ۱۹۴۰ء۔

۶۳۸۔ ہندسی مخروطات: کوک اینڈ شواٹ اینڈ والٹرز/ ترجمہ: قاضی محمد حسین' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ۔

639. Radio or Wireless Telegraphy: Minhajud Din, Peshawar: 1932.

640. Technical Dialogues (English Urdu): Roorkee : Thomas Civil Engineering College, 1875, 4th ed. 1877, 5th Ed. 1888.

ط: دفتری و قانونی اصطلاحات

تکمیل لغات (دفتری)

۶۴۱۔ اصطلاحات حساب داری و محاسبی: مسعود احمد چیمہ' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۴ء۔

۶۴۲۔ اصطلاحات کسٹم: حسین احمد شیرازی' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۸ء۔

۶۴۳۔ جامع العلیات: مرتبین: ضیاالدین احمد شکیب' حسن الدین احمد' حیدر آباد دکن: ولا اکیڈمی' ۱۹۷۴ء۔

۶۴۴۔ دفتری اصطلاحات تجارت و بنکاری: کراچی: جامعہ کراچی: چھ جلدیں۔ (سائیکلوسٹائل)۔

۶۴۵۔ اصطلاحات محاسبہ و کار کردگی: مسعود احمد چیمہ' مطبوعہ اخبار اردو' اسلام آباد' اپریل ۱۹۹۱ء۔

۶۴۶۔ دفتری اصطلاحات و محاورات کی لغت: لاہور: مجلس زبان دفتری' ۱۹۷۶ء' نیا استنادہ شدہ ایڈیشن' طبع دوم لاہور: ۱۹۸۹ء۔

۶۴۷۔ دفتری تراکیب و محاورات کی لغت: مجیب الرحمان مفتی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء۔

۶۴۸۔ محکموں اور اداروں کے نام: اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء۔

۶۴۹۔ مختصر اصطلاحات دفتری: کراچی: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۱ء، طبع دوم، اسلام آباد: ۱۹۸۴ء۔

۶۵۰۔ مصطلحات دکن: نواب عزیز جنگ ولا، حیدر آباد دکن: ۱۹۰۴ء۔

۶۵۱۔ وفاقی و صوبائی عہدوں کے نام: اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، (حصہ اول) ۱۹۸۵ء، (حصہ دوم) ۱۹۸۷ء۔

۶۵۲۔ ہماری قومی زبان کی دفتری اصطلاحات: لاہور: مکتبہ نوائے وقت، ۱۹۵۱ء۔

653. A Glossary of Revenue Technicalities in the Vernacular Language With Copious English Significance: O'Brien, J., Agra, 1840.

654. An Indian Glossary Used in East India Co: T.Roberts, London, 1800.

655. Board of Revenue Terms: Lahore: Govt. Printing Press O.L.C., 1972.

656. Education Department Terms: Lahore: Govt. Printing Press O.L.C., 1971.

657. General Terms : (2 vols.), Lahore : Govt Printing Press O.L.C, 1972..

658. Glossary of Indian Terms: G.Temple, London: Luzac, 1879.

659. Health Department Terms: Lahore: Govt. Printing Press O.L.C., 1972.

660. Industries, Commerce and Mineral Development Terms: Lahore: Govt. Printing Press, O.L.C., 1972.

661. Irrigation Department Terms: Lahore: Govt. Printing Press, O.L.C., 1972.

662. Police and Prison Department Terms: Lahore: Govt. Printing Press, O.L.C., 1972.

663. Printing and Stationary Department Terms: Lahore Govt. Printing Press. O.L.C., 1972.

664. Local Govt. Terms: Lahore: Govt. Printing Press, O.L.C., 1972.

665. Information Department Terms: Lahore: Govt. Printing Press, O.L.C.,1972.

666. Indian Vocabulary,London, Stockdale Co: 1788.

667. The Zillah Dictionary: C.P.Brown, Madras, 1852.

(قانونی)

۶۶۸۔ اردو قانونی ڈکشنری: ابو الفیض مولوی محمد جلیل الرحمان جلیل جالندھری، ساڈھورا (انبالہ)

: بلال پریس، ۱۸۹۴ء۔
۶۶۹۔ اردو قانونی ڈکشنری: لاہور: کشمیری بازار۔
۶۷۰۔ اصطلاحات عدلیہ و مالگزاری : A Glossary of Judicial and) (Revenue Terms ایچ ایچ ولسن، لندن: ۱۸۵۵ء، کلکتہ: ایسٹرن لا ہاؤس، ۱۹۴۰ء، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء۔
۶۷۱۔ اصطلاحاتِ قانونی: (Law Technicalities): احمد حسین خان (اردو انگریزی)، لاہور، ۱۸۹۸ء۔
۶۷۲۔ اعظم اللغات (قانونی): محمد اعظم خان برتر: حیدر آباد دکن: مکتبہ ابراہیمیہ۔
۶۷۳۔ کشافِ قانونی اصطلاحات (تین جلدیں) : رشید احمد صدیقی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء، ۱۹۸۸ء۔
۶۷۴۔ کشاف اصطلاحات فقہ: ڈاکٹر محمد اسلم خاکی، لاہور: نیو بک پیلس، فروری ۱۹۸۷ء۔
۶۷۵۔ کشافِ اصطلاحات قانون (اسلامی): ڈاکٹر ساجد الرحمان صدیقی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، (جلد اول) ۱۹۹۱ء۔ (فقہ)۔
۶۷۶۔ کشافِ اصطلاحاتِ قانون (اسلامی): ڈاکٹر ساجد الرحمان صدیقی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، (جلد دوم) ۱۹۹۱ء۔ (اصول فقہ)۔
۶۷۷۔ فرہنگ اصطلاحات و محاورات قانون: کراچی: جامعہ کراچی و مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۲ء۔
۶۷۸۔ قانونی لغت: ڈاکٹر تنزیل الرحمان، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۸۳ء، (طبع اول: ۱۹۶۳ء)۔
۶۷۹۔ لغاتِ قانونی: محمد شمس الدین خان، حیدر آباد دکن: شمس المطابع ۱۳۲۷ف۔
۶۸۰۔ مختصر قانونی اصطلاحات: مولوی فیروز الدین ڈسکوی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع اول ۱۹۸۶ء (طبع دوم ۱۹۸۹ء)۔

681. A Complete Dictionary of Terms Used the Criminal Tribes in the Punjab, Mohammad Abdul Ghafoor, Lahore, 1879.
682. A Concise Law Dictionary: Durga Parshad, Lahore: Ram Narian Lal Law Publisher, 1905 (2nd ed.1906, 4th, 1940).
683. A Detailed Analysis of Abdul Ghafur's Dictionary, G.W. Leitner, Lahore, 1880.
684. A Glossary of Indian Terms, for Use of Officers of Revenue: Madras, 1877.
685. An English Urdu- (Hindoostani) Law and Commercial Dictionary: S.W.Fallon, Lahore; Sangimeel Publications, 1980, (Calcutta: Spinh & Co. 1857). Revised in Roman By Lala Faqier Chand, Benaras, 1888. **Abridged Ed. 1858.**
686. (Urdu) A Hindoostani English Law & Commercial Dictionary: S.W.Fallon, Lahore:Sangimeel Publications, 1980 (1st Edition Banaras: Lazarus & co.1879.)

687. **Dictionary of Mohammadan Law & Revenue Terms:** Gladwin, Calcutta, 1797.

688. **Dictionary of Mohammadan Law & Bengal Revenue Terms:** S. Rousseau, London, 1802, 1805.

689. **Glossary of Legal Terms:** Charles Wilkins, 1813, Islamabad: Muqtadira 1877.

690. **Glossary to the Urdu Petitions:** W.Hoey, Oxford.

691. **Guide to Legal Translations or a Collection of Words and phrases:** Durga Parsad, Benaras: Lazares & Co; 1869, 2nd Ed. 1874.

692. **Kutchery Technicalities:** Patrick Carnegi, Calcutta: Illahabad Mission Press, 1853, IInd Ed.1877.

693. **Morley's Analytical Digest:** Morley, Calcutta, 1850.

694. **The Law Dictionary:** R.D. Bhatia, Lahore: 1907.

695. **The Law Dictionary:** M.Farani, Lahore: Law Time Publications.

696. **The Translators' Friend: (Dictionary of Law Terms):** Khistra Mohan Benerjee, Revised by Poorns Chandra Doota, Calcutta: 1898, (Bengali, English, Urdu).

جزوی اشاریے:

(انتظامیات/دفتری)

۶۹۷۔ جنتری: لالہ بھگوت سہایا، مونگیار، ۱۸۷۵ء۔

۶۹۸۔ دفتری اردو انٹرمیڈیٹ: اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۸۰ء۔

۶۹۹۔ دفتری طریق کار: خادم حسین، لاہور: نوید ببلی کیشنز، مارچ ۱۹۸۲ء۔

۷۰۰۔ ہندوستانی صنعتوں میں انصرام عملہ: ڈاکٹر نجم الحسن، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۰ء۔

(قانون)

701. **Classification of Lands in the Islamic Law and its Technical Terms:** A.N. Polaik, *American Journal of Semitic Languages*, Chicago, Jan. 1940.

702. **Notes on Ancient Administrative Terms of Titles in the Panjab,** *The Indian Antiquary,* Vol. XXVII,1909.

703. **Punjab Settlement Mannual:** Govt. of Punjab: Deptt of Settlement, Lahore,. 1890.

704. **The Bengal Regulations,** Calcutta, Vol.29, 1828.

۷۰۵۔ اسلامی قانون: سید مظہر علی کامل، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف اردو کالج، ۱۹۶۳ء۔

۷۰۶۔ اردو میں عدالتی فیصلہ نویسی اور منتخب عدالتی فیصلے: ڈاکٹر عبدالمالک عرفانی، اسلام آباد:

مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۹ء۔

۷۰۷۔ اصول قانون شہادت: ڈبلیو اے ایم ۔سٹ / ترجمہ: میر سیادت علی خان' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ' (جلد دوم) 'طبع دوازدہم' ۱۹۴۴ء۔

۷۰۸۔ برطانوی حکومت ہند: اینڈرسن / ترجمہ: مولوی محمد الیاس برنی' حیدر آباد دکن: سررشتہ تالیف و ترجمہ' جامعہ عثمانیہ 'طبع ثانی' ۱۹۲۴ء۔

709. **Manual of Consolidation of Holdings Law Instruction in Urdu**, Masud ul Hassan, Lahore: Eastern Law House, 1983.

ع: پیشہ ورانہ مختلف علوم

مکمل لغات

(صحافت' ابلاغیات)

۷۱۰۔ اخباری لغت معروف بہ کلید اخبار بینی: ضیاالدین احمد برنی' دہلی: لالہ ٹھاکر داس اینڈ کمپنی' ۱۹۱۵ء۔

۷۱۱۔ اصطلاحات ریڈیو: مسعود قریشی' مطبوعہ 'اخبار اردو' اسلام آباد: ۱۹۹۱ء' تا ۱۹۹۲ء'۔

۷۱۲۔ جامعہ عثمانیہ کی نثری اصطلاحیں: جمیل نقوی' مطبوعہ اخبار اردو اسلام آباد' مارچ ۱۹۹۱ء۔

۷۱۳۔ مفتاح الاخبار: تجمل خان' جونا گڑھ۔

(کتاب داری)

۷۱۴۔ اقسام العلوم: عبدالجلیل نعمانی' حیدر آباد دکن: کتب خانہ نعمانیہ' ۱۳۴۰ھ۔

۷۱۵۔ عشری درجہ بندی: میلول ڈیوی / ترجمہ: سید محمود حسن قیصر امروہوی' نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' مارچ ۱۹۸۵ء۔

۷۱۶۔ فرہنگ اسماء العلوم: محمد طارق محمود' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۳ء۔

۷۱۷۔ فرہنگ اصطلاحات علم کتب خانہ: زین صدیقی' کراچی: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۳ء۔

۷۱۸۔ کشاف اصطلاحات کتب خانہ: محمود الحسن' زمرد محمود' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۵ء۔

۷۱۹۔ موضوعی سرخیاں: محمود الحسن' زمرد محمود' اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' (سائیکلو سٹائل) مارچ ۱۹۸۹ء۔ طبع اول اسلام آباد: ۱۹۹۳ء۔

(عسکریات)

720. **Glossary of Cataloging Terms:** National Library Calcutta, Calcutta: Association of Special Libraries and Information Centres, 1965.

721. **A Lashkari Dictionary of Anglo-Indian Vocabulary of Nautical Terms:** Thomas Roebuck, Revised by W. Carmichael, Smyth, re-edited by G.Small, London, 1882.

722. **A Pocket Glossary of English and Hindustani Naval Terms,** C. Mascarenhas, London, 1888, 23P.

723. **An Anglo-Hindoostani Naval Dictionary of Tehcnical Terms**

and Sea Phrases: Thomas Roebuck, Calcutta, 1811, London, 1813.

724. A Vocabulary English and Hindoostani: G.P. Hazelgrove, Bombay, 1865.
725. A Vocabulary English and Hindustani, G.E. Borradiule, Madras, 1868.
726. English-Roman Urdu Military Vocabulary: Calcutta: India Govt., 1938.
727. English-Urdu Military Dictionary: Rawalpindi: G.H.Q., March, 1982.
728. Military Dictionary: Rawalpindi: G.H.Q., 1952.
729. Military Vocabularies, English Hindustani, No.1: J.F. Blumhardt, London, 1892.
730. Military Vocabulary: Risaldar Syed Abdullah, Jhansi, [1918], (English Hindustani).
731. The Hindoostani Interpreter and a Naval Dictionary: Thomas Roebuck, Revised by W. Carmichael Smyth, 2nd Ed. London, 1824, 3rd, Paris, 1841.
732. Then Naval Dictionary: Vinaik Wasudev, Bombay: 1867.

جزوی اشاریے

(صحافت/ابلاغیات)

۷۳۳- ابلاغ عامہ: مہدی حسن' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' ۱۹۶۸ء-
۷۳۴- ابلاغ عامہ: اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' ۱۹۸۸ء-
۷۳۵- اشتہارات: مبین قریشی' کراچی: قمر کتاب گھر' نومبر ۱۹۸۷ء-
۷۳۶- ترقیاتی صحافت: اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' ۱۹۸۸ء-
۷۳۷- رپورٹنگ: اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' ۱۹۸۸ء-
۷۳۸- رہبر اخبار نویسی: سید اقبال قادر' نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۸۹ء-
۷۳۹- لاسلکی نشر: حبیب احمد فاروقی' حیدر آباد دکن: ۱۳۴۵ف-
۷۴۰- فن ادارت: مسکین حجازی' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' طبع اول ۱۹۶۹ء' دوم ۱۹۷۶ء-

(کتاب داری)

۷۴۱- حوالہ جاتی خدمات: نسیم فاطمہ' کراچی: لائبریری پروموشن بیورو' ۱۹۷۸ء-
۷۴۲- خدمات کتب خانہ: (بی اے) اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' ۱۹۸۸ء-
۷۴۳- درجہ بندی: غنی الاکرم سبزواری' کراچی: لائبریری پروموشن بیورو' ۱۹۸۰ء-
۷۴۴- درجہ بندی اور تنظیم کتب خانہ: محمد اسلم' لاہور: اسلامک بک سروس' ۱۹۸۴ء-
۷۴۵- علم کتب خانہ واطلاعات: نسیم فاطمہ' کراچی: ادارہ فروغ کتب خانہ جات' ۱۹۸۵ء-
۷۴۶- کیٹلاگ سازی: محمد زبیر' کراچی: سعید کمپنی' ۱۹۷۷ء-

۷۴۷- لائبریری سائنس اور اصول تحقیق: جمیل احمد رضوی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع اول ۱۹۸۷ء، طبع دوم ۱۹۹۳ء۔
۷۴۸- لائبریرین شپ کی عمرانی بنیادیں: ڈاکٹر جے ایچ شیرا/ ترجمہ: سید جمیل احمد رضوی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، جنوری ۱۹۸۷ء، (طبع اول ۱۹۸۰ء، لائبریری ایسوسی ایشن، لاہور)۔
۷۴۹- نظام کتب خانہ: الطاف شوکت، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، اشاعت سوم ۱۹۸۲ء، (طبع اول ۱۹۷۸ء)۔
۷۵۰- لائبریرین شپ: علم کتابداری (ایک تعارف): سید مغیث الحسن، کلکتہ: عثمانیہ بک ڈپو، ۱۹۸۴ء۔

(عسکریات)

۷۵۱- امیر تیمور: ترجمہ: بریگیڈیر گلزار احمد، لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۵۶ء۔
۷۵۲- تعلیم زبان اردو: جی را بجنگ، کلکتہ: ۱۸۸۹ء۔
۷۵۳- جنگ، میکیاولی سے ہٹلر تک: ایڈورڈ میڈارل/ ترجمہ: بریگیڈیر گلزار احمد، لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۶۲ء۔
۷۵۴- دفاع پاکستان کی لازوال داستان: بریگیڈیر گلزار احمد، راولپنڈی: مکتبہ المختار، اگست ۱۹۶۸ء۔
۷۵۵- عسکری اصطلاحات: لیفٹیننٹ کرنل غلام جیلانی ودیگر، پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی: جی ایچ کیو (۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۳ء)۔

756. **An Eassy Guide to Hindustani:** Sayed Kadir, Madras, [illegible]
757. **A Hand Book of Exercises:** Mohd. Imdad Hussain, Calcutta [1918].
758. **A Pocket Book of Colloquial Urdu for Military Reconaissance:** C.S.A. Ranking, Calcutta, 1895.
759. **A Soldier's Practical Guide to Hindustani:** Sena Chandra, ShahJahanpur, 1882.
760. Hindustani Letters, J.R. Ballantyne, London, Edinberg, 1940.
761. **Hindustani Military Colloqual:** Shahani, Daya Ram, & Shahani, Ananda Ram, Karachi, London, 1919.
762. **Hindustani, Persian, Teloogoo and Tamil Examinations,** W.R. Campbell, Madras, 1864.
763. **Hindustani Selections (with a Vocabulary),** T.R.Ballantyne, London, Edinburgh, 1840.
764. **Hindustani Without A Master:** S.B. Syed, 6th Ed. London: Routledge, 1941.
765. **Manual of Lashkari Hindustani:** N.Harrison, London, 1912 (2nd) 1927.
766. **Military Training in English and Hindustani,** H.D. Hutchinson (Gale and Polden's Military Series, Vol.48.1890.

767. The Army Urdu Teacher Official Text Book, Mohammad Akbar Khan Haidari, Delhi: 1944.

768. The Marine Officer's Hindustani Interpreter: Anthony Vaz, Bombay, 1879.

769. The Soldier's Hindoostanee Companion: Isvari Dasa, Benaras, 1861. (2nd ed.)

770. Urdu Military Vocabulary With Reading Exercises : H.L Phillips, Oxford, 2nd Ed.1945.

771. Urdu Reader for Military Students: F.R.H. Chapman, London, Calcutta, Shimla, Bombay, 1905, 2nd Ed.London 1910 (Other 1920).

(خانہ داری)

۷۷۲- پرورش اطفال اور خاندانی تعلقات: تمکین حق' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' مئی ۱۹۷۸ء-

۷۷۳- خاندانی منصوبہ بندی: ڈاکٹر محمد عبدالحی' کراچی: انجمن خاندانی منصوبہ بندی-

۷۷۴- غذا اور غذائیت: اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' ۱۹۸۸ء-

۷۷۵- غذا اور غذائیت: پروفیسر متین فاطمہ' لاہور: اردو سائنس بورڈ' ۱۹۷۵ء-

۷۷۶- ہماری غذا: ڈاکٹر اسرار الحق' لاہور: مرکزی اردو بورڈ' ۱۹۷۵ء-

۷۷۷- ہماری غذا: شکیل احمد' نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۸۲ء-

ایزاد

۷۷۸- اردو کی لسانی تشکیل: ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ' علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس' طبع دوم' ۱۹۹۰ء-

۷۷۹- اردو قانونی ڈکشنری: مہتاب الدین' لاہور: احمد جان اینڈ کمپنی' ۱۹۰۸ء-

۷۸۰- اردو قانونی ڈکشنری: محمود ریال بجلہ' امرتسر: قوانین ہند' ۱۹۲۶ء-

۷۸۱- اسلامی اصطلاحات: حق محمد' راولپنڈی: ۱۹۸۷ء-

۷۸۲- فرہنگ اصطلاحات تاریخ و سیاسیات: نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۹۰ء-

اشاریہ

الف ــــــــ شخصیات

آذر، جمیل = جمیل آذر

آرتھر بیزر ۴۳۶

آرتھر کوک برنل = برنل، سر آرتھر کوک

آرزو، خان

(سراج الدین علی) ۴۰، ۴۲

آرنلڈ، ٹامس ۴۰۰

آرنلڈ، میتھیو ۵۳

آزاد، ابوالکلام (صاحب "الہلال") ۱۰۱، ۳۷۸، ۳۸۰، ۴۰۱، ۵۰۲

آشکار حسین، خواجہ ۴۵۷

آغا اشرف = اشرف، آغا

آفتاب احمد خان، ڈاکٹر ۵۲۴، ۵۳۰

آفتاب حسن، میجر ۳۶، ۹۳، ۱۰۰، ۱۸۴، ۱۹۶، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۴، ۲۵۰، ۲۵۴، ۲۷۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۹، ۳۰۰، ۳۰۴، ۴۰۵، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۸۴، ۴۹۲، ۴۹۶، ۵۰۰، ۵۰۲، ۵۱۳، ۵۱۷

آک لینڈ، لارڈ ۳۹۰

آگرو، غلام ربانی ۳۳۹، ۵۳۳

آگسٹس وانر، لیفٹیننٹ ۳۳۹

آل احمد سرور، سید ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۷۱، ۲۷۶، ۲۹۲، ۲۹۵، ۳۰۱، ۵۰۳

آنند رام مخلص ۸۵، ۳۲۱، ۳۲۲

آنون ۳۶۱

آیا رام، لالہ ۳۹۶

ابراہیم، محمد = محمد ابراہیم

ابکیست ۳۷۸

ابن حزم ۳۸۳

ابن الحسن ۵۳۱

ابن بطوطہ ۳۲۱

ابوالاعجاز حفیظ صدیقی = صدیقی، ابوالاعجاز

ابوالعلائی = لطف علی عارف

ابوغزال، طلال ۸۲، ۸۳

ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر = صدیقی، ابواللیث

ابوالکلام آزاد = آزاد، ابوالکلام

ابوالکارم، مولوی عبدالوہاب ۱۸۹، ۳۷۸، ۳۸۰۔

ابیلارڈ ۷۳

اجمل، ڈاکٹر محمد ۴۷۲، ۴۹۶، ۵۲۸

اجمل خان، حکیم محمد ۱۷۱، ۲۱۴

اجودھیا پرشاد ۳۷۳

احسان احمد، مولوی ۴۱۵

احسان اللہ خان، ڈاکٹر ۴۷۶

احسان رشید ۴۵۸

احسان علی خان، حکیم ۳۳۶

احسان علی مرزا ۴۳۱

احسن، پروفیسر عبدالشکور ۴۷۱، ۴۷۲

احسن، محمد نصیر ۵۳۰

احسن، ملک امیرالدین ۵۲۸

احمد حسن ۴۵۸

احمد حسین ۳۷۶، ۴۱۰

احمد داؤد، حاجی ۴۰۱

احمد سعید، پروفیسر ۴۴، ۲۳۷، ۲۹۹، ۴۴۷، ۴۵۱

احمد شجاع، حکیم ۴۴۷، ۴۴۹

احمد علی، ڈاکٹر ۴۸۳

احمد علی، مولوی ۳۹۰

احمد علی العریان، ڈاکٹر ۸۱

احمد عیسیٰ ۸۳

احمد ندیم قاسمی = قاسمی، احمد ندیم

احمد نگری، قاضی عبدالنبی
(بن عبدالرسول) ۴۳، ۷۴، ۸۰، ۳۲۵
اختر امرتسری = امرتسری، ڈاکٹر اختر
اختر، ڈاکٹر ایس ایم ۴۷۱
اختر اعوان، ڈاکٹر الٰہی بخش ۱۶۴، ۵۲۷
اختر حسین (صدر انجمن ترقی اردو) ۳۰۱، ۳۶۸
اختر حسین (ایڈیٹر) ۴۸۶
اخوند میری، ڈاکٹر عالم ۴۳۱
ارتفاق علی، ڈاکٹر سید ۴۵۹
ارسطو ۹۴
ارنسٹ ۸۴
ارون، ڈبلیو (ولیم کروک) ۳۵۵، ۳۵۶،
۳۵۷
اسپرنگر = سپرنگر
اسٹوارٹ = مل، جان اسٹوارٹ
اسٹیڈمین = سٹیڈمین
اسداللہ، شیخ محمد ۴۴۷
اسکاٹ برن = رابرٹ اسکاٹ برن
اسلام، محمد ۱۶۶، ۴۹۶، ۴۹۷
اسلم فرخی = فرخی، ڈاکٹر اسلم
اسلم، میاں محمد ۴۴۷، ۴۴۹، ۵۰۲
اسماعیل سینی، ڈاکٹر محمد ۷۹
اسمال، جی = سمال، جی
اسمتھ، کارمیکائل = کارمیکائل
اسمتھ، ڈاکٹر ۴۹۱
اشرف، آغا ۴۸۱
اشرف جہانگیر ۳۲۲
اشرف، چودھری محمد ۵۰۲
اشرف، کنور محمد ۴۳۵
اشرف، عالم، محمد ۳۸۰
اشرف، محمد اشرف علی ۳۲۹
اشرف ملک، محمد ۴۸۳، ۵۰۲
اشفاق احمد ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۹۴، ۲۹۹، ۴۷۷،
۴۷۹، ۴۸۷
اشفاق حسین ۴۵۸
اشک، خلیل علی خان ۳۷۲، ۳۸۴
اصلاحی، مولانا امین احسن ۳۲۷
اطہر علی ۸۵
اظہار حسین ۴۳۰
اظہار الحق، محمد ۴۴۹، ۵۳۰
اظہر، اے ڈی ۴۷۷
اعجاز احمد، پروفیسر ۴۸۷
اعجاز احمد، لیفٹیننٹ کرنل ۴۶۹
اعجاز راہی، ڈاکٹر ۴۴۹، ۵۳۰، ۵۳۲
اعظم، حکیم محمد ۳۳۸
افتخار احمد ۴۹۲
افتخار حسین ۳۵۵
افتخار عارف ۴۱۵
افتخار علی، ڈاکٹر سید ۴۲۷
افضال احمد، پروفیسر ۴۳۰
افضال خان رانا، محمد ۴۸۱
افضل الرحمان، پروفیسر ۱۷۳
افضل قاضی، محمد ۴۸۲
اقبال، علامہ محمد ۱۸۹، ۳۷۶، ۳۸۰، ۳۸۱،
۳۸۲، ۳۸۳، ۴۰۰، ۴۰۲
اقبال قادر، سید ۴۳۳
اقتدار حسین خان، ڈاکٹر ۱۳۱
اقتدار حسین، ڈاکٹر ۴۳۵
اکبر (جلال الدین) ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۴۳
اکبر آبادی، عبدالجلیل = عبدالجلیل اکبر
آبادی
اکبر الہ آبادی ۳۸۰

اکبر حسینی، سید ۳۲۳
اکبر حیدری ۲۱۵، ۴۰۹
اکبر علی ۴۰۶
اکرام بٹ ۴۶۹
اکرم قاضی، ایم ۴۸۱
اکوسا، سی ڈی (ڈی کاسا) ۳۳۶
اگناشیو ارکامو ۳۵۹
اگوانی، ایم ایس ۴۳۱
الانا، ڈاکٹر غلام علی ۵۱۸
البرٹ باؤ ۵۳، ۵۵، ۵۷، ۵۸
البرٹس ۷۳
الطاف شوکت ۱۷۷، ۵۰۰
الوری، محمد اسلم ۵۳۳
الہ آبادی، مرزا محمد علی اکبر ۵۳۰
الیگزنڈر فاکنر = فاکنر، الیگزنڈر
امرناتھ ۲۵۹
امتیاز احمد ۴۸۳
امتیاز علی تاج، سید ۴۷۰
امجد الطاف، سید ۴۴۷، ۴۷۱
امرتسری، ڈاکٹر اختر ۵۲۷
امروہوی، سید محمود حسن قیصر ۱۷۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۹۳، ۲۹۵، ۳۲۶، ۴۳۱
امیرالفضل ۵۰۲
امیرالدین احسن، ملک = احسن، ملک امیرالدین
امیر تیمور ۳۸، ۴۹۵
امیر شاہ، ڈاکٹر ۳۹۶
امیر فضل خان، میجر ۴۹۴
امین احسن اصلاحی = اصلاحی، امین احسن
امین معلوف ۸۳
انتصار حسین، پروفیسر ۴۲۷، ۵۱۸
انتونیودا سلدانا ۳۲۷

انتھونی برجیس ۳۵۶
انتھونی واز ۳۶۵
انج، ڈی این ۹۳
انجم اقبال ۳۳۳
انجم، ڈاکٹر خلیق ۴۰۱، ۴۳۰
انشا، انشاء اللہ خان ۳۹، ۴۵
انصار اللہ، ڈاکٹر محمد ۳۳۴
انصاری، احمد محی الدین ۴۶۰
انصاری، حمید اللہ ۴۰۸
انصاری، ڈاکٹر عبد الرشید ۳۳۳
انصاری، راشد کمال ۵۲۹
انصاری، زیڈ اے ۵۲۸
انصاری، ڈاکٹر ضیاالدین ۴۲۱، ۴۳۰
انصاری، نسیم ۴۲۶
انصاری ہروی، خواجہ عبد اللہ ۳۲۴
انعام اللہ، محمد ۳۹۶، ۴۹۷
انعام الحق، ڈاکٹر ۹۴
انعام الحق جاوید، ڈاکٹر ۵۲۳، ۵۳۰
انعام علی بی اے، شیخ ۳۰۷، ۳۷۵، ۳۹۶، ۳۹۷
ازار احمد خان ۴۶۰
انور، پروفیسر محمد ۵۱۸
انور زاہد ۴۵۱
انور، ڈاکٹر محمود علی ۱۲۶
انور سدید، ڈاکٹر ۱۰۱، ۱۸۵، ۲۰۴، ۲۶۸، ۲۸۶، ۳۱۴، ۴۴۹، ۴۵۳، ۵۱۵، ۵۱۹، ۵۲۱، ۵۲۵، ۵۳۱
انیس الرحمان ۴۵۷
انیس عالم، ڈاکٹر محمد ۵۰۰
انیس ناگی ۴۴۷
اوبرائے، ڈاکٹر ۴۲۷

[illegible]
اورتا، گارسیا ڈی ۳۳۶
اوگڈن، سی ۳۶۱
ایٹس، ولیم = ییٹس، ولیم
ایڈم، ڈاکٹر ایم ٹی ۳۴۷، ۳۴۸
ایڈیشنل چیف سیکرٹری (پنجاب) ۲۶۷
ایشور ناتھ ٹوپا ۴۰۸، ۴۲۱
ایشوری لال ۳۷۳
ایلزبتھ رڈل ۱۵۳
ایلیٹ، ایچ ایم (سر ہنری) ۱۷۵، ۳۴۸، ۳۵۲، ۳۶۸
ایوب صابر ۴۹۳
ایونگ، پادری ۳۲۸
بابر، ظہیر الدین (بادشاہ) ۴۳
بابو شیو پرشاد ۳۷۹
باڈلے ۳۶۱
باقر حسین، سید ۴۶، ۲۵۶، ۲۶۲، ۲۷۲، ۲۷۴
باقر علی، حکیم سید ۳۷۴
باقر، مولوی سید محمد ۳۹۰
باقر مہدی، ڈاکٹر ۴۳۱
بالڈی، فلپ ۱۵۱، ۱۵۳
بالفور ۳۹۶
بالفور، ہیڈورڈ = ہیڈ ورڈ، بالفور
بامر برجر ۱۱۸
باؤ، البرٹ = البرٹ باؤ
بتروس فیلکس ۱۸۳، ۳۹۰
بٹلر، ہنری ۳۶۳
بجنوری، ڈاکٹر عبدالرحمان ۱۹۳، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۶۴، ۲۷۰، ۴۰۴
بخاری، احمد شاہ ۲۲۵
بخاری، حافظ سید اصغر حسین ۴۹۳
بخاری، پروفیسر شجاعت ۴۸۴، ۴۹۶
بخاری، ڈاکٹر سہیل ۴۵، ۱۶۳، ۲۵۷، ۲۶۶،
بخاری، سید غلام شبیر ۴۷، ۱۰۰، ۱۰۱، ۲۳۳، ۲۳۷، ۲۳۹، ۲۳۶، ۲۵۶، ۲۶۰، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۵۱، ۴۵۲
بخشی بختیار علی ۴۹۰
بدری ناتھ ورما، پروفیسر ۲۱۳
برانڈ رتھ، میجر ۳۹۶
براؤن، ڈاکٹر ۳۵۱
برائس، ناتھے ۳۴۷
برائن، جے او ۳۵۱
براؤن، ڈیوڈ = ڈیوڈ براؤن
برتر، محمد احمد خان ۴۲۳، ۴۶۷
برتھولیٹ ۶۵
برجموہن، پنڈت دتاتریا کیفی = کیفی، پنڈت
برز ملیس، جے جے ۶۵، ۱۰۸
برکاتی، حکیم مسعود احمد ۵۱۹، ۵۲۷
برکت علی، چودھری ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۰۱، ۲۰۴، ۲۰۶، ۲۱۲، ۲۵۴، ۲۶۵، ۲۸۵، ۲۸۹، ۳۷۵، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۲، ۴۱۸، ۴۱۹
برکت علی، مولوی شیخ ۴۱۷، ۴۲۰، ۴۲۱
برنارڈ سمتھ ۳۹۳
برنز، ڈبلیو ۳۵۸
برنل، سر آرتھر کوک ۳۵۵، ۳۶۹
برنی، ضیاء الدین ۱۷۶
برنی، محمد الیاس ۴۰۸، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۶، ۴۳۵
بروکینڈن ۱۱۸
برسٹن، پیٹر = ۳۳۶، ۳۵۰، ۳۶۲
بریلوی، ڈاکٹر عبادت ۳۷۲، ۳۸۴
بریلوی، سید مصطفیٰ علی ۳۵۱

بریز ۱۱۷، ۳۲۱
بشیر احمد، ڈاکٹر ۴۶۵
بشیر احمد، میاں ۹۳، ۲۹۰، ۴۷۰، ۵۱۸
بشیر، محمد ۴۸۳
بشیر، ڈاکٹر محمد ۴۷۲
بقائی، ڈاکٹر سید مظہر الحق ۴۵۹
بقائی، صبیح الدین ۴۵۸
بقراط ۶۳
بکانن، ڈاکٹر ۳۳۶
بک لینڈ ۳۵۳
بلدیو سنگھ، سردار ۴۱۹
بلقیس فاطمہ، ڈاکٹر ۴۸۸
بلگرامی، سید علی ۳۰۸، ۳۳۰
بلگرامی، نواب عمادالملک (عمادالدین) سید حسین بیگ، ڈاکٹر مرزا حامد ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۴،
۱۸۷، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۴، ۱۹۸، ۲۲۶، ۲۳۳، ۲۵۴، ۵۱۸
۴۰۹، ۴۱۰
بلوچ، نبی بخش = نبی بخش بلوچ
بلوک مین، ایچ ۳۶۱
بلوم ہارٹ ۳۶۲
بلوم ہارٹ، جے ایف ۱۷۷، ۳۶۵
بلاسوہن لال، مس ۱۷۲
بندہ نواز = گیسو دراز
بودن ۸۵
بوراڈیل، کیپٹن جی ای ۳۶۵
بورکی ۳۲۴
بونرجی، کمشترا موہن ۱۶۹، ۴۷۶
بونرجی، گوہن لال ۳۵۷
بہاء الدین ۴۵۷
بھاٹیا، آر ڈی ۱۶۹، ۴۷۷
بہادر، جناب ڈی ۴۲۸
بھٹی، پروفیسر محمد انور ۴۹۳، ۵۳۰
بھٹی، ڈاکٹر سعید احمد ۴۷۶
بھٹی، ڈاکٹر مختار احمد ۵۲۸
بھٹی، عبدالمجید ۳۲۵
بھگوت سہایا، لالہ ۳۷۵
بھلہ، کمودریا مل ۳۷۶
بہمنی، احمد شاہ ۳۲۲
بیٹنگ، ولیم ۳۹۰
بیڈن پاول، ایچ ۳۵۳
البیرونی ۵۰۲
بیدار، عابد رضا ۱۱۳، ۳۲۹
بیٹرر، آرتھر = آرتھر بیٹرر
ــــــ رسٹ ۳۹۶
بیکر ۱۱۸
بیگ، ڈاکٹر مرزا خلیل احمد ۴۳۰
بیل، جے ڈبلیو ۳۶۴
بیلن ٹائن، رابرٹ ۳۶۵
بیلن فورڈ ۳۹۶
بیمز، جے ۳۵۲
بیوان ۶۳، ۱۳۱، ۲۸۷، ۲۹۶، ۳۵۴
پارٹرج ۳۵۵، ۳۵۶
پارکنسن ۳۶۳، ۳۷۳
پاچر ۱۱۷
پال، ڈاکٹر عبدالبصیر ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶
پالومیریا ہوفیم ۳۶۵
پائرن ۳۷۴
پرووسٹ ۳۴۵
پرویز، غلام احمد ۳۲۶
پروین شاہد، ڈاکٹر ۴۹۳
پر ـطلے، ڈاکٹر ۶۵

پریم چند ۴۷۶
پیلکس، جان ٹی ۱۰۳، ۱۴۳، ۱۷۸، ۱۸۵، ۳۰۵، ۳۶۷، ۵۱۹
۳۱۶، ۳۴۵، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۷۶، ۴۷۸، ۵۰۵
پنج ناتھ، دیوان ۳۹۵
پوپلزئی، محمد اسلم خان ۵۲۹
پود دار، اے ۹۵
پورنا چندر دوتا ۳۷۶
پولیاک، اے این ۳۵۸
پیارے لال پنڈت ۳۷۶
پیٹر بر-ٹن = بر-ٹن، پی
پیٹرس، فادر لائبریوس ۵۰۴، ۵۰۵
پیٹرک کار نیگی = کار نیگی، پیٹرک
پیٹر گرے ۱۰۳
پیج ۳۹۶
پیڈنگٹن، ایچ ۳۵۱
پیرسن، ڈاکٹر ۳۶۲
پیر محمد حسن، ڈاکٹر ۳۲۴
پیری ۳۶۶
پیشیا نسین، فادر = فادر، ٹی
پیل، جان ولیم، (جے ڈبلیو) ۳۶۴
پیلی گوٹ ۱۱۸
تاج، امتیاز علی = امتیاز علی تاج
تاج محمد ۴۹۲
تارا چند، ڈاکٹر ۱۸۳، ۲۱۳، ۲۵۹
تبسم، صوفی غلام مصطفیٰ ۴۴۷، ۴۹۶
تجمل خان ۱۷۶
ترمذی، ڈاکٹر ایس ایم ایس ۴۹۲
تصدق حسین راجا ۴۴۹
تلمذ حسین، قاضی ۴۰۸، ۴۱۶
تمیز الدین خان بہادر، مولوی ۱۸۸
تنڈرس، مسٹر ۳۸۸
تنزیل الرحمان، جسٹس ۱۳۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۲۶۱،
تنزیلہ ملک، ڈاکٹر ۵۰۴
تونسوی، ڈاکٹر طاہر ۲۶۸، ۵۱۹
تھامس رو ٹبگ = رو ٹبگ، تھامس
تھامس کریون ۳۴۹
تھامسن، جے ٹی ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۶۱
تھانوی، اشرف علی، مولانا ۳۲۶
تھانوی، محمد اعلیٰ ابن علی ۶۳، ۶۷، ۷۵، ۸۰،
۳۲۵، ۳۳۶، ۳۵۵، ۵۰۵
ٹاؤنشر ۳۹۳، ۳۹۶
ٹامس آرنلڈ = آرنلڈ، ٹامس
ٹامس رو، سر ۳۴۳
ٹھاکر داس، لالہ ۳۶۱
ٹھاکردت شرما ۱۷۳، ۳۴۷
ٹیلر، کپتان جوزف ۳۴۴، ۳۳۶، ۳۴۷
ٹیلر، جان ولیم ۳۶۳
ٹیلر، جان (پادری) ۳۷۴
ٹیمپل، رچرڈ کارنک ۱۱۹، ۳۲۱، ۳۳۱، ۳۵۵،
۳۵۶، ۳۵۷، ۳۶۹
ٹیمپل رائٹ، مسز ۳۵۸
جارج اسمولٹ فیگن = فیگن، جارج اسمولٹ
جارج کلفورڈ وائٹ ورتھ = وائٹ ورتھ
جارج واٹ، سر ۳۵۷
جارج بیڈلے = بیڈلے، جارج
جالبی، ڈاکٹر جمیل ۳۸، ۳۹، ۱۷۸، ۲۴۸،
۲۶۹، ۲۹۸، ۳۳۳، ۴۱۰، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۵۷، ۴۶۱،
۵۱۵، ۵۱۷، ۵۱۹، ۵۲۶
جالندھری، جلیل الرحمان خان جلیل ۴۷۶،
۴۶۷

جالینوس ۶۲
جامی، حکیم محمد شریف = شریف جامی
جان، مسٹر ۳۶۳
جان اسٹوارٹ مل = مل، جان اسٹوارٹ
جان پارکس لیڈلی = لیڈلی، جان پارکس
جانسٹن، ای ای ۳۵۸
جانسن ۳۴۸
جان فلیمنگ = فلیمنگ، جان
الجرجانی، ابوالحسن علی بن محمد ۷۳
جرڈن، سرجن میجر ٹی سی ۳۵۸
جعفر حسین، ڈاکٹر ۴۰۵، ۴۰۸
جعفر نظام، پروفیسر ۴۲۸
جعفری، احمد وکیل ۴۳۶
جعفری، کرامت حسین ۲۹۹
جعفری، حسن علی ۴۳۱
جعفری، سید محمد ۴۲۴
جعفری، نورالحسن ۴۰۱
جگن ناتھ، لالہ ۳۶۱
جالپوری، سید علی عباس ۳۴۳
جلیل جالندھری = جالندھری، جلیل الرحمان
جلیلی، آرزو ۳۸۰، ۴۲۴
جلیلی، محمود ۷۷
جمیل آذر ۵۱۹
جمیل احمد ۴۸۱
جمیل جالبی، ڈاکٹر دیکھیے = جالبی، ڈاکٹر جمیل
جمیل نقوی ۴۲۱
جوالاناتھ، پنڈت ۳۷۶
جوجی خان (تاتاری بادشاہ) ۴۳
جوزف، مسٹر ۳۶۲

جوش ملیح آبادی ۴۰۹
جونز، ولیم ۳۵۰
جونس، مسٹر ۳۸۸
جہانگیر (بادشاہ) ۳۳۴، ۳۴۳
جہانیاں جہانگشت، مخدوم ۳۲۲
جیلانی کامران ۵۱۸
الجیلی، سید محمد غفران ۲۳۷، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۴۴۸، ۴۵۲
جیمز ہنری بٹلر، ڈاکٹر = بٹلر، جیمز ہنری
جیو ٹشیکلس ۱۲۸، ۱۲۹
جیوفرے چاسر = چاسر، جیوفرے
چارلس آر گبسن = گبسن
چاسر، جیوفرے ۶۲
چٹرجی، ڈاکٹر سنیتی کمار ۴۲، ۴۴، ۹۴، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۵۸، ۲۵۹، ۴۳۱، ۴۳۲
چرچل، ایس جے اے ۸۶
چرنجی لال، منشی لالہ ۱۰۱، ۱۰۴، ۳۶۱، ۳۶۴
چشتی، یوسف رجا ۵۱۹
چغتائی، ڈاکٹر منیرالدین ۴۷۲
چغتائی، محمد اکرام ۴۰، ۴۷۹
چیپ مین، میجر ایف آر ایچ ۳۶۶
چیتن شاہ، ڈاکٹر ۳۳۶
چیٹن ڈین، جان فرینکس ۳۵۷
چیمہ، مسعود احمد ۵۲۱، ۵۳۰، ۵۳۳
حافظ محمود شیرانی = شیرانی، حافظ محمود
حالی، مولانا الطاف حسین ۳۲۹، ۳۹۴، ۳۹۵
حامد حسین، ڈاکٹر سید ۳۲۹
حامد صادق قتیبی، پروفیسر ڈاکٹر ۷۹
حامد علی خان، مولانا ۵۰۰
حامد محمود، ڈاکٹر سید ۴۵۹
حامی، محمد احمد ۴۰۷

حبیب اللہ، پروفیسر ۴۸۴
حبیب حسن، خواجہ ۴۱۹
حبیب الرحمان، پروفیسر ۴۰۵
حجازی، ڈاکٹر مسکین علی ۱۰۶، ۱۳۲، ۱۳۷، ۱۷۶، ۲۹۴، ۴۸۳، ۵۱۸
حزب اللہ ۴۹۹
حسن، پروفیسر سید ۴۳۱
حسن الدین احمد ۳۳۴
حسن بن نوح القری، ابی منصور ۷۲، ۷۶
حسن، محمد ۳۷۸
حسن محمود، سید ۸۵
حسن مسعود ۵۰۵
حسنی، حسین ۵۰۳
حسنین علی، محمد ۳۳۶
حسین، پیرزادہ محمد ۳۹۶
حسین حیدر ۴۴۷
حسین، ڈاکٹر محمد ۴۱۹
حسین، قاضی محمد ۴۰۸، ۴۲۰، ۴۲۱
حسین، مولوی محمد ۴۱۶
حسین علی، محمد ۱۷۳
حسین مفتی، الشیخ ۱۰۷
حسین نصر، سید ۷۲، ۸۶، ۹۳
الحسینی، ابوالفرج یوسف ۷۴
حسینی، سید اکبر = اکبر حسینی، سید
حفیظ الرحمن، محمد ۴۵۷
حفیظ ملک، احمد ۵۳۶
حق محمد ۵۰۴
حقی، ایس اے ایچ ۴۳۱
حقی، شان الحق ۴۷، ۱۰۶، ۱۲۰، ۲۶۱، ۲۷۴، ۲۷۷، ۲۷۹، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۵۱۸، ۵۱۹
حکم چند، رائے ۳۷۵

حکیم اللہ ۵۰۱
الحموی، ڈاکٹر مامون ۷۷
حمید احمد خان، پروفیسر ۴۷۰، ۴۷۲
حمید نواز، محمد ۵۲۹
حنفی، ابوالبقا ۷۳
حنیف خان، محمد ۴۷۱
حنیف، میاں محمد ۴۵۹، ۴۸۲
حیدر آبادی، غلام محی الدین ۳۸۸
حیدر، شیخ ۴۶۰
حیدر علی خان، ڈاکٹر حاجی ۴۲۰
حیدر، نواب غازی الدین ۳۸۶
حیدر، نواب نصیرالدین ۳۷۲، ۳۸۶
حیدر لکھنوی = لکھنوی، سید کمال الدین
حیدری، سر اکبر = اکبر حیدری،
خادم حسین ۵۰۲
خادم علی ہاشمی = ہاشمی، خادم علی
خاکی، ڈاکٹر محمد اسلم ۳۳۶، ۴۹۸
خالد اسحاق ۴۶۸
خالد رشید ۵۲۹
خالد لطیف میر، پروفیسر ۴۷۴، ۴۷۵
خان آرزو = آرزو، خان
خان، پروفیسر ایف این ۴۲۸
خان، ڈاکٹر آئی ایچ ۴۷۵
خان بہادر، خان جہان ۳۷۳
خسرو، پروفیسر علی ۴۲۶
الخطیب، احمد شفیق ۸۲، ۸۳
خلیق الرحمان، ڈاکٹر ۴۲۷
خلیق، محمد ۴۲۶
خلیق انجم = انجم، ڈاکٹر خلیق
خلیل اللہ، پروفیسر محمد ۴۸۸
خوارزمی ۷۲

خورشید احمد ۳۸۱
خورشید عالم، پادری ۵۰۵
خورشید علی خان، ڈاکٹر ۴۸۶
خیر آبادی، منتخب الحق ۳۲۶
دتاسی، گارساں = گارساں دتاسی
دتال، ڈاکٹر ۳۳۶
درگا پرشاد ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۸۹، ۳۳۵، ۳۵۲، ۳۷۶، ۴۶۷
دریا بادی، مولانا عبدالماجد ۱۸۸، ۱۸۹، ۲۶۰، ۳۲۶، ۳۷۸، ۳۸۰، ۴۰۲، ۴۰۸، ۴۳۴
دلاور خان، محمد ۳۷۴
دلاور علی شاہ، سید ۳۹۶
دلدار حسین، سید ۴۲۱
دلشاد کلانچوی ۱۶۶، ۴۹۶
دلوی، پروفیسر عبدالستار ۴۳۰
دوبے، پروفیسر ایس سی ۴۲۷
دولال، پادری ۵.۵
دھرم نرائن، پنڈت ۳۷۶، ۳۹۴، ۳۹۷
دہلوی، حکیم کبیرالدین ۱۷۳، ۳۹۹
دہلوی، خواجہ یاسین ۸۵
دہلوی، شاہ نصیر ۴۰
دہلوی، شیخ لاد ۳۲۱
دہلوی، مائل = مائل دہلوی
دہلوی، محمد عنایت اللہ ۱۷۳، ۴۰۸، ۴۱۲، ۴۱۳
دہلوی، مرزا سجاد بیگ ۳۲۹، ۳۷۶
دہلوی، مرزا محمد فطرت ۳۶۰
دہلوی، ملا نظر محمد ۳۲۱
دہلوی، مولوی سید احمد ۱۰۰، ۱۱۳، ۲۹۶، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۷۶
دہلوی، مولوی محمد ظفرالرحمان ۱۷۵، ۳۳۱
دہلوی، میر امان علی ۳۸۸
دیوی دیال، پنڈت ۳۷۷
ڈارلینڈ ۶۷، ۱۵۲، ۱۷۴، ۴۱۳
ڈاہل برگ ۱۱۰
ڈسکوی، مولوی فیروزالدین ۵۲۲
ڈنکن فوربز، پروفیسر = فوربز، ڈنکن
ڈوبسن ۶۷
ڈولی، کیپٹن رابرٹ شیڈون ۳۶۱
ڈی کاسٹا، لیوس ۳۶۳
ڈیلمیرک، جے جی ۳۵۷
ڈیوڈ براؤن، پادری ۳۴۴
ڈیوماس ۶۴
ڈیوی ۶۵
ذاکر حسین، ڈاکٹر ۲۱۳
ذاکر، ڈاکٹر محمد ۴۳۰
ذکاء اللہ، منشی مولوی ۱۸۹، ۳۷۹، ۳۹۰
ذکیہ خانم ۴۶۴
ذوالفقار احمد ۴۷۵
ذوالفقار حسنین، ڈاکٹر سید ۴۵۹
ذوالفقار، ڈاکٹر غلام حسین ۳۷۵، ۳۹۶
ذوقی، شاہ سید محمد ۳۲۳
رابرٹ، اسکاٹ برن ۳۹۳
رابرٹسن، ٹی ٹی ۳۵۰، ۳۵۳
رابرٹ شیڈون ڈولی = ڈولی، کیپٹن
راجٹ (روجٹ) ۱۲۶
راجندر لال متر، بابو = متر، راجندر لال
راجندر پرشاد، بابو ۲۱۳
راحت حسین، مولوی ۴۰۲
راسکو ۳۹۶
راشدہ تمکین، بیگم ۴۵۲
راکوئیل، جے جے ڈبلیو ۳۶۹

رام پرشاد ۴۷۳
رامپوری، محمد نجم الغنی = نجم الغنی رامپوری
رام چندر جی، ماسٹر ۳۷۳، ۳۹۰
رام نرائن لال ۳۳۵
رائے، محمد حنیف ۴۷۷
را مکنگ ۳۶۱
راؤ، عبدالروف خان ۴۸۱
رائس، ایف ڈی ۳۶۱
رائے، ایس بی ۹۵
رتن لعل ۳۶۳
رچرڈ، سی (کارنک) ٹیمپل = ٹیمپل، رچرڈ کارنک
رحمان، جسٹس ایس اے ۴۴۷، ۴۷۰، ۴۷۷
رحمت علی، پروفیسر ۴۲۶
رحیم خان، ڈاکٹر ۳۹۶
رزمی، ثاقب ۳۰۸، ۵۱۷
رسوا، مرزا = لکھنوی، مرزا محمد ہادی
رسول مقبول (ص) ۴۲، ۷۹
رشید احمد مولوی ۴۱۶
رشید الدین خان ۴۳۱
رشید امجد، پروفیسر ۴۱۵، ۵۱۸
رشید حسن خان ۳۲۰
رشید، مرزا محمد ۴۰۷
رشیدی، احمد حسن ۳۶۳
رضوی، ارشد ۴۵۸
رضوی، ڈاکٹر سجاد باقر ۱۷۷، ۵۱۸
رضوی، ڈاکٹر علی سرور ۴۵۸
رضوی، سید جمیل احمد ۵۰۲، ۵۱۶، ۵۲۶، ۵۳۲
رضوی، سید ضیا احمد ۴۷۰، ۴۷۳
رضوی، سید علی عارف ۴۵۶، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۲، ۵۱۵، ۵۲۱، ۵۲۵، ۵۲۶
رفیع الدین خان، محمد، شمس الامراء ثالث ۳۸۸
رفیعہ سلطانہ، ڈاکٹر ۳۲۲
رفیق احمد خان، ڈاکٹر ۴۹۵، ۴۷۰
رفیق، سعید احمد ۵۰۲
رفیق، شیخ محمد ۴۰۶
رگلے ۳۹۶
رگوناتھ داس ۳۹۶
رمضان انور، محمد ۴۵۱، ۴۵۲
رمضان مرزا، ڈاکٹر محمد ۴۸۳
رنبیر سنگھ، مہاراجہ ۳۹۳
روز، ایچ اے ۳۳۱، ۳۵۷
روزریو، ڈی ۳۶۱
روسو، ایس ۱۶، ۳۵۰، ۳۵۳
رومانی، ڈاکٹر نذیر ۴۷۵، ۴۷۶
رومنگ، تھامس ۳۴، ۱۷۷، ۱۸۲، ۳۵۰، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۴، ۳۷۰، ۳۷۷
ریاض، ڈاکٹر محمد ۵۱۷، ۵۱۸
ریجلے، ڈیلین ۴۳۶
ریڈ ۵۷
ریورٹی، ایچ جی ۱۷۵، ۳۳۱، ۳۵۳
ریورنٹ چارلس ۳۸۹
زاہد حسین ۲۶۱
زبیر، سید محمد ۴۵۸
زبیر، محمد ۵۰۲
زبیری، وقار احمد ۴۸۳
زبیری، بلال احمد ۱۰۷، ۳۰۹، ۳۶۳، ۴۶۸، ۵۱۷، ۵۱۸
زرقا، مصطفیٰ احمد ۱۰۲، ۱۰۵

زرینہ خانم ۱۶۵، ۴۹۶، ۴۹۷
زکریا ساجد ۵۴۳
زکریا نصر ۸۰
زمان، ڈاکٹر ایس ایم (شیر محمد) ۵۱۹، ۵۴۲
زہرہ محمود ۱۷۶، ۱۷۷، ۴۹۱، ۵۲۶
زور، ڈاکٹر محی الدین ۴۲۴
زیدی، ڈاکٹر ناظم حسین ۵۲۹
زیدی، سید آفتاب احمد ۵۲۷
زیدی، پروفیسر علی ناصر ۴۸۲، ۵۰۰، ۵۰۱
زیدی، ڈاکٹر ناظر حسن ۳۸۴
زیدی، ساجدہ، پروفیسر ۴۳۱
سارٹن ۵۲
سالم، مولوی رشید احمد ۲۹۷
سالم شوکی = شوکی سالم
سالم علی ۴۳۶
ساندرس، آر این ۳۸۷
سباعی، دکتور زکریا ۷۷
سبرامنیم ۵۷
سبحان بخش، مولوی ۳۹۰
سبزواری، ڈاکٹر شوکت ۴۴، ۱۰۱، ۱۰۶، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۸، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۴، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۴، ۲۴۶، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۷۰، ۲۷۶، ۲۹۱، ۲۹۳، ۳۹۰، ۴۳۰، ۵۰۱
سبزواری، غنی الاکرم ۴۶۱، ۵۰۲
سبزواری، محمد احمد ۳۷۶، ۴۰۳، ۴۰۶
سبط حسن، سید ۵۰۰
سپر نگر، اے ۷۳، ۷۴، ۳۲۴، ۴۳۵
سپرو، سر تیج ۴۶
سپیڈی ۳۵۱
ستیل پرشاد ۳۷۳
ستار برکی ۲۹۰

سائبل ۶۴
سٹیڈمین ۶۰، ۶۲، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۷۴، ۲۸۷، ۴۱۳
سجاد الحسن ۴۴۷، ۴۵۲
سجاد باقر رضوی = رضوی، سجاد باقر
سحر، ابوالفیض ۴۲۵
سخی محمد، پروفیسر ۵۲۹
سدا سکھ لال، منشی ۴۴، ۳۷۲
سراج الدین علی خان آرزو = آرزو، خان
سردار علی، ملک ۴۲۴
سرسید احمد خان ۱۸۹، ۳۷۹، ۳۹۳، ۳۹۴، ۴۰۰
سرشار، پنڈت رتن ناتھ ۳۷۸
سرفراز شاہد ۵۲۱، ۵۲۵
سروپ نرائن، پنڈت ۳۹۰
سرور، آل احمد = آل احمد سرور
سعدی ابوحبیب ۸۰
سعود، ڈاکٹر محمد ۶۳
سعید احمد، سید ۴۵۷
سعید الدین احمد، ڈاکٹر ۴۷۰
سعید الدین، مولوی محمد ۴۲۰
سعید شیخ، پروفیسر محمد ۴۷۲
سعید، محمد ۵۰۱
سقراط ۶۲
سکرین ۱۶۱
سکینہ، پروفیسر ڈاکٹر بابو ۲۱۳، ۴۲۶، ۴۲۸
سکینہ، بی بی ۴۳۱
سلامت اللہ، ڈاکٹر ۴۳۱
سلطان، محمد ۴۲۶
سلطان احمد، مرزا ۱۰۰
سلطان محمد تغلق = محمد تغلق

سلطان محمود ۳۲۵
سلومپ، پادری جان ۵۰۵
سلیک، ڈبلیو ۳۵۵، ۳۵۶
سلیم، وحید الدین = وحید الدین سلیم
سلیم اختر، ڈاکٹر ۲۹۲، ۳۰۷، ۴۸۵، ۵۱۹
سلیم خان، ایم اے ۴۳۱
سلیم فارانی = فارانی، ڈاکٹر سلیم
سلیمان، سرولیم ایچ ۳۵۱
سلیمی، ڈاکٹر بی اے ۴۸۲
سال، جی ۳۵۹، ۳۶۵
سموجی، دکتور ۷۷
سمیوئل کوپر ۳۶۳
سنت سنگھ، رسالدار ۳۷۷
سنگھ، پروفیسر ایس این ۴۲۸
سنہا، ڈاکٹر ایس ۲۱۳
سنیتی کمار، ڈاکٹر چٹرجی = چٹرجی، ڈاکٹر سنیتی کمار
سوہن لال، رائے ۱۸۵، ۱۹۰، ۲۵۴، ۲۹۴، ۳۴۹، ۳۶۱، ۳۸۷
سویٹ مین، ڈاکٹر ۵۰۴
سہیل احمد خان، ڈاکٹر ۴۷۶، ۵۱۸
سہیل بخاری، ڈاکٹر = بخاری، ڈاکٹر سہیل
سیادت علی خان، مولوی میر ۴۱۷
سی اے قادر، ڈاکٹر = عبدالقادر، ڈاکٹر
سید، ایس بی ۳۳۲
سیدہ جعفر ۳۹۰
سیل، مسٹر بی این ۲۱۴
سین، بی کے ۹۵
سینیرین ۵۷
سیوا پرشاد ۳۷۳

شاشی بھوشن مکرجی، بابو ۳۷۵، ۳۹۶
شان الحق حقی = حقی، شان الحق
شانتی نرائن = نرائن، شانتی
شاہانی، اے بی ۳۳۹
شاہ جہاں (بادشاہ) ۳۱، ۳۳۳، ۳۳۴
شاہ جہاں بیگم (بھوپال) ۳۳۶
شاہجہانپوری، ڈاکٹر ابو سلمان ۱۰۳، ۱۹۰، ۲۶۴، ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۵۱۶
شاہد امین ۳۵۷
شاہد علی خان ۴۶۰
شاہد، خواجہ حمید الدین ۳۸۸، ۳۸۹
شاہدہ ریاض، ڈاکٹر ۵۱۹
شاہ راجو ۳۲۲
شاہ علی ۴۲۸
شاہ نصیر دہلوی = دہلوی، شاہ نصیر
شاہ نواز، ڈاکٹر مفتی ۴۱۹
شائق، ڈاکٹر محمد ۱۸۹، ۱۹۲، ۲۵۴، ۲۸۹، ۳۷۵
شبلی، ڈاکٹر محمد صدیق خان ۱۴۷، ۱۶۸، ۲۶۳، ۲۷۹، ۴۹۰، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۳۱
شبلی نعمانی، مولانا ۱۸۹، ۳۲۶، ۳۸۱، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲
شجاعی، جگت رائے ۸۵
شرر، مولانا عبدالحلیم ۴۰۸
شرما، ٹھاکردت = ٹھاکردت شرما
شروانی، حبیب اللہ خان ۴۰۰
شروانی، پروفیسر ہارون خان ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۱۰
شریف، پروفیسر ایم ایم ۴۷۰
شریف جامعی، حکیم محمد ۱۷۴، ۱۹۹، ۴۷۸، ۴۸۴

شعیب، محمد ۴۶۰

شفیع، میاں محمد ۳۸۳

شفیع، مولوی محمد ۴۷۶

شفیع، منشی احمد ۳۷۴

شفیع مرزا، پروفیسر محمد ۵۴۹

شفیع، محمد ۴۵۹

شفیق حسین، ڈاکٹر ۴۷۵

شکیل، ڈاکٹر ۴۱۰

شکیل احمد ۴۳۲

شلاجنٹ ویٹ، ایچ اے ۳۵۳

شلومان، الفرڈ ۶۶

شمس الدین خان ۴۲۳

شمشاد وحید ۴۷۰

شمیم، پروفیسر وہاج الدین ۴۰۵

شمیم احمد ۴۰۶

شنکر داس، رائے ۳۹۴

شنبھو داس ۳۹۲

شو پرشاد ۳۷۸

شوق، شیخ عبدالحمید ۴۲۴

شوکی سالم = ۶۸، ۸۴

شونرائن ۳۹۰

شہاب، قدرت اللہ ۴۰۱

شہامت علی، میر ۳۵۳، ۳۶۸

شہباز حسین ۲۹۴، ۴۲۵

شہید اللہ، ڈاکٹر ۹۴

شیدا، ڈاکٹر سلطان علی ۴۳۱

شیرازی، حسین احمد ۵۳۲

شیرازی، نورالدین محمد عبداللہ ۳۵۰

شیرانی، حافظ محمود ۴۰، ۴۳، ۳۳۳

شیر جنگ ۵۰۱

شیرنگ، پادری ۳۲۷

شیکسپئر، جان ۱۰۲، ۱۷۸، ۲۹۳، ۳۱۶، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۵۳، ۵۰۵

شکیب، ضیاء الدین احمد ۳۳۴

شوپرشاد، بابو = بابو شیو پرشاد

شیل ۶۵

صالح، استاد ڈاکٹر عبدالرحمان ۸۵

صباح الدین عبدالرحمان، سید ۳۲۷

صدیق حسن خان، نواب ۷۳، ۷۵، ۳۲۵

صدیقی، آنسہ فائزہ ۴۵۸

صدیقی، ڈاکٹر ابواللیث ۱۹۳، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۷۰

صدیقی، ابوالاعجاز حفیظ ۵۲۴

صدیقی، ارشد حسین ۴۸۷

صدیقی، انور ۴۲۶

صدیقی، پروفیسر اولاد احمد ۴۲۶

صدیقی، ڈاکٹر ایم کے ۴۲۷

صدیقی، ثناء الحق ۴۰۷

صدیقی، ڈاکٹر حفیظ الرحمان ۴۵۹، ۵۱۵

صدیقی، خلیل یوسف ۵۲۲

صدیقی، رشید احمد ۴۲۳، ۴۶۷، ۵۲۲، ۵۲۳

صدیقی، ڈاکٹر محمد رضی الدین ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۲۲۶، ۲۳۲، ۲۴۹، ۲۵۴، ۴۸۵، ۴۰۶، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۶۵، ۵۱۵، ۵۱۷، ۵۲۵، ۵۳۰

صدیقی، ریاض ۳۹۰

صدیقی، زین ۱۷۶، ۱۷۷، ۴۶۱

صدیقی، ڈاکٹر ساجد الرحمان ۱۷۰، ۴۲۶، ۵۲۷

صدیقی، ڈاکٹر شمس الدین ۴۸۵

صدیقی، ڈاکٹر شوکت علی ۵۶۸

صدیقی، ظفر احمد ۴۳۱

صدیقی، عبدالحبیب ۲۸۹

صدیقی، عبدالحمید ۴۷۱

صدیقی، عبدالماجد ۴۲۷
صدیقی، مولوی عبد المجید ۴۱۷
صدیقی، فاروق احمد ۵۰۱
صدیقی، قمرالدین ۵۳۰
صدیقی، ڈاکٹر محفوظ علی ۴۳۰
صدیقی، محمد سعد ۳۲۵، ۵۰۴
صدیقی، محمد عتیق احمد ۱۶۳، ۱۶۴، ۲۱۸، ۳۳۵، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۵
صدیقی، مسعود، ۵۲۸
صدیقی، نعمان احمد ۴۳۹
صدیقی، مہدی علی ۴۶۰، ۴۶۸
صدیقی، نعمان احمد ۳۳۳
صفی الدین، حکیم سید ۴۳۳
صلاح الدین، ڈاکٹر ۴۲۷، ۴۹۹
صلاح الدین احمد، مولانا ۴۷۰
صہبائی، مولوی امام بخش ۳۲۹، ۳۹۰
ضیاء الدین، مولوی ۳۷۳
ضیاء الدین احمد، پروفیسر ۴۲۷
ضیاء الدین محمود، سید ۴۸۷
طارق علی ۴۸۸
طاہر تونسوی = تونسوی، ڈاکٹر طاہر
طارق محمود، محمد ۲۹۰، ۲۹۵، ۴۵۲، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۳، ۵۱۸
طباطبائی، مولوی علی حیدر نظم (حیدر یار جنگ) ۴۰۹
طپاں، مرزا احمد ۳۳۶
طپش دہلوی، مرزا جان ۱۱۳، ۳۲۹
طرار، منشی زوار حسین ۱۸۹، ۳۷۸، ۳۷۹
طفیل، ڈاکٹر محمد ۴۵۹
طوس، علامہ ۷۳
ظفر اقبال، ڈاکٹر ۲۹۳، ۴۷۴، ۳۷۵، ۵۱۸، ۴۹۷، ۴۹۸، ۵۰۰، ۵۰۵
ظفر، پروفیسر اے آر ۴۲۸
ظفر، چودھری محمد دین ۴۷۶، ۵۲۸،
ظفر حسین، ایس ۳۷۸
ظفر علی خان، مولانا ۳۷۸، ۴۰۸، ۴۱۶،

ظہیر مشرقی = مشرقی، ظہیر
عابد، سید عابد علی ۱۰۶، ۳۲۰، ۳۲۹
عابد حسین، ڈاکٹر سید ۲۱۶، ۳۳۱، ۳۳۲، ۴۳۵
عابد علی ۴۳۲
عابدی، حسن ۵۰۰
عابدی، محشر ۴۰۷
عارف، پیرزادہ محمد حسین ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷
عارفی، ڈاکٹر امیر ۴۱۰، ۴۱۱
عالی، جلیل ۴۱۴
عالی، جمیل الدین ۲۰۳، ۳۲۵، ۴۰۱، ۴۰۳، ۵۳۵
عبادت بریلوی، ڈاکٹر = بریلوی، ڈاکٹر عبادت
عبد الاحد، حافظ ۴۷۵
عبد الباری، مولوی ۴۲۰
عبد البد، لطفی ۷۴
عبد البصیر پال، ڈاکٹر = پال، عبد البصیر
عبد الجلیل ۴۱۸
عبد الجلیل محمد پناہ اکبر آبادی، منشی ۳۹۱، ۴۲۲
عبد الحق، ڈاکٹر مولوی ۳۵، ۶۰، ۷۴، ۸۶، ۱۴۳، ۱۷۸، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۴، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۶، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۹، ۲۲۳، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۴، ۲۳۹، ۲۵۴، ۲۵۸، ۲۷۹، ۲۸۵، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۲۱، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۷۵، ۳۸۹، ۳۹۰، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۲، ۴۶۳، ۴۶۶، ۴۶۸،
عبد الحق خان، مولوی ۴۱۸
عبد الحکیم، خلیفہ ۴۰۹
عبد الحمید، خواجہ ۴۷۰
عبد الحمید، ڈاکٹر ۳۹۶، ۴۷۲

عبد الحمید کمال ٤٥٧
عبد الحی، ڈاکٹر ٥٠٣
عبد الخالق ٤٤٧
عبد الخالق اعوان ٥٣٢
عبد الرحمان خان، پروفیسر مولوی
٤١٨، ٤٢٠
عبد الرحمٰن خان، حاجی، ٤٠٣
عبد الرحیم، ڈاکٹر ٣٩٥
عبد الرزاق، سید ٤٢٣
عبد الرزاق الکاشی، کمال الدین ابی الغنائم
٧٣، ٣٢٣، ٣٢٤
عبد الرزاق، محمد ٥٠٢
عبد الرشید، میاں ٥٠١
عبد الرشید مہاجر، ڈاکٹر ٤٥١
عبد الرؤف، پروفیسر حافظ ٤٥١
عبد الرؤف، پروفیسر حافظ ٤٨١
عبد الرؤف، ڈاکٹر ٥٠٠
عبد السلام، ڈاکٹر ٢٢٧، ٢٧٣، ٢٨٦، ٢٨٩
عبد الشکور احسن = احسن، عبد الشکور
عبد الصمد ٤٦٠
عبد الصمد، خواجہ شاہ محمد ٣٢٣
عبد العزیز ٤٢٣
عبد العزیز، محمد ٨٥
عبد العزیز کامل، حکیم ٣٣٩
عبد العظیم، پروفیسر ٤٢٩
عبد الغفار شکیل، ڈاکٹر ٤٣٠
عبد الغفور، محمد ٣٧٥
عبد القادر، پروفیسر ٤٢٦
عبد القادر، ڈاکٹر ٤٩٧
عبد القادر، ڈاکٹر قاضی ١٢١
عبد القادر، سر ٣٨
عبد القادر، ڈاکٹر پروفیسر چودھری
(سی اے قادر) ٤٤٥، ٤٦٩، ٤٧٢، ٤٧٤،
٥٠٠، ٥١٩
عبد اللطیف احمد ٨٠
عبد اللہ، ڈاکٹر سید ٣٠، ٣٢، ١٣٠، ١٦٨،
١٧٠، ٢٠٦، ٢٣١، ٢٣٢، ٢٣٣، ٢٣٤، ٢٣٦، ٢٣٧،
٢٣٨، ٢٥١، ٢٦٢، ٢٦٣، ٢٦٦، ٢٩٣، ٢٩٥، ٢٩٦،
٣١٢، ٣١٣، ٣٤٧، ٣٥١، ٣٥٢، ٣٦٥، ٣٦٧،
٤٠٩، ٤٧١، ٤٧٢، ٤٧٦، ٤٨٦، ٥١٦، ٥١٧، ٥٣٠
عبد اللہ حسن، محمد ٤٢١، ٤٦٩، ٤٧٥
عبد الماجد دریا بادی = دریا بادی، عبد الماجد
عبد المجید، پروفیسر ٤٧٥
عبد النبی احمد نگری، قاضی = احمد نگری، قاضی عبد النبی
عبد الواحد، سید ٤١٣
عبد الواسع، پروفیسر محمد ٤٠٩
عبد الودود، قاضی ٣٢٨، ٣٨٠، ٤٣٤
عبد الوہاب، ابو المکارم = ابو المکارم، عبد الوہاب
عبد الوہاب، مولوی ١٧٤
عبد الوہاب خان ٤٨٣
عبید الحق ٥٠٤
عترت الزہرا ٥٣٢
عثمان، ڈاکٹر محمد ٤١٩
عثمان، محمد ٤٢٤
عثمان علی خان (نظام دکن) ١٩٤
عثمان علی خان، آصف سابع میر، ٣٢٢
عثمانی، ڈاکٹر اے ایف ٤٣١
عثمانی، پروفیسر مولوی محمد نصیر احمد ٤١٨،
٤٢٤
عثمانی، ڈاکٹر عشرت حسین ٢٧١، ٢٧٣
عدنان العقیل، ڈاکٹر ٧٢
عرشی ذبائیوی، قاضی عبد القدوس ١٦٣،
٣٣٠
عرفان احمد ٥٣٢
عرفانی، سجاد ظفر ٥٢٧
عزیز، ڈاکٹر محمد ٤٥٨
عزیز جنگ ولا، نواب ٨٩، ٣٢٤، ٣٢٣

عزیز الدین، محمد ۴۲۰، ۴۵۹
عزیز الرحمان، مولوی محمد ۴۲۱
عزیز مرزا، مولوی محمد ۱۰۹، ۱۹۶، ۲۸۰، ۳۱۰، ۳۱۵، ۴۰۰، ۴۰۱
عسکری، پروفیسر حمید ۴۶۹، ۴۸۲
عشرت حسین، ڈاکٹر ۴۳۱
عصمت جاوید، ڈاکٹر ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۴۹، ۴۲۵، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۲
عطا اللہ، ڈاکٹر ۵۲۵، ۵۳۳، ۵۳۵،
عظمت اللہ خان ۴۵۷، ۴۹۲، ۵۱۵
عظیم، ڈاکٹر ایم اے ۴۶۸
عقیل، ڈاکٹر معین الدین ۲۳۴، ۲۳۶، ۳۱۰، ۳۱۵، ۵۱۹
العقیلی العلوی، میر محمد حسین خان ابن حکیم محمد ہادی خان العقیلی الخراسانی ۷۳، ۸۶
علاء الدین اختر ۴۹۶، ۴۹۹
علوی، عبد الحی ۵۰۰
علی امام ۴۰۹
علی انور، ڈاکٹر احمد ۴۵۹
علی، پروفیسر ایس ایم ۴۲۸
علی، سید ۳۷۴
علی الحسن، آقا میر محمد ۸۶
علی رضا، مولوی سید ۴۰۹، ۴۱۶، ۴۱۷
علی الطسان، محمد ۷۹،
علی عباس جلال پوری، = جلال پوری، علی عباس
عمادی، ڈاکٹر عبد القادر ـ ۴۲۷
العمادی، علامہ مولانا عبد اللہ ۳۸، ۴۰۸، ۴۲۱
عمر فاروقؓ، حضرت ۷۲، ۴۸۱
عنایت اللہ ۴۸۶
عنایت اللہ، مولوی = دہلوی، مولانا عنایت اللہ
عیڈورڈ (ایڈورڈ) بالفور ۳۶۴

غازی اجمیری، محی الدین ۳۲۵، ۳۲۶
غالب ۳۲۰
غزالی، امام ۷۳
غلام جیلانی، حکیم ڈاکٹر ۱۷۳، ۳۳۷، ۴۷۲
غلام جیلانی خان، لیفٹننٹ کرنل ۱۷۷، ۴۹۴، ۴۹۵
غلام حسنین، خواجہ ۴۰۱، ۴۰۲
غلام حسین، سید ۳۹۱
غلام حیدر، سید ۴۴۷، ۴۴۸
غلام دستگیر ۴۱۹
غلام ربانی آگرو = آگرو، غلام ربانی
غلام رسول مہر، مولانا ۴۷۰، ۵۰۰
غلام سرور، ڈاکٹر ۵۰۵
غلام سرور، کرنل ۵۱۹
غلام السیدین، پروفیسر ۲۱۳
غلام شبیر بخاری = بخاری، غلام شبیر
غلام قادر، مولوی ۳۹۷
غلام محمد، ڈاکٹر حاجی ۴۲۱
غلام مصطفیٰ، مولوی ۳۹۷
غلام نبی، حکیم ۴۸۵
غوث، سید محمد ۴۶۵
غوری، ڈاکٹر احمد سعید خان ۴۵۹
غوری، شبیر احمد خان ۴۳
غیاث الدین احمد، ایس ۴۴۷
فاخر حسین ۵۰۴
فادر نی پیشیا نسین ۵۰۴
فارابی ۷۳
فارانی، ایم ۱۶۹
فارانی، ڈاکٹر سلیم ـ ۱۰۰، ۱۲۲، ۱۳۶، ۱۶۸، ۲۳۷، ۲۳۸، ۴۴۷، ۴۵۱، ۴۵۲
فاروق ۵۰۱
فاروقی، ڈاکٹر برہان الدین احمد ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۹۳، ۲۹۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۵۱
فاروقی، حارث سلیمان ۸۳
فاروقی، خالد عمر ۵۳۰، ۵۳۱

فاروقی، زیڈ ایچ ۴۳۱

فاسٹ ۳۹۷

فاطمہ شجاعت، ڈاکٹر ۴۲۷

فاکنر، الیگزینڈر ۳۶۴

فان ہیلمونٹ ۶۵

فانی، مولوی عبد القوی ۴۱۶

فائق ۵۰۱

فتحپوری، ڈاکٹر فرمان ۲۵۹، ۲۶۶

فخر الدین خان شمس الامراء ۲۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹

فرا نکس توروینس ۳۵۹

فرشتے ۶۴

فرحت علی، کرنل ۴۱۹

فرخی، ڈاکٹر اسلم ۳۱۲، ۴۹۲، ۵۱۸

فرشتہ، محمد قاسم ۳۳۶

فرفریوس ۱۱۰

فرگوسن، جے ۳۴۵، ۳۷۲

فرمان فتحپوری، ڈاکٹر = فتحپوری، ڈاکٹر فرمان

فرنسوا دیونگل ۳۴۸

فرید، قاضی محمد ۴۵۸

فضل حسین، کپتان ۲۲۷، ۴۸۳

فضل الرحمان، پروفیسر ۳۳۹

فضل کریم، ڈاکٹر ۴۷۴، ۴۷۵

فضل محمد خان، خان ۴۲۰، ۴۲۱

فقیر، حافظ محمد افضل ۳۲۴

فقیر، حکیم خواجہ شمس الدین خان ۳۳۶

فقیر چند، لالہ ۳۶۱، ۳۶۴

فلپس، ایچ ایل ۳۶۶

فلپ بالڈی = بالڈی فلپ

فلر، جے بی ۳۶۵

فلر، جان ۳۵۰

فلوٹ، لیفٹیننٹ کرنل ڈی سی ۳۵۸

فنک ۱۱۷

فنک، چارلس ۳۶۴

فوربز، ڈاکٹر ۱۷۸، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۵۲، ۴۷۸

فوسکٹ ڈگلس ۱۲۷

فوق، محمد دین ۳۸۲

فہمیدہ بیگم، ڈاکٹر ۴۲۶

فہمیدہ مرزا ۵۲۳

فیروز الدین، حکیم ۳۳۹

فیکن، جارج اسمولٹ ۳۶۴

فیلبر، ایچ ۶۶، ۸۵، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۳۶، ۱۴۸، ۱۶۱، ۳۱۱، ۳۱۳

فیلکس پتروس = پتروس، فیلکس

فیلن، ڈاکٹر ایس ڈبلیو ۱۰۲، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۸، ۱۷۸، ۳۱۶، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۲، ۳۵۴، ۳۶۱، ۳۶۴، ۳۹۰، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۷۸، ۴۹۴

فیاض الدین، نواب ۴۲۲

فیض، محمد محمود ۴۳۱

قادری، ابرار حسین ۱۷۲، ۱۷۳، ۲۰۶، ۴۱۲

قادری، ڈاکٹر ایس ایس ۴۲۸

قادری، حامد حسن ۳۶۱

قادری، عبداللہ ولی بخش ۴۳۱

قادری، ڈاکٹر محمد افضال حسین ۲۳۶، ۴۵۹

قادری، ڈاکٹر محی الدین ۴۲۱

قادری، ڈاکٹر مرتضیٰ علی ۴۳۰

قاسم محمود، سید ۱۶۶، ۲۳۷، ۳۰۵، ۴۴۷، ۴۹۶، ۴۹۷، ۵۰۱، ۳۲۳

قاسمی، احمد ندیم ۳۲۰، ۵۰۰

قاضی، ڈاکٹر آصف علی ۴۹۲

قاضی، آئی آئی ۴۳

قتیل، مرزا ۳۲۸

قدسی، ناصر الدین محمد اسد الرحمان ۳۲۲

قدوائی، ڈاکٹر اخلاق الرحمان ۴۲۷

قدوائی، جلیل ۲۷۳

قدوائی، ڈاکٹر محمد ہاشم ۴۳۲

القرانی ۱۰۵

قریشی، ڈاکٹر آصف ۵۲۹
قریشی، ڈاکٹر اشتیاق حسین ۲۴۷، ۲۹۵، ۵۰۰، ۵۱۴
قریشی، انور اقبال ۴۰۵
قریشی، ایس ایم معین ۱۶۷، ۵۰۳
قریشی، ڈاکٹر رحیم اللہ ۴۵۹
قریشی، ڈاکٹر محمد اسلم ۵۲۱، ۵۲۲
قریشی، محمد صدیق ۱۶۶، ۵۲۵
قریشی، مسعود ۱۷۶، ۲۹۸، ۴۱۴، ۵۳۲
قریشی، ڈاکٹر وحید ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۷۶، ۲۹۸، ۴۶۵، ۴۷۶، ۵۱۴
قزوینی، نجم الدین کاتبی ۱۰۴، ۱۱۰
قلعہ جی، ڈاکٹر محمد رواس ۷۹
قمرالحسن، ڈاکٹر ۴۸۷
قمرالدین ۴۳۵
قمرالدین، حکیم ۳۷۳
القمری، ابی منصور الحسن بن نوح = حسن بن نوح
قیصرالاسلام، قاضی ۱۶۵، ۴۸۹
قیصر امروہوی = امروہوی، سید محمود حسین حیدر قیصر
قیوم خضر ۴۲۵
کارسٹ، جے ۹۳
کارل مارکس ۵۰۱
کارمیکائل اسمتھ ۳۴۶، ۳۵۹
کار لیکی، پیٹرک ۳۵۲
کارنیلیس، ڈبلیو ۳۶۶
الکاشی، عبدالرزاق = عبدالرزاق الکاشی
کاظم مہدی ۴۵۷
کاظمی، سید اظہار ۵۲۳
کاظمی، سید شوکت ۵۳۰
کاکس ۳۶۰
کالبرگ ۳۲۷
کالن ایس ویلشائن = ویلشائن، کالن ایس
کامران، پروفیسر جیلانی = جیلانی کامران
کامران موسیٰ ۵۰۰
کای، بابو ۳۹۴
کباریتی، پروفیسر احمد محمد ۸۲
کرامت حسین جعفری = جعفری، کرامت حسین
کرک پیٹرک ۳۶۱
کرم حیدری، پروفیسر ۵۳۰
کریم الدین، مولوی ۳۶۴، ۳۹۰
کرو (CROW)، ایم ۱۸۷
کرومر بیٹز ۸۵
کریم نواز ۴۴۷، ۴۴۹
کلاباذی، امام ۳۲۴
کلارک، ڈینس ۵۰۵
کلانچوی، دلشاد = دلشاد کلانچوی
کلب حسین ۳۷۳
کلیم، ڈاکٹر سعد اللہ ۵۳۰، ۵۳۱
کلیم الدین احمد ۴۲۸، ۴۲۹
کمال الدین حیدر = لکھنوی، کمال الدین
کنجاھی، شریف ۵۱۹، ۵۳۰، ۵۳۲
الکندی ۷۳
کنکویسٹ، ڈاکٹر ۳۶۴
کوثر، ڈاکٹر انعام الحق ۵۱۹
کوثر، ڈاکٹر اے ایچ ۳۵۹
کورج کیمو ۳۵۹
کول ۳۶۶
کولوکوٹ ۶۷
کومب ۳۶۹
کیبل ۵۳، ۵۵، ۵۷، ۵۸
کیسپرہاؤہن ۹۴
کیفی، پنڈت برجموہن دتاتریا ۴۵، ۱۹۹، ۲۵۶، ۲۹۳، ۳۰۷، ۳۷۹
کیگن ۳۴۹
کیمبل ۳۶۵

کیننگ، لارڈ ۳۶۶
گارساں دتاسی ۳۴۸
گال بر-تھ ۳۹۳
گاندھی، مہاتما ۲۵۹
گبسن، چارلس آر ۴۳۴
گرانٹ، ہنری ۳۴۵، ۳۶۱
گریرسن ۱۸۲، ۳۴۶، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۹۷، ۴۹۵، ۵۱۷، ۵۱۸
گریگوری ۶۵
گلاب سنگھ، رائے ۳۶۱
گل رعنا ۳۶۰
گلزار احمد، بریگیڈیر ۱۷۷، ۴۹۳،
گلزار احمد، خواجہ
گلزار احمد، صوفی ۱۶۵، ۱۶۶، ۴۹۶، ۴۹۷، ۵۰۱
گلدسٹ، جان بارتھوک ۱۷۸، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۵۰، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۸۴،
گلیڈون، فرانسس ۳۴، ۸۶، ۱۶۹، ۳۳۵، ۳۰۷، ۳۷۸، ۴۱۵، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۳
گلیسن، ایچ اے ۴۳۱
گلینی، سرآر ۴۰۹
گنج العلم ۳۲۲
گنگا رام، لالہ ۳۹۶
گوبن لال بونرجی = بونرجی، گوبن لال
گوپال متل ۴۳۴
گوپی چند نارنگ = نارنگ، گوپی چند
گوراہا، ڈاکٹر مشتاق احمد ۵۶۸
گولڈ ۶۷، ۱۷۴، ۴۱۳
گومپرز ۱۱۰، ۱۱۱
گوبرس، اوجینوزہی ۳۵۹
گیان چند جین، پروفیسر ڈاکٹر ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱
گیسو دراز (خواجہ بندہ نواز) ۳۲۲
گیلانی، ایم اے ۴۲۶
گیلانی، سید داؤد ۲۷۶، ۳۰۳، ۳۵۴
گیلنسکی، کرچن ۱۰۸، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۳۰، ۲۱۳
لال، اے بی ۴۳۱
لائٹنر، ڈاکٹر ۳۷۵، ۳۹۵، ۳۹۶
لامنس ۹۳
لزارس ۳۴۷
لطف علی عارف ابوالعلائی ۴۲۳
لطفی عبد البدیع = عبد البدیع، لطفی
لکشمی رام ۳۹۱
لک، لیفٹیننٹ کرنل سی اے ۳۷۷
لکھنوی، سید کمال الدین حیدر (محمد امیر الحسن الحسینی) ۳۸۶، ۳۹۰
لکھنوی، عبد السلام ۳۷۲
لکھنوی، مکرم ۴۸، ۵۱، ۲۶۸، ۲۹۸
لکھنوی، محمد منیر ۱۷۵، ۳۳۰
لکھنوی، مودب ۵۱
لکھنوی، مولوی مرزا محمد ہادی رسوا ۱۷۲،
لکھنوی، مہذب ۵۱، ۱۶۵، ۴۲۳
للولال جی ۱۸۳، ۱۸۶، ۲۱۳، ۲۱۷، ۲۳۹، ۲۵۴، ۲۵۸
لواڑے ۶۵، ۱۱۸
لو، مسٹر ۳۴۶
لوئی ۳۶
لیتانگ، انتونی ڈی ۳۵۰
لیڈلی، جان پارکس ۳۶۴
لیتاؤس ۹۴
لینگ ۳۹۶
لیوس، آئیور ۳۶۶
لیوس ڈی کاستا = ڈی کاستا، لیوس
لطیف، محمد ۴۵۸
مارتھر، ڈاکٹر ۳۲۷، ۳۲۸
مارتھر، مسز (میم صاحبہ) ۳۲۷، ۳۲۸
مارٹن ڈیوڈسن ۴۰۷

مارٹن سیل ۵۸
مارکوئیس رچرڈ ولزلی = ولزلی، مارکوئیس
مارویو ۶۵
مامون الرشید ۳۱۰
مائل دہلوی ۴۰
متر، راجندرلال ۱۸۷
مٹکاف، چارلس ۸۴
مجیب الاسلام، ڈاکٹر ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۵، ۴۲۲
مجیب، پروفیسر محمد ۴۲۵، ۴۳۲
مجید ملک، کرنل ۴۷۷
مجیدہ صابر، مسز ۴۸۳
محبوب عالم، منشی ۱۷۳، ۳۷۶
محبوب علی خان، آصف سادس میر ۴۲۲
محسن الملک ۴۰۰
محشر عابدی = عابدی، محشر
محمد ابراہیم ۴۳۵
محمد ابن الحسن ۵۳۰
محمد اجمل = اجمل، محمد
محمد اجمل خان، حکیم = اجمل، حکیم محمد
محمد احمد، مرزا ۴۲۱
محمد اسلام = اسلام، محمد
محمد اسلم میاں = اسلم، میاں محمد
محمد اکرام چغتائی = چغتائی، محمد اکرام
محمد بن علی وہاب ۴۸۴
محمد تغلق، سلطان ۳۲۲
محمد شاہ (بادشاہ) ۸۵
محمد عثمان ۴۲۳
محمد مہدی، مولوی ۳۷۷
محمد نصیر احسن = احسن، محمد نصیر
محمود، ڈاکٹر سید ۱۱۳
محمود احمد، ڈاکٹر محمد ۴۵۷
محمود احمد خان، پروفیسر ۴۴۷، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲
محمود احمد خان، مولوی ۴۱۹

محمود الحسن ۱۷۶، ۱۷۷، ۴۹۱، ۵۶۴
محمود الرحمان، ڈاکٹر ۵۲۶
محمود رضا ۴۶۰
محمود شیرانی = شیرانی حافظ محمود
محمود النعمان، الدکتور ۳۲۵، ۵۰۴
محوی، مسعود علی ۴۲۳، ۵۲۲، ۵۲۳
محی الدین ۴۰۸
مختار حسین، سید ۴۸۴
مختار خان ۴۸۱
مختار رسول، خواجہ ۴۹۹
مختار زمن ۲۶۴
مختار علی خان ۵۳۱
مختار مسعود ۱۶۸، ۵۳۱
مخلص، آنند رام = آنند رام مخلص
مراد، فیروز الدین ۴۳۵
مرتنجے راؤ ۴۱۸
مرے، مسز ۲۶۴، ۳۹۱
مستان، حکیم محمد ۴۳۳
مسعود بٹ ۴۶۹
مسعود حسین خان، پروفیسر ۴۲۳، ۴۲۵، ۴۲۹، ۴۳۰
مسعود عالم، پروفیسر ۴۲۸
مسکارین ہنس ۳۶۵
مشکور سید، ڈاکٹر ۴۳۱
مشتاق حسین، ڈاکٹر سید ۴۵۹
مشرقی، ظہیر ۲۷۴، ۳۰۵
سلیمان، مصری ۹۴
مصطفیٰ اشالی ۸۳
مصطفیٰ کمال، ڈاکٹر سید ۱۹۳، ۳۳۴، ۴۰۹، ۴۱۱
مظفر علی سید ۵۱۸
مظفر محمود ۵۰۴
معز الدین ۴۴۷
معشوق حسین، مولوی ۳۷۸، ۴۱۶
معین الدین ۴۳۱

معین الرحمان، ڈاکٹر ۵۱۸
مفتی، مجیب الرحمٰن ۵۲۴، ۵۳۰
مفتی، ممتاز ۵۳۱
مکرم لکھنؤی = لکھنؤی، مکرم
مکند لال ۳۹۱
مل، جان اسٹوارٹ ۳۰۷، ۳۹۴
ملیح آبادی، جوش = جوش ملیح آبادی
ممتاز حسین ۴۸۶
ممتاز ظہیر ۴۸۸
ممتاز علی، سید ۴۳۶
ممتاز علی انور، ڈاکٹر ۵۲۶
منتخب الحق، مولانا ۴۵۷
منشا، ڈاکٹر محمد ۴۷۵
منشی عبد الرشید ۳۳۶
منصور عاقل، سید ۴۴۷
منصور قیصر ۲۶۸
منصوری، محمد طاہر ۷۶، ۷۷، ۸۷، ۵۱۷
منظر شہاب ۱۶۳
منظور احمد، ڈاکٹر ۴۶۴، ۴۸۸، ۵۲۷
منظور الحسن ۵۰۲
منظور الدین، ڈاکٹر ۴۶۳
منگوری، شکیل احمد ۴۴۹، ۵۱۷، ۵۲۰
منور ابن صادق، پروفیسر ۴۷۶، ۴۷۷، ۵۶۸
منہاج الدین، پروفیسر شیخ ۱۰۸، ۳۷۸، ۳۶۶، ۲۵۳، ۲۵۸، ۲۹۳، ۲۹۸، ۴۱۱، ۴۳۰، ۴۷۹
منیر احمد ۴۵۹
منیر البعلبکی ۷۹
منیر الدین، شیخ محمد ۴۲۴، ۴۶۶
موات، ڈاکٹر فریڈرک جان ۳۶۳
مودب لکھنؤی = لکھنؤی، مودب
مودودی، سید ابوالاعلیٰ ۳۲۶
مورس کرانسٹن ۴۴۴
مورلے ۳۵۲
کھشترا موہن بونرجی = بونرجی، کھشترا موہن

موہندر نرائن، دیوان ۱۶۴، ۳۷۸
مہتاب الدین ۳۷۶
مہدی حسن ۱۷۶، ۴۸۳
مہدی علی خان، مرزا ۳۷۸
مہدی یار جنگ ۴۲۴
مہذب لکھنؤی: = لکھنؤی، مہذب
میتھیو آرنلڈ = آرنلڈ، میتھیو
میڈلے، جے جی ۳۶۵، ۳۹۲
میر، خالد لطیف = خالد لطیف میر
میر امن ۳۱، ۳۹۴، ۴۱۰
میر حسن ۳۲۰، ۳۹۴، ۴۱۰
میری سارجنٹ، ڈاکٹر ۶۳
میکاولی ۴۹۵
میک ڈوگل ۴۰۰
میکفرسن، ولیم ۳۶۴
میکنزی، ولیم ۳۶۳
میلاسٹر، رچرڈ ۵۳
میکملن ۳۶۳، ۳۹۱
میلس، لیفٹیننٹ ۳۶۳
میلول ڈیوی ۴۲۶
مینائی، ایم این ۴۳۱
ناتھے براکس = براکس، ناتھے
نارائن، شانتی ۴۳۶
نارنگ، پروفیسر ڈاکٹر گوپی چند ۱۰۱، ۱۲۲،
ناساویلم سینیئر، پروفیسر ۳۹۴
ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد ۳۶، ۱۱۹، ۲۶۰، ۴۲۷، ۴۳۴، ۴۷۵، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۹، ۵۱۷
ناصر الدولہ، نواب ۳۹۱
نبی بخش بلوچ، ڈاکٹر ۳۳۲
نجات اللہ خان ۴۲۶
نجف علی خان ۴۸۱
نجم الحسن، ڈاکٹر ۴۲۶
نجم الدین، محمد ۳۳۱
نجم الدین، مولوی ۳۹۷

نجم الغنی، رامپوری، حکیم محمد ۱۷۳، ۳۳۸، ۳۴۲

نجمی، ہارون ۴۵۷

ندا، ڈاکٹر یوجین ۱۰۵

ندوی، ابوالحسن علی ۳۲۷

ندوی، علامہ سید سلیمان ۶۳، ۷۳، ۱۸۸، ۱۸۹، ۲۱۳، ۲۶۰، ۳۲۶، ۳۷۸، ۳۸۰

ندوی، مولوی عبد الباری ۴۱۶

ندوی، مجیب اللہ ۱۰۲، ۱۰۵

ندوی، محمد رضی الاسلام ۱۶۱

نذیر احمد (کابینہ ڈویژن) ۵۳۱

نذیر احمد چودھری، (لاہور سکریٹریٹ) ۴۴۷

نذیر احمد، ڈپٹی ۸۹، ۲۹۸، ۳۷۸، ۳۷۹

نذیر الدین، مولوی ۴۱۷، ۴۱۸

نذیر الدین، محمد ۴۲۰، ۴۲۱

نذیر نیازی ۳۸۳

نرولا، پروفیسر ڈی ڈی ۴۲۶

نریندر دیوا، پروفیسر ۲۱۳

نسرین زہرا ۵۲۸

نسیم فاطمہ ۵۰۲

نسیمہ ترمذی، ڈاکٹر بیگم ۴۵۹، ۴۸۳، ۴۹۲

نصیب، محمد ۴۴۸

نصیر الدین احمد، منشی ۳۶۳

نظام الدین، ڈاکٹر ۴۰۸، ۴۵۹

نظام علی خان، میر (آصف جاہ ثانی) ۳۳۵، ۴۲۲

نظام الملک اول ۳۳۴

نعمان بن عزیز ۵۰۴

نعمانی، عبد الجلیل ۴۲۳

نعمت علی اختر ۴۸۱، ۴۸۶

نعیم الدین، حکیم ۴۹۳

نقوی، جمیل = جمیل نقوی

نقوی، ڈاکٹر نعیم الحسن ۴۵۹، ۴۸۳، ۵۱۵

نقوی، سبط نبی ۴۷۰

نقوی، سید باقر حسین ۴۵۲

نکودریال بجلہ = بجلہ، نکودریال

نندو لال دیو ۱۱۹

نور الحسن جعفری = جعفری نور الحسن

نور اسلام، ڈاکٹر ۴۲۷

نور محمد، ڈاکٹر میر ۸۷، ۸۹

نوشہروی، پروفیسر عبد الرؤف ۴۹۲

نہرو، جواہر لال ۲۵۹

نیاز احمد، ڈاکٹر ۴۷۰

نیاز الدین خان، خان ۳۸۳

نیاز عرفان، پروفیسر ۲۶۷، ۲۷۹، ۳۰۸، ۳۱۵، ۵۱۸، ۵۳۱

نیازی، ڈاکٹر غلام یاسین ۴۷۰

نیازی، کے اے ۴۳۱

نیڈو ٹی، ڈبلیو ۸۵، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۳۳، ۳۱۳

واٹلنگ، مسٹر ۳۶۱

وادھیارام پرشاد، راجہ ۲۱۳

وارث سرہندی ۳۱۵، ۳۶۱

وارثی، مظفر ۳۲۹

وارثی میرٹھی، صوفی ۱۹۳، ۳۲۹

وارثی، نصیر ۵۰۰

وارڈن، مسٹر ۳۵۱

وارستہ سیالکوٹی مل ۳۳۲

واٹسن، ایف جے ۳۵۳

والفرڈ (اے جے) ۱۶۱

وائز، آگسٹس = آگسٹس وائز

وائٹ ورتھ، جارج کلفورڈ ۳۴۴، ۳۵۴

وجیہہ، مولوی محمد ۷۴

وحید اختر، ڈاکٹر ۴۳۱

وحید الدین خان ۴۳۶

وحید الدین سلیم، مولوی ۳۲، ۴۷، ۱۰۱، ۱۲۲، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۹، ۲۲۳، ۲۲۶،

۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۵۴، ۲۵۸، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۳، ۲۸۵، ۲۸۹، ۳۰۴، ۳۱۴، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۶، ۴۰۹، ۴۲۱، ۴۴۹، ۴۵۳، ۴۷۳، ۵۱۸، ۵۱۹
وحید قریشی، ڈاکٹر = قریشی، ڈاکٹر وحید
وزیر علی ۳۷۶، ۳۹۴
وسیع الرحمان، پروفیسر ۴۲۷
وسیم احمد ۴۸۷
وقار احمد زبیری = زبیری، وقار احمد
وقار الحق ۴۸۸
وقار عظیم، پروفیسر سید ۴۴۷، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲
وکیل، مولوی احمد دین ۱۰۴، ۲۵۴، ۲۷۰
ولسن، ایچ ایچ ۲۷۰، ۳۱۶، ۳۳۴، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۶۸، ۵۲۲
ولکنز، بشپ ۶۴
ولکنز، چارلس ۳۳۴، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۶۷، ۵۲۲
ولی، ڈاکٹر ۴۸۷
ولی حمزہ نازش ۳۲۰
ولی الرحمان، مولوی معتقسند ۴۱۵، ۴۱۶
ولیم بیننگ = بیننگ۔ ولیم
ولیم جونز = جونز، ولیم
ولیم کروک اردن = اردن، ڈبلیو
ولیم میکفرسن = میکفرسن، ولیم
ولیم میکنزی = میکنزی، ولیم
ولیم میور ۳۶۴
ولیم ہنٹر، ڈاکٹر = ہنٹر، ولیم
ولیم ییٹس (YETS) ییٹس، ولیم
ونایک داسودیو ۱۷۷، ۳۷۴
ووسٹر، ای (یوجین) ۶۶، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۶، ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۲، ۳۱۱
وہاب اختر عزیز ۱۷۳، ۱۷۴، ۴۶۹، ۴۷۳، ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۲۷
وی پوری، پروفیسر ۴۲۸
ویلزلی، مارکوئیس رچرڈ ۳۴۴
ویلشائن، کالن ایس ۳۶۶
وے لینڈ ۳۷۶
ہادی حسین، ڈپٹی ۳۹۵، ۴۸۴
ہادی، مرزا (رسوا؟) = مولوی مرزا محمد ہادی
ہاشمی، پروفیسر خادم علی ۱۳۱، ۲۷۴، ۴۰۸، ۴۷۶، ۴۸۸، ۴۹۲، ۵۱۵، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰
ہاشمی، ڈاکٹر رفیع الدین ۳۸۱
ہاشمی، ڈاکٹر شرافت علی ۴۵۸
ہاشمی فرید آبادی، سید ۴۰۲، ۴۰۵، ۴۰۸، ۴۱۶، ۵۰۰
ہاشمی، حافظ محمد یعقوب ۴۹۰
ہاکنسن، کپتان ۳۴۳
ہالووے ۱۱۸
ہالینڈ، سر ٹی ایچ ۳۵۸
ہچن سن، ڈاکٹر ایف ۱۷۳، ۳۶۵
ہٹلر ۴۹۵
ہیملٹ ۱۱۸
ہرا پرشاد شاستری، پنڈت ۹۴
ہربرٹ سپنسر ۴۰۲
ہرکشن داس، پنڈت ۳۹۷
ہرکلوٹ، ڈاکٹر ۳۴۸
ہلال احمد زبیری = زبیری، ہلال احمد
ہلیلی، (خلیلی) پروفیسر محمد ۸۵
ہنٹر، ولیم، ڈاکٹر ۳۲۷، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸
ہنری ایلیٹ، سر = ایلیٹ، ایچ ایم
ہنری یول، کرنل سر = یول، ہنری
ہنری ہیرس، کپتان ڈاکٹر = ہیرس، ہنری
ہوڈی والا، پروفیسر ۳۵۵، ۳۵۶
ہولسٹر، جے این ۳۵۸
ہیڈلے، جارج ۳۴۶، ۳۶۰
ہیرس، ڈاکٹر ہنری ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۶۰

ہیری سن، این ۳۶۶
ہیزل گرود، جی پی ۱۷۷، ۳۶۳
یاسین افضال ۵۰۳
یحییٰ امجد ۵۰۳
یعقوب عامر، ڈاکٹر محمد ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۳۰
ینگ، پادری ۵۰۵
یونس ادیب ۴۸۱
یونس اعوان ۴۸۱
یوسف، ڈاکٹر محمد ۴۸۳، ۵۰۲
یوسف ۸۳
یوسف حق ۸۳
یوسف حسین، ڈاکٹر ۴۰۵
یوسف، عرفان علی ۵۱۷
یوسف زئی، حمید اللہ خان ۴۲۹، ۴۳۱، ۴۳۵
یوسفی، ڈاکٹر خورشید احمد خان ۳۴۷
یول، ہنری ۱۱۷، ۳۲۱، ۳۴۶، ۳۵۵، ۳۶۸
ییٹس، ولیم ۳۴۷

ب- ادارہ جات

آکسفورڈ یونیورسٹی پریس بمبئی ۳۷۶، ۳۷۸، ۴۷۶ نیز انجمن فاتلین
آل انڈیا ایجوکیشنل لٹریری سوسائٹی ۳۷۸
آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی ۴۹۲
آئی او یو ٹی- این (IOUTN) وارسا (پولینڈ) ۱۳۱، ۲۹۰، ۳۱۱، ۳۱۲
آئی ایس اے (بین الاقوامی معیارات کمیٹی ISA) ۱۳۰، ۳۱۱
آئی ایس او (بین الاقوامی تنظیم برائے معیار بندی ISO) ۱۳۰، ۱۳۱، ۳۱۱، ۵۱۸
اتحاد الاطباء العرب (عراق) ۷۷
اتحاد المہندس لعرب (کویت) ۸۱
اتر پردیش اکادمی، لکھنؤ ۳۴۷
اثری ادارہ نشر و اشاعت (ملتان) ۳۲۵
احسن برادرز، لاہور ۵۰۱
اخبار "کیپٹل" کلکتہ ۳۵۶
احمد جان اینڈ کمپنی لاہور ۳۷۶
ادارہ ادبیات اردو (حیدر آباد دکن) ۴۲۲، ۴۲۴
ادارہ تالیف و ترجمہ، جامعہ پنجاب (لاہور) ۲۴۵، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۸۲، ۴۹۸
ادارہ تحقیق و اشاعت، لاہور ۴۷۷
ادارہ تصنیف و تحقیق، پاکستان کراچی ۵۰۲
ادارہ تعلیم و تحقیق (پنجاب یونیورسٹی لاہور)
ادارہ القرآن (کراچی) ۸۰
اردو اکیڈمی بہاولپور ۳۰۶، ۴۶۵، ۴۷۷، ۴۸۴، ۴۸۵، ۵۱۱، ۵۴۳
اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۵۰۲
اردو اکیڈمی لاہور ۱۷۱، ۱۷۴، ۱۷۵
اردو بیورو دہلی = ترقی اردو بیورو دہلی
اردو دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی- لاہور) ۴۴۲، ۴۷۶
اردو سائنس کالج (وفاقی اردو سائنس کالج) کراچی ۴۸۳، ۴۸۷، ۴۸۸، ۵۱۵
اردو سائنس بورڈ (مرکزی اردو بورڈ) لاہور ۳۴، ۳۵، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۷۱، ۱۷۴، ۳۰۶، ۳۱۶، ۳۴۸، ۳۶۱، ۴۱۳، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۶، ۴۸۷، ۵۱۴، ۵۲۳، ۵۴۳
اردو لغت بورڈ کراچی ۳۲۱، ۳۶۳، ۳۶۶، ۳۹۱، ۵۰۵
اردو مرکز لاہور ۵۰۱
اسکاٹش پریس (مدراس) ۴۷۳
اسکول بک سوسائٹی (دہلی کالج) ۱۸۳، ۳۸۶، ۳۹۰
اسلامک بک فاؤنڈیشن (لاہور) ۴۲۴
اسلامک بک ہاؤس علی گڑھ ۱۶۱
اسلامیہ کالج پشاور ۳۶۶

اصطلاحاتی مراکز بینک (وارسا، وی آنا، لکسمبرگ)
۶۹، ۱۲۸، ۱۳۹
اصطلاحی بینک (BASM) ریاض (سعودی عرب)
۷۹، ۸۳
اصطلاحی علمی انجینئری کانگریس (جرمنی)
۵۸، ۱۲۴، ۱۳۲
اظہر سنز پبلشرز لاہور ۳۹۸
اعظم اسٹیم پریس (حیدر آباد دکن) ۳۳۹، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴
افریشیا پرنٹنگ پریس کراچی ۵۰۲
افغان پریس (امرتسر) ۳۶۵
اقبال اکادمی پاکستان ۳۸۱، ۳۸۵
اقوام متحدہ ۵۳، ۱۲۹
اکادمی ادبیات پاکستان ۱۶۴
الارشاد لاہور ۳۲۴
الزیویئر (ELSERVIER) نیدر لینڈ ۸۲، ۸۴، ۹۳، ۱۶۰، ۲۷۴، ۲۸۶
ایلیکو ۸۵
امریکن اورینٹل سوسائٹی ۳۳۱
امریکی انجمن مترجمین (ATA) ۶۹، ۱۳۲، ۳۱۱
امریکی انجینئرز (مرتب) ۶۸
امریکی نیول ریسرچ ۶۹
امریکی یونیورسٹی بیروت ۸۲، ۸۳
انجمن اردو پنجاب یونیورسٹی ۳۴۵، ۴۷۰
انجمن اشاعت مطالب مفیدہ انجمن پنجاب لاہور
انجمن پنجاب (انجمن اشاعت مطالب مفیدہ) لاہور ۱۶۵، ۱۸۸، ۲۳۷، ۳۷۴، ۳۸۷، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، نیز مطبع انجمن پنجاب لاہور
انجمن ترقی اردو ۳۷۷، ۳۸۱، ۳۸۳، ۳۸۷، ۴۵۸، ۴۷۴، ۴۸۰، ۴۹۹، ۵۱۶
انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی ۱۶۴، ۱۶۶، ۲۰۰، ۲۰۳، ۲۲۶، ۳۰۶، ۳۲۵، ۳۶۲، ۳۶۵، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۲۵، ۴۶۶
انجمن ترقی اردو علی گڑھ (انڈیا) ۸۵، ۴۰۸، ۴۲۵
انجمن ترقی اردو ہند اورنگ آباد (حیدر آباد دکن) ۱۶۲، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۹۲، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۲، ۲۱۳، ۲۳۰، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۱۴، ۴۲۲، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۳۰، ۴۸۷
انجمن ترقی اردو ہند (دہلی) ۳۳۱، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۶،
انجمن فانلین ادارہ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب ۱۶۵، ۹۴۴
انجمن محافظ اردو کراچی ۵۱
انجینئرنگ کالج (مدراس) ۳۹۱، ۳۹۲، ۵۴۳
انڈیا ہاؤس بمبئی ۳۵۱
انڈین ایسوسی ایشن سپیشل لائبریرز اینڈ انفارمیشن سینٹرز کلکتہ ۴۳۶
انڈین پینل کوڈ ۳۷۸
انفوٹرم (آسٹریا) (بین الاقوامی مرکز معلومات برائے اصطلاحات وی آنا) ۸۴، ۱۳۲، ۳۱۱، ۵۱۸ نیز ٹرم نیٹ
اورینٹل ٹرانسلیشن آفس بمبئی ۳۷۴
اورینٹل کالج دلی و آگرہ ۳۴۵،
اورینٹل کالج لاہور (پنجاب یونیورسٹی) ۳۷۵، ۳۸۷، ۳۹۶، ۴۷۰، ۴۷۶
ایجوکیشن بک ہاؤس ۴۳۵
ایڈسکومب کالج ۳۴۶
ایسٹ انڈیا کمپنی ۹۳، ۱۸۲، ۳۲۷، ۳۴۳، ۳۴۵، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۹۰
ایسٹ انڈیا ہاؤس ۳۵۰
ایسٹرن لا ہاؤس کلکتہ ۳۵۲
اسکو ۸۵
ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ ۷۴،

۳۳۱، ۳۵۶، ۳۵۸
اینگلو سیکسن ۶۰، ۸۰
باپٹسٹ مشن پریس کلکتہ ۳۸۶
برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی ۳۲۷
برٹش میوزیم (لندن) ۸۵
بلال پریس ساڈھورا (انبالہ) ۳۷۶
بمبئی سول سروس ۳۵۴
بنگال لائبریری ایسوسی ایشن کلکتہ ۹۵
بنگال ریگولیشنز کلکتہ ۳۵۱
بنگلہ اکیڈمی ۹۵
بنگلہ دیش تعلیمی کمیشن ۹۴
بورڈ آف ریونیوز ۳۵۲
بیت الابصار علی گڑھ (انڈیا) ۴۳۳
بین الاقوامی ادارہ برائے یکسانیت اصطلاحات ۱۳۱، ۵۱۸
= آئی او یو ٹی این
بین الاقوامی اصطلاحی رابطہ = ٹرم نیٹ
بین الاقوامی تنظیم برائے معیار بندی = آئی ایس او
بین الاقوامی مرکز معلومات برائے اصطلاحات = انفوٹرم
بین الاقوامی معیارات کی کمیٹی = آئی ایس اے
بین الاقوامی وفاق برائے اصطلاحی بینک (IFTB) ۴۸۰، ۴۸۹، ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۳۰
وارسا ۱۲۹
بین الاقوامی وفاق برائے قومی مجالس معیار بندی
= آئی ایس اے
پاکستان اسٹیل کراچی ۵۰۳
پاور پریس (حیدر آباد دکن) ۴۶۳
پبلک انسٹرکشن کمپنی ۳۴۵
پروٹسٹنٹ چرچ ۵۰۴
پشاور یونیورسٹی ۴۶۶
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور ۱۷۱، ۴۷۴، ۴۸۸، ۴۸۹، ۵۲۸
پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی ۱۶۲، ۱۶۵، ۲۳۷، ۳۹۷

پنجاب یونیورسٹی لائبریری (لاہور) ۳۳۷، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۶۰
پیسہ اخبار لاہور ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۴۸، ۳۶۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۸۱
ترقی اردو بورڈ کراچی ۵۴۳
ترقی اردو بیورو دہلی ۱۶۳، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۸۰، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۵۸، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۸، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۵
ترک دل قورومو (ترکی) ۹۲
ٹرانسلیشن سوسائٹی (اسکول بک سوسائٹی دہلی کالج) ۱۸۳
ٹرم نیٹ (بین الاقوامی اصطلاحی رابطہ)، ۸۳،
ٹیچرز ٹریننگ کالج (تہران) ۸۷
ٹیکسٹ بک بورڈ = پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ
ٹیکسٹ بک بورڈ سندھ = سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ
جامعہ بہاء الدین زکریا ملتان ۴۸۹
جامعہ پنجاب لاہور ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۷۱، ۱۷۳، ۲۰۷، ۲۴۲، ۲۴۵، ۲۸۹، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۱۶، ۴۵۸، ۴۶۵، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۲، ۴۷۷، ۴۷۸،
جامعہ الجزائر ۸۵
جامعہ زرعیہ = زرعی یونیورسٹی
جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد دکن) ۱۶۳، ۱۶۷، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۸، ۲۲۶، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۴۳، ۲۶۳، ۳۸۰، ۳۸۳، ۳۸۷، ۳۹۱، ۳۹۲، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۴، ۴۰۶، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۷، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۳۳، ۴۳۷، ۴۵۷، ۴۶۷، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۵، ۴۸۰، ۵۱۹، ۵۲۸
نیز دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ
جامعہ کراچی ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰،

۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۲۰۷، ۲۲۶، ۲۳۰، ۲۷۴
۲۳۲، ۲۳۳، ۲۶۳، ۲۸۹، ۲۹۰، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۱۱، دفتر فرہنگ آصفیہ دہلی ۳۲۹
۳۹۳، ۳۹۷، ۴۳۲، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۷، ۴۵۸، دفتر المسیح حیدر آباد دکن ۳۳۹، ۴۲۲،
۴۵۹، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۶، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۲۳
۴۷۴، ۴۷۵، ۴۸۰، ۴۹۲، ۵۰۱، ۵۰۵، ۵۱۵، ۵۱۷، دلی پرنٹنگ پریس دہلی ۳۲۲
۵۲۱، ۵۲۳، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، دہلی کالج ۶۵، ۷۵، ۱۸۳، ۱۸۶، ۱۸۸، ۱۹۶،
۵۳۲، ۵۳۳ ۲۱۳، ۲۳۰، ۲۹۸، ۳۸۳، ۳۸۷، ۳۹۰، ۳۹۳،
جامعہ محمدی جھنگ ۳۲۶ ۴۰۰، ۴۱۰
جامعہ ملیہ دہلی ۴۲۶ ڈیش ایکارک اخبار لاہور ۳۳۷
جان شاک ذیل کمپنی ۳۴۶ دیوان بھاسا دان پستا (ملائیشیا) ۹۳
جائنٹ کونسل (امریکا) ۶۹ دیوان المعارف (دمشق) ۷۶
جنرل ہیڈکوارٹر (جی ایچ کیو) راولپنڈی ڈبلیو ایم ایچ ایلن اینڈ کمپنی ۳۵۲
۱۷۷، ۴۹۳، ۵۳۴ ڈرسڈن ٹیکنیکل یونیورسٹی (جرمنی) ۱۳۲
جرمن ایسوسی ایشن برائے انجینئرز ۶۶ رائل اکیڈمی (فرانس) ۶۵
چھاپہ خانہ صدر جیل خانہ آگرہ ۳۶۳ رائل سوسائٹی (لندن) ۶۲، ۶۴، ۳۱۱
حکومت صوبہ سرحد ۴۸۴، ۴۸۶ رڑکی کالج = طامسن انجینئرنگ کالج رڑکی
خادم التعلیم پریس ۳۸۰ روٹلیج (ROUTLEDGE) اینڈ کمپنی (لندن)
خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ ۳۲۹ ۸۴، ۳۳۲، ۳۵۶
خورشید پریس حیدر آباد دکن ۴۲۳ زرعی یونیورسٹی (جامعہ زرعیہ) فیصل آباد
دارالامارات کلکتہ ۳۷۲ ۱۷۴، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۸۱، ۴۸۴، ۴۸۶، ۴۸۷
دارالترجمہ (بغداد) ۱۰۹، ۳۱۰ سائنٹیفک سوسائٹی (انڈیا) ۷۵
دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد دکن) ۱۹۱، سائنٹیفک سوسائٹی پاکستان کراچی ۲۲۶،
۱۹۳، ۱۹۷، ۲۳۱، ۳۷۵، ۳۸۷، ۴۰۴، ۴۰۸، ۲۷۱، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۹۲
۴۱۰، ۴۲۴ نیز جامعہ عثمانیہ سائنٹیفک سوسائٹی (علی گڑھ) ۲۳۰،
دارالترجمہ (جموں کشمیر) ۳۹۳ ۳۸۷، ۳۹۳، ۴۰۰
دارالترجمہ، مقتدرہ قومی زبان = مقتدرہ قومی زبان سائنٹیفک سوسائٹی (غازی پور) ۳۹۳
دارالشفاء (حیدر آباد دکن) ۴۲۲ سائنس اکیڈمی پاکستان ۲۳۲
دار طلاس (دمشق) ۷۶ سائنسی کانگریس ۶۶
دارالعلم للملائن (بیروت) ۸۴ سٹیٹ بینک پاکستان (مجلس اصطلاحات): ۴۰۶
دارالمصنفین اعظم گڑھ ۳۸۷، ۴۳۳، سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ =
۴۳۴ دارالترجمہ نیز جامعہ عثمانیہ
دانشکدہ بہاولپور ۴۹۶ سعد ہیلی کمشنر ۵۰۴
دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی لاہور) سکندرہ آرفن پریس آگرہ ۳۶۴، ۳۶۶،
= اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۳۷۵
دائرۃ المعارف النظامیہ (حیدر آباد دکن) سماچار درپن سیرام پور (اخبار) ۳۶۲

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ (حیدر آباد سندھ) ۴۸۴، ۴۸۹

سنگم پبلشرز لاہور ۵۰۱

سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۳۴۷، ۳۴۹، ۳۵۴، ۳۵۵، ۵۰۹

سول سروس اکیڈمی لاہور ۴۸۴، ۴۸۶

شاہجہان پور لٹریری انسٹی ٹیوٹ ۳۸۷

شاہکار بک فاؤنڈیشن (کراچی) ۴۹۶

شعبہ تالیف و ترجمہ: حیدر آباد دکن = دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ نیز جامعہ عثمانیہ

شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی ۲۲۶، ۲۳۰، ۲۳۳، ۲۶۳، ۲۶۵ح، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۶۴، ۵۱۵، ۵۲۵

شمس الامرا مطبع سنگی حیدر آباد دکن ۳۶۳، ۳۷۲

شمس المطابع (حیدر آباد دکن) ۳۳۶، ۳۴۳

شیخ غلام علی اینڈ سنز (لاہور) ۴۹۶، ۵۰۰

شیش محل کتاب گھر لاہور ۴۹۶

صدر بورڈ صوبہ سرحد ۳۶۴، ۴۸۵

صوبہ بہار کی کمیٹی ۲۱۳

طامسن انجینئرنگ کالج رڑکی (رڑکی کالج) ۳۹۱، ۳۹۲

طب اور انجینئرنگ کے مدارس ۱۸۸

طبی بورڈ (کلکتہ) ۳۹۱

طبی پریس آگرہ ۳۹۱

طبی دارالترجمہ و تالیف دہلی ۳۳۹

عالمی بینک برائے اصطلاحات ۲۹۱

عالمی بینک برائے بین الاقوامی اصطلاحات (WBIT) ۲۹۰، ۲۹۱، ۳۰۶، ۳۱۲

عالمی فاؤنڈیشن برائے عالمگیر کاری برائے ماہرانہ اصطلاحات (WFTST) ۲۹۱

عالمی کانفرنس برائے استناد اصطلاحات ۳۱۳، ۳۱۴

عالمی مرکز اصطلاحات وی آنا = انفوٹرم، ٹرم نیٹ

عالمی مرکز ترجمہ نیدر لینڈ ۶۹

عثمانیہ ٹریننگ کالج حیدر آباد دکن ۱۶۵، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۱۳، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴

عرب فنڈ برائے اقتصادی ترقی (کویت) ۸۰

عرب لیگ (تیونس) ۸۳

عزیزی پریس (آگرہ) ۳۲۲

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۱۷۶، ۳۰۶، ۴۸۴، ۴۹۰، ۴۹۱

علمی مجلس دہلی ۳۴۸

علی بک ڈپو، کراچی ۵۰۱

غالب اکیڈمی دہلی ۴۳۶

فارابی = فرسٹ عرب بینک آف انفرمیشن

فرانسیسی سوسائٹی (قاہرہ) ۳۲۴

فرسٹ عرب بینک آف انفرمیشن (فارابی)، مراکش، دوسری شاخ: تیونس ۷۸، ۸۳

فرہنگستان زبان (۱۹۳۵-۱۹۴۴ء) تہران ۸۷، ۸۸

فرہنگستان زبان ایران (قائم شدہ ۱۹۷۰ء) تہران ۸۸، ۸۹

فورٹ ولیم کالج کلکتہ ۹۴، ۱۸۲، ۱۸۴، ۱۸۵، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۵۰، ۳۵۹، ۳۸۶

فیروز سنز (لاہور) ۴۹۶، ۴۹۹

قائداعظم لائبریری لاہور ۴۲۵، ۵۰۴

قائداعظم یونیورسٹی (اسلام آباد) ۴۹۲

قاہرہ اور رباط کے ادارے ۸۴

قلات پبلشرز کوئٹہ ۵۰۲

قمر کتاب گھر کراچی ۵۰۳

قوانین ہند، امرتسر ۳۷۶

قومی کتب خانہ لاہور ۴۹۶، ۴۹۹

کامیاب بک ڈپو (لاہور) ۱۷۳

کانفرنس برائے خدمات ترجمہ (COTSOWES) سوئزر لینڈ ۱۳۱، ۳۱۱

کتابستان پبلشنگ کمپنی لاہور ۵۰۲

کتاب منزل لاہور ۴۹۹، ۵۰۱

کتب خانہ اردو لغت بورڈ ۳۶۳

کتب خانہ روضتین گلبرگ (حیدر آباد دکن) ۳۲۳

کتب خانہ سینٹ لزہوا ۳۲۷، ۳۵۹

کتب خانہ نعمانیہ (حیدر آباد دکن) ۳۲۳

کرسچین سنڈی سنٹر راولپنڈی ۴۹۶، ۵۰۵

کفایت اکیڈمی کراچی ۴۹۷

کلاسیک لاہور ۵۰۱

کلکتہ ایجوکیشنل پبلی کیشنز ۳۳۹

کلکتہ بائبل سوسائٹی ۳۴۵

کلکتہ سنٹرل پریس کمپنی ۳۶۵

کلکتہ کالج ۲۱۳

کلکتہ میڈیکل کالج ۳۵۰، ۳۶۳

کمشنر زبان ہائے دفتری (کینیڈا) ۵۳، ۶۱

کمیٹی برائے علامات ریاضی (مقتدرہ قومی زبان) ۲۳۳، ۲۴۹

کمیشن برائے سائنسی و تکنیکی اصطلاحات (غالب اکیڈمی دہلی) ۴۳۴، ۴۳۶

کنگز کالج لائبریری لندن ۳۵۹

کنگز کالج لندن ۳۴۷

کوٹھاری ایجوکیشن کمیشن (بھارت) ۴۳۴

کوکس بیلے کمپنی لندن ۳۴۷

کول ریز پبلشرز لاہور ۵۰۲

کوہ نور "گنج شائگاں" (لاہور) ۲۳۷، ۳۷۳

کیگن پال اینڈ کو ۳۵۴

گرسٹرم (کینیڈا) ۱۳۲

گورنمنٹ پرنٹنگ پریس پنجاب (لاہور) ۴۴۹

گورنمنٹ لیتھوگرافک پریس کلکتہ ۳۶۳

لا پبلشنگ کمپنی (لاہور) ۳۳۵

لا ٹائمز پبلی کیشنز ۱۶۹

لائبریری آف کانگرس (امریکا) ۵۳

لائبریری ایسوسی ایشن لاہور ۵۳۲

لپزگ یونیورسٹی (جرمنی) ۱۳۲

لزارس اینڈ کمپنی (بنارس و لندن) ۳۴۸

لیتھوگرافک چھاپہ خانہ کلکتہ ۳۳۰

لیز پریس کلکتہ ۷۴

مانچسٹر یونیورسٹی (برطانیہ) - ۱۳۲

مجلس استناد (مقتدرہ قومی زبان) - ۳۵۰، ۳۵۱، ۴۶۱، ۴۶۳، ۵۳۳

مجلس اصطلاحات بنگاری - ۲۰۰

مجلس اصطلاحات خیات (مقتدرہ قومی زبان)- ۲۹۳

مجلس برائے سائنسی علامات و ترقیمات و ہندسے (مقتدرہ قومی زبان) = کمیٹی برائے علامات ریاضی

مجلس تحقیقات سائنس کراچی ۵۱۵

مجلس ترقی ادب لاہور ۴۸۴، ۴۸۵، ۵۱۱

مجلس زبان دفتری پنجاب (لاہور) ۱۶۷، ۱۶۸، ۲۲۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۶۷، ۳۰۶، ۳۴۷، ۴۳۹، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۷، ۴۶۳، ۴۶۶، ۴۷۰، ۴۹۰، ۴۹۹، ۵۱۴، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۴، ۵۲۸، ۵۳۴، ۵۴۳

المجمع العلمی العراقی (بغداد) ۷۷

المجمع العلمی العربی (دمشق) ۷۶

مجمع اللغۃ العربیۃ الاردنی ۷۸

مجمع اللغۃ العربیۃ (دمشق) ۷۶

مجمع اللغۃ العربیۃ (مصر) ۷۷

محفل ذوقیہ (کراچی) ۳۲۳

محکمہ اطلاعاتی نظام (ریاض) ۷۹

مدرسہ طبابت آگرہ ۳۹۱

مدرسہ طبابت (حیدر آباد دکن) ۳۹۱

مدرسۃ العلوم علی گڑھ ۳۹۳

مدرسہ فخریہ (حیدر آباد دکن) ۱۸۸، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹

مرکز تحقیق و ترقی نصاب (لاہور) ۵۲۸

مرکز فروغ علوم لاہور ۴۹۷

مرکزی اردو بورڈ لاہور = اردو سائنس بورڈ لاہور

مرکزی حوالہ بورڈ (بنگلور) ۲۱۷

مرکزی مشاورتی تعلیمی بورڈ دہلی - ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷

مرکزی مشاورتی تعلیمی بورڈ (سنٹرل ایڈوائزری بورڈ) بمبئی ۲۱۴

مرکنٹائل پریس (لاہور) ۳۳۶

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۴۲۵، ۴۳۳، ۴۳۵

مشن پریس (مرزا پور بنارس) ۳۲۷

مطبع اسلامیہ مدراس ۳۸۹

مطبع انجمن لاہور ۳۷۵

مطبع انجمن پنجاب لاہور ۳۹۵، ۳۹۶، نیز = انجمن پنجاب لاہور

مطبع سلطانی (اودھ) ۳۸۶

مطبع شمسی = شمس الامراء

مطبع العلوم دہلی ۳۶۳، ۳۹۰

مطبع فیض عام ۴۳۵

مطبع کوہ نور (لاہور) ۳۴۷، ۳۷۴

مطبع مجیدی کانپور ۳۳۰

مطبع محمدی شاہجہانپور ۳۸۷

مطبع مرتضوی لکھنؤ ۳۷۹

مطبع مفید عام آگرہ ۳۷۴

مطبع نامی (لکھنؤ) ۳۲۹

مطبع نو لکشور کانپور ۳۷۶

مطبع نو لکشور (لکھنؤ) ۳۳۸

مطبع ابراہیمیہ (حیدر آباد دکن) ۴۲۲

مطبعہ ابلیتہ (دمشق) ۷۷

المعارف (لاہور) ۴۲۴

معلوماتی بینک فارابی (رباط - مراکش) = فرسٹ عرب بینک

مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور ۲۴۲، ۴۴۳، ۴۶۵، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۸۰، ۴۸۵، ۴۹۸، ۵۲۱

مغربی پاکستان ٹیکسٹ بک بورڈ ۴۸۸

مقبول اکیڈمی ۵۰۱

مقتدرہ قومی زبان (اسلام آباد) ۳۲، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۸۰، ۱۹۶، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۶۳، ۲۶۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۳، ۲۹۸، ۳۰۶، ۳۰۸، ۳۱۰، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۲۶، ۳۲۸، ۳۳۷، ۳۳۹، ۳۵۰، ۳۵۲، ۳۹۲، ۴۱۳، ۴۲۲، ۴۲۹، ۴۳۱، ۴۳۳، ۴۳۶، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۵۰، ۴۵۷، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۸۰، ۴۸۳، ۴۸۹، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۵۰۰، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۶، ۵۲۸، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۴۳

مکتب تنسیق التعرب فی الوطن العربی (مراکش) ۷۸

مکتبہ ابراہیمیہ (حیدر آباد دکن) ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴

مکتبہ تخلیق ادب کراچی ۵۰۱

مکتبہ جامعہ اسلامیہ دہلی ۴۳۵

مکتبہ عالیہ (لاہور) ۳۲۹، ۳۳۰

مکتبہ فرینکلن لاہور ۴۹۶، ۵۰۰، ۵۰۱

مکتبہ القدوسیہ (لاہور) ۷۵

مکتبہ لبنان (بیروت) ۸۳، ۸۴

مکتبہ نوائے وقت (لاہور) ۱۶۷، ۴۹۶، ۴۹۹

مکہ بکس لاہور ۳۲۳

ملک بک ڈپو (لاہور) ۳۳۷

ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور ۴۹۶

مؤسسۃ الکویت للتقدم العلمی ۸۱

مؤسسۃ الکویت العلمیہ ۸۲

مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۸۵

میڈیکل پریس امرتسر ۳۳۶

میکملن پریس (مکملن کمپنی) لمیٹڈ نیویارک لندن - ۶۷، ۸۰، ۸۳

ناسا (امریکی خلائی ادارہ) ۶۹

نگارشات لاہور ۵۰۴

نو لکشور پریس لکھنؤ ۳۷۸

نوید حبلی کیشنز لاہور ۵۰۲
نیو میڈیکل انسٹی ٹیوٹ' نیو میڈیکل انسٹیٹیوشن کلکتہ (شعبہ کلکتہ میڈیکل کالج) ۳۶۲' ۳۶۵' ۳۹۱
نیشنل اکیڈی دہلی (نیشنل اکادمی) ۴۲۵' ۴۳۳' ۴۳۴
نیشنل بک ٹرسٹ (انڈیا دہلی) ۴۳۲' ۴۳۳' ۴۳۵
نیشنل بک سٹال ۴۹۷
نیشنل بک فاؤنڈیشن (اسلام آباد - کراچی) ۱۶۴' ۴۸۹
نیشنل بینک پاکستان ۴۰۳' ۵۳۵
نیشنل پریس ٹرسٹ (الہ آباد) ۴۲۵' ۴۳۳
نیشنل پریس ٹرسٹ (دہلی) ۴۲۵
نیشنل لائبریری کلکتہ ۴۳۶
نیو بک پیلس (لاہور) ۳۲۶
ورنا کیولر ٹرانسلیشن سوسائٹی دہلی ۳۹۰
وزارت تعلیم (ایران - تہران) ۸۶
وزارت الثقافة والارشاد (دمشق) ۷۵
وزارت دفاع (ایران - تہران) ۸۷
وزارت دفاع (امریکا) ۶۹
وفاق برائے انجمن ہائے مترجمین (FIT) ۶۹
وفاقی وزارت تعلیم (اسلام آباد) ۴۹۲' ۵۲۱
ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی ۴۹۲' ۴۹۳
ہندوستانی اکیڈیمی (الہ آباد) ۴۲۵' ۴۳۳' ۴۳۵
ہندوستانی پریس کلکتہ ۳۴۶' ۳۵۹
ہنری مارٹن سکول علی گڑھ ۵۰۴
ہونہار بک ڈپو (لاہور) ۳۲۵
یورپین کیمشن لکسمبرگ ۶۸' ۱۲۸' ۱۶۰' ۱۶۱' ۵۱۸
یوروٹرم (Euroterm) ۱۲۹
یوروڈکام (Erodicautom) ۱۲۸' ۱۲۹
یونیسکو - ۲۹' ۵۳' ۵۷' ۵۸' ۶۸' ۸۰' ۸۴' ۸۵' ۱۱۷' ۱۲۴' ۱۲۵' ۱۲۷' ۱۳۱' ۱۳۷' ۱۶۱' ۲۰۶' ۲۷۵' ۳۱۱' ۳۱۶' ۵۰۴' ۵۳۵
یونیورسٹی آف ایمسٹرڈیم نیدر لینڈ ۶۸
یونیورسٹی بک ایجنسی ۷۰' ۵۰۲
یونیورسٹی پٹرولیم و معدنیات (ظہران) - ۷۹

ples for forming terms in Urdu based upon new information and knowledge in the respective fields.

4. A comprehensive collection of all Urdu terminology should be compiled, merged and published, which would amount to more than 250.000 terms; with the assistance of computers.
5. New work in this field should be launched with the help of world organizations, e.g. Eurodicautom, WHIT, IOUTN, TermNet, Infoterm, and other centres of terminology.
6. Individual work in the field of terminology should be discouraged and only unified terms, standardized by a single authority, should be introduced. This authority should engage and rely upon subject specialists and terminologists rather than linguists, literary and language experts.
7. The field of Urdu terminology needs a new school of thought, i.e. "Terminology Science". The glimpses of such have been reflected in the thoughts of some Urdu scholars, e.g. Dr. Syed Abdullah, Dr. Shaukat Sabzwari etc.

terms; using local dialects and languages.

3. As its source Urdu terminology has used Arabic and Persian more than Sanskrit with only a few words in Urdu. The technical and professional terminology is based more upon the local dialects and languages.
4. Internationalization of terms is a real problem in Urdu. Some people are of the opinion that international terms should be retained in their original form. Chemical formulae and mathematical symbols and notations are retained in Urdu in their international form.
5. Some people are of the opinion that the new words coined in Urdu should be easily understandable. Others say that it is the usage that makes these familiar to the people.
6. There are confusions and ambiguities in Urdu terminologies. The terms must be standardized and unified by a single authority or organization that may be the National Language Authority, Pakistan.
7. The first published dictionary on the collection of classical Urdu terms and translated into English was compiled by Gladwin on Islamic law and revenue terms in 1797.
8. The first published dictionary of English-Urdu terms was compiled and translated by Thomas Roebuck of the Fort William College, Calcutta, in 1811.
9. The foremost local scholar was Nawab Gazi uddin Hyder who started translating modern English terms in 1814.
10. The Urdu Science Board published a comprehensive English-Urdu dictionary in three volumes containing 120,000 terms. Another remarkable dictionary published by this organization is the 1st volume (A to C) of a medical dictionary by Sharif Jamai. It shows the Greco-Latin analytical formation and possible Urdu versions: words/compounds etc.
11. There are still some fields in which Urdu translation of terms has not yet been accomplished, e.g. petroleum, architecture, photography, etc.

The recommendations made are the following:

1. The modern science of terminology should be introduced in the making and teaching of Urdu terminology.
2. An eclectic approach should be used in Urdu terminology.
3. There is a great need for the preparation of new princi-

nology; terminology problems and psychology; standardization of Urdu terms.

The second part presents a historical view of Urdu terminology and consists of six chapters: the legacy of classical terms used in the sub-continent; Urdu terminology and the orientalists; the contribution of different organizations and individuals prior to the emergence of Pakistan (1947); the Indian contributions and the Pakistani works on Urdu terminology. The last part comprises only one chapter, viz. a comparative study.
The hypotheses established in this study were as follows:

1. There is a vast range of Urdu literature in terminology and terminography enough to give an academic and technical tone to the language and to start and develop scientific and technological studies, reports, papers and literature;
2. There is a place to adopt the modern trends ano schools of terminology in Urdu, though there are different trends and approaches used in Urdu terminology.
3. The standardization conferences and the preparation of principles on coining terms began in Urdu (in Delhi College in 1840) before the standardization congresses in English (1867).
4. The principles in Urdu terminology are more closely related to forming words and their compounds than the syntax of terms and techniques of terminology. Thus it is in a developing stage;
5. Urdu is a language based upon a variety of languages and due to its characteristicals it can utilize the terminologies/works of the globe - an eclectic approach is the best in this regard.

The other results were as follows:

1. There is a collection of 460.000 concepts and 110.000 acronyms and abbreviations in the Eurodicautom (lux.), while Urdu shows a total of more than 250.000 terms in its printed form;
2. Urdu has different trends and approaches in the making of terminologies: Puritans, with such source languages as Hindi, Sanskrit, Arabic, Persian; retaining previous words in terminology; rejecting previous words; depending totally upon English and the internationalization; an eclectic approach with hybrid

ject. Since the publication of this dictionary in 1811 221 dictionaries and 419 indexes and glossaries have been published up to 1990 witnessing the developing of Urdu terminology.

I submitted my doctoral dissertation on the same subject to the University of the Punjab, Lahore, under the learned guidance of Prof. Dr. rafi uddin Hashmi. The thesis was the result of more than 7 years of research and 20 years involvement in Urdu and subjects related to the language. I was awarded the Degree of Ph.D. in 1991 by the University of the Punjab; I owe my deep gratitude to those scholars who guided, examined and reviewed my work.

Thanks are also due to Mr. Goetschalckx, Mr. Nedobity, Mr. Galinski and Mr. Stoberski who provided me with the literature related to my field of study allowing me to carry out my study on a broad basis with unbiased and astonishing results.

The study was delimited by the printed literature available on this topic and based on linguistic and literary grounds. The bibliography comprises a total of 973 source references.

The assumptions taken as granted were:

1. Urdu is National Language of Pakistan;
2. Urdu has the characteristics of a medium of instruction, and academic works may be produced in it;
3. Terminologies are necessary for the academic development of Urdu;
4. There is a vast array of literature produced on Urdu terminology.

The research carried out in this study is of a descriptive-historical nature. The paper is divided into three parts taking into account that the related literature of previous studies is very scarce, i.e. by Waheed uddin Saleem, Ch. Barkat Ali, Molvi Abdul Haq, Maj. Aftab Hassan, Syed Hussain, Balgrami, RaiSohan Lal, Dr. Shaukat Sabzwari, Dr. Syed Abdullah and some others.

The first part deals with a theoretical study and is further subdivided into eight chapters: the concept of a term; the scienc of terminology; the system of terminology; the beginn..gs of establishing terminological principles in Urdu; the principles of terminology development in Pakistan; the schools of thought, trends and approaches in Urdu termi-

DEVELOPING TERMINOLOGY: THE CASE STUDY OF URDU

(ABSTRACT OF A DOCTORAL DISSERTATION)

— Attash Durrani

Urdu, among the very large number of the world languages, enjoys a particular and special characteristic: comprehensiveness, especially with respect to its terms. Urdu is also a very easy language to learn and speak for all the people of the world. The reason of this comprehensiveness and easiness is that it borrowed a lot from Arabic, which is a leading language of the Semitic group of languages, Sanskrit, Persian, etc. which relate to the Aryan group of languages, Dravidian languages and Turkish. It has 2000 years of relationship with Greek. Now it has been borrowing words, phrases, ideas and expressions from English and other European languages.

The word "Urdu" as the name of the language, which was called Hindi, Hindustani or Rekhta, emerged first in history in 1762 in the poetry of a famous Urdu poet, namely maail Dehlavi.

The comprehensiveness of Urdu and its borrowing character has led the language to rich terminologies in various arts and sciences. A large number of Persian-Arabic terminologies has been absorbed in Urdu language. Muslim saints and mystics began to use metaphysical terminology in Urdu right from the 14th century.

The first attempt at introducing terminologies of Western languages was made by the Portuguese scholar Xavier. In 1595 he compiled a valuable glossary of Portuguese-Hindustani terms related to mineralogy. Unfortunately this glossary has never been published. Mr. Thomas Roebuck (a teacher at Fort William College, Calcutta) compiled a dictionary of English-Hindustani terms, the Lashkari Vocabulary or Naval Dictionary printed in 1811. This is the first English-Urdu printed material available on the sub-

URDU ISTALAHAT SAZI

(URDU TERMINOLOGY)

A Theoretical, Comparative & Historical Study

DR. ATTASH DURRANI

The ORIENTAL SOCIETY for KNOWLEDGE
(Organization & Development)
Islamabad
1994
(Revised Edition)

تاثرات

ڈاکٹر جمیل جالبی: اس کتاب کی اشاعت سے اردو اصطلاحات کی وہ روایت، جس کا آغاز پروفیسر وحید الدین سلیم اور مولوی عبدالحق نے کیا تھا، آگے بڑھتی ہے۔

ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی: ہم اپنی زندگی ہی میں ایک اور وحید الدین سلیم کو دیکھ رہے ہیں، جو آگے بڑھ کر وضع اصطلاحات کے عمل کو جدید علم اصطلاحات کی بلندیوں تک لے جانے کے خواہاں ہیں۔

مشفق خواجہ: اردو میں ایسی علمی کتابیں کم لکھی گئی ہیں۔ آپ نے یہ کتاب لکھ کر اردو کو علمی اعتبار سے باثروت بنا دیا ہے۔

خلیل الرحمان داؤدی: یہ کتاب ایک بہت بڑا کام ہے۔

ڈاکٹر محمد اسلم فرخی: اس میں تحقیق کا جو معیار ہے وہی 'بلاشبہ' عالمی معیار ہے۔

ڈاکٹر محمد سلیم اختر: بظاہر لگتا ہے کہ اب اس موضوع پر نئی بات کہنے کی گنجائش نہیں رہی۔

ڈاکٹر محمد صدیق شبلی: یہ مطالعہ ایک نئی فکری جہت کی نشاندہی کرتا ہے۔

میرزا ادیب: کام کرنے والے ایسے ہی تاریخ ساز کام کیا کرتے ہیں!!

افتخار عارف: اتنی خاموشی سے اتنا کام اور اس معیار کا کام؟ حیرت ہوتی ہے!!

حکیم محمد سعید: آج سے پہلے اندازہ ہی نہ تھا کہ یہ علم اس درجہ وقیع، وسیع اور عمیق ہے۔

سید قاسم محمود: اصطلاح سازی کے باب میں اس کتاب کو ایک دائمی کلاسیک کی حیثیت حاصل رہے گی۔

ڈاکٹر وفا راشدی: کتاب کیا ہے علم و فکر، تلاش و جستجو کا ایک گنجینۂ گراں مایہ ہے۔

محمد احمد سبزواری: وحید الدین سلیم اور مولوی عبدالحق کے بعد اب عطش درانی نے اپنے آپ کو اس میدان کا نیا شہ سوار ثابت کر دیا ہے۔